مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

عہدِ بنو عباسؓ 2

زاہد چوہدری

تکمیل و ترتیب
حسن جعفر زیدی

ادارہ مطالعہ تاریخ

Marfat.com

بسلسلہ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

عہد بنو عباس

(حصہ دوم)

بشمول حالات خاندان بنی بویہ، غزنوی، سلجوقی، خوارزم شاہی، غوری، زنگی،
ایوبی مع صلیبی جنگیں اور تاتاری یلغار

زاہد چوہدری

تکمیل و ترتیب:
حسن جعفر زیدی

ادارہ مطالعہ تاریخ

11۔ ٹمپل روڈ، لاہور

Marfat.com

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی شکل میں دوبارہ اشاعت کی اجازت نہیں ہے۔ باقاعدہ قانونی معاہدے کے تحت جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں۔ کتاب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے مرتب سے قبل ازیں اجازت ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر مرتب قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

297.94

© جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

ناشر: ادارہ مطالعہ تاریخ، لاہور

پرنٹر: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

سن اشاعت: 2003ء

سرورق: خواجہ افضل

کمپوزنگ: اعظم علی شاد

قیمت: 800 روپے (مکمل سیٹ 2 جلد)

ملنے کا پتہ:

نگارشات

24- مزنگ روڈ ○ لاہور فون: 0092-42-7322892

E-mail:nigarshat@yahoo.com nigarshat@wol.net.pk

Marfat.com

فہرست

دیباچہ	5
عقیدہ اور تاریخ	13
باب 1: خلیفہ مطیع للہ	
بنی بویہ کے معز الدولہ اور عزالدولہ کا مطیع خلیفہ	25
باب 2: خلیفہ الطائع للہ	
بنی بویہ کی باہمی کشمکش اقتدار	37
باب 3: خلیفہ القادر باللہ	
بنی بویہ کی باہمی خانہ جنگیاں اور ان کا زوال	46
باب 4: خلیفہ قائم بہ امراللہ	
بنی بویہ کے اقتدار کا خاتمہ، سلجوقیوں کا بغداد پر قبضہ	57
باب 5: وسط ایشیا میں غزنوی اقتدار کا زوال، سلجوقی خاندان کا عروج	97
باب 6: خلیفہ مقتدی بامراللہ	
سلجوقی سلطان ملک شاہ کی وسیع وعریض سلطنت کا دور	112
باب 7: خلیفہ مستظہر باللہ	
ملک شاہ کے جانشینوں میں خانہ جنگی، سلجوقی سلطنت کی تقسیم	129
باب 8: فرقہ باطنیہ اور حسن بن صباح	143
باب 9: صلیبی جنگوں کی ابتداء	157
باب 10: خلیفہ مسترشد باللہ	
سلجوقی سلاطین کی باہمی خانہ جنگی، سواحل شام وفلسطین پر صلیبی قبضہ	180

Marfat.com

باب 11: خلیفہ راشد باللہ / خلیفہ مقتفی لامراللہ	
سلجوقیوں کا زوال، خوارزم شاہی، زنگی اور چھوٹے بڑے کئی سلاطین کا عروج	200
باب 12: خلیفہ مستنجد باللہ	
غزنوی سلطنت کا خاتمہ، غوری سلطنت کا قیام، غوری، خوارزمی لڑائیاں	226
باب 13: نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی	250
باب 14: صلاح الدین ایوبی اور صلیبی جنگیں	260
باب 15: خلیفہ مستضی بامراللہ / خلیفہ ناصرالدین اللہ	
بغداد کے امراء وزراء کی محلاتی سازشیں، معزولیاں اور قتل، غوری خوارزمی لڑائیاں	313
باب 16: خلیفہ اور خوارزم شاہ کی چپقلش	
خلیفہ کی دعوت پر چنگیز خان کا خوارزم شاہ پر حملہ	343
باب 17: تاتاریوں کی یلغار، مسلمانوں کا انتشار	
اور جلال الدین خوارزم شاہ کا فرار	365
باب 18: خلیفہ ظاہر بامراللہ / خلیفہ مستنصر باللہ	
مسلمانوں کی باہمی لڑائیاں اور تاتاریوں کے ہاتھوں	
خوارزمی و دیگر مسلم سلطنتوں کی مکمل تباہی	381
باب 19: صلاح الدین ایوبی کے جانشینوں کی باہمی خانہ جنگی	
اور صلیبیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ	401
باب 20: خلیفہ مستعصم باللہ	
ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور خلافت عباسیہ بغداد کا خاتمہ	430
ترتیب وار ادوار	457
دور بنو عباس کے اہم واقعات	467
حوالہ جات	522
کتابیات	542
اشاریہ	546

Marfat.com

دیباچہ

زیر نظر جلد عباسی خلافت کے اس دور کا احاطہ کرتی ہے جس میں عباسی خلیفہ کی حیثیت محض علامتی بن کر رہ گئی تھی۔ یہ دور 334ھ میں ایک دیلمی سردار احمد بن بویہ کے ہاتھوں خلیفہ مستکفی کی معزولی اور اس کی جگہ خلیفہ مطیع للہ کی تقرری سے شروع ہوا اور 656ھ میں ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور بغداد میں عباسی خلافت کے خاتمہ پر انجام کو پہنچا۔ جب 334ھ میں عباسی خلیفہ عباسی اقتدار سے محروم کیا گیا اس وقت عالم اسلام میں بین الاقوامی اسلامی اتحاد و اخوت نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور تین خلافتیں پائی جاتی تھیں۔ پہلی بغداد کی عباسی خلافت، دوسری شمالی افریقہ میں فاطمی خلافت جس کی بنیاد 297ھ میں عبید نے ڈالی تھی اور جس کا دائرہ تیونس سے مصر کی سرحدوں تک پھیل گیا تھا اور عنقریب پورا مصر ان کے قبضے میں آنے والا تھا، تیسری اندلس میں امویوں کی خلافت تھی۔ خود عباسی خلافت کے زیر اثر علاقے میں کئی آزاد و خود مختار سلطنتیں وجود میں آ چکی تھیں۔ ماوراء النہر میں سامانی سلطنت، خراسان اور فارس میں بنی بویہ کی سلطنت، بحرین اور یمامہ میں قرامطہ کی سلطنت، سندھ اور ملتان میں قرامطہ حکومت، شام میں بنی حمدان کی حکومت، مصر میں اخشیدی حکومت تھی۔

یہ تمام خلافتیں اور سلطنتیں قرون وسطیٰ کے مروجہ استبدادی جاگیردار موروثی بادشاہی نظام کی بنیاد پر قائم تھیں اور اس نظام کے بارے میں کوئی نہیں کہتا تھا کہ یہ غیر اسلامی نظام ہے۔ جبکہ یہ اُس عہد کا سیکولر نظام تھا اور یورپ کے عیسائی، ہندوستان کے ہندو اور چین کے بدھ اور تاؤ بادشاہ اسی نظام پر عمل پیرا تھے۔

334ھ میں احمد بن بویہ نے خلیفہ مستکفی کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا کر اندھا کر کے معزول کر دیا اور اس کے چچازاد بھائی کو مطیع للہ کا خطاب دے کر خلیفہ بنا دیا اور اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ خلیفہ اب اس دیلمی خاندان بنی بویہ کا مطیع و فرمانبردار ملازم تھا اور بنی بویہ کو عراق، خوزستان، فارس، طبرستان اور دیلم پر حکومت حاصل تھی۔ مروجہ بادشاہت کے نظام میں قبائلی اور علاقائی، گروہی کشمکش اور حکمران خاندان کے افراد کے مابین اقتدار کی رسہ کشی جاری رہی۔ مغلوب ترکوں اور غالب دیلمیوں کے مابین تضاد کے نتیجے میں 363ھ میں خلیفہ مطیع کی معزولی ہوئی اور اس کے بیٹے کو الطائع للہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا گیا۔ احمد بن بویہ کے بعد اس کے بیٹوں اور بھتیجوں کے مابین اقتدار کی لڑائی چھڑ گئی۔ آل بویہ کے اقتدار کے دو مرکز بن گئے، ایک فارس اور ایک بغداد۔ اگر والی فارس بغداد پر چڑھائی کر کے اس پر قبضہ حاصل کر لیتا تو خلیفہ کی طرف سے بنی بویہ کے اس نئے مہم جو کو سند حکومت اور القاب دے کر اس کی اطاعت قبول کر لی جاتی۔ اگر بنی بویہ کے حکمران کو خلیفہ کی اطاعت پر شبہ ہوتا تو وہ اسے خلافت سے معزول کر دیتا تھا۔ چنانچہ 381ھ میں بویہی حکمران بہاؤ الدولہ نے خلیفہ طائع کو معزول کر کے اس کے چچازاد بھائی کو قادر باللہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا۔ اس دوران خاندان بویہ کے افراد محلاتی سازشوں، مکر و فریب، خفیہ قتل اور خانہ جنگی کے مروجہ بادشاہی دستور حکومت

Marfat.com

پر چلتے ہوئے اپنی سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہے۔ 412ھ میں یہ سلطنت عملاً فارس اور بغداد کے مابین تقسیم ہوگئی۔ اور 422ھ میں اس کے تین حصے ہو گئے۔ جو بھی تلوار کے زور پر اپنا اقتدار قائم کر لیتا، خلیفہ اُسے سند حکومت دے دیتا اور اس طرح خود کو عافیت میں رکھتا تھا اور معزولی سے بچ جاتا تھا۔ اطاعت کی اس حکمت عملی پر عمل کر کے خلیفہ قادر باللہ 422ھ میں اپنی طبعی موت سے ہمکنار ہوا اور اس کا بیٹا قائم بہ امر اللہ کے لقب سے خلیفہ بنا۔ اس وقت بنی بویہ کی خانہ جنگی اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی، بغداد طوائف الملوکی کا شکار تھا۔ خلیفہ بے بس اور اقتدار و اختیار سے عاری تھا۔

چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں خراسان، ماوراء النہر اور وسط ایشیاء میں آل سامان کی حکومت زوال پذیر ہوئی تو اس کے ایک ترک غلام سپہ سالار سبکتگین نے 384ھ میں خراسان اور 389ھ میں ماوراء النہر پر اپنا قبضہ کر کے بنی سبکتگین کی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اسے ہندوستان کی سرحدوں تک وسعت دے دی۔ اس نے غزنی کو پایہ تخت بنایا اور اس کی موروثی سلطنت غزنوی خاندان کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور پنجاب کو عملاً اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے اپنے خلیفہ ہندو راجاؤں اور ہندوستان سے حاصل کردہ دولت اور ہاتھیوں کی مدد سے خوارزم اور وسط ایشیاء کی دیگر مسلم ریاستوں پر چڑھائی کی اور ان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے خلیفہ بغداد کے خلاف حملہ کرنے کی دھمکی بھی دی مگر خلیفہ نے مذہب کی آڑ لے کر اسے حملہ سے باز رکھا۔ وہ اسلامی اتحاد و اخوت کے بجائے دنیاوی اصول جہانگیری پر عمل پیرا تھا اور اس کی حکومت مروجہ خاندانی موروثی بادشاہت کی بنیاد پر قائم تھی۔ 421ھ میں محمود غزنوی کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں تخت نشینی کی جنگیں، محلاتی سازشیں، بھائی کے ہاتھوں بھائی کا قتل اور گرم لوہے کی سلائیاں آنکھوں میں پھروا کر اندھا کر دینے کے واقعات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا، جو کم و بیش سوا ڈیڑھ سو سال تک جاری رہا۔ خراسان، ماوراء النہر اور خوارزم بہت جلد ان کے ہاتھ سے نکل گئے اور غزنوی سلطنت سکڑ کر غزنی اور پنجاب تک رہ گئی اور آخر میں یہ صرف پنجاب تک محدود ہو گئی تھی جب 582ھ میں شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔

پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں جب بنی بویہ زوال پذیر تھے، ان کی خانہ جنگی عروج پر تھی اور بغداد انتشار اور افراتفری کا شکار تھا، وسط ایشیاء سے مہم جو ترکوں کا ایک اور گروہ اُٹھا۔ ان کے سردار کا نام سلجوق تھا۔ وہ ترکستان میں کرغیزیہ کے علاقے سے اُٹھے اور بخارا کے نواح میں آ کر آباد ہوئے اور یہیں انھوں نے اسلام قبول کیا۔ سلجوق کے بیٹے اور پوتے سامانیوں اور غزنویوں کی لڑائیوں میں حصہ لیتے رہے۔ یہاں تک کہ جب محمود غزنوی کی اولاد میں خانہ جنگی جاری تھی، آل سلجوق نے ماوراء النہر اور خراسان کا علاقہ غزنویوں سے چھین لیا۔ پھر سلجوقی سردار طغرل بک نے بنی بویہ سے ایک ایک کر کے رے، خوزستان، اصفہان اور فارس کے علاقے چھین لئے اور 443ھ میں طغرل بک بغداد میں داخل ہوا تو خلیفہ نے اسے خوش آمدید کہا۔ 447ھ تک طغرل بک نے موصل اور آذربائیجان پر قبضہ کر کے ارض روم تک غلبہ حاصل کر لیا تو بغداد میں خلیفہ نے اس کا شاندار استقبال کیا۔ آل بویہ کے آخری فرمانروا الملک الرحیم کو گرفتار کر کے بویہی اقتدار کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا گیا۔

Marfat.com

طغرل نے اپنی بھتیجی کا نکاح خلیفہ قائم سے کر دیا۔ خلیفہ نے بغداد میں طغرل بک کا نام خطبہ میں شامل کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد طغرل نے خلیفہ قائم کی بیٹی سے شادی کر لی۔ آل بویہ سے آل سلجوق کو اقتدار اور سلطنت کی منتقلی مروجہ استبدادی جاگیرداری نظام سلطنت کے مطابق ہوئی تھی جس کا مذہب سے کوئی سروکار نہ تھا۔ دنیا میں غیر مسلم علاقوں میں بھی اسی نظام کے تحت حکومتیں اور سلطنتیں عروج و زوال کا شکار ہوئی تھیں۔ عباسی خلیفہ تو چڑھتے سورج کو سلام کرتا تھا اور جو مہم جو زیادہ علاقہ اپنے قبضے میں کر لیتا تھا اور بغداد پر تسلط حاصل کر لیتا تھا، خلیفہ اُس کی اطاعت کر کے سند حکومت دے دیتا اور خطبہ میں نام شامل کر دیتا تھا۔ آل بویہ کے دور میں بھی یہی ہوتا رہا تھا، اور پھر آل سلجوق کے دور میں بھی یہی ہوا۔ خلیفہ قائم کے بعد اس کا جانشین خلیفہ مقتدی بھی اسی دستور پر گامزن رہا۔ وسیع سلجوقی سلطنت طغرل بک، اس کے جانشین الپ ارسلان اور پھر اس کے جانشین ملک شاہ کے عہد تک مستحکم رہی۔ 485ھ میں ملک شاہ کے انتقال کے بعد اس کے چار بیٹوں برکیاروق، محمد، سنجر اور محمود کے مابین خانہ جنگی شروع ہوئی جوان کے بیٹوں اور پوتوں تک جاری رہی، یہاں تک کہ 560ھ کے لگ بھگ سلجوقی سلطنت اپنے انجام کو پہنچی۔ بھائیوں اور چچا بھتیجوں کے مابین اس طویل خانہ جنگی کے دوران جو سلجوقی سلطان بغداد پر آ کر قبضہ کر لیتا، خلیفہ اُسے تسلیم کر کے اس کا خطبہ جاری کر دیتا۔ اور اگر خلیفہ اس کی اطاعت نہ کرتا تو سلطان یا تو خلیفہ کو زبردستی اطاعت پر مجبور کر دیتا یا پھر خلیفہ کو معزول یا قتل کروا دیا جاتا تھا۔ اس کشمکش میں بعض سلجوقی سلاطین بھی قتل ہوئے۔ 485ھ میں سلطان ملک شاہ نے خلیفہ مقتدی کو بغداد سے بے دخل کرنے کا نوٹس دیا۔ خلیفہ نے ایک ماہ کی مہلت مانگی جو رد کر دی گئی۔ بعد میں دس روز کی مہلت دی گئی۔ اس دوران ملک شاہ انتقال کر گیا۔ خلیفہ مقتدی نے اس کے 5 سالہ بیٹے محمود کو خطاب و القاب دے کر اس کا خطبہ جاری کر دیا۔ اس کے بڑے بھائی برکیاروق نے 487ھ میں بغداد پر قبضہ کیا تو خلیفہ نے اس کا خطبہ جاری کر دیا۔ مقتدی کے بعد اس کا جانشین مستظہر اسی روایت پر چلتا رہا۔ چنانچہ 492ھ میں برکیاروق کو اس کے بھائی محمد نے شکست دے دی تو خلیفہ نے محمد کو خطاب و القاب دے کر بغداد میں اس کا خطبہ جاری کر دیا۔ 497ھ میں برکیاروق اور محمد میں سلطنت کی تقسیم پر صلح ہو گئی تو بغداد میں پھر برکیاروق کا خطبہ جاری ہو گیا۔ 498ھ میں برکیاروق کے انتقال کے بعد اس کے کم سن بیٹے کی بغداد میں جانشینی اور خطبہ کا اجراء ہوا۔ 500ھ میں سلطان محمد نے بغداد پر چڑھائی کر کے قبضہ کر لیا تو خلیفہ نے وہاں اس کا خطبہ جاری کر دیا۔ 511ھ میں سلطان محمد کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا محمود جانشین ہوا تو بغداد میں خلیفہ نے اسے القاب دے کر اس کا خطبہ جاری کر دیا۔ 512ھ میں خلیفہ مستظہر کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا مسترشد کے لقب سے خلیفہ ہوا مگر اس کے بھائی ابوالحسن نے علم بغاوت بلند کر دیا یہاں تک کہ اس کی گرفتاری عمل میں آئی اور یہ فتنہ فرو ہوا۔ ادھر سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے سلطان محمود کو تسلیم نہ کیا اور بغداد پر چڑھائی کر کے وہاں قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مسترشد نے سلطان محمود کا خطبہ موقوف کر کے سنجر سلجوقی کا خطبہ جاری کر دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد محمود اور سنجر میں تو صلح ہو گئی مگر محمود کی اپنے بھائی مسعود کے ساتھ طویل خانہ جنگی جاری رہی۔ ان کو خانہ جنگی میں مشغول پا کر خلیفہ مسترشد نے 519ھ میں بغداد میں اپنے سیاسی اقتدار کی بحالی کی کوشش کی۔

Marfat.com

سلطان محمود نے خلیفہ کی سرزنش کے لیے اپنے سپہ سالار عمادالدین زنگی کو فوج دے کر بھیجا۔ خلیفہ مسترشد کی فوج نے شکست کھائی اور وہ محمود کی اطاعت پر مجبور ہو گیا۔ محمود نے عمادالدین زنگی کو بغداد کا کوتوال مقرر کر دیا۔

524ھ میں محمود کا انتقال ہوا تو سلجوقیوں میں چچا بھتیجوں، بھائیوں اور دادے پوتے سب کے مابین خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ نہ خون کے رشتوں کا پاس ہوا نہ اسلام کا۔ عمادالدین زندگی نے مسعود کا ساتھ دیا، جبکہ خلیفہ نے سنجر کا۔ زنگی اور خلیفہ مسترشد کے مابین موصل کے باہر شدید لڑائی ہوئی۔ 529ھ میں خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود کے مابین جنگ میں خلیفہ کو شکست ہوئی۔ مسعود نے خلیفہ پر چار لاکھ دینار کا تاوان عائد کیا مگر وہ ادا نہ کر سکا۔

سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد کو قتل کروا دیا اور سر کاٹ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ مسعود نے اس کے بیٹے کو راشد باللہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا اور اس سے بھی تاوان کی رقم کا مطالبہ کیا۔ مگر وہ بھی اس کی ادائیگی نہ کر سکا۔ چنانچہ 530ھ میں سلطان مسعود سلجوقی نے خلیفہ راشد کو معزول کر کے اس کے چچازاد اور بھائی کو مقتفی کا لقب دے کر خلافت پر مامور کر دیا۔ معزول خلیفہ راشد نے والیان خوزستان، خلخال اور فارس کی مدد سے اپنی بحالی کی ناکام کوشش کی۔ چنانچہ سلطان مسعود نے راشد کو بھی قتل کروا دیا۔ تاہم خلیفہ مقتفی سلطان مسعود کا اطاعت گزار رہا اور بغداد میں مسعود کا خطبہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ 547ھ میں مسعود کا انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے انتقال سے پیشتر ایک ماہ تک خلیفہ مقتفی نے اس پر بددعا کی تھی۔ مسعود کے بعد اس کے بھتیجوں میں خانہ جنگی دس پندرہ سال جاری رہی، جس میں سلطان سنجر کے جانشین بھی شامل ہو گئے تا آنکہ وسط ایشیا کے نئے مہم جوؤں یعنی خوارزمیوں اور غوریوں نے ان کی سلطنت کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت کی تعمیر شروع کر دی۔

غوری مہم جوؤں کا آغاز موجودہ افغانستان کے علاقہ غور سے ہوا، جہاں انہوں نے پانچوں صدی ہجری کے وسط میں اپنی چھوٹی سی ریاست قائم کی اور پھر غزنویوں اور سلجوقیوں کے سرحدی علاقوں پر قبضہ کر کے اسے وسعت دی۔ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں غوریوں اور غزنویوں کے مابین بڑی خونریزی ہوئی۔ 544ھ میں غزنی کے سلطان بہرام شاہ نے غور کے سلطان سیف الدین کے بھائی قطب الدین کو قتل کر دیا جو اس سے ملنے آیا ہوا تھا۔ سلطان سیف الدین نے بدلہ لینے کے لیے غزنی پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ بہرام شاہ نے سیف الدین کی خوب بے عزتی کی اور قتل کر دیا۔ اس کا بدلہ لینے کے لیے اس کا بھائی علاؤالدین حسین غزنی پر حملہ آور ہوا۔ اس دوران یہاں بہرام کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا خسرو شاہ تخت نشین ہوا تھا۔ وہ فرار ہو کر لاہور چلا گیا۔ سلطان علاؤالدین حسین نے غزنی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، سات روز تک قتل عام ہوا، لاکھوں افراد لقمہ اجل بنے، مکانات جلا دیئے گئے۔ غزنوی سلاطین کی قبریں اُکھاڑ کر مردے جلا دیئے گئے۔ تاریخ میں سلطان علاؤالدین حسین غوری کو "جہاں سوز" کہا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں غوری اور غزنوی اسلام کے بہت بڑے ہیرو کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن انہوں نے آپس میں جو کچھ کیا اس کا اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ اپنے عہد کے مروجہ استبدادی نظام پر عمل پیرا تھے اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ ملک گیری اور سلطنت کی خاطر کیا۔ خواہ وہ ہندوستان کی مہمات تھیں، خواہ باہمی جنگ وجدال، دین کا اس سے کوئی سروکار نہ

Marfat.com

تھا۔ 571ھ میں غزنی کے سلطان شہاب الدین غوری نے سندھ کے مسلمان فرمانروا پر چڑھائی کر کے سندھ پر قبضہ کیا اور پھر 582ھ میں پنجاب کے آخری غزنوی فرمانروا خسرو ملک کو شکست دی اور گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ چنانچہ 588ھ میں ہندوستان پر چڑھائی سے پہلے شہاب الدین غوری نے سندھ اور پنجاب کی مسلمان حکومتوں کا صفایا کیا۔ اسلام کے نام پر ہندو راجاؤں کے خلاف ان کے مابین اتحاد قائم نہ ہو سکا۔

پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں یورپ کے مفلوک الحال فرنگیوں نے آسودہ حال مسلمان سلطنتوں پر چڑھائی کر دی۔ عیسائی پادریوں نے اسے مذہبی رنگ دیا اور بیت المقدس کو مسلمانوں سے آزاد کرانے کے لیے صلیبی جنگ کا نام دیا۔ یورپ کے عیسائی بادشاہوں نے ان مہمات کی قیادت کی اور یہ سلسلہ کم و بیش دو سو سال تک جاری رہا۔ شام کے ساحلی علاقوں اور فلسطین پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ بیت المقدس نوے سال تک ان کے قبضے میں رہا۔ یہاں تک کہ صلاح الدین ایوبی نے 583ھ میں اس پر مسلمانوں کا قبضہ بحال کیا۔ صلیبیوں کے خلاف مزاحمت شام کے زنگی سلاطین اور بعد میں ایوبی سلاطین نے کی۔ ابتداء میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ لیکن بغداد کے عباسی خلیفہ یا کسی اور مسلمان سلطان نے جن میں سلجوقی، غوری اور خوارزمی سب شامل تھے، صلیبی حملہ آوروں کے خلاف جہاد میں حصہ نہیں لیا۔ سب سے نمایاں کردار صلاح الدین ایوبی کا تھا جس نے 567ھ میں فاطمی خلیفہ عاضد کے مرنے پر مصر کی حکومت پر قبضہ کیا تھا اور پھر شام کو زنگیوں سے چھینا جو باہمی خانہ جنگی کا شکار تھے۔ اس نے صلیبی مہم کے سربراہ انگلستان کے بادشاہ رچرڈز سے اس امر پر بھی اتفاق کر لیا تھا کہ اس کے بھائی ملک عادل اور رچرڈز کی بہن ملکہ جون کی شادی کر دی جائے جبکہ جون اپنے مذہب عیسائیت پر برقرار رہے۔ بیت المقدس اور فلسطین ملک عادل اور جون کے قبضے میں دے دیا جائے اور دونوں مل کر اس پر حکومت کریں۔ مگر عیسائی پادریوں نے یہ معاہدہ نہ ہونے دیا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین جنگوں کا طویل سلسلہ جاری رہا۔ صلاح الدین ایوبی کے جانشین باہمی خانہ جنگی میں اُلجھ گئے۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف صلیبیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرتے رہے جس سے فلسطین کے بہت سے علاقوں پر صلیبیوں کے قبضے کو طول حاصل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایوبی خاندان کا اقتدار ختم ہوا اور ان کے ترک غلاموں نے جو مملوک یا ممالیک کہلاتے تھے مصر و شام پر قبضہ کر لیا اور ساتویں صدی ہجری میں صلیبیوں کو حتمی طور پر اس علاقے سے نکال باہر کیا۔

وسط ایشیاء کے مہم جوؤں کا ایک اور گروہ جو خوارزمی کہلایا چھٹی صدی ہجری کے وسط میں سلجوقیوں کی سلطنت کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت استوار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کا بانی آتسز سلجوقیوں کی طرف سے خوارزم کا گورنر تھا۔ سلجوقی خانہ جنگی کے دوران 533ھ میں خود مختار ہو گیا۔ 538ھ میں اس نے خراسان کو سلجوقیوں سے چھین لیا۔ 551ھ میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ارسلان تخت نشین ہوا تو اس نے عراق تک سلجوقی سلطنت کے علاقوں پر قبضہ کر کے سلجوقی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اُدھر بغداد میں خلیفہ ترک امراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا اور محلاتی سازشیں عروج پر تھیں۔ 555ھ میں خلیفہ مقتفی کا انتقال ہوا تو حرم میں اس کی کنیزوں کے مابین لڑائی، دھینگا مشتی ہوئی۔ مستنجد کی ماں کا پلہ بھاری رہا اور وہ خلیفہ بنا دیا گیا۔ اس کا حریف علی

Marfat.com

اپنی ماں سمیت گرفتار کرلیا گیا۔ 566ھ میں خلیفہ مستنجد کو اس کے دو امراء عضد الدین اور قطب الدین نے حمام میں دم گھونٹ کر قتل کر دیا۔ اس کے وزیر السلطنت کو بھی قتل کر دیا گیا۔ مستنجد کے بیٹے کو مستضی باللہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا گیا۔ امراء کے مابین محلاتی سازشوں کا سلسلہ جاری رہا۔ وزیر السلطنت معزول اور تبدیل ہوتے رہے۔ 573ھ میں وزیر السلطنت عضد الدین کا قتل ہوا۔ اس کی جگہ ابن عطار مقرر ہوا۔ 575ھ میں مستضی کا انتقال ہوا تو ابن عطار نے اس کے بیٹے کو ناصر الدین اللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا۔ خلیفہ ناصر نے چند روز بعد ہی ابن عطار کو گرفتار کر کے جیل میں ڈلوا دیا جہاں وہ مر گیا۔ نیا وزیر السلطنت مجد الدین افضل کو بنایا گیا۔ 583ھ میں خلیفہ ناصر نے مجد الدین کو قتل کروا دیا کیونکہ وہ بہت با اختیار ہو گیا تھا۔ 593ھ میں خلیفہ ناصر نے وزیر السلطنت موید الدین کو لشکر دے کر بھیجا جس نے خوزستان، ہمدان اور رے پر قبضہ کرلیا۔ یہ سلطان تکش بن ارسلان خوارزم شاہ کے مقبوضات تھے۔ چنانچہ خلیفہ ناصر اور خوارزم شاہ کے مابین تضاد کا آغاز ہوا۔ تکش نے جلد ہی اپنے علاقے آزاد کرا لیے اور خلیفہ کا لشکر پسپا ہو کر چلا گیا۔ 596ھ میں تکش کے بعد اس کا بیٹا علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ تخت نشین ہوا۔ خلیفہ ناصر نے لشکر بھیج کر اصفہان پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر اور خوارزم شاہ کے مابین چپقلش اور ملک گیری کی جنگ میں اضافہ ہوتا گیا۔ ادھر غوری سلطان غیاث الدین نے خراسان پر قبضہ کرلیا تو خوارزمیوں اور غوریوں کے مابین جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ 614ھ میں خوارزم شاہ کے خلاف خلیفہ ناصر اور غیاث الدین غوری کے مابین متحدہ محاذ بن گیا۔ ادھر خوارزم شاہ نے فرا خطائی تاتاریوں کے کافر بادشاہ سے اتحاد کرلیا اور بادشاہ خطا سے غوریوں پر حملہ کروا دیا۔ 615ھ میں خلیفہ ناصر نے محمد خوارزم شاہ کے خلاف بادشاہ چین خاقان اعظم چنگیز خاں کو حملہ کی دعوت دے دی اور چنگیز خاں نے وسط ایشیاء پر حملہ کر دیا۔ خلیفہ اور دیگر مسلمان فرمانرواؤں نے ایک دوسرے کے خلاف کافروں کو حملے کی دعوت دی۔ نتیجہ مسلمانوں کی بے پناہ تباہی میں نکلا۔ تاتاری یلغار نے مسلمانوں کے شہروں اور سلطنتوں کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ لاکھوں افراد کا قتل عام ہوا۔ بستیاں ویران ہو گئیں۔ ماوراء النہر، خراسان، رے، طبرستان، آذربائیجان اور خوارزم (خیوا) کو تباہ و برباد کرتے ہوئے تاتاریوں نے روس، بلغاریہ اور جارجیا میں جا کر دم لیا۔ محمد خوارزم شاہ اپنی جان بچاتا ہوا بحیرہ قزوین کے ایک جزیرہ میں جا کر چھپ گیا مگر وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا جلال الدین خوارزم شاہ کے لقب سے جانشین ہوا۔ جلال الدین کو چنگیز خاں کے لشکر نے پے در پے شکست دی۔ جلال الدین نے دریائے سندھ عبور کر کے جان بچائی اور ہندوستان کی جانب آیا مگر یہاں کے مسلمان سلاطین شمس الدین التمش اور ناصر الدین قباچہ نے اسے ہندوستان میں ٹھہرنے نہ دیا اور اس کے خلاف جنگ کی۔ جلال الدین تنگ آ کر واپس آذربائیجان چلا گیا اور بالآخر تاتاریوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ تاتاری یلغار کم و بیش چالیس پچاس سال تک جاری رہی۔ 656ھ میں چنگیز کے پوتے ہلاکو خاں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور خلیفہ مستعصم کو قتل کر دیا۔ بغداد کی عباسی خلافت ختم ہو گئی۔ بغداد میں سولہ لاکھ افراد قتل کیے گئے۔ تاتاری یلغار کے دوران شیعوں اور سنیوں نے شافعیوں اور حنفیوں نے ایک دوسرے کے خلاف تاتاریوں کی مدد کی۔ اسی طرح خلیفہ سمیت مسلمان

Marfat.com

حکمرانوں نے ایک دوسرے کے خلاف تاتاریوں کی مدد کی۔ چنانچہ بغداد پر حملہ کرنے والے تاتاری لشکر میں بہت سے مسلمان فرمانروا اپنی فوجوں سمیت شامل تھے۔ مسلمانوں میں نہ تو اسلامی اتحاد نام کی کوئی چیز تھی اور نہ ہی وہ اس مثالی اسلامی نظام پر عمل پیرا تھے، جس کے احیاء کے لیے آج کل اسلامی انتہا پسندوں کی جانب سے مہم چلائی جا رہی ہے اور معصوم نوجوانوں کو مذہبی دہشت گردی کے ایندھن میں جھونکا جا رہا ہے۔

زیر نظر جلد میں 334ھ سے 656ھ تک سوا تین سو سال کا جو احاطہ کیا گیا ہے اس عرصے میں مسلمانوں میں فرقہ وارانہ تضاد میں بھی بہت اضافہ ہوا۔ بنی بویہ جو شیعہ تھے، اس دور میں بغداد میں 351ھ میں صحابہ کرام پر لعن طعن کا آغاز ہوا۔ عاشورہ محرم پر ماتمی جلوس نکالنے کی ابتداء ہوئی اور عید غدیر بھی منائی گئی۔ اس کے بعد بغداد اور عراق کے دیگر شہروں میں آئے دن شیعہ سنی فسادات کا لامتناہی سلسلہ چل نکلا۔ اشعری، شافعی، حنبلی اور حنفی بھی باہم دست و گریباں رہتے تھے۔ لیکن سب سے شدید مسئلہ قرامطہ کی جانب سے درپیش رہا۔ وہ اسماعیلیوں کی ایک شاخ تھے اور مصر کے فاطمی خلیفہ کو اپنا امام مانتے تھے۔ لیکن ان کا مرکز بحرین اور اومان تھا۔ وہ باطنی یا فرقہ باطنیہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ان کی سرگرمیاں اور مہمات شام سے ایران اور سندھ تک اور جزیرہ نما عرب میں حجاز و یمن تک جاری رہیں۔ وہ کبھی کھلے عام حملے اور لوٹ، غارت گری کرتے اور کبھی خفیہ کارروائیاں کرتے۔ ان کی خفیہ کارروائیاں سلجوقی سلاطین کے دور میں اپنے عروج پر پہنچ گئی تھیں۔ ان کے ایک داعی حسن بن صباح نے اصفہان میں قلعہ الموت کے مقام کو اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ وہ خفیہ طور پر اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ ہر بادشاہ، وزیر اور سپہ سالار کو ان سے اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا۔ انہوں نے سلجوقی سلطنت کے وزیر السلطنت اور اہم ستون نظام الملک طوسی کو قتل کیا۔ علاوہ ازیں ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کے بانی شہاب الدین غوری کا قتل بھی باطنی فدائی کے ہاتھوں ہوا۔ ان کی لوٹ مار کے خوف سے کئی سال تک حج ادا نہ ہو سکا۔ ادھر عراق اور جزیرہ میں آباد مختلف عرب قبائل اپنی سرکشی اور لوٹ مار کی کارروائیوں میں مشغول رہے۔ ان میں بنی اسد، خفاجہ، بنی عامر اور مشفق قابل ذکر تھے۔

334ھ سے 656ھ تک سوا تین سو سال کے دور کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ عباسی، سامانی، غزنوی، بنی بویہ، سلجوقی، غوری، خوارزمی، زنگی اور ایوبی خاندانوں نے سیاست اور مذہب کو الگ رکھا، حصول اقتدار اور حکومت کرنے کے مروجہ استبدادی دستور پر عمل کیا، موروثی بادشاہت کے مروجہ سیاسی نظام کو اختیار کیا جس پر اس وقت کے ہم عصر عیسائی، ہندو، بدھ اور تاتاریوں سمیت دیگر غیر مسلم اقوام عمل پیرا تھیں۔ البتہ مذہب کا نام اقتدار میں استحکام حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ خلیفہ سے سند حکومت حاصل کرنا، بغداد میں خطبہ میں نام جاری کرانا اور قاضیوں، مفتیوں اور صوفیوں سے ایلچی اور سفیر کے کام لینا اس ضمن میں قابل ذکر تھے۔ سیاسی مخالفوں کو بے دردی سے قتل کرنا، محلاتی سازشیں، مکر و فریب، بغاوتیں، مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں سے سیاسی اتحاد، تخت نشینی کے لیے نسل در نسل خانہ جنگیاں، نسلی و علاقائی و قبائلی تفریق اور عصبیت، خاندانی منافرت اور باہمی جنگ و جدل میں شہروں کی تباہی اور ہم مذہب نہتے بے قصور عوام الناس کا قتل عام، اس دور

Marfat.com

کے ہر صفحے پر بکھرے ہوئے ہیں۔ تاہم اس دور کو مسلمانوں کے عروج کا دور سمجھا جاتا ہے۔ سیاست اور مذہب دو الگ خانوں میں بٹے رہے۔ اسلام کے نام پر کبھی اتحاد قائم نہ ہوا۔ اس اسلامی نظام پر کبھی عمل نہیں ہوا جسے اسلامی احیاء پسند اس دور کے مسلمانوں کے عروج کی وجہ بتاتے ہیں اور آج کے دور میں اس کے احیاء کا نعرہ بلند کر کے مسلمانوں کو انتہا پسندی اور مذہبی جنونیت کی غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عباسی دور کے اس حصے کے لیے اُس دور کے اوریجنل ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے جن میں تاریخ ابن خلدون، جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء، قاضی منہاج سراج کی طبقات ناصری، ملا محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ فرشتہ قابل ذکر ہیں۔ جدید دور کے مورخوں میں سید امیر علی کی روح الاسلام اور History of Saracens، لین پول کی صلاح الدین ایوبی اور سٹیون رنسی مان کی The Crusades شامل ہیں۔ عربی ماخذوں کے اُردو تراجم کے علاوہ اصل عربی متن کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا اور ناموں اور بعض جگہ واقعات کی تصحیح کی گئی ہے۔ تحقیق کے تقاضوں سے حتی المقدور عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خامی رہ گئی ہے تو قارئین سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اس کی نشاندہی کر کے میری رہنمائی کریں۔

زیر نظر جلد کی تیاری میں در نجف زیبی نے پروف ریڈنگ اور انڈکس کی تیاری میں بڑی محنت سے کام کیا۔ وہ شریک حیات تو تھیں ہی مگر اب وہ اس کٹھن تحقیقی منصوبے میں شریک عمل بھی ہو گئی ہیں۔ جس طرح خالد محبوب اس تحقیقی منصوبے میں شروع سے میرے دست راست رہے، ویسے ہی اس جلد کی تکمیل و ترتیب میں بھی وہ میرے معاون رہے ہیں۔ جناب ڈاکٹر مبشر حسن صاحب، جناب قمر عباس صاحب، جناب حسین نقی صاحب، جناب ڈاکٹر مہدی حسن صاحب، جناب سمیع اللہ ظفر صاحب، جناب قمر عباس صاحب، جناب مسعود قریشی صاحب کی شفقت اور حوصلہ افزائی حسب معمول اس منصوبے کی تکمیل کے شامل حال رہی۔ سال 2001ء کے دوران ہمارے دو محسن اور ادارۂ مطالعہ تاریخ کے بانی ارکان جناب خورشید عالم صاحب اور جناب صدیق درانی صاحب ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اس سلسلہ اشاعت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مرحوم مصطفےٰ وحید صاحب کے برادر خورد جناب آصف جاوید پورے خلوص کے ساتھ کوشاں ہیں۔ تزئین اور کمپوزنگ کے لیے اعظم علی شاد نے بھی اس جلد کی تیاری میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوصف پوری دلچسپی سے کام لیا ہے۔ سرورق جناب خواجہ افضل صاحب نے اپنی پوری تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تیار کیا ہے۔ میں ان سب حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

قارئین کی جانب سے حوصلہ افزائی ادارۂ مطالعہ تاریخ کو اپنے تحقیقی پروگرام اور اس کی اشاعت کے سلسلے کو قائم رکھنے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُمید ہے آپ کی جانب سے عباسی دور کے زیر نظر کام کو بھی وہی پذیرائی حاصل ہو گی جو اس سے پیشتر پیش کیے گئے کاموں کو حاصل ہو چکی ہے۔

حسن جعفر زیدی

لاہور

فروری، 2003ء

Marfat.com

مقدمہ
حسن جعفر زیدی

عقیدہ اور تاریخ

آج کل مسلمان اپنی تاریخ کو مذہبی لٹریچر کے طور پر پڑھتے اور لکھتے ہیں اور اپنی تاریخ کو ''اسلامی تاریخ'' یا'' تاریخ اسلام'' کہتے ہیں۔ جبکہ نہ تو یورپ اور امریکہ کی تاریخ کو'' مسیحیت کی تاریخ'' اور نہ ہندوستان کی تاریخ کو'' ہندو تاریخ'' اور نہ ہی چین' جاپان اور مشرق بعید کی تاریخ کو ''بدھ مت کی تاریخ'' کہا جاتا ہے۔ کسی عقیدہ یا مذہب یا دین سے تعلق رکھنے والے حکمرانوں یا بادشاہوں کی تاریخ کو اس دین' مذہب یا عقیدے کی تاریخ نہیں کہا جاتا اس لئے کہ تاریخ مختلف گروہوں کے مابین اقتدار کی سیاسی کشمکش اور حکومتوں کے بننے اور بگڑنے کی داستان بیان کرتی ہے اور عام طور سے اسے اس خطے یا گروہ کی تاریخ کہا جاتا ہے۔ ایک ہی عقیدے یا مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد جب آپس میں اقتدار کی کشمکش یا ذاتی مفاد کی لڑائی میں ملوث ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے گلے کاٹتے ہیں اور ایک دوسرے کی بربادی کا سامان کرتے ہیں تو واقعات کے اس تسلسل کو اس عقیدے یا مذہب کی تاریخ نہیں کہا جا سکتا' اسے اس عقیدے کے پیروکار گروہوں کی سیاسی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ مذہب یا دین بالخصوص اسلام ایک الوہی معاملہ ہے اور لافانی ہے جبکہ سیاست' سیاسی نظام اور سیاسی کشمکش ہر دور، ہر علاقے اور سماجی ترقی کے ہر لمحے کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

قرون وسطیٰ میں ساری دنیا ایک ہی سیاسی نظام سے واقف تھی اور یہ تھا خاندانی موروثی شہنشاہیت کا نظام۔ جو قبیلہ یا گروہ کسی علاقے میں بزور قوت قبضہ حاصل کر لیتا تھا اس کی سلطنت قائم ہو جاتی تھی اور پھر اس کے بانی کے خاندان میں دو چار یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پشتوں تک یہ موروثی سلطنت جاری رہ کر زوال کا شکار ہو جاتی تھی اور کوئی اور گروہ یا قبیلہ اس زوال پذیر سلطنت کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت تعمیر کر لیتا تھا اس سیاسی نظام کو قرون وسطیٰ کا استبدادی نظام (Medeival Despotism) کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد کھلم کھلا استبداد' فوجی قوت ،عسکری غلبہ اور رعب و دبدبہ پر ہوتی تھی۔ اس زمانے میں ہر حکمران اسی استبدادی نظام پر عمل پیرا

Marfat.com

ہوتا تھا خواہ اس کا تعلق کسی بھی عقیدہ مذہب یا دین سے ہوتا تھا۔ عقیدہ مذہب اور دین کا موضوع سیاسی نظام نہیں ہوتا تھا۔ بنی نوع انسان کی ہزاروں سال کی تاریخ میں سے تین چار ہزار سال پر محیط اس موروثی جاگیری نظام کے اس دور میں کئی بڑے عالمی مذاہب ظہور میں آئے جن میں ہندو مت، بدھ مت، یہودیت، نصرانیت اور آخر میں اسلام نے دنیا کے قابل ذکر حصے کو حلقہ بگوش کیا۔ لیکن سلطنت کا قیام، عروج وزوال اور حکمرانوں کا اقتدار وانحطاط ایک ہی مروجہ نظام سیاست کا مرہون رہا اور وہ یہی استبدادی موروثی جاگیری بادشاہی نظام تھا۔ یہ نظام دنیا کی بڑی دریائی وادیوں کے زرعی معاشروں سے حاصل ہونے والی وافر دولت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، چنانچہ اس کے مراکز وادی نیل، وادی دجلہ وفرات، (بابل ونینوا)، وادی ڈینیوب، وادی جیحوں وآمو دریا، وادی سندھ، وادی گنگا و جمنا، وادی برہم پترا، وادی کرشنا اور گوداوری (جنوبی ہند)، وادی میکانگ (ہندچینی)، وادی دریائے چانگ ژیانگ (چین) وغیرہ شامل رہی ہیں۔ فراعین مصر کی سلطنت، یونان کی سلطنت، روم کی سلطنت، اسیری سلطنت (شام وعراق) ایران کی شہنشاہیت، ہندوستان میں اشوک اور اس کے سابقین کی سلطنت، چین کے شاہی خاندانوں کی سلطنتیں۔ ورود اسلام سے قبل ڈھائی تین ہزار سال کے عرصے میں قائم رہ چکی تھیں اور بنی نوع انسان کے پاس موروثی جاگیری نظام حکومت کا وسیع تجربہ اور پس منظر موجود تھا۔ اور یہ اس وقت دنیا کا سب سے ترقی یافتہ نظام تھا جو کہ دنیا کے ترقی یافتہ زرعی معاشروں کی تہذیبوں میں رچ بس گیا تھا۔

دنیا کے جو دشت وصحرا ترقی یافتہ زرعی انقلاب سے دوچار نہ ہوئے تھے اور قلت آب اور دیگر قدرتی وسائل کی کمی کی وجہ سے پیداواری پس ماندگی کا شکار تھے، وہاں کا معاشرہ پس ماندہ قبائلی معاشرت میں رہ رہا تھا۔ اس کا سماجی اور سیاسی نظام بھی قبائلی تھا۔ وہاں موروثی جاگیردارانہ سلطنت کا رواج نہ تھا۔ قبیلہ کے لوگ ایک سردار کے مرنے پر باہمی مشاورت سے نیا سردار منتخب کر لیتے تھے۔ بعض اوقات بہت سے قبائل مل کر اپنا ایک مشترکہ سردار چن لیتے تھے اور اس کی تائید یا بیعت کر کے اس کی اطاعت کر لیتے تھے۔ اسے قبائلی کنفیڈریسی کا نظام کہا جاتا ہے۔ یہ نظام بھی بلا لحاظ عقیدہ ومذہب دنیا کے سارے قبائلی معاشروں میں تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ جاری وساری رہا۔ خواہ وہ جزیرہ نما عرب کے قبائل ہوں یا صحرائے گوبی (منگولیا) کے تاتار اور منگول ہوں خواہ صحرائے اعظم کے بربر ہوں۔ خوشحال زرعی معاشروں کی سلطنتوں کے بادشاہ ان بے آباد صحراؤں کا رخ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ البتہ یہ صحرانورد

Marfat.com

کبھی کبھار خوشحال دریائی وادیوں کی سرحدوں میں گھس آتے اور لوٹ مار کر کے مال واسباب لے جاتے تھے۔ چنانچہ ان خوشحال سلطنتوں کے بادشاہ یا شہنشاہ اپنے سرحدی گورنروں کے ذریعے ان قبائل کی سرکوبی کرتے تھے۔ تاہم ان صحرائی علاقوں کو بادشاہوں یا شہنشاہوں نے براہ راست اپنی سلطنت کا حصہ بنا کر یہاں اپنا سیاسی و معاشرتی نظام نافذ نہیں کیا ہوتا تھا۔ اس لئے باوجودیکہ دنیا کے بیشتر علاقے بڑی بڑی سلطنتوں کے زیرنگیں تھے لیکن کم پیداوار کے وسیع دشت وصحرا کے باشندے قبائلی سیاست و معاشرت میں بے مہار یا آزادانہ رہ رہے تھے۔ ان سے کوئی بادشاہ یا شہنشاہ تعرض نہیں کرتا تھا اور نہ ہی کوئی بیرونی حملہ آور یہاں آتا تھا، چنانچہ یہاں کوئی منضبط ریاست یا حکومت کا نظام نہیں ہوتا تھا جیسا کہ سلطنتوں میں قائم تھا، قبائل اپنے باہمی معاملات لڑ کر یا باہمی معاہدوں کے ذریعے طے کرتے تھے، قبیلے کے اندرونی معاملات قبیلہ کا سردار اور دوسرے بااثر افراد باہمی مشاورت سے طے کرتے تھے، یہ نظام ان کا مروجہ سیاسی نظام تھا۔ جزیرہ نمائے عرب کے عربوں، منگولیا کے منگولوں اور صحرائے اعظم کے بربروں کے علاوہ وہ علاقے جہاں ابھی مہذب دنیا کی پہنچ نہیں ہوئی تھی مثلاً وسطی اور جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور امریکہ وہاں بھی کم و بیش اس سے ملتی جلتی قبائلی معاشرت وسیاست کا دور دورہ تھا۔

بعثت اسلام کے بعد عربوں پر اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی تعلیمات کا اس حد تک تو اثر ہوا کہ شرک اور کفر کا خاتمہ ہوا، بت پرستی موقوف ہوگئی، عہد جہالت کے بہت سے رسوم ورواج ختم کر دیئے گئے، سنت ابراہیمی کا احیاء ہوا اور اسلام بطور دین یا مذہب ان کے سینوں میں جاگزیں ہوا، تاہم سیاسی امور طے کرنے کے بارے میں ان کا دستور تقریباً وہی رہا جو مروجہ قبائلی تہذیب میں چلا آ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے بزرگی و برتری کی بنیاد تقویٰ، نیکی اور دینداری کو ٹھہرایا تھا اور حسب نسب، رنگ ونسل، آقا وغلام، امیر وغریب، طاقتور وکمزور کی تفریق ختم کرنے کا درس دیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ان کی جانشینی اور پھر بقیہ خلفائے راشدہ کے تقرر کے موقع پر بھی مروجہ قبائلی سیاسی دستور اختیار کیا گیا۔ حسب نسب، قرابت رسول ﷺ، انصار ومہاجر، قریش اور غیر قریش اور دیگر قبائلی عصبیتوں کو بنیاد بنایا گیا۔ جو برسر اقتدار آئے انہوں نے بھی انہی حوالوں سے جواز بنایا اور جو اقتدار میں نہ آ سکے انہوں نے بھی انہی بنیادوں پر اپنا حق جتایا۔ گویا آنحضرت ﷺ کے بعد دین اور سیاست یکجا نہ ہو سکے اور نہ ہو سکتے تھے۔

خلفائے راشدین کے عہد میں عرب، جزیرہ نما عرب سے نکل کر مصر اور شام، عراق اور

Marfat.com

ایران پر قابض ہوئے جو گزشتہ سینکڑوں برس سے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے زیرنگیں رہ چکے تھے۔اور وہاں موروثی جاگیری شہنشاہیت کا نظام سینکڑوں برس سے قائم تھا۔مصر وشام اسوقت بازنطینی سلطنت روم اور عراق وایران ایرانی شہنشاہیت کے ماتحت تھے۔یہاں کے لوگ صدیوں سے اسی نظام کے عادی تھے اور حکمران کے بارے میں ان کا تصور موروثی جاگیری بادشاہ یا شہنشاہ ہوتا تھا چنانچہ وہ نئے عرب حکمرانوں کی اطاعت اسی صورت میں کر سکتے تھے کہ یہ بھی ملوکیت کے نظام پر عمل پیرا ہوتے جس میں جاہ وجلال اور شاہانہ شان وشوکت اور رعب اور دبدبہ ایک وسیع و عریض علاقے میں نظم ونسق برقرار رکھنے کے لئے لازمی عناصر ہوتے تھے۔اس لئے بنو امیہ نے بہت جلد یہ نظام اختیار کر لیا اور شمالی افریقہ سے وسط ایشیا تک پھیلی ہوئی وسیع سلطنت پر حکمرانی کی۔اقتدار کا مرکز بھی مدینہ سے دمشق منتقل ہو گیا جو کہ بازنطینی سلطنت روم کا سرمائی دارالحکومت تھا۔اور پھر بغداد، قاہرہ، قرطبہ، غرناطہ، خوارزم، اصفہان، شیراز، مشہد، بخارا، سمرقند، کابل، ھرات اور دہلی ان کے پایہ تخت بنے۔جہاں مسلمان فرمانرواؤں نے اسی موروثی استبدادی نظام وسیاست کو اختیار کیا جس پر ان کے ہم عصر عیسائی، ہندو، اور بدھ مذاہب سے تعلق رکھنے والے یورپ، ہندوستان اور چین کے حکمران عمل کرتے تھے اور جس پر گزشتہ ڈھائی تین ہزار سال سے دنیا بھر کے فرمانروا بلالحاظ مذہب وملت عمل کر رہے تھے۔تقریباً 1300 سال یعنی ۲۰ ویں صدی عیسوی کے اوائل تک مسلمانوں نے سپین (اندلس) سے ملائیشیا وانڈونیشیا تک بے شمار چھوٹی بڑی سلطنتیں بنائیں اور گرائیں مگر دستور سیاست وہی موروثی جاگیری شہنشاہیت یا ملوکیت کا رہا۔یعنی عقیدہ الگ رہا اور نظام سیاست وحکومت الگ رہا۔دین الگ رہا اور دنیا الگ رہی۔مسلمان حکمرانوں نے نہ صرف دنیا کے مروجہ تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کیا بلکہ اس مروجہ استبدادی دستور کو اس قدر بڑھ چڑھ کر اپنایا اور اسے اس کمال مستعدی سے بروئے کار لائے کہ صدیوں تک عروج اور غلبہ حاصل کئے رکھا۔اگر ان کے اعمال وافعال اور کردار کو دیکھیں تو اس میں دینداری آٹے میں نمک کے برابر نظر آئے گی۔چند استثنیات کو چھوڑ کر بیشتر بادشاہ، شہنشاہ اور سلاطین کسی نہ کسی شرعی عیب کا شکار ضرور رہے ہیں۔بیشتر شراب نوشی کرتے تھے۔رقص وسرور کی محفلیں جماتے تھے۔کنیزوں اور لونڈیوں سے حرم بھرے رکھتے تھے۔بعض کو لواطت کی لت بھی تھی۔ان تمام ذاتی شرعی عیوب کے باوجود علمائے دین ان حکمرانوں کا نام خطبہ میں پڑھتے تھے اور ان کی اطاعت اور احترام کو واجب گردانتے تھے۔بادشاہ ان کو وظیفے، تنخواہیں اور انعامات دیتے تھے۔عدلیہ اور درس

Marfat.com

وتدریس کے شعبے انہی علمائے دین کے پاس ہوتے تھے اور یوں وہ اس مروجہ استبدادی موروثی حکومتی ڈھانچے میں ایک کل پرزے کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ کبھی کسی نے اس دستور حکومت کو غیر اسلامی قرار نہیں دیا تھا اور نہ ہی ''اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات'' کے نفاذ کی کوئی تحریک کسی نے چلائی تھی۔ ذاتی عیوب سے درکنار وہ حکمران جس استبدادی نظام پر عمل پیرا تھے اس میں اپنے سیاسی حریف کو بد سے بدتر سزا دے کر مروا دینا، شیر خوار بچوں تک کو بے دردی سے مروا ڈالنا، حاملہ عورتوں تک کو معاف نہ کرنا، قتل وغارت گری اور ظلم و ستم کر کے شہر کے شہر اجاڑ دینا ایک ایسا دستور تھا جسے رائج الوقت دستور کی حیثیت سے سب تسلیم کرتے تھے۔ ہوس اقتدار کے سامنے دین و مذہب کا رشتہ اور خون کا رشتہ کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ مادی مفادات کے تقاضے بھی تجریدی تصور یا عقیدے پر حاوی ہوتے تھے یہاں تک کہ آج بھی حاوی ہوتے ہیں۔ مروجہ استبدادی سیاسی اخلاقیات کے ذریعے حصول اقتدار کی خاطر اٹھایا جانے والا ہر ظلم و استبداد جائز و روا سمجھا جاتا تھا۔ دنیا اس کے علاوہ کسی اور نظام سیاست و حکومت سے واقف نہیں تھی۔

قرون وسطیٰ کے استبدادی سیاسی نظام کا زوال یورپ کے بورژوا صنعتی انقلاب بالخصوص انقلاب فرانس سے شروع ہوا اور دنیا میں جمہوری قدروں، جمہوری اداروں، منتخب حکمرانوں، جمہوری سیاسی جماعتوں، عوام کے بنیادی انسانی حقوق، عورتوں کی آزادی وغیرہ کی بنیاد پڑی۔ اس انقلاب کی بنیاد یورپ میں تحریک احیائے علوم تھی جس نے صدیوں پرانے جامد نظریات کا خاتمہ کر کے نئے سائنسی تصورات پیش کئے اور جدید سائنس و ٹیکنالوجی کا آغاز ہوا۔ یورپ اس ترقی یافتہ نظام کی بدولت ایشیا کی زوال پذیر جاگیری سلطنتوں پر غلبہ پانے میں کامیاب ہوا۔ مسلمانوں کی موروثی جاگیری سلطنتیں یورپی اقوام کے اس ترقی یافتہ نظام کا مقابلہ نہ کر سکیں اور نہ کر سکتی تھیں، چنانچہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ مغل سلطنت، ایران کی بادشاہت اور سلطنت عثمانیہ دیمک زدہ، کرم خوردہ بوسیدہ دیوار کی طرح گر گئیں۔ کروڑوں مسلمان عوام یورپ کے غلام بن گئے۔ اس کی وجہ ہرگز یہ نہ تھی کہ مسلمان فرمانروا اسلام کی تعلیمات سے دور ہو گئے تھے اور قرون وسطیٰ کے بادشاہوں کا ''اسلامی دستور'' ترک کر چکے تھے بلکہ اس کی صاف سیدھی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نئے سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کو اختیار نہ کیا اور جدید جمہوری نظام اور اس کے ادارے قائم نہ کئے۔ جبکہ انہی ایشیائی جاگیری سلطنتوں میں جاپان نے وقت کے بدلتے تقاضے کو قبول کیا اور سائنس و ٹیکنالوجی اور جدید نظام کو سینے سے لگا کر دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہو

Marfat.com

گیا۔

19ویں اور 20ویں صدی میں مسلمانوں کی موروثی جاگیری سلطنتوں کے زوال کے دوران اوراس کے بعد اسلامی احیاء کی تحریکوں نے جنم لیا اور یہ کہا جانے لگا کہ ماضی میں مسلمانوں کا عروج اس وجہ سے تھا کہ اس وقت کے مسلمان حکمران اور ان کے درباری اور ان کی مسلمان رعایا سب اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا تھے، اسلامی نظام کا دور دورہ تھا، اسلامی اتحاد و بھائی چارہ ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ وہ علاقائی، لسانی، قبائلی اور رنگ و نسل کے امتیازات سے بالاتر تھے، اور وہ لالچ، طمع، ہوس اقتدار اور ہوس مال و زر سے مبرّا تھے۔ وہ عیش پرستی، لہو ولعب، جھوٹ، مکروفریب، دھوکہ دہی اور ریاکاری اور دیگر گناہوں سے بہت دور تھے۔ ان کی زندگیاں اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ تھیں وغیرہ وغیرہ۔ اور اب جب مسلمان اسلامی تعلیمات، اسلامی نظام، اسلامی اتحاد سے دور ہو گئے اور علاقائی، لسانی، قبائلی تفریق و امتیاز کا شکار ہو گئے، عیش پرستی لہو و لعب اور گناہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تو زوال نے ان کو آلیا اور یہ دنیا میں پست اور کمزور ہو کر ذلیل و خوار ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسلامی احیا کے علمبردار مذہبی رہنماؤں نے یہ منطق اس لئے پیش کی کہ موروثی جاگیری سلطنتوں کے زوال کے ساتھ ہی ملاؤں کا بھی زوال ہو گیا تھا جو ان سلطنتوں میں ایک کل پرزے کی حیثیت سے اقتدار میں شریک رہے تھے۔ وہ اب اسلامی احیاء کے نام پر اپنے اس اقتدار کی بحالی چاہتے تھے اور اپنی لیڈری چمکا کر کاروبار زندگی چلانے کا بندوبست کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے مادی مفاد کی خاطر تاریخ کو مذہبی عقیدہ کے ساتھ جوڑ دیا اور دور عروج کا نقشہ مذہب کی بنیاد پر استوار کر کے پیش کیا۔

اسلامی احیاء پسندوں نے تاریخ نویسی کا ایک نیا ڈھنگ اختیار کیا جو ماضی کے مؤرخین سے قطعی مختلف تھا۔ انہوں نے دور عروج کی اس تاریخ کو ''اسلامی تاریخ'' یا ''تاریخ اسلام'' کا نام دے دیا۔ 19ویں اور 20ویں صدی میں ملاؤں نے تاریخ پر یہ ملمع کاری کی اور اسے مذہبی لٹریچر بنا دیا۔ زوال پذیر جاگیردار طبقہ نے ان کی سرپرستی کی اور پھر جہاں کہیں اس کے مفاد میں تھا مغربی سامراج نے بھی ان کی سرپرستی کی۔ ان احیاء پسندوں نے قرون وسطیٰ کے بادشاہوں اور سپہ سالاروں کو اسلامی ہیرو بنا کر پیش کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے نیم تعلیم یافتہ درمیانے طبقے کے نوجوانوں کو عارضہ یاد ایام (Nostalgia) میں مبتلا کر دیا اور ماضی پرستی میں تقدس اور تحریم کے پہلوؤں کو بھی شامل کر دیا۔ برصغیر میں انیسویں صدی کے وسط میں احیاء پسندوں کے مراکز ندوہ

Marfat.com

اور دیوبند سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، ابوالکلام آزاد سے ہوتا ہوا سید ابوالاعلیٰ مودودی تک پہنچا۔ پھر اس ''اسلامی تاریخ'' کے نام پر ناول نگاری نے ملمع کاری کی اور ''اسلامی تاریخی ناول'' لکھے گئے جن کا سلسلہ رئیس احمد جعفری، نسیم حجازی، ایم۔ اسلم وغیرہ تک پہنچا۔ انہوں نے عارضہ یادایام میں مذہبی جنون کی آمیزش کی اور عام سادہ لوح نیم پڑھا لکھا مسلمان ان ''اسلامی ہیروز'' کو مذہبی دیوتا سمجھنے لگا۔ احیاء پسند مسلمان شاعر بھی اس معاملے میں پیچھے نہ رہے بالخصوص علامہ اقبال نے ماضی پرستی اور اسلامی احیاء کے حوالے سے ایسی موثر شاعری کی کہ کئی نسلوں کو عارضہ یادایام (Nostalgia) میں مبتلا کر دیا۔ غالباً برصغیر میں ہندو۔ مسلم تضاد کی شدت اس کی متقاضی تھی۔ ہندو احیاء پسند جس طریقے سے برصغیر کی تاریخ کو مذہب سے وابستہ کر کے یہاں کے ازمنہ قدیم اور قرون وسطیٰ کے راجاؤں کو مذہبی تقدس دے کر مذہبی ہیرو اور نیشنل ہیرو بنا کر پیش کر رہے تھے، اس کے جواب میں مسلمان بھی ایسا کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن ماضی پرستی کی یہ لہر برصغیر کے مسلمان عوام الناس کے مسائل حل نہ کر سکی۔ ان کے مسائل جدت پسندی کی لہر نے حل کیے جس کا آغاز سرسید احمد خاں، سید امیر علی اور نواب لطیف نے کیا اور محمد علی جناح نے انجام تک پہنچایا۔ علی گڑھ تحریک اور جدت پسندی کی دوسری تحریکوں نے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑی ماضی کی بوجھل بیڑیاں کاٹنے کی کوشش کی اور انہیں عہد حاضر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے اور مستقبل میں زقند لگانے کا راستہ دکھایا۔ سرسید نے موروثی جاگیری حکمرانوں پر کڑی تنقید کی۔ سید امیر علی نے مسلمانوں کے دور عروج کی تاریخ لکھی مگر اس کا نام ''اسلامی تاریخ'' یا ''تاریخ اسلام'' رکھنے کے بجائے ''سرسانیوں کی تاریخ'' (History of Saracens) رکھا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنی تصنیف ''دربار اکبری'' میں اکبر کے سنہرے دور پر احیاء پسندوں کی جانب سے کیے گئے حملوں کا بھرپور جواب دیا اور تاریخ کو عقیدہ سے جدا کر کے پیش کیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ قرون وسطیٰ کے مسلمان مؤرخین جنہوں نے اپنے عہد میں تاریخ نویسی کے علم اور فن کو بے لاگ حقائق نویسی کے کمال تک پہنچا دیا اور ہیروڈوٹس اور جوزفس کی تاریخ نویسی کی قدیم روایت کو بام عروج تک پہنچایا، انہوں نے تاریخ کو عقیدے، مذہب یا دین سے کبھی وابستہ نہیں کیا۔ وہ خلیفوں، بادشاہوں، وزیروں اور سپہ سالاروں کو مروجہ موروثی جاگیری نظام سیاست اور قرون وسطیٰ کی تسلیم شدہ مروجہ اخلاقیات کی عینک سے دیکھتے تھے، عقیدہ اور مذہب کا

Marfat.com

محدب عدسہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ کسی نے بھی اپنی تصنیف کو ''تاریخ اسلام'' یا ''اسلامی تاریخ'' نہیں کہا۔ امام المورخین علامہ محمد ابن جریر طبری نے اپنی تصنیف کا نام ''تاريخ الامم و الملوك'' یعنی ''قوموں اور بادشاہوں کی تاریخ'' رکھا۔ بلاذری نے صرف فتوحات کا حال قلمبند کیا اور نام ''فتوح البلدان'' یعنی ''ملکوں کی فتوحات'' رکھا۔ ''اسلامی فتوحات'' نہیں رکھا۔ مسعودی نے اپنی تصنیف کا نام ''مروج الذهب و معادن الجوهر في التاريخ'' یعنی ''تاریخ میں سونے کے ذخائر کے میدان اور جواہر کی کان'' رکھا۔ ابن اثیر نے اپنی ضخیم تصنیف کا نام ''الكامل في التاريخ'' یعنی ''مکمل تاریخ'' رکھا ہے۔ ابن خلدون کی تاریخ کا نام ''العبر والديوان المبتداء والخبر في ايام العرب والعجم والبربر'' یعنی ''عرب وعجم و بربر کے حالات پر مجموعہ نصیحت وعبرت اور دیوان مبتدا و خبر'' رکھا ہے۔ ابوالفدا ابن کثیر کی تاریخ کی کتاب کا نام ''البدايه و النهايه'' یعنی ''آغاز وانجام'' ہے۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف کا نام ''تاريخ الخلفا'' رکھا۔ علامہ شہرستانی کی کتاب کا نام ''ملل و النحل'' ''تمام فرقوں کی تاریخ بیان کرتی ہے۔ اندلس اور مراکش کے مؤرخ علامہ مقری کی کتاب کا نام ''نفح الطيب'' یعنی ''خوشبو کی لپٹ'' ہے۔ محمد ابن سعد، جو معروف مورخ واقدی کا کاتب تھا، کی تصنیف کا نام ''طبقات الكبير'' یا ''الطبقات الكبرى'' ہے جو عام طور سے ''طبقات ابن سعد'' کہلاتی ہے۔ واقدی کی اپنی کتاب ''المغازى النبويه'' یعنی ''غزوات نبوی'' کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ احمد بن علی الخطیب کی کتاب ''تاریخ بغداد'' کے نام سے موسوم ہے جب کہ ابن عساکر کی کتاب ''تاريخ الكبير'' یا ''تاريخ دمشق الكبير'' کہلاتی ہے۔ ابن مسکویہ نے اپنی تصنیف کا نام ''تجارب الامم'' یعنی ''قوموں کے تجربات'' رکھا۔ ابن خلکان کی مشہور تصنیف ''وفيات الاعيان'' کے نام سے موسوم ہے جس کا مفہوم ہے ''مشاہیر کے سوانحی خاکے''۔ یہ صرف چند اہم تصانیف کے نام ہیں جو قرون وسطیٰ کے مسلمان حکمرانوں کے بارے میں مستند ترین مآخذ کی حیثیت سے متفق علیہ تسلیم کی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ جتنی بھی معروف تواریخ قرون وسطیٰ میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی تاریخ کے نام کے ساتھ ''اسلام'' یا ''اسلامی'' کی اضافت نہیں لگائی گئی۔ اس لئے کہ وہ مؤرخین بجا طور پر تاریخ کو عقیدہ یا دین سے الگ سمجھتے تھے کیونکہ واقعتاً ایسا ہی تھا۔ وہ کسی حاکم یا وزیر یا امیر یا سپہ سالار کو اسلام کا ہیرو بنا کر پیش نہ کرتے تھے۔ البتہ جو شخصیات حقیقتاً تقویٰ و پرہیزگاری اور دینداری میں

Marfat.com

شہرت کی حامل ہوتی تھیں تو ان کا تذکرہ اس حوالہ سے ضرور کیا جاتا تھا۔لیکن شاذ ہی کسی حاکم یا بااقتدار شخص کا دین کے حوالے سے ذکر ملتا ہے۔

قرون وسطیٰ کے مسلمان مؤرخین نے مسلمان حکمران طبقوں کی باہمی سیاسی کشمکش، سیاسی رقابت، قتل وغارت اور استبدادیت، عیاشی، شراب نوشی، لواطت ودیگر شرعی عیوب بے لاگ ہوکر لکھ ڈالے ہیں اور کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ انہوں نے اسلام کے عہد زریں پر کیچڑ اچھالا یا کردارکشی کی ہے یا ان کی تحریریں خلاف اسلام ہیں۔انہوں نے دراصل بے لاگ سیاسی تاریخ لکھی ہے اور جو کچھ ہوا وہ بلا روک ٹوک لکھ دیا۔چونکہ ہم عصر سیاست میں اس وقت وہ سب کچھ جائز اور روا سمجھا جاتا تھا جو استبداد کے ذریعے اقتدار حاصل کرنے اور اسے مستحکم کرنے کے لئے کیا جاتا تھا، اس لئے یہ مؤرخین ان حقائق کے بیان پر کوئی معذرت خواہانہ رویہ بھی اختیار نہیں کرتے۔دنیا کی مروجہ اخلاقیات کسی دوسرے سیاسی یا اخلاقی نظام سے واقف ہی نہیں تھی۔آج مسلمان احیاء پسند مؤرخین کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تاریخ کا وہ بہت بڑا حصہ بیان ہی نہ کیا جائے جسے آج کے زمانے میں Rationalise نہیں کہا جاسکتا یا پھر وہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر کے توجیہات بیان کرتے ہیں۔وہ صرف چند ایسے واقعات کو پھیلا کر بیان کرتے ہیں جن سے وہ حکمران فرشتہ سیرت ثابت ہوسکیں اور یا پھر غیر مسلموں پر ان کے غلبے اور فتوحات کی تفصیل میں مذہبی جوش وجنون شامل کر کے بیان کرتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ نہ مال غنیمت نہ کشورکشائی ان کا مقصد تھا نہ ملک گیری، وہ تو بس اسلام اور دین کی سربلندی کی خاطر حملہ آور ہوئے اور اپنی اسلامی سیرت وکردار کی بدولت فتحیاب ہوئے اور انہوں نے غلبہ پانے کے بعد مفتوح غیر مسلموں پر کوئی ظلم نہیں کیا، انہیں تاخت وتاراج نہیں کیا، ان کا مال واسباب نہیں لوٹا، ان کی عورتیں اور بچے لونڈی غلام نہیں بنائے وغیرہ وغیرہ۔قرون وسطیٰ کا کوئی مورخ ان حکمرانوں کو اس انداز میں پیش نہیں کرتا اور نہ ان کے سیرت وکردار کو اسلامی بنا کر بیان کرتا ہے اور نہ ہی غیر مسلم مفتوحین پر ان کے ظلم وجور پر کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ اس وقت کی مروجہ استبدادی سیاست میں جائز وروا سمجھا جاتا تھا۔مسلمان مفتوحین کے ساتھ بھی استبدادیت کا مظاہرہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جاتی تھی۔

اسلامی احیاء پسند دنیا میں صنعتی انقلاب کے بعد گزشتہ ڈیڑھ دوسو سال میں آنے والی عظیم سیاسی ومعاشی واخلاقی تبدیلیوں سے چشم پوشی کر کے اپنے خوابوں میں قرون وسطیٰ کی اسی استبدادیت کی

Marfat.com

دنیا میں واپس لوٹنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو دنیا پر پھر سے چھا جانے کا وہی راستہ بجھاتا ہے جس پر وہ لوگ اس وقت چل رہے تھے۔ وہ ایک تصوراتی مردمومن کا احیاء چاہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ "لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا"۔ وہ دین کو سیاست سے الگ کرنے کو چنگیزی قرار دیتا ہے جبکہ قرون وسطیٰ میں صرف چنگیز خاں ہی نہیں بلکہ تمام مسلم وغیر مسلم فرمانروا اسی ہم عصر استبدادی سیاست پر عمل پیرا تھے جس میں دین سیاست سے الگ تھا۔ ان میں سے کوئی فرمانروا دین کو بنیاد بنا کر سیاست یا حکومت نہیں کرتا تھا۔ اسلامی احیاء پسند ماضی کے استبدادی فرسودہ اور مردہ نظام کو جو آج اپنی Relevance قطعی طور پر کھو چکا ہے، قرون وسطیٰ سے چھلانگ لگوا کر آج کے دور میں لاگو کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ اس کا ناممکن العمل ہونا کئی بار ثابت ہو چکا ہے۔ جہاں تک دینداری کا تعلق ہے تو قرون وسطیٰ میں جس قدر دیندار اور پرہیزگار لوگ موجود تھے، اس حساب سے آج بھی ان کی کمی نہیں ہے۔ عروج کا تعلق دینداری کے ساتھ اور زوال کا تعلق بے دینی کے ساتھ نہ تھا اور نہ ہے۔ ہم گزشتہ ڈیڑھ دو سو برس سے اسلامی احیاء پسندوں کے عارضہ یاد ایام میں مبتلا ہو کر اپنے کردار و عمل کو اسلامی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن دوسری اقوام کے مقابلے میں ہماری حالت زار میں بہتری کے بجائے بدتری پیدا ہوئی ہے۔ جو تھوڑی بہت بہتری پیدا بھی ہوئی وہ ماضی پرستی اور احیا پسندی کے بجائے جدت پسندوں کی عہد حاضر سے ہم آہنگی کی تحریک کی بدولت ہوئی ہے۔ برصغیر کے کیس میں سرسید کی علی گڑھ تحریک اور پھر محمد علی جناح کی قیام پاکستان کی تحریک جدت پسندی کی تحریکیں تھیں جن کا برصغیر کے مسلم عوام الناس کو بے حد فائدہ پہنچا۔ بعدازاں پاکستان کے حکمرانوں نے اپنے استبدادی اقتدار کے قیام، دوام اور استحکام کی خاطر اسلامی احیاء پسندی کا سہارا لیا جس سے یہ ملک تنزل کا شکار ہوا اور بدستور روبہ تنزل ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا یہ مطالعہ بطور انسانی تاریخ کیا جائے اور جو حکمران یا طبقات یا امراء، وزراء اور خلفاء اقتدار کی رسہ کشی میں ملوث رہے ان کو انسان سمجھا جائے جیسا کہ قرون وسطیٰ کے مورخین انہیں سمجھتے تھے تو پھر آج کے مسلمان اپنا قبلہ درست کر سکتے ہیں۔ وہ ایک تصوراتی ماضی کی سمت دیکھنے کے بجائے اپنے حال اور مستقبل کی ٹھوس حقیقت پر توجہ دیں گے۔ ایک تصوراتی ھیولے کے پیچھے دوڑنے کے بجائے کسی حقیقی منزل کا تعین کر سکیں گے۔ ہم عارضہ یاد ایام سے نجات حاصل کر کے عہد حاضر کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو سکیں گے۔

۹ ۳۳۷ ۲۱

Marfat.com

قرون وسطیٰ کے حکمران اپنے ہم عصر مادی تقاضوں پر جس خوبی اور عمدگی سے عمل پیرا ہوتے تھے اسی کمال کے ساتھ ان کا عروج بھی قائم ہوتا تھا۔ وہ دین اور سیاست کو باہم ملوث کئے بغیر ہم عصر مروجہ استبدادی نظام حکومت پر بغیر کسی ''اسلامی'' یا ''غیر اسلامی'' کی بحث میں الجھے بغیر عمل کرتے تھے۔ ہم آج اپنے مادی عصری تقاضوں سے نمٹنے بلکہ انہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ملاؤں نے دین اور سیاست کو اور عقیدہ اور تاریخ کو باہم ملوث کر کے معاشرے میں وحشت ناک فرقہ واریت کا زہر گھول دیا ہے۔ آج جبکہ یورپ کے صنعتی انقلاب نے دنیا میں قرون وسطیٰ کی تمام اقدار بدل کر رکھ دی ہیں، ہمیں قرون وسطیٰ کی جاگیردارانہ موروثی سیاست کے خاتمے، طبقاتی سماج، معاشرتی ناہمواری اور جاگیردارانہ قدروں کے خاتمے، دقیانوسیت اور کٹھ ملائیت کے شکنجے سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ عصر جدید کے جمہوری تقاضوں کی تکمیل، سرکاری و غیر سرکاری ہر سطح پر جمہوری اداروں کی تشکیل نو، بنیادی انسانی حقوق اور فکری آزادی کی ضمانت، جدت فکر اور ذہنوں پر مسلّط عقیدوں کے شکنجوں سے آزادی، سائنسی افکار اور جدید علوم و فنون کے ہر شعبہ زندگی میں اطلاق کا نصب العین ہی 21 ویں صدی کی دنیا میں ہمارے لئے ترقی کی گنجائش پیدا کر سکتا ہے۔ انہی بنیادوں پر نئے ریاستی، سیاسی و حکومتی ڈھانچے کی تنظیم نو کی جا سکتی ہے اور Governance کے جدید طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ قرون وسطیٰ کے خلیفہ، بادشاہ، امراء، وزراء، سپہ سالار اور مجاہدین کے دور کا احیاء ہمیں مزید پس ماندگی اور ذلت کی جانب دھکیل دے گا۔ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا یہ مطالعہ ایک جانب ہمیں قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سیاسی نظام، اصل واقعات و حالات اور اُس دور کی حقیقی روح عصر سے آگاہی بہم پہنچائے گا تو دوسری جانب ماضی پرستی اور عارضہ یادِ ایام سے نجات دلانے میں ہماری مدد کرے گا جس سے حال کی بہتری اور ایک روشن مستقبل کی سمت کا تعین ہو سکے گا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب : 1

خلیفہ مطیع للہ

بنی بویہ کے معزالدولہ اور عزالدولہ کا مطیع خلیفہ

22 جمادی الثانی 334ھ بمطابق 946ء کو معزالدولہ احمد بن بویہ نے خلیفہ مستکفی کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر اندھا کر کے معزول کر دیا اور اس کے چچا زاد بھائی فضل بن مقتدر بن معتضد کو خلیفہ بنا دیا۔ اس نے اپنے لئے مطیع للہ کا لقب اختیار کیا۔ عملی طور پر مطیع للہ کا لقب اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ معزالدولہ احمد بن بویہ کا مطیع و فرمانبردار رہے گا۔ چنانچہ معزالدولہ نے اس کے لئے ایک سو دینار روزانہ کی تنخواہ مقرر کر دی۔ اس دن سے عباسی خلیفہ کا رہا سہا سیاسی اختیار و اقتدار بھی ختم ہو گیا۔ اب اس کی حیثیت محض علامتی تھی جو خاندان بنی بویہ کے مقرر کردہ وظیفہ پر گزارا کرتا اور بنی بویہ کی سیاسی تابعداری کرتا تھا۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ ''اگرچہ اس تاریخ سے پیشتر ہی خلافت عباسیہ میں ایک عظیم تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اور خلیفہ کے قبضہ و اختیار میں کسی قسم کا اقتدار باقی نہیں رہ گیا تھا۔ مگر پھر بھی خلافت کی قدر و منزلت و توقیر باقی تھی۔ جس کا پاس و لحاظ اراکین دولت برابر کرتے آئے تھے۔ معزالدولہ کی حکومت کا دور کیا آیا۔ خلافت عباسیہ کے سر پر زوال کی گھٹا چھا گئی۔ رہی سہی عزت بھی جاتی رہی۔ وزیر السلطنت جو خلافت کا ایک بازو تھا اس کی بھی قوت ٹوٹ گئی۔ صرف جاگیروں اور حرم سرائے خلافت کا انتظام اس کے ہاتھ میں رہا۔ وزارت کا اہم رتبہ معزالدولہ کے قبضہ میں تھا۔ وہ جس کو پسند کرتا تھا اس کو اپنی وزارت کا عہدہ عطا کرتا تھا۔ اس تغلب و تصرف کا بہت بڑا سبب یہ تھا کہ معزالدولہ دیلم کی قوم میں

Marfat.com

سے تھا جو اطروش کے ہاتھ پر اسلام لانے کے زمانے سے علویہ کی جانبدار اور مذہبا" شیعہ تھی۔ عباسیوں کی ہوا خواہی کا خیال ان کو مطلق نہ تھا۔ معتبر روایت سے بیان کیا جاتا ہے کہ معزالدولہ نے خاندان عباسیہ سے علویہ کی جانب منصب خلافت منقلب کرنے کا قصد کیا تھا۔ کسی مشیر نے رائے دی کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے۔ ایسے شخص کو خلیفہ نہ بناؤ جس کی نسبت تمہاری قوم کا یہ خیال ہو کر یہ مستحق خلافت ہے ورنہ ایسا وقت بھی آ جائیگا کہ وہ تمہارے خلاف تمہاری قوم سے کام لے گا اور تم کچھ نہ کر سکو گے۔ تمہارے قبضہ سے امرو نہی کا اختیار بھی سلب کر لیگا بہتر ہے کہ غیر مستحقین خلافت کو منصب خلافت پر متمکن رہنے دو۔ سیاہ و سفید کرنے کے مختار تم رہو۔ معزالدولہ نے اس رائے کے مطابق منصب خلافت کو خاندان عباسی ہی میں رہنے دیا۔ مگر کل اختیارات سلب کر لئے۔ اپنی طرف سے عمال مقرر کئے۔ دیلمیوں کا دور دورہ ہو گیا۔ سارا عراق ان کے قبضہ میں آ گیا۔ خلیفہ کے قبضہ میں اس قدر اراضی رہی جو معزالدولہ کی طرف سے بطور جاگیر ملی تھی۔ البتہ اس قدر ضرور تھا کہ تخت، منبر، سکہ، فرامین پر مہر کرنا، وفود کے آنے پر دربار عام منعقد کرنا اور خطابات کا دینا خلیفہ کی ذات خاص کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن یہ سب کچھ بھی مدیر امور سلطنت کی ہدایت کے مطابق ہوتا تھا۔ بنی بویہ اور سلجوقیہ کا ہر وہ شخص جو امور سلطنت کے سیاہ و سفید کا اختیار رکھتا، سلطان کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ اس لقب میں کوئی اور شخص خواہ کیسا ہی اختیار رکھتا ہو شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ قدرت، حکومت، جاہ و جلال اور عزت اس کی سمجھی جاتی تھی۔ خلیفہ کو کوئی جانتا پہچانتا تک نہ تھا۔ خلافت منصوب لفظ" اور مسلوب معنا" خاندان عباسی میں تھی۔ معزالدولہ کے مختار مطلق ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد لشکریوں نے حسب عادت تنخواہ اور روزینے طلب کئے۔ خزانہ خالی تھا اس لئے اس نے مجبورا" ٹیکس لگائے۔ لوگوں کا مال بلا وجہ ضبط کرنے لگا۔ اس نے اپنے سپہ سالاروں اور ساتھیوں کو بلا استحقاق جاگیریں دیں۔ انتظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔ دفاتر بیکار ہو گئے۔ شہر، دیہات اور قصبات ویران ہو گئے۔ سپہ سالاروں نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جو گاؤں ویران ہو جاتا اس کو چھوڑ کر دوسرے آباد گاؤں پر قبضہ کر لیتے۔ جب یہ بھی پہلے گاؤں کی طرح ہو جاتا تو اور گاؤں کے طالب ہوتے۔ گرانی لوٹ مار کی کوئی حد نہ رہی۔ ظلم و ستم کی حد ہو گئی تھی۔ رعایا پر ٹیکس کی وہ بھرمار تھی کہ توبہ ہی بھلی۔ پلوں پر

Marfat.com

ٹیکس' پانی کے چشموں پر ٹیکس' ہر قسم کی زمینوں پر ٹیکس' باغات پر ٹیکس' بازاروں پر ٹیکس۔ باوجود اس کے بات بات پر جرمانہ ہوتا۔ جبرو تشدد سے دو دو بار مال گزاری وصول کی جاتی[۱]"

جلال الدین سیوطی کا بیان ہے کہ "المطیع للّٰہ ابو القاسم کے شروع سال میں ہی بغداد میں اس قدر گرانی ہوئی کہ لوگوں نے مردار اور گوبر کو کھایا۔ بہت سے لوگ راستوں میں مر گئے۔ کتوں نے ان کا گوشت کھایا۔ باغ اور زمینیں روپوں کے عوض بیچ ڈالی گئیں۔ غریب لوگ اپنے بچوں کو بھون کر کھا گئے[۲]"۔ آگے چل کر ابن خلدون لکھتا ہے کہ "ایک مدت تک ملک اور انتظام ملک کی یہی حالت رہی کچھ عرصہ بعد معزالدولہ کو ہوش آیا۔ ملک کی طرف توجہ کی۔ اپنے سپہ سالاروں اور اکابرین دولت کو ملک کی حفاظت اور انتظام پر علیحدہ علیحدہ مقرر کیا۔ یہی لوگ وصول و تحصیل کرتے۔ مالیہ کی وصولی میں ان ہی کی رپورٹوں کے مطابق احکام صادر ہوتے۔ اس وجہ سے نہ تو معزالدولہ کے وزیر کو اور نہ کسی اور انتظامی افسر کو کسی امر کی حقیقت معلوم ہوئی۔ رفتہ رفتہ دولت بنو بویہ کی مالی حالت کمزور ہو گئی۔ باوجود کثرت ٹیکس اور جرمانوں کے معزالدولہ پر فراہمی مال اور خزانہ کا پر رکھنا دوبھر ہو گیا۔ جو وقت ضرورت کام آ سکتا۔ طرہ اس پر یہ ہوا کہ وقتاً فوقتاً معزالدولہ اپنے ترکی غلاموں کو بھاری انعامات دینے لگا۔ جاگیریں مرحمت کیں۔ وظائف بڑھا دیے۔ اس سے اس کی قوم (دیلم) میں غیرت کا مادہ پیدا ہو گیا اور یہی امر منافرت اور کشیدگی کا موجب ہوا۔ جیسا کہ انسانی فطرت میں شامل ہے۔ جب جزیرہ کے حکمران ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ حمدانی کو بغداد کی اس زبوں حالی کی خبریں ملیں تو وہ موصل سے فوج لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ ماہ شعبان 334 ہجری میں سامرا پہنچا۔ معزالدولہ نے ایک بڑا لشکر ینال کوشہ کی سرکردگی میں مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اس کے ساتھ ایک اور سپہ سالار بھی تھا۔ مقام عکبرا میں پہنچ کر دونوں سپہ سالاروں میں ان بن ہو گئی۔ سپہ سالار نے ینال کو قتل کر ڈالا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ناصرالدولہ کے پاس چلا گیا۔ ناصرالدولہ نے بغداد میں پہنچ کر قیام کر دیا اور معزالدولہ میدان خالی دیکھ کر تکریت کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے تکریت کو لوٹ لیا اور پھر خلیفہ مطیع کو ساتھ لے کر بغداد کی مغربی جانب آ کر اترا۔ ناصرالدولہ شرقی جانب میں تھا۔ ہنگامہ کار زار گرم ہو گیا۔ ناصرالدولہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو دیہات میں

Marfat.com

معزالدولہ کی رسد و غلہ کے بند کرنے کو بھیج دیا۔ جس سے معزالدولہ کے لشکر گاہ میں گرانی ہو گئی۔ سب کے سب بھوکوں مرنے لگے۔ ساتھ ہی ناصرالدولہ نے خلیفہ مطیع کا نام بھی خطبہ سے نکلوا دیا۔ لین دین میں اس کا سکہ لینے کی ممانعت کر دی۔ معزول شدہ خلیفہ متقی کے نام کو خطبہ میں داخل کیا۔ اور اس کے نام کا سکہ بھی رائج کر دیا۔ کئی بار معزالدولہ نے ناصرالدولہ پر شب خون مارا۔ کسی میں کامیابی نہ ہوئی۔ تنگ آ کر بغداد چھوڑ کر چلے جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن چلتے چلاتے اس نے ایک آخری شب خون ایسا مارا کہ ناصرالدولہ کا لشکر گھبرا گیا۔ دیلمی فوج نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ بغداد میں بھی غارتگری شروع ہو گئی۔ ہزارہا آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد معزالدولہ نے امن و امان کی منادی کرا دی۔ چنانچہ ماہ محرم 335 ہجری کو خلیفہ مطیع محلرائے خلافت میں واپس آیا۔ ناصرالدولہ نے قرامطیوں کے پاس پناہ لی۔ انہوں نے اسے موصل روانہ کر دیا۔ بعد ازاں ناصرالدولہ کی استدعا پر اس کی معزالدولہ سے مصالحت ہو گئی۔ دریں اثنا ترکوں نے ناصرالدولہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ جسے ناصرالدولہ نے معزالدولہ کی امداد سے فرو کیا۔ یہ واقعہ 335 ہجری کا ہے۔ 334 ہجری میں ناصرالدولہ نے خراج نہیں دیا تھا۔ آٹھ لاکھ درہم سالانہ خراج پر معزالدولہ سے معاہدہ ہو گیا۔ اور یہ بھی طے پایا کہ موصل کی مسجدوں میں عمادالدولہ' رکن الدولہ اور معزالدولہ بن بویہ کا خطبہ پڑھا جائیگا۔ ناصرالدولہ دس سال تک اس معاہدے پر قائم رہا۔ 347 ہجری میں منحرف ہو گیا۔ تو معزالدولہ نے فوج کشی کر کے اس کو خراج کی ادائیگی پر مجبور کر دیا ----

"351 ہجری کا سال آیا تو بغداد میں شیعہ سنی کشیدگی پیدا ہو گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ شیعوں نے معزالدولہ کی اجازت سے یا اس کے کہنے پر بغداد کی مساجد کے دروازوں پر لکھ دیا کہ معاویہ پر لعنت ہو اور اس شخص پر جس نے فاطمہؓ سے ان کا حق (یعنی باغ فدک) چھین لیا۔ اور اس پر بھی جس نے حسنؑ کو اپنے نانا کے ساتھ دفن نہ ہونے دیا۔ اور اس شخص پر بھی جس نے ابوذرؓ کو جلا وطن کر دیا۔ اس پر بھی جس نے عباسؓ کو مجلس شوریٰ سے خارج کیا۔ لوگوں نے رات کے وقت ان الفاظ کو مٹا دیا۔ معزالدولہ نے پھر ارادہ کیا کہ پھر لکھوائے مگر اس کے وزیر مہلبی نے کہا کہ اس کی جگہ صرف یہ لکھ دو کہ معاویہ پر اور آل رسول پر ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو[2]" اس سال اٹھارویں ذی الحجہ کو

Marfat.com

معزالدولہ نے عید غدیر کی بنا ڈالی۔ لوگوں کو بغرض اظہار زینت شہر کو چراغاں کرنے اور خوشیاں منانے کا حکم دیا۔[4]"

سیوطی لکھتا ہے کہ "352 ہجری میں عاشورہ کے روز معزالدولہ نے سب بازار بند کر دیئے اور ان تمام نانبائیوں کو روٹی لگانے سے منع کر دیا اور بازاروں میں دکانیں بند کر کے ان پر ٹاٹ آویزاں کیئے گئے۔ اور عورتیں حسینؓ کے ماتم کے لئے بال کھولے ہوئے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی بازاروں میں نکلیں۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ بغداد میں حسینؓ پر رویا پیٹا گیا۔ پھر یہ بدعت کئی سال تک جاری رہی۔[5]" ابن خلدون کے مطابق "معزالدولہ کا مزید حکم یہ تھا کہ باشندگان شہر و دیہات ماتمی لباس پہنیں۔ اعلانیہ نوحہ اور بین کریں۔ عورتیں کھلے بالوں اور چہرہ سیاہ کیئے ہوئے باہر نکلیں اس طرح ماتم حسین میں کپڑوں کو پھاڑ ڈالیں۔ اور رخساروں کو طمانچوں سے لال کر لیا جائے۔ شیعوں نے اس حکم کی بخوبی تعمیل کی۔ اہل سنت دم تک نہ مار سکے۔ کیونکہ حکومت شیعہ کے قبضہ میں تھی اور خلیفہ ان کا محکوم تھا۔ ماہ محرم 352 ہجری میں پھر اس کا اعادہ کیا گیا۔ اہل سنت برداشت نہ کر سکے۔ مابین ان کے اور شیعہ کے فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی مال و اسباب لوٹ لیا گیا"۔[6]

بغداد میں مسلمانوں کے درمیان یہ کوئی پہلا فرقہ وارانہ فساد نہیں تھا۔ اس سے پہلے فرقہ معتزلہ اور فرقہ مغاتیہ کے درمیان کئی مرتبہ فسادات ہو چکے تھے۔ جن میں بے شمار لوگ مارے گئے تھے۔ پھر حنبلیوں اور شافعیوں میں فسادات ہوئے تھے جن میں بہت سے لوگوں کی جانیں گئی تھیں۔ معزالدولہ اہل تشیع کے حق میں اسی طرح متعصب تھا جس طرح کہ خلیفہ متوکل اہل سنت کے حق میں متعصب تھا۔ خلیفہ متوکل نے تو حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کے روضے منہدم کر دیے تھے اور حسین کے اہل بیت کے قبرستان میں کھیتی باڑی کرا دی تھی۔ معزالدولہ کا یہ تعصب بغداد اور عراق کے لئے نہایت نقصان دہ تھا۔ شیعوں کی زیادتیوں کی وجہ سے بہت سے اہل سنت شہر چھوڑ کر چلے گئے اور ان فرقہ وارانہ فسادات کا زراعت اور تجارت پر بہت برا اثر پڑا۔ معزالدولہ نے صحابہ کبار پر لعنت ملامت کرنے، عید غدیر منانے، اعلانیہ عاشورہ محرم کے موقعہ پر ماتمی جلوس نکالنے کی ابتدا کر کے نئی روایت ڈال دی۔ اس سے پہلے اہل تشیع نے اعلانیہ طور پر اور عوامی سطح پر کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد شیعہ ملاؤں نے نہ صرف عاشورہ منانے بلکہ صحابہ کبار کے

Marfat.com

خلاف تبرہ بازی کو اہل تشیع کے عقائد کا جزو بنا دیا اور اس وجہ سے شیعہ' سنی اختلافات نے دونوں فرقوں کے درمیان لا ینحل و معاندانہ تضاد کی صورت اختیار کر لی۔ تاہم معزالدولہ کا یہ شیعی تعصب اسے عمان میں شیعہ قرامطیوں کے خلاف مہم سے نہ روک سکا۔ اس نے ذی الحجہ 355 ہجری میں عمان پر جو قرامطہ کے زیر تسلط تھے' بزور تیغ قبضہ کر لیا۔ ہزار ہا اہل عمان لڑائی میں کام آئے۔ اہل عمان کی 89 کشتیاں جلا کر غرق کر دی گئیں۔ اس لڑائی سے واپسی پر وہ واسط پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ وہ وہاں سے بغداد پہنچا تو اس کی علالت نے شدت اختیار کر لی۔ تا آنکہ ربیع الاخر 356 ہجری میں مر گیا۔ اس نے بغداد میں بائیس برس حکومت کی۔ اس کا حاجب سبکتگین تھا اور ابوالفضل عباس اور ابو الفرج محمد اس کے کاتب تھے۔ اس کے مرنے پر اس کے لڑکے بختیار نے عنان حکومت سنبھالی۔ خلیفہ مطیع نے اسے عزالدولہ کا لقب دیا۔

"بختیار عزالدولہ حکومت سنبھالتے ہی لہو لعب میں مصروف ہو گیا۔ گویوں' عورتوں اور لونڈوں کی صحبت میں رہنے لگا۔ اس وجہ سے اس کے اراکین سلطنت اس سے نفرت کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد اس نفرت میں اضافہ ہوا جبکہ اس نے سرداران دیلم کو ان کی جاگیروں پر بھیج دیا۔ جب یہ سرداران لشکر اور اراکین سلطنت بغداد سے باہر چلے گئے تو دیلمی لشکریوں نے عزالدولہ پر دباؤ ڈال کر اس سے اپنے وظائف اور روزینے بڑھا لیے۔ ترک لشکریوں نے بھی دیلمیوں کی پیروی کی اور کامیاب ہو گئے۔ اسی سال یعنی 356 ہجری میں ہی حبشی بن معزالدولہ نے اپنے بھائی عزالدولہ کے مقابلہ پر علم بغاوت بلند کیا۔ وزیرالسلطنت ابو الفضل نے اس کی سرکوبی کے لئے بصرہ پر حملہ کیا۔ حبشی کو شکست ہوئی اس کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ جس میں دس ہزار کتابیں بھی تھیں۔ "حبشی کو مقید کر کے رام ہرمز بھیج دیا گیا[7]" 357 ہجری میں قرامطہ دمشق پر قابض ہو گئے۔ "مصر و شام سے کسی نے بھی اس سال حج نہ کیا[8]" "خلیفہ مطیع اللہ نے اس سے کہا کہ "قرامطہ کا فتنہ اسلامی ملکوں میں پھیل گیا ہے۔ اسے مٹانا چاہیے۔ اور قرامطہ کو بالکل ختم کر دینا چاہیے۔ مگر بختیار نے اس فرمان پر کوئی توجہ نہ کی[9]" 362 ہجری میں جب بغداد کی رعایا نے وزیرالسلطنت ابو الفضل کے ظلم و ستم کے خلاف بہت واویلا کیا تو عزالدولہ نے ابو الفضل کو معزول کر کے اس کی جگہ اپنے خانساماں محمد بن بقیہ کو وزیر بنا دیا۔ ابن بقیہ کے پاس

Marfat.com

جس وقت تک ابوالفضل اور اس کے مصاحبین کا مال و زر تھا اس وقت تک انتظام و سیاست میں کسی قسم کا فتور پیدا نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب یہ مال و زر ختم ہو گیا تو پھر رعایا پر ظلم و ستم ہونے لگا۔ گاؤں کے گاؤں اجڑ گئے۔ قصبات و شہر ویران ہو گئے۔ جرائم پیشہ عناصر کھل کھیلے۔ ترکوں اور عزالدولہ میں چل گئی۔ ابن بقیہ نے سمجھا بجھا کر مصالحت کرا دی۔ اس کے بعد سبکتگین سوار ہو کر عزالدولہ کے پاس گیا۔ ترکوں کی فوج بھی اس کے ہمراہ تھی۔ باتوں باتوں میں ترکوں کی فوج پھر بگڑ گئی۔ سبکتگین اور اس کے ساتھیوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ مگر عزالدولہ نے مال و زر دیکر ان کو راضی کر دیا۔ اسی سال ابو تغلب نے اپنے باپ ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ حمدانی کے خلاف بغاوت کر دی۔ ربیع الاول 363 ہجری میں عزالدولہ' ناصرالدولہ کی امداد کے لئے فوج لے کر موصل گیا۔ ابو تغلب بھاگ کر سنجار چلا گیا اور سنجار سے اس نے بغداد کا رخ کیا۔ سبکتگین نے بغداد سے باہر ابو تغلب سے لڑائی کی۔ اس لڑائی کے دوران بغداد کے مغربی علاقے میں شیعہ سنی جھگڑا ہو گیا۔ سبکتگین اور ابو تغلب نے باہمی لڑائی بند کر دی اور متفق ہو کر یہ رائے قائم کی کہ خلیفہ مطیع وزیرالسلطنت ابن بقیہ اور عزالدولہ کے سارے ساتھیوں کو گرفتار کر لینا چاہئے یہی لوگ فساد کے بانی مبانی ہیں اور جب یہ امر وقوع پذیر ہو جائے تو سبکتگین کو بغداد اور ابو تغلب کو موصل پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ لیکن سبکتگین نے اس فیصلہ پر دوبارہ غور کیا تو اس نے اپنی رائے بدل دی اور پھر اس نے ابن بقیہ سے مشورہ کر کے ابو تغلب سے مصالحت کر لی۔ عزالدولہ نے ابو تغلب کو سلطان کا لقب دیا اور اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ اس مصالحت کے بعد عزالدولہ مال و زر جمع کرنے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے پہلے موصل گیا اور پھر اس نے خلیفہ مطیع پر تاوان لگایا۔ "مطیع نے کہا کہ میرا تو صرف نام ہی خطبوں میں ہے اگر کہتے ہو تو میں اس سے بھی دستبردار ہو جاتا ہوں۔ مگر اس نے نہ مانا اور سختی کی۔ آخر خلیفہ نے اپنا اسباب بیچ کر چار لاکھ درہم دے دیے۔ سب لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ خلیفہ سے تاوان لیا گیا ہے"[1]۔ یہ تاوان دراصل رومیوں کے خلاف جنگ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے مانگا گیا تھا۔ خلیفہ کی اس رقم کو اس نے اپنی عیاشی پر خرچ کیا اور پھر خراج جمع کرنے کے لیے اہواز چلا گیا۔ سبکتگین اور اس کا ترکی لشکر اس کے ساتھ نہ تھا۔ "اہواز میں کسی بات پر ترکوں اور دیلمیوں کے درمیان ان بن ہو گئی۔

Marfat.com

ایک دوسرے سے لڑنے لگے بڑی خونریزی ہوئی ادھر ترکوں میں جوش انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ ادھر دیلم کے سرداروں نے رؤسا اور سپہ سالاران ترک کو گرفتار کر لینے کا اشارہ کر دیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ والئ اہواز اور اس کا کاتب بھی گرفتار کر لیا گیا۔ دارالامارت اور ترکوں کے مکانات لوٹ لیے گئے۔ تمام شہر میں ان لوگوں کے خون کی منادی کرا دی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر سبکتگین تک پہنچی۔ اس وقت بغداد میں تھا۔ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور عزالدولہ کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ ترکوں کو مسلح کر کے عزالدولہ کے مکان کو جا کر گھیر لیا۔ دو روز تک محاصرہ کیا۔ آگ لگا دی اور لوٹ لیا۔ اس کے بھائیوں اور ماں کو گرفتار کر کے ماہ ذیقعد 363 ہجری میں واسط روانہ کر دیا۔ خلیفہ مطیع نے ان لوگوں کا ساتھ دینے کا قصد کیا۔ ان لوگوں نے منظور نہ کیا۔ ترکوں نے دیلم کے مکانات لوٹ لئے اور ان پر قابض ہو گئے۔ اہل بغداد بھی اس ہنگامہ میں سبکتگین کا ساتھ دے رہے تھے۔ کیوں کہ دیلمی شیعہ تھے۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ کرخ جلا دیا گیا اور اہل سنت کا پھر دور دورہ ہو گیا"[1]۔ سبکتگین عزالدولہ کا حاجب تھا لیکن مذہبی لحاظ سے بنی بویہ سے اختلاف رکھتا تھا۔ اس کا میلان اہل سنت کی طرف تھا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیلمی شیعہ کیوں تھے اور ترکوں کے اہل سنت ہونے کی وجہ کیا تھی۔ دیلمیوں کے اہل تشیع ہونے کی بظاہر ایک وجہ تو یہ ہے کہ بلاد دیلم میں اسلام کی اشاعت کا سلسلہ سب سے پہلے خلیفہ مستعین کے عہد میں حسن بن زید نے پہلی دولت زیدیہ قائم کر کے شروع کیا تھا۔ کیونکہ حسن فرقہ زیدیہ کا امام تھا۔ وہ چونکہ حضرت علیؓ کی فضیلت کا قائل تھا اس لئے اہل دیلم اس کے اس نظریہ سے متاثر ہوئے۔ پھر حسن کے بھائی محمد بن زید نے کفار دیلم میں اپنے مذہبی نظریہ کے مطابق اسلام پھیلانے کا کام جاری رکھا۔ جب محمد بن زید قائم بالحق 279 ہجری میں قتل ہو گیا اور دولت زیدیہ ختم ہو گئی تو اس کے فوراً ہی بعد آل علیؓ زین العابدینؒ میں سے ایک شخص اطروش نے تقریباً 13 سال تک اس علاقہ میں اپنے نظریے کے مطابق اسلام کی تبلیغ کی۔ چونکہ اطروش بھی فرقہ زیدیہ سے تعلق رکھتا تھا اسلئے اہل دیلم نے اس کی تبلیغ سے علویوں کی فضیلت کا تصور قبول کیا۔ اسی وجہ سے بنی بویہ اور ان کے دیلمی لشکری اہل تشیع کے فرقہ اثناء عشریہ کے نظریہ کے حامل تھے۔ دیلمیوں کے شیعہ ہونے کی دوسری وجہ یہ نظر آتی ہے کہ یہ لوگ

Marfat.com

اہل ایران کے زیادہ قریب تھے (دیلم موجودہ ایران کا حصہ ہے) اور ایرانیوں کی قوم پرستی سے متاثر تھے اور یہ بھی ایرانیوں کی طرح عربوں کا تختہ الٹ کر عجمیوں کی سلطنت قائم کرنے کے متمنی تھے۔ چنانچہ ان کے ایک سردار مرداویج کی زندگی کا نصب العین یہ تھا کہ عربوں کے اقتدار کا خاتمہ کر کے کسریٰ کی سلطنت کو بحال کیا جائے۔ اگرچہ مرداویج نسل کے اعتبار سے ایرانیوں سے مختلف تھا اور اس کی ثقافت بھی ایرانیوں سے مختلف تھی۔ تاہم اس کے اور ایک ایرانی کے درمیان جو بات مشترک تھی وہ یہ تھی کہ دونوں ہی عربوں سے نفرت کرتے تھے۔ اہل دیلم اور اہل ایران کے قومی جذبات کی صورت حال بھی بحیثیت مجموعی ایسی ہی تھی۔ دونوں ہی قوموں نے بنو امیہ کے عہد میں جبکہ عربوں کا اقتدار اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اسلام کی جانب ذوق و شوق سے توجہ نہیں کی تھی۔ اہل دیلم تو سارے کفر کی حالت میں رہے تھے اور ذمیوں کی حیثیت سے جزیہ دیتے تھے۔ ان دونوں قوموں کے عوام الناس نے اسلام کو بنو عباس کے عہد میں قبول کیا جبکہ عربوں کی طاقت تیزی سے زوال پذیر ہو گئی تھی۔ دونوں ہی قومیں اہل بیت کا نام لے کر اسی طرح اقتدار حاصل کرنے کی خواہاں تھیں۔ جیسے کہ 132 ہجری میں بنو عباس نے حاصل کیا تھا۔ اور 297 ہجری میں بلاد افریقہ میں عبیداللہ المہدی نے کیا تھا۔ فرقہ قرامطہ بھی بحرین' عمان' یمامہ اور حجاز کے بیشتر علاقوں میں اہل بیت کے نام پر مسلط ہوا تھا۔ ترکوں کی حالت دیلمیوں سے اس لحاظ سے مختلف تھی کہ ان کی ایرانیوں کے ساتھ کوئی چیز بھی مشترک نہیں تھی۔ ان کا مذہب' ان کی ثقافت ان کی زبان اور ان کی معاشرت ایرانیوں سے مختلف رہی تھی۔ اگر ترکوں کی ایرانیوں کے ساتھ کوئی چیز مشترک تھی تو وہ یہ تھی کہ ظہور اسلام سے قبل ایران کے پرانے بادشاہ وقتاً" فوقتاً" ان کو زیر تسلط کر کے ان پر مظالم کرتے رہے تھے۔ بالفاظ دیگر ترکوں کا ایرانیوں کے ساتھ تاریخی اور قومی تضاد تھا۔ لہٰذا وہ ایسا مذہب اختیار نہیں کر سکتے تھے جیسا کہ ایرانیوں اور دیلمیوں نے عربوں سے انتقام لینے کی خاطر اختیار کیا تھا۔ ویسے بھی ترک قبائل کی خصلت عرب قبائل سے بہت حد تک ملتی جلتی تھی۔ فرق جو تھا وہ یہ تھا کہ ترک قبائل کی زیادہ تر چراگاہیں پہاڑی اور سرسبز علاقوں میں تھیں جبکہ عرب قبائل اپنی گزر اوقات صحرائی علاقے میں بڑی عسرت و تنگدستی میں کیا کرتے تھے۔ چونکہ ترک قبائل کی معاشرت و حیثیت عرب قبائل کی طرح خانہ بدوشانہ تھی۔ ایرانیوں کے

Marfat.com

برعکس ترکوں کا اپنا کوئی سیاسی' تہذیبی اور ثقافتی ورثہ نہیں تھا۔ اس لئے ترکوں نے قدرتی طور پر تہذیب پسند ایرانیوں کے برعکس مذہباً" ان عرب عناصر کا ساتھ دیا جو ایرانیوں کو عربوں کے سارے مصائب اور ان کے زوال کا موجب قرار دیتے تھے۔ ترکوں اور ایرانیوں کے قومی' تاریخی' معاشرتی' معاشی اور ثقافتی تضادات نے انہیں مشترکہ مذھب اختیار کرنے سے باز رکھا۔ خلیفہ معتصم نے اسی لئے اپنے لشکر میں خراسانیوں اور ایرانیوں کا زور توڑنے کے لئے ہزاروں ترک غلام خرید کر فوج میں بھرتی کئے تھے۔ ان غلاموں کے اہل سنت ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ چونکہ یہ نوعمری میں خرید لئے جاتے تھے اس لئے یہ اپنے آقاؤں (بنوعباس) کا مذہب' زبان اور رسم و رواج اپنا لیتے تھے اور پھر آگے ان کی اولاد اسی خاندانی مذہب اور رسم و رواج پر قائم رہتی تھی۔

جب سبکتگین نے بغداد پر قبضہ کیا اس وقت خلیفہ مطیع عارضہ فالج میں مبتلا تھا اور نقل و حرکت سے معذور تھا۔ چنانچہ سبکتگین نے اسے خود کو معزول کرنے اور سند خلافت اپنے بیٹے عبدالکریم بن مطیع کے سپرد کرنے پر مجبور کر دیا۔ مطیع کی مدت خلافت ساڑھے چھبیس برس تھی۔ اس کا بیٹا ابوبکر عبدالکریم بن مطیع بن مقتدر 15 ذیقعد 363 ہجری مطابق 7 اگست 974ء کو خلیفہ بنا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ "خلیفہ مطیع کی معزولی سبکتگین کے ہاتھوں عمل میں نہیں آئی تھی بلکہ یہ کام عزالدولہ بختیار بن معزالدولہ احمد بن بویہ نے کیا تھا۔ سبب یہ ہوا کہ خلیفہ مطیع قرامطہ کی سرکوبی چاہتا تھا جبکہ عزالدولہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا تھا۔ اس طرح خلیفہ اور عزالدولہ کے درمیان کشمکش بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ عزالدولہ مطیع للہ کی طرف سے خطرہ محسوس کرنے لگا۔ جاسوس نے اسے آگاہ کیا کہ خلیفہ تیرے ساتھ بدعہدی کر رہا ہے۔ عزالدولہ بختیار اس مناسب موقع کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ تاریخ ابن ہشم کی روایت کے مطابق بختیار نے بغداد کے عالموں اور حاجیوں کو جمع کیا اور خلافت کا منصب مطیع للہ کے بیٹے ابوبکر عبدالکریم کے حوالے کر دیا اور اس کا لقب الطائع للہ تجویز کیا۔ جب طائع للہ نے منصب خلافت سنبھال لیا تو بختیار نے اپنی بیٹی خلیفہ کے نکاح میں دے دی اور خود خلافت کا حاجب و نائب بن گیا۔ اس سے تھوڑی مدت بعد وہ اہواز چلا گیا تاکہ خراج اور مال جمع کرے۔ سبکتگین جو بختیار کا نائب تھا۔ مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اور اقتدار کی باگ ڈور بختیار کے ہاتھ سے نکل گئی۔[24] اسلم جیراجپوری کا بیان ہے کہ

Marfat.com

"خلیفہ مطیع خانہ نشین اور بے اختیار تھا۔ اسکا کوئی کارنامہ اس قابل نہیں کہ تاریخ کے صفحات میں ثبت کیا جا سکے۔ البتہ یہ ذکر کیا جا سکتا ہے کہ بنی بویہ کی بد عنوانیوں اور عیاشیوں کی وجہ سے واسط اور بصرہ کے درمیان مقام بطیحہ میں 329 ہجری کو عمران بن شاہین کی زیر قیادت ایک اور آزاد موروثی مملکت وجود میں آئی جو 408 ہجری تک قائم رہی۔ ان کے زمانے میں رومیوں نے مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا۔ اور بقیہ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جن کی تعداد تقریبا" دو لاکھ تھی۔ پھر اس نے طرسوس کا محاصرہ کیا۔ اہل طرسوس نے امان طلب کی جو اس نے منظور کی لیکن جب شہر کا دروازہ کھول دیا گیا تو حکم دیا کہ جو شخص جسقدر اپنا مال اٹھا سکتا ہے لے کر یہاں سے نکل جائے۔ چنانچہ لوگ انطاکیہ کی طرف چلے گئے۔ اس نے جامع مسجد کو توڑ دیا۔ اس میں گھوڑے باندھے۔ بعض مسلمانوں نے اس مصیبت میں عیسائی مذہب اختیار کیا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ آنکھوں کے سامنے سرحد کے مسلمانوں پر یہ واقعات گزر رہے تھے لیکن مسلمان وزراء اپنی ذاتی اغراض کے لئے آپس میں بر سرپیکار تھے۔ اور کوئی اس دشمن کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ 358 ہجری میں قیصر شام میں آیا۔ طرابلس کو جلا دیا۔ قلعہ عرقہ کو فتح کیا۔ پھر حمص میں پہنچ کر آگ لگا دی اور ساحلی بستیوں کو غارت کر ڈالا۔ مگر کوئی مقابلہ کے لئے نہیں گیا۔ اس حملہ میں اس نے جس قدر مسلمانوں کو لوٹا یا قتل کیا۔ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ایک لاکھ سے زیادہ ان بچیوں کی تعداد تھی جن کو پکڑ کے لے گیا اور نو عمروں کے علاوہ کسی کو گرفتار بھی نہیں کرتا تھا۔ بالعموم جوانوں کو قتل اور بڈھوں کو نکال دیتا تھا۔ رومیوں کی ان دست اندازیوں سے عالم اسلام میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ امام ابوبکر محمد بن اسماعیل بن قفال مروزی شافعی نے یہ دیکھ کر کہ بنی بویہ قصدا" رومیوں کے مقابلہ سے گریز کرتے ہیں۔ مشرق میں جہاد عام کا اعلان کیا اور بیس ہزار مجاہد ملت کی جماعت کو لے کر مغربی مسلمانوں کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ بلاد جبل میں سے گزرتا تھا۔ رکن الدولہ دیلمی نے از رہ عداوت ان کو روک لیا۔ انہوں نے ہرچند کہا کہ تم سے ہم کو کوئی غرض نہیں ہم رومیوں کی مدافعت کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن اس نے نہیں مانا اور فوج کو منتشر کر دیا۔ مجبورا" متفق ہو کر واپس چلے آئے۔ 359 ہجری میں رومیوں نے انطاکیہ پر بھی جو سرحد کا سب سے بڑا مقام تھا قبضہ کر لیا۔ باشندوں کو قتل و غارت کر کے بیس ہزار لڑکوں اور لڑکیوں کو رسید کیا۔ اس کے

Marfat.com

بعد حلب آئے کوہ و بارہ کو لوٹا۔ قتل و غارت کی اور دیار بکر کو بھی تاخت و تاراج کر ڈالا۔[۱۲]

اسلم جیرا جپوری کا یہ بیان صحیح نہیں کہ شام کے علاقے میں رومیوں کی ان دست اندازیوں کے باعث عالم اسلام میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ اندلس میں امیرالمومنین حکم دوئم کو عباسی سلطنت کے مسلمانوں کے حالات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ قاہرہ میں فاطمی خلیفہ ابو تمیم کو کوئی پرواہ نہیں تھی کہ رومیوں کے ہاتھوں شام کے مسلمانوں پر کیا گزرتی ہے۔ ماورا النہر اور خراسان کے سامانی بادشاہ عبدالملک بن نوح کو رومی مسلمانوں کے دفاع کے لئے بغداد کی حکومت کی امداد کرنے کی کوئی حاجت محسوس نہیں ہوئی تھی اور بحرین اور یمامہ کے قرامطیوں کا بظاہر رویہ یہ تھا کہ جہنم میں جائیں عباسی سلطنت کے مغربی علاقوں کے مسلمان۔ انہوں نے اس زمانہ میں شام میں دست اندازیاں کر کے دمشق پر قبضہ کر لیا تھا۔ گویا عالم اسلام اور بین الاقوامی اسلامی اتحاد واخوت کے نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ در اصل 320 ہجری میں بغداد میں خلیفہ القاہر باللہ کی تخت نشینی سے لے کر 363 ہجری میں خلیفہ مطیع کی معزولی تک کے تقریبا" 43 سال کے عرصے میں پانچ عباسی خلیفوں کی سلطنت کی حیثیت ایک لاش کی سی تھی۔ جسے اندرونی اور بیرونی مردار جانور نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ تاریخ کا اٹل قانون یہی تھا اور یہی قانون بروئے عمل آیا۔ عباسی سلطنت اس قانون سے محض اس لئے مستثنیٰ نہیں رہ سکتی تھی کہ اس میں مسلمان بستے تھے۔ جب 320 ہجری میں بغداد میں القاہر باللہ خلیفہ بنا تھا تو اندلس میں امیرالمومنین عبدالرحمن الناصر تھا جو بلاد افریقہ میں فاطمیوں کی خلاف باغیوں کی امداد میں دلچسپی لے رہا تھا۔

Marfat.com

باب : 2

خلیفہ الطائع للّٰہ

بنی بویہ کی باہمی کشمکش اقتدار

خلیفہ مطیع کی معزولی کے وقت بغداد میں دراصل ترک سپہ سالار سبکتگین کی حکومت تھی۔ اور اس کی امداد سے ابوبکر بن مطیع الطائع للّٰہ مسند حکومت پر بیٹھا تھا۔ یہ ایک لونڈی کی اولاد تھا جس کا نام پندار تھا۔ جب سبکتگین نے خلیفہ مطیع کو معزول کر کے اس کی جگہ 15 ذیقعد 363 ہجری کو خلیفہ بنایا تھا تو سبکتگین اس کے خلافتی جلوس کے آگے آگے تھا اور بختیار عزالدولہ اہواز میں تھا جہاں ترکوں اور دیلمیوں میں ہنگامہ کا رزار گرم تھا۔ سبکتگین نے بختیار عزالدولہ کی بغداد سے عدم موجودگی میں بغاوت کر کے دارالخلافت میں ترکوں اور اہل سنت کا غلبہ پیدا کیا تھا۔ اور پرانے فالج زدہ خلیفہ کو معزول کر کے خلیفہ الطائع للّٰہ کو خلافت کی عزت بخشی تھی۔ "بیان کیا جاتا ہے کہ جب اہواز میں عزالدولہ کو بغداد کے ان حالات کا علم ہوا تو اس نے ان ترکوں کو رہا کر دیا جن کو اس نے قید کر رکھا تھا۔ اور ترکوں کی سرداری ایک شخص زادویہ کو دی جو پہلے اہواز کا والی تھا۔ یہ کام کرنے کے بعد عزالدولہ اپنی والدہ اور بھائیوں سے ملاقات کے لئے واسط آ گیا اور یہاں سے اس نے اپنے چچا رکن الدولہ حسن بن بویہ والئی بلاد جبل ورے اور اپنے چچا زاد بھائی فناخسرو عضدالدولہ والی فارس سے امیر سبکتگین کے خلاف امداد طلب کی۔ اس نے جزیرہ کے والی ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ حمدانی اور بطیحہ کے حکمران عمران بن شاہین اور جزیرہ کے فرمانروا ابوتغلب بن حمدان سے بھی مدد مانگی۔ ان میں سے رکن الدولہ نے عزالدولہ کی امداد کے لئے اپنے وزیر الفتح بن عمید کی زیر قیادت فوج بھیجی لیکن عضدالدولہ نے محض اس امید

Marfat.com

میں امداد نہ کی کہ عزالدولہ ناکام ہو جائے گا تو میں خود عراق کا حکمران بنوں گا۔ عمران بن شاہین نے یہ عذر کر کے ٹال دیا کہ میرا لشکر دیلمیوں کے ساتھ میدان جنگ میں جانا پسند نہیں کریگا۔ لیکن ابو تغلب نے اپنے بھائی ابو عبداللہ حسین کو مع ایک فوج کے تکریت کی جانب روانہ کر دیا۔ ابو تغلب نے یہ کاروائی عزالدولہ کی امداد کے لئے نہیں کی تھی بلکہ اس کا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ چنانچہ جب بغداد سے ترک فوج خلیفہ طائع اور اس کے باپ معزول خلیفہ مطیع کو ساتھ لے کر عزالدولہ سے لڑنے کے لئے واسط کی طرف آئی۔ تو ابو تغلب نے بغداد کا راستہ لیا۔ بغداد میں اس وقت عجیب ہل چل مچی ہوئی تھی۔ دن دہاڑے بازار لٹ رہے تھے۔ عوام بے پناہ مصیبت میں مبتلا تھے۔ ابو تغلب نے شہر کی عنان انتظام اپنے ہاتھ میں لیکر عوام الناس کو غنڈوں اور بدمعاشوں اور چوروں سے نجات دلائی۔ اتفاق سے اس وقت امیر سبکتگین کا دیر عاقول کے مقام پر انتقال ہو گیا اور ترکوں نے اس کی جگہ افتگین کو اپنا سردار بنایا جو عزالدولہ کا آزاد غلام تھا۔ افتگین نے واسطہ کا محاصرہ کیا جو پچاس دن تک جاری رہا۔ اس دوران عزالدولہ کی بار بار کی استدعا پر عضدالدولہ ایک لشکر لے کر فارس کی جانب سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس کے باپ کے وزیر ابوالفتح کا لشکر بھی اسے مل گیا اور ان دونوں لشکروں نے واسط کا رخ کیا۔ افتگین کو عزالدولہ کے لئے اتنے بڑے امدادی لشکر کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ واسط چھوڑ کر چلا گیا اور ابو تغلب نے بغداد سے موصل کا راستہ لیا۔ عضدالدولہ نے واسط میں پہنچ کر ذرا دم لیا۔ اور پھر وہ مشرقی بغداد کی جانب چل پڑا۔ جبکہ عزالدولہ غربی بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ دونوں بھائیوں نے بغداد پہنچ کر چاروں طرف سے ترکوں کا محاصرہ کر لیا عزالدولہ نے عین التمر کے قبیلہ بنو شیبان کے رئیس ضبہ بن محمد اسدی اور ابو تغلب بن حمدان سے کہا کہ وہ شہر کو غلہ کی سپلائی روک دیں اور شہر کے مضافات میں لوٹ مار کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ نتیجہ کے طور پر بغداد میں بہت گرانی ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹنے لگے۔ عوام الناس نے افتگین کا مکان لوٹ لیا۔ افتگین گھبرا گیا۔ محاصرہ توڑنے کی غرض سے لڑنے کو نکلا تو عضدالدولہ نے اسے شکست دی۔ بہت سے ترک میدان جنگ میں مارے گئے اور جو گرفتار ہوئے ان کا خون مباح کر دیا گیا۔ باقی ماندہ نے تکریت جاکر دم لیا اور خلیفہ طائع کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ جمادی الاول 364 ہجری میں عضدالدولہ بغداد میں داخل ہوا۔ اس نے تکریت میں

Marfat.com

ترکوں سے خط و کتابت کی جس کے نتیجے میں ماہ رجب میں خلیفہ بغداد واپس آیا"۔[1]

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو فنا خسرو عضدالدولہ نے اپنے چچا زاد بختیار عزالدولہ کے لشکر میں بغاوت کرا دی اور چوتھے روز اس نے عزالدولہ اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کر کے نظر بند کرا دیا۔ عضدالدولہ کا ابتداء ہی سے پروگرام یہی تھا۔ وہ اپنے چچا زاد عزالدولہ سے عراق کی حکومت چھیننا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کی اس خواہش میں نہ تو اسلامی اخوت اور نہ ہی رشتہ داری حائل ہوئی اور وہ باآسانی بغداد پر قابض ہو گیا۔ اس زمانے میں بختیار عزالدولہ کا ایک بیٹا مرزبان بصرہ کا والی تھا۔ اس نے عضدالدولہ کی اطاعت قبول نہ کی اور عضدالدولہ کے باپ رکن الدولہ حسن بن بویہ کو شکایت لکھ بھیجی۔ رکن الدولہ کو شکایت نامہ موصول ہوا تو اسے اپنے بیٹے کی بد عہدی پر اتنا غصہ آیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا اور یہ بات پورے عراق میں پھیل گئی۔ عضدالدولہ نے بغداد میں اقتدار سنبھالنے کے بعد بختیار عزالدولہ کے ایک سابق وزیر محمد بن بقیہ کو واسط کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ جب اس بات کا بقیہ کو پتہ چلا کہ عضدالدولہ کی یہ حرکت رکن الدولہ کو پسند نہ آئی ہے تو نہ صرف وہ خود عضدالدولہ کی اطاعت سے منحرف ہو گیا بلکہ اس نے بطیحہ کے حکمران عمران بن شاہین اور اہواز کے گورنر سہل بن بشر کو بھی سرکشی پر آمادہ کر لیا۔ اور اس طرح عضدالدولہ کے خلاف پورے عراق میں بغاوت پھیل گئی۔ عضدالدولہ نے اس صورت حال کے پیش نظر ایک معذرت نامہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ عزالدولہ میں سیاست اور ملک داری کی قدرت نہ تھی۔ اگر میں دست اندازی نہ کرتا تو یقیناً" حکومت' خلافت بنی بویہ کے قبضہ اقتدار سے نکل جاتی[2] گویا سوال بنی بویہ کے اقتدار کا تھا۔ اس میں اسلام یا اسلامی اتحاد کو کوئی سوال نہ تھا۔ "رکن الدولہ نے اس معذرت نامہ کا بڑا سخت جواب دیا۔ یہ جوابی خط لے کر ابوالفتح بغداد آیا تو عضدالدولہ نے ابوالفتح کی رائے کے مطابق فارس جانے کا قصد کیا۔ اس نے عزالدولہ کو جیل سے نکال کر پھر حکومت کی کرسی پر اس شرط پر بٹھایا کہ اس کی طرف سے عراق میں نائب کی حیثیت سے کام کرے۔ خطبہ اسی کے نام کا پڑھا جائے۔ اور اس کے بھائی ابو اسحاق کو سپہ سالار اعظم کیا جائے۔ جب فنا خسرو فارس روانہ ہو گیا تو بختیار عزالدولہ نے ان شرائط کو فورا" ہی فراموش کر دیا اور وہ محمد بن بقیہ کو اپنا وزیر مقرر کر کے عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔ 366 ہجری میں رکن الدولہ کا انتقال ہوا

Marfat.com

تو اگرچہ اس نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے فنا خسرو عضدالدولہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا تا ہم بختیار عزالدولہ اور اس کے وزیر ابن بقیہ نے رکن الدولہ کے اراکین سلطنت اور امراء لشکر سے سازش شروع کر دی اور ابو تغلب بن حمدان اور عمران بن شاہین سے عضدالدولہ کے خلاف امداد مانگی۔ فنا خسرو عضدالدولہ کو پتہ چلا تو وہ لشکر لے کر عراق کی طرف کوچ کر گیا۔ اہواز میں بختیار عزالدولہ اور فنا خسرو عضدالدولہ کی لڑائی ہوئی۔ بختیار عزالدولہ کو شکست ہوئی اور واسط کی طرف بھاگا۔ فناخسرو نے قبائل مضر کی تحریک پر ایک فوجی دستہ بصرہ بھیجا۔ جہاں ان دنوں دو گروہ قابض تھے۔ ایک مضر اور دوسرا ربیعہ۔ ان دونوں گروہوں میں ایک سو بیس برس سے قبائلی تنازعہ تھا۔ فناخسرو عضدالدولہ نے قبائل مضر کی امداد سے شہر پر قبضہ کرنے کے بعد ان دونوں گروہوں میں مصالحت کرا دی۔ 367 ہجری کے اوائل میں عضدالدولہ نے اپنے باپ کے وزیر ابوالفتح عمید کو گرفتار کر کے پہلے اس کی ناک کٹوائی اور پھر اسے اندھا کرا دیا۔ الزام یہ تھا کہ اس نے بختیار عزالدولہ سے سازش کر لی تھی۔ اس کے بعد عضدالدولہ' بختیار عزالدولہ کو امان دینے کے بعد لڑائی کے بغیر بغداد میں داخل ہوا۔ اس نے وزیر محمد بن بقیہ کو طلب کیا تو بختیار عزالدولہ نے اس کی آنکھیں نکلوا کر عضدالدولہ کے پاس بھیج دیا اور خود بغداد کو خیرباد کہہ کر شام کی طرف چلا گیا۔ جامع مسجد میں فنا خسرو عضدالدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور دروازہ پر تین بار نوبت بجائی گئی۔ یہ ایک جدید رسم تھی جو بغداد میں ادا کی گئی۔ اس سے پیشتر کوئی اس سے واقف نہ تھا۔ ابن بقیہ کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اسے ہاتھی کے آگے مشکیں باندھ کر ڈال دیا جائے چنانچہ ہاتھی نے اسے اپنے پاؤں کے نیچے روند کر اس کا جسم پاش پاش کر دیا۔ بختیار عزالدولہ تکریت پہنچا۔ وہاں سے اس نے والی موصل ابو تغلب کے ساتھ سازش کی اور ان دونوں نے بیس ہزار کا لشکر لیکر بغداد پر چڑھائی کر دی۔ فناخسرو عضدالدولہ نے ان دونوں کو شکست دی۔ بختیار عزالدولہ گرفتار ہوا۔ فناخسرو عضدالدولہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح بختیار عزالدولہ تقریباً" گیارہ سال عراق پر حکومت کرنے کے بعد راہی ملک عدم ہو گیا اور اس کا چچا زاد بھائی فنا خسرو عضدالدولہ کی عراق پر حکومت کرنے کی تمنا پوری ہوئی۔ ذیقعد 367 ہجری میں عضدالدولہ نے موصل پر قبضہ کر لیا اور ابو تغلب نے بھاگ کر بادشاہ روم کی سلطنت میں پناہ لی۔ پھر ایک سال میں عضدالدولہ نے عراق کے سارے

Marfat.com

شہروں اور قصبات پر تسلط جما لیا۔ لیکن زیادہ دیر حکومت نہ کرنے پایا۔ ماہ شوال 372 ہجری میں انتقال کر گیا"۔[1]

طبقات ناصری میں ہے کہ "فناخسرو عضدالدولہ نے سامانیوں کے ساتھ عہد نامہ کر لیا تھا جس کے مطابق عراق کے کوہستانی علاقے طبرستان تک انہیں دے دیے۔ اور ان کے بدلے میں روزانہ ایک ہزار دینار سرخ لیتا تھا۔ اس نے ملک کا انتظام بڑی مستعدی اور عالی ہمتی سے کیا۔ موت سے بہت ڈرتا تھا۔ مثلاً کوئی شخص اس کے سامنے گور دشتی (عمار صحرائی) کا نام نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ اس نام میں گور شامل تھا۔ جہاں جہاں قبرستان تھے حکم دے دیا تھا کہ ان کی بیرونی دیواریں بلند کر دی جائیں۔ اور کوئی قبر نظر نہ آئے۔ عضدالدولہ کے جاہ و جلال کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وفات کے بعد اس کے توشہ خانے سے سات ہزار رومال اور کمر بند نکلے جو بڑے بیش قیمت تھے۔ یہ رومال دینا کتاق اور مصری توزی کے بنے ہوئے تھے۔ یہ پورا سامان بادشاہوں کے لائق تھا۔ عضدالدولہ ان سے ہاتھ' منہ اور ناک صاف کرتا تھا۔ ان کی قیمت کا اندازہ پچاس ہزار دینار کیا گیا تھا۔ عضدالدولہ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے فرمان اور احکام مہریں لگا کر میر منشی کے حوالے کر دیے اور ہدایت کی کہ اپنی قابلیت اور صوابدید کے مطابق انہیں جاری کرے۔ ان پر عمل کرائے اور اس کی وفات کی خبر لوگوں تک نہ پہنچنے دے۔ چنانچہ چار مہینے تک اس کی وفات کی خبر مخفی رہی۔ اس کی نعش کو روزانہ تخت پر بٹھا دیتے لوگ دور سے دیکھ کر مطمئن ہو جاتے اور سمجھ لیتے کہ وہ زندہ ہے اور معمول کے مطابق کام کر رہا ہے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے اس نے حکم دیا کہ مجھے زمین پر لٹا دو۔ چنانچہ وہ خاک پر لوٹتا ہوا بار بار کہتا رہا "میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال اور برباد ہوئی میری سلطنت" اسی حالت میں جاں بحق ہوا۔ یہ رمضان 372 ہجری کا واقعہ ہے۔ عضدالدولہ کی وفات پر خلیفہ الطائع للہ نے اس کے بیٹے مرزبان کو صمصام الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ اور باپ کا منصب اس کے حوالے کر دیا۔ خلیفہ اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ کشتی میں بیٹھ کر فنا خسرو کے محل میں پہنچا۔ مرزبان کے پاس تعزیت کی۔ خلعت' اعزازات سے نوازا اور انتظامی امور اس کے حوالے کر دیے۔ اس کا احترام بہت بڑھایا۔[2] جلال الدین سیوطی لکھتا ہے کہ "عضدالدولہ کے زمانے میں جیسی خلافت ضعیف ہوئی کسی کے زمانے (عہد) میں ضعیف نہیں ہوئی۔ اور

Marfat.com

جیسی تقویت عضد الدولہ کو حاصل ہوئی کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اب ہمارے عہد میں تو یہ حال ہو گیا ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں خلیفہ نائب سلطنت کے گھر مبارکباد دینے آتا ہے اور زیادہ سے زیادہ جو تعظیم سلطان خلیفہ کی کرتا ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے اجلاس سے اٹھ کر خلیفہ کے ساتھ دوسری جگہ جا بیٹھتا ہے۔ پھر خلیفہ اسی طرح چلا جاتا ہے اور نائب سلطنت پھر اپنی جگہ آ بیٹھتا ہے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ سلطان اشرف کو جب دشمن سے جنگ لڑنے کے لئے مقرر کیا تو خلیفہ دربانوں کی طرح سوار ہو کر آگے آگے چلتا تھا۔ ہیبت و عظمت جتنی تھی نائب سلطنت کی تھی۔ خلیفہ کو کوئی نہ پوچھتا تھا۔ اور وہ صرف معمولی امیروں کی طرح نظر آتا تھا۔ 372 ہجری میں عضد الدولہ مر گیا۔ طائع نے اسکی جگہ اس کے بیٹے صمصام الدولہ کو مقرر کیا اور شمس الملک اسے خطاب دیا۔ اور سات خلعتیں عطا فرمائیں اور تاج پہنایا اور دو جھنڈے عطا کئے"۔[۵]

"صمصام الدولہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد اپنے دو بھائیوں ابوالحسین احمد اور ابو طاہر فیروز شاہ کو سند حکومت عنایت کر کے فارس کی جانب روانہ کیا اس کے تیسرے بھائی شرف الدولہ کو یہ خبر لگی تو اس نے کرمان سے فارس تک آتش بغاوت بھڑکا دی۔ مگر اتفاق سے ابوالحسن اور ابو طاہر بر وقت کرمان پہنچ گئے۔ اور انہوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ کچھ عرصہ یہ دونوں اہواز میں رہے۔ بعد ازاں ابوالحسین نے اپنے بھائی صمصام الدولہ کے نام کا خطبہ موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور تاج الدولہ کا لقب اختیار کیا۔ صمصام الدولہ نے اس کی سرکوبی کے لئے علی بن دنقش (یہ عضد الدولہ کا حاجب تھا) کو بھیجا۔ تاج الدولہ نے شرف الدولہ سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ علی کو شکست ہوئی اور ابوالحسین نے اہواز اور رام ہرمز پر قبضہ کر لیا"۔[۶]

375 ہجری میں "دیلم کا ایک نامور سپہ سالار اسفار بن کردویہ بغداد میں شرف الدولہ کی حکومت کی دعوت دینے لگا۔ لشکر بغداد کا کثیر حصہ مائل ہو گیا۔ سب نے متفق ہو کر یہ رائے قائم کر لی کہ ابو نصر عضد الدولہ کو اس کے بھائی شرف الدولہ کی جانب سے بطور نائب کے امارت کی کرسی پر متمکن کرنا چاہیئے۔ صمصام کو پتہ چلا تو اس نے امراء لشکر سے خط و کتابت کی۔ اس سے ان لوگوں کی سرکشی اور سرتابی اور بڑھ گئی۔ فولاد ابن مابدرار جو اسفار کے پیرووں میں سے تھا لڑائی پر اٹھ کھڑا ہوا۔ صمصام نے بھی اپنے ساتھیوں کو جنگ

Marfat.com

کا حکم دے دیا۔ فریقین میں گھسان کی لڑائی ہوئی میدان صمصام کے ساتھیوں کے ہاتھ رہا۔ ابو مفصل (ابونصر) گرفتار ہو کر اپنے بھائی صمصام الدولہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ اسی اثناء میں اس کا وزیر ابن سعدان بھی آ گیا۔ اور اسے اس جرم میں کہ یہ بھی اس کا شریک تھا مار ڈالا گیا۔ اسفار نے ابوالحسین بن عضدالدولہ کے پاس جا کر دم لیا۔ اور دیلمی شرف الدولہ کے پاس چلے گئے۔ اس طرح شرف الدولہ کی قوت بڑھ گئی اور اس نے اھواز اور بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ دونوں شہر اس کے دو بھائیوں ابو حسین اور ابو طاہر کے پاس تھے۔ اس نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔ صمصام الدولہ نے مصالحت کا پیام بھیجا اور اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ عراق میں شرف الدولہ کا خطبہ پڑھا جائیگا۔ خلیفہ طائع کی جانب سے اس کو خلعت اور القاب بھیجے گئے۔ شرف الدولہ نے واسط کا رخ کیا اور اس پر با آسانی قابض ہو گیا۔ صمصام الدولہ نے اپنے بھائی ابو نصر کو جو اس کے پاس قید تھا رہا کر کے عذر خواہی کی غرض سے شرف الدولہ کے پاس واسط روانہ کیا۔ مگر شرف الدولہ نے پہلے تو اس کی عزت کی لیکن کچھ عرصہ بعد اسے گرفتار کر کے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ صمام الدولہ اپنے چچا فخرالدولہ سے مدد لینے اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں شرف الدولہ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مگر پھر دونوں میں ملاقات ہوئی اور صلح ہو گئی۔ شرف الدولہ نے پہلے تو اس کی عزت افزائی کی مگر پھر اسے گرفتار کر کے بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ صمصام الدولہ بھی مقید اس کے ساتھ تھا۔ اس وقت بغداد میں ترکوں اور دیلمیوں کے مابین جھگڑا ہو رہا تھا۔ چونکہ دیلمیوں کی تعداد 15 ہزار تھی اور ترک صرف تین ہزار تھے اس لئے دیلمیوں نے ترکوں کو دبا لیا تھا۔ جوں ہی شرف الدولہ بغداد میں داخل ہوا دیلمیوں نے صمصام الدولہ کو حکومت و ریاست پر دوبارہ مقرر کرنے کی کوشش کی۔ دوسرا فریق مخالف ہو گیا۔ دونوں میں جنگ چھڑ گئی آخر کار دیلمیوں نے ترکوں کو مار بھگایا۔ اکثر و بیشتر مارے گئے۔ مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ باقی ماندہ ترک شرف الدولہ سے جا ملے۔ خلیفہ طائع ملنے کو آیا۔ فتحیابی پر مبارک باد دی۔ اسے ولی عہد سلطنت مقرر کیا۔ تاج عطا کیا اور عہد نامہ لکھا۔ اس کے بعد شرف الدولہ نے ترکوں اور دیلمیوں میں صلح کرا دی"[24] منہاج سراج کا بیان ہے کہ "شرف الدولہ کا نام ابولفوارس ماکان بن فغا خسرو تھا۔ فغا خسرو عضدالدولہ کے عہد میں کرمان کا امیر تھا۔ جب اسے باپ کی وفات اور اپنے بھائی کی بغداد میں عزت افزائی کی اطلاع ملی تو وہ

Marfat.com

فارس، اہواز اور بصرہ پر قبضہ کرنے کے بعد بغداد کی جانب بڑھا۔ صمصام الدولہ مرزبان کو بھائی کے عزائم کی اطلاع ملی تو وہ بغداد سے فرمانبرداری کا فیصلہ کر کے ابو الفوارس کے پاس پہنچا لیکن ابوالفوارس ماکان نے بھائی کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی۔ پھر ترکوں اور دیلمیوں کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔ ترکوں نے بغداد پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور چار ہزار دیلمی موت کے گھاٹ اتار دیے۔ چند روز کے بعد ابوالفوارس نے ترکوں کا تختہ الٹ دیا اور بغداد پر قابض ہو گیا۔ امیرالمومنین طائع للہ نے اسے شرف الدولہ کا لقب عطا کیا۔" گزشتہ تقریباً" پچاس سال ترکوں اور دیلمیوں میں حصول اقتدار یا تحفظ اقتدار کے لئے اپنے بھائیوں کو قتل کرنے یا انہیں اندھا کرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ مسلمانوں کی بعد کی تاریخ میں ایک ایسی روایت بن گیا جس سے شاذ و نادر ہی انحراف ہوتا تھا۔ اگرچہ قرون وسطیٰ میں یہ وحشیانہ روایت صرف مسلمان حکمرانوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ یورپ، ہندوستان، چین اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں بھی اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا تھا۔ لیکن مسلمان حکمرانوں میں یہ روایت زیادہ گھناؤنی اس لئے نظر آتی تھی کہ یہ حکمران اپنی اس درندگی و وحشت اور بربریت کے باوجود اسلامی اخلاق، اسلامی اخوت، اسلامی اتحاد اور اسلامی مساوات کے بھی علم بردار بنتے تھے۔ اور بیشتر علماء اور فقہاء ان حکمرانوں کے حق میں فتوے صادر کر دیتے تھے جو کشمکش اقتدار میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جاتے تھے۔

379 ہجری میں شرف الدولہ ابولفوارس استسقا کے مرض میں مبتلا ہوا اور کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ اس کی مدت امارت دو برس آٹھ مہینے تھی۔ وہ اپنے بھائی ابو نصر کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے گیا تھا۔ خلیفہ طائع تعزیت کے لئے اس کے گھر گیا۔ پھر ابو نصر دربار خلافت میں حاضر ہوا امراء اور وزراء موجود تھے۔ طائع نے نصر کو سات خلعتیں دیں۔ سب سے اوپر کی سیاہ تھی اور سیاہ عمامہ عنائت کیا۔ گلے میں بہت بڑا ہار ڈالا۔ ہاتھ میں کنگن پہنائے۔ اس کے سامنے حاجب تلواریں برہنہ کئے جاتے تھے۔ پھر اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ عہد نامہ پڑھا گیا۔ طائع نے اسے بہاؤ الدولہ و ضیاء الملت کا خطاب دیا۔ بہاؤ الدولہ نے ابو منصور بن صالحان کو عہدہ وزارت پر بحال رکھا۔ اور ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ حمدانی کے بیٹوں ابو طاہر ابراہیم اور ابو عبداللہ حسین کو امارت موصل پر روانہ کیا۔

Marfat.com

بعد میں اس نے اپنے فیصلے کو بدلنے کی کوشش کی مگر ابو طاہر اور ابو عبداللہ اہل شہر کی امداد سے اس پر قابض ہو گئے۔ اس دوران بہاؤالدولہ کا بھتیجا ابو علی بن شرف الدولہ فارس میں باغی ہو گیا۔ بہاؤ الدولہ نے کسی فریب سے ابو علی کو بغداد بلایا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس سے ترکوں اور دیلمیوں میں لڑائی ہو گئی۔ پانچ روز تک خونریزی ہوتی رہی۔ آخر کار ترکوں کو دیلم پر فتح ہوئی اور ترکوں کے شان و شوکت اور رعب و داعب بڑھ گیا 380 ہجری میں بہاؤالدولہ اپنے بھائی صمصام الدولہ سے لڑائی کے لئے بلاد فارس گیا۔ دو ایک لڑائیوں کے بعد فریقین میں صلح ہو گئی۔ شرائط یہ تھیں کہ (1) بلاد فارس اور ارجان صمصام الدولہ کے قبضہ میں رہیں (2) خوزستان اور عراق پر بہاؤالدولہ قابض رہے۔ یہ مصالحت ہو جانے کے بعد بہاؤالدولہ واپس بغداد چلا آیا تو اس وقت شہر میں اہل سنت و الجمات اور شیعوں کے درمیان جھگڑا ہو رہا تھا۔ لوٹ مار اور قتل و غارت کی گرم بازاری تھی۔ بہاؤ الدولہ نے دونوں میں مصالحت کرا دی۔ تھوڑے دنوں میں بہاؤالدولہ کا خزانہ خالی ہو گیا۔ لشکریوں نے تنخواہ نہ ملنے پر شور و غل مچایا۔ بہاؤالدولہ سے کچھ بن نہ پڑا۔ اپنے وزیر ابو منصور کو گرفتار اور معزول کرنے کی فکر کرنے لگا۔ ابو الحسین بن معلم نے اس کے اس ارادے کی تائید کی تو وہ ایک دن لشکر لے کر قصر خلافت میں گیا۔ خلیفہ اس وقت دربار عام میں تھا۔ بہاؤالدولہ مسند خلافت کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا۔ سپہ سالاران لشکر اور امراء دولت جوق در جوق آ رہے تھے اور خلیفہ کی دست بوسی کرتے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک دیلمی سردار نے پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھر کیا تھا۔ قصر خلافت لٹنے لگا۔ عوام الناس نے بھی لوٹ مار شروع کر دی۔ خلیفہ طائع کو کشاں کشاں بہاؤالدولہ کے مکان پر پہنچایا گیا اور وہاں اس کی معزولی کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ واقعہ رجب 381 ہجری (991ء) کا ہے۔ خلیفہ طائع نے اپنی معزولی کے اعلان کے ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ اس کا جانشین ابوالعباس احمد بن اسحاق بن مقتدر ہو گا۔ تمام اکابر و اشراف کی اس بات پر شہادتیں ہو گئیں۔ طائع کی مدت خلافت تقریباً" سترہ سال آٹھ ماہ تھی۔

Marfat.com

باب : 3

خلیفہ القادر باللہ

بنی بویہ کی باہمی خانہ جنگیاں اور زوال

خلیفہ طائع کی معزولی کے وقت ابوالعباس بطیحہ میں پناہ گزین تھا۔ اسے وہاں سے بلایا گیا اور وہ 12 رمضان 381 ہجری کو مسند خلافت پر بیٹھا۔ وہ ایک لونڈی کے بطن سے تھا جس کا نام تمنی تھا۔ بعض مورخین نے اس کا نام دمنہ لکھا ہے۔ ابوالعباس نے اپنے لئے القادر باللہ کا لقب اختیار کیا۔ ذہبی کہتا ہے کہ اس کی خلافت کے شروع سال میں ہی ایک مجلس عظیم منعقد ہوئی۔ القادر باللہ اور بہاؤالدولہ دونوں نے آپس میں وفاداری کی قسمیں کھائیں۔ القادر نے اسے اپنے تمام ملک کا حاکم بنا دیا۔ مگر اہل خراسان نے اس کے نام کا خطبہ نہ پڑھا اور بدستور خلیفہ طائع کی بیعت پر قائم رہے۔

اس وقت صمصام الدولہ بن عضدالدولہ فارس کا حکمران تھا۔ وہ اندھا ہونے کے باوجود حکمرانی کرتا تھا کیونکہ بہاؤالدولہ بن فیروز بن فناخسرو عضدالدولہ کے ساتھ اس کا معاملہ اس طرح طے ہوا تھا۔ اسے شرف الدولہ ابو الفوارس ماکان بن فناخسرو عضدالدولہ نے بغداد کی حکومت سے الگ کر دیا ہوا تھا۔" 383 ہجری میں ابو العلا عبداللہ بن فضل کو اہواز روانہ کیا اور یہ ہدایت کی مناسب موقع پر فارس پر حملہ کر دینا۔ صمصام الدولہ کو اس منصوبہ کا پتہ چل گیا تو وہ لشکر جمع کر کے خوزستان کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت بہاؤ الدولہ کی فوج ابوالعلاء کے پاس پہنچی تو صمصام الدولہ اور ابوالعلاء میں سخت لڑائی ہوئی۔ ابوالعلاء کو شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر صمصام الدولہ کے رو برو پیش ہوا۔ صمصام الدولہ نے اسے رہا کر دیا۔ لیکن بہاؤ الدولہ کو صبر نہ آیا اور اس نے اپنے وزیر ابوالنصر بن سابور کو فراہمی مال

Marfat.com

کی غرض سے واسط روانہ کیا۔ ابونصر کو موقع مل گیا اور وہ مہذب الدولہ حاکم بطیحہ کے پاس چلا گیا۔ اس پر دیلمیوں نے بغداد میں شورو غل مچایا اور بات بات پر مخالفت کرنے لگے۔ دارالوزارت کو لوٹ لیا۔ بہاؤ الدولہ نے گھبرا کر قلمدان وزارت ابوالقاسم بن احمد کے سپرد کیا۔ ابوالقاسم اس ذمہ داری کا متحمل نہ ہوا اور کام چھوڑ کر بھاگ گیا۔ تب بہاؤالدولہ نے ابو نصر کو بلا کر عہدہ وزارت اس کے سپرد کیا۔ اس نے اپنی حکمت عملی سے دیلمیوں کے جوش کو فرو کیا اور باہم مصالحت ہو گئی۔ اس کے بعد 384 ہجری میں بہاؤالدولہ نے طغان ترکی کی زیر قیادت ایک لشکر اہواز کی جانب روانہ کیا۔ جب لشکر سوس پہنچا تو صمصام الدولہ کے عمال شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ طغان نے پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ اس کے لشکر میں ترکوں کی اکثریت تھی۔ صمصام الدولہ کو اس شکست سے بہت ندامت ہوئی۔ اس نے لشکر جمع کر کے طغان پر حملہ کرنے کی غرض سے اہواز کی طرف قدم بڑھایا راستہ میں مڈ بھیڑ ہو گئی۔ فریقین جی توڑ کر لڑے۔ تمام رات خونریزی ہوتی رہی۔ بہت سے دیلمی مارے گئے۔ بہاؤالدولہ واسط سے اہواز آیا اور طغان کو فوجی امداد دے کر واپس ہوا۔ صمصام الدولہ فارس جا پہنچا۔ جس قدر ترک ساتھ آئے سب کو قتل کر ڈالا۔ باقی ماندہ چھپ چھپا کر کرمان پہنچے۔ اور پھر بادشاہ سندھ کی خدمت میں پہنچ کر اس کے ملک میں آباد ہونے کی اجازت کی درخواست دی۔ بادشاہ سندھ نے پہلے تو اجازت دے دی لیکن بعد میں اس نے انہیں چن چن کر مار ڈالا۔ ان واقعات کے بعد صمصام الدولہ نے اہواز پر پھر یلغار کی۔ بہاؤالدولہ یہ سن کر خوزستان پہنچ گیا اور اشکین کو اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ جو ان دنوں رام ہرمز پر حکومت کر رہا تھا۔ جب کمک آ گئی تو بہاؤالدولہ نے اہواز کو صمصام الدولہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ اہواز سے بہاؤالدولہ نے بصرہ کا رخ کیا۔ اس موقع پر تقریباً" چار ہزار دیلمی امان حاصل کر کے علا بن حسین کے پاس چلے گئے۔ علا نے ان لوگوں کو ایک سپہ سالار شکرستان کے ساتھ بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ بہاؤالدولہ کی فوج مقیم بصرہ سے مقابلہ ہوا۔ اہل شہر نے شکرستان سے سازش کر لی۔ ان شہریوں کا پیشوا ابوالحسن بن ابی جعفر علوی تھا۔ شکرستان کو اس کی امداد سے کامیابی حاصل ہوئی۔ بہاؤالدولہ اپنی فوج کے ساتھ بصرہ تک نکل گیا۔ اس نے مہذب الدولہ والی بطیحہ کو بصرہ پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی مہذب الدولہ اس لالچ میں آ گیا اور اس نے حملہ کر کے شکرستان کو

Marfat.com

شکست دی اور بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد شکرستان نے جوابی حملہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں آخرکار مصالحت اس شرط پر ہوئی کہ شکرستان مہذب الدولہ کا مطیع رہے گا۔ اور اس کے نام کا خطبہ پڑھے گا۔ مزید اطمینان کے لئے اس نے اپنے لڑکے کو مہذب الدولہ کے پاس بھیجا۔ پھر شکرستان بصرہ پر قابض ہو کر صمصام الدولہ' بہاؤالدولہ اور مہذب الدولہ تینوں کی اطاعت کا اظہار کرنے لگا۔ بہاؤ الدولہ اور صمصام الدولہ کے مابین اقتدار کی ان جنگوں سے یہ واضح تھا کہ ہوس اقتدار دینی' اخلاقی اور معاشرتی اقدار سے بالا تر ہے۔ ان جنگوں میں ترکوں اور دیلمیوں کے درمیان نسلی یا قومیتی تضاد بھی نمایاں تھا۔ اس تضاد کا مذھب سے صرف یہ تعلق تھا کہ ترک اہلسنّت تھے اور دیلمی شیعہ تھے۔

"ان لڑائیوں کے بعد صمصام الدولہ کا گورنر خوزستان مرگیا تو اسکی جگہ ابو علی اسماعیل بن استاذ ہرمز کو گورنر مقرر کیا گیا۔ وہ جندیسابور میں پہنچا تو بہاؤالدولہ کے ساتھیوں نے اسے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ اور ادھر ترکوں نے حدود خراسان میں بغاوت کر دی۔ مجبوراً" ابو علی واسط واپس آگیا۔ 388 ہجری میں ابو علی صمصام الدولہ سے منحرف ہو گیا اور اس نے بہاؤالدولہ کی اطاعت قبول کر لی بہاؤالدولہ نے اس کی عزت افزائی کی اور اس کو قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد بہاؤالدولہ نے ابو علی کو ابن مکرم کو زیر کرنے کے لئے مکرم بھیجا۔ ابو علی وہاں پہنچا تو بہاؤالدولہ سے باغی ہو گیا۔ بہاوالدولہ نے کردوں کے ایک سردار بدر بن حسنویہ سے اس کے خلاف مدد مانگی۔ لیکن ابھی وہ لڑائی نہیں ہوئی تھی کہ صمصام الدولہ مر گیا۔ اس پر کردوں کے ایک گروہ نے دیلمیوں کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا۔ لڑائی میں صمصام الدولہ کو شکست ہوئی تھی وہ پکڑا گیا تھا اور ماہ ذی الحجہ 388 ہجری میں کردوں نے اسے قتل کر ڈالا تھا۔ اس نے اندھا ہونے کے باوجود فارس پر نو برس حکومت کی تھی۔ صمصام الدولہ کے قتل کے بعد بختیار عزالدولہ بن معزالدولہ احمد بن بویہ کے دو بیٹوں ابوالقاسم اور ابو نصر نے با آسانی بلاد فارس پر قبضہ کر لیا۔ انہیں صمصام الدولہ نے اپنے قلعہ میں قید کر رکھا تھا۔ انہیں محافظین نے جیل سے رہا کر دیا تھا۔ اور انہوں نے صمصام الدولہ کے خلاف کردوں اور دیلمیوں کی قیادت کی تھی۔ انہوں نے فارس پر قبضہ کرنے کے بعد ابوعلی کو اہواز میں دیلمیوں کی بیعت اطاعت لینے اور بہاوالدولہ کے خلاف جنگ کرنے کو لکھا۔ مگر ابو علی بہاوالدولہ سے مل گیا اور دیلمیوں نے بھی بہاؤالدولہ

Marfat.com

کی اطاعت کر لی۔ چنانچہ بہاوالدولہ نے سوس' اہواز اور رام ہرمز پر قبضہ کر لیا۔ ابو نصر بلاد دیلم بھاگ گیا اور ابو القاسم نے بطیحہ میں جا کر پناہ لی۔ ابو نصر نے بلاد دیلم میں پہنچ کر ان دیلمیوں سے خط و کتابت کی جو فارس اور کرمان میں مقیم تھے۔ جب اسے ان کی حمایت حاصل ہو گئی تو فارس پر حملہ آور ہوا اور کرمان پر قبضہ کر لیا۔ بہاؤ الدولہ نے موفق بن علی بن اسماعیل کو لشکر دے کر بھیجا۔ موفق نے ابو نصر کو شکست دے کر اسے قتل کر ڈالا۔ اس طرح فارس پر بہاؤ الدولہ کا قبضہ ہوا تو کچھ عرصہ وہ وہیں مقیم رہا اور اس نے خوزستان اور عراق پر ابو جعفر بن ہرمز کو مامور کیا۔ ابو جعفر بغداد پہنچا تو خلیفہ قادر باللہ نے اسے عمیدالدولہ کا لقب دیا۔ لیکن یہ بہت برا حاکم ثابت ہوا۔ اس نے لوگوں پر بہت ظلم کئے جس کی وجہ سے شہر کا نظم و نسق بگڑ گیا۔ اہل کرخ اور اہل سنت و الجماعت کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور غنڈوں اور بدمعاشوں کی گرم بازاری ہو گئی۔ تب بہاؤالدولہ نے اس کو 390 ہجری میں معزول کر دیا اور اس کی جگہ ابو علی حسن بن استاذ ہرمز کو مامور کیا۔ خلیفہ نے اسے عمیدالجیوش کا لقب دیا۔ اس نے خوش انتظامی سے کام لیا۔ حالات کچھ درست ہوئے ہی تھے کہ بہاو الدولہ نے 391 ہجری میں اسکی جگہ ابو نصر بن سابور کو مامور کیا۔ ترکوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ ابو نصر بھاگ گیا۔ اہل سنت و الجماعت اور اہل کرخ کے مابین پھر کشیدگی پیدا ہو گئی۔ ترک اہل سنت کے ساتھ تھے[1]۔ سیوطی کا بیان ہے کہ "شہر بغداد میں شیعہ سنی فساد 398 ہجری میں ہوا۔ قریب تھا کہ اس میں شیخ ابو حامد اسفرائنی مقتول ہو جائیں۔ شیعوں نے بغداد میں "یاحاکم" اور "یا منصور" کے نعرے مارنے شروع کئے۔ آخر القادر باللہ نے فساد کو رفع کیا اور اپنے اردلی سواروں کو اہل سنت کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ جنہوں نے جاکر شیعوں کی سرکوبی کی"[2]۔

بغداد میں شیعہ سنی فساد کی سیاسی وجہ یہ تھی کہ اس وقت مصر میں دولت فاطمیہ کو بہت استقلال و استحکام ہو گیا تھا۔ جبکہ عراق کی سلطنت عباسیہ کے علاقے میں کئی خود مختار سلطنتیں وجود میں آ چکی تھیں۔ مثلاً 380 ہجری میں دیار بکر میں ابو علی بن مروان نے دولت مروانیہ کی بنیاد ڈالی جو 478 ہجری تک قائم رہی۔ 382 ہجری میں موصل میں بنی حمدان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ 384 ہجری میں خراسان میں بنی سامان کا نام و نشان جاتا رہا اور بنی سبکتگین کے اقتدار کا آغاز ہوا۔ 348 ہجری میں کردستان میں حسنویہ کی سرکردگی میں کردوں

Marfat.com

کی مملکت قائم ہوئی۔ 389 ہجری میں ماوراءالنہر سے بنی سامان کی حکومت جاتی رہی اور بنو سبکتگین اور بادشاہ خاقان نے ممالک ترکستان کو باہم تقسیم کر لیا۔ 399 ہجری میں بنو کلاب سے بنی صالح بن مرداس کی حلب میں حکومت کا سکہ چھا گیا۔ "اوائل پانچویں صدی ہجری میں قرواش بن مقلد سردار بنی عقیل نے اپنے کل صوبجات موصل' انبار' مدائن اور کوفہ میں حاکم باللہ علوی والی مصر کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ خلیفہ قادر نے بہاؤالدولہ کے پاس قاضی ابوبکر باقلانی کی زبانی پیام کہلا بھیجا۔ بہاؤالدولہ نے قاضی ابوبکر کو عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ ابو علی عمیدالجیوش کو قرواش کی گوشمالی کا حکم دیا اور اس مہم پر صرف کرنے کو دس ہزار دینار بھیج دئے۔ عمیدالجیوش نے لشکر لے کر موصل کا رخ کیا۔ قرواش نے یہ خبر پا کر اطاعت قبول کر لی۔ اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ معافی چاہی اور علویوں کا خطبہ موقوف کر دیا۔ یہی واقعہ علویہ مصر کے خلاف عباسیوں کے حامی علماء اور فقہاء کی جانب سے محضر لکھنے جانے کا باعث ہوا۔ اس محضر پر امراء دولت میں سے رضی' مرتضیٰ' ابن بطحاوی' ابن ازرق' زکی' ابویعلی عمر بن محمد اور علماء اور فقہاء میں سے ابن اکفانی' ابن جزری' ابوالعباس' ابیوردی' ابو حامد اسفرائنی' کسلی' قدوری' صیمری' ابو عبداللہ بیضاوی' ابوالفضل نسوی اور ابو عبداللہ نعمان فقیہہ شیعہ کی شہادتیں ثبت تھیں"۔[۲۳]

اسی سال (401ھ) ابوعلی عمیدالجیوش کا انتقال ہو گیا۔ اس نے بغداد میں آٹھ برس چھ ماہ حکومت کی۔ بہاؤالدولہ نے اس کی جگہ ابو غالب کو مقرر کیا۔ خلیفہ نے اسے فخرالملک کا خطاب دیا۔ ابو غالب بنی بویہ کے نائب کی حیثیت سے بغداد میں پانچ برس چار ماہ تک رہا۔ ماہ ربیع الثانی 406 ہجری میں کسی وجہ سے گرفتار کیا گیا اور قتل کر ڈالا گیا۔ اس کی جگہ ابو محمد حسن بن سہلان مقرر ہوا۔ اسے عمیدالجیوش کا لقب دیا گیا۔ 409 ہجری میں اس نے سلطان الدولہ کی اجازت لئے بغیر ہی جزیرہ بنی اسد کے حکمرانوں پر چڑھائی کر دی۔ یہ حکمران مہارش و مضر تھے۔ ابو محمد حسن کا ارادہ یہ تھا کہ ان کی حکومت اپنے ایک ہوا خواہ طراد بن دبیس کو دی جائے۔ ابن سہلان کے ساتھ لڑائی میں مہارش اور مضر نے شکست کھائی۔ انہوں نے امان مانگی تو اس شرط پر ان کی درخواست منظور کی گئی کہ وہ طراد کو شریک حکومت بنائیں۔ اس کے بعد ابن سہلان بغداد واپس آیا پھر واسط گیا۔ جہاں لوگوں میں کشیدگی تھی۔ اس نے حسن تدبیر سے ان میں مصالحت کرا دی۔ پھر یہ خبر لگی کہ بغداد میں

Marfat.com

فتنہ فساد کی آگ بھڑک رہی ہے۔ ابن سہلان فوراً" دارالخلافت میں پہنچا اور اس نے لوگوں میں مصالحت کرادی۔ ابن خلدون کے بقول یہ وہ زمانہ تھا کہ دیلم یعنی بنی بویہ کے قوائے حکمرانی مضمحل ہو چکے تھے۔ ضعف پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ مجبوراً" بغداد سے نکل کر واسط چلے گئے تھے۔

"سلطان الدولہ نے بہاؤالدولہ کے مرنے کے بعد جب عنان حکومت سنبھالی تو اس نے اپنے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کی گورنری دی۔ کہتے ہیں کہ جب ابو الفوارس سند گورنری لیکر کرمان پہنچا تو وہاں دیلمیوں نے اسے رائے دی کہ آپ حکومت و ریاست کو اپنے بھائی کے قبضہ سے نکال لیں۔ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ ابوالفوارس نے دیلمیوں کی اس رائے پر عمل کیا۔ بھائی سے باغی ہو گیا اور 408 ہجری میں اس نے شیراز کی طرف کوچ کیا اور شیراز سے سلطان الدولہ سے لڑائی کے لئے میدان میں آیا۔ لڑائی ہوئی تو میدان سلطان الدولہ کے ہاتھ میں رہا۔ ابو الفوارس واپس کرمان کی طرف بھاگا۔ سلطان الدولہ نے تعاقب کیا۔ ابو الفوارس وہاں سے بھی بھاگ گیا۔ بہ طلب کمک و امداد محمود بن سبکتگین (محمود غزنوی) کے پاس پہنچا۔ محمود نے اس کی بہت خاطرمدارت کی اور ایک لشکر کو اس کی کمک پر متعین کیا۔ جسکا سردار ابو سعید طائی تھا۔ ابوالفوارس نے کرمان میں پہنچ کر قبضہ کر لیا اور پھر شیراز کی طرف بڑھا اس شہر پر بھی وہ لڑائی کے بغیر قابض ہو گیا۔ سلطان الدولہ ان واقعات سے مطلع ہو کر ابو الفوارس کی طرف لوٹا۔ دو بھائی پھر متصادم ہو گئے۔ اس لڑائی میں ابو الفوارس کو شکست ہوئی تو وہ بلاد فارس سے بھاگ کر واپس کرمان پہنچا۔ سلطان الدولہ نے کرمان سے بھی ابو الفوارس کو بھگا دیا۔ ابو الفوارس بے سروسامانی میں ابن معز الدولہ والئی ہمدان کے پاس پہنچا۔ اس وجہ سے محمود بن سبکتگین کے پاس نہ گیا کہ اس نے اس کے سپہ سالار ابو سعید طائی کے ساتھ بد معاملگی اور کج روائی کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد وہ والئی بطیحہ مہذب الدولہ کے پاس پہنچا اور پھر اپنے بھائی جلال الدولہ کے پاس بصرہ چلا گیا۔ بصرہ سے اس نے سلطان سے معذرت چاہی تو سلطان الدولہ نے اس کی خطا معاف کر دی اور اسے دوبارہ کرمان کی گورنری دیدی۔ 411 ہجری تک عراق میں سلطان الدولہ کی حکومت کا سکہ چلتا رہا۔ اس کے بعد لشکریوں نے بغاوت کر دی اور ان کی خواہش کی مطابق سلطان الدولہ کا بھائی مشرف الدولہ ابو علی عراق کا حاکم ہوا۔ سلطان الدولہ اہواز چلا گیا۔

Marfat.com

بعد میں یہاں سے اس نے ابن سہلان کو مشرف الدولہ سے جنگ کرنے پر مامور کیا۔ واسط میں لڑائی ہوئی۔ ابن سہلان شکست کھا کر وہاں سے بھاگ گیا۔ ماہ ذی الحجہ 411 ہجری میں مشرف الدولہ نے واسط پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے دیلمیوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور بصرہ سے اس کا بھائی ابو طاہر جلال الدولہ اسے ملنے کے لئے آیا۔ دونوں بھائی صلاح مشورہ کر کے اس رائے پر متفق ہوئے کہ عراق و بغداد سے سلطان الدولہ کا خطبہ موقوف کر کے مشرف الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ اس کے بعد ابن سہلان گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر اسے اندھا کر دیا گیا۔ سلطان الدولہ گھبرا کر ارجان چلا گیا۔ پھر ارجان سے اہواز کی طرف واپس ہوا۔ 412 ہجری میں مشرف الدولہ بغداد واپس آیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ دیلمیوں نے اپنے شہر خوزستان جا کر آباد ہونے کی استدعا کی۔ مشرف الدولہ نے اجازت دیدی۔ اور بحفاظت خوزستان پہنچانے کے لیے اپنے وزیر ابو غالب کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ دیلمی اہواز پہنچے تو ان میں سلطان الدولہ کی محبت نے جوش مارا۔ وہ مشرف الدولہ سے باغی ہو گئے اور انہوں نے اس کے وزیر ابو غالب کو پکڑ کر مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان الدولہ کے بیٹے ابو کالیجار نے اہواز پر قبضہ کر لیا تاہم مشرف الدولہ بغداد میں ہی رہا اور بعض بزرگوں کی مداخلت سے دونوں بھائیوں میں صلح ہو گئی۔ عراق مشرف الدولہ کو دیا گیا اور کرمان و فارس سلطان الدولہ کو حوالے ہوا"۔ بھائیوں کے درمیان لڑائیوں کے بعد سلطنت کی اس طرح کی تقسیم کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی عالم اسلام کی مختلف مملکتوں میں ایسا ہوتا رہا تھا اور اس کے بعد بھی ایسا ہوا۔ یہ تقسیم فریقین کی فوجی قوت کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی تھی۔ اس میں اسلامی اخوت کے جذبہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔

"414 ہجری میں ابو القاسم حسین بن علی بن حسین مغربی مشرف الدولہ کا وزیر مقرر ہوا۔ یہ شخص بڑا خبیث اور حیلہ باز خیال کیا جاتا تھا۔ اس کا باپ حلب کے امیر سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان کے مصاحبین میں سے تھا اور کسی وجہ سے مصر بھاگ گیا تھا اور حاکم باللہ خلیفہ مصر کی ملازمت کر لی تھی۔ کچھ عرصہ بعد حاکم باللہ نے اسے قتل کر ڈالا تھا اور اس کا لڑکا ابو القاسم حسین بن علی بن حسین شام چلا آیا تھا۔ یہاں وہ حسان بن فرج طائی کی ترغیب پر خلیفہ حاکم باللہ سے باغی ہو گیا تھا اور پھر اس نے حسن بن جعفر علوی

Marfat.com

امیر مکہ کو دیلم بلا کر اس کی بیعت کر لی تھی اور اسے امیرالمومنین کا لقب دیا تھا۔ حسن بن جعفر یہ لقب لے کر مکہ واپس گیا تو ابو القاسم عراق چلا آیا۔ عراق میں اس نے وزیر فخرالملک سے ملاقات کی۔ خلیفہ کو اس کی اس حرکت پر شبہ ہوا تو وہ عراق سے نکل کر امیر موصل کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اس نے دربار خلافت سے خط و کتابت کی اور پھر مختلف حوادث سے گذرتا ہوا 414 ہجری میں مشرف الدولہ کا وزیر بن گیا۔ اسی سال مشرف الدولہ واسط سے بغداد آیا اور اس نے خلیفہ قادر سے ملاقات کی۔ اس سے پہلے بنی بویہ کے کسی حاکم نے عراق کے خلیفہ قادر سے ملاقات نہیں کی تھی۔ بہاؤالدولہ اور سلطان الدولہ نے اپنا دارالحکومت واسط میں ہی رکھا تھا۔ اور بغداد میں نہیں آئے تھے۔ مشرف الدولہ کے عہد میں وزیر ابوالقاسم مغربی اور اثیر عنبر خادم کو مکمل اختیارات حاصل تھے۔ مشرف الدولہ ان کے کسی قول و فعل پر معترض نہیں ہوتا تھا۔ بغداد کے ترکوں نے اس طرز حکومت پر بہت برا منایا۔ اثیر عنبر خادم اور ابو القاسم کو ترکوں کی اس ناراضگی کا پتہ چلا تو وہ دونوں مشرف الدولہ کو ساتھ لے کر بغداد سے بھاگ گئے۔ ابو القاسم نے مقام سندیہ پر پہنچ کر قرواش کے پاس قیام کیا۔ بغداد میں وہ بطور وزیر صرف دس مہینے رہا تھا۔ ابو القاسم کے بغداد سے فرار کے بعد کوفہ میں علویوں اور عباسیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ اس جھگڑے کا پس منظر یہ تھا کہ چند ماہ پیشتر کوفہ میں علویوں نے عباسیوں کو کسی امر میں دبا لیا تھا۔ عباسیوں نے دارالخلافہ میں اس کی شکایت پیش کی تھی مگر خلیفہ قادر نے وزیر ابو القاسم کی وجہ سے کوئی توجہ نہیں کی تھی بلکہ عباسیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر مصالحت کر لینے کی ہدایت کی تھی۔ فریقین نے خفاجہ سے امداد کی درخواست کی۔ خفاجہ دو گروہ ہو گئے اور دونوں علیحدہ علیحدہ ہو کر دونوں فریق کی مدد پر آئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ اس مرتبہ بھی علویوں نے عباسیوں کو نیچا دکھا دیا۔ عباسی بغداد بھاگ آئے اور اس بنا پر اس شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جمعہ کے دن خطبہ نہ پڑھنے دیا گیا اور ابن ابی عباس علوی کو اس الزام میں مار ڈالا گیا کہ اس کا بھائی کوفہ کے فساد میں شریک تھا۔ خلیفہ قادر نے حکم دیا کہ ابو الحسن علی کو کوفہ کی نقابت سے معزول کر کے اس کی جگہ عباسیوں کے سردار مختار کو مقرر کیا جائے اور عباسیوں کو سمجھا بجھا کر کوفہ لوٹا دیا جائے۔ وزیر ابو القاسم اس وقت قرواش کے پاس سرمن رائے میں مقیم تھا۔ اس نے لوگوں کو خلیفہ قادر کے خلاف بغاوت پر اکسایا۔ خلیفہ کو پتہ

Marfat.com

چلا تو اس نے قرواش کے نام ابو القاسم کو نکال دینے کا حکم بھیجا۔ قرواش نے اس حکم کی تعمیل کی اور ابو القاسم دیار بکر میں ابن مروان کے پاس چلا گیا"۔[۵]

"416 ہجری میں مشرف الدولہ نے اپنی حکومت کے پانچویں برس میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بھائی ابو طاہر جلال الدولہ نے عراق کی حکومت سنبھالی۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ وہ اس وقت بصرہ کا والی تھا۔ اہل بغداد نے اسے بلا بھیجا۔ وہ بغداد کی بجائے واسط چلا گیا اور پھر بصرہ واپس ہوا۔ اس وجہ سے اہل بغداد نے اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا اور اس کی بجائے اس کے بھتیجے ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ اس وقت اپنے چچا ابوالفوارس والی کرمان سے جنگ میں مصروف تھا۔ جلال الدولہ نے اس حالت سے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ اس کے ہمراہ اس کا وزیر ابو سعد بن ماکولا بھی تھا۔ بغداد کے لشکریوں نے شہر سے نکل کر اسے روکا۔ جلال الدولہ کا سارا خزانہ لوٹ لیا اور وہ مجبوراً بصرہ واپس چلا گیا۔ اہل بغداد نے ابو کالیجار کو پھر بلا بھیجا مگر وہ نہ آیا۔ وہ بدستور اپنے چچا سے برسرپیکار تھا۔ بالاخر جب چچا ابوالفوارس کو شکست ہوئی تو اس نے اس شرط پر بھتیجے سے صلح کر لی کہ کرمان پر ابوالفوارس حکمرانی کرے اور بلاد فارس پر ابو کالیجار کا قبضہ رہے۔ اس دوران بغداد میں کوئی حکمران نہیں تھا۔ عرب اور کرد دونوں ہی اس شہر پر نظر جمائے ہوئے تھے۔ جب ترکوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے خلیفہ قادر کی وساطت سے جلال الدولہ کو بلا بھیجا۔ جلال الدولہ ماہ جمادی الاول 418 ہجری میں وارد بغداد ہوا۔ 419 ہجری میں ترکوں نے پھر بغاوت کر دی اور جلال الدولہ کے مکان کا گھیراؤ کر لیا۔ وزیر ابو علی بن ماکولا سے تنخواہیں اور وظائف طلب کئے۔ جب وزیر ابو علی ادا نہ کر سکا تو اس کے مکانات اور نیز کل عمال' فقیہوں اور حاشیہ نشینوں کے مکانات لوٹ لیے۔ بعد میں خلیفہ نے نام و پیام کر کے ترکوں اور جلال الدولہ میں مصالحت کرا دی۔ جبکہ اس کا بھتیجا ابو کالیجار ابوالفوارس سے کرمان چھین کر بصرہ پر بھی قبضہ کر چکا تھا۔ بصرہ سے ابو کالیجار نے واسط پہنچ کر الملک العزیز بن جلال الدولہ کو شکست دی اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ اب بلاد فارس' کرمان' بصرہ اور واسط میں ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس کے بعد بطیحہ میں بھی ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جلال الدولہ لشکر لے کر واسط آیا اور بڑی دیر تک شہر سے باہر پڑاؤ کئے رہا۔ بارش کا موسم تھا۔ سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔

Marfat.com

سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ رسد و مال کی کمی کی وجہ سے جلال الدولہ کا حال پتلا ہو گیا۔ اس صورت حال میں ابو کالیجار نے بغداد جانے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر ابو الشوک کا خط آ گیا۔ لکھا تھا چونکہ محمود بن سبکتگین (محمود غزنوی) کا لشکر عراق کی جانب بڑھا آتا ہے اس لئے تم دونوں آدمی صلح کر کے اس کی مدافعت پر متفق ہو جاؤ۔ ابو کالیجار نے اس خط کو جلال الدولہ کے پاس بھیج دیا مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے اہواز میں داخل ہو کر قتل عام کیا۔ اور دارالامارت سے دو لاکھ دینار لوٹے۔ عربوں اور کردوں نے سارے شہر کو تہہ و بالا کر دیا۔ ماہ ربیع الاول 421 ہجری میں ابو کالیجار اور جلال الدولہ میں لڑائی ہوئی۔ ابو کالیجار کو شکست ہوئی۔ اس کے دو ہزار سپاہی مارے گئے[6]۔ جلال الدولہ کا واسط پر قبضہ ہو گیا۔ جلال الدولہ اور ابو کالیجار کی یہ لڑائی اس حقیقت کی علامت تھی کہ اب عراق میں بنی بویہ کا زوال مکمل ہونے والا تھا۔ یہاں کے اقتدار کی گلی کسی نئے حکمران کی منتظر تھی۔ اس لڑائی کے بعد جلال الدولہ اور ابو کالیجار میں مزید دو ایک لڑائیاں ہوئیں۔ مدار کی لڑائی میں جلال الدولہ کو شکست ہوئی اور بصرہ کی لڑائی میں ابو کالیجار نے مار کھائی۔ لڑائیوں کا یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ خلیفہ قادر باللہ نے مختصر بیماری کے بعد 23 ذی الحجہ 422 ہجری (1031ء) کو وفات پائی۔ اس کی عمر 86 سال دس مہینے تھی اور اس کی مدت خلافت اکیس برس چار ماہ تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ابو جعفر عبداللہ خلیفہ بنا۔ اور اس نے قائم بہ امراللہ کا لقب اختیار کیا۔

خلیفہ قادر کا یہ بائیس سالہ دور بنی بویہ کے زوال کے عمل کا دور تھا۔ بنی بویہ کا عروج 321 ہجری میں شروع ہوا تھا جبکہ بلاد دیلم میں ایک غریب ماہی گیر لڑکے ابوالحسن علی بویہ نے دیلمیوں کے سردار مرداویج کی فوج میں اچھی خدمات سرانجام دینے کے عوض ایک چھوٹے سے علاقے پر حکومت حاصل کر لی تھی۔ اس خاندان کا عروج اپنی انتہا کو 334 ہجری میں پہنچا جبکہ علی بویہ کے بڑے بیٹے احمد بن بویہ نے بغداد پر قبضہ کر کے عباسی خلیفہ مستکفی کو سارے اختیارات سے محروم کر دیا۔ اس کے بعد اس خاندان کے مختلف افراد بغداد' عراق کی حکومت پر قابض رہے۔ اگرچہ اقتدار کی خاطر یہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے لیکن عراق کی عنان اقتدار اسی خاندان کے ہاتھ میں رہی۔ وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں بغداد کی فوج میں دیلمیوں کی اکثریت تھی اور دیلمی اکثر و بیشتر اپنے علاقے کے حکمران

Marfat.com

خاندان بویہ کی حمایت کرتے تھے۔ بغداد کی فوج میں ترک بھی تھے لیکن ان کی تعداد کم تھی اور انہیں خلیفہ معتصم کے عہد میں جو قوت حاصل ہوئی تھی اس کا زور سو ڈیڑھ سو سال کے عرصے میں ٹوٹ چکا تھا۔ عربوں میں اب کوئی طاقت نہیں رہی تھی کہ وہ حلب اور جزیرہ کے چھوٹے چھوٹے علاقوں میں ٹکراتے رہتے تھے لیکن اب وہ عالم اسلام کی تاریخ میں کوئی فیصلہ کن کردار ادا کرنے کی حیثیت میں نہیں تھے۔ خلیفہ قادر کے دور میں بنی بویہ کا زوال ہوا تو بلاد مشرق میں کئی اور خود مختار سلطنتیں ظہور میں آگئیں۔ 380 ہجری میں دیار بکر میں ایک شخص ابو علی حسن بن مروان نے دولت مروانیہ قائم کرلی۔ 412 ہجری میں آل زید کے ایک حبشی غلام موئد نجاح نے یمن پر قبضہ کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس خاندان کی یہ سلطنت 554 ہجری تک قائم رہی۔ 414 ہجری میں تین عرب رؤسا نے حلب میں فاطمیوں کو شکست دیکر اپنی تین مملکتیں قائم کیں۔ ان میں سب سے بڑی مملکت حلب کی تھی۔ جس کا سربراہ صالح بن مرداس تھا۔ اس کے خاندان میں یہ حکومت 482 ہجری تک قائم رہی۔ سندھ کے صوبہ ملتان میں اسماعیلی قرامطیوں کی حکومت تھی۔ انہوں نے اس علاقے پر خلیفہ مطیع کے عہد سے قبضہ کر رکھا تھا۔ 383 ہجری میں ایک عرب سیاح متولی کا مشاہدہ یہ تھا کہ "اگرچہ علاقہ ملتان میں امام ابوحنیفہ کے مقلد کثرت سے ہیں اور مختلف فرقوں میں کوئی جھگڑا نہیں ہے لیکن صاف ظاہر ہے کہ اسماعیلی قرامطیوں کے سیاسی غلبہ کی وجہ سے غالب حیثیت اسماعیلی شیعہ فرقہ کو حاصل ہے"۔ متولی لکھتا ہے کہ "اہل ملتان شیعہ ہیں اذان میں حی علی الخیرالعمل کہتے ہیں اور تکبیر دو دفعہ کہتے ہیں ---- اور ملتان والوں کا سکہ فاطمیوں کی مثل ہے ---- ملتان میں خلفائے بنی فاطمہ کا خطبہ جاری ہے اور یہاں کوئی حاکم بغیر ارض مصر کے فاطمی خلیفوں کی منظوری کے اجراء نہیں پاتا۔ اہل ملتان کے ہدایا اور تحائف برابر مصر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور مصر کے اسماعیلیوں کا یہاں اس قدر زور ہے کہ بغیر ان کی اجازت کے یہاں کوئی شخص ملتان کے تخت پر نہیں بیٹھ سکتا"۔[ے]

Marfat.com

باب : 4

خلیفہ قائم بہ امراللہ'

بنی بویہ کے اقتدار کا خاتمہ' سلجوقیوں کا عروج اور سلطنت

سیوطی کی اطلاع کے مطابق خلیفہ قائم بامر اللہ نہایت خوبصورت' پرہیزگار' عابد' زاہد' عالم' قوی الیقین' کثرالصدقہ اور صابر شخص تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کا ادیب اور خوشخط تھا۔ عدل و احسان کو پسند کرتا تھا۔ اگر کوئی اس سے طلب کی جاتی تو اس کو اپنے سے کبھی دریغ نہ کرتا۔ خلیفہ قائم جب 23 ذی الحجہ 422 ہجری کو مسند خلافت پر بیٹھا تو بغداد کی امارت پر ابو طاہر جلال الدولہ (بنی بویہ) متمکن تھا۔ ابن خلدون کے مطابق "خلیفہ کی بیعت کا لینا تھا کہ اہل سنت و شیعہ کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ لوٹ' قتل اور آتشزدگی کی گرم بازاری ہو گئی۔ بازار اور محلے لوٹ لئے گئے۔ اوباشوں اور جرائم پیشہ کی بن آئی۔ چوروں نے چوری شروع کر دی۔ ٹیکس اور محصول وصول کرنے والے مار ڈالے گئے۔ لشکریوں کو جلال الدولہ سے کشیدگی پیدا ہوئی اور اس کے نام کو خطبہ سے نکال ڈالا۔ جلال الدولہ نے لشکریوں کو مال و زر دیکر راضی کر لیا۔ جب ان کی شورش فرو ہو گئی تو خاموشی کے ساتھ خانہ نشین ہو گیا۔ اس کے بعد جلال الدولہ نے اپنے گھوڑوں کو بغیر سائیس اور محافظ کے اصطبل سے مطلق العنان کر کے نکال دیا۔ اس کے دو سبب تھے۔ اول یہ کہ چارہ کی کمی تھی۔ دوسرے یہ کہ جلال الدولہ کے ترک' گھوڑے طلب کرنے لگے تھے۔ ان گھوڑوں کی تعداد پندرہ تھی۔ جلال الدولہ کے خانہ نشین ہو جانے سے امن و امان کا دروازہ بند ہو گیا۔ وہ حاشیہ نشینان خلافت اور اراکین مملکت میں آنکھیں بچا بچا کر ادھر ادھر چھپ رہے۔ وقتاً" فوقتاً" فتنہ فساد بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ پورا سال اس حالت میں گذر گیا۔

Marfat.com

424 ہجری میں ترکوں نے جلال الدولہ سے منحرف ہو کر بغاوت کر دی اور جلال الدولہ کے مکان پر چڑھ آئے۔ انہوں نے اس کے اور ارا کین کے مکانات کو لوٹ لیا۔ وزیر ابواسحاق سہیلی بھاگ کر غریب بن تکین کے پاس چلا گیا۔ اور جلال الدولہ بغداد سے نکل کر عکبرا چلا آیا۔ ترکوں نے جامع بغداد میں ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھا۔ (یہ اس وقت اہواز میں تھا)۔ مگر اس نے بغداد کی امارت سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ترکوں نے جلال الدولہ کو مجبوراً" پھر بغداد لا کر کرسی امارت پر متمکن کیا۔ جلال الدولہ نے ابوالقاسم بن ماکولا کو عہدہ وزارت دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو معزول کر کے عمیدالملک ابو سعید عبدالرحیم کو متعین کیا۔ چند دنوں تک اس نے وزارت کی۔ ان دنوں میں اس نے جلال الدولہ کے اشارہ پر ابو معمر بن حسین بساسیری کو گرفتار کر لیا اور اپنے گھر میں لا کر چھوڑ دیا۔ اس پر ترکوں کو اشتعال پیدا ہوا۔ انہوں نے یورش کر کے عمیدالملک کو گرفتار کیا۔ اس کی خوب مرمت کی۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور برہنہ پا مکان سے نکال دیا۔ جلال الدولہ عمیدالملک کے مکان پر آیا۔ فتنہ فساد فرو ہو گیا۔ جلال الدولہ نے عمیدالملک سے ایک ہزار دینار لے کر اسے رہا کر دیا۔ عمیدالملک کے جان بچی اور وہ کسی گوشہ میں جا کر چھپ گیا"۔[4] ابن خلدون کے اس بیان سے واضح ہے کہ (424- 422 ہجری) میں بغداد میں کوئی حکومت نہیں تھی۔ ہر طرف بدنظمی و بدامنی اور چوری راہزنی کا دور دورہ تھا حالانکہ خلیفہ قائم فاترا لعقول یا مصلحت الرازق نہیں تھا اور نہ ہی اس کا امیر جلال الدولہ بدکردار و بد اعمال تھا۔ اگر دارالخلافت میں نظم و نسق کی یہ حالت تھی تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بغداد سے باہر کس طرح کی حکومت ہو گی۔

"ترکوں کے ہاتھوں عمیدالملک کی جبری معزولی کے بعد ماہ رمضان میں جلال الدولہ نے ابو القاسم بن ماکولا کو دوبارہ عہدہ وزارت دیدیا۔ اس پر ترک پھر بگڑ گئے اور انہوں نے پھر شور و غل کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ترکوں اور ابو القاسم کے درمیان پہلے ہی تعلقات کشیدہ تھے اور ترک ابو القاسم کے مال و اسباب پر نظر لگائے بیٹھے تھے۔ اس دوسری بغاوت کے دوران ترکوں نے جلال الدولہ کے گھر کو لوٹ لیا اور اسے ایک مسجد میں نظر بند کر دیا۔ عوام الناس کے ایک گروہ اور بعض سپاہ سالاروں نے جلال الدولہ کو مسجد میں سے رہا کرایا اور اسے اس کے گھر پہنچا دیا۔ مگر جلال الدولہ بغداد میں آئے دن کی بدامنی سے بہت

Marfat.com

تنگ آ چکا تھا۔ وہ رات کے وقت اپنے اہل و عیال اور ابو القاسم کو ساتھ لے کر کرخ چلا گیا۔ جلال الدولہ کے چلے جانے کے بعد لشکریوں میں امارت کے بارے میں اختلاف ہوا بحث و تکرار کے بعد انہوں نے جلال الدولہ کے پاس پیام بھیجا کہ آپ اپنے ترکوں میں سے کسی کو امارت کے تخت کے لئے منتخب کیجئے۔ اور آپ واسط چلے جایئے۔ اس بات چیت کے دوران جلال الدولہ نے بہت سے لشکریوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ ان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ سرداران لشکر نے حاضر ہو کر معذرت کی اور اس کو بغداد واپس لے جا کر پھر امارت کی کرسی پر متمکن کر دیا۔ چونکہ آئے دن لشکریوں کی بغاوت کی وجہ سے بغداد میں اوباشوں اور بدمعاشوں کی کثرت ہو گئی تھی اور دن دہاڑے مکانات اور دوکانیں لوٹ لی جاتی تھیں اس وجہ سے جلال الدولہ نے 425 ہجری میں بساسیری جو بہاؤالدولہ کے غلاموں میں سے تھا کو بغداد کے مغربی علاقے کے انتظام پر مامور کیا۔ لیکن اس وقت تک خلافت و سلطنت اسقدر غیر موثر ہو چکی تھی کہ لشکریوں نے پھر علم بغاوت کر دیا اور وہ قریہ یحییٰ کی طرف چل پڑے۔ وہاں کردوں سے ان کا مقابلہ ہوا۔ کردوں نے ان کو شکست دی اور ان کے گھوڑوں اور بار برداری کے جانوروں کو چھین لیا۔ باغی فوج خلیفہ قائم کے باغ میں آئی اور اسے لوٹ لیا۔ اور محافظوں کو مارا۔ جلال الدولہ سے کچھ بن نہ آئی۔ نہ تو وہ کردوں کو روک سکا اور نہ باغی فوج کی بغاوت رفع کر سکا۔ وہ کسی کو بھی سزا نہ دے سکا۔ خلیفہ قائم اس بنا پر اس سے بہت برہم ہوا۔ چنانچہ اس نے شہود اور قضاۃ کو بلا کر کہا کہ جب سلطان مظالم کا انسداد نہیں کر سکتا تو تم لوگ قضا اور فتوے دینا بند کر دو۔ اس پر سب نے اپنی مسندیں چھوڑ دیں۔ جلال الدولہ نے مجبور ہو کر فوج کی خوشامد کی۔ انہوں نے ان لٹیرے سپاہیوں کو خلیفہ کے ہاں پیش کیا۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ انتظام کی ابتری اور فوجی قوت کی کمزوری سے ملک میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ خانہ بدوش عرب' قافلوں پر حملے کرنے لگے۔ اطراف و جوانب بلاد میں عرب ہی عرب دکھائی دینے لگے۔ دن رات لوٹ مار ہوتی تھی۔ راہزنی کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ چوروں اور ڈاکوؤں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ دن کو لمبا راستہ چلنا دشوار تھا۔ جامع منصور تک ان ہی لوگوں کا عمل دخل تھا۔ عورتوں کے سروں سے چادریں تک اتار لی جاتی تھیں۔ جلال الدولہ کا وزیر ابو سعید عہدہ وزارت چھوڑ کر ابو الشوک کے پاس چلا گیا۔ جلال الدولہ نے ابوالقاسم کو عہدہ وزارت دیا۔ بغاوت کا

Marfat.com

زمانہ تھا۔ آمدنی کوئی نہیں تھی اور خرچ بہت زیادہ تھا۔ گھبرا کر بھاگ نکلا۔ لشکریوں نے پیچھا کیا اور گرفتار کر کے ایوان وزارت میں برہنہ سر ایک قمیض پھٹا پہنے ہوئے لائے۔ جلال الدولہ نے اس کو معزول کر کے ابو سعید بن عبدالرحیم کو وزیر بنایا"۔[2] بغداد اور اس کے قریب و جوار کی یہ صورت حال تقریباً" ایسی ہی تھی جیسی کہ چند سال پیشتر بربریوں کے ہاتھوں اہل قرطبہ کی شکست کے بعد مدینتہ الزہرا اور اس کے اطراف و جوانب کی تھی۔ بربری فوج اس موقع پر لوٹ مار کے دوران مدینتہ الزہرا کی عمارتوں کے کواڑ تک اکھاڑ کر لے گئی تھی اور انہوں نے قرطبہ کے گرد و نواح کے قصبات و دیہات کو برباد کر دیا تھا۔

"427 ہجری میں فوج نے پھر بغاوت کی۔ اس نے مطلوبہ احکام جاری کرنے کے لئے تین دن کی مہلت مانگی۔ باغی فوج نے مہلت نہ دی۔ پتھر اور اینٹ سے خبر لینے لگے۔ دو ایک پتھر جلال الدولہ کو آ لگے۔ گھبرا کر مرتضیٰ کے مکان پر کرخ چلا گیا۔ جب وہاں بھی اسے سکون نصیب نہ ہوا تو رافع بن حسین بن مکن کے پاس تکریت میں جا کر دم لیا۔ باغی فوج نے اس کے گھربار کو لوٹ لیا۔ اور دروازے توڑ ڈالے' کواڑ نکال لئے۔ خلیفہ قائم نے نام و پیام کے ذریعے باغی فوج کے جوش کو فرو کیا۔ اور اس کی جلال الدولہ سے مصالحت کرا دی۔ جلال الدولہ تکریت سے بغداد واپس آیا اور اپنے وزیر ابو سعید بن عبدالرحیم کو گرفتار کر لیا۔ اس کی چھٹی وزارت تھی۔ 428 ہجری میں جلال الدولہ اور اس کے بھتیجے ابوکالیجار والئی اہواز کے مابین مصالحت ہو گئی۔ یہ کام قاضی ابوالحسن ماوردی اور ابوعبداللہ مردوشی نے سرانجام دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ صلح و اتحاد رکھنے کی قسم کھائی۔ چچا اور بھتیجے میں مصالحت کے بعد جلال الدولہ نے اپنے آپ کو کچھ طاقتور اور محفوظ محسوس کیا تو اس نے 429 ہجری میں دربار خلافت میں درخواست کی کہ اسے ملک الملوک کا خطاب دیا جائے۔ چونکہ اس وقت بغداد اور عراق کے دوسرے علاقے میں بدامنی کا دور دورہ تھا اس لئے خلیفہ قائم کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ شخص اپنی کونسی خدمات کے صلہ میں اتنا بڑا خطاب مانگتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اسلام میں اس قسم کا خطاب ممنوع ہے۔ مگر جلال الدولہ مصر ہوا۔ اس پر خلیفہ نے شہر کے قاضیوں سے مطلوبہ خطاب کے بارے میں استفسار کیا تو قاضی الطیب طبری' قاضی ابوعبداللہ صیمری' قاضی ابن بیضاوی اور ابوالقاسم کرخی نے جواز کا فتویٰ دیدیا۔ لیکن قاضی ابو الحسن ماوردی نے کہا کہ یہ خطاب جائز

Marfat.com

نہیں ہے۔ فریقین میں بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ آخرکار فیصلہ اس کے حق میں ہوا جس کے پاس تلوار تھی۔ جلال الدولہ جیت گیا اور خلیفہ قائم نے مجوزین خطاب کے فتوی کے مطابق جلال الدولہ کو ملک الملوک کا خطاب دیا۔ چونکہ قاضی ابوالحسن ماوردی نے اس خطاب کے عدم جواز کا فتوی دیا تھا اس لئے وہ خانہ نشین ہو گیا۔ اور تین چار ماہ تک گھر میں بیٹھا رہا۔ آخرکار جلال الدولہ نے عیدالضحیٰ کے موقع پر اسے بلا بھیجا۔ قاضی ابوالحسن خائف و ہراساں حاضر ہوا۔ جلال الدولہ نے اس سے کوئی باز پرس نہ کی بلکہ اس کی حق گوئی اور دینی معاملات میں دوستی کا لحاظ نہ کرنے کی تعریف کی۔ قاضی نے الطاف شاہانہ کا شکریہ ادا کیا اور سلطان نے اس کے رتبہ کو بڑھایا"۔[۳] جلال الدولہ کی جانب سے قاضی ابوالحسن ماوردی سے یہ حسن سلوک اس کی حق بندی کا آئینہ دار نہیں تھا۔ بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ قاضی ابوالحسن ماوردی ایک بے ضرر سا آدمی تھا۔ اس نے خطاب کے عدم کا فتویٰ دینے کے بعد رائے عامہ کو جلال الدولہ کے خلاف اکسانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ وہ گھر میں جاکر دروازے بند کر کے بیٹھ گیا تھا۔ اس قسم کے آدمی کو سزا دینے سے کوئی مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی عزت افزائی کرنے سے کچھ نہ کچھ سیاسی فائدہ ہی ہو سکتا تھا۔ اس زمانے میں دنیا کی مسلم اور غیر مسلم سلطنتوں میں منصفوں یا قاضیوں کی حالت یہی ہوا کرتی تھی۔ وہ سیاسی معاملات میں شاذ و نادر بادشاہ کی مرضی کے خلاف فیصلہ یا فتویٰ صادر کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی منصف یا قاضی ایسا کرتا تھا تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔ اسے قتل کر دیا جاتا تھا یا قید کر دیا جاتا تھا۔ یا معزول کر دیا جاتا تھا۔ یا پھر اس سے معافی منگوائی جاتی تھی۔ گاہے گاہے ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس "حق گو" منصف یا قاضی پر کوئی نہ کوئی مہربانی کر کے اس کے ضمیر کو خرید لیا جاتا تھا۔ اور قرون وسطیٰ کے استبدادی نظام میں سیاسی معاملات میں عدلیہ کی آزادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بلاد اسلامیہ میں شاید ہی کسی قاضی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ برسراقتدار سلطان چونکہ ظالم ہے۔ فاسق ہے۔ فاجر ہے۔ زانی ہے۔ شرابی ہے۔ بدکردار ہے۔ اور رقص و سرود کا دلدادہ ہے۔ اس لئے اس کے نام کا خطبہ نہ پڑھا جائے۔ جو کوئی سلطان بزور برسراقتدار آ جاتا تھا قاضیوں اور ملاؤں کو اس کے نام کا خطبہ پڑھنے میں کبھی تامل نہیں ہوتا تھا۔ اور بادشاہ کی جانب سے اس سلسلے میں جو فرمان جاری ہوتا تھا اس کی بلا حیل و حجت تعمیل کی جاتی تھی۔

Marfat.com

432 ہجری میں ترکوں نے پھر سر اٹھایا اور جلال الدولہ کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر شہر سے نکل آئے۔ بیرون شہر آ کر خیمہ زن ہوئے اور چند مقامات کو لوٹ لیا۔ جلال الدولہ اس وقت بغداد کی غربی جانب میں تھا۔ اس واقعہ کو سن کر اس نے بغداد سے کوچ کر جانے کا قصد کیا۔ مگر مصاحبوں نے روکا۔ تب جلال الدولہ نے دبیس بن مزید اور قرواش والئی موصل سے ترکوں کو زیر کرنے کے لئے امدادی فوجیں طلب کیں۔ چنانچہ دبیس اور قرواش نے جلال الدولہ کی کمک پر فوجیں بھیجیں۔ لیکن اسی اثناء میں مصالحت ہو گئی۔ لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ جلال الدولہ اپنے دارالامارت واپس آیا۔ مخالفت کے زمانے میں ترکوں نے خوب دست درازیاں کی تھیں۔ اس کثرت سے غارت گری ہوئی تھی کہ جس کی کوئی حد نہیں ہو سکتی۔ سارے انتظامات درہم برہم ہو گئے تھے۔ گذشتہ دس سال میں بغداد میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا یہ چوتھا یا پانچواں واقعہ تھا۔ جب شہریوں میں بدامنی پھیلتی تھی تو مہینوں تک جاری رہتی تھی۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں ہوتی تھی۔ پانچویں صدی کے اوائل میں اندلس میں بنو امیہ کی سلطنت زوال سے قبل قرطبہ کی ایسی ہی حالت تھی۔ "سلیمان المستعین کے بربر لشکری تین سال کے محاصرے کے بعد جب قرطبہ میں داخل ہوئے تو شہر میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ مقاسیہ جان سے مایوس ہو کر چھپنے کی جگہ ڈھونڈنے لگے۔ بربر نے قرطبہ کے ہر گلی کوچے کو وحشیانہ شور مچا کر لوٹا۔ کہیں لوٹا کہیں بے عزت کیا۔ کہیں جان سے مارا۔ اسی طرح سارے شہر پر قبضہ کر لیا۔ ایسے بے گناہ بھی جن کو فتنہ و فساد سے کچھ سروکار نہ تھا۔ بربر کے قہر و غضب کا نشانہ بن گئے۔ کہیں واجب التعظیم سعید ابن منذر جو مستنصر باللہ کے وقت سے جامع قرطبہ میں امامت کراتے آئے تھے اور نہایت نیک نفس اور باخدا شخص تھے مرے پڑے تھے۔ کہیں مروان کی لاش پڑی تھی جو بنی حدید کے نہایت شریف خاندان کی یادگار تھے۔ اور کسی کے عشق میں مجنون رہا کرتے تھے۔ فاضل اجل ابن الغرض اور قاضی بلینہ جو خلیفہ مہدی باللہ کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے تھے اسی جنگ میں مارے گئے۔ ان اخیر بزرگ نے کبھی دعا مانگی تھی کہ شہید ہو کر مروں۔ یہ دعا ان کی قبول ہوئی مقتولین کی تعداد اتنی تھی کہ ان کا شمار ممکن نہ تھا۔ اس قتل عام کے منظر کو آگ کے شعلوں نے اور بھی ہیبت ناک کر دیا۔ خوبصورت قصر آگ کی نذر ہو گئے[۴]"۔ قرطبہ کی اس تباہی کے نتیجہ میں وہاں علی بن حمود کی حمودیہ خلافت و

Marfat.com

امارت قائم ہوئی۔ اب بغداد بھی کسی ایسے ہی شخص کا منتظر تھا۔ بنی بویہ کے اقتدار کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ اس وقت عراق اور شام میں عرب راہزنوں اور لٹیروں نے ایک طوفان برپا کیا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھوں سے جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں تھی۔ بلاد فارس کو بنی بویہ نے چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ان حکمرانوں کا میلان اہل تشیع کی طرف تھا لیکن ان میں شیعہ اتحاد و اتفاق کی کوئی چیز نہیں تھی جب کبھی کسی کو موقع ملتا تھا ایک دوسرے پر حملہ کرنے اور قتل کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ جبکہ شافعی المذہب کے پیرو سلطان محمود غزنوی کی اولاد اقتدار کی کشمکش میں غزنی میں خون بہا رہے تھے۔ اسپین میں طوائف الملوکی تھی اور مصر میں دولت فاطمیہ کا آفتاب روبہ زوال تھا۔ غرض یہ کہ یہ دور ایسا تھا کہ اس سے فائدہ اٹھانے والا رکن الدولہ ابوطالب طغرل بیگ کی صورت میں نمودار ہوا۔

ابن خلدون سلجوقی ترکوں کی قوت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ترکوں کی قوم مابین چین و ترکستان' خوارزم تک اور شاش فرغانہ' ماورالنہر' بخارا' سمرقند اور ترمذ میں آباد تھی۔ مسلمانوں نے اپنی عالمگیر فتوحات کے زمانہ میں ترکوں کو بلاد ماورالنہر وغیرہ سے نکال کر قبضہ کر لیا تھا۔ صرف ترکستان' کاشغر' شاش اور فرغانہ ان کے قبضہ میں رہ گئے تھے۔ جن کا خراج سالانہ (سامانی حکمرانوں کو) ادا کیا کرتے تھے۔ سامانی سلطنت زوال پذیر ہوئی تو ترکوں نے اسلام قبول کیا۔ اس بنا پر ترکستان میں ان کی حکومت و دولت کی بناء پڑی۔ مابین ترکستان اور بلاد چین کے درہ کوہ میں ترکوں کا ایک گروہ رہتا تھا۔ وہ بہت بڑا درہ تھا اور اس میں بہت سے لوگ رہتے تھے۔ جن کی تعداد سوائے خالق اکبر کے کوئی نہیں جان سکتا۔ ان ترکوں کو اپنی ضروریات زندگی اسی درے سے مہیا ہوتی تھیں۔ ان کی عام غذا گوشت جانوران صحرائی' طیور اور دودھ تھی اور کبھی کبھی غلہ بھی مل جاتا تھا۔ سواریوں کے لئے گھوڑے تھے۔ بھیڑ بکریوں کی اون سے کپڑے بھی بنا لیتے تھے۔ اگر کوئی قافلہ وہاں سے گذرتا تھا تو اسے لوٹنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ ترکوں کے اس گروہ میں غز' خطا اور تتر (تاتار) بھی ہیں۔ جب دولت ملوک ترکستان کا نقشہ حد کمال پر پہنچ کر اضمحلال اور تنزلی کی جانب مائل ہوا۔ جیسا کہ ہر دولت سلطنت کے یہ امر طبعا" لازم ہے تو ان بادیہ نشین ترکوں نے درہ کوہ سے نکل کر بلاد ترکستان پر قبضہ کر لیا۔ اس سے ان کی قوت بہت

Marfat.com

بڑھ گئی۔ اور انہوں نے قرب و جوار میں وسیع پیانے پر لوٹ مار اور راہزنی کی وارداتیں کیں۔ بنی سامان کے سپہ سالاروں میں سے محمود بن سبکتگین (محمود غزنوی) اس دولت و حکومت پر قابض ہوا۔ ایک روز محمود کا بخارا سے اس سمت میں گزر ہوا۔ تو ترکوں کے اس گروہ کے سردار ارسلان بن سلجوق نے حاضر ہو کر دست بوسی کی۔ محمود نے اس کو قید کر کے بلاد ہند کے کسی قلعہ میں بھیج دیا۔ اور خود ارسلان کے گروہ کی طرف گیا اور ان کو پامال کرنا شروع کیا۔ وہ متفرق و منتشر ہو کر اطراف خراسان میں پھیل گئے۔ محمود کے لشکریوں نے تعاقب کیا۔ گھبرا کر اصفہان میں جا کر دم لیا۔ اور والئی آذر بائیجان ہشودان (یہ بنی مرزبان سے ہے) سے بھی لڑے۔ جب یہ لوگ آذر بائیجان گئے تھے تو ان میں سے کچھ لوگ خوارزم میں باقی رہ گئے تھے۔ ان لوگوں نے گرد و نواح کے قصبات و دیہات اور چھوٹے چھوٹے شہروں پر دست درازی شروع کر دی۔ آئے دن قافلوں کو لوٹنے لگے۔ والئی طوس ان لوگوں کی گوشمالی کو آیا اور محمود بن سبکتگین بھی آ پہنچا اور رستاق سے جرجان تک ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ بوقت واپسی ترکوں کے اس گروہ نے امان کی درخواست کی محمود بن سبکتگین نے امان دیکر اپنی فوج میں ٹھہرایا"۔[5]

اسلم جیراجپوری نے سلجوقی ترکوں کے عروج کے مختلف بیانات کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ "قبیلہ غز جس کی سکونت ترکستان میں تھی اس کا ایک نامور سردار تقاق ترکمانی بادشاہ بیغو کے دربار میں بڑی عزت رکھتا تھا۔ اس کا بیٹا سلجوق تھا۔ تقاق کے انتقال کے بعد بیغو نے اس کو فوج کا سردار بنایا۔ اس نے اہل فوج میں اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ بیغو کو خطرہ پیدا ہو گیا اور اس وجہ سے اس کے قتل کی تدبیریں کرنے لگا۔ سلجوق اس کی نیت کا پتہ پا کر اپنے سارے قبیلہ کو لئے ہوئے دریائے جیحوں کے کنارے مقام مند میں آکر قیام پذیر ہو گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد دین اسلام کی خوبیاں دیکھ کر سب لوگ ایک ساتھ مسلمان ہو گئے۔ جس سے ان کی قوت و عظمت بڑھ گئی۔ اور بیغو کے علاقوں پر یورش کرنے لگے۔ اسی اثنا میں آل سامان اور ہارون بن ایبک خاں میں جنگ چھڑ گئی۔ سامانیوں نے سلجوق سے مدد چاہی۔ اس نے ہارون کو شکست دیدی جس کی وجہ سے اس کو سامانی دربار میں رسوخ حاصل ہو گیا۔ سلجوق نے مند میں وفات پائی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ارسلان، میکائیل اور موسیٰ۔ ان میں سے میکائیل بلاد ترک میں شہید ہو گیا۔ اس

Marfat.com

نے بھی تین بیٹے چھوڑے۔ بیغو' طغرل بک محمد' جفری بک داؤد۔ یہ قبیلہ جند سے بڑھ کر بخارا سے متصل آباد ہو گیا۔ امیر بخارا نے ان کو خطرناک سمجھ کر وہاں سے نکال دیا۔ اس وجہ سے انہوں نے ترکستان کے بادشاہ بغرا خان کے ملک میں جا کر پناہ لی۔ لیکن اس کے ناملائم سلوک سے پھر جند میں چلے آئے۔ 389 ہجری میں دولت سامانیہ کے زوال کے بعد امیر علی تکین بخارا پر قابض ہو گیا۔ ایلک خان کے بیٹے ہارون نے اس پر چڑھائی کی۔ علی تکین نے ارسلان سے مدد مانگی۔ اس نے جا کر ہارون کو شکست دی اور بخارا میں داخل ہو گیا۔ سلطان محمود غزنوی جس وقت جیحوں سے پار اتر کر ان کی طرف گیا۔ اس وقت علی تکین اور ارسلان دونوں بخارا سے نکل گئے۔ محمود نے ارسلان کی قوت کا اندازہ لگا کر اسے امیدیں دلا کر بلایا۔ لیکن جب وہ آ گیا تو اس نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کے خاندان کو خراسان میں جابجا منتشر کر دیا"۔[6]

جیرا جپوری کا یہ بیان صحیح نہیں کہ آل سلجوق کے سب کے سب ارکان دین اسلام کی خوبیاں دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ تاریخی حیثیت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے لیکر پانچویں صدی ہجری تک جزیرہ نما عرب یمن' بلاد افریقہ اور ترکستان کے جتنے خانہ بدوش قبائل نے اسلام قبول کیا تھا انہوں نے اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کو دیکھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ انہوں نے یہ تبدیلی مذہبی موقع پرستی یا مفاد پرستی میں کی تھی۔ جو لوگ اس تاریخی حیثیت پر پردہ ڈالتے ہیں یا اسے توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اسلام کی کوئی خدمت نہیں کرتے۔ فتح مکہ کے بعد جزیرہ نما عرب کے قبائل جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب قریشیوں کے مطیع و فرمانبردار ہونے کے بعد مسلمانوں کی عظمت و قوت بڑھ گئی تو ان قبائل نے اپنا مفاد اسی میں دیکھا کہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں۔ ایک قبیلہ کا سردار موقع پرستی و مفاد پرستی کے تحت اسلام قبول کرتا تھا۔ تو اس کے ساتھ ہی سارے کے سارے اعراب مسلمان ہو جاتے تھے۔ ان اعراب میں سے کوئی بھی اسلام کی خوبیاں دیکھ کر ایسا نہیں کیا کرتا تھا۔ یہ سب کچھ موقع پرستی اور مفاد پرستی کے تحت ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا تو سرزمین عرب اور یمن کے بیشتر قبائل فوراً" ہی مرتد ہو گئے تھے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے اس فتنہ ارتداد کو بذریعہ شمشیر فرو کیا تھا۔ اور پھر یہ سب کے سب مرتدین

Marfat.com

مسلمان ہو گئے تھے۔ بلاد افریقہ کے بربر اور دوسرے قبائل کی بھی یہی حالت تھی۔ خلیفہ سوئم حضرت عثمانؓ کے عہد میں قبائل کو بڑی مشکل سے مغلوب کیا گیا تھا۔ زیر ہونے کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا لیکن اس کے بعد جب بھی کبھی انہیں موقع ملا انہوں نے مرتد ہونے میں کبھی بھی پس و پیش نہیں کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ امیہ دور میں یہ قبائل بارہ مرتبہ مرتد ہوئے تھے۔ ترک قبائل کے اسلام لانے کا پس منظر یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے بلاد ماورالنہر کو فتح کیا تھا تو یہاں کے ترک قبائل مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ ان ترک قبائل کے پاس چلے گئے تھے جو ترکستان، کاشغر اور فرغانہ وغیرہ میں رہتے تھے۔ ترکوں کے یہ قبیلے عرب اور دیگر قبائل کی طرح تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھے۔ دنیا کے سارے قبائل کی طرح ان قبائل کی بھی آپس میں لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ جب کوئی ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو زیر کر لیتا تھا تو فاتح قبیلہ مفتوح قبیلہ کے بچوں کو بطور غلام بلاد اسلامیہ میں بیچ دیتا تھا۔ تیسری صدی کے وسط میں ماورالنہر اور خراسان میں سامانی سلطنت قائم ہوئی تھی۔ اس فوج میں ایسے زر خرید ترک غلاموں کی اکثریت تھی جو بطور مال غنیمت جنگوں میں پکڑے گئے تھے اور ان سب نے اپنے آقاؤں کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ محمود غزنوی کا والد سبکتگین اسی طرح مسلمان ہوا تھا۔ عباسی خلیفہ معتصم (227-218ھ) نے ہزاروں ترک غلام خرید کر اپنی فوج میں بھرتی کئے تھے۔ اور ان غلاموں نے وہی مذہب اپنایا جو ان کے آقا کا تھا۔ ان ترک قبائل کا مذہب کے بارے میں رویہ کیا ہوتا تھا اس کا اندازہ تاریخ طبری میں مندرج اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ۔ "اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک (125-105ھ) کے عہد میں والئی خراسان اشرس نے ذمی باشندگان سمرقند اور ماورالنہر کو دعوت اسلام دی اس شرط پر کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو جزیہ معاف کر دیا جائیگا۔ باشندوں نے اس دعوت پر لبیک کی۔ اور اسلام لے آئے مگر پھر بھی ان پر جزیہ ہی عائد کیا گیا۔ اور جب اس کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے بغاوت کر دی ---- ان حالات کو دیکھ کر بخارا کے بڑے زمیندار اشرس کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کس سے خراج لینگے۔ سارے باشندے تو عرب ہو گئے ہیں۔ (گویا ان کے نزدیک مسلمان ہونے کا مطلب عرب ہونا تھا) اشرس نے ہانی اور دوسرے سرکاری عہدیداروں کو لکھا کہ جن لوگوں سے پہلے خراج لیا جاتا تھا ان سے اب بھی لیا جائے۔ چنانچہ ان نو مسلموں پر پھر جزیہ عائد کیا گیا۔ انہوں نے

Marfat.com

دینے سے انکار کیا اور یہ تمام لوگ حکومت کی اطاعت چھوڑ کر سمرقند سے سات فرسنگ کے فاصلہ پر خیمہ زن ہو گئے"۔ آل سلجوق کے اسلام لانے کی وجہ بھی ان کی مفاد پرستی میں مضمر تھی۔ جس زمانہ میں یہ لوگ اسلام لائے تھے اس وقت خراسان' ماورالنہر اور ترکستان میں محمود غزنوی کا طوطی بولتا تھا۔ ان لوگوں نے پہلے تو محمود کی ملک گیری کی مزاحمت کی مگر جب کامیاب نہ ہوئے تو محمود کی طاقت سے مغلوب و مرعوب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ پھر خراسان میں آئے۔ یہاں اودھم مچایا۔ سلطان محمود نے ان کی سرکوبی کی۔ انہوں نے وقتی طور پر اطاعت قبول کر لی اور سلطان نے انہیں اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔ بعض مورخین کے مطابق سلجوقی ترکوں کو سلطان محمود اور ترکستان کے بادشاہ خراسان کے درمیان سودے بازی کی نتیجہ میں خراسان میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بعض دوسری روایات میں ہے کہ سلجوق مسعود بن محمود کے عہد میں خراسان پہنچے تھے۔

منہاج سراج کی رائے یہ ہے کہ "محمود بن سبکتگین نے آل سلجوق کو خراسان میں بسنے کی اجازت دے کر غلطی کی تھی۔ کیونکہ پھر یہی لوگ بعد میں غزنوی سلطنت کی بربادی کا باعث بنے۔ منہاج سراج ایک شخص ابن ہیثم کے حوالے سے لکھتا ہے کہ "جب سلطان محمود غازی محمود بن سبکتگین نے دریائے جیحوں کو عبور کیا اور ماورالنہر کے شہر اس کے قبضہ میں آ گئے تو مرحوم ایبک خاں (محمود کا خسر) کا بھائی قدر خاں سلطان کے پاس آیا۔ --- تنہائی میں دونوں نے ایران و توران کے متعلق مصلحت کار پر بحث کی۔ قدر خاں نے سلطان کی خدمت میں جو تجویزیں پیش کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ سلجوق ترکمان کے بیٹے کو تمام رفیقوں اور پیروؤں کے ہمراہ ماورالنہر اور ترکستان سے نکال کر خراسان لے جائے۔ سلجوق اور اس کے بیٹے کے پیرو ایک قوم تھے۔ وہ بخارا کے مقام قور میں آباد اور سب کے سب سامانیوں کے فرمانبردار تھے۔ اس زمانے میں سلجوق کا بیٹا بلوغت کو پہنچ چکا تھا --- قدر خاں نے سلطان سے جو درخواست کی تھی وہ منظور ہو گئی۔ اسی وقت قدر خاں لوٹ گیا۔ فرزند سلجوق کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ خیمے میں ہی رہے۔ اپنے سامان اور ہمراہیوں کو ساتھ لے کر سلطان محمود کے لشکر کے ساتھ جیحوں سے گذرے اور خراسان پہنچ جائے۔ کاردار مقرر کر دیئے گئے۔ انہوں نے سلجوقوں کے نگرانی کی۔ جب وہ جیحوں پر پہنچے تو سلطانی ملازمین کے ساتھ دریا عبور کیا۔ خود سلطان نے حکم دیا کہ سلجوق کا بیٹا اپنے اہل و

Marfat.com

عیال اور ہمراہیوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ جائے۔ اس وقت ارسلان خان خراسان کا حاجب تھا اور سلطان محمود کے خاص معتبر آدمیوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے سلطان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا مجھ بندہ درگاہ کے نزدیک تو حکم رائے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اپنے ملک اور اپنے فرزندوں کے مقبوضات میں دشمنوں کے لئے دروازہ کھول رہے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ آخر یہی گروہ اس مملکت میں پریشانی کا باعث ہو گا۔ سلطان نے فرمایا کہ تیری کیا رائے ہے؟ ارسلان حاجب نے جواب دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ فرمان جاری کر دیں کہ سب کو کشتی میں بٹھا کر ڈبو دیا جائے سب کے انگوٹھے کاٹ دیے جائیں تاکہ تیر نہ چلا سکیں۔ سلطان نے فرمایا' ارسلان تیرا دل بڑا سخت ہے۔ عہد توڑنا اور بے دست و پا کو مارنا بادشاہوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ قضا و قدر کے فیصلوں کو جس طرح مردانگی سے نہیں روکا جا سکتا اسی طرح غداری سے بھی ٹالا نہیں جا سکتا۔ جب سلجوق کا بیٹا جیجوں عبور کر آیا تو سلطان کے فرمان کے مطابق اسے ملتان لے گئے۔ اس کے چچیرے بھائیوں اور دوسرے ہم قوموں کو خراسان کے علاقے میں نیشاپور' ماوراالنہر وغیرہ مقامات پر آباد کر دیا اور خراسان کے اطراف میں ان کے لئے چراگاہیں مقرر ہو گئیں۔ حق تعالیٰ کی مشیت تھی کہ سلجوق آگے چل کر بلند مرتبہ حاصل کریں اور ان کی نسل سے فاتح سلطان اور بادشاہ پیدا ہوں۔ سلطان محمود بعد میں اس روش پر پشیمان ہوا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ تھا اور قضائے الٰہی کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ امام ابوالفضل بیہقی نے "تاریخ ناصری" میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمود چار ہزار سلجوق کنبوں کو جیجوں سے گزار لایا تو ان کے سردار چار تھے۔ یغمر' بوقا' کولتاکش اور قزل - - - خراسان کے اطراف میں ان کے لئے مرغزار تقسیم کر دئے گئے۔ انہیں خراسانی سردار کے حوالے کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ انہیں کسی قسم کے ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ دی جائے ان سب کا سردار سلجوق کا بڑا بیٹا تھا۔ جو مردانگی میں شہرہ آفاق تھا۔ اسے ملتان بھیج دیا گیا۔ دو بیٹے بھی اس کے ساتھ تھے۔ وہ مدت کے بعد ملتان ہی میں فوت ہو گئے۔ باقی سلجوقی ماوراالنہر میں رہے وہ ہر سال بخارا کے موضع قور سے خوارزم کے مقام ارغان تک جاتے تا کہ ریوڑ چرا سکیں۔ ان لوگوں کو جند کے رئیس سے سخت دشمنی تھی"۔[۹]

جب سلطان محمود غزنوی نے 421 ہجری /1030ء میں وفات پائی اور اسکا بیٹا مسعود بن

Marfat.com

محمود مسند حکومت پر متمکن ہوا اور پھر ہندوستان کی لڑائیوں میں مصروف ہوا تو ترکوں نے بغاوت کر دی "مسعود نے ان حالات کے خلاف ایک فوج بھیجی۔ ترکوں کے اس باغی گروہ کو عراقیہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس زمانے میں ان کے امراء کیکاوس' مرقا' کول' یغمر اور باسعکی تھے۔ جو لوٹ مار کرتے ہوئے دامغان پہنچے اور پھر بجستان کی طرف بڑھے۔ بعد ازاں مضافات رے کو غارت کیا۔ والیان طبرستان اور رے مسعود کے سپہ سالار کی کمک پر پہنچے۔ باغی ترکوں نے ان کو شکست دے کر رے پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ 426 ہجری کا ہے۔ اس کے بعد علاؤالدولہ بن کالویہ والئی اصفہان نے ان ترکوں کی' جنہوں نے رے پر قبضہ کر لیا تھا تالیف قلوب کر کے ابن سبکتگین (مسعود غزنوی) کی مدافعت کرنی چاہی۔ ابتدا" ترکوں نے علاؤالدولہ کی اس استدعا کو منظور کر لیا لیکن بعد کو بد عہدی کی۔ ترکوں کا وہ گروہ جنہوں نے آذر بائیجان پر حملہ کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا --- یہ گروہ 429 ہجری میں مراغہ چلا گیا۔ اہل مراغہ ان کے ہاتھوں بری طرح پامال ہوئے۔ اس کامیابی کے بعد ترکوں میں باہم مخالفت پیدا ہوئی اور وہ دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ایک گروہ بوقا کے ہمراہ ان ترکوں کے پاس چلا آیا جو رے میں مقیم تھے اور دوسرا گروہ ہمراہی منصور اور کوکباش ہمدان کی طرف روانہ ہوا۔ بوقا نے ہمدان پہنچ کر ابو کالیجار کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں لڑائی ہوتی رہی۔ بالاخر ابو کالیجار نے شہر چھوڑ دیا۔ بوقا نے شہر میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کیا اور پھر کرخ پہنچ کر اس نے اس شہر سے ایسا ہی سلوک کیا۔ پھر قزوین کو جا کر گھیر لیا۔ اہل قزوین نے اطاعت قبول کر لی اور سات ہزار دینار نذر کئے۔ فتح قزوین میں ان ہی ترکوں میں سے ایک گروہ بلاد ارمن چلا گیا اور عام خونریزی اور غارت گری کرتا ہوا آرمینیہ کی جانب لوٹا۔ وہاں سے رے کی طرف واپس آیا اور رے سے قلعہ ہمدان گیا۔ ابو کالیجار نے لڑائی کے بغیر قلعہ ہمدان چھوڑ دیا۔ ترکوں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ 430 ہجری کا ہے۔ پھر ان کے بعد انہوں نے استر آباد تک کے علاقہ کو جی کھول کر لوٹا۔ ابوالفتح بن ابی اشوک والئی دینور مقابلہ پر آیا اور اس نے ترکوں کو شکست دیکر ان کے ایک گروہ کو گرفتار کر لیا۔ ترکوں نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ ابوالفتح نے یہ درخواست منظور کر لی اور ان کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس اثناء میں علاؤالدولہ نے اصفہان سے فوجیں بھیجیں۔ ترکوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر علاؤالدولہ نے انہیں شکست دی۔ یہ سن کر آذر بائیجان

Marfat.com

کے والی حشود ان نے ان ترکوں پر حملہ کر دیا۔ جو اس علاقے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں آخرکار حشودان کے کرد لشکریوں نے ترکوں کو دبا لیا۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ ترکوں کی ساری جماعت تتر بتر ہو گئی۔ اس کے بعد ان ترکوں کا سردار مر گیا جو رے میں مقیم تھا"۔۹

طبرستان' آذر بائیجان اور فارس میں بدنظمی اور غارت گری کے اس دور میں ترکوں کے ایک گروہ نے طغرل بک بن میکائیل بن سلجوق نے خراسان کے علاقے کی طرف رخ کیا۔ محمود بن سبکتگین کے زمانہ میں سلجوق کی سرکردگی میں سات ہزار کنبوں کا جو گروہ خراسان آیا تھا یہ گروہ اس میں شامل نہیں تھا۔ بلکہ یہ اپنے مسکن اولیٰ اور مسکن قدیم میں باقی رہ گئے تھے۔ یہ گروہ باعتبار قوت اور بہ لحاظ شوکت و جلال و مردانگی دوسرے گروہوں سے برتر تھا۔ طغرل بک کا چچیرا بھائی نیال ایک مختصر سی فوج لے کر رے کی طرف بڑھا۔ اہل رے نے مقابلہ کیا۔ نیال کے ترکوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر آذر بائیجان سے جزیرہ ابن عمر چلے آئے۔ والی جزیرہ سلیمان بن نصیرالدولہ بن مروان نے ان میں سے منصور بن عز علی کو بحیلہ و مکر گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ جس سے اس کے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ قرواش والئی موصل نے بھی اپنی فوجیں بھیج دیں۔ ترک بھاگ کر دیار بکر پہنچے اور اس علاقے کو برباد کر ڈالا نصیرالدولہ نے ان کے امیر منصور کو اپنے بیٹے سلیمان سے رہا کروا دیا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ منصور نے رہا ہوتے ہی موصل پر چڑھائی کر دی۔ قرواش والئی موصل بھاگ گیا۔ ترکوں نے اپنے سردار کوکباش کی زیر قیادت شہر میں داخل ہو کر بہت لوٹ مار مچائی اور خون بہایا۔ اور اہل شہر پر بیس ہزار دینار خراج قائم کر دیا۔ جب کوکباش شہر سے چلا گیا تو اہل موصل نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ کوکباش 435 ہجری میں واپس آیا اور اس نے شہر میں قتل و غارت کو کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ یہ لوگ خطبوں میں پہلے خلیفہ وقت کو دعا سے یاد کرتے تھے اس کے بعد طغرل بک کا نام لیتے تھے۔ اس وجہ سے بغداد کے جلال الدولہ نے طغرل بک سے ان ترکوں کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ طغرل بک نے جواب دیا کہ یہ لوگ ہماری مدد و اطاعت سے تجاوز کر گئے ہیں۔ جلال الدولہ اس خط کو دیکھ کر والئی موصل کی امداد سے دست کش ہو گیا۔ مگر دبیس بن مزید اور امرائے عرب (بنو عقیل) نے والی موصل کی امداد کے لئے کمک بھیجی۔ ترکوں کو شکست

Marfat.com

ہوئی۔ شکست خوردہ گروہ بلاد ارمن اور روم چلا گیا۔ ادھر طغرل بک نے خوزستان میں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی۔ سلطان محمود کے سپہ سالار سیاوشی کو شکست ہوئی اور ہرات چلا گیا۔ طغرل بک نے ہرات کا رخ کیا تو وہ غزنہ چلا گیا۔ سلطان مسعود کو اس سے بے حد اشتعال پیدا ہوا اس نے حملہ کیا۔ طغرل کو شکست ہوئی اور بھاگ کر بیابان میں گھس گیا۔ سلطان مسعود تین برس تک اس کا تعاقب کرتا رہا۔ ایک روز طغرل نے سلطان مسعود کے لشکر پر ایسے موقع پر حملہ کیا جبکہ وہ دریا عبور کر رہا تھا۔ سلطان مسعود کے لشکر کو شکست کھانا پڑی۔ طغرل بک اس فتح سے خوش ہو کر نیشاپور کی جانب روانہ ہوا اور 431 ہجری میں اس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ اطراف و جوانب کے عمال نے طغرل کو سلطان اعظم کے لقب سے مخاطب کیا اور خطبوں میں بھی اسی لقب سے اس کا نام داخل کیا گیا۔ یہ سلجوقی سلطنت کا پہلا سربراہ تھا۔ اس کا اقتدار 429 ہجری میں شروع ہوا تھا۔ جبکہ اس نے خوزستان پر حملہ کر کے سلطان مسعود کے سپہ سالار کو شکست فاش دی تھی۔ طغرل بک نے نیشاپور میں انتظام حکومت کو بڑی خوبی سے درست کیا اور غنڈوں اور بدمعاشوں کو قرار واقعی سزائیں دیں اسی زمانے سے سلجوقیہ کا بہت سے علاقہ پر قبضہ شروع ہو گیا۔ طغرل کے ایک بھائی بیغو نے ہرات کو دبا لیا۔ دوسرے بھائی داؤد نے بلخ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طغرل بک نے طبرستان اور جرجان کو انوشیرواں بن منوچہر قابوس کے قبضہ سے نکال لیا۔ انوشیروان نے تیس ہزار دینار سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا تو طغرل نے اسے طبرستان کی حکومت دیدی۔ انوشیرواں کے ایک ساتھی مرداویج نے پچاس ہزار دینار سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا تو اسے جرجان کا حاکم بنا دیا۔ خلیفہ قائم نے آئے دن کی لڑائی فرو کرنے کی غرض سے قاضی ابوالحسن ماوردی کو طغرل کے پاس بھیجا اور اس قاضی نے طغرل اور جلال الدولہ میں مصالحت کرا دی۔ طغرل نے خلیفہ قائم کی اطاعت قبول کر لی"۔

"431 ہجری میں قرواش والئی موصل نے اپنا لشکر خمیس بن ثعلب والئی تکریت کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ خمیس نے جلال الدولہ سے شکایت کی۔ جلال الدولہ نے قرواش کو بذریعہ خط منع کیا مگر وہ باز نہ آیا اور اس نے تکریت کا محاصرہ کر لیا اور اس کے ساتھ ہی ترکوں کو بغداد کی حکومت کے خلاف اکسانے لگا۔ جلال الدولہ نے برہم ہو کر ابوالحارث ارسلان بساسیری کو ماہ صفر 432 ہجری میں قرواش کے نائب کو جو سندسیہ میں مقیم تھا گرفتار

Marfat.com

کرنے کے لئے بھیجا۔ راستے میں عربوں سے جھڑپ ہو گئی جس کی وجہ سے ابوالحارث ناکام ہو کر واپس آ گیا۔ عرب بدوؤں نے اپنی فتح سے حوصلہ پا کر مضر اور بغداد کے درمیان ڈاکہ زنی شروع کر دی۔ اس واقعہ سے جلال الدولہ کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ لشکر لے کر انبار کی طرف گیا۔ ان دنوں قرواش وہیں مقیم تھا۔ قرواش کو اس کی خبر نہ لگی -محاصرے میں آ گیا۔ لیکن عربوں کے قبیلہ بنو عقیل نے قرواش اور جلال الدولہ میں مصالحت کرا دی اور جلال الدولہ نے قرواش کو مطیع کرنے کی بجائے خلیفہ قائم کی ذاتی جاگیر جو اس کی اپنی تحویل میں تھی' لے لیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ سرکاری آمدن کی کمی تھی اور خراج کہیں سے نہیں ملتا تھا۔ ماہ شعبان 435 ہجری میں جلال الدولہ اپنی حکومت کے سترہویں سال مر گیا۔ وہ شیعہ عقائد کا حامل تھا اور کربلا اور نجف کی زیارت کے لئے پا پیادہ ننگے پاؤں جایا کرتا تھا۔ اس کے مرنے پر اس کے اراکین دولت کو ترکوں اور عوام الناس سے خطرہ پیدا ہوا۔ وزیر کمال الملک بن عبدالرحیم دیلمی سپہ سالاران لشکر اراکین دولت خلیفہ قائم کے پاس آئے اور انہوں نے خلیفہ کو بتایا کہ اگر ترکوں اور عوام الناس نے بلوہ کیا تو وہ مدافعت کریں گے۔ جلال الدولہ کا بڑا بیٹا الملک العزیز ابو منصور ان دنوں واسط میں تھا۔ اراکین دولت نے اس سے اطاعت کے بارے میں خطوط لکھے اور اس کو بلا بھیجا۔ اس نے پرانے دستور کے مطابق حق البیعت طلب کیا۔ تعین حقدار یا عدم موجودگی زر کی وجہ سے نام و پیام کا سلسلہ جاری رہا۔ ابو کالیجار کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے زر کثیر حق البیعت بھیج دیا اور اپنی حکومت و سرداری کی تحریک کی۔ سرداران لشکر اور لشکریوں نے الملک العزیز کا ساتھ چھوڑ دیا اور ابو کالیجار کی طرف مائل ہو گئے۔ اس موقعہ پر الملک العزیز بھی واسط سے آ گیا۔ وہ جس وقت نعمانیہ میں وارد ہوا لشکر بغداد نے بغاوت کر دی۔ چارو ناچار پھر واسط چلا گیا۔ بغاوت فرو ہو گئی۔ ماہ صفر 436 ہجری میں جامع بغداد میں ابو کالیجار مرزبان بن سلطان الدولہ بن بہاؤالدولہ بن عضدالدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خلیفہ قائم نے اسے محی الدین کا لقب دیا اور ابو الشوک' دبیس اور نصیرالدولہ ابن مروان نے بھی اپنے اپنے صوبجات کی مساجد میں ابو کالیجار کے نام کا خطبہ پڑھا۔ الملک العزیز' طغرل بک کے چچازاد بھائی نیال کے پاس چلا گیا اور بہت دیر تک اس کے پاس مقیم رہا۔ ایک دن چند لوگوں کے ساتھ خفیہ طور سے بغداد آیا۔ ابو کالیجار کے ہوا خواہوں کو پتہ چل گیا۔ وہ اس پر ٹوٹ

Marfat.com

پڑے۔ ملک العزیز کسی طرح اپنی جان بچا کر نصیرالدولہ بن مروان کے پاس پہنچا۔ نیال میافارقین بھاگ گیا۔ اور وہیں ماہ صفر 441 ہجری میں انتقال کر گیا۔ اس سے قبل ابو کالیجار بغداد میں پہنچ کر حکومت اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔ اور والئی اصفہان ابو منصور بن عضدالدولہ بن بنی بویہ نے طغرل سے منحرف ہو کر ابو کالیجار کی اطاعت کر لی تھی۔ جب بغداد میں ابو کالیجار کے اقتدار کو کچھ استقلال اور استحکام نصیب ہوا تو اس نے طغرل بک سے مصالحت کی درخواست کی اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر کے مصالحت کر لی۔ یہ واقعہ 439 ہجری کا ہے"۔[11]

440 ہجری میں ابو کالیجار نے بزور قوت خراج کرنے کی غرض سے کرمان پر فوج کشی کی۔ بہرام بن شکرستان (جو سرداران دیلم میں سے تھا) والئی کرمان قلعہ بردشیر میں تھا۔ ابو کالیجار نے لڑائی کئے بغیر اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر کسی فوجی افسر نے کسی کشیدگی کی وجہ سے بہرام کو قتل کر دیا۔ اہل کرمان ابو کالیجار کی طرف مائل ہوتے نظر آئے۔ ابو کالیجار نے نہایت سرعت سے کرمان کا سفر کیا۔ راستہ میں بیمار ہو گیا۔ شہر خباب (بلاد کرمان میں) پہنچ کر 440 ہجری میں جب کہ اس کی حکومت کو چار برس تین ماہ گزر چکے تھے مر گیا۔ "جوں ہی اس کی آنکھیں بند ہوئیں ترکوں نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اس کا بیٹا ابو منصور فلاستون وزیر کے خیمے میں بھاگ آیا۔ ترکوں نے اس پر بھی دست اندازی کا قصد کیا۔ دیلمی فوج نے سینہ سپر ہو کر روک دیا۔ اس کے بعد ابو منصور نے شیراز جا کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ چند دن کے بعد بغداد میں ابو کالیجار کی وفات کی خبر پہنچی تو سپہ سالاران لشکر اور اراکین دولت نے خلیفہ سے درخواست کی کہ ابو کالیجار کے پہلے بیٹے ابو نصر خسرو فیروز کو جو ان دنوں بغداد میں تھا امیر بنایا جائے اور یہ بھی استدعا کہ اسے "الملک الرحیم" کا لقب دیا جائے۔ خلیفہ قائم نے ابو نصر کو امارت تو دے دی لیکن "الملک الرحیم" کا خطاب نہ دیا اور اس کا سکہ عراق خوزستان اور بصرہ میں چلنے لگا۔ اس نے اپنے بھائی ابو سعد خسرو شاہ کو ایک لشکر دے کر شیراز بھیجا۔ ابو سعد نے وہاں پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا اور ابو منصور کو گرفتار کر لیا۔ کیونکہ اس نے "الملک الرحیم" کی اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ اس زمانہ میں بغداد میں اہل سنت والجماعت اور شیعہ کے مابین جھگڑا ہوا اور بہت دیر فتنہ و فساد ہوتا رہا۔ خلیفہ قائم کے 422 ہجری میں مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد بغداد میں فرقہ وارانہ فساد کا

Marfat.com

یہ تیسرا بڑا واقعہ تھا۔ چھوٹے موٹے فساد تو آئے دن ہوتے ہی رہتے تھے۔ 441 ہجری میں الملک الرحیم نے اہواز سے فارس کی جانب کوچ کیا اور شیراز کے باہر پہنچ کر پڑاؤ کر دیا۔ ترکان شیراز اور بغداد میں کسی بات پر چل گئی۔ اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ ترکان بغداد ناراض ہو کر عراق کی طرف واپس ہوئے۔ چونکہ الملک الرحیم کو ترکان شیراز پر بھروسہ نہیں تھا اس لئے وہ ترکان بغداد کے ساتھ عراق کو چلا۔ ترکان شیراز اس کے بھائی ابو منصور جو اصطخر میں مقیم تھا کی طرف مائل تھے۔ الملک الرحیم نے اہواز میں پہنچ کر قیام کر دیا۔ اور اپنے دو بھائیوں ابو سعید اور ابو طالب کو ارجان میں مامور کیا۔ ابو منصور حملہ آور ہوا۔ الملک الرحیم اہواز سے رام ہرمز کی طرف بڑھا۔ دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ الملک الرحیم کو شکست ہوئی۔ وہ بصرہ کی طرف بھاگا اور پھر بصرہ سے چلا گیا۔ ابو منصور نے اہواز پر قبضہ کر لیا"۔[۱۲] دیلمیوں اور ترکوں میں تضاد اتنا ہی شدید تھا جتنا کہ حجاز کے قبائل مضر اور ربیعہ کے درمیان تھا' حجاز کے قبائل مضر (یا عرفانی) اور یمن کے قبائل قحطانی (یا حمیری) کے درمیان تھا' عربوں اور ایرانیوں کے درمیان تھا' حجازی عربوں اور شامی عربوں کے درمیان تھا' عربوں اور بربریوں کے درمیان تھا اور بربریوں اور اندلسیوں کے درمیان تھا۔ دیلمیوں اور ترکوں کے درمیان معاندانہ تضاد کا لاوا ذرا ذرا سی بات پر پھوٹ پڑتا تھا۔ اور اس تضاد میں مذہبی عقائد بھی آ گئے ہوئے تھے۔ دیلمی شیعہ عقیدہ رکھتے تھے اور ترک اہل سنت والجماعت تھے۔ اس تضاد کا پس منظر یہ تھا کہ عباسی خلیفہ معتصم کے عہد (218-227 ہجری) سے بغداد میں ترکوں کی بالا دستی قائم ہوئی تھی مگر رفتہ رفتہ ترک اپنا فوجی' سیاسی' معاشرتی اور معاشی غلبہ بہت حد تک کھو بیٹھے اور خلیفہ مستکفی کے عہد (330-334 ہجری) میں دارالخلافت میں بنی بویہ کی زیر قیادت دیلمیوں کا غلبہ ہو گیا تھا۔ اہل بغداد پہلے بہت دیر تک ترکوں کی وحشت و بربریت سے نالاں رہے لیکن جب ترکوں کا زور کم ہو گیا تو وہ دیلمیوں کے تعصب کے باعث آئے دن مصیبتوں میں مبتلا ہوتے تھے۔ بغداد میں اکثر و بیشتر شیعہ سنی جھگڑا بھی اسی بڑے تضاد کا جزو بن جاتا تھا۔

"442 ہجری کے اوائل میں فارس میں ابو منصور کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور فوج کا کچھ حصہ اسے چھوڑ گیا۔ کچھ حصہ الملک الرحیم کے پاس چلا گیا۔ الملک الرحیم اس واقعہ سے بہت خوش ہوا۔ چنانچہ وہ واسط سے لشکر لے کر اہواز کی جانب چلا اور بغداد سے بھی

Marfat.com

اپنی کمک پر ایک لشکر منگوایا۔ الملک الرحیم نے اہواز پہنچتے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کچھ دیر ٹھہرا رہا جب اس کے پاس وہاں بغداد سے کمک پہنچ گئی تو اس نے 442 ہجری کے اواخر میں مکرم پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر قنطرہ اربق کی طرف بڑھا۔ ابو منصور اپنے دیلمیوں اور کردوں کی فوج کو لے کر ارجان سے تستر کی طرف چلا گیا۔ مگر اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے الملک الرحیم تستر پہنچ گیا تھا۔ ابو منصور کو شکست کھا کر واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد الملک الرحیم نے ایک فوج رام ہرمز کی جانب روانہ کی۔ محاصرہ اور خفیف جنگ کے بعد ماہ ربیع الثانی 443 ہجری میں رام ہرمز فتح ہو گیا۔ اس سے پہلے اس شہر پر ابو منصور کا قبضہ تھا اور یہاں اسی کا لشکر اور اسی کے سردار رہتے تھے۔ اس کامیابی کے بعد الملک الرحیم نے اپنے بھائی ابو سعد کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر فارس بھیجا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کا بھائی خسرو شاہ جو اصطخر میں مقیم تھا ابو منصور کے سپہ سالار ہزار شب کے غلبہ سے تنگ آ گیا تھا اور اس نے الملک الرحیم کو اطاعت نامہ لکھ کر مدد کی درخواست کی تھی۔ ابو سعد کا لشکر اصطخر پہنچا تو خسرو شاہ نے اسے شہر میں داخل کر کے قبضہ دلایا۔ ابو منصور نے ہزار شب اور منصور بن حسین اسدی کو الملک الرحیم سے لڑائی کے لئے اہواز بھیجا اور اس کے ساتھ سلطان طغرل سے بھی امداد کی درخواست کی۔ سلطان طغرل بک نے ایک فوج ان کی کمک پر بھیج دی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان طغرل بک نے اصفہان وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس کی حکومت اور دولت کی چاروں طرف دھوم مچی ہوئی تھی۔ ان حالات میں الملک الرحیم کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ اس کے ساتھی متفرق و منتشر ہو گئے۔ بساسیری اور دبیس بن مزید نے بھی علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ عربوں اور کردوں کی فوجیں تتر بتر ہو گئی تھیں۔ تھوڑی سی فوج اہوازی دیلم اور بغداد کی باقی رہ گئی تھی۔ مجبوراً" الملک الرحیم اہواز میں داخل ہو کر قلعہ نشین ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ابو منصور اور ہزار شب اس کی طرف نہیں آئیں گے بلکہ ابو سعد سے لڑنے کے لئے اصطخر جائیںگے۔ مگر اس کا یہ اندازہ غلط نکلا۔ ابو منصور اور ہزار شب نے ابو سعد کی طرف کوئی فوج کشی نہ کی۔ سیدھے اہواز چلے آئے۔ الملک الرحیم شکست کھا کر واسط چلا آیا۔ ابو منصور کے لشکریوں نے اہواز کو لوٹ لیا۔ ابو منصور اس فتح کے بعد ابو سعد کی روک تھام کے لئے شیراز گیا۔ ابو سعد نے ابو منصور کو پے در پے شکستیں دیں تو ابو منصور فارس کے قلعہ میں جا چھپا اور اہواز میں الملک الرحیم کا خطبہ

Marfat.com

دوبارہ پڑھا گیا۔ ماہ صفر 443 ہجری میں شہر میں اہل سنت والجماعت اور شیعوں کے مابین جھگڑا ہو گیا جبکہ الملک الرحیم فارس میں اپنے بھائی ابو منصور سے لڑائیوں میں مصروف تھا۔ ابتدا جھگڑے کی یوں ہوئی تھی کہ شیعان کرخ نے چند بلند برج بنائے تھے اور ان پر سنہرے حرفوں سے "محمد و علی خیر البشر" تحریر کیا تھا۔ اہل سنت والجماعت اس پر جھگڑ پڑے۔ فریقین کی سینکڑوں جانیں تلف ہوئیں۔ خلیفہ قائم نے علویوں اور عباسیوں (بغداد اور عراق کے دوسرے علاقے میں شیعوں کو علوی اور سینوں کو عباسی کہا جاتا تھا) کے نقیبوں کو تحقیق حال اور تفتیش مقدمہ کی غرض سے مامور کیا مگر اس واقعہ کی اصلیت کا انکشاف نہ ہوا اور فتنہ و فساد بڑھتا ہی گیا۔ اہل بیت کے مشاہد عظمیٰ جلا دئے گئے۔ دبیس بن مزید کو ان واقعات کی خبر لگی۔ اس نے خلیفہ قائم کو توہین آمیز خط لکھا اور اسی وجہ سے اپنے صوبہ میں خلیفہ قائم کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ مگر پھر جب خلیفہ قائم نے اس معاملے میں خط و کتابت کی تو اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا"۔[۱۳]

422 ہجری میں خلیفہ قائم کے خلیفہ بننے کے بعد بغداد میں یہ پانچواں بڑا فرقہ وارانہ فساد تھا۔ بغداد، کوفہ، بصرہ اور عراق کے دوسرے شہروں میں شیعہ، سنی فسادات کا چوتھی صدی ہجری میں خلیفہ مستکفی کے عہد میں اضافہ ہوا تھا جبکہ معزالدولہ علی بن بویہ نے خلافت عباسیہ کے کل اختیارات سبھال لئے تھے۔ بنی بویہ اور ان کے دیلمی لشکری شیعوں کے حامی تھے۔ جبکہ عباسی خلیفہ اور ترک لشکری اہل سنت کا ساتھ دیتے تھے۔ خلیفہ مستکفی سے پہلے اہل سنت کو سرکاری جماعت بھی کہا جاتا تھا اور ان کو بنی بویہ کے عہد اقتدار میں بھی بالعموم یہی کہا جاتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ جب کبھی بغداد میں فرقہ وارانہ فساد ہوتا تھا تو عباسی خلیفہ کسی نہ کسی طرح اہل سنت کی امداد کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور بعض اوقات ترک لشکری بھی سینوں کی حمایت میں نکل آتے تھے۔ صفر 443 ہجری میں فساد کے موقع پر بنی بویہ کا امیر الملک الرحیم بغداد سے باہر تھا اور اس کی فوج بھی دارالخلافت میں نہیں تھی اس لئے اس فساد میں سینوں کا پلہ بھاری رہا۔ یہی حقیقت دبیس بن مزید کی جانب سے خلیفہ قائم کے نام توہین آمیز خط کی بنیاد تھی۔ ان فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلہ میں جو ایک اور حقیقت بھی نمایاں تھی وہ یہ تھی کہ بنی بویہ اگرچہ سب کے سب مذہباً" شیعہ تھے لیکن ان کا مشترکہ عقیدہ ان کے مابین اتفاق و اتحاد کا باعث کبھی نہیں بنا تھا۔ اقتدار کی

Marfat.com

خاطر برادران بویہ میں مسلسل لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں بالکل ایسے ہی جیسے سنی العقیدہ برسر اقتدار عناصر ہمہ وقت ایک دوسرے سے دست و گریباں رہتے تھے۔ گویا نہ تو شیعوں کے درمیان عقیدے کی بنیاد پر کوئی اتحاد تھا اور نہ اہل سنت لوگ اپنے عقیدہ کی وجہ سے متحد و متفق رہتے تھے۔ سیاسی اغراض و مقاصد عملاً ہر قسم کے مذہبی عقائد سے بالا تر ہوتے تھے۔ پانچویں صدی ہجری میں سینوں اور شیعوں کے درمیان آئے دن مذہبی فسادات ایک تیسری حقیقت کے پیش نظراور بھی زیادہ افسوسناک تھے اور وہ حقیقت یہ تھی کہ یہ صدی پورے عالم اسلام میں زوال و انحطاط کی صدی تھی۔ لیکن سنی اور شیعہ دونوں ہی فرقوں کے علماء فقہاء مسلمانوں کے اس سیاسی زوال کے نہایت تکلیف دہ عمل کو نظر انداز کر کے فروعی مذہبی مسائل کھڑے کر کے آئے دن فتنہ و فساد کرواتے تھے۔ ان سنی اور شیعہ دونوں کا کردار بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ باز نطینی ایمپائر کے زوال کے زمانے میں مسیحی پادریوں کا ہوتا تھا۔ یہ پادری حضرت عیسیٰ کی سرشت کے مسئلہ اور دوسرے مسائل کی بنیاد پر بھی عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں فسادات کرواتے رہتے تھے۔ قسطنطنیہ' اسکندریہ اور باز نطینی ایمپائر کے دوسرے شہروں میں ان فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں عیسائی عوام کا خون بہا تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں جب بغداد میں آئے دن شیعہ اور سنی ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے تو یوں لگتا تھا کہ مسلمانوں میں یہ فرقہ وارانہ فسادات ایک نہ ایک دن بڑا ہی خوفناک رنگ لائیں گے۔ بغداد اور عراق کے دوسرے شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات بڑھنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عباسی سلطنت میں زوال کے عمل کے دوران عام مسلمانوں کی معاشی' معاشرتی حالت بہت بری ہو گئی تھی اور وہ ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو دوڑتے تھے۔ مفلوک الحالی میں تنگ دلی' تعصب اور رنجش کی پیدائش ہوتی ہے۔ اور مرفعہ الحالی میں کشادہ دلی وسیع المشربی اور روا داری جنم لیتی ہے۔

بغداد میں اس فرقہ وارانہ فساد سے قبل سلجوقی ترکوں نے جو سنی العقیدہ تھے 432 ہجری میں خراسان کو بنی سبکتگین کے قبضہ سے نکال لیا ہوا تھا۔ سلطان طغرل بک 442 ہجری میں اصفہان کو بھی ابن بویہ سے چھین چکا تھا۔ "اسی سال اس کے اپنے بھائی ارسلان بن داؤد نے فارس پر قبضہ کر لیا تھا اور جس قدر دیلمی وہاں تھے اس نے ان کو پامال اور زیر و

Marfat.com

زبر کر کے شہر میں قیام کیا تھا۔ ان فتوحات کے پیش نظر خلیفہ قائم بامراللہ نے طغرل بک کے پاس خلعت اور انعامات روانہ کئے اور اس کو ان علاقوں کی سند حکومت بھیجی تھی۔ جس پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ سلطان طغرل نے دس ہزار دینار نقد' جواہرات اور قیمتی کپڑے اور چند مشک کے نافے خلیفہ کی خدمت میں بھیجے تھے۔ خلیفہ قائم کی جانب سے طغرل بک کی فتوحات کو تسلیم کرنے اور طغرل بک کی طرف سے ارسال کردہ تحائف قبول کرنے کا مطلب یہ تھا کہ خلیفہ کو پتہ چل گیا تھا کہ اب سلجوقی ترکوں کا ستارہ عروج پر ہے اور بنی بویہ کے خاندان کا اقتدار تیزی سے روبہ زوال ہے۔ خلیفہ کی اس حقیقت شناسی کے پیش نظر طغرل بک رمضان 443 ہجری میں بغداد آیا اور اس نے عیدالفطر کی تقریب میں خلیفہ سے ملاقات کی۔ خلیفہ نے اس کے اعزاز میں دربار عام کیا اور جلوس کے ساتھ سواری نکالنے کا حکم دیا۔ 444 ہجری میں خلیفہ قائم کے امیرالامراء الملک الرحیم نے اپنے وزیر ارسلان بساسیری کو اپنے بھائی ابو علی کے خلاف لڑائی کے لئے بصرہ بھیجا۔ بری و بحری لڑائیاں ہوئیں۔ بالاخر ابو علی کو شکست ہوئی اور بساسیری نے دجلہ اور اہواز پر قبضہ کر لیا۔ اس فتح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد الملک الرحیم بھی براستہ خشکی اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ بصرہ کے قبائل ربیعہ اور مضر نے حاضر ہو کر امان کی درخواست کی جو الملک الرحیم نے منظور کر لی اور شہر پر قبضہ کر لیا اور خوزستان کے لوگوں نے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لی۔ ابو علی شکست کھا کر طغرل بک کے پاس اصفہان پہنچا۔ سلطان طغرل بک نے اس کی بڑی عزت کی۔ اپنی قوم کی ایک شریف زادی سے اس کا نکاح کیا۔ جاگیریں بھی اور قیام کے لئے صوبہ بازقان کا ایک قلعہ دیا۔ اسی زمانہ میں رے کے والی سعدی بن ابی الشوک نے طغرل کے سامنے از خود سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ طغرل نے اس کے بیٹے کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھا اور پھر ایک لشکر دے کر اسے عراق روانہ کیا۔ وہ لوٹ مار کرتا ہوا نعمانیہ پہنچا۔ عربوں کے قبیلہ بنی عقیل نے سعدی سے خط و کتابت شروع کی اور شکایت کی کہ اس کے رشتہ دار قریش بن بدران اور مہلہل بن بدران ان پر بہت ظلم و ستم کرتے ہیں۔ سعدی نے امداد کا وعدہ کر لیا: جب مہلہل کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے بنی عقیل پر مقام عکبرا میں حملہ کر دیا۔ بنی عقیل سعدی کے پاس گئے جو ان دنوں سامرا میں تھا۔ سعدی کو بہت غصہ آیا اور اپنے بھتیجوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ چچا اور بھتیجوں میں

Marfat.com

گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مہلہل کو شکست ہوئی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اسی اثناء میں خلیفہ قائم کا امیرالامراء اہواز میں مصروف تھا اس نے لڑائی کے بغیر تستر پر قبضہ کر لیا اور ارجان کے والی فولاد بن خسرو دیلمی نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی۔ یہ واقعہ 445 ہجری کا ہے۔ جبکہ سعدی بن ابی الشوک نے طغرل بک کے سپہ سالار کی حیثیت سے عراق کے سرکش عربوں کو مطیع و فرمانبردار کر کے فتوحات کر لی تھیں۔ سعدی کی ان فتوحات کا ایک اثر تو یہ ہوا کہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ حلوان کی جانب جانے کا قصد کیا اور دوسرا اثر یہ ہوا کہ بغداد میں پھر شیعہ سنی فساد شروع ہو گیا۔ اطراف و جوانب کے ترکوں نے شہر میں داخل ہو کر بہت لوٹ مار کی۔ غارت گری، راہزنی اور چوری کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اتفاق سے ایک علوی نژاد شخص اہل کرخ کا مارا گیا۔ عورتوں نے بہت واویلا کیا جس سے لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ کسی ترک نے کرخ میں آگ لگا دی اور وہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ خلیفہ قائم نے نام و پیام کے ذریعے اس ہنگامہ کو فرو کیا۔ اس واقعہ کے بعد سعدی طغرل بک سے باغی ہو گیا اور اس نے ہمدان پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ الملک الرحیم نے اسے اپنے ساتھ ملانا چاہا مگر اس گٹھ جوڑ سے پہلے طغرل بک ہمدان پہنچ گیا اور اس نے اسے شکست دے دی اور وہ ایک قلعہ میں جا چھپا"۔[۱۴]

عراق میں اس طرح حکومت کے عملاً ناپید ہو جانے کے باعث سارے صوبہ میں غدر مچا ہوا تھا۔ ایک طرف بنو عقیل، بنو شیبان، اور دوسرے عرب قبائل کے گروہوں کو جب موقع ملتا تھا وہ لوگوں کو لوٹتے تھے۔ ترکوں اور کردوں نے بھی اسی طرح ڈاکہ زنی اور راہزنی کے لئے گروہ بنا لئے تھے۔ خود شہر بغداد میں امن و امان کی حالت بڑی خراب تھی۔ "446 ہجری میں ترک فوجیوں نے بغاوت کر دی کیونکہ انہیں کئی ماہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی۔ انہوں نے دارالخلافت کو گھیر لیا۔ خلیفہ قائم بہت پریشان ہوا مگر وہ بے بس تھا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس پر ترک وزیر کو پکڑنے کے لئے لوگوں کے گھروں کی تلاشی لینے لگے اور اس بہانے سے انہوں نے بہت سے گھروں کو لوٹ لیا۔ خلیفہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی مگر کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ خلیفہ نے بغداد سے چلے جانے کے ارادے کا اعلان کیا مگر ترک پھر بھی لوٹ مار میں مصروف رہے۔ وزیر نے انہیں کسی نہ کسی طرح تنخواہیں اور روزینے دیے۔ مگر وہ لوگ اپنی بغاوت اور سرکشی سے باز نہ آئے اور ہنگامہ کرتے

Marfat.com

رہے۔ اس حالت میں کردوں اور عربوں کی بن آئی۔ انہوں نے بھی شہر کے اطراف و جوانب میں لوٹ مار شروع کر دی۔ شہر' قصبہ گاؤں اور محلے ویران ہو گئے۔ امن پسند لوگ اپنے مکانات چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسی دوران قریش بن بدران کے ساتھیوں نے بردان پر حملہ کر کے کامل بن محمد بن مسیب کے گھربار کو لوٹ لیا۔ وزیر بساسیری کی اونٹنیاں اور گھوڑے لوٹ لئے گئے۔ حکومت و سلطنت کا رعب دلوں سے جاتا رہا اور شیرازہ سیاست منتشر ہو گیا۔ اس موقعہ پر طغرل بک آذر بائیجان میں فتوحات میں مصروف تھا۔ جب والیان تبریز اور ابومنصور نے بغیر لڑائی کے اس کی اطاعت قبول کر لی تو چھوٹے چھوٹے امراء اطاعت کی غرض سے جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے۔ طغرل بک آرمینیہ کی طرف گیا اور اس نے ملاز کرد کا محاصرہ کر لیا جب کافی دیر تک اہل ملاز کرد نے ہتھیار نہ ڈالے تو طغرل نے قرب و جوار کے تمام شہروں قصبات اور دیہات کو برباد کر دیا۔ پھر وہ جنگ کی غرض سے بلاد روم کی طرف بڑھا اور ارض روم تک چلا گیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا مگر سردی کی وجہ سے اس سے آگے نہ جا سکا۔ آذر بائیجان کی طرف واپس آیا اور پھر رے چلا گیا۔ قریش بن بدران والئی موصل نے اپنے کل صوبہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔

اس سال ابراہیم بن اسحاق والئی حلوان جو امراء غزیہ سلجوقیہ سے تھا دسکرہ کی جانب آیا۔ اس نے بزور تیغ اس شہر کو فتح کیا اور فتح کر کے اسے لوٹ لیا۔ عورتوں اور بچوں تک سے جرمانے اور تاوان وصول کئے۔ دسکرہ سے وہ رسغ باد اور قلعہ بردان کی طرف گیا۔ یہ دونوں مقامات سعدی بن ابی الشوک کے قبضہ میں تھے اور یہاں اس کے مال و اسباب کا کافی ذخیرہ تھا۔ والی قلعہ نے قلعہ بندی کر لی۔ برابر مقابلہ کرتا رہا۔ ابراہیم اس لڑائی سے تنگ آ گیا تو اس نے گردو نواح کے دیہات کو تاخت و تاراج کر دیا۔ ان واقعات سے ترکوں نے غارت گری کو اپنا شیوہ بنا لیا۔ دیلمیوں کی حالت کمزور ہو گئی۔ طغرل بک نے بغداد کے امیر الامراء الملک الرحیم کے بھائی ابو علی بن ابی کالیجار کو ترکی فوج کے ساتھ خوزستان پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا۔ ابو علی نے اہواز پر قبضہ کر لیا اور ترک فوج نے اندھا دھند لوٹ مار کی۔ یہ ابو علی آل بویہ سے تھا۔ یہ بصرہ کا والی تھا۔ 444 ہجری میں اس کے بھائی الملک الرحیم نے اس کو شکست دی تھی تو اس نے اصفہان میں طغرل بک کے پاس جا کر پناہ لی تھی۔ 447 ہجری کے اوائل میں طغرل بک نے آذر بائیجان سے واپس آ کر انبار

Marfat.com

پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد والئی موصل قریش بدران نے ابوا لغنائم بن مجلبان اور ابوسعد بن مجلبان کو بغداد بھیجا اور خلیفہ قائم اور اس کے رئیس الروسا کو انبار میں بساسیری کی بدعنوانیوں سے آگاہ کیا بساسیری کو پتہ چلا تو وہ رئیس الروساء سے بہت بگڑا اور اس نے خلیفہ اور رئیس الروساء کی تنخواہیں بند کر دیں اور پھر لشکر لے کر انبار چلا گیا۔ انبار کا والی ابوالقاسم بن مجلبان تھا۔ بساسیری نے دبیس بن مزید کی امداد سے اس کو شکست دی اور شہر کو فتح کر کے شہریوں کو لوٹ لیا۔ پانچ سو لوگ گرفتار ہوئے جن میں ابوا لغنائم بھی تھا۔ یہ قیدی بغداد لائے گئے۔ یہاں دبیس کی سفارش پر ابوا لغنائم کی جان بخشی کر دی گئی مگر باقی قیدیوں کو قتل کر دیا گیا"۔[۱۵]

اس کے بعد وزیر بساسیری امیرالامراء الملک الرحیم کے پاس واسط چلا گیا۔ "اسکی بغداد سے روانگی پر اس کے اور رئیس الروساء کے درمیان پیدا شدہ شکر رنجی رنگ لائی۔ شہر میں شیعہ سنی فساد شروع ہو گیا۔ مشرقی بغداد میں عوام الناس نے ہلڑ مچا دیا۔ اہل سنت والجماعت نے امربالمعروف و نہی عن المنکر کے اظہار کے طور پر دیوان کو جا کر گھیر لیا۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے چند کشتیاں پکڑ لی تھیں جو بساسیری کے پاس واسط جا رہی تھیں۔ تلاشی کے وقت ان میں سے شراب کے پیپے برآمد ہوئے تھے اور وہ ان پیپوں کو دیوان والوں کی اجازت حاصل کر کے توڑنا چاہتے تھے۔ کچھ دیر بعد انہیں اس امر کی اجازت مل گئی تو انہوں نے پیپے توڑ ڈالے۔ بساسیری کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اسے صدمہ ہوا اور اس نے خیال کیا کہ یہ فعل رئیس الرؤساء کا ہے۔ اس نے فقہا حنفیہ سے اس امر کا استفسار کیا کہ کشتی کی تلاشی لینا جائز تھی یا نہیں۔ فقہا حنفیہ میں سے بعض نے جائز اور بعض نے ناجائز کا فتویٰ دیا۔ رئیس الرؤساء نے بساسیری کے اس رویے کے پیش نظر ترکان بغداد کو بھڑکا دیا۔ وہ بساسیری کی اعلانیہ برائیاں کرنے لگے۔ اتنے میں ماہ رمضان آ گیا۔ تو وہ دارالخلافت کی اجازت حاصل کر کے بساسیری کے مکان پر چڑھ گئے اور لوٹ لیا۔ اس کے بعد جلا دیا۔ اور اس کے اہل و عیال و مصاحبین کو گرفتار کر لیا۔ اور رئیس الرؤساء بھی اعلانیہ بساسیری کی مذمت کرنے لگا۔ اس کا الزام یہ تھا کہ بساسیری کو خلیفہ مستنصر والئی مصر کی پشت پناہی حاصل ہے۔ خلیفہ قائم کو بادی النظر میں یہ الزام صحیح لگتا تھا۔ اس لئے اس نے الملک الرحیم کو ہدایت کی کہ وہ بساسیری کو اپنے پاس سے نکال دے"۔[۱۶] الملک الرحیم

Marfat.com

نے اس حکم کی تعمیل کی۔ بساسیری ترکی النسل تھا۔ بہاؤالدولہ بن عضدالدولہ کا خادم تھا۔ اس کا نام ارسلان اور کنیت ابوالحارث تھی۔ چونکہ اس کا آقا شیعہ تھا اس لئے اس نے بھی شیعہ مذہب ہی اختیار کیا تھا حالانکہ اس کی نسل کے دوسرے لوگ بالعموم سنی العقیدہ تھے۔ سیوطی کے بقول بساسیری کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا اور تمام امراء عرب و عجم اس سے ڈرتے تھے۔ منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اس نے لوگوں کے مال لوٹ لئے تھے گاؤں ویران کر دیے تھے۔

"جب الملک الرحیم اپنے وزیر ارسلان بساسیری کو الگ کر کے واسط سے بغداد کے لئے روانہ ہوا اس وقت دارالخلافہ میں غنڈوں اور بدمعاشوں کی حکومت تھی شہر کے مغربی علاقے کے شرفاء اور روسا بھاگ گئے تھے اور ترکوں نے شہر کے باہر اپنے خیمے نصب کر لئے تھے تاہم الملک الرحیم بغداد نہ پہنچا بلکہ وہ دبیس بن مزید سے ملنے کے لئے چلا گیا۔ سلطان طغرل ان دنوں رے میں تھا۔ اس نے وہاں سے بذریعہ خط خلیفہ قائم کو اپنی فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ اور ایک اور خط میں اس نے بغدادی ترکوں کو لکھا کہ وہ خلیفہ کے اطاعت گزار رہیں اور ان کی خدمت میں حاضری دیں۔ مگر ترکوں نے اس خط پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ انہوں نے خلیفہ سے اپنے سردار بساسیری کو واپس بلانے کی استدعا کی۔ اتنے میں الملک الرحیم بغداد پہنچ گیا۔ اس نے خلیفہ سے ملاقات کر کے اسے مشورہ دیا کہ طغرل بک سے مراسم قائم رکھے جائیں۔ خلیفہ نے الملک الرحیم کی اس رائے سے اتفاق کیا اور جو ترک فوجی شہر سے باہر نکل کر میدانوں میں خیمہ زن ہو گئے تھے انہیں ہدایت کی کہ محلسرائے خلافت میں آ کر خیمے نصب کریں اور سلطان طغرل بک کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا پیغام بھیجیں۔ جب ترک فوجیوں نے اس حکم کی تعمیل کی تو خلیفہ قائم نے تمام خطیبوں کو حکم دیا کہ وہ سلطان طغرل بک کے نام کا خطبہ پڑھیں۔ بغداد کے خطیبوں نے آخر ماہ رمضان 447 ہجری میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ سلطان طغرل نے بغداد میں آنے کی اجازت طلب کی خلیفہ نے اجازت دیدی۔ روسا' امراء' اراکین سلطنت فقہا' قضاۃ اور سرداران دیلم جلوس کے ساتھ بغداد سے اس کے استقبال کے لئے نکلے۔ رئیس الرؤساء نے سلطان طغرل بک سے مل کر خلیفہ کا زبانی پیام دیا اور الملک الرحیم اور لشکریوں کی طرف سے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی قسم کھائی۔ طغرل بک نے بغداد میں داخل ہو کر باب

Marfat.com

شماسیہ میں قیام کیا۔ قریش بن بدران والئی موصل بھی ان ہی دنوں سلطان طغرل سے ملنے کے لئے بغداد آ گیا۔ وہ پہلے ہی سے طغرل کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا تھا۔ طغرل کے لشکری اپنی ضروریات حاصل کرنے کے لئے شہر میں منتشر ہو گئے تو ایک جگہ ان ترکوں اور ایک بازاری شخص کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ بازاریوں نے جمع ہو کر ان لوگوں کو مارا اور ان پر پتھر برسائے۔ جب شوروغل بڑھا تو بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ الملک الرحیم نے طغرل بک سے لڑائی چھیڑ دی ہے۔ چاروں طرف سے کل اہل بغداد ترکوں پر ٹوٹ پڑے۔ صرف اہل کرخ (یہ لوگ شیعہ تھے) اس میں شریک نہ ہوئے۔ ان لوگوں نے ترکوں کو اہل بغداد کے حملوں سے بچایا اور ان کی حمایت کی۔ سلطان طغرل کے وزیر عمیدالملک نے علویہ کے نقیب عدنان بن رضی کو کرخ سے بلا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ سرداران دیلم اور الملک الرحیم اس تہمت سے بچنے کے لئے خلیفہ کے محل میں چلے گئے۔ اور طغرل کی فوج عوام کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔ بہت سے اہل بغداد مارے گئے۔ ہزارہا زخمی ہوئے۔ رئیس الرؤساء اور اس کے مصاحبوں کے مکانات' رصافہ ' خلفاء کے مقابر اور یتیموں کے مکانات لوٹ لئے گئے۔ خوف' مصیبت اور بلاؤں کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک ہو کا عالم سارے شہر پر طاری تھا۔ اگلے دن طغرل نے خلیفہ کو ایک عتاب آمیز خط لکھا اور الزام لگایا کہ یہ سب کچھ سرداران دیلم اور الملک الرحیم نے کروایا ہے۔ اگر یہ لوگ فوراً" حاضر ہو گئے تو اس جرم سے بری سمجھے جائینگے۔ ورنہ ان کی سازش اور ان کے ارتکاب جرم کا یقین کامل ہو جائیگا۔ سب سے پہلے سلطان طغرل بک کے قاصد کے ساتھ خلیفہ قائم آیا۔ وہ جس وقت خیموں کے قریب پہنچا ترکوں نے اس کو اور اس کے ترجمانوں کو لوٹ لیا۔ مگر جونہی الملک الرحیم کی صورت دکھائی دی فوراً" اس کو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور قلعہ شیرواں لے جا کر قید کر دیا۔ یہ واقعہ اس کی حکومت کے چھٹے برس کا ہے۔ اسی بلوے میں ترکوں نے قریش بن بدران والئی موصل اور اس کے ساتھی عربوں کو بھی لوٹ لیا تھا۔ انہوں نے بدر بن مہلہل کے خیمہ میں جا کر پناہ لی تھی۔ اس کے بعد خلیفہ قائم نے طغرل کو ایک خط میں لکھا کہ الملک الرحیم میری ہدایت پر تمہاری خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ تم نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔ اسے فوراً" رہا کرو۔ اگر ایسا نہ کیا تو میں بغداد چھوڑ کر کسی طرف نکل جاؤنگا۔ مجھے تمہاری ذات سے یہ توقع نہ تھی۔ سلطان طغرل بک نے الملک

Marfat.com

الرحیم اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ مگر سب کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اس وجہ سے الملک الرحیم کے اکثر ساتھی بساسیری کے پاس چلے گئے۔ جس سے ان کی جمعیت بڑھ گئی۔ سلطان طغرل بک نے وبیس بن مزید جو عربوں میں بہت بڑا سردار اور رملہ کا امیر تھا' کے پاس اپنی اطاعت قبول کرنے اور بساسیری کو بھیجنے کا پیام بھیجا۔ دبیس نے اس پیام کے مطابق سلطان طغرل کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور بساسیری کو نکال دیا۔ بساسیری رحبہ چلا گیا اور وہاں سے اس نے خلیفہ مستنصر علوی والئی مصر سے خط و کتابت شروع کر دی"۔[17]

سلطان طغرل بک کے بغداد پر قبضہ کے بعد آل بویہ کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان نے خلیفہ مستکفی کے عہد (334-333 ہجری) میں بغداد میں عنان اقتدار سنبھالی تھی۔ احمد بن بویہ نے 334 ہجری میں بغداد پر قبضہ کر کے خلیفہ کو حکومت کے اختیارات سے کلی طور پر محروم کر دیا تھا۔ اس نے خلیفہ سے معزالدولہ کا خطاب حاصل کر کے اپنے آپ کو امیرالامراء کہلوانا شروع کیا تھا۔ اس دن کے بعد سے سلطنت خلیفہ کے ہاتھ سے بالکل نکل گئی تھی اور وہ محض ایک دینی رئیس بن کر رہ گیا تھا۔ ایسا رئیس جس کی حکومت اس کے محل کی چار دیواری میں بھی نہیں تھی۔ اب آل سلجوق کے پہلے سلطان طغرل بک نے بغداد پر قبضہ کیا تو اس نے بھی آل بویہ کی روایت کو قائم رکھا۔ یعنی خلیفہ بدستور اختیارات حکومت سے محروم ہی رہا۔ "تاہم طغرل نے بغداد میں امن و امان بحال کرنے کے بعد خلیفہ قائم بہ امراللہ سے اپنے روابط مستحکم کرنے کے لئے اپنی بھتیجی ارسلان خاتون خدیجہ بنت داؤد کا اس سے نکاح کر دیا اور مختلف علاقوں میں اپنے عمال بھیجے۔ واسط میں ابوالغنائم بن مجلبان کو بھیجا گیا۔ اس شخص نے وہاں پہنچتے ہی مقامی روساء اور امراء سے میل جول بڑھا کر اپنی قوت میں اضافہ کیا۔ ایک لشکر مرتب کیا اور اہل بطیحہ سے بھی سازش کر لی۔ پھر اس نے شہر کے ارد گرد خندقیں کھدوائیں اور شہر پناہ بنوایا۔ اور پھر خلیفہ مستنصر علوی والی مصر کا خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد اس نے چند کشتیاں پکڑ لیں جو خلیفہ قائم کے لئے مال و اسباب لئے جا رہی تھیں۔ بغداد میں یہ خبر پہنچی تو عمیدالعراق ابو نصر کو سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ ابو نصر نے واسط پہنچ کر اس سے لڑائی کی۔ ابوالغنائم کو شکست ہوئی۔ اس کے بہت سے ساتھی گرفتار ہوئے اور ابوالغنائم مع اپنے وزیر ابن فسانجس کے شہر سے بھاگ گیا۔ مگر جوں ہی ابو النصر واسط میں منصور بن حسین کو مامور کر کے بغداد کی جانب واپس ہوا۔ ابن

Marfat.com

فسانجس واسط لوٹا اور بعد میں جس قدر ترک ہاتھ آئے سب کو تہہ تیغ کر دیا اور دوبارہ خلیفہ مستنصر والی مصر کا خطبہ پڑھا۔ منصور بن حسین بغداد بھاگ گیا۔ بغداد سے کمک حاصل کر کے پھر واسط آیا۔ شہر کا محاصرہ کیا اور گھمسان کی لڑائی کے بعد ابن فسانجس کو شکست دی۔ ابن فسانجس شہر سے بھاگ گیا مگر منصور کے لشکریوں نے تعاقب کر کے اسے پکڑ لیا۔ اسے ماہ صفر 446 ہجری میں بغداد لایا گیا اور تشہیر کرا کے قتل کر ڈالا گیا۔ شوال 448 ہجری میں سلطان طغرل کے چچازاد بھائی قتلمش نے والی موصل قریش بن بدران کے ساتھ مل کر بساسیری دبیس بن مزید کے ساتھ سنجار کے قریب لڑائی کی۔ قتلمش اور قریش کو شکست ہوئی۔ ان کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ قریش بن بدران زخمی ہوا اور گرفتار کر لیا گیا۔ دبیس بن مزید نے موصل پر قبضہ کر لیا اور وہاں فاطمی خلیفہ مستنصر کے نام کا خطبہ پڑھا۔ مستنصر نے اس کے لئے اور اس کے امرا کے لئے خلعتیں اور خوشنودی کا فرمان بھیجا"۔[۱۸]

واسط، موصل اور سلطنت عباسیہ کے بعض دوسرے علاقوں میں فاطمی خلیفہ مستنصر کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کے واقعات اس لئے ہو رہے تھے کہ بغداد میں آل بویہ کے زوال کے بعد کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کس کی حکومت قائم و دائم ہو گی۔ اگرچہ سلجوقی سردار طغرل بک کی قوت کی بہت شہرت تھی۔ تاہم عراق و شام کے مختلف علاقے باآسانی اسے اقتدار دینے پر آمادہ نہ تھے۔ فاطمیہ خلیفہ مستنصر کی نگاہیں بھی بغداد پر تھیں اور وہ مختلف طریقوں سے اپنے ہوا خواہوں کی امداد اور اعانت کرتا تھا۔ قرون وسطیٰ میں جب کبھی کسی حکمران خاندان کا زوال ہوا کرتا تھا تو ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ طویل عرصہ تک متعلقہ علاقوں میں بدنظمی و بدامنی کا دور دورہ رہتا تھا اور آخرکار جو گروہ زیادہ قوت اور تنظیمی صلاحیت کا حامل ہوتا تھا اور جس کی قیادت میں حکمرانی کے زیادہ اوصاف ہوتے تھے وہ اقتدار پر قبضہ کر لیتا تھا۔ اس زمانے میں عالم اسلام میں آئے دن کسی نہ کسی علاقے میں دعویداران اقتدار کے درمیان ایسی ہی خونریز کشمکش اقتدار ہوتی رہتی تھی۔ اس کشمکش کی راہ میں نہ تو جذبہ اسلامی اتحاد حائل ہوتا تھا اور نہ ہی رشتہ داری اور قرابت داری کا کوئی لحاظ کیا جاتا تھا۔

"طغرل بک کو جب بغداد میں پتہ چلا کہ بساسیری اور دبیس بن مزید والی بلد نے اس کے بھتیجے قتلمش کو شکست دے کر موصل میں خلیفہ مستنصر کے نام کا خطبہ شروع کر دیا ہے تو اس نے تقریباً" ایک سال کی تیاری کے بعد موصل کی جانب کوچ کیا۔ پہلے اس نے

Marfat.com

تکریت پر قبضہ کیا اور پھر وہ 449 ہجری تک بوازیج میں خیمہ زن رہا۔ جب اس کا بھائی یاقوتی لشکر لے کر آ گیا تو موصل کی طرف روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل اس نے ہزار شب بن تنکیر کر دی کو شہر بلد جاگیر میں دیا۔ لشکریوں نے اس شہر کو لوٹنا چاہا مگر طغرل نے منع کر دیا اور اہل بلد کو موصل چلے جانے کی اجازت دیدی اور خود نصیبین کی طرف متوجہ ہوا۔ ہزار شب کو ایک ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ باغیان عرب کے مقابلہ پر مامور کیا۔ عرب باغیوں کو بری طرح شکست ہوئی بہت سے اعراب مارے گئے۔ اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ ان میں بنی نمیر اصحاب حران اور رقہ بھی تھے۔ ہزار شب نے قیدیوں کو طغرل کے سامنے پیش کیا۔ اس نے سب کے قتل کا حکم دیدیا۔ اس واقعہ سے دبیس بن مزید اور قریش بن بدران میں احساس کمتری پیدا ہوا انہوں نے ہزار شب سے معافی مانگی۔ طغرل نے انہیں معاف کر دیا۔ بساسیری موصل سے رحبہ چلا گیا۔ بغدادی ترک۔ مقبل بن مقلد اور ایک گروہ بنی عقیل اس کے ساتھ تھا۔ طغرل نے ہزار شب کے ذریعے اس کے لئے امان نامہ بھیجا مگر بساسیری نے توجہ نہ کی۔ طغرل نے دیار بکر کا رخ کیا۔ اور جزیرہ ابن عمر کا محاصرہ کر لیا۔ والی جزیرہ نے امان مانگی تو اسے امان دے دی گئی۔ اس موقعہ پر طغرل کا چچازاد ابراہیم نیال ملنے کے لئے آیا۔ طغرل نے اس کی عزت افزائی کی اور چند دن بعد سنجار فتح کر کے سنجار' موصل اور مضافات موصل کی حکومت اسے دیدی۔ چند سال قبل ابراہیم نے بلاد جبل اور ہمدان میں طغرل سے بغاوت کی تھی۔ طغرل نے اسے شکست دے کر پھر اسے معاف کر دیا تھا۔ تکریت' موصل اور دیار بکر وغیرہ میں باغیوں کو کچلنے کے بعد طغرل 449 ہجری میں واپس بغداد آیا تو خلیفہ قائم نے اسے خلعت فاخرہ کے علاوہ "ملک الشرق و الغرب" کا خطاب عنایت کیا۔ اور طغرل نے اپنی طرف سے پچاس ہزار دینار اور پچاس ترکی غلام خلیفہ کی خدمت میں پیش کئے۔ 450 ہجری میں یہ خبر ملی کہ سلطان طغرل کے بھائی ابراہیم نیال نے موصل سے بلاد جبل کی طرف کوچ کیا ہے۔ طغرل کو اس جانب سے بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا چنانچہ اس نے اور خلیفہ قائم نے اسے بغداد واپس آنے کے لئے خطوط لکھے اور وہ قاصد کے ساتھ بغداد آ گیا۔ اس عرصہ میں بساسیری اور قریش بن بدران نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ طغرل نے فوج کشی کی۔ بساسیری اور قریش موصل سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ طغرل ان دونوں کا نصیبین تک پیچھا کرتا چلا گیا۔ اس مقام پر طغرل

Marfat.com

کا بھائی ابراہیم اس سے علیحدہ ہو کر ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ کیونکہ فاطمی خلیفہ مستنصر اور بساسیری نے خط و کتابت کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ اسے حکومت اور سلطنت کی طمع ولائی تھی۔ طغرل کو اس سے خطرہ پیدا ہوا چنانچہ اس نے اپنی بیوی خاتون کو اپنے وزیر عمیدالملک کندری کے ہمراہ بغداد بھیجا۔ خود ابراہیم کے تعاقب میں روانہ ہو گیا"۔[19]

ابراہیم نیال کا اپنے بھائی سلطان طغرل کے خلاف بغاوت کا سب سے زیادہ قابل ذکر پہلو یہ تھا کہ اگرچہ ابراہیم خود سنی العقیدہ تھا لیکن اس نے حکومت اور سلطنت کے لالچ میں علوی خلیفہ سے گٹھ جوڑ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی اسے یہ خیال آیا تھا کہ بھائی کے خلاف بغاوت ایک قابل مذمت فعل ہے۔ نہ تو مذہبی عقیدے نے اور نہ ہی خونی رشتے نے اسے اس حرکت سے باز رکھا تھا۔ بہرکیف طغرل اس کے تعاقب میں ہمدان پہنچا۔ "اس عرصہ میں زمام بغداد کی فوج بھی آ گئی۔ اور طغرل نے قلعہ ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے خلاف ابراہیم کے پاس بھی ترکوں کا بہت بڑا لشکر تھا۔ ابراہیم نے ان کے اطمینان کے لئے طغرل بک سے مصالحت نہ کرنے اور ان کو عراق نہ لے جانے کی قسم کھائی۔ ان ہی دنوں ابراہیم کے سگے بھائی ارباش کے بیٹے محمد اور احمد علاقہ غز سے تازہ دم فوج لے کر ابراہیم کی کمک پر پہنچ گئے۔ سلطان طغرل نے جب یہ دیکھا کہ دشمن کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے تو ہمدان کا محاصرہ اٹھا کر رے چلا آیا اور اپنے بھتیجے ارسلان بن داؤد سے امداد طلب کی۔ ارسلان نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ ہمدان پر چڑھائی کر دی۔ اس کے بھائی یاقوت اور قاروت بھی اس کے ساتھ تھے۔ ابراہیم نے مقابلہ کیا۔ مگر اسے شکست ہوئی اور وہ بھاگا مگر ارسلان کے لشکر نے اسے اور اس کے بھتیجوں محمد اور احمد کو گرفتار کر لیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد انہیں سلطان طغرل بک کے روبرو پیش کیا گیا۔ سلطان نے سب کو قتل کر ڈالا اور پھر وہ خلیفہ قائم کے فرمان کے مطابق بغداد کی جانب روانہ ہوا۔"[20] خلیفہ قائم کی جانب سے اس فرمان کی موصولی کی وجہ یہ تھی کہ بغداد سے طغرل کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر بساسیری نے دارالخلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ سیوطی کے مطابق "بساسیری ذیقعد 450 ہجری میں بغداد میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ مصری جھنڈے تھے پس خلیفہ اور اس کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ سوائے مسجد خلیفہ کے تمام مسجدوں میں مستنصر والئی مصر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور اذان میں حی علے الخیر العمل کا اضافہ کیا گیا۔

Marfat.com

ایک مہینہ تک لڑائی رہی۔ آخر بساسیری کو فتح ہوئی اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور پھر حاکم فرغانہ کو لکھا کہ خلیفہ کو نہایت تعظیم سے بغداد میں پہنچا دو۔ چنانچہ اس نے نہایت عزت سے خلیفہ کو واپس بھیج دیا۔ خلیفہ 25 ذیلقعد 451 ہجری کو نہایت تزک و احتشام سے بغداد میں داخل ہوا"[۲۱]۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ "چونکہ بساسیری کا میلان مذہب شیعہ کی جانب تھا اس وجہ سے شیعہ اس کا دم بھر رہے تھے اور اہل سنت والجماعت ترکوں کی بغاوت اور بدسلوکی کے سبب اس کے ہم آہنگ تھے۔ رئیس الروساء نے اس سے لڑائی کی مگر شکست کھائی۔ خلیفہ قائم نے طغرل کے وزیر کندی کو دشمنان خلافت کی مدافعت کا حکم دیا اور خود بھی جنگی لباس پہن کر لڑنے کو نکلا۔ اسوقت بساسیری کا گروہ لوٹ مار کرتا ہوا باب الفردوس تک پہنچ گیا تھا اور وزیر کندی نے قریش بن بدران سے امان حاصل کر لی تھی۔ مجبورا" خلیفہ واپس اپنے محل میں چلا گیا۔ محل کی فصیل سے قریش بن بدران کو پکارا اور رئیس الروساء کے ذریعے امان طلب کی۔ رئیس الروساء بھی امان کو خواستگار ہوا۔ قریش نے دونوں کو امان دیدی۔

رئیس الروساء اور خلیفہ قائم محل سے نکل کر قریش بن بدران کے ساتھ ہوئے۔ قریش کی بساسیری سے ملاقات ہوئی تو تھوڑی سی تلخ کلامی کے بعد یہ طے ہوا کہ رئیس الروساء بساسیری کی قید میں رہے گا اور خلیفہ قائم قریش کی زیر نگرانی رہے گا۔ قریش نے خلیفہ قائم کو اپنے چچازاد بھائی مہارش بن مجلی کی حفاظت میں دیا۔ مہارش نے اس کو بغداد سے حدیثہ خان میں لا کر ٹھہرایا اور بساسیری بغداد ہی میں مقیم رہا۔ مصری امرا کے ساتھ نماز عیدالضحیٰ پڑھی اور روساء شہر کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ فقہاء اور قضاۃ کو وظائف اور تنخواہیں دیں۔ تعصب مذہبی کو دخل نہیں دیا۔ خلیفہ قائم کی ماں کو بدستور اس کے مکان میں رہنے دیا۔ اسے لونڈیاں خدمت کرنے کو دیں اور مصارف روزانہ کے لئے اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ ہنگامہ فرو ہونے پر قریش بن بدران نے محمود بن احزم کو کوفہ اور فرات کی گورنری عطا کی اور بساسیری نے آخرکار ذی الحجہ 450 ہجری میں رئیس الروساء کو جیل سے نکال کر سولی پر چڑھا دیا۔ اس سے قبل وہ فاطمی خلیفہ کو فتحنامہ بھیج چکا تھا اور اسے یہ اطلاع دے چکا تھا کہ بغداد میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا ہے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوالقاسم مغربی کا بھتیجا ابوالفرج خلیفہ مستنصر کا وزیر تھا۔ اس نے بساسیری کے اس

Marfat.com

فعل کی بے حد مذمت کی اور والئی مصر کو اس کے نتائج سے ڈرایا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مدت تک بساسیری کے خط کا جواب نہ دیا گیا۔ اور پھر جواب دیا بھی گیا تو بساسیری کی توقع کے خلاف تھا۔ تاہم بساسیری بغداد سے واسط اور بصرہ کی جانب گیا۔ وہ ان دونوں شہروں پر قبضہ کر کے اہواز کی طرف بڑھا۔ ہزار شب بن تنکیر والی ہواز نے مصالحت کی درخواست کی۔ چنانچہ ایک مقدار مقررہ خراج سالانہ بھیجنے کی شرط پر صلح ہو گئی۔ ماہ شعبان 451 ہجری میں بساسیری واسط واپس آ گیا۔ سیوطی کہتا ہے کہ "اس دوران خلیفہ قائم نے قید خانے سے ایک دعا یہ عبارت لکھ کر حرم شریف میں لٹکوا دی تھی۔ اس دعا کا مضمون یہ تھا' یہ خط ایک مسکین بندے کی طرف سے خدائے عظیم کی طرف ہے۔ اے اللہ تو رازوں سے واقف ہے۔ دل کی باتوں کو جانتا ہے۔ اے اللہ میرے آگاہ کرنے کی تجھے پرواہ نہیں۔ تو خلقت کی سب باتوں سے واقف ہے۔ تیرے اس بندے نے تیری نعمتوں کا کفر کیا اور شکر بجا نہ لایا۔ انجاموں کو اس نے لغو سمجھا اور انہیں یاد نہ کیا۔ تیرے حلم نے اسے سرکش کر دیا۔ حتیٰ کہ ہم پر ظلم کرنے لگا اور نہایت دشمنی سے پیش آنے لگا۔ اے اللہ ہمارا کوئی مدد گار نہیں اور ظالم نہایت مغرور ہے۔ تو سب باتوں کو جانتا ہے۔ منصف ہے۔۔۔۔۔۔ اس لئے ہم تیری ہی طرف شکایت کرتے ہیں اور تیرے ہی انصاف پر ہم کو بھروسہ ہے۔ ہم نے اس کے ظلم کی فریاد تیرے حرم میں پہنچا دی ہے اور تیرے کرم سے ہمیں اس کے دور کرنے کی امید ہے۔ پس ہمارے درمیان حق فیصلہ کر۔ کہ تو احکم الحاکمین ہے"۔ ۲۲

احکم الحاکمین نے خلیفہ قائم کی یہ دعا قبول فرمانے میں دیر نہ کی۔ سلطان طغرل نے اپنے چچازاد بھائی ابراہیم پر فتح پانے کے فوراً بعد قریش اور بساسیری کے پاس یہ پیام بھیجا کہ تم لوگ فوراً خلافت مآب کو دارالخلافت میں واپس بھیج دو اور خطبہ اور سکہ ان کے نام کا بدستور جاری کرو۔ میں فقط اسی امر پر قانع ہو جاؤنگا ورنہ مجھے اپنے سر پر پہنچا ہوا تصور کرو۔ بساسیری نے انکاری جواب دیا۔ سلطان طغرل نے اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی جانب کوچ کیا۔ جس وقت اس کے لشکر کا ہراول دستہ قصر شیریں میں وارد ہوا تو شہر میں بھگدڑ مچ گئی۔ اہل کرخ اپنے اہل و عیال سمیت بری اور دریائی راستوں سے بھاگ گئے۔ عربوں کے قبیلہ بنو شیبان نے غارت گری شروع کر دی اور بساسیری 6 ذیقعد 451 ہجری کو

Marfat.com

بغداد میں داخل ہونے کے بالکل ایک سال بعد شہر سے چلا گیا۔ بد نظمی غارت گری اور آتش زنی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سلطان طغرل بغداد پہنچا تو تقریباً" دو ہفتے بعد امام ابوبکر احمد بن محمد ایوب معروف بہ ابن فورک قریش بن بدران کے پاس سے خلیفہ قائم کو لے کر آیا۔ طغرل نے شہر میں خلیفہ سے ملاقات کر کے معذرت کی کہ "میرا بھائی داؤد خراسان میں انتقال کر گیا تھا ابراہیم والی ہمدان نے بغاوت کر دی تھی۔ میں ہنگامہ کے فرو کرنے کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے ابراہیم کو مار ڈالا ہے۔ داؤد کے لڑکوں کو داؤد کی جگہ قائم کیا ہے۔ اب میرا قصہ بساسیری کے تعاقب میں شام جانے کا ہے اور اگر اجازت دیں تو والی مصر سے بھی نپٹنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ خلیفہ نے خوش ہو کر اپنے ہاتھ سے سلطان طغرل کے گلے میں تلوار حمائل کی اور کہا کہ سوائے اس کے امیرالمومنین کے قبضہ میں اور کچھ نہیں ہے۔ خلیفہ قائم بغداد میں داخل ہوا تو طغرل نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ساتھ ساتھ محل کے دروازے پر آیا۔ یہ واقعہ 25 ذیقعد 451 ہجری کا ہے"۔[۲۲] سیوطی کہتا ہے کہ "جب خلیفہ بغداد میں واپس آیا تو اس روز سے اپنے مصلے پر ہی سونے لگا۔ کبھی چارپائی پر نہیں رہا۔ دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو نمازیں پڑھتا تھا۔ جس نے اس کو اذیت دی تھی ان کو معاف کر دیا اور جو کچھ کسی نے اس کے مکان سے لوٹا تھا وہ بغیر قیمت واپس نہ لیا اور کہا کہ مجھے ان کا حساب خدا کے سامنے دینا ہے۔ اس کے بعد پھر تکیہ پر سر رکھ کر نہیں سویا۔ جب اس کا گھر لوٹا گیا تھا تو ایک بھی ہتھیار وہاں سے برآمد نہیں ہوا تھا۔"

خلیفہ کو محل میں مقیم کرنے کے فوراً" ہی بعد طغرل ایک لشکر لے کر کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب وہ کوفہ کے نزدیک پہنچا تو دبیس بن مزید' قریش بن بدران اور بساسیری نے مقابلہ کیا تینوں کو شکست ہوئی۔ بساسیری میدان جنگ میں مارا گیا۔ طغرل نے اس کا سر کاٹ کر بغداد بھیجا۔ خلیفہ قائم نے اسے باب نوبی کے سامنے لٹکا دیا۔ یہ واقعہ 15 ذی الحجہ 451 ہجری کا ہے۔ طغرل 452 ہجری کے اوائل میں واسط پہنچا۔ والئی اہواز ہزار شب بن تنکیر خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی سفارش پر سلطان طغرل نے دبیس بن مزید اور صدقہ بن منصور بن حسین کو معاف کیا۔ ابو علی بن فضلان کو اس شرط پر واسط کا والی مقرر کیا کہ وہ دو لاکھ سالانہ خراج دیگا۔ بصرہ پر ابو سعد سابور بن مظفر کو مامور کیا۔ پھر بغداد پہنچا۔ چند دن وہاں قیام کے بعد ربیع الاول 452 ہجری میں بلاد جبل کی طرف روانہ ہوا۔ بوقت روانگی

Marfat.com

امیر برسق کو بغداد کا والی مقرر کیا۔ اور ابوالفتح مظفر بن حسین کو بغداد کا ٹھیکہ چار لاکھ دینار سالانہ پر تین برس کے لئے دیا۔ (گویا حکومت بالکل اسی طرح چلتی تھی جیسے کوئی بڑا زمیندار اپنی زمین ٹھیکہ یا پٹہ پر دے دیتا تھا۔ خراج کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔ جو عامل باقاعدگی سے خراج ادا کر دیا کرتا تھا اس کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ اسے رعایا پر ہر قسم کا ظلم و ستم کرنے کی کھلی چھٹی ہوتی تھی)۔ 453 ہجری میں سلطان طغرل نے رے کے قاضی ابوسعد کے ذریعے خلیفہ قائم کی لڑکی سے نکاح کی درخواست کی۔ خلیفہ نے انکار کیا۔ طغرل نے وزیر عمیدالملک کے ذریعے اصرار کیا تو خلیفہ نے کہا کہ اگر سلطان طغرل بک اپنے اس خیال خام سے باز نہ آئیگا تو میں بغداد چھوڑ کر چلا جاؤنگا۔ تاہم سیوطی کے مطابق "454 ہجری میں خلیفہ نے بہت ہی کشمکش اور مجبوری کے بعد اپنی بیٹی کی شادی طغرل بک کے ساتھ کر دی۔ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ بنی بویہ جو خلفا پر اس قدر دبدبہ رکھتے تھے یہ نہ حاصل کر سکے۔ 455 ہجری میں طغرل بک نے خلیفہ کی بیٹی سے شب زفاف کی اور تمام مواریث خراج واپس کر دیئے اور بغداد میں ایک لاکھ پچاس ہزار دینار کا ٹیکس زیادہ کیا۔ بعد ازاں رے میں واپس آیا اور وہیں رمضان میں مر گیا۔ خدا اسکی خطاؤں کو معاف نہ کرے اور اس کے بعد اس کا بھتیجا عضدالدولہ الپ ارسلان صاحب خراسان ہوا۔ قائم نے اسے خلعت بھیجا اور تمام سیاہ و سفید کا اسے مالک کیا۔ یہ پہلا شخص تھا جو بغداد کے منبروں پر سلطان کے لقب سے پکارا گیا اور اسے وہ شوکت حاصل ہوئی جو کسی سلطان کو حاصل نہیں ہوئی تھی"۔[۲۴] ابن خلدون کہتا ہے کہ "طغرل کی وفات رے میں 8 رمضان 455 ہجری کو ہوئی۔ جب بغداد میں یہ خبر پہنچی تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ خلیفہ قائم کے طلب کرنے پر مسلم بن قریش والی موصل' دبیس بن مزید' ہزار شب والی اہواز بنی ورام اور بدر بن مہلہل وغیرہ بغداد میں آ گئے۔ ابو سعد فارسی ٹھیکیدار بغداد نے قصر عیسیٰ پر شہر پناہ بنا کر غلہ وغیرہ کا کافی ذخیرہ جمع کر لیا۔ مسلم بن قریش بغداد کے نواحی علاقوں میں لوٹ مار کرنے لگا۔ دبیس بن مزید' بنو خفاجہ' بنوورام اور کردوں نے اس سے جنگ کرنے کا عزم کیا۔ اس پر مسلم نے بغاوت سے توبہ کی اور علم عباسیہ کے آگے سر اطاعت خم کر دیا۔ اسی اثناء میں کردوں کے امیر ابوالفتح بن ورام کا انتقال ہو گیا تو عربوں نے پھر لوٹ مار شروع کر دی۔ لڑنے پر پھر تل گئے۔ بازاریوں اور اوباشوں کو دست درازی کا موقع مل گیا۔ نظام

Marfat.com

حکومت مدتوں درہم برہم رہا۔

"کہا جاتا ہے کہ سلطان طغرل کے انتقال پر وزیر عمیدالملک کندری نے سلیمان بن داؤد جعفربک کو سریر حکومت پر بٹھایا۔ داؤد جعفربک' سلطان کا بھائی تھا اور اس کے انتقال پر سلطان طغرل نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا اور اس نے سلیمان کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ مگر امراء دولت نے عمیدالملک کے اس اقدام کی مخالفت کی اور عضدالدولہ الپ ارسلان محمد بن داؤد جعفربک کے نام کا خطبہ پڑھا۔ یہ ان دنوں خراسان میں حکومت کر رہا تھا۔ اس کے پاس اس کا وزیر خواجہ حسن المعروف بہ نظام الملک بھی تھا۔ لوگوں نے الپ ارسلان کی حمایت کی۔ سلطان الپ ارسلان نے عمیدالملک کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ عمیدالملک نیشاپور کا رہنے والا فصیح و بلیغ اعلی درجہ کا منشی تھا۔ یہ پیدائشی مخنث تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطان طغرل نے اسے مخنث کر دیا تھا کیونکہ اس نے سلطان کی منسوبہ سے نکاح کر لیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے سلطان کے ڈر سے خود ہی اپنے آپ کو خصی کر ڈالا تھا۔ یہ شافعیہ' اشعریہ اور رافضیوں سے بے حد تعصب رکھتا تھا۔ اس نے سلطان سے یہ اجازت حاصل کر لی تھی کی خراسان کی حدود میں رافضیوں پر لعن طعن کی جائے۔ کچھ عرصہ بعد اشعریہ پر بھی لعنت کرنے لگا۔ اس سے آئمہ اہل سنت والجماعت کو بے حد صدمہ و ملال ہوا۔ بہرکیف عمیدالملک جو کچھ بھی تھا سلطان الپ ارسلان نے اسے جیل میں ڈال دیا اور پھر کچھ عرصہ بعد اسے قتل کر ڈالا۔ جمادی الثانی 456 ہجری کو سلطان الپ ارسلان کا وزیر نظام الملک بغداد پہنچا تو خلیفہ نے اس کی بہت عزت افزائی کی۔ اسے ضیاالدولہ کا لقب دیا اور مسجدوں میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم صادر کیا۔ خلیفہ نے یہ حکم بھی دیا کہ سلطان کی درخواست الولد الموید" کے خطاب سے منظور کی جاتی ہے۔ اس کے بعد الپ ارسلان نے آذر بائیجان میں خلیفہ قائم کی بیعت کی۔ اس موقع پر والئی ہرات نے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ الپ ارسلان نے خود ایک لشکر کے ساتھ ہرات پر دھاوا کیا اور اس علاقے کے سارے باغیوں کی سرکوبی کی۔ اسی سال سلطان طغرل کے بھتیجے قطلمش نے جو قونیہ' اقصرائے اور ملطیہ پر قابض تھا۔ بغاوت کر کے رے کی جانب رخ کیا۔ سلطان الپ ارسلان فورا" رے پہنچا اور اس نے ایک بہت ہی خونریز لڑائی کے بعد قلطمش کو شکست دی۔ قطلمش اس لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بعد سلطان الپ

Marfat.com

ارسلان نے بلاد روم کے علاقہ جات جارجیہ اور آرمینیہ کی فتوحات حاصل کیں اور 458 ہجری میں اپنے بیٹے ملک شاہ کو اپنا ولی عہد بنایا۔

459 ہجری میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی عظیم الشان عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی۔ سلطان الپ ارسلان کے وزیر السلطنت نظام الملک نے اس عمارت کی تعمیر 457 ہجری میں شروع کر دی تھی۔ شیخ ابواسحاق شیرازی کو درس کے لئے منتخب کیا گیا۔ اس درس میں بہت سے طلباء شریک ہونے لگے۔[۲۵] سیوطی کا کہنا ہے کہ "نظام الملک نے سابق وزیر عمیدالملک کی خرابیوں مثلاً اشعریہ کو برا بھلا کہنا وغیرہ کو رفع کیا اور شافعیوں کی مدد کی اور امام الحرمین ابوالقاسم قشیری کی نہایت عزت کی۔ اس نے مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ سب سے پہلا مدرسہ ہے جو فقہا کے لئے بنایا گیا۔ - - - 462 ہجری میں امیر مکہ کے ایلچی نے آکر سلطان الپ ارسلان کو اطلاع دی کہ مکہ میں مستنصر کے نام کا خطبہ قطع کر کے عباسیوں کا خطبہ پڑھا جانے لگا ہے اور اذان میں حی علی الخیرالعمل بھی چھوڑ دیا گیا ہے۔ سلطان نے ایلچی کو تیس ہزار دینار اور ایک خلعت عطا فرمایا۔ اور دس ہزار دینار سالانہ بطور تنخواہ مقرر فرمائی اس تغیر کا باعث وہی قحط تھا جس نے مصریوں کو ذلیل کر دیا تھا۔ جس میں آدمیوں نے آدمیوں کو کھا لیا تھا۔ ایک روٹی کی قیمت 100 دینار ہو گئی تھی کتا پانچ دینار سے بک گیا اور بلی تین دینار سے بک گئی۔ ایک عورت قاہرہ سے نکلی اور اس کے پاس جواہرات کا ایک پیانہ بھرا ہوا تھا۔ اس نے کہا کون اس کے بدلے مجھے گیہوں دیتا ہے۔ اس کی اس بات پر کسی نے بھی توجہ نہ کی۔ 463 ہجری میں جب لوگوں نے مستنصر کی دولت کا ادبار اور قائم اور سلطان الپ ارسلان کی دولت کا اقبال دیکھا تو حلب مین ان دونوں کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا"۔[۲۶]

اسی سال بادشاہ روم والی قسطنطنیہ ارمانوس (ڈایو جنس ارمانس) نے دو لاکھ فوج کے ساتھ ایشیائے کوچک پر چڑھائی کر دی۔ "اس کی فوج میں زنگ' روم' روس اور کرخ کے لشکری تھے۔ اس کا پہلا حملہ صوبہ خلاط پر ہوا۔ رفتہ رفتہ اس نے ملاز کرد پر پہنچ کر اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت سلطان الپ ارسلان آذر بائیجان کے مضافات کے شہر خوئی میں مقیم تھا۔ وہ رومیوں کے حملے کی خبر سن کر غضبناک ہوا۔ ان کے پاس اس وقت صرف پندرہ ہزار فوج تھی۔ تاہم وہ شوق جہاد سے چل پڑا۔ اس کا پہلا مقابلہ خلاط کے قریب سلطانی

Marfat.com

مقدمہ الجیش میں روسی فوج سے ہوا جس کی تعداد دس ہزار تھی۔ روسی فوج شکست کھا کر بھاگی۔ بادشاہ گرفتار ہو کر سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے کان ناک کٹوا کر نظام الملک کے پاس بغداد بھیج دیا۔ اس کے بعد سلطان نے ارمانوس کو مصالحت کا پیغام بھیجا ارمانوس نے انکار کر دیا تو سلطان لڑائی کے لئے آگے بڑھا۔ ملاز کرد پر لڑائی ہوئی۔ سلطان کا حملہ اتنا زور دار تھا کہ ہزاروں عیسائی مارے گئے۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ارمانوس گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان نے ایک کروڑ پانچ لاکھ دینار زر فدیہ لے کر ارمانوس کو اس شرط پر رہا کیا کہ جس قدر اس کے پاس مسلمان قیدی ہیں ان کو چھوڑ دے اور آئندہ سے روسی لشکر سلطان کی ریزرو فوج تصور کی جائیگی۔ جس وقت سلطان کسی مہم کے لئے اس فوج کو طلب فرمائیگا یہ فوراً بلا تامل حاضر ہو جائیگی۔ ایک اور شرط کے تحت ارمانوس کی دو بیٹیوں کی شادی سلطان کے بیٹوں سے کر دی گئی۔ یہ عہد نامہ پچاس برس کے لئے تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے دس ہزار دینار نقد اور ایک خلعت مرحمت فرما کر ارمانوس کو رخصت کیا۔ رومیوں کو جس وقت ارمانوس کی شکست و گرفتاری کی خبر پہنچی تو پریشان ہو گئے۔ میخائل کو موقع مل گیا وہ مملکت رومیہ پر قابض ہو گیا۔ ارمانوس کو خبر ہوئی تو اس نے اپنا سارا مال و اسباب سلطان کو بھیج دیا۔ اس مال و اسباب کی مالیت دو لاکھ دینار تھی اس کے علاوہ ایک طبق جواہرات سے بھرا ہوا بھیجا جس کی قیمت نوے ہزار تھی۔ چند روز بعد ارمانوس نے صوبہ ارمن اور اس کے شہروں پر قبضہ کر لیا"[۲۷]۔ لیکن یونانیوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے اندھا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سلطان الپ ارسلان نے ایشیائے کوچک کا علاقہ سلیمان بن قتلمش کی تحویل میں دے دیا۔ بعد میں سلیمان نے اس علاقے میں اپنی موروثی سلطنت قائم کی۔ سٹیون رنسیمان (Steven Runciman) کی رائے یہ ہے کہ "ملاز کرد کی لڑائی باز نطینی ایمپائروں کی تاریخ میں فیصلہ کن لڑائی تھی۔ اس سے پہلی بات تو یہ ثابت ہوئی کہ باز نطینی ایمپائر مسیحیت کا تحفظ نہیں کر سکتی اور آئندہ اس مقصد کے لئے مغرب کے عیسائیوں کی مداخلت جائز ہو گی۔ (بالفاظ دیگر ملاز کرد کی لڑائی نے آئندہ صلیبی جنگوں کے لئے راستہ ہموار کر دیا تھا) اس سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ بغداد کی سلطنت کے خلاف باز نطینی اور فاطمی سلطنتوں کا اتحاد نہیں ہو سکتا اور الپ ارسلان کو اب اس قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہیں رہا تھا"۔[۲۸]

Marfat.com

بادشاہ روم پر عظیم الشان فتح حاصل کرنے کے بعد سلطان الپ ارسلان ماورالنہر پہنچا جہاں کا والی شمس الملک تکین تھا۔ جب سلطان نے دریائے جیحوں عبور کیا اس وقت اس کا لشکر دو لاکھ تھا۔ محافظ قلعہ یوسف خوارزمی کو حاضر کیا گیا دوران گفتگو دونوں میں تلخ کلامی ہو گئی۔ اس پر الپ ارسلان نے اسے ہلاک کر دینا چاہا۔ مگر اس کے تیر کا وار خالی گیا۔ یوسف نے چھری کے ساتھ جوابی حملہ کر کے سلطان کو بری طرح گھائل کر دیا۔ اور اسی زخم کے تاب نہ لا کر 10 ربیع الاول 465 ہجری کو نو برس حکومت کر کے انتقال کر گیا۔ اس نے بوقت وفات حکومت و سلطنت کی وصیت اپنے بیٹے ملک شاہ کے حق میں کی۔ چنانچہ ملک شاہ مسند حکومت پر فائز ہوا۔ وزیر السلطنت نظام الملک نے اراکین دولت اور امراء حکومت سے ملک شاہ کی امارت کی بیعت لی۔ ملک شاہ نے حکومت سنبھالتے ہی لشکریوں کی تنخواہ میں سات لاکھ دینار کا اضافہ کیا اور پھر نیشاپور پہنچا۔ ملک شاہ نے نظام الملک کو امور سلطنت کے سیاہ و سفید کا اختیار دے دیا۔ شہر طوس کو جو اس کی جائے پیدائش تھا۔ اسے جاگیر میں دیا اور کئی خطابات تھے جن میں ایک خطاب "اتابک" بہ معنی امیرالوالد کا بھی تھا۔ 466 ہجری میں ملک شاہ بغداد آیا۔ خلیفہ قائم نے دربار عام منعقد کیا اور سلطان ملک شاہ کی بہت عزت افزائی کی۔ 15 شعبان 467 ہجری کو خلیفہ قائم نے فصد کرائی اور سو گیا۔ سوئے اتفاق سے رگ نشتر زدہ سے پھر خون جاری ہو گیا۔ اور وہ زیادہ خون بہنے کی وجہ سے انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ اس کا پوتا عبداللہ بن ذخیرۃ الدین محمد ابوالعباس بن قائم بامراللہ مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور اس نے اپنے لئے المقتدی بامراللہ کا لقب اختیار کیا۔ خلیفہ قائم کا بیٹا ذخیرۃ اس کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ چونکہ اس کی کوئی دوسری اولاد نہ تھی اس لئے لوگوں کو خیال ہوا کہ اب قادر باللہ کی نسل سے خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس سے تخت خلل کا اندیشہ ہوا۔ کیونکہ دیگر بنی عباس جو خلفائے سبق کی اولاد میں سے تھے عام لوگوں میں مخلوط ہو گئے تھے اور ان کی کوئی امتیازی حیثیت اور ہیئت باقی نہیں رہی تھی۔ بغداد میں کسی کو منتخب کرنا دشوار تھا۔ مگر ذخیرۃ کے مرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کی ایک ارمنی ارجوان نامی لونڈی حاملہ ہے اس کے شکم سے چند ماہ بعد عبداللہ پیدا ہوا۔ جب سن بلوغ کو پہنچا تو قائم نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا۔ خلیفہ قائم بامراللہ کا عہد خلافت 44 سال سات ماہ بیس یوم تھا۔

Marfat.com

اس عرصہ میں جو اہم واقعات ہوئے ان میں سے ایک واقعہ تو یہ تھا کہ سلطان محمود غزنوی نے 388 ہجری میں ماورالنہر میں آل سامان کی سلطنت کے زوال کے بعد لاہور سے لیکر سمرقند اور اصفہان تک جو عظیم الشان سلطنت قائم کی تھی وہ اس کی 421 ہجری میں موت کے بعد فوراً ہی زوال پذیر ہو گئی۔ اور اس کے بیٹے سلطان مسعود کی حکومت افغانستان اور ہندوستان کے صوبہ پنجاب تک محدود ہو گئی تھی۔ دوسرا واقعہ یہ تھا کہ بلاد چین اور ترکستان کے درمیانی علاقے کے رہنے والے ایک ترک سردار سلجوق کے خاندان کا عروج ہوا۔ اس خاندان میں سے سب سے زیادہ نام سلطان طغرل بک نے پیدا کیا۔ اس نے محمود بن سبکتگین (محمود غزنوی) کے بیٹے مسعود بن محمود کو ہرات کے مقام پر فیصلہ کن شکست دیکر خراسان کے علاقے میں اپنی ایک آزاد سلطنت قائم کر دی۔ پھر اس نے خلیفہ قائم بامراللہ کی دعوت پر عراق اور شام کا رخ کیا جہاں امیرالامراء الملک الرحیم کے وزیر ارسلان بساسیری کی فاطمی خلیفہ مستنصر کے ساتھ ساز باز کی وجہ سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ فاطمیوں کا اقتدار بغداد اور عراق تک وسیع ہو جائیگا۔ طغرل بک نے خلیفہ کی دعوت پر بغداد میں جا کر پہلے آل بویہ اور دیلمیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر کے اپنے خاندان اور ترکوں کا جھنڈا بلند کیا اور پھر اس نے بساسیری کو شکست دیکر بغداد اور عراق میں فاطمی اثر و رسوخ کا انسداد کر دیا۔ تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ سلطان طغرل کے بیٹے الپ ارسلان نے ملاز کرد میں بادشاہ روم کو فیصلہ کن شکست دیکر بغداد کے خلاف فاطمیوں اور بازنطینیوں کے گٹھ جوڑ کا امکان ختم کر دیا۔ یہ بہت بڑا واقعہ تھا۔ ان دنوں باز نطینی ایمپائر اور دولت فاطمیہ میں بڑے قریبی تعلقات تھے۔ ان دونوں طاقتوں نے کسی نہ کسی طرح بساسیری کی امداد کر کے بغداد میں عباسیوں کا تختہ الٹنے کی کوشش کی تھی۔ اگرچہ طغرل کی وجہ سے بساسیری اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا لیکن بساسیری کے بعد بھی باز نطینی اور فاطمی اتحاد قائم رہا تھا۔ بادشاہ روم (والئ قسطنطنیہ) نے سلطان طغرل کی وفات کے بعد اسی خیال سے ایشیائے کوچک پر حملہ کیا تھا کہ وہ بہت جلد بغداد تک پہنچ جائے گا۔ مگر الپ ارسلان نے اس کے اس خواب کی تعبیر نہ ہونے دی۔ ارمانوس کی شکست سے پورا آرمینیہ اور ایشیائے کوچک سلجوقیوں کے زیر اقتدار آیا اور اس طرح اٹلی کے سوداگروں کا مشرق کی جانب کا راستہ مسدود ہوا تو مسیحیت خطرے میں پڑ گئی اور تھوڑے عرصہ بعد پاپائے روم کے زیر قیادت صلیبی مہموں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

Marfat.com

باب : 5

وسط ایشیا میں غزنوی اقتدار کا زوال'
سلجوقی خاندان کا عروج

سلطان محمود غزنوی کا انتقال بغداد میں خلیفہ قائم بامراللہ کے مسند خلافت پر بیٹھنے سے ایک سال پہلے یعنی 421 ہجری 1030ء میں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹوں محمد اور مسعود کے درمیان تخت نشینی کی جنگ ہوئی۔ چونکہ محمود کے انتقال کے وقت مسعود عراق و عجم میں تھا اور محمد غزنی میں تھا اس لئے شروع میں محمد نے اقتدار پر قبضہ کر لیا مسعود کے موالی ایاز نے بست کے علاقے میں جا کر محمد غزنوی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ "جب محمد غزنوی کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے ایک قابل اعتبار ہندو امیر سوبندر رائے کو ہندوؤں کا ایک لشکر جرار دیکر امیر ایاز کے پیچھے روانہ کیا تو طرفین میں ایک زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں سوبندر رائے ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ مارا گیا"۔[1] اس کے بعد مسعود اور محمد دونوں بھائیوں میں تکیت آباد (ابن خلدون نے تکین آباد لکھا ہے) کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ سلطان محمد کو شکست ہوئی اسے اندھا کر کے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ذیقعد 421 ہجری کا ہے۔ سلطان مسعود 422 ہجری کے وسط میں دارالحکومت غزنی میں داخل ہوا۔ اہل غزنی نے نہایت تپاک سے اپنے نئے سلطان کا خیر مقدم کیا۔ اور خراسان' غزنی' ہندوستان' سندھ' بجستان' کرمان' مکران' بخارا' اصفہان اور بلاد جبل میں سلطان مسعود کی حکومت کا سکہ چلنے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان مسعود نے عنان حکومت سنبھالتے ہی اپنے بھائی سلطان محمد کے حامیوں اور اپنے مخالفوں کو چن چن کر قتل کرانا شروع کر دیا۔ ان مقتولین میں سلطان محمود غزنوی کا ایک وزیر امجد

Marfat.com

حسن مہدی بھی تھا۔ اس کا اصلی قصور تو یہ تھا کہ اس نے ایک مرتبہ سلطان مسعود کی تخت نشینی کی تجویز کی مخالفت کی تھی لیکن اس پر الزام یہ عائد کیا گیا کہ وہ قرمطی ہو گیا تھا۔ ایک بے گناہ کے قتل کے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرشتہ لکھتا ہے کہ "امیر مسعود نے ہرات سے بلخ پہنچ کر امجد حسن مہدی کو اس وجہ سے قتل کی سزا دی کہ اس نے مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت مصر کے خلیفہ سے بیش قیمت خلعت قبول کیا تھا نا کہ ایک بار سلطان محمود کی زندگی میں امجد حسن نے دربار میں یہ کہا تھا کہ جس روز امیر مسعود بادشاہ ہو جائے اس روز مجھ کو پھانسی پر چڑھا دینا"۔[۲]

"422 ہجری میں سلطان مسعود نے مکران کی جانب ایک لشکر بھیجا۔ وجہ یہ ہوئی کہ والئی مکران کی وفات پر اس کے دو بیٹوں ابوالعساکر اور عیسیٰ میں اقتدار کے لئے لڑائی ہوئی۔ ابوالعساکر اپنے بھائی عیسیٰ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ روتا پیٹتا سلطان مسعود کے پاس غزنی پہنچا سلطان نے اس کی مدد کی۔ سلطانی لشکر نے عیسیٰ کو شکست دی۔ وہ معرکہ و جنگ میں مارا گیا۔ ابوالعساکر مملکت مکران پر قابض ہو گیا اور حسب قرار داد منبروں پر سلطان مسعود کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسی سال سلطان مسعود نے کرمان پر بھی قبضہ کر لیا۔ کرمان ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کے قبضہ میں تھا۔ سلطان مسعود نے خراسانی فوج کو ابو کالیجار کے سر کرنے کے لئے بھیجا۔ ابوکالیجار نہایت سختی سے لڑا لیکن آخرکار اسے شکست ہوئی اور وہ جیرفت کی طرف بھاگا۔ خراسانی لشکر نے تعاقب کیا قتل و غارت کرتا ہوا خراسان جا پہنچا۔ اس عرصہ میں علاؤالدولہ ابو جعفر بن کاکویہ نے جو کچھ عرصہ پہلے خراسان میں مسعود کا نائب تھا اور ایک مرتبہ ناکام بغاوت کر چکا تھا۔ یزد جردیہ پر قبضہ کر لیا۔ فرہاد بن مرداویج کمک کی غرض سے اس کے ہمراہ تھا۔ سپہ سالار خراسان نے ان دونوں کی روک تھام کے لئے ایک فوج علی بن عمران دیلمی کی سرکردگی میں بھیجی۔ علی نے یزد جردیہ پر لڑائی کے بغیر قبضہ کر لیا۔ فرہاد قلعہ شکمین کی جانب بھاگ گیا۔ اور علاؤالدولہ نے نیشا پور کا رخ کیا۔ فرہاد نے علی کی فوج کے کردوں سے سازش کی۔ علی کو پتہ چل گیا اور وہ ہمدان آ گیا۔ فرہاد اس کے پیچھے آیا۔ علی بن عمران قلعہ نشین ہو گیا۔ فرہاد نے محاصرہ کر لیا۔ لیکن برفباری اور بارش فرہاد کی کامیابی کے راستے میں حائل ہوئی۔ مجبوراً فرہاد نے محاصرہ اٹھا لیا اور علی بن عمران کو چھوڑ کر واپس ہوا۔ ادھر علی بن عمران نے تاش فرواش سپہ سالار خراسان سے

Marfat.com

امدادی فوج مانگی اور ادھر علاؤالدولہ نے اپنے بھتیجے ابو منصور سے جو اصفہان میں تھا مدد طلب کی۔ شاہی کمک ابو منصور کی امداد سے پہلے پہنچ گئی۔ علی بن عمران ہمدان سے نکل کھڑا ہوا۔ مقام جرباز قان میں ابو منصور سے مقابلہ ہوا۔ علی بن عمران کو کامیابی ہوئی۔ ابو منصور کے بہت سے لشکری کام آ گئے۔ باقی گرفتار کر لئے گئے۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ علی بن عمران نے ابو منصور کو پابہ زنجیر تاش قرواش سپہ سالار خراسان کی خدمت میں بھیج دیا۔ خود ہمدان آ گیا۔ علاؤالدولہ اور فرہاد نے دو جانب سے ہمدان پر حملہ کیا۔ علی بن عمران نے ان کو شکست دی۔ علاؤالدولہ بھاگ کر اصفہان پہنچا اور فرہاد نے قلعہ شمکین میں جا کر پناہ لی"۔[4] مکران اور خراسان میں مسلمانوں کے درمیان یہ خانہ جنگی اس روایت کے مطابق تھی جو چوتھی صدی ہجری میں سلطنت عباسیہ میں خلافت آنے کے بعد قائم ہوئی تھی۔ روایت یہ تھی کہ جب کہیں کوئی سلطان یا بادشاہ یا والی مرتا تھا تو اس کے بعد اس کی اولاد میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی تھی۔ اور اس کی سلطنت کی بیشتر عمال بھی باغی ہو جاتے تھے۔ یہ عمال بالعموم اپنی آزاد سلطنتیں قائم کرنے کے متمنی ہوتے تھے۔

کہتے ہیں کہ "اسی سال جب سلطان مسعود نے انتظام سے فراغت حاصل کر کے خراسان کی جانب ملکی انتظام دیکھنے کی غرض سے کوچ کیا تو اسے خبر ملی کہ گورنر ہند احمد نیال تگین کے دماغ میں بھی خود مختار حکومت کی ہوا سما گئی ہے۔ قبضہ و خود مختاری پر مائل ہو گیا ہے۔ خراج سالانہ بھیجنا بند کر دیا ہے۔ سلطان مسعود آگ بگولا ہو گیا۔ وہ لشکر تیار کر کے ہندوستان کی جانب روانہ ہوا۔ احمد نیال تگین نے جب سلطانی لشکر کے آنے کی خبر سنی تو اطاعت قبول کر کے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ قصور کی معافی کی درخواستیں کیں۔ سلطان مسعود نے معاف کر دیا۔ مزید بیان کی جاتا ہے کہ 425 ہجری میں احمد نیال تگین نے عہد شکنی کی اور بغاوت اور خود مختاری پر پھر کمر باندھی۔ خراج بھیجنا بند کر دیا۔ سلطان مسعود نے ایک بڑا لشکر ہندوستان روانہ کیا اور ساتھ ہی ہندوستان کے راجوں کو لکھ بھیجا کہ چاروں طرف سے ناکہ بندی کر لیں اور احمد نیال تگین کو فرار ہونے کا موقع نہ دیں۔ افواج شاہی اور احمد نیال تگین میں معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ احمد نیال تگین شکست کھا کر ملتان کی طرف بھاگا۔ ملتان میں جب پناہ نہ ملی تو بھاطیہ کی طرف بھاگا حکمران بھاطیہ اسے روک نہ سکا۔ احمد نے دربار عبور کرنے کا قصد کیا۔ حکمران بھاطیہ نے کشتیاں فراہم کر

Marfat.com

دیں۔ وسط دریا میں ایک چھوٹا سے جزیرہ تھا احمد نیال تگین یہ سمجھ کر کہ خشکی آ گئی' اتر پڑا۔ ملاح واپس لوٹ گئے۔ احمد نیال سات دن تک اس غیر آباد جزیرے میں قوت لایموت لگا کر ٹھہرا رہا جس قدر زاد راہ تھا صرف ہو گیا۔ حکمران بھاطیہ نے ایک فوج جزیرہ پر اتار دی۔ اس فوج نے احمد نیال تگین کے ساتھیوں کو قتل و غرق کر کے' ان کا خاتمہ کر دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ احمد نیال تگین نے خود کشی کر لی مگر زندہ ہاتھ نہ آیا"۔[4] اس واقعہ کے بارے میں ایک اور بیان یہ ہے کہ لاہور کے گورنر تگین کا خاتمہ ایک اقتدار پرست قاضی شیرازی کی سازش کے وجہ سے ہوا۔ "کہتے ہیں کہ گورنر تگین اور قاضی شیرازی کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔ کیونکہ قاضی نے ہر ملکی معاملے میں ٹانگ اڑانی شروع کر دی تھی۔ جب گورنر تگین نے قاضی کو اس حرکت سے منع کیا تو قاضی نے غزنی میں سلطان مسعود کے پاس اپنے کارندے بھیج کر گورنر کی یہ شکایت کی کہ وہ اپنے آپ کو سلطان محمود غزنوی کا بیٹا بتاتا ہے۔ اور بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے۔ سلطان مسعود نے قاضی شیرازی کی اطلاع کی بنا پر احمد نیال تگین کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ "سلطان مسعود نے ناتھ نام کے ایک ہندو سردار کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ناتھ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور احمد سے معرکہ آراء ہوا ---- احمد نے بڑی دلیری اور جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں ناتھ مارا گیا اور غزنوی فوج کو شکست ہوئی۔ جب سلطان مسعود تک اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو اس نے ملک تلک کو جو ہندوؤں کا بہت بڑا امیر تھا احمد نیال تگین کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ تلک نے نیال سے جنگ کر کے اسے شکست دی ---- نیال تگین کا سر کاٹ کر تلک کے سامنے پیش کیا گیا۔ تلک نے وہ سر سلطان مسعود کے پاس غزنی بھجوایا"۔[5] ایک روایت کے مطابق "جب پہلی مرتبہ بھیجے گئے سپہ سالار ناتھ کے مارے جانے کی خبر مسعود کو ملی تو مسعود کو اتنا رنج ہوا کہ اس نے تین روز تک کھانا نہ کھایا اور اس کے بعد اس کے ہم مذہب تلک کو سپہ سالار نامزد کر کے بھیجا"۔[6] معلوم نہیں کہ ان ساری روایتوں میں سے کونسی روایت سچی ہے۔ گورنر تگین کے دماغ میں خود مختاری کی ہوا سما گئی تھی یا قاضی شیرازی نے اس کے خلاف سازش کی تھی اس کا درست علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے لیکن یہ حقیقت اللہ کے بندوں پر بھی واضح ہے کہ سلطان مسعود نے گورنر تگین کی سرکوبی کے لئے جو ہندو فوج بھیجی تھی اس کا مقصد اشاعت اسلام یا اتحاد اسلام نہیں تھا۔

Marfat.com

قاضی شیرازی نے ہندو سپہ سالاروں کو ایک مسلمان گورنر کی سرکوبی پر بھیجے جانے پر ازروئے اسلام کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ تاہم منہاج سراج لکھتا ہے کہ "سلطان مسعود نے چند مرتبہ ہندوستان پر لشکر کشی کی اور سنت کے مطابق جہاد کیا"۔⁷

ابن خلدون کا بیان ہے کہ "جب سلطان مسعود تخت نشین ہوا تھا اس وقت سلجوقی ترکمانوں کا گورنر خوارزم ہارون کے ساتھ تنازعہ تھا۔ انہوں نے پہلے درہ نسا میں جا کر پناہ لی اور پھر مرو کا قصد کیا۔ انہوں نے مسعود سے امان کی درخواست کی۔ سلطان مسعود نے ایلچی کو گرفتار کر لیا اور درخواست نامنظور کر دی اور ایک بڑی فوج ان کی سرکوبی کے لئے بھیجی۔ چنانچہ مقام نسا میں شاہی فوج نے ترکمانوں پر حملہ کیا۔ ترکمان پریشان ہو کر ادھر ادھر اطراف بلاد میں چلے گئے اور ان کے فسادات اور تضادات وباء کی طرح تمام ممالک میں عام طور سے پھیل گئے۔ ان ہی واقعات کے دوران جعفر بک داؤد نے نیشا پور پر قبضہ کر لیا۔ ابو سہل گورنر نیشا پور بھاگ گیا۔ اس کے بعد طغرل بک وارد نیشا پور ہوا۔ عباسی خلیفہ کا قاصد آیا اور عراقیہ ترکمانوں کے نام یہ پیغام لایا کہ رے اور ہمدان میں فتنہ و فساد مت کرو۔ اگر اطاعت کر لو گے تو جاگیریں اور انعامات دئے جائیں گے۔ طغرل نے شاہی قاصد کو احترام سے ٹھہرایا لیکن ساتھ ہی شاہی تخت پر ایوان شاہی میں جلوس کیا۔ سارے شہر کو چراغاں کیا گیا۔ ہفتہ میں دو دن رعایا کے ظلم سننے کے لئے دربار کرتا تھا۔ جیسا کہ خراسان کے گورنروں کا دستور تھا اور دھوکہ و فریب دینے کی غرض سے منبروں پر سلطان مسعود کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ سلطان مسعود کو یہ خبر ملی تو وہ فوجیں فراہم کر کے غزنی سے خراسان کی جانب روانہ ہوا۔ ماہ صفر 430 ہجری میں واپس بلخ پہنچا اور پھر اپنے حاجب شیبانی کو طغرل بک کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اور اس کے پیچھے سلطان مسعود خود بھی چلا۔ سرخس پہنچا۔ ترکمان مقابلہ پر آئے۔ مرو اور خوارزم کے درمیان پہاڑی دروں اور چوٹیوں کی طرف پناہ گزین ہونے کی غرض سے بھاگے۔ سلطان مسعود نے تعاقب کیا۔ ماہ شعبان 430 ہجری میں ان پر حملہ آور ہوا اور انہیں شکست دے کر منتشر کر دیا۔ سلطان مسعود یہ خیال کر کے کہ ترکمانوں کی گوشمالی زیادہ ہو چکی ہے اب سر نہ اٹھائیں گے۔ فوج کی فراہمی کی غرض سے ہرات کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی ہرات نہ پہنچنے پایا تھا کہ خبر ملی کہ طغرل بک نے استر آباد پر قبضہ کر لیا ہے۔ مسعود فوراً لوٹ پڑا۔ طغرل نے استر آباد چھوڑ دیا۔ مسعود نے

Marfat.com

کوہ رے کی جانب قدم بڑھایا جہاں طغرل پناہ گزین تھا۔ طغرل مقامی باشندں کے تعاون سے پہاڑ کی چوٹیوں پر چلا گیا۔ سلطان مسعود اس کے پیچھے پہاڑوں پر گیا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ برف باری ہو رہی تھی۔ شاہی لشکر کا اکثر حصہ ہلاک ہو گیا۔ تاہم طغرل کے ترکمانوں کو ان پہاڑوں میں بھی شکست ہوئی۔ جمادی الاول 431 ہجری میں سلطان مسعود موسم سرما گزارنے کے لئے نیشاپور آیا۔ طغرل بک پہاڑی دروں اور چوٹیوں سے پھر نکل آیا اور اس نے غارت گری شروع کر دی۔ سلطان مسعود نے اپنی سطوت و جبروت سے ڈرایا اور قتل و پامالی کی دھمکی دی۔ طغرل نے اس کے جواب میں اس مفہوم کی قرآنی آیت لکھ کر بھیجی کہ " اور کہہ دے۔ اے اللہ! اے جہانداری کے مالک! تو جسے چاہے ملک بخش دے۔ جس سے چاہے ملک لے لے کہ جسے چاہے عزت دے دے۔ جسے چاہے ذلیل کر دے۔ تیرے ہاتھ ہر طرح کی بھلائی کا سررشتہ ہے اور تیری قدرت سے کوئی چیز بالا نہیں" سلطان مسعود نے اس کے جواب میں نرمی کا خط لکھا۔ طغرل کو خلعت بھیجا۔ انعامات دینے کا وعدہ کیا۔ مزید برآں طغرل کو نسا کا، جعفر بک داؤد کو دھستان کا اور بیغو کو بدارہ کا حکمران بنایا اور ہر ایک کو دہقان کا خطاب دیا۔ مگر ان ترکمانوں نے ان عطیات شاہی کو قبول نہ کیا اور لوٹ مار و غارت گری میں مصروف رہے"۔[8]

ایک اور روایت یہ ہے کہ "جب سلجوقیہ ترکمانوں نے اطراف خراسان پر ایک گونہ قبضہ کر لیا اور شاہی لشکر ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ حاجب شیبان کو شکست ہوئی۔ سلطان مسعود کو سخت شاق گذرا تو ہمت باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ فوجیں فراہم کیں انعامات دیئے۔ سامان جنگ درست کیا اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ترکمانوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اس فوج کے ساتھ ہاتھیوں کا جھنڈ بھی تھا۔ اس نے بلخ کے قریب پڑاؤ کیا۔ جعفر بک نے بھی اس سے مطلع ہو کر مقابلے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک روز موقع پا کر شاہی کیمپ پر شب خون مارا اور شاہی خیمہ کے سامنے سے خاصے کے کئی گھوڑے، اونٹ اور ایک بہت بڑا شاہی ہاتھی پکڑ کے لے گیا۔ اس واقعہ سے سلطان غصہ سے کانپ اٹھا۔ اسی وقت بلخ سے کوچ کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان 429 ہجری کا ہے۔ اس وقت اس کے پاس ایک لاکھ فوج تھی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا جرجان پہنچا۔ حاکم جرجان کو جو سلجوقیوں کی طرف سے تھا صلیب پر چڑھایا۔ پھر مرو شاہ جہاں میں وارد ہوا۔ جعفر بک داؤد بھاگ کر سرخس پہنچا۔ یہاں پر اس

Marfat.com

کے برادران طغرل بک اور بیغو بھی آ کر مل گئے۔ سلطان مسعود نے صلح کا پیغام بھیجا۔ بیغو اپنی قوم کی طرف سے وفد لے کر شاہی دربار میں آیا۔ سلطان مسعود نے عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ خلعت دی۔ واپسی کے وقت کہا گیا کہ سلطان کے خوف سے ہم اور ہمارے ہمراہی صلح نہ کریں گے۔ اس سے سلطان مسعود کو سخت تردد ہوا ان کے تعاقب میں کمربستہ ہو کر ہرات سے نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔ ترکمانوں نے نیشاپور کو چھوڑ کر سرخس کا قصد کیا۔ سلطان مسعود بھی سرخس کی طرف بڑھا۔ غرض کہ ترکمان ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بھاگتے تھے اور سلطان مسعود تعاقب میں تھا۔ جنگ و مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔ یہاں تک کہ جمادی الاول 431 ہجری میں سردی کا موسم آ گیا۔ مجبوراً" موسم سرما گذرنے کے لئے نیشاپور میں قیام کرنا پڑا موسم سرما بھی گذر گیا۔ ربیع کا زمانہ آ گیا۔ لیکن سلطان مسعود لہو لعب میں مصروف اپنے کاموں سے غافل خواب خرگوش میں پڑا رہا۔ وزراء امراء اور اراکین دولت جمع ہو کر شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دشمنان حکومت کو سرکوبی کے بغیر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ چنانچہ سلطان مسعود نیشاپور سے مرو کی طرف ترکمانوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ترکمان یہ خبر پا کر ایک پہاڑ کے درہ میں گھس گئے۔ سلطان مسعود کئی ایک منزل تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ شاہی لشکر روزآنہ سفر سے پریشان ہو گیا تھا۔ تین برس کا زمانہ گذر چکا تھا۔ حاجب شیبانی کی رکاب میں جس وقت سے کہ وہ سلجوقیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا تھا برابر سفر اور جنگ کرتے تھے۔ اس تعاقب کے زمانے میں ایک روز ایک ایسے مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا جہاں پر پانی کم تھا۔ عوام الناس اور اراکین دولت میں پانی پینے پر جھگڑا ہو گیا۔ بازاری لشکری بھڑ گئے۔ اس سے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ آپ ہی میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ جعفر بک داؤد کو پتہ چلا تو وہ شاہی لشکر پر آ پڑا۔ شاہی لشکر گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مجبوراً" سلطان مسعود اور وزیر السلطنت کو بھی بھاگنا پڑا۔ جعفر بک داؤد نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا اور سختی سے قتل کرتا رہا۔ سلطان مسعود یہ فیصلہ کن شکست کھا کر ماہ شوال 431 ہجری کو غزنی پہنچا۔ شیبانی اور دوسرے امراء اور سپہ سالاران لشکر کو جو جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا"۔ 9

منہاج سراج سلطان مسعود کی اس شکست فاش کا حال اس طرح بیان کرتا ہے کہ " جب مرو اور سرخس سلجوقیوں کے قبضہ میں آ گئے تو داؤد نے شمالی خراسان کا قصد کیا۔ بڑی

Marfat.com

دلاوری دکھائی اور دوبارہ گیارہ ہزار فوج فراہم کر کے بلخ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ سلطان مسعود اس کے تمام سردار اور لاؤ لشکر بلخ ہی میں تھے۔ شہر سے باہر ہاتھی ایک جگہ بندھا ہوا تھا اور مہاوت ہاتھی کے اوپر ہی سو گیا تھا۔ داؤد بک رات کو وہاں پہنچا ہاتھی کھولا۔ اسے ہانکتا ہوا تقریباً" چھ فرسنگ تک لے گیا۔ تو مہاوت کی آنکھ کھلی اور وہ ایک حرف بھی زبان پر لانے کی جرات نہ کر سکا۔ داؤد لشکر کے ساتھ شقوقان (شمالی افغانستان) اور علی آباد (بلخ) پہنچ گیا۔ اور سلطان مسعود سے جنگ کی۔ لیکن بہت جدوجہد کے باوجود شکست کھائی۔ شوال 429 ہجری میں تمام سلجوقی' یعنی طغرل' داؤد' بیغو اور ینالیوں کے علاوہ مسعود اور محمود کے دو غلام بھی' جو سلجوقیوں سے جا ملے تھے' مشورے کے لئے جمع ہوئے۔ مسعود فوج لے کر بلخ سے نکلا اور سرخس کی طرف روانہ ہوا۔ سرخس کے بیابان میں جنگ ہوئی۔ جو صبح سے عصر تک جاری رہی۔ اس میں سلجوقیوں نے شکست کھائی۔ لڑائی کے بعد سلطان ہرات واپس ہوا۔ سلجوقیوں کو اطلاع ملی۔ صلح کی درخواست کی۔ سلطان نے مصلحت کی بناء پر دوسری مرتبہ ضرورتاً" صلح کر لی۔ پھر اس نے غزنہ سے لشکر اور سامان طلب کیا۔ سب کچھ آ گیا تو خراسان میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اور چارے کی سخت کمی تھی۔ سلطان کا لشکر اور گھوڑے ہاتھی سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ پہلی سی قوت باقی نہ رہی۔ بہت دبلے نظر آتے تھے۔ پھر سلطان لشکر کے ساتھ طوس پہنچا۔ طغرل نیشاپور چھوڑ کر سرخس چلا گیا۔ چنانچہ انہوں نے اہل و عیال' سروسامان اور نوکر چاکر صحرا میں بھجوا دیئے۔ اور صرف سوار باقی رہ گئے۔ جو نیشاپور جنگ کے لئے بے تکلف تیار تھے۔ چنانچہ وہ حدود صحرا میں دندانستان (مرو اور سرخس کے درمیان) پہنچ کر ٹھہر گئے۔ سلطان وہاں پہنچا تو جنگ شروع ہو گئی۔ تین روز صبح سے غروب آفتاب تک رزم و پیکار کا سلسلہ جاری رہا۔ 19 رمضان 431 ہجری (24 مئی 1040ء) جمعہ کے دن سلطان مسعود کے لشکر کی حالت نازک ہو گئی اور اس کے غلام فوج در فوج جگہ چھوڑنے لگے۔ سلطان نے شکست کھائی۔ سلجوق فتح پا کر بادشاہی کے مالک بن گئے۔ چنانچہ جنگ کے بعد اسی میدان میں طغرل کے لئے تخت رکھا گیا اور وہ بادشاہ بن گیا۔ بیغو مرو چلا گیا۔ داؤد نے لشکر کے ساتھ طخارستان اور بلخ کی راہ لی اور ان ممالک پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں طغرل اور داؤد خوارزم پہنچے اور اسے مسخر کیا"۔ ابن خلدون کے مطابق "اس واقعہ سے سلجوقیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ طغرل بک نے نیشاپور کی جانب

Marfat.com

قدم بڑھایا۔ اس نے اواخر 431 ہجری میں اس پر قبضہ کر لیا۔ لشکریوں نے نیشاپور کو جی کھول کر تاخت و تاراج کیا۔ بہت بڑے ہنگامہ و فساد کا دروازہ کھلا۔ قتل و غارت اور بدکاری دن دہاڑے کرنے لگے۔ اس سے طغرل بک کے خوف کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ بے چون و چرا اس کی حکومت کے آگے سب نے گردنیں جھکا دیں اور سلجوقیہ ان شہروں پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد بیغو نے ہرات کا قصد کیا۔ اور پہنچتے ہی قابض ہو گیا۔ جعفر بک داؤد بلخ کی طرف بڑھا۔ یہاں کا گورنر التونتاش حاجب تھا جسے سلطان مسعود اپنا نائب بنا گیا تھا۔ التونتاش کے پاس جعفر بک داؤد نے اطاعت قبول کرنے کا پیام بھیجا۔ التونتاش نے قاصد کو گرفتار کر لیا۔ داؤد بلخ پر محاصرہ ڈال دیا۔ سلطان مسعود کو اس کی خبر لگی۔ سلجوقیوں کی مدافعت اور اہل بلخ کی امداد کی غرض سے 432 ہجری میں ایک عظیم لشکر روانہ کیا۔ اس لشکر کے دو حصے ہو گئے۔ فوج کا ایک حصہ رخنج کی طرف گیا اور اس نے سلجوقی ترکمانوں کو اطراف و جوانب سے مار بھگایا۔ ترکمان نہایت ابتری سے بھاگے۔ شاہی لشکر نے انہیں نہایت سختی سے قتل و پامال کیا۔ فوج کا دوسرا حصہ بیغو کی سرکوبی کے لئے ہرات گیا۔ اس نے بھی نمایاں کام کئے۔ بیغو کو ہرات سے مار کر نکال دیا۔ اسی زمانے میں ایک لشکر شہزادہ مودود کی ماتحتی میں ترکمانوں کو گوشمالی کے لئے بھیجا۔ وزیر السلطنت ابونصر احمد بن محمد عبدالصمد شہزادہ کے ساتھ آ ملے تھے۔ رفتہ رفتہ بلخ کے قریب پہنچے اس وقت داؤد بلخ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ فتح نہیں ہوا تھا۔ داؤد نے شہزادہ مودود کی خبر پا کر ایک دستہ فوج کا اس کی روک ٹوک پر مامور کیا۔ شہزادہ مودود کے ہراول کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ مودود نے پہلے ہی حملہ میں شکست دیدی۔ شکست خوردہ فوج نے داؤد کے پاس جا کر دم لیا۔ مودود نے ان کا تعاقب نہ کیا۔ التونتاش کو یہ خبر پہنچی تو اس نے نہایت تپاک سے شہزادہ کا استقبال کیا۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ سلطان مسعود شہزادہ مودود کو سلجوقیوں کی مدافعت کی غرض سے خراسان کی جانب روانہ کر کے سات دن تک غزنی میں مقیم رہا۔ ماہ ربیع الاول 432 ہجری میں ہندوستان کی جانب کوچ کیا تاکہ موسم سرما اپنے باپ مرحوم سلطان محمود کی طرح ہندوستان میں گزارے اور راجپوتوں کو سلجوقیوں سے جنگ پر ابھار لائے۔ اس سفر میں اس کا بھائی محمد مسمول بھی ہمرکاب تھا۔ اراکین دولت سلطان مسعود کے ساتھ سفر پر گئے تھے۔ چنانچہ سب نے اس کی معزولی اور محمد مسمول کو بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ جوں ہی

Marfat.com

دریائے جیحوں عبور کیا اور خزانہ شاہی کا کچھ حصہ آگے نکل گیا۔ انوش تکین بلخی غلامان فداویہ کی ایک جماعت کو لے کر علیحدہ ہو گیا اور بقیہ خزانہ کو لوٹ لیا۔ خزانہ لوٹ کر محمد مسمول کے ہاتھ پر سلطنت کی بیعت کر لی۔[11] فرشتہ لکھتا ہے۔ کہ "مسعود غزنوی نے ترکمانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندوستان سے ہندو لشکر بھرتی کرنے کا پروگرام بنایا۔[12] اس مقصد کے لئے اس نے سلطان محمود کی تمام جمع شدہ دولت ساتھ لی اور ہندوستان کی طرف چل پڑا۔ ابھی مرگلہ (موجودہ اسلام آباد) کے قریب پہنچا تھا کہ اس کے ترک اور ہندو امراء دونوں باغی ہو گئے۔ سارا خزانہ لوٹ لیا اور اسے قید میں ڈال کر اس کے اندھے بھائی محمد غزنوی کو تخت پر بٹھایا"۔ منہاج سراج لکھتا ہے کہ "سلجوقیوں سے شکست کھانے کے بعد مسعود پر بری طرح خوف مسلط تھا۔ تمام خزانے اٹھائے اور ہندوستان کا رخ کیا۔ مرگلہ (اسلام آباد) میں پہنچا تو اس کے ترک اور ہندو غلام دونوں خلاف ہو گئے۔ اسے گرفتار کر کے قلعہ کندر میں قید کر دیا۔ اور محمد کو تخت پر بٹھایا"۔[13] کون کہہ سکتا ہے کہ سلطان مسعود اور سلجوقیوں کی لڑائی اشاعت اسلام اور اسلامی اتحاد کے لئے تھی۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ سلطان طغرل کی ترکوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں سرکوبی میں اسلام کا کوئی مفاد مضمر تھا۔

چونکہ سلطان محمد آنکھوں سے معذور تھا اس لئے اس نے اپنے بیٹے احمد کو حکومت و سلطنت کے سیاہ و سفید کا اختیار دیا۔ "احمد اختیار شاہی پاتے ہی اپنے چچا مسعود (معزول سلطان) کے قتل کی فکریں کرنے لگا۔ اس کے دوسرے چچا یوسف اور علی خشاوند نے اس خیال کی تائید ہی نہیں کہ بلکہ فوری طور پر اس کام کے انجام دینے پر ابھارا۔ چنانچہ احمد نے اپنے باپ سلطان محمد سے رائے لئے بغیر قلعہ کیدی میں جا کر مسعود کو قتل کر دیا۔ اس کی عمر پینتالیس سال کی تھی اور اس کی مدت حکومت نو سال اور چند ماہ تھی اس کا بیٹا مودود اس وقت خراسان و بلخ میں تھا۔ مسعود کے قتل کے بعد سلطان محمد نے اسے لکھ بھیجا کہ تمہارے پدر بزرگوار کو احمد نیال تگین کے لڑکوں نے اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر ڈالا ہے۔ مودود کو اس سے سخت برہمی ہوئی۔ ناراضگی کا خط لکھ بھیجا۔ لشکریوں نے سلطان محمد کی گوشہ نشینی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ رعایا کا مال و اسباب لوٹنا شروع کر دیا۔ سلطان محمد اپنی کمزور طبیعت کی وجہ سے انہیں نہ روک سکا۔ مجبوراً" ان سے علیحدہ ہو گیا۔ ماہ شعبان 432 ہجری میں مسعود کا بیٹا غزنی پر چڑھ آیا۔ سلطان محمد سے معرکہ آرائی ہوئی۔ مودود کو

Marfat.com

کامیابی ہوئی۔ سلطان محمد اپنے دونوں بیٹوں احمد اور عبدالرحمن اور خواجہ علی انوش تگین بلخی اور علی خشاوند کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ مودود نے ان سب کو موت کی سزا دی۔ اس وقت محمد کو بادشاہ ہوئے چوتھا مہینہ ہوا تھا۔ عبدالرحمن کو اس وجہ سے قتل نہ کیا کہ سلطان مسعود کے زمانہ قید و گرفتاری میں حسن سلوک اور نرمی سے پیش آیا تھا۔ ان مقتولوں کے علاوہ جن جن لوگوں نے سلطان مسعود کی معزولی اور قتل میں سازش کی تھی' چن چن کر قتل کیا اور اپنے دادا محمود کے قدم بقدم چلنے لگا۔ سلطان مسعود مرحوم نے 426 ہجری میں اپنے دوسرے بیٹے محمود کو ہندوستان کے صوبوں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جس وقت اسے سلطان مسعود کے قتل کی خبر پہنچی تو اپنی حکومت و سلطنت کی بیعت لی۔ لاہور کو دارالحکومت قرار دیا۔ ملتان پر قبضہ کر لیا۔ شاہی خزانہ پر قابض ہو گیا۔ فوجیں جمع کیں اور اپنے بھائی سلطان مودود کی مخالفت کا جھنڈا لے کر غزنین کا قصد کیا۔ اتفاق سے بقرعید کا دن آ گیا۔ خوشی خوشی عید منائی۔ عید کے تیسرے دن صبح کو اپنے دارالحکومت لاہور میں مردہ پایا گیا۔ قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا اور قتل کا سبب معلوم نہ ہوا۔ بھائی کے اس قتل کے بعد سلطان شہاب الدولہ ابو سعد مودود بن ناصرالدین اللہ مسعود کی حکومت کو جو افغانستان اور پنجاب تک محدود تھی' استقلال نصیب ہوا۔" ۱۴

مودود نے (441 ہجری / 1050ء - 432 ہجری /1041) تقریباً" دس سال تک حکومت کی۔ جب اس نے حکومت سنبھالی اس وقت وسطی ایشیا میں سلجوقی خاندان اپنے پورے عروج پر تھا۔ طغرل بک نے جرجان' طبرستان اور خوارزم پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا تھا۔ ابراہیم نیال عراق رے اور بلاد جبل پر قابض ہو گیا اور داؤد بک نے خراسان اور اس کے متعلقہ شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ "سلطان مودود نے 435 ہجری میں ایک لشکر اپنے حاجب کی ماتحتی میں سلجوقیوں کو خراسان سے نکالنے کی غرض سے روانہ کیا۔ جعفر بک داؤد نے اپنے بیٹے الپ ارسلان کو مقابلہ پر بھیجا۔ سخت خونریز جنگ کے بعد میدان الپ ارسلان کے ہاتھ رہا۔ شاہی لشکر شکست کھا کر غزنین بھاگ آیا۔ اس واقعہ سے ترکمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ ملک گیری اور غارت گری کے شوق بھی بڑھے۔ بست اور اس کے قرب و جوار کو لوٹا۔ قتل و غارت کیا۔ سلطان مودود نے ان کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجا۔ جسے فتح نصیب ہوئی دشمن انتہائی بے سروسامانی سے بھاگے۔ تاہم اس شکست کے بعد بھی پورے

Marfat.com

خراسان اور خوارزم کا علاقہ سلجوقیوں کے ہی قبضہ میں رہا۔ سلطان مودود نے ان کو وہاں سے نکالنے کی کوشش نہ کی۔ سلجوقیوں کا آفتاب اقتدار پورے عروج پر تھا۔ جبکہ غزنویوں کا ستارہ زوال پذیر تھا۔ سلطان مودود نے ہندو سرداروں اور عہدیداروں کی عزت افزائی کی روایت کو برقرار رکھا۔ محمود غزنوی کے دور کا ایک ہندو سپہ سالار رائے جو تھا۔ رائے جو محمود کے مرنے کے بعد غزنی سے آگیا تھا اور کشمیر میں زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ مودود غزنوی نے اپنے پشاور کے حاکم کے ذریعے پیغام بھیجا اور رائے کو پھر سے غزنی بلا لیا۔ اور اس نے اس بوڑھے سپہ سالار کی سابقہ خدمات کا پاس کرتے ہوئے اس پر بڑی عنایات کیں[۱۵]۔" اسی طرح مودود غزنوی نے لاہور پر ایک ہندو رائے راجو کو گورنر مقرر کیا۔"[۱۶] روایت ہے کہ بعد ازاں رائے راجو نے داتا گنج بخش صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہو گیا۔ داتا صاحب نے اسے شیخ ہندی کا خطاب دیا۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ "441 ہجری میں سلطان مودود نے سلجوقی ترکمانوں کے فساد اور فتنہ انگیزی سے تنگ آ کر امراء ماوراالنہر اور گورنران مملکت غزنویہ کو فوجیں فراہم کرنے اور ترکمانوں پر مختلف سمت سے حملہ کرنے کے فرامین بھیجے۔ چنانچہ کالیجار گورنر اصفہان ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوا لیکن راستے میں بیمار ہو کر واپس آگیا۔ خاقان ترمذ کی جانب سے سلطان مودود کی ہدایت کے مطابق آ رہا تھا اور ایک دوسرا گروہ ماوراالنہر سے خوارزم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سلطان مودود بھی غزنین سے سلجوق کے خلاف لشکر لیکر نکلا۔ دو چار منزل طے کرنے کے بعد عارضہ قولنج میں مبتلا ہو کر غزنی واپس آگیا مگر وزیر السلطنت ابوالفتح عبدالرزاق احمد متمیدی کو سپہ سالار افواج شاہی مقرر کر کے بجستان کو ترکوں کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ درد میں شدت پیدا ہوئی اور اسی درد سے حکومت کے نویں سال ماہ رجب 441 ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا"۔ منہاج سراج کا بیان ہے کہ "مودود کی وفات کے بعد ترک سرداروں اور بڑے بڑے امراء نے اس کے بیٹے (تین سالہ) محمد کو تخت نشین کر دیا۔ ساتھ ہی محمد کے چچا علی بن مسعود کو شریک سلطنت بنا دیا۔ ہر شخص نے کوئی نہ کوئی منصب سنبھالا۔ یہ دونوں بادشاہ تدبیر اور سلیقہ نظم و نسق سے عاری تھے۔ لشکر اور رعایا کے معاملات بگڑ گئے۔ دو مہینے کے بعد سلطان عبدالرشید کو جسے سلطان مسعود نے نظر بند کر دیا تھا۔ سلطان مودود کے وزیر السلطنت ابوالفتح عبدالرزاق نے

Marfat.com

بست کے قلعہ سے رہا کر کے اس کی بیعت کی تھی۔ عبدالرزاق عبدالرشید کو ساتھ لیکر غزنی آیا تو علی بن مسعود شہر چھوڑ گیا اور کسی خون خرابے کے بغیر حکومت پر عبدالرشید کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے سیف الدولہ یا جمال الدولہ کا لقب اختیار کیا۔ اس کی حکومت کو ابھی تین چار سال ہی گزرے تھے کہ سلطان مودود کے ایک ترکی غلام طغرل نے بغاوت کر دی۔ اس نے یہ بغاوت بجستان میں سلجوقیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد کی"[17]۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ "اس فتح سے اس کا دماغ پھر گیا۔ حکومت و سلطنت کی خواہش پیدا ہوئی۔ خراسان پر حملہ آور ہونے کی بجائے غزنین کی طرف بڑھا۔ جب غزنین پندرہ سولہ میل باقی رہ گیا تو سلطان عبدالرشید کو خط لکھا کہ آپ لشکر مرتب کر کے میرے پاس تشریف لائیے اور میری تنخواہ بڑھائیے۔ سلطان عبدالرشید نے اراکین دولت سے مشورہ کیا ان لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ تفرل کا یہ فعل دھوکے سے خالی نہیں ہے۔ آپ اس کے پاس تشریف نہ لے جائیے۔ سلطان عبدالرشید نے ساری فوج طغرل کی طلبی پر پہلے ہی بھیج دی تھی۔ جو تھوڑی بہت باقی رہ گئی تھی اسے لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ اگلے دن طغرل غزنین میں داخل ہوا۔ تخت شاہی پر قبضہ کر لیا۔ اہل قلعہ کو دھمکی دی کہ اگر سلطان عبدالرشید کو تم لوگ میرے حوالے نہ کرو گے تو تمہاری خیر نہیں ہے۔ ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دونگا۔ اہل قلعہ پر اسقدر خوف غالب ہوا کہ سلطان عبدالرشید کو طغرل کے حوالے کر دیا۔ طغرل نے سلطان عبدالرشید کو قتل کر ڈالا اور اس کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ ایک اور روایت ہے کہ طغرل نے سلطان عبدالرشید کو سلطان محمود کی اولاد کے تمام افراد سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف سلطان محمود کی ایک بیٹی کو زندہ چھوڑا۔ جس کے ساتھ اس نے اسکی مرضی کے خلاف جبراً" نکاح کیا"۔[18]

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ "طغرل نے سلطان عبدالرشید کے قتل کرنے اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد انوش کرخی گورنر لاہور کو دوستانہ خط لکھا اور واقعہ سے اسے مطلع کیا۔ انوش نے طغرل کو نہایت سخت اور درشت جواب لکھا اور در پردہ سلطان کی لڑکی اور دوسرے امراء دولت غزنویہ کو خطوط لکھے۔ نصیحت و فضیحت کی۔ طغرل کے قتل کی ترغیب دی۔ چنانچہ عین نو روز کے دن جس وقت طغرل دربار میں شاہی تخت پر جلوس کر رہا تھا مار ڈالا گیا۔ اس نے چالیس روز حکومت کی۔ اسے چند پہلوانوں نے قتل کیا تھا۔ جو

Marfat.com

اس کی حکومت کے مخالف تھے۔ اس وقت سلطان مسعود کا ایک بیٹا فرخ زاد قید کی زندگی گزار رہا تھا۔ امراء نے اسے رہا کر کے تخت پر بٹھا دیا"۔ منہاج سراج کا بیان ہے کہ "طغرل سلطان محمود کا غلام تھا۔ اس کی شجاعت و مردانگی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ وہ سلطان مودود کے زمانے میں غزنہ سے خراسان چلا گیا اور سلجوقیوں سے جا ملا۔ مدت تک ان کے پاس رہا۔ جنگ میں ان کے طور طریقوں سے پوری آگاہی حاصل کی۔ عبدالرشید کے وقت میں غزنہ آ گیا۔ صرف اس کو نہیں بلکہ محمود کے گیارہ دوسرے شہزادوں کو قتل کر کے خود تخت غزنہ پر بیٹھ گیا۔ اس نے بے ترتیبی اور ظلم و ستم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ---- جب اسے بادشاہ بنے ہوئے چالیس روز گذر گئے تو ایک ترک صلاح دار انوش تگین تھا جو طغرل کی پشت پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک اور شخص سے دوستی پیدا کر لی۔ دونوں نے مل کر طغرل کو قتل کر دیا۔ اس کا سر باہر لا کر ایک لمبی لکڑی پر رکھا اور پورے شہر میں پھرایا تاکہ لوگ مطمئن ہو جائیں"[19]۔ طغرل کے قتل کے بعد فرخ زاد بن مسعود کو تخت پر بٹھایا گیا تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جن لوگوں نے سلطان عبدالرشید کے قتل میں طغرل کا ساتھ دیا تھا انہیں قتل کیا۔ ترکمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی انہیں شکست دی غزنین میں داخل ہوا اور اسے ان کے قبضہ سے نکال لیا پھر غزنین سے کرمان اور سوران کی جانب بڑھا اور ان کو بھی بزور تیغ فتح کیا۔ اس زمانے میں زابلستان کی ولایت مختلف اسباب اور پریشانیوں کے باعث ویران ہو چکی تھی۔ سلطان نے اس کا خراج معاف کر دیا تاکہ آبادی کی صورت پیدا ہو۔ پھر ملک کے مختلف حصوں پر نظم و ضبط قائم کیا۔ اس کی حکومت سات سال رہی اور اس عرصے میں اس نے سلجوقیوں سے کئی لڑائیاں کیں وہ 451 ہجری 1059ء میں قولنج کے درد میں مبتلا ہو کر جان بحق ہوا۔ اس کے بعد اسکا بھائی ابراہیم بن مسعود تخت نشین ہوا۔ اس نے ظاہرالدولہ کا لقب اختیار کیا۔ اس کا دور استحکام کا دور تھا۔ لین پول کی رائے ہے کہ غزنوی خاندان میں وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے سلطان کا لقب اختیار کیا تھا۔ اس سے پہلے کے بادشاہ اپنے آپ کو امیر یا ملک کہلواتے تھے۔ جب داؤد سلجوقی کو ابراہیم کی تخت نشینی کی خبر خراسان میں ملی تو سفیر بھیج کر صلح کر لی۔ داؤد کے بعد الپ ارسلان بھی اس عہد پر قائم رہا۔ سلجوقیوں کے ساتھ اس کی یہ صلح اس کے پورے عہد حکومت میں نہ ٹوٹی۔ اس نے اپنی سلطنت میں توسیع کرنے کی کوئی کوشش نہ کی بلکہ جو علاقہ اسے ورثہ میں ملا تھا اس

Marfat.com

میں سیاسی، معاشرتی اور معاشی نظم و ضبط کیا۔ سارے مورخین اس کی عدل گستری اور علم پروری کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کی وفات 492 ہجری (1099ء) میں ہوئی اور اس کے بعد اسکا بیٹا علاؤالدولہ مسعود سوئم بن ابراہیم تخت نشین ہوا۔

Marfat.com

باب : 6

خلیفہ مقتدی بامراللہ

سلجوقی سلطان ملک شاہ کی وسیع و عریض سلطنت کا دور

خلیفہ مقتدی 15 شعبان 467 ہجری (1075ء) کو خلیفہ قائم بامراللہ کے انتقال کے بعد مسند خلافت پر بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے دادا خلیفہ قائم بامراللہ کی وصیت کے مطابق فخرالدولہ بن جہیر کو عہدہ وزارت پر قائم رکھا اور عمید الدولہ بن فخرالدولہ کو ماہ رمضان 467 ہجری میں سلطان ملک شاہ سلجوقی کے پاس بیعت خلافت لینے کو روانہ کیا۔ 468 ہجری میں سعدالدولہ گوہر آئین سلطان ملک شاہ کی طرف سے شحنہ (منتظم اعلیٰ) ہو کر دارالخلافت میں داخل ہوا۔ اس کے ہمراہ عمید ابو نصر مضافات بغداد کی نگرانی کو آیا۔ 470 میں موید الملک بن نظام الملک بغرض قیام وارد بغداد ہوا اور مدرسہ نظام کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔ 469 ہجری میں ابو نصر بن استاذ ابوالقاسم قشیری حج کرنے کو گیا تھا۔ واپسی کے بعد بغداد میں قیام کیا۔ مدرسہ نظامیہ میں وعظ کیا۔ چونکہ ابو نصر مذہب الاشعری کا پابند تھا اور اس نے اپنے وعظ میں اشعریوں کے مذہب کو سب سے بہتر بتایا تھا۔ امام حنبل کے مقلدین نے اس پر رد و قدح شروع کی۔ فقہاء کی طرف سے اعتراضات کی بھرمار ہوئی۔ رفتہ رفتہ بحث و مباحثہ نے تکرار اور مجادلہ کی صورت اختیار کر لی۔ فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ مدرسہ نظامیہ کے اندر غارت گری شروع ہو گئی۔ سیوطی کے بقول بہت سے لوگ اس فساد میں قتل ہوئے۔ موید الملک بن نظام الملک نے سعدالدولہ اور عمید ابو نصر کو طلب کیا جو فوراً لشکر لئے حاضر ہوئے۔ نظام الملک کے ہوا خواہوں نے الزام عائد کیا یہ فرقہ وارانہ فساد وزیر السلطنت فخر الدولہ بن جہیر جو نہایت متعصب حنبلی تھا' نے کروایا ہے۔ ”نظام الملک

Marfat.com

کو اس واقعہ کے سننے سے بے حد ملال ہوا۔ اس نے کوتوال شہر سعد الدولہ کو ہر آئین کو خلیفہ مقتدی کے پاس بھیجا اور فخرالدولہ کے خلاف تحریری شکایت کی۔ سعد الدولہ کو نظام الملک نے یہ بھی ہدایت کی تھی کہ فخرالدولہ اور اس کے ہوا خواہوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ اتفاق سے فخرالدولہ کے گھر والوں کو اس کی خبر لگ گئی اسی وقت عمیدالدولہ بن فخرالدولہ عذر خواہی کی غرض سے نظام الملک کے پاس گیا۔ تاہم خلیفہ مقتدی نے سلطان ملک شاہ کی خواہش کے مطابق فخرالدولہ بن جہیر کو وزارت سے معزول کر کے ابو شجاع کو وزیر بنایا۔ لیکن اس کے بعد جب عمید الدولہ سلطان ملک کا سفارشی خط لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوا تو خلیفہ نے ابو شجاع کو معزول کر کے عمیدالدولہ کو عہدہ وزارت عنایت کیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر 472 ہجری کا ہے"۔[1]

بغداد میں فروعی مذہبی مسائل پر قتل عام خون خرابہ اور غارت گری کا سلسلہ تیسری صدی کو اواخر میں شروع ہوا تھا جبکہ بلاد افریقہ میں فاطمیوں کی خلافت و امارت قائم ہوئی تھی اس خلافت کے قیام سے عباسی سلطنت میں اہل تشیع ملاؤں میں یہ تاثر پیدا ہو گیا تھا کہ اب پورے عالم اسلام میں ان کے فرقہ کی حکومت ہو گی اور اہل سنت ملاؤں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فاطمین کے عروج کے باعث اسلام خطر میں پڑ گیا ہے۔ چنانچہ دونوں فرقوں میں بغداد' کوفہ اور عراق کے بعض دوسرے شہروں میں فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر چوتھی صدی ہجری میں خلیفہ مکتفی کے عہد میں جب بنی بویہ نے بغداد میں کلی اقتدار حاصل کر لیا تو ان فسادات میں اضافہ ہو گیا۔ پھر خلیفہ قادر باللہ کے عہد میں روز روز فساد ہونے لگا۔ مذہبی تعصب کی وجہ سے انسانی خون بہت ارزاں ہو گیا۔ خلیفہ قادر باللہ اور ترک لشکریوں کی ہمدردیاں اہلسنّت کے ساتھ ہوتی تھیں جبکہ بنی بویہ کے امیر الامراء دیلمی فوج اہل تشیع کی حمایت کرتے تھے۔ پھر جوں جوں سلطنت عباسیہ میں زوال کا عمل تیز ہوتا چلا گیا' مذہبی مسائل پر فتنہ و فساد اسی رفتار سے بڑھتا چلا گیا۔ پانچویں صدی ہجری میں پہلے سلجوقی سلطان طغرل بک کے سیکرٹری عمیدالملک کندری نے جو حنبلی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا خراسان میں بیک وقت شافعیہ' اشعریہ اور رافضیوں کے خلاف لعن طعن کا سلسلہ شروع کیا تو اس سے فرقہ وارانہ فساد کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ فرقہ اشعریہ دراصل فرقہ حنفیہ ہی کو کہتے تھے۔ بظاہر یہ فرقہ موسیٰ اشعری کے اس رائے سے متفق تھا کہ حضرت علی

Marfat.com

علیہ السلام کی منصب خلافت سے علیحدگی اور امیر معاویہ کی حاکمیت شام سے برطرفی اور کسی اور شخص کی خلیفہ المسلمین کی حیثیت سے مسند نشینی ہی میں مسلمانوں کی بہتری تھی۔ حنبلیوں اور اشعریوں کے درمیان فساد غالباً" اس مسئلہ پر نہیں ہوتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مسئلہ پر ہوتا تھا حنبلی اللہ تعالیٰ کو عین ذات مانتے تھے جبکہ سنی العقیدہ عناصراللہ کو قائم بالذات کہتے تھے۔ ان دونوں فرقوں کے مابین یہ اعتقادی اختلاف خلیفہ ماموں الرشید کے عہد میں منظر عام پر آیا تھا اور پھر یہ اختلاف شدید سے شدید ترین ہوتا چلا گیا۔ جب بھی شیعوں اور سینوں کے درمیان اور حنبلیوں اور اشعریوں کے درمیان فسادات ہوتے تھے تو ان میں کوئی نہ کوئی خلیفہ یا وزیر یا امیر لشکر ضرور ملوث ہوتا تھا اور ملاؤں کا تو گویا اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ عوام الناس کو فروعی مذہبی مسائل میں الجھا کر ان کی خونریزی کا بندوبست کرتے رہیں۔ فی سبیل اللہ فساد ان کا دین قرار پایا تھا۔

476 ہجری میں خلیفہ مقتدی نے سلطان ملک شاہ اور اس کے وزیر السلطنت کی اجازت سے عمیدالدولہ کو معزول کیا۔ الزام یہ تھا کہ وہ رعایا پر ظلم و ستم کرتا تھا اور خلیفہ کا احترام بھی نہیں کرتا تھا۔" عمیدالدولہ اپنی معزولی کے بعد مع اپنے اہل و عیال کے سلطان ملک شاہ کے پاس پہنچا۔ سلطان نے عمیدالدولہ کو ابن مروان کی جگہ دیار بکر کی حکومت عنایت کی۔ اسے علم و طبل دیا۔ فوج مہیا کی۔ خطبہ میں اس کا نام داخل کیا اور اسے اجازت دی کہ وہ دیار بکر میں سکہ پر اپنا نام لکھوا لے۔ عمیدالدولہ جب سلطان ملک شاہ کا حکمنامہ لے کر دیار بکر پہنچا تو ابن مروان باغی ہو چکا تھا اور اس نے اپنے گرد و نواح کے امراء کے ساتھ سازش کر لی تھی۔ چنانچہ سلطان ملک شاہ نے 477 ہجری میں ایک دوسری فوج کو امیر ارتق بن اکسب کی سرکردگی میں عمیدالدولہ کی کمک پر بھیجا۔ مشرف الدولہ مسلم بن قریش والی موصل و حلب' ابن مروان کے حامیوں اور مددگاروں میں سے تھا۔ فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مشرف الدولہ شکست کھا کر بھاگا۔ ترکمانوں نے قبائل عرب کو جو اس کے ہمراہ تھے لوٹ لیا اور قتل و غارت کرتے ہوئے آمد کی طرف بڑھے۔ مگر مشرف الدولہ ان ترکمانوں کے پہنچنے سے پہلے آمد میں داخل ہو چکا تھا اور اس نے قلعہ بندی کر لی تھی۔ فخرالدولہ اور امیر ارتق نے آمد کا محاصرہ کیا۔ مشرف الدولہ نے معتدبہ رقم بھیج کر امیر

Marfat.com

ارتق سے یہ اجازت طلب کی کہ اسے آمد سے نکل جانے دیا جائے۔ امیر ارتق نے یہ درخواست منظور کر لی چنانچہ مشرف الدولہ رقہ چلا گیا۔ فخرالدولہ نے بھی میافارقین کی جانب مراجعت کی۔ بہاؤ الدولہ منصور بن فرید والی دجلہ و نیل اور اس کا بیٹا سیف الدولہ صدقہ اس کے ہمراہ تھا۔ ہنوز میافارقین نہ پہنچنے پائے تھے کہ فخرالدولہ اور بہاؤالدولہ میں علیحدگی ہو گئی۔ بہاؤالدولہ مع سیف الدولہ کے عراق کی طرف لوٹ کھڑا ہوا اور فخرالدولہ نے خلاط کا راستہ لیا۔ سلطان ملک شاہ نے شرف الدولہ کی ہزیمت کی خبر پا کر عمیدالدولہ بن فخرالدولہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ موصل کی جانب روانہ کیا۔ عمیدالدولہ جب موصل کے پاس پہنچا تو اہل موصل نے شاہی علم کے آگے سر اطاعت خم کر دیا۔ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے سلطان ملک شاہ کو یہ خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور چند سواروں کے ساتھ خود موصل پہنچا جبکہ اس کا ایک لشکر مشرف الدولہ کے مقبوضات کو سر کرنے میں مصروف تھا۔ مشرف الدولہ نے موید الدولہ بن نظام الملک سے خط و کتابت شروع کی۔ یہ ان دنوں رحبہ میں مقیم تھا۔ تحائف و نذرانے بھیجے۔ موید الدولہ کو مشرف الدولہ کی حالت پر رحم آ گیا۔ اسے دربار سلطانی میں حاضر کیا اور سفارش کی۔ مشرف الدولہ نے بھی اپنی جسارت کی معافی چاہی۔ تحائف اور نذرانے پیش کئے۔ سلطان ملک شاہ نے اس کی تقصیر معاف کر کے اپنی طرف سے سند حکومت دے دی"۔[۲]

اس زمانہ میں فخرالدولہ بن جہیر دیار بکر پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا تا آنکہ 478 ہجری میں زعیم الدولہ ابوالقاسم کو دیار بکر کی طرف روانہ کیا۔ زعیم الدولہ نے دیار بکر پر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور مدتوں محاصرہ کئے رہا۔ اس شہر کے لئے رسد و غلہ کی سپلائی بند کر دی۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ اس اثنا میں دیار بکر کے کسی فوجی سپاہی نے زعیم الدولہ سے سازش کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اور زعیم الدولہ نے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ اہل شہر پر بے حد اور بے انتہا ظلم و ستم کئے تھے اور یہی لوگ اعلیٰ عہدوں پر سرفراز و ممتاز تھے۔ ان ہی دنوں "فخرالدولہ میافارقین پر محاصرہ ڈالے پڑا تھا۔ سعدالدولہ گوہر آئین ایک عظیم لشکر سلطان ملک شاہ کی طرف سے لئے ہوئے کمک پر آ گیا تھا۔ اس خبر کے سننے سے محصوروں کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ مزید آفت یہ آئی کہ شہر پناہ کی دیوار ایک طرف کی ٹوٹ گئی۔ اہل شہر نے فخرالدولہ کی سطوت سے خائف ہو کر شہر پناہ کی

Marfat.com

فصیل پر چڑھ کر پناہ چاہی۔ فخرالدولہ کا لشکر جھرمٹ باندھ کر شہر میں گھس پڑا اور ابن مروان کے کل مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ مال و اسباب جو کچھ ہاتھ آیا زعیم الدولہ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ مہم میافارقین سے فارغ ہو کر فخرالدولہ نے ایک فوج جزیرہ ابن عمر کے سر کرنے کو روانہ کی۔ جزیرہ بھی ابن مروان کے مقبوضات سے تھا۔ فوج نے پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا رسد و غلہ کی سپلائی بند کر دی۔ اثنائے جنگ میں اہل شہر کا ایک گروہ والی جزیرہ سے باغی ہو گیا۔ والی جزیرہ اس ہنگامہ کو فرو نہ کر سکا۔ ان لوگوں نے لڑ بھڑ کر شہر پناہ کا درواز کھول دیا۔ فخرالدولہ کی فوج کے سپہ سالار نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح دیار بکر سے بنی مروان کی حکومت ختم ہو گئی اور فخرالدولہ بن جہیر کی حکمرانی کا سکہ چلنے لگا۔ لیکن چند دن کے بعد سلطان ملک شاہ نے جزیرہ کو فخرالدولہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ فخرالدولہ موصل چلا گیا اور وہیں 483 ہجری میں اس نے وفات پائی۔ فخرالدولہ موصل ہی کا رہنے والا تھا۔ 398 ہجری میں پیدا ہوا تھا سن شعور کو پہنچ کر برکت بن مقلد والی موصل کی خدمت میں رہا۔ پھر تحائف اور نذرانے لے کر بادشاہ روم کے پاس گیا۔ وہاں سے واپسی پر حلب آیا معزالدولہ ابی تمال بن صالح کے دربار میں وزارت حاصل کی۔ چند دنوں کے بعد ملطیہ چلا گیا۔ ملطیہ سے ابن مروان کے پاس دیار بکر آ گیا۔ ابن مروان اور اس کے باپ کے یہاں بھی عہدہ وزارت سے ممتاز رہا۔ تھوڑے دنوں میں وزراء لشکر نے بغداد کا سفر کیا اور خلیفہ نے بھی اسے عہدہ وزارت پر فائیز کیا"[3]۔ فخرالدولہ کی اس مختصر سوانح سے پتہ چلتا ہے کہ خراسان اور عراق میں سلجوقیوں کی سلطنت میں کسی فرد یا کسی گروہ کا رتبہ بلند کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ کسی مذہبی' اخلاقی' معاشرتی اور سیاسی اصول کا پابند تھا۔ ترقی کے لئے صرف بادشاہ کی مزاج شناسی کافی تھی اور بادشاہ کو یہ باور کرانا ضروری تھا کہ اس کی خدمات اس کے لئے سیاسی طور پر فائدہ مند ہوں گی۔

فخرالدولہ کی دیار بکر میں جنگی مصروفیتوں کے دوران بغداد میں "476 ہجری میں عمیدالدولہ بن فخرالدولہ کو عہدہ وزارت سے معزول کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ مظفر بن رئیس الدولہ کو مقرر کیا گیا تھا پھر اس کو معزول کر کے ابو شجاع محمد بن حسین کو قلمدان وزارت سپرد کیا گیا۔ جو 484 ہجری تک اس عہدہ پر قائم رہا۔ اس دوران ابو سعد بن

Marfat.com

سمجھا۔ یہودی سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کے وکیل کی حیثیت سے بغداد میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ یہودی سعد الدولہ کوتوال بغداد کے ساتھ سلطان ملک شاہ کی حضوری کا شرف حاصل کرنے کو اصفہان چلا گیا۔ خلیفہ مقتدی کو جب یہودی وکیل کے اصفہان جانے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک گشتی فرمان ذمیوں کو مجبور کرنے کی بابت جاری کر دیا۔ بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض بھاگ گئے منجملہ ان لوگوں کے جو اسلام لائے تھے ابو سعد علاء بن حسن بن وہب کاتب اور اس کے اعزاء تھے۔ جس وقت ابو سعد اور سعد الدولہ کوتوال بغداد دربار میں حاضر ہوئے تو انہوں نے وزیر ابو شجاع کی شکایت کی۔ سلطان ملک شاہ اور وزیر سلطنت نظام الملک نے خلیفہ کو لکھا کہ ابو شجاع کو معزول کر دیا جائے چنانچہ خلیفہ نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ نو مسلم ابو سعد علاء بن حسن کاتب کو عہدہ وزارت ملا۔ پھر اسی سال خلیفہ سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک کی اجازت سے عمیدالدولہ کو پھر اپنا وزیر بنا لیا"۔[۴] ذمیوں پر محض ان کے مذہبی عقیدہ کی بنا پر جبر کرنے کا یہ واقعہ سلطنت عباسیہ میں پہلا واقعہ نہیں تھا۔ اس سے قبل خلیفہ متوکل کے عہد میں بھی ذمیوں کے بارے میں جابرانہ فرمان جاری ہوئے تھے۔ فاطمی خلیفہ حاکم بامراللہ کے عہد میں بھی عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں ظالمانہ احکام نافذ ہوئے تھے لیکن جلد ہی یہ احکام منسوخ کر دیئے گئے تھے۔ عالم اسلام میں پالیسی کے تحت غیر مسلموں کو بالجبر اسلام کے دائرہ میں داخل نہیں کیا جاتا تھا۔ البتہ جزیہ سے بچنے کے لئے غیر مسلموں کے بعض عناصر اسلام قبول کر لیتے تھے لیکن حکمرانون کو بالعموم ان کی تبدیلی مذہب میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ پانچویں صدی ہجری میں جب بلاد مشرق و مغرب میں سلاطین کا دور شروع ہوا تو ایسی شاید ہی کوئی مثال ہے کہ کسی سلطان نے اپنے غیر مسلم رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو یا انہیں ان کے مذہبی عقیدہ کی وجہ سے کوئی عہدہ دینے سے انکار کیا ہو۔ اسپین میں بادشاہ غرناطہ بادیس کا وزیر یہودی بنام سموایل تھا۔ قاہرہ میں وزیر السلطنت بالعموم عیسائی ہوتا تھا اور بغداد میں سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک طوسی کا وکیل بھی یہودی تھا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ قابل ذکر مثال سلطان محمود غزنوی کی ہے جو تاریخ میں بت شکن کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ ہندوؤں پر مشتمل تھا اور اس کے ممتاز سپہ سالاروں میں ہندو سپہ سالار سر فہرست تھے۔

Marfat.com

اس نے خراسان میں اپنے خسر ایلک خان کی اسی ہندو فوج کے ذریعے سرکوبی کی تھی۔ سلطان محمود کے بیٹے سلطان مسعود کی پالیسی بھی یہی رہی تھی۔ وہ خراسان میں سلجوقیوں کے خلاف ہندو فوج بھرتی کرنے کے لئے ہندوستان میں آیا تھا کہ اسلام آباد کے نزدیک اس کے ہندو اور ترک امراء لشکر نے محض اس کا خزانہ لوٹنے کے لئے اسے قتل کر دیا تھا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے ان کا موقف اس لحاظ سے صحیح ہے کہ مسلمانوں نے پہلے بذریعہ تیغ ممالک کو فتح کیا۔ ان کی رعایا نے بعد میں بالعموم سیاسی، معاشرتی اور معاشی بناء پر اسلام قبول کر لیا۔ لیکن یہ موقف اس لحاظ سے صحیح نہیں ہے کہ کہیں کسی مسلمان فاتح نے مفتوح لوگوں سے کہا ہو کہ اسلام لے آؤ ورنہ گردن مار دی جائے گی۔ اسلام کی تاریخ میں اگر کبھی ایسا ہوا تھا تو وہ واقعہ مستثنیات میں سے تھا۔ قاعدہ یہ نہیں رہا تھا۔ بنو امیہ کے عہد میں (خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے مختصر عہد کے سوا) تو عربوں کی مفتوح رعایا کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے میں کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں، انہیں اگر دلچسپی تھی تو جزیہ اور خراج لینے میں تھی۔ مفتوح رعایا کا جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے کا سلسلہ 132 ہجری میں بنی عباس کے برسر اقتدار آنے کے بعد شروع ہوا اور پھر چوتھی اور پانچویں صدی میں ترکوں کے مختلف قبائل بحیثیت مجموعی مسلمان ہوئے۔ سلجوقیوں نے بھی بطور قبیلہ اسلام قبول کیا تھا۔ وہ بڑے راسخ العقیدہ مسلمان تھے لیکن ان کے مذہب کا ان کی سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ خلیفہ مقتدی کے وزیر ابو شجاع کی معزولی اس لئے عمل میں آئی تھی کہ اس نے نہ صرف سلطان کے یہودی وکیل بلکہ سارے ذمیوں کے خلاف سازش کر کے خلیفہ سے جابرانہ فرمان جاری کروایا تھا۔

بغداد میں ذمیوں کے بارے میں جابرانہ خلافتی فرمان جاری ہونے سے سات آٹھ سال قبل 477 ہجری میں ایک سلجوقی سپہ سالار سلیمان بن قتلمش نے بلاد روم میں اپنی حکومت و سلطنت کی بنیاد ڈالی جبکہ اس نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔ "ابن اثیر کے بیان کے مطابق انطاکیہ پر رومیوں کا 358 ہجری سے قبضہ تھا۔ فردوس نامی ایک شخص حکمرانی کر رہا تھا۔ حد درجہ کا ظالم اور کمینہ تھا۔ اہل انطاکیہ اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے تھے۔ سلیمان کو قبضہ کرنے کی غرض سے بلا بھیجا سلیمان تین سو سواروں اور اسی قدرے پیادوں سے حملہ آور ہوا اور دریا کو عبور کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان 477 ہجری کا ہے۔

Marfat.com

انطاکیہ پر قبضہ کے بعد سلیمان کی مشرف الدولہ سے ان بن ہو گئی۔ ان بن کی وجہ یہ ہوئی کہ جب سلیمان نے انطاکیہ پر قبضہ کیا تو مشرف الدولہ نے حسب دستور خراج طلب کیا۔ سلیمان نے جواب دیا کہ وہ کافر تھا جزیہ دیتا تھا۔ میں الحمدللہ مسلمان ہوں خراج یا جزیہ نہ دوں گا۔ اس پر مشرف الدولہ نے انطاکیہ کی طرف قدم بڑھایا۔ سلیمان بھی یہ خبر پا کر اٹھ کھڑا ہوا لڑائی چھڑ گئی۔ "بظاہر یہ ہوا کہ سلیمان بن قتلمش نے مشرف الدولہ مسلم بن قریش کو 479 ہجری میں مار ڈالا۔ اور اہل حلب کو لکھا کہ میری اطاعت قبول کرو۔ اہل حلب نے سلطان ملک شاہ سے اس معاملہ میں خط و کتابت کرنے کی غرض سے مہلت طلب کی کیونکہ یہ لوگ اس کے مطیع تھے اہل حلب نے سلطان ملک شاہ کے بھائی تتش بن الپ ارسلان کو دمشق میں یہ پیام بھیجا کہ آپ تشریف لائیے۔ تتش اس مژدۂ جاں فزاء کو سن کر حلب کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ امیر ارتق بن اکسب بھی تھا۔ امیر ارتق نے تتش کے پاس اس وقت سے پناہ لے رکھی تھی جبکہ اس نے مشرف الدولہ سے زر نقد لے کر اسے موصل کے محاصرے سے نکل جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اسے خوف تھا کہ سلطان ملک اس کے اس جرم کی بناء پر اس کی گردن مار دے گا۔ تتش نے اس کو بیت المقدس میں جاگیر دے دی ہوئی تھی۔ اب جب تتش نے حلب کا محاصرہ کیا اس وقت مشرف الدولہ کے چچا کا لڑکا سالم بن مالک بن بدران وہاں حکمرانی کر رہا تھا۔ تتش کے محاصرے سے پہلے حلب کے بعض بڑوں نے بھی اپنی مجبوری لکھ کر قبضہ کرنے کو بلا بھیجا تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اصفہان سے ماہ جمادی الاخر 479 ہجری میں حلب کی جانب کوچ کیا۔ موصل ہوتا ہوا حران پہنچا۔ حران پر قبضہ کر کے اسے محمد بن شرف الدولہ کو جاگیر میں دے دیا بعد ازاں الرہا کا رخ کیا۔ یہ اس وقت رومیوں کے قبضہ میں تھا۔ بعد محاصرہ اور جنگ کے اس کو بھی فتح کر کے قلعہ جعفر کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ نبج پہنچا اور اس کو بھی بزور تیغ اپنی کامیابی کا سکہ بٹھاتا ہوا دریائے فرات کو عبور کر کے حلب کے قریب جا اترا۔ تتش نے یہ خبر پا کر حلب کو خیرباد کہا اور دمشق کا رستہ لیا۔ اس کے ساتھ امیر ارتق بھی تھا سلطان ملک شاہ کے پہنچتے ہی سالم بن مالک والی قلعہ حلب نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ سلطان نے شہر پر قبضہ کر کے قلعہ جعفر کی حکومت سالم کے سپرد کر دی اور قسیم الدولہ کو حلب کے قلعہ اور شہر کا حاکم مقرر کیا۔ اسی زمانہ میں امیر نصیر بن علی

Marfat.com

کنانی والی شیرز نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی اور لاذقیہ' کفر طاب اور فامیہ کو سلطان کے حوالے کر دیا۔ سلطان ملک شاہ نے خوش ہو کر شیرز کی حکومت پر اس کو بحال رکھا اور ہفتہ عشرہ آرام کر کے بغداد کی جانب کوچ کیا"۔5

ماہ ذی الحجہ 479 ہجری میں سلطان ملک شاہ بغداد آیا۔ خلیفہ مقتدی نے اس کی بہت عزت افزائی کی اور اسے دائمی طور پر سلطنت کے کل اختیارات سپرد کئے۔ سلطان نے تقریباً" ایک ماہ تک شہر میں قیام کیا اور پھر ماہ صفر 485 ہجری میں اصفہان کی جانب چلا گیا۔ پھر دوبارہ ماہ رمضان 484 ہجری میں وارد بغداد ہوا۔ تاج الدولہ تتش قسیم الدولہ والی حلب اور دوسرے حکمران ممالک محروسہ حاضر ہوئے۔ 485 ہجری میں اس دھوم دھام سے مجلس مولود منعقد کی گئی کہ اہل بغداد نے کبھی ایسی شاندار مجلس نہ دیکھی تھی۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "ایک زمانے میں بغداد اپنی شان و شوکت کے لحاظ سے اس مقام پر پہنچا تھا کہ ابتدائے آخر میں سے دنیا کا کوئی شہر نہ پہنچا ہو گا۔ مگر پھر یہی اس قدر زوال پذیر ہوا کہ فتنہ و فساد کا مخزن و معدن بن گیا۔ فتنہ پروروں' چوروں اور بدمعاشوں کی وہ کثرت ہو گئی تھی کہ حکام وقت ان کی سرکوبی اور گوشمالی سے عاجز آ گئے تھے۔ بسا اوقات شاہی لشکر ان سے جنگ کرنے کے لئے جاتا تھا اور ناکام واپس آتا تھا اور گاہے گاہے باشندگان بغداد کے اختلاف مذاہب کی وجہ سے فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جاتا تھا کبھی اہل سنت والجماعت اور شیعہ بوجہ اختلاف مذہب و عقائد جھگڑ جاتے تھے کبھی حنبلیوں اور شافعیوں میں فساد برپا ہو جاتا تھا کیونکہ حنبلی باری تعالیٰ کی ذات و صفات میں صراحتاً" تشبیہ دیتے تھے اور ان کے نزدیک امام احمد حنبل کی یہی رائے تھی کہ حالانکہ امام صاحب اس سے بری تھے شافعیہ حنبلیوں کی مخالفت کرتے تھے۔ نوبت جدال و قتال تک پہنچ جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ فتنہ تمام شہروں پر چھا گیا۔ اب اس کا انسداد ناممکن تھا۔ فسادات آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ خلفاء عباسیہ تو بے کار ہی ہو گئے تھے۔ امراء بنو بویہ اور ملوک سلجوقیہ بھی اس آگ کو بجھانے پر قادر نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے کہ بنی بویہ فارس میں رہتے تھے اور ملوک سلجوقیہ اصفہان میں' چونکہ دارالخلافت بغداد کی ان دونوں مقامات سے دوری تھی۔ ان کی شوکت اور ہیبت کا کوئی اثر اہل بغداد پر نہ پڑتا تھا ان لوگوں کی طرف سے دارالخلافت بغداد میں جو کوتوال رہتا تھا وہ اس ہنگامہ کو فرو نہ کر سکتا تھا۔ وہی فتنہ و فساد اس کے روکنے سے رک جاتا تھا

Marfat.com

جو عام فتنہ ہونے کی حد تک نہ پہنچتا تھا اور امراء بنی بویہ اور ملوک سلجوقیہ کو کبھی بذات خود اس ہنگامہ کو فرو کرنے کی جانب کوئی خاص توجہ اس وجہ سے نہ ہوئی کہ وہ ہمیشہ ممالک محروسہ اسلامیہ کے ان امور کے انجام دینے میں مصروف رہتے تھے جو زیادہ اہم ہوتے تھے۔ ان ہی وجوہ سے ان مفاصد اور فتنوں کا بغداد سے قلع قمع نہ ہو سکا۔ آئے دن ایک نہ ایک جھگڑا قائم رہا تاآنکہ اس کی خوش منظر عمارتیں منہدم ہو گئیں۔ آبادی ویرانی سے بدل گئی۔ خوشی اور چہل پہل کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ صرف نقش و نگار صفحہ قرطاس پر باقی رہ گئے جن کو زمانہ نہ مٹا سکا"[6]۔ بغداد کے بارے میں ابن خلدون کا بیان کسی تفسیر و تشریح کا محتاج نہیں۔ البتہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ جن علماء دین کا یہ فرض تھا کہ امت محمدیہ میں اتحاد و یک جہتی پیدا کریں وہی اس میں فتنہ و فساد کا سب سے بڑا موجب تھے۔ عالم اسلام میں علماء دین کی یہ فتنہ پروری دنیا کی تاریخ میں انوکھی یا حیرت انگیز نہیں تھی۔ عالم مسیحیت میں بھی پادریوں کا کردار ایسا ہی تھا اور یہ پادری بھی مسلمان علماء کی طرح فرقہ واریت کو ہوا دے کر ہزاروں لاکھوں انسانوں کی خونریزی کا باعث بنے تھے اور اور بن رہے تھے۔ یورپ اور ایشیا کے دوسرے مذاہب کے علماء کا رویہ بھی بالکل ایسا ہی تھا اور یہ سب مل کر یہ ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے تھے کہ مذہب انسانوں کی متحد و متفق کرنے والی قوت نہیں ہے بلکہ یہ انسانی معاشرہ میں انتشار و افتراق پیدا کرتا تھا مذہبی علماء کا یہ رویہ ناقابل فہم نہیں تھا۔ چونکہ ہر مذہب کی بنیاد کسی نہ کسی نظریے و عقیدے پر تھی اور جب انسانی معاشرے میں نظریے اور عقیدے کا دخل ہو جائے تو ناگزیر طور پر اس میں اختلاف پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کسی نظریے کے علمبردار دانشمند ہوں تو وہ معاشرے میں نظریاتی تضاد کو معاندانہ صورت اختیار نہیں کرنے دیتے اور اگر وہ کم عقل، کم علم اور کوتاہ اندیش ہوں تو وہ معاشرے کے غیر معاندانہ تضادات کو بھی معاندانہ بنا کر انسانوں کے خون کی ندیاں بہا دیتے ہیں۔

485 ہجری میں جب سلطان ملک شاہ اصفہان سے بغداد آ رہا تھا تو وہ ماہ رمضان میں وزیر السلطنت نظام الملک کے ساتھ نہاوند میں خیمہ زن ہوا۔ "ایک دن نظام الملک افطار صوم کے بعد شاہی خیمہ سے نکل کر اپنے خیمہ کی طرف آ رہا تھا۔ ایک لڑکا (جو غالباً" فرقہ باطنیہ سے تھا) مستغیث صورت بنائے ہوئے ملا۔ نظام الملک نے عرضی لینے کی غرض سے

Marfat.com

ہاتھ بڑھایا۔ لڑکے نے نظام الملک کے قریب پہنچ کر پیٹ میں چھری بھونک دی۔ نظام الملک زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا اور اسی وقت دم توڑ دیا۔ لشکریوں نے دوڑ کر اسے گرفتار کر لیا اور مار ڈالا۔ سلطان ملک شاہ اس واقعہ کو سن کر اسی روز نظام الملک کے خیمہ میں آیا۔ نظام الملک نے تیس برس وزارت کی تھی۔ وہ ملک شاہ سے پہلے اس کے باپ الپ ارسلان کا 455 ہجری میں وزیر مقرر ہوا تھا۔ نظام الملک ابو علی حسن بن علی بن اسحاق طوس کے ایک زمیندار کا لڑکا تھا۔ اس نے اعلیٰ تعلیم پائی اور احادیث کثیرہ کی سماعت کی۔ ابتداء میں اس نے ایک امیر کے ہاں ملازمت کی اور پھر دوسرے امراء کی ملازمت میں رہا۔ کفایت شعار، منتظم اور ہوشیار آدمی تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ امیروں کے استحصال سے تنگ آ کر جغری بک داؤد کے پاس بھاگ گیا۔ ابو علی بن شاذان کی پیشی میں کام کرنے لگا جو جغری بک داؤد والد سلطان الپ ارسلان اور برادر سلطان طغرل بک کی طرف سے صوبہ بلخ کا والی تھا۔ چونکہ نظام الملک کی کفایت شعاری، انتظام اور الجھے ہوئے پولیٹکل معاملات کو سلجھانے کی عام شہرت ہو گئی تھی اور نیز ابو علی نے بوقت وفات سلطان الپ ارسلان سے اس کی ہوشیاری امانت داری اور انتظام کی تعریف کی تھی۔ اس وجہ سے سلطان الپ ارسلان نے اسے اپنا وزیر مقرر کر لیا اور کل امور سلطنت کے اختیارات اسے دے دیے۔ چنانچہ نظام الملک سلطان الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کے دربار میں عہدہ وزارت پر فائز رہا۔ ”اس کی اولاد عہدہ ہائے جلیلہ سے ممتاز تھی۔ سلطان ملک شاہ کو اس کا اس درجہ پاس و لحاظ تھا کہ اس کے پوتے عثمان جمال والی مرو اور سلطان کے ایک امیر لشکر نے جس کو سلطان نے مرو کا کوتوال مقرر کر کے بھیجا تھا ان بن ہو گئی۔ عثمان جمال نے بوجہ نو عمری جوش میں آ کر اس امیر کو گرفتار کر کے سزا دے دی۔ امیر نے رہائی پانے کے بعد دربار سلطانی میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ سلطان کو سخت ملال ہوا۔ مگر نظام الملک کے لحاظ سے عثمان جمال سے کچھ جواب طلب نہ کیا۔ البتہ نظام الملک کے پاس ایک معتبر خواص کو عثمان جمال کی شکایت کرنے کو بھیج دیا۔ نظام الملک نے اپنے حقوق و خدمات کا اظہار کیا۔ سلطان اور نظام الملک میں کافی دیر تک اس معاملے میں خط و کتابت ہوتی رہی۔ غمازوں نے غمازیاں بھی خوب کیں۔ تاہم چند دنوں بعد خود بخود یہ قصہ رفع دفع ہو گیا“۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ”سلجوقی سلطنت کی ساری عظمت و شان حقیقت میں وزیر کبیر خواجہ بزرگ ابو

Marfat.com

علی حسن قوام الدین نظام الملک طوسی کی بدولت تھی۔ جس کی تدبیر اور جہانداری کی قابلیت سے سارے ملکی اور فوجی انتظامات درست ہوئے تھے۔ خواجہ نظام الملک بہت بڑا عالم اور علم دوست تھا اس کا دربار فقہا' صلحاء اور اہل ادب سے معمور رہتا تھا۔ اس نے تمام سلطنت میں مدارس نظامیہ قائم کیے اور ان کے اخراجات کے لئے خزانہ سے رقمیں منظور کیں۔ جس وقت اذان سنتا تھا خواہ کیسے ہی ضروری کام میں مصروف کیوں نہ ہوتا تھا چھوڑ کر اٹھ جاتا تھا اور نماز پڑھ کر اس کو بعد میں انجام دیتا تھا۔ بہت سے ناجائز محاصل جو پہلے بادشاہوں کے زمانوں میں لگائے گئے تھے اٹھا دیے اس سے پہلے وزیر عمیدالملک کندری نے سلطان طغرل کے عہد میں منبروں پر رافضیوں اور ان کے ساتھ اشعریوں پر بھی لعنت بھیجنے کا دستور نکالا تھا جس کی وجہ سے بہت سے آئمہ مثلاً امام الحرمین ابوحامد' امام غزالی اور القاسم قشیری وغیرہ ترک وطن کر کے حجاز میں چلے گئے تھے۔ نظام الملک نے اس دستور کو بند کیا اور ان لوگوں کو واپس بلا لیا۔ نظام الملک اپنی عقل و تدبیر کی وجہ سے دولت سلجوقیہ کی پیشانی کا نور تھا۔ اصول جہانداری سیاست کے نام سے اسی کی تصنیف ہے جو اب تک علماء اور ادباء میں مقبول ہے۔ لیکن حاسدوں اور غمازوں نے آخر میں شکائتیں کر کے ملک شاہ کو اس کی طرف سے بدگمان کر دیا۔ اس نے نظام الملک کو لکھا کہ تم میرے ملک پر مسلط ہو گئے ہو اور اس کو اپنے قرابت مندوں میں تقسیم کر رہے ہو' اب مجھے اجازت دو کہ میں وزارت کی دولت تمہارے سامنے سے اٹھا کر کسی دوسرے شخص کے آگے رکھ دوں۔ اور اہل ملک کو تمہاری طویل حکومت کے ملال سے نجات دلواؤں' جو لوگ اس فرمان کو لے کر آئے تھے ان سے نظام الملک نے کہا کہ یہ دولت موجود ہے لیکن سلطان سے کہہ دو کہ اس کے ساتھ اس کا تاج وابستہ ہے۔ اگر یہ میرے سامنے سے اٹھ گئی تو کل اس کے سر پر تاج بھی نہیں رہے گا۔ ملک شاہ کو اس کا یہ جواب گراں گزرا۔ اسی اثنا میں نظام الملک کو ایک باطنی شخص نے قتل کر ڈالا۔ بعض عناصر کا الزام یہ تھا کہ نظام الملک کو کسی ملحد باطنی نے قتل نہیں کیا تھا بلکہ اس امیر لشکر نے قتل کروایا تھا جسے نظام الملک کے بھتیجے عثمان جمال نے مرو سے نکال دیا تھا۔ سید امیر علی کے رائے یہ ہے کہ یحیٰی برمکی کے بعد ایشیاء نے جو قابل ترین وزیر اور منتظم پیدا کیا وہ نظام الملک تھا۔ لیکن امیر علی نے یہ نہیں لکھا کہ خلیفہ ہارون رشید نے یحیی برمکی اور اس کی اولاد کی بے پناہ خدمات

Marfat.com

کے باوجود محلاتی سازشوں کی بنا پر برمکی کو مع اس کے اہل و عیال قید کر دیا تھا اور اس کے بیٹے جعفر بن یحییٰ کو قتل کروا دیا تھا۔

نظام الملک کے اس قتل کے بعد سلطان ملک شاہ 23 دن سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ نہاوند میں اس واقعہ قتل کے بعد سلطان ملک شاہ نے بغداد کی جانب کوچ کیا اور اوآخر رمضان میں دارالخلافت میں پہنچا۔ وزیر عمیدالدولہ بن جہیر نے استقبال کیا۔ سلطان ملک شاہ نے نظام الملک کی مفارقت ابدی پر یہ قصد کر لیا تھا کہ قلمدان وزارت تاج الملک کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ وہی امیر لشکر تھا جسے عثمان جمال نے مرو سے نکال دیا تھا اور یہ وہی شخص تھا جس نے نظام الملک کی چغلی کی تھی۔ چونکہ یہ بھی کفایت شعار اور منتظم تھا اس وجہ سے سلطان ملک شاہ کے خیالات اس کی طرف سے اچھے ہو گئے تھے۔ نماز عید پڑھ کر سلطان اپنے محل کی جانب واپس آیا۔ موت کا وقت آ گیا تھا۔ 15 شوال 485 ہجری میں انتقال کر گیا۔ اس سلسلے میں سیوطی کا بیان پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ملک شاہ نے اپنی موت سے پہلے نہ صرف نظام الملک سے قلمدان وزارت چھیننے کا قصد کیا تھا بلکہ اس نے خلیفہ مقتدی کو بھی دارالخلافہ سے نکالنے کا فیصلہ کیا تھا سیوطی لکھتا ہے کہ "485 ہجری میں سلطان الملک شاہ بغداد میں آیا اور خلیفہ کو کہلا بھیجا کہ بغداد کو خالی کر دو اور جہاں تمہاری مرضی ہو چلے جاؤ۔ خلیفہ کو اس سے سخت رنج ہوا اور کہا کہ مجھے ایک مہینے کی مہلت دیجئے۔ اس نے کہا کہ میں ایک ساعت کی بھی مہلت نہیں دیتا۔ خلیفہ نے سلطان کے وزیر سے کہلوا کر دس روز کی مہلت لے لی۔ خدا کی قدرت ان ہی دنوں میں سلطان بیمار ہوا اور مر گیا۔ لوگوں نے اس بات کو خلیفہ کی کرامت سمجھا۔ کہتے ہیں کہ ایام مہلت میں خلیفہ نے روزے رکھے اور افطار کے بعد سلطان ملک شاہ کے لئے بد دعا کی۔ چنانچہ اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی"۔ باین ہمہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "سلطان جلال احمد بن ملک شاہ نہایت عادل' دیندار' عالی مرتبہ اور بلند حوصلہ بادشاہ تھا' آل سلجوق میں اس کا عہد ہر لحاظ سے ممتاز ہے۔ جس طرف اس نے رخ کیا فتح اور کامیابی حاصل کی۔ انطاکیہ سے قسطنطنیہ تک رومیوں کو پسپا کرتا ہوا چلا گیا اور ان کے ملک میں جا بجا تقریباً" پچاس منبر قائم کیے۔ قیصر نے ایک ہزار دینار سالانہ جزیہ پر صلح کی اور ان تمام فتوحات میں دو ماہ سے زائد نہیں صرف ہوئے۔ مشرق میں سمرقند کو فتح کر کے وہاں کے خان کو گرفتار کر

Marfat.com

لیا۔ اس کا زین پوش سر پر لئے ہوئے رے تک ہم رکاب آیا وہاں پہنچ کر سمرقند اس کو بخش دیا۔ دوسرے سال امر سگند پر قبضہ کیا۔ اس کے قرب و جوار کے تمام امراء نے ہدیہ اور اطاعت نامہ بھیجے ---- اس کے زمانے میں اس کے نام کا خطبہ حدود چین سے شام تک اور شمال سے یمین تک پڑھا جاتا تھا اور اپنی زندگی میں کسی مقصد میں ناکام نہیں رہا۔ سارے قلمرو میں عدل و انصاف کی وجہ سے امن و خوشحالی تھی۔ نہریں کھودی گئیں پل بنائے گئے۔ جامع مسجدیں آباد ہوئیں۔ مدرسے تعمیر کئے گئے۔ مکہ کے راستوں میں جا بجا ربالو اور لنگر خانے قائم ہوئے اور اسلامی شان و شوکت بارہ سلطنتوں پر غالب آ گئی"۔[10]

منہاج سراج لکھتا ہے کہ سلطان "جلال الدین ملک شاہ باپ (الپ ارسلان) کے بعد ایران کے تخت پر بیٹھا۔ توران اور ایران کے پہاڑی علاقے' دیلم' طبرستان' روم مصر' شام' دیار بکر آرمینیہ' سیستان' پارس سب اس کے قبضہ میں آ گئے۔ اسلامی دنیا کے تمام منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ دیناروں اور درہموں پر اسی کا نام کندہ تھا۔ وہ خود بڑا زبردست منتظم بہادر' شجاع اور انصاف دوست بادشاہ تھا۔ بادشاہی اور ملک داری کے تمام اوصاف سے اس نے زینت پائی تھی۔ پورے ترکان کو قبضہ میں لے آیا۔ رومی علاقے فتح کئے۔ بغداد کا نظم و نسق اس کے حوالے ہوا۔ مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور یمن و بطیحہ کے منبروں پر بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اس نے ترکوں اور رومیوں کے ملکوں میں بار بار جہاد کیا۔ شرق و غرب کے تمام ملکوں میں اس نے اپنی طرف سے عمال مقرر کئے۔[11]"

لیکن سلطان جلال الدین ملک شاہ کی موت کے بعد سلجوقی سلطنت کی شوکت تقریباً" اسی طرح ختم ہو گئی جس طرح کہ 421 ہجری میں سلطان محمود غزنوی کے انتقال کے بعد غزنوی سلطنت کی عظمت جاتی رہی تھی۔ ملک شاہ کے بیٹوں میں بھی اسی طرح خانہ جنگی ہوئی جس طرح کہ سلطان محمود کے بیٹوں میں ہوئی تھی۔ سلطان ملک شاہ کے بیٹوں میں خانہ جنگی کی وجہ سے سلطان ملک شاہ کے بھائی تتش نے شام میں اپنی آزاد سلطنت قائم کر لی۔ مغیث الدین محمد نے عراق و کردستان میں اپنی موروثی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور سلیمان بن قتلمش کی اولاد کی آزاد سلطنت وجود میں آئی مزید براں رومیوں نے سلجوقیوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر شام کے بعض علاقوں پر قبضہ کیا اور اس طرح اپنا کھویا ہوا وقار بہت حد تک بحال کر لیا۔ سیوطی کہتا ہے کہ "جب سلطان ملک شاہ مر گیا تو اس کی زوجہ ترکان

Marfat.com

نے اس کی موت کو پوشیدہ رکھا اور خفیہ طور پر امراء سے اپنے بیٹے کے لئے جس کی عمر پانچ سال کی تھی امراء اور مقتدی سے کہلا بھیجا کہ اسے سلطان کا خطاب دے۔ مقتدی نے اس بات کو منظور کر لیا اور اسے ناصرالدنیا والدین سے خطاب دیا۔ مگر چند روز بعد اس کا سوتیلا بھائی برکیا روق بن ملک شاہ اس کے برخلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ خلیفہ نے اسے سلطان بنایا اور رکن الدین کا خطاب دیا"[12]۔ ایک اور بیان ہے کہ "ملک شاہ کے چار بیٹے تھے۔ برکیاروق، محمد، سنجر اور محمود جو سب سے چھوٹا تھا، اس کی والدہ ترکان خاتون تھی جو سلطان کی عزیز ترین بیوی تھی اور جس کی بیٹی خلیفہ مقتدی کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔ اس وجہ سے خلیفہ اور ترکان خاتون دونوں محمود کی ولی عہدی چاہتے تھے لیکن برکیاروق جو بڑا بیٹا تھا اور جس کو نظام الملک ولی عہد بنا گیا تھا خادمان نظامیہ کی امداد سے تخت نشین ہو گیا"[13]۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ "سلطان ملک شاہ کی بیوی ترکان خاتون نے اس کی موت کے واقعہ کو چھپایا۔ جو کچھ مال و اسباب اس کا اور شاہی دربار کا تھا سب کا سب محل سرائے خلافت میں پہنچا دیا اور سلطان ملک شاہ کی لاش کو تابوت میں رکھ کر اصفہان کی طرف کوچ کر دیا۔ روانگی کے وقت در پردہ امراء اور اراکین سلطنت کو بے شمار زر نقدی دی اور یہ ہدایت کی گئی کہ میرے بیٹے محمود کو تخت نشین اور مرحوم سلطان کا وارث تاج بنایا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد ترکان خاتون نے قوام الدولہ کربوقا کو (جو آئندہ موصل کا حکمران ہوا) کو طلب کر کے سلطان ملک شاہ کی انگوٹھی دی اور اصفہان کے قلعہ دار کے پاس روانہ کیا۔ قلعہ دار نے شاہی انگوٹھی دیکھ کر قلعہ کو کربوقا کے حوالے کر دیا۔ محمود کی عمر اس وقت چار برس کی تھی۔ بیعت حکومت کے بعد خلیفہ کی خلافت میں ترکان خاتون کی طرف سے درخواست کی گئی کہ محمود کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ خلیفہ نے ترکان خاتون کی درخواست منظور کر لی۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ امیرانزد کی رائے سے (جو سلطان ملک شاہ کے امراء سے تھا) امور سلطنت و حکومت انجام دئے جائیں گے۔ اور تاج الملک کے سپرد تقرری عمال اور محکمہ خراج رہے۔ ترکان خاتون نے ان شرائط کو منظور نہ کیا تاآنکہ امام ابو حامد غزالی ترکان خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور یہ سمجھایا کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے محمود کے تصرفات اور احکام شرعاً" جائز اور جاری نہیں ہو سکتے۔ امام غزالی کے سمجھانے سے ترکان خاتون کی تسلی ہو گئی اور خلیفہ کی شرائط کو منظور کر لیا۔ اواخر شوال

Marfat.com

485 ہجری میں محمود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسے ناصرالدولہ والدین کا لقب دیا گیا۔ حرمین شریفین میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا"[14]۔ جبکہ ترکان خاتون کی ہدایت کے مطابق اصفہان میں برکیاروق کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔

یہ تھا مسلمانوں کے دور عروج کا "اسلامی نظام" جس میں نا بالغ بچوں کو تخت نشین کر کے ان کے نام کا خطبہ پڑھ دیا جاتا تھا اور عالم اسلام کے علامتی سربراہ عباسی خلیفہ اور امام غزالی جیسے معتبر علماء کو بھی یہ قابل قبول تھا' انہوں نے صرف انتظامی امور کے لئے وزیر کو اختیارات تفویض کروائے تھے۔ دراصل یہ اس عہد کا مروجہ موروثی بادشاہت کا نظام تھا جو بلا لحاظ مذہب و ملت ساری دنیا میں رائج تھا۔ اسلام کا اپنا کوئی دستور موجود نہیں تھا جس کی بنیاد پر حاکم وقت کا تقرر عمل میں لایا جاتا۔ آج کے اسلامی احیا پسند جس "اسلامی نظام" کی بات کرتے ہیں غالباً" عباسی خلیفہ اور امام غزالی اس سے واقف نہیں تھے۔

کہتے ہیں کہ "جب یہ خبر اصفہان کے شہروں کو ملی تو غلامان نظامیہ نظام الملک مرحوم کے اسلحہ خانے میں گھس پڑے۔ اور انہوں نے وہاں سے ہتھیار لے کر شہر کو گھیرے میں لے لیا۔ برکیاروق کو جیل سے نکال کر اس کی سلطنت و حکومت کی بیعت کی اور جامع اصفہان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس وقت تاج الملک اصفہان میں داخل ہو چکا تھا۔ لشکریوں نے اس سے تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ تاج الملک اصفہان کے قلعہ میں روپیہ لینے کو گیا۔ مگر غلامان نظامیہ کے خوف سے باہر نہ نکلا۔ جس وقت ترکان خاتون اصفہان میں آئی۔ تاج الملک نے حاضر ہو کر معذرت کی۔ ترکان خاتون نے اسے معاف کر دیا۔ برکیاروق اصفہان سے رے چلا گیا۔ سلطان ملک شاہ مرحوم کا ایک نامور امیر ارغش اس کے ساتھ مل گیا۔ ترکان خاتون نے برکیاروق سے جنگ کے لئے لشکر بھیجا۔ جب دونوں فوجیں میدان جنگ میں آئیں تو ترکان خاتون کے اکثر امراء برکیاروق کے پاس بھاگ گئے۔ پھر لڑائی ہوئی۔ ترکان خاتون کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ اصفہان کی جانب بھاگ گئی۔ برکیاروق نے تعاقب کیا اور اصفہان پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران تاج الملک کو جو رے کی لڑائی کے بعد پکڑا گیا تھا۔ برکیاروق کے روبرو پیش کیا گیا۔ برکیاروق اسے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ اسے اپنا وزیر بنانا چاہتا تھا۔ اس نے اس مقصد کے تحت خدام نظامیہ کو راضی کرنے کے لئے دو لاکھ دینار بھی دئے۔ مگر نظام الملک مرحوم کے پوتے عثمان جمال

Marfat.com

نے اپنے چند غلاموں کے ذریعے اسے قتل کروا دیا۔ ان غلاموں نے اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر پھینک دیا۔ اس قتل کے بعد برکیاروق نے عزالملک ابو عبداللہ حسین بن نظام الملک کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ برکیاروق اس مہم سے فارغ ہو کر 486 ہجری میں بغداد آیا۔ خلیفہ سے کہا کہ میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ خلیفہ نے اجازت دیدی اور بغداد کی مساجد میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خلیفہ نے اسے رکن الدین و الدولہ کا خطاب عنائت کیا۔ عمیدالدولہ بن جہیر دربار خلافت سے خلعت لے کر برکیاروق کے پاس آیا۔ برکیاروق بغداد میں مقیم ہی تھا کہ "خلیفہ مقتدی نے سفر آخرت اختیار کیا"[15]۔ سیوطی کہتا ہے کہ خلیفہ مقتدی نے برکیاروق کو سلطان بنایا اور رکن الدین اسے خطاب دیا۔ یہ معاملہ محرم 487 ہجری میں واقع ہوا۔ خلیفہ نے اس بات کی اطلاع تمام ممالک محروسہ میں بھی بھجوا دی۔ اس کے دوسرے روز ہی خلیفہ اچانک ہی مرگیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی لونڈی شمس النہار نے اس کو زہر دیا تھا"[16]۔ اس کی مدت خلاف انیس برس آٹھ مہینے تھی۔

Marfat.com

باب : 7

خلیفہ مستظہر باللہ ؒ

ملک شاہ کے جانشینوں میں خانہ جنگی ' سلجوقی سلطنت کی تقسیم

مقتدی کے بعد اس کا بیٹا ابو العباس احمد المستظہر باللہ خلیفہ ہوا۔ 5 محرم 487 ہجری (1094ء) کو اس کی بیعت عام ہوئی۔ برکیاروق نے بھی خلوص دل سے بیعت کی اور مقتدی کی موت کے تیسرے روز ایک تعزیتی اجتماع میں شرکت کی۔ لیکن برکیاروق کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا۔ ''وہ بغداد میں ہی تھا کہ اسے پتہ چلا کہ اس کے چچا تتش بن الپ ارسلان والی دمشق نے آزادی کا اعلان کرنے کے بعد ہیت پر قبضہ کر لیا۔ حلب کو زیر تسلط کیا۔ باغیسان والی انطاکیہ اور بوزان والی الرہا و حران سے اطاعت قبول کروا لی۔ اور پھر رحبہ اور نصیبین پر قبضہ کر لیا۔ موصل کے قریب پہنچا تو وہاں کے والی ابراہیم اور امراء عرب کا ایک گروہ گرفتار ہوا۔ تتش نے نہایت بے رحمی سے انہیں تہ تیغ کیا اور موصل کی حکومت اپنے پھوپھی زاد بھائی علی بن مشرف الدولہ کو عنایت کی۔ موصل پر قبضہ کے بعد تتش نے بغداد میں اپنا نام خطبہ میں شامل کئے جانے کی درخواست بھیجی۔ سعدالدولہ ' کوتوال شہر نے سفارش کی مگر خلیفہ نے ٹال دیا۔ تتش نے دیار بکر کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر بھی قبضہ حاصل کر کے آذربائیجان کا رخ کیا۔ برکیاروق اپنے چچا تتش کی روک تھام کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو تتش کے سپہ سالار آقسنقر (والی حلب) اور بوزان (والی الرہا و حران) برکیاروق کے ساتھ مل گئے تتش شکست کھا کر دمشق کی جانب لوٹا۔ اب برکیاروق کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ تو اس نے سعدالدولہ گوہر آئین کی جگہ امیر نکبرد کو بغداد کا کوتوال مقرر کیا۔ تتش نے حلب پر حملہ کیا۔ برکیاروق

Marfat.com

نے آقسنقر کی امداد کے لئے امیر کربوقا کی سرکردگی میں فوج بھیجی۔ حلب سے نو میل کے فاصلہ پر لڑائی ہوئی حلب کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ آقسنفر گرفتار کر لیا گیا اور اسے فوراً مار ڈالا گیا۔ امیر بوزان اور کربوقا بھاگ کر حلب میں جا چھپے۔ تتش نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر تتش نے حلب پر قبضہ کر کے امیر بوزان اور کربوقا کو گرفتار کر لیا۔ امیر بوزان کو تو قتل کر دیا گیا۔ لیکن امیر کربوقا کو حمص کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ یہاں سے وہ جزیرہ کی طرف گیا اور اس پر بھی قبضہ حاصل کر کے دیار بکر' خلاط' آذر بائیجان' ہمدان کو یکے بعد دیگرے کسی کو بہ جنگ اور کسی کو بہ صلح امان فتح کرتا گیا۔ ان پیہم کامیابیوں سے تتش کے حوصلے بڑھ گئے۔ اس نے اپنے وزیر فخرالدولہ بن نظام الملک کو اس پیغام کے ساتھ بغداد بھیجا کہ اس کا نام خطبہ میں شامل کیا جائے۔ اس نے یوسف بن ابق ترکمانی کو ترکمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ بغداد کا کوتوال مقرر کر کے بھیجا لیکن اہل بغداد نے یوسف کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ دوسری جانب برکیاروق اپنے چچا تتش کا قلع قمع کرنے کے لئے نصیبین سے روانہ ہوا پہلی لڑائی میں برکیاروق کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر اصفہان چلا گیا۔ اصفہان اس کے چھوٹے بھائی محمود کے پاس تھا۔ محمود کی ماں ترکان خاتون کا انتقال ہو چکا تھا اور خود محمود نے بھی شوال 487 ہجری میں وفات پائی۔ اس لئے برکیاروق نے شہر پر باآسانی قبضہ کر لیا۔ برکیاروق نے 16 ذی الحجہ 487 ہجری میں موید الملک بن نظام الملک کو اپنا وزیر بنا لیا۔ گویا نظام الملک کا ایک لڑکا فخرالدولہ' تتش کا وزیر تھا اور دوسرا لڑکا موید الملک' برکیاروق کے ماتحت عہدہ وزارت پر فائز ہو گیا۔ موید الملک نے اپنی حکمت عملیوں اور عاملانہ تدابیر سے امراء مملکت کو برکیاروق کی طرف مائل کر لیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کی جمعیت بڑھ گئی۔ رے کے قریب چچا اور بھتیجے کا مقابلہ ہوا۔ تتش ہزیمت کھا کر بھاگا۔ اقسنقر کے کسی مصاحب نے اس کو مار کر اپنے آقا کے خون کا بدلہ لے لیا۔ برکیاروق کی حکومت کو استحکام ہو گیا اور دارالخلافت بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا"۔[1]

لیکن برکیاروق کو چین پھر بھی نہ ملا۔ "اس نے تتش پر فتح پانے کے بعد اپنی والدہ زبیدہ خاتون کے کہنے سننے پر اپنے وزیر موید الملک بن نظام الملک کو نظر بند کر کے اس کی جگہ اس کے بھائی فخرالملک بن نظام الملک کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اس کی جانب سے یہ وزارتی

Marfat.com

ردو بدل اس کے لئے مہنگا ثابت ہوا۔ موید الملک اپنی تدبیروں سے قید سے نکل کر برکیاروق کے بھائی محمد بن ملک شاہ والی اراق کے پاس چلا گیا۔ اس کے ساتھ امیر انزد بھی تھا۔ اہل شہر نے پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ مجبوراً" خوزستان کی جانب روانہ ہوا اور ماہ ذیقعد 492 ہجری میں محمد رے پہنچ گیا۔ موید الملک نے برکیاروق کی والدہ زبیدہ خاتون کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ رے پر قبضہ کے بعد جب محمد کی حکومت مستحکم نظر آنے لگی تو سعدالدولہ گوہر آئین کوتوال بغداد جسکی برکیاروق سے کشیدگی ہو گئی تھی' امیر کربوقا والئی موصل' چکرمش والی جزیرہ ابن عمر اور سرخاب بن بدر والی کرکورہ کو ساتھ لے کر سلطان محمد کے پاس مبارکباد دینے کے لئے آیا۔ سلطان محمد نے ان کی عزت افزائی کی۔ حسب مدارج خلعتیں دیں۔ امیر کربوقا اور چکرمش سلطان محمد کے ہمراہ اصفہان کی جانب روانہ ہوئے اور سعدالدولہ بغداد واپس چلا گیا۔ اس نے خلیفہ سے اجازت حاصل کر کے 15 ذی الحجہ 492 ہجری کو سلطان محمد کا نام خطبہ میں شامل کروایا۔ خلیفہ نے سلطان محمد کو غیاث الدنیا والدین کا خطاب دیا۔ جب 15 صفر 493 ہجری کو برکیاروق خوزستان سے بغداد پہنچا تو اسی دن اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ کوتوال شہر سعدالدولہ گوہر آئین بھاگ گیا اس کے ساتھ امیر ابو الغازی بن ارتق بھی تھا۔ اس نے سلطان محمد کو بغداد آنے کی ترغیب دی۔ سلطان محمد نے کربوقا والی موصل اور چکرمش والی جزیرہ کو بغداد روانہ کیا۔ چکرمش دارالحکومت میں سعدالدولہ سے ملا اور کوئی فیصلہ کئے بغیر واپس اپنے دارالحکومت چلا گیا۔ اس پر سعدالدولہ نے امیر کربوقا کو بھیج کر برکیاروق کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ برکیاروق ان امراء کے پاس گیا اور انہیں وزیر مقرر کیا اور خلیفہ کے وزیر عمیدالدولہ بن جہیر کو گرفتار کر کے اس سے دیار بکر اور موصل کا حساب طلب کیا۔ اس نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار تاوان دیکر قید کی مصیبت سے جان بچائی خلیفہ مستظہر نے خوش ہو کر خلعت فاخرہ سے برکیاروق کو سرفراز کیا اور برکیاروق استحکام و استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ چند دن کے بعد سلطان برکیاروق اپنے بھائی محمد سے جنگ کرنے کے لئے شہر زور گیا۔ جو ہمدان سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ نہر ابیض کے کنارے معرکہ ہوا۔ برکیاروق کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ سعدالدولہ گوہر آئین کوتوال بغداد مارا گیا۔ وزیر ابو المحاسن گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان محمد کے وزیر موید الملک نے ابو المحاسن سے اچھا سلوک کیا اور اسے رہا کر کے بغداد بھیج دیا۔ اس نے

Marfat.com

بغداد میں پہنچ کر 15 رجب 493 ہجری کو خلیفہ مستظہر کی اجازت سے سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوایا"۔[2] سلجوقیوں کے مابین خانہ جنگیوں کے اس بیان میں یہ حقیقت مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے کہ جو کوئی سلطان فتحیاب ہو کر بغداد آ جاتا تھا یا جس کی باہر سے فتحیابی کی کوئی اطلاع آتی تھی تو خلیفہ بغداد میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھوانے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتا تھا اور وزراء اور اعمال بھی وفاداریاں تبدیل کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے تھے۔ گویا موقع پرستی اور مفاد پرستی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ خلیفہ ہر فتح مند سلطان کو' قطع نظر اس کے اخلاق و کردار کے خلعت فاخرہ اور خطابات سے نوازنے میں کوئی دیر نہیں کرتا تھا۔

برکیاروق نے ہمدان کے نزدیک اپنے بھائی محمد سے شکست کھا کر رے میں جا کر دم لیا۔ "چند دن کے بعد اس نے وہاں اپنے امراء' لشکر اور دوسرے حامیوں کو جمع کیا اور نیشاپور چلا گیا۔ اس موقع پر برکیاروق کے تیسرے بھائی سنجر نے برکیاروق کے ایک امیر داؤد حبشی بن التون طاق والی خراسان و طبرستان پر حملہ کر دیا۔ برکیاروق ایک ہزار سواروں کو لیکر امیر داؤد حبشی کی امداد کو گیا۔ امیر داؤد حبشی کے پاس بیس ہزار فوج تھی۔ مقام نوشجان پر ان کا سنجر سے مقابلہ ہوا۔ پہلی لڑائی میں سنجر کو شکست ہوئی اور اسکا ایک سپہ سالار رستم مارا گیا لیکن برکیاروق اور امیر داؤد حبشی سنجر کے جوابی حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ ان کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ برکیاروق بھی بھاگا۔ امیر داؤد حبشی گرفتار کر لیا گیا اور اسے سنجر کے ایک سپہ سالار میر برغش نے قتل کر ڈالا۔ برکیاروق میدان جنگ سے جرجان پہنچا۔ وہاں اپنی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہ دیکھا تو اس نے اصفہان کا رخ کیا مگر سلطان محمد اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے شہر میں داخل ہو چکا تھا۔ مجبوراً" برکیاروق سمیرم کو لوٹ آیا۔ یہاں سے وہ عسکر مکرم ہوتا ہوا خوزستان پہنچا۔ یہاں امیر زنگی اور امیر والبکی پسران برسق بھی آ گئے۔ چند روز قیام کر کے حمدان کی جانب کوچ کیا۔ حمدان میں امیر ایاز بھی آ ملا جو سلطان محمد کا پرانا خیر خواہ تھا لیکن کسی وجہ سے اس کے خلاف ہو گیا تھا۔ اس کے پاس پانچ ہزار سوار تھے۔ اس نے برکیاروق کو محمد سے جنگ پر ابھارا۔ برکیاروق آمادہ ہو گیا۔ اور عین اس موقع پر سرخاب بن کیخسرو والی آوہ بھی برکیاروق سے آ ملا۔ اس کے ملنے سے برکیاروق کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی اور اس کے بھائی محمد کے پاس صرف پندرہ ہزار فوج رہ گئی

Marfat.com

تھی۔ یکم جمادی الاخر 494 ہجری کو معرکہ آرائی ہوئی۔ محمد کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گیا۔ اس کا وزیر مویدالملک بن نظام الملک گرفتار لیا گیا۔ جسے برکیاروق نے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔ مویدالملک کے قتل کے بعد بغداد میں اس کی جائیداد ضبط کر لی گئی۔ اس میں ہیرے کا ایک ٹکڑا بھی تھا جس کا وزن پندرہ تولے چار ماشے تھا برکیاروق اس مہم سے فارغ ہو کر رے گیا۔ وہاں امیر کربوقا والی موصل اور علاقہ کے دوسرے امراء برکیاروق کے ساتھ آ ملے اور اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ ہو گئی۔ چونکہ اس فوج کا رے کے علاقہ کے عوام پر بہت بوجھ تھا۔ اس لئے برکیاروق نے اسے مختلف علاقوں میں منتشر کر دیا۔ جبکہ محمد اپنے بھائی سنجر کے پاس خراساں میں پناہ گزین تھا۔ سنجر نے اس کی مالی اور فوجی امداد کی۔ بعد ازاں سنجر ایک لشکر لے کر خود محمد کی کمک پر پہلے جرجان پہنچا اور وہاں سے دامغان گیا۔ اثناء راہ میں جو قصبے اور دیہات پڑتے تھے انہیں خراسانی لشکر نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ سنجر رے کے قریب پہنچا تو اس کے ساتھ نظامیہ کی فوج بھی آ ملی۔ اس وقت برکیاروق کے پاس فوج بہت ہی تھوڑی تھی۔ وہ اپنی بیشتر فوج کو مختلف علاقوں میں منتشر کر چکا ہوا تھا چنانچہ وہ رے سے بھاگ کر تستر پہنچا۔ چونکہ اس وقت امیر ایاز محمد سے مصالحت کی خط و کتابت کر رہا تھا اس لئے وہاں کے امراء نے اس کی پذیرائی نہ کی۔ چنانچہ تستر سے حلوان چلا گیا۔ اس عرصے میں امیر ایاز کی محمد سے مصالحت کی بات چیت ٹوٹ گئی تھی اس لئے وہ بھی حلوان آ کر برکیاروق سے مل گیا۔ دو ایک روز وہاں آرام کر کے دونوں بغداد روانہ ہوئے تو اس کے فوراً ہی بعد امیر محمد نے ہمدان اور حلوان پر قبضہ کر لیا۔[۳]"

برکیاروق 15 ذیقعد 494 ہجری کو بغداد پہنچا۔ "وہ اس وقت بیمار تھا اور اس کے پاس پیسے کی بھی کمی تھی۔ اس نے خلیفہ سے مالی مدد طلب کی۔ خلافت ماب نے ردوکد کر کے پچاس ہزار دینار دے دیے۔ مگر اس قدر قلیل رقم سے برکیاروق اور اس کے لشکر کا کام نہ چلا۔ اس نے رعایا کے مال و زر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ طرح طرح کی تدبیریں روپیہ وصول کرنے کی نکالیں۔ اس سے اہل بغداد کو برکیاروق اور اس کے لشکر سے نفرت ہو گی۔ اس دوران شام سے ابو محمد عبداللہ بن منصور قاضی جبلہ عیسائیوں سے شکست کھا کر بغداد پہنچا۔ برکیاروق نے اس کا مال و زر بھی جبراً لے لیا۔ برکیاروق نے بغداد میں اور بہت سے

Marfat.com

ناجائز افعال و حرکات کا ارتکاب کیا"۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ "ان کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کے بعد برکیاروق نے اپنے وزیرالسلطنت کو صدقہ بن منصور بن دبیس بن مزید والی حلب کے پاس روانہ کیا۔ اور خراج کے دس لاکھ دینار طلب کئے صدقہ اس رقم کے ادا کرنے سے قاصر ہوا۔ برکیاروق نے دھمکی دی۔ اس پر صدقہ کو بھی جوش آ گیا۔ اس نے بغاوت کر کے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ اور پھر اس نے اپنے ایک امیر کو بھیج کر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت تک سلطان محمد کو حمدان میں پتہ چل گیا تھا کہ اہل بغداد برکیاروق سے بہت تنگ آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ دس ہزار سواروں کو لیکر بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ جب محمد مقام حلوان پہنچا تو بغداد کا کوتوال ابوالغازی بن ارتق اپنی فوج لیکر اس کے ساتھ جا ملا۔ محمد کی جمعیت زیادہ ہو گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ برکیاروق بہت بیمار تھا اور اس کی زندگی کی امید نہیں تھی۔ اس کے امراء اور مصاحبین گھبرا کر بغداد کی غربی جانب چلے آ رہے تھے۔ محمد بغداد آ پہنچا۔ دجلہ کے دونوں کناروں پر دونوں بھائیوں کی فوجیں پڑی تھیں۔ لیکن برکیاروق نے مقابلہ نہ کیا۔ وہ اپنے امراء اور لشکر کو لیکر واسط چلا گیا۔ محمد بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ اور اہل بغداد نے اس کا خیر مقدم کیا۔ چراغاں کیا اور آتش بازی چلائی۔ مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ محمد کا بھائی سنجر بھی اس موقعہ پر اس کے ساتھ تھا۔ یہ واقعہ اوائل 495 ہجری کا ہے۔ سلطان محمد نے عہدہ وزارت خطیب الملک ابو منصور بن حسین کے سپرد کیا۔ 15 محرم 495 ہجری کو سلطان محمد اور اس کے بھائی سنجر نے بغداد سے اپنے اپنے دارالحکومتوں کی جانب مراجعت کی۔ سنجر خراسان چلا گیا اور محمد نے حمدان کا راستہ لیا"۔[۳۴] بنی بویہ کے وقت سے کسی سلطان کو کبھی یہ دلچسپی نہیں ہوئی تھی کہ وہ بغداد کو اپنا دارالحکومت بنائے۔ یہ ایک لاوارث و نیم مردہ شہر تھا۔ جس میں اب علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کی کوئی چمک دمک نہیں رہی تھی۔ البتہ مختلف مذہبی فرقوں کے کوتاہ اندیش علما اور غنڈے گاہے گاہے فتنہ و فساد برپا کرتے رہتے تھے۔ نظام الملک طوسی کے عہد وزارت میں بغداد میں دینی علوم کے ماہرین کا جو اجتماع ہوتا تھا وہ بھی اب بہت کم رہ گیا تھا۔

"سلطان محمد کی بغداد سے روانگی کے فوراً ہی بعد برکیاروق کی طرف سے خلیفہ کے نام بہت توہین آمیز خط موصول ہوا۔ اس پر خلیفہ نے محمد کو واپس بغداد بلایا اور اسے

Marfat.com

برکیاروق کی سرکوبی کرنے کی ہدایت کی۔ سلطان محمد خلیفہ مستظہر کی خواہش کے مطابق اپنا لشکر لیکر واسط کی طرف گیا۔ نہاوند کے مقام پر دونوں فوجوں کی صف آرائی ہوئی مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔ سردی اور برف باری نے دونوں کو جنگ سے روکے رکھا۔ اس دوران برکیاروق کے لشکر میں سے امیر ایاز اور وزیر ابوالمحاسن اور سلطان محمد کے لشکر میں سے امیر بلداجی ایک مقام پر جمع ہوئے۔ مصالحت کی گفتگو ہوئی اور یہ طے پایا کہ برکیاروق کو عراق کی حکومت و سلطنت دی جائے۔ حیرہ' آذربائیجان' دیار بکر' جزیرہ اور موصل کی عنان حکومت محمد کے قبضہ میں رہے۔ اور بوقت ضرورت محمد کا فرض ہو گا کہ وہ برکیاروق کو فوجی مدد دے۔ صلح نامہ کو وکلاء فریقین نے دستخطوں سے مرتب کیا اور دونوں بھائیوں نے ماہ ربیع الاول 495 ہجری میں اپنا اپنا راستہ لیا۔ برکیاروق سامرہ چلا گیا اور محمد نے قزوین کی طرف کوچ کیا۔ مصالحت کے بعد محمد کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جن امراء نے مصالحت کرائی ہے ان لوگوں نے در پردہ برکیاروق سے سازش کر لی تھی۔ اور اس وجہ سے وہ میری مخالفت کرتے تھے۔ اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ رئیس قزوین کو اشارہ کر دیا۔ رئیس قزوین نے دعوت کے بہانے ان امراء کو جو اس مصالحت میں پیش پیش تھے اپنے مکان پر بلایا۔ محمد کو موقع مل گیا۔ بعض کو ان میں سے قتل کر ڈالا اور بعض کو آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں۔ وہ اندھے ہو گئے۔ اس وجہ سے فتنہ و فساد کا دروازہ کھل گیا۔ اسی زمانہ میں امیر نیال بن انوش تکین نے برکیاروق سے جبکہ وہ فرقہ باطنیہ سے مصروف جدال و قتال تھا علیحدگی اختیار کر کے محمد سے میل جول پیدا کر لیا اور اس کے ساتھ ساتھ رے کو روانہ ہوا۔ برکیاروق کو جب امراء کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ بڑی تیزی کے ساتھ ساتھ رے کی جانب بڑھا۔ لڑائی ہوئی تو محمد کو شکست ہوئی اور اس نے ستر سواروں کے ساتھ اصفہان میں جا کر دم لیا۔ برکیاروق اس کے پیچھے آیا اور اس نے ماہ جمادی الاول 495 ہجری میں لڑائی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اس کے پاس پندرہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے تھے۔ ایک مدت پر حصار کئے رہا۔ آخر کار محصوروں کو رسد و غلہ کی کمی محسوس ہوئی۔ لشکری بھوکوں مرنے لگے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو ذبح کر کے کھانا شروع کیا۔ مجبوراً" سلطان محمد نے شہر کو اپنے امراء لشکر کے سپرد کیا اور صرف ڈیڑھ سو سواروں کے لئے ہوئے بروز عیدالاضحیٰ 495 ہجری شہر کی ایک جانب سے نکل کھڑا ہوا۔ اسکے ہمراہ امیر نیال بھی تھا۔ برکیاروق نے امیر ایاز کو تعاقب

Marfat.com

کے لئے بھیجا اس نے تھوڑے ہی فاصلہ پر محمد کو گھیر لیا۔ محمد نے امیر ایاز کی منت خوشامد کی تو ایاز کو ترس آیا اور وہ محمد اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کوئی تعزیری کاروائی کے بغیر ہی واپس آ گیا۔ اس اثناء میں برکیاروق نے شہر کے محاصرہ میں بڑی سختی کر دی تھی۔ اہل اصفہان نے اس قدر بے جگری سے مقابلہ کیا کہ برکیاروق خوفزدہ ہو گیا اور 18 ذی الحجہ کو محاصرہ اٹھا کر حمدان کی جانب واپس آ گیا۔ زمانہ محاصرہ میں برکیاروق کا وزیر ابو المحاسن عبدالجلیل بن محمد دھستانی مارا گیا تھا"۔ حمدان پہنچ کر برکیاروق نے کمشتکین قیصرانی کو کوتوال بنا کر بغداد بھیجا۔ وہ 15 ربیع الاول 496 ہجری کو بغداد پہنچا تو سلطان محمد کے مقرر کردہ کوتوال ابوالغازی بن ارتق نے اپنے بھائی سقمان کی امداد سے اس کا مقابلہ کیا۔ کمشتکین کو فتح ہوئی اور اپنی فوج کے ساتھ بغداد میں داخل ہوا۔ جامع بغداد میں سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد کمشتکین نے خلیفہ مستظہر کی طرف سے سیف الدولہ صدقہ والی حلب کو سلطان برکیاروق کی اطاعت کا پیام بھیجا۔ سیف الدولہ صدقہ نے انکاری جواب دیا اور حلب کو چھوڑ کر نہر صرصر کی جانب کوچ کر دیا۔ بعد ازاں خطبوں سے سلاطین کے نام نکال ڈالے گئے۔ صرف خلیفہ کے لئے دعا پر اکتفا کیا گیا۔

سیف الدولہ نے صرصر پہنچ کر ابو الغازی اور سقمان سے گٹھ جوڑ کیا اور سب مل جل کر دجیل کے چھوٹے بڑے دیہاتوں کو لوٹنے لگے۔ عربوں اور کردوں نے جو سیف الدولہ کے ساتھ تھے لوٹ مار اور غارت گری کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے رملہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ خلیفہ نے قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی اور تاج الروسا بن موصلایا کو سیف الدولہ کے پاس بھیجا۔ سیف الدولہ وغیرہ نے یہ شرطیں پیش کیں۔ (1) کمشتکین قیصرانی کو جو برکیاروق کی طرف سے پسندیدہ کوتوال ہے نکال دیا جائے۔ (2) جامع بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پھر پڑھا جائے۔ خلیفہ نے دونوں شرطوں کو منظور کر لیا۔ چنانچہ کمشتکین نے بغداد سے نکل کر واسط کا راستہ لیا۔ اور سیف الدولہ حلب کی جانب چلا گیا۔ جامع مسجد بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جبکہ کمشتکین نے واسط پہنچ کر وہاں سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ سیف الدولہ اور ابوالغازی یہ سن کر واسط پہنچے اور امن حاصل کرنے کے بعد سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیف الدولہ عزت و احترام سے پیش آیا۔ واسط میں بھی سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور

Marfat.com

سلطان محمد کے بعد سیف الدولہ اور ابوالغازی بھی خطبہ میں شامل کئے گئے۔ اس کے بعد تمام امیروں نے اپنے بیٹوں کو اپنا نائب بنایا۔ ابوالغازی نے بغداد کی جانب مراجعت کی۔ سیف الدولہ نے حلب کی طرف سلطان محمد نے نیال بن انوش تکین حسامی کورے کی جانب روانہ کیا تاکہ وہ وہاں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرے۔ نیال کے ہمراہ اس کا بھائی علی بھی تھا۔ ان لوگوں نے رے پر قبضہ کر کے رعایا پر طرح طرح کا ظلم و ستم شروع کیا۔ سلطان برکیاروق نے برسق بن برسق کو نیال کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ رے کے باہر ایک میدان میں برسق اور نیال کی لڑائی ہوئی۔ سخت خونریز لڑائی کے بعد نیال شکست کھا کر بھاگا۔ علی نے قزوین کا راستہ لیا اور نیال پہاڑی راستے سے بغداد کی طرف گیا۔ راستے میں اس کے اکثر ہمراہی پہاڑی کھڈوں میں گر گر کر مر گئے۔ خرابی بسیار کے بعد سو پیادوں کے ساتھ بغداد پہنچا۔ خلیفہ مستظہر نے اس کی آؤ بھگت کی۔ دو چار روز کے بعد نیال نے ابوالغازی اور سقمان پسران ارتق کو مشہد ابوحنیفہ میں جمع کیا اور سلطان محمد کی اطاعت کی قسم کھائی۔ بعد ازاں سب کے سب سیف الدولہ کے پاس گئے اور اس سے بھی سلطان محمد کی وفاداری کا حلف لے کر واپس آئے۔ نیال بغداد میں حسب عادت لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ اراکین دولت اور امراء لشکر سے جرمانے اور تاوان وصول کرنے لگا۔ اس کے مصاحبوں اور لشکریوں نے بھی غارت گری کی۔ خلیفہ نے سیف الدولہ کو نیال اور ابوالغازی کے عوام پر مظالم سے آگاہ کیا تو وہ ماہ شوال 496 ہجری میں بغداد آیا اور اس نے ان دونوں کو عراق سے کوچ کر جانے پر مجبور کیا۔ نیال بغداد سے اوانا گیا اور اس نے وہاں عوام الناس پر اور بھی زیادہ ظلم ڈھائے۔ خلیفہ نے سیف الدولہ سے نیال کی پھر شکایت کی تو نیال سیف الدولہ کے مجبور کرنے پر سلطان محمد کے پاس آذربائیجان چلا گیا"۔[1]

تیسری صدی ہجری بلکہ اس سے پہلے سے سلاطین' امرا اور ان کے لشکروں کی جانب سے دیہاتی اور شہری عوام پر طرح طرح کے ظلم و ستم کر کے انہیں لوٹنے کی وجہ یہ تھی کہ ان سلاطین' امراء اور ان کے لشکریوں کا بالعموم کوئی باقاعدہ اور مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا جب کبھی خانہ جنگی کے باعث یا عیاشیوں کے باعث انہیں مالی مشکلات درپیش ہوتی تھیں تو یہ عوام کو لوٹنا شروع کر دیتے تھے۔ گویا یہ لوگ ڈاکوؤں' راہزنوں اور لٹیروں کے گروہوں کے بے حیثیت تھے۔ جن علاقوں پر غلبہ حاصل کر لیتے تھے۔ وہاں کے

Marfat.com

دیہاتی اور شہری عوام کو برباد کر دیتے تھے۔ ان کے ہاتھوں کسی کی عزت و آبرو اور زندگی و دولت محفوظ نہیں ہوتی تھی۔ عراق اور جزیرہ میں تو بعض عرب امراء لوٹ مار کے سوا اور کچھ کرتے ہی نہیں تھے۔ ان کی لوٹ مار سے کوئی بستی نہیں بچتی تھی۔ اور ان کی لوٹ مار دین و مذہب سے بالا تر ہوتی تھی۔ حاجیوں کے قافلوں کو لوٹنا ان کا سب سے بڑا ذریعہ آمدنی ہوتا تھا۔ دیہات و قصبات کو ویران کرنا ان کا معمول تھا۔ ابن خلدون عربوں کی لوٹ مار کی دیرینہ عادت کے بارے میں بہت کچھ لکھتا ہے لیکن تیسری' چوتھی اور پانچویں صدی ہجری تک ان کے اس عادت کا برقرار رہنا حیرت انگیز تھا۔ اس کا اس کے سوا کچھ مطلب نہ تھا کہ چار پانچ سو سال میں عالم اسلام میں جو تہذیبی و تمدنی ترقی ہوئی تھی وہ صرف بڑے بڑے شہروں کے ایک خاص طبقے تک محدود رہی تھی۔ چونکہ ترکوں کی معاشرت بھی قبائلی تھی اور ان کا دیرینہ پیشہ لوٹ مار ہی تھا اس لئے وہ بھی' جہاں تک عوام پر مظالم ڈھانے کا تعلق تھا' عرب بدوؤں سے کم نہیں تھے۔

سلطان برکیاروق اور سلطان محمد کی پانچ چھ سال کی خانہ جنگی نے عوام الناس کو بے پناہ مصائب و مشکلات میں مبتلا کر دیا ہوا تھا۔ ہر جگہ نظام حکومت کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ خونریزی' قتل و غارت کی کثرت ہی ہوتی گئی۔ بے شمار گاؤں' قصبے اور شہر ویران و برباد ہو گئے۔ امراء حکومت نے اپنی اپنی حکومتوں کا سکہ بنانا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر وہ حکومت سلجوقیہ کے تابع و مطیع تھے۔ "برکیاروق کا دارالحکومت رے تھا۔ رے' جبل' طبرستان' خوزستان' فارس' دیاربکر' جزیرہ اور حرمین میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ سلطان محمد نے آذر بائیجان کو اپنا مستقل دارالحکومت بنا رکھا تھا۔ آذر بائیجان' بلاد آرمینہ' اصفہان اور تقریباً" سارے عراق میں اس کا سکہ چلتا تھا۔ اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ طائع کے صوبے میں بعض مقامات پر سلطان برکیاروق کا تسلط تھا اور بعض مقامات پر سلطان محمد کا۔ بصرہ میں دونوں سلطانوں کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ خراسان کی کیفیت یہ تھی کہ جرجان سے ماوراالنہر تک کا علاقہ سنجر بردار سلطان محمد کے قبضہ میں تھا۔ اور خطبوں میں سلطان محمد کے ساتھ سنجر کا نام لیا جاتا تھا۔ اس صورت حال میں جبکہ اس کی مالی حالت بھی بڑی خراب تھی' سلطان برکیاروق مصالحت کی جانب مائل ہوا۔ اس نے قاضی ابوالظفر جرجانی حنفی اور ابوالفرج احمد بن عبدالغفار حمدانی کو اپنے بھائی سلطان محمد کے

Marfat.com

پاس بھیجا۔ ان کی کوشش سے دونوں بھائیوں میں صلح ہو گئی صلح نامہ کی شرائط یہ تھیں۔

1- سلطان برکیاروق سلطان محمد کے علم و طبل سے مزاہم و معترض نہ ہو گا۔

2- فریقین کے بلاد مقبوضہ میں دونوں سلطانوں کا نام خطبوں میں شامل رہے گا۔

3- دونوں سلطانوں میں وزیروں کے توسط سے خط و کتابت کی جائیگی۔ ایک سلطان وزیر کے توسط کے بغیر دوسرے سلطان کو خط نہیں لکھ سکے گا۔

4- کوئی فریق کسی لشکری کی روک ٹوک کا مجاز نہیں ہو گا۔ جو لشکری جس کے پاس چاہے گا چلا جائے گا۔

5- نہر اسبند سے باب الابواب' دیار بکر' جزیرہ' موصل اور شام پر سلطان محمد کا قبضہ رہے گا۔ اور سیف الدولہ بن صدقہ کا مقبوضہ صوبہ بھی سلطان محمد کا ماتحت سمجھا جائیگا۔

6- مذکورہ بالا شہروں کے سوا کل ممالک اسلامیہ سلطان برکیاروق کو دئے جائینگے۔ یہ واقعہ 497 ہجری کا ہے"۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ بعض دانشمند اور عقیل امراء نے سلطان برکیاروق اور سلطان محمد میں صلح اس لئے کرائی تھی کہ سلطنت عباسیہ میں ابتری کے پیش نظر فرنگیوں نے بیت المقدس پر حملے کر دیئے تھے۔ فرنگی عموما" فرانس کے باشندوں کو کہا جاتا تھا۔ فرانس کو عربی زبان میں افرنج کہتے تھے اور افرنج کے رہنے والوں کو افرنجی کہتے تھے - عربی میں گ نہیں ہے' غالبا" اس لئے عجم میں انہیں افرنگی کہا گیا۔ سیوطی لکھتا ہے کہ "490 ہجری میں فرنگیوں نے شہر نیقیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ سب سے پہلا شہر تھا جو ان کے قبضہ میں آیا۔ وہاں سے بڑھتے ہوئے یہ کفرطاب تک پہنچے۔ اور اس کے گرد و نواح کو خوب لوٹا۔ فرنگیوں کی ملک شام پر یہ پہلی پیش قدمی تھی جو انہوں نے بحر قسطنطنیہ کے رستے ایک بڑی فوج کے ساتھ کی تھی۔ بادشاہ اور رعایا میں سخت اضطراب پھیل گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب والی مصر نے سلجوقیوں کی قوت اور ان کے شام پر غلبے کو دیکھا تو اس نے افرنگ کو لکھ کر پیش قدمی کی دعوت دی کہ وہ آ کر شام پر قبضہ کر لیں۔ تو فرنگیوں کے غول کے غول ہر سمت سے پر ٹوٹ پڑے"۔ اس سے قبل حلب' انطاکیہ' مصر اور شیرز میں ایک ماہ تک عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا تھا 492 ہجری میں فرنگیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے وہاں مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا تھا۔

Marfat.com

لیکن ان تلخ حقائق کے باوجود سلجوقیوں کے مابین باہمی مصالحت پائیدار ثابت نہ ہوئی۔ چند ماہ بعد جب سلطان برکیاروق کا سفر بغداد کے دوران یزدجرد کے مقام پر ماہ ربیع الاول 498 ہجری میں انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا ملک شام دوئم جسکی عمر تقریبا" 5 سال تھی تخت نشین ہوا تو سلطان محمد نے اس کی تخت نشینی کو قبول نہ کیا۔ تاہم سلطان ملک شاہ دوئم اپنے امراء سمیت 15 ربیع الاول کو بغداد پہنچا۔ اس کے ساتھ پندرہ ہزار فوج تھی۔ وزیر ابوالقاسم علی بن جہیر نے استقبال کیا اور خلیفہ کی اجازت سے بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خلیفہ نے اسے وہی خطابات عطا کئے جو اس کے دادا سلطان ملک شاہ سلجوقی کو دیے گئے تھے۔ خطبہ کے وقت حاضرین نے جواہرات' سونا اور چاندی نثار کی۔ اس دوران سلطان محمد چکرمش والی موصل سے جنگ کر رہا تھا۔ اس نے متذکرہ صلح نامے کے مطابق موصل کا شہر سلطان محمد کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چکرمش کا کہنا تھا کہ "صلح کے بعد برکیاروق نے مجھے فرمان بھیج دیا تھا اور یہ حملہ اس کی خلاف ورزی ہے"۔ سلطان محمد نے بڑی سختی سے موصل کا محاصرہ کیا اور لڑائی میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ یہ لڑائی جاری تھی کہ سلطان برکیاروق کی وفات اور سلطان ملک شاہ دوئم کی تخت نشینی کی خبر موصل میں پہنچی۔ اس پر چکرمش نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ کرنے کے بعد سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی۔ اس لڑائی سے فارغ ہو کر سلطان محمد بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اواخر جمادی الثانی میں بغداد پہنچ گیا۔ غربی بغداد میں مقیم ہوا اور اس جانب کی مساجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ملک شاہ دوئم کے نام کا خطبہ مشرقی جانب پڑھا جاتا تھا۔ جامع منصور کے خطیب نے خلیفہ مستظہر اور سلطان العالم کی دعا پر اکتفا کیا اور خاموش ہو گیا۔ سلطان ملک شاہ دوئم کے امراء نے وزیر ابوالمحاسن کی وساطت سے سلطان محمد سے مصالحت کی بات چیت کی۔ ان امراء میں ایک سردار امیر ایاز تھا۔ جو خلوص دل سے مصالحت کے حق میں نہیں تھا۔ بلکہ جنگ چاہتا تھا۔ تاہم وہ دوسرے امراء کے مصالحانہ رویے کو دیکھ کر خاموش رہا۔ سلطان محمد نے مصالحت کی بات چیت کے نتیجہ میں ان سب امراء کو امان دے دی۔ اس کے بعد امیر ایاز نے اپنے مکان پر سلطان محمد کی دعوت کی۔ اس نے اپنے غلاموں کو سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے انہیں فوجی وردی پہنا کر مسلح کیا تھا۔ اتفاقا" اس وقت ایک صوفی جبہ پوش شخص آ گیا۔ ایاز کے غلاموں نے اس کو پکڑ کر جنگی لباس پہنایا

Marfat.com

اور اوپر سے وہی جبہ پہنا دیا۔ اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔ وہ شخص گھبرا گیا اور بھاگا اور سلطان محمد کے ایک خواص کے پاس جا کر چھپا۔ سلطان محمد نے اس کو اپنے پاس بلایا۔ جبہ اتروا کر دیکھا تو وہ مسلح تھا۔ دل میں خطرہ پیدا ہوا۔ امیر ایاز کے مکان سے اٹھ کر فوراً" چلا آیا۔ چند دنوں کے بعد امیر ایاز کو بلا بھیجا۔ اس کے ساتھ چکرمش بھی تھا۔ علاوہ اس کے اور امراء اور اراکین دولت بھی تھے۔ دیار بکر کے باغی حکمران قلیج ارسلان بن سلیمان بن قتلمش کے خلاف مہم شروع کرنے کی بات چیت کے دوران سلطان محمد نے امیر ایاز کو اور سیف الدولہ کو اپنے پاس بلایا۔ جونہی یہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر سلطان محمد کی طرف چلے شاہی غلاموں میں سے ایک نے لپک کر ایاز کر سر اتار لیا اور کھال میں لپیٹ کر راستہ میں پھینک دیا۔ ایاز ہی کے لشکری ایاز کا مکان لوٹنے لگے۔ سلطان محمد نے اس کی حفاظت کو اپنی فوج بھی بھیجی جس سے لشکریان ایاز منتشر ہو گئے۔ ایاز کا وزیر صفی' وزیر السلطنت ابولمحاسن کے گھر جا کر چھپ گیا۔ خدام شاہی نے اسے ڈھونڈ نکالا اور ماہ رمضان 501 ہجری میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ ایاز کا وزیر صفی ہمدان کے خاندان ریاست و حکومت کا ایک ممبر تھا اور ایاز سلطان ملک شاہ اول کا غلام تھا۔ ملک شاہ اول کے انتقال کے بعد یہ ایک امیر کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا تھا۔ جس نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ آدمی شجاع' ذی مروت اور لڑائیوں میں صائب الرائے تھا"۔[9]

ان واقعات کے بعد سلطان ملک شاہ دوئم کا تو کہیں پتہ نہ چلا البتہ سلطان محمد کی حکومت جم گئی۔ وہ عدل و انصاف سے کام لینے لگا۔ اس نے ٹیکس موقوف کر دیے۔ لشکریوں کو جبرو تعدی سے روک دیا اور ان کے بازاروں میں جانے کی ممانعت کر دی۔ 502 ہجری میں سلطان محمد نے ابوالقاسم حسین بن عبدالواحد داروغہ اسلحہ خانہ شاہی ابوالفرج بن رئیس الرؤسا کو گرفتار کر لیا۔ اور پھر بشرط ادائیگی ایک معینہ رقم کے رہا کر دیا۔ اس رقم سے ایوان حکومت تعمیر کیا گیا۔ لیکن سلطان محمد کی حکومت اس کے باوجود افرنگیوں کے خلاف کوئی فوجی کارنامہ سرانجام نہ دے سکی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس نے اس سلسلہ میں کوئی کوشش ہی نہ کی۔ آخرکار سلطان محمد ماہ شعبان میں 511 ہجری میں بیمار ہوا اور اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا۔ سر پر تاج رکھا۔ ہاتھوں میں کنگن پہنے۔ امراء دولت سلجوقیہ اور اراکین سلطنت نے بیعت کی۔

Marfat.com

ابو منصور بن وزیر ابو شجاع محمد بن حسین کو وزیر مقرر کیا گیا اور پھر خلیفہ کی اجازت سے بغداد میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ یہ واقعہ 15 محرم 512 ہجری کا ہے۔ اس واقعہ کے تین ماہ بعد 15 ربیع الاول 512 ہجری کو خلیفہ مستظہر ابوالعباس احمد بن مقتدی بامراللہ و ابوالقاسم عبداللہ بن قائم اللہ نے وفات پائی۔ چوبیس برس تین مہینے خلافت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو المنصور الفضل مسترشد باللہ بن مستظہر مسند خلافت پر بیٹھا۔

Marfat.com

باب : 8

فرقہ باطنیہ اور حسن بن صباح

بغداد میں خلیفہ مستظہر کے عہد خلافت کے آخری سالوں میں قاہرہ میں دولت فاطمیہ کے خلیفہ مستنصر باللہ کے سب سے چھوٹے بیٹے ابوالقاسم المستعلی باللہ (495-487 ہجری) نے خلافت کی تھی۔ اس کے مسند خلافت پر فائز ہونے پر اس کے بڑے بھائی نزار نے قاہرہ سے اسکندریہ جا کر بغاوت کر دی۔ اسکندریہ میں وزیر بدر جمالی مرحوم کا غلام نصیرالدولہ افتگین حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے نزار کا استقبال کیا۔ اس کی بیعت کی اور المصطفیٰ الدین اللہ کے خطاب سے پکارا جانے لگا۔ وزیرالسلطنت محمد ملک ابوالقاسم الافضل امیرالجیوش نے نزار کی گوشالی کو ایک لشکر بھیجا۔ اس لشکر نے اسکندریہ کا طویل محاصرہ کیا تو اہل شہر نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ فاتح لشکر نزار کو گرفتار کر کے قاہرہ لایا تو خلیفہ المستعلی نے اسے فوراً قتل کر دیا۔ کہتے ہیں نزار کے اس قتل کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک عجم میں فاطمیوں کے سب سے بڑے داعی حسن بن صباح نے المستعلی کی حکومت سے قطع تعلق کر کے وہاں کے بعض قلعوں میں اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔ اس طرح اسماعیلی فرقہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک فرقہ مغربی فرقہ تھا جسکا ہیڈ کوارٹر قاہرہ تھا اور دوسرا مشرقی فرقہ جسکا ہیڈ کوارٹر ملک عجم کا قلعہ الموت تھا۔ قاہرہ میں خلیفہ المستعلی رہتا تھا۔ اور قلعہ الموت میں حسن بن صباح۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ "حسن بن صباح جو فرقہ اسماعیلیہ کا عراق میں ایک نامور سردار تھا سوداگروں کے لباس میں فاطمی خلیفہ مستنصر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور ملک عجم میں اس کی حکومت و خلافت کی منادی کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ چنانچہ خلیفہ مستنصر نے اجازت دیدی۔ حسن نے بر سبیل تذکرہ خلیفہ مستنصر سے دریافت کیا تھا کہ "آپ کے بعد امام کون ہو گا" اسے جواب ملا کہ "میرا بیٹا

Marfat.com

نزار" اس کے بعد حسن ملک عجم چلا گیا اور در پردہ لوگوں میں خلیفہ مستنصر کی خلافت کی منادی کرنے لگا۔ تھوڑے دن بعد اس نے ہاتھ پاؤں نکالے اور وہاں کے اکثر قلعات مثل قلعہ موت پر قابض ہو گیا۔ حسن اور اس کے ساتھی نزار کی امامت کے قائل تھے"۔!

سید امیر علی نے حسن بن صباح کی زندگی کا مختصر حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " یہ حسن بن صباح وہی ہے جو مغربی تاریخ میں حشیشین کے بانی کی حیثیت سے بدنام تھا۔ اس کے پیرووں کو حشیشین اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ بھنگ پیتے تھے۔ یہ پیرو حسن بن صباح کو سیدنا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس کے پیرووں کو اسماعیلیہ مشرقی یا الموتیہ یا ملاحدہ کوہستانی کہا جاتا تھا۔ حسن ایک شیعہ عالم کا بیٹا تھا۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ عربی النسل تھا۔ اور ایران کے شہر خوئی میں رہتا تھا۔ حسن کو بچپن میں اس وقت کے تمام علوم دینیہ کی باقاعدہ تعلیم دی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ نظام الملک (جو بعد میں بلاد مشرق کے دو عظیم سلجوقی بادشاہوں یعنی الپ ارسلان اور ملک شاہ کا مشہور وزیر بنا) اور نامور صوفی شاعر عمر خیام کا ہم مکتب تھا۔ لیکن یہ روایت اب معتبر نہیں رہی۔ ملک شاہ کے دربار میں اپنے عزائم ترقی پورے نہ ہوتے دیکھ کر وہ قاہرہ پہنچا۔ اور دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ قاہرہ میں وہ اسماعیلی تعلیم کے سارے مدارج طے کر کے محرمان اسرار میں داخل ہوا۔ ایران اس وقت سنی شدید العقیدگی کے نہایت کڑے بندھنوں میں جکڑا ہوا تھا۔ کیونکہ سلجوقی سلاطین ٹھیٹھ اشعریت کے پکے حامی تھے۔ حسن افریقہ سے ایشیا واپس آیا اور کسی حد تک زور و زبردستی اور کسی حد تک چالاکی اور عیاری سے ایک ناقابل تسخیر قلعہ کا مالک بن گیا۔ جسے قدیم فارسی یا پہلوی زبان میں الموت (یعنی عقاب کا نشیمن) کہتے تھے اور جو شمالی ایران کے پہاڑوں کی ایک نہایت دشوار بلندی پر واقعہ تھا۔ پینتیس سال تک وہ اس قلعہ پر قابض رہا اور اس ساری مدت کے دوران اس نے تحدید و تخفیف کے ایک باضابطہ بند نظام کے ذریعہ ایشیا' افریقہ اور مشرقی یورپ میں تہلکہ مچائے رکھا اسکے فدائی تلوار کا جواب خنجر سے اور ظلم کا جواب قتل سے دیتے تھے۔ وہ خود احکام شرعی کا سخت پابند تھا اور اپنی قلمرو کی حدود میں میخوری اور رقص و سرود کی اجازت نہ دیتا تھا۔ اس کی باطنیت مغربی اسماعیلیوں کی باطنیت سے مختلف معلوم ہوتی تھی۔ شہرستانی اور محسن فانی نے اس کے عقائد کو تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن دونوں اس کا ذکر قدرے خوف کے ساتھ کرتے ہیں۔

Marfat.com

جس سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس کے فدائیوں کے خنجروں سے غافل نہ تھے۔ اس کے نظریوں کے صوفیانہ پہلو سے قطع نظر کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے محرمی کے صرف چار درجے مقرر کیے۔ پہلے تین درجوں کو عبور کرنے والوں کو علی الترتیب فدائی' رفیق اور داعی کہا جاتا تھا۔ حسن اس ادارے کا پہلا آقائے اعظم تھا۔ اگرچہ وہ رسمی طور پر خلفائے مصر کا مطیع تھا۔ الموت کے چوتھے آقائے اعظم حسن بن محمد نے جو اپنے مقاصد کی تکمیل کی خاطر قاہرہ کے خلیفہ مستنصر باللہ کے بیٹے نزار سے اپنا سلسلہ نیابت جوڑتا تھا۔ تمام شرعی احکام کو منسوخ کر دیا تھا۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ قیامت آ چکی تھی۔ امام کا ظہور اس کی ذات میں ہو چکا تھا۔ اور آسمانی سلطنت اخلاقی قوانین سے مکمل آزادی کو ساتھ لئے ہوئے نازل ہو چکی تھی۔ اس فاتر العقل انقلابی کو تاریخ الموت میں علیٰ ذکرہ اسلام کے الفاظ سے نوازا گیا ہے (اسے بگاڑ کر ذکر اسلام بنا دیا گیا ہے) اس وقت سے لے کر الموت کی تباہی تک ان حشیشین کے امیروں نے معاشرے سے ایک باغیانہ جنگ جاری رکھی۔ جس میں طرفین نے دشمن کو کسی قسم کی امان نہ دی۔ یہ لوگ دنیائے اسلام کے نہلسٹ یعنی منکران مذہب و اخلاق تھے۔ کیا مسلمان اور کیا عیسائی دونوں ان کے خنجروں کا شکار ہوئے"۔[۲]

اسلم جیراجپوری نے حسن بن صباح اور اس کے فرقہ باطنیہ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ فاطمیہ نے "جب جنوب میں اپنی دولت قائم کر لی تو چاہا کہ مشرق میں اس کی حدود کی توسیع کریں۔ تاکہ تمام عالم اسلامی میں ان کی خلافت مسلم ہو جائے۔ شروع سے ان لوگوں نے جو طریقہ اختیار کیا تھا یعنی مریدین کو خاص تعلیمات دے کر جن میں ان کی امامت کی دعوت سب سے مقدم ہوتی تھی' ممالک میں بھیجتے تھے کہ مخفی طور پر لوگوں کو ان کی تلقین کریں۔ تبلیغ میں مہارت حاصل کرنے کے لئے مصر میں ایک باقاعدہ نظام مرتب کیا تھا جس کے سرغنہ کا لقب داعی الدعاۃ ہوتا تھا۔ اور اس کا درجہ قاضی القضاۃ کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھا جاتا تھا۔ وہاں داعیوں کو طریق دعوت اور اسرار تبلیغ کی تعلیم دے کر اسلامی صوبوں میں روانہ کر دیتے تھے۔ خلفاء فاطمین کی نگاہیں خراسان اور ایران پر جو شیعیت کا گہوارہ رہ چکے تھے' لگی ہوئی تھیں۔ مصر پر قابض ہونے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے اپنے دعاۃ ان ہی ممالک میں بھیجے۔ یہاں بنی بویہ کے عہد تک جابجا اصحاب برید و اخبار

Marfat.com

متعین تھے جو ہر قسم کی اطلاعیں دیا کرتے تھے اس لئے ان کے زمانہ میں یہ کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن الپ ارسلان نے جاسوسی کے اس حلقہ کو توڑ دیا۔ نظام الملک نے اس سے کہا بھی کہ سلطنت کے لئے اس کی سخت ضرورت ہے مگر اس نے جواب دیا کہ ہر شہر میں ہمارے دوست بھی اور دشمن بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ ارباب غرض دوست کو دشمن یا دشمن کو دوست کی شکل میں دکھلائیں اس لئے وہ اس بات کو جائز نہیں سمجھتا تھا۔ اس وقت سے باطنیہ کو موقع مل گیا اور انہوں نے اپنی تبلیغ کا جال پھیلا دیا۔ سب سے پہلے اس کا ظہور ساوہ میں ہوا جو رے اور ہمدان کے درمیان واقع ہے۔ وہاں کے کوتوال نے دو باطنیوں کو گرفتار کیا لیکن لوگوں نے سفارش کر کے چھڑا لیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے وہاں ایک مؤذن کو اپنے مقصد کی تبلیغ کی۔ اس نے ماننے اور ساتھ دینے سے انکار کیا۔ ان کو خطرہ ہوا کہ کہیں مخبری نہ کر دے اس لئے اس کو قتل کر ڈالا۔ یہ پہلا خون تھا جو مشرق میں انہوں نے بہایا۔ اصفہان اور نیشاپور کے وسط میں ایک مقام قائن ہے۔ اس کا رئیس اس جماعت میں شامل ہو گیا۔ یہ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے۔ اسی اثناء میں کرمان کا قافلہ تجارت اس طرف سے گزرا انہوں نے نکل کر اس کو لوٹ لیا اور کل لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ صرف ایک ترکمانی شخص کسی طرح بچ نکلا۔ اس نے قائن میں جا کر فریاد کی۔ لوگ مدد کے لئے گئے لیکن باطنیوں کی جماعت کو مغلوب نہ کر سکے۔ اس فرقہ نے جا بجا خاص کر نواحی اصفہان میں غارت گری شروع کر دی اور اپنی قوت کو بڑھا کر وہاں ملک شاہ کے تعمیر کردہ قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کا داعی اعظم احمد بن عبدالملک بن عطاش تھا۔ اس کے سر شاہانہ تاج رکھا اور بہت مال غنیمت لا کر جمع کیا۔ حسن بن صباح جو ہندسہ، حساب اور نجوم وغیرہ میں بڑا ماہر تھا، ابن عطاش کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ اس نے اس کو مصر میں بھیج دیا۔ وہاں اس نے اصول دعوت کی تعلیم حاصل کی اور خلیفہ فاطمی مستنصر سے ملکر مرو میں آیا۔ کہ سیف و قلم سے اس جماعت کی مدد کرے۔ اس نے سب سے پہلے ایک گروہ کے ساتھ قلعہ الموت پر قبضہ کر لیا۔ جو ساحل بحر قزوین پر ایک محفوظ کوہستان میں واقع تھا۔ نظام الملک نے فوج بھیجی جس نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور رسد کی آمد روک دی۔ حسن بن صباح نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا جس نے جا کر اچانک نظام الملک کو قتل کر ڈالا۔ وزیر کے قتل کے بعد فوج محاصرہ اٹھا کر واپس چلی آئی۔ باطنیوں کو اب آزادی مل گئی۔

Marfat.com

انہوں نے قہستان اور طبس وغیرہ پر بھی تسلط کیا اور ابہیر کے متصل رستم کوہ نامی ایک اور محفوظ قلعہ کو قبضہ میں لے لیا اور اپنا ماویٰ و ملجا بنایا۔ نیز اس کے اطراف کے قلعے بھی لے لئے۔

"روسا باطنیہ اپنے مریدوں کو موت کے متعلق عجیب و غریب تلقینات کرتے تھے۔ جن کے اثر سے ان میں ایک شخص باوجود اس یقین کے کہ وہ ضرور قتل کر دیا جائیگا۔ بے خوف ہو کر اپنے متعدد مخالفین پر ٹوٹ پڑتا تھا۔ اور جس کو مارنا چاہتا تھا اس کا کام تمام کر دیتا تھا۔ اس وجہ سے ان کا رعب دلوں پر چھا گیا اور ہر طبقہ کے لوگ ان سے ڈرنے لگے۔ وہ چونکہ ایک مخفی جماعت تھی اس لئے اور بھی فتنہ برپا ہو گیا۔ لوگ باہم ایک دوسرے کے ساتھ بدگمان رہنے لگے۔ اور دوست و دشمن کی تمیز جاتی رہی۔ چنانچہ نیران شاہ پسر توران شاہ بن قاروت بک کو رعایا نے باطنی سمجھ کر ملحد قرار دیا اور مقام بدر سیو سے اسے نکال کر ارسلان شاہ کو بلا لیا۔ درباریوں کو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے باطنیت کی تہمت لگا دینا آسان ہو گیا۔ کیونکہ سلاطین کو اپنی باتوں کا اس قدر خطرہ رہتا تھا کہ وہ اس قسم کے خفیف شبہ پر بھی لوگوں کو سزائیں دیدیتے تھے۔ سلطان برکیاروق کے بہت سے امراء کو باطنیوں نے مار ڈالا اور یہاں تک ان کا خوف طاری ہو گیا کہ کوئی شخص بلا زرہ پہنے اور ہتھیار لگائے اپنے گھر سے نکلنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ اسی درمیان میں سلطان محمد نے اس پر یورش کی اور ہر طرف مشہور ہو گیا کہ برکیاروق خود باطنی ہے۔ اس وجہ سے اس کی فوج اس پر الحاد کا شبہ کرنے لگی۔ لوگوں نے مشورہ کیا کہ تم باطنیوں پر لشکر کشی کرو تاکہ یہ بدگمانی رفع ہو جائے۔ اس نے فوج لے کر چڑھائی کی اور ان کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے میدان میں لا کر قتل کر دیا۔ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو بری تھے لیکن ان کے دشمنوں نے ان پر تہمتیں لگا دی تھیں۔ عجب تر امر یہ ہے کہ علامہ الکیاالہراسی پر بھی جو مدرسہ نظامیہ بغداد کے نامور مدرس اور امام غزالی کے ساتھی تھے' بعضوں نے الحاد کی تہمت لگا دی۔ سلطان محمد نے ان کو پکڑ لیا۔ خلیفہ مستظہر نے فوراً" اعیان بغداد کو بھیجا جنہوں نے ان کی صحت اعتقاد اور فضیلت علمی کی شہادت دی۔ اس وقت ان کی جان بچی۔ باطنیوں کی درازدستی سے خراسان میں اضطراب عظیم پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے 494 ہجری میں سلطان سنجر کا سپہ سالار اعظم امیر برتش ان پر حملہ آور

Marfat.com

ہوا۔ بہت سے ملحدوں کو قتل کر کے طبس کا محاصرہ کیا۔ باطنیوں نے ایک بڑی رقم رشوت میں اس کو دے دی اس لئے وہ محاصرہ اٹھا کر چلا گیا۔ 497 ہجری میں پھر دوبارہ گیا اور طبس کو فتح کر لیا۔ لیکن باطنیوں کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ ان کے ساتھ مصالحت کر کے واپس آ گیا۔ انہوں نے پھر غارت گری شروع کر دی۔ اس سال ہندوستان' سندھ' ماورالنہر اور خراسان سے جو عظیم الشان قافلہ حج کے لئے جا رہا تھا۔ اس کو رے کے متصل لوٹ لیا۔ اور سب کو قتل کر ڈالا۔ 500 ہجری میں جب سلطان محمد کے جھگڑے سلطان برکیاروق کے ساتھ ختم ہو گئے تو اس نے ان کے مٹانے کا تہیہ کیا اور سب سے پہلے اصفہان کے قلعہ کا جہاں ابن عطاش تھا محاصرہ کیا۔ رعایا میں سے ایک جم غفیر اس جہاد میں اس کے ساتھ تھا۔ باطنیہ جب تنگ آ گئے تو انہوں نے دربار سلطانی میں اس مضمون کا ایک استفتاء بھیجا۔

"سادات فقہاء اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک جماعت جو
اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے لیکن
صرف سلطان وقت کی مخالفت ہے اس کے ساتھ صلح جائز ہے یا نہیں۔

"اکثر فقہاء نے جواز کا فتوی دیا لیکن بعض نے ناجائز کہا۔ فریقین مناظرہ کے لئے جمع ہوئے اور دیر تک بحث ہوتی رہی۔ علامہ ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن سنجانی نے جو فقہاء شافعیہ میں ممتاز تر تھے فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ واجب ہے اور صلح کسی طرح جائز نہیں۔ ہم نے مانا کہ وہ اللہ اور رسول کو ماننے والے ہیں اور قیامت پر سب ایمان رکھتے ہیں لیکن جس کو انہوں نے امام جانا ہے وہ شرح شریعت کے خلاف جو احکام دیتا ہے اس پر عمل کرنا بھی واجب سمجھتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کا خون قطعی مباح ہے۔ باطنیہ نے پھر درخواست بھیجی کہ جو لوگ ہمارے ساتھ صلح ناجائز قرار دیتے ہیں ان کو قلعہ میں بھیج دیجئے تا کہ ہمارے علماء کے ساتھ مناظرہ کریں۔ سلطان نے فقیہ ابوالعلا صاعد بن یحیٰ حنفی قاضی اصفہان کی معیت میں چند علماء کو بھیج دیا۔ ان لوگوں نے جا کر مناظرہ کیا۔ مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ کیونکہ باطنیوں کی غرض صرف یہ تھی کہ اس تدبیر سے وہ سلطانی فوج میں تفرقہ ڈال دیں اور ان کے آدمیوں کو امرا کے قتل کا موقع مل جائے۔ چنانچہ ایک باطنی نے اس امیر پر جو جنگ میں سب سے زیادہ کوشاں تھا آ کر وار بھی کیا مگر وہ بچ گیا اور نہایت خفیف زخم آیا۔ محاصرہ سختی کے ساتھ جاری رہا باطنیوں نے لکھا کہ ہم کو امان دے دی

Marfat.com

جائے کہ ہم اس قلعہ کو چھوڑ کر ارجان اور طبس کی جانب چلے جائیں۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ لیکن ابن عطاش نے غداری کی اور قلعہ کو خالی نہیں کیا۔ پھر جنگ شروع ہوئی آخر میں وہ مع اپنے بیٹے کے گرفتار ہوا۔ ان دونوں کے سر کاٹ کر بغداد بھیج دیے گئے۔ ابن عطاش کی بیوی نے قلعہ سے گر کر خودکشی کر لی۔ سلطان محمد نے اب حسن بن صباح پر جو 26 سال سے الموت کے قلعہ پر قبضہ کر کے قرب و جوار کے دیار کو لوٹ مار سے تباہ کئے ہوئے تھا لشکر کشی کی۔ لیکن راہ میں بیمار ہو گیا۔ اس لئے خود نہ جا سکا امیر انوش تکین والی ساوہ کو بھیجا۔ اس نے ایک ایک قلعہ سے ان کو نکال کر آخر میں الموت کا محاصرہ کیا۔ باطنیہ شدت حصار سے تنگ آ گئے تھے اور قریب تھا کہ قلعہ سپرد کر دیں مگر اسی اثناء میں سلطان محمد کی وفات کی خبر آ گئی جس کی وجہ سے فوج واپس چلی آئی"۔[۳] یہ اسلم جیراجپوری برصغیر کا سنی العقیدہ علامہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنے قارئین کو یہ بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ 487 ہجری میں قاہرہ میں فاطمی خلیفہ المستعلی کے خلیفہ بننے کے بعد بلاد مشرق کے ان باطنیوں کا بلاد مغرب کے باطنیوں سے رابطہ نہیں تھا۔ کیونکہ یہ لوگ مستنصر کے بڑے بیٹے نزار کو برحق خلیفہ تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ المستعلی کے ہاتھوں نزار کے قتل کے بعد خلافت و امامت نزار کی اولاد میں منتقل ہو گئی ہے۔ پھر ان میں ایک شخص حسن بن محمد نے اپنے آپ کو نزار کی اولاد میں سے ظاہر کیا تھا اور اس بنا پر یہ خلافت و امامت کا دعویدار بنا تھا۔ اسی شخص نے اپنے پیروؤں میں خلاف شرع سوقیانہ شعائر کو رواج دیا تھا۔ علامہ اسلم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ پانچویں صدی ہجری کے آخری دو تین عشروں میں خراسان میں باطنیوں کی سرکوبی نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اتفاق سے نظام الملک قتل ہو گیا تھا یا اتفاق سے سلطان ملک شاہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ یا اتفاق سے سلطان محمد مر گیا تھا بلکہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ سلجوقیوں کی سالہا سال کی خانہ جنگیوں کی تباہ کاریوں سے رعایا تنگ آئی ہوئی تھی۔ ایسی صورت حال میں کسی اندرونی یا بیرونی قوت کے سلطنت عباسیہ کے علاقوں پر تسلط جما لینے میں کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔ سلطان برکیاروق کے خلاف باطنیوں سے تعلق رکھنے کا الزام ابن خلدون کے مطابق بے بنیاد نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ اس کے بد ترین حریف سلطان محمد کے بیشتر امراء باطنیوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے جبکہ برکیاروق کے کسی امیر کو ان سے کوئی گزند نہیں پہنچا تھا۔ مزید برآں باطنیوں کے ففتھ کالم کا

Marfat.com

تنظیمی ڈھانچہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اگر اس تنظیم کے فدائین نے اس زمانے کے معاشرے اور حکومت کی بنیادیں ہلا دی تھیں تو اس میں بھی کوئی بات حیرت انگیز نہیں تھی۔

ابن خلدون فتنہ باطنی کے بارے یوں بیان کرتا ہے کہ ''ان لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ غیر مذہب کا خواہ مسلم ہی کیوں نہ ہو قتل کرنا واجب ہے۔ (خوارج کے فرقہ ازارقہ کا بھی یہی عقیدہ تھا) پس اس وجہ سے فرقہ باطنیہ کا ہر فرد مشہور آدمیوں کو قتل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اپنے شرمناک مقصد کے حاصل کرنے کے لئے مکانات کی دہلیز میں چھپ رہتا اور جب موقع ملتا تو اپنے ناپاک مقصد کو حاصل کر لیتا۔ رفتہ رفتہ ان کا یہ فتنہ بڑھ گیا تھا۔ خلفاء وقت ان کی گوشمالی اور سرکوبی سے مجبور ہو گئے تھے۔ یہ لوگ ان کی آتش فشاں کو بجھا نہ سکے۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ فرقہ تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گیا۔ اسی زمانہ میں ایک گروہ باطنیہ کا سادہ' اطراف ہمدان میں جمع ہوا اور نماز عید پڑھی۔ کوتوال ہمدان نے انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا مگر چند ہی دن بعد رہا کر دیا۔ اس کے بعد اس فرقہ والے مضبوط قلعات اور شہروں پر قابض ہو گئے۔ سب سے پہلے جس قلعہ پر فرقہ باطنیہ کا قبضہ ہوا وہ فارس کے قریب ایک قلعہ تھا جس کا والی اس مذہب کا پابند و مقلد تھا۔ چنانچہ اس فرقہ والے اس کے پاس جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ وہیں سب کے سب جمع ہو گئے۔ اہل قلعہ آنے جانے والوں کو دن دہاڑے لوٹنے لگے۔ نہایت قلیل مدت میں ان کا خوف اس علاقہ میں عام طور پر پھیل گیا۔ پھر فرقہ باطنیہ نے قلعہ اصفہان کو دبا لیا۔ اس قلعہ کا نام شاہ در تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے تعمیر کروایا تھا۔ اور اپنی طرف سے ایک شخص کو اس کا والی مقرر کیا تھا۔ احمد بن عطاش نامی فرقہ باطنیہ کا ایک شخص حاکم قلعہ کی خدمت میں جا کر رہنے لگا۔ احمد کا باپ فرقہ باطنیہ کا پیشوا تھا۔ حسن بن صباح وغیرہ نے اس سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اس وجہ سے اور اس کے ذی علم ہونے کی وجہ سے فرقہ باطنیہ اس کی بے حد عزت کرتا تھا۔ اس فرقہ والوں نے بہت سا مال و زر جمع کر کے احمد کی خدمت میں پیش کیا اور نہایت تپاک سے اپنا پیشوا بنایا۔ احمد ان لوگوں سے رخصت ہو کر والی قلعہ کے پاس گیا اور اپنی نمایاں خدمات کی وجہ سے والی قلعہ کی نظروں میں اسقدر عزیز محترم ہو گیا کہ اس کے تمام امور کے سیاہ و سفید کرنے کا احمد کو اختیار دے دیا۔ پھر جب

Marfat.com

وائی قلعہ مر گیا تو احمد بن عطاش قلعہ شاہ ور کا والی ہو گیا۔ اس نے اپنے تمام ہم مذہبوں کو جو اس قلعہ کے مضافات میں قید تھے رہا کر دیا۔ ان لوگوں کے رہا ہوتے ہی چاروں طرف بدامنی پھیل گئی۔ دن دہاڑے قافلے لٹنے لگے۔ اس کے بعد فرقہ باطنیہ اطراف قزوین میں قلعہ موت پر قابض ہو گیا۔ اس علاقہ کو طالقان بھی کہتے ہیں۔ ان کے ممالک پر جعفری کا پرچم لہراتا تھا۔ جعفری نے ایک علوی کو اپنی نیابت کا اعزاز دے رکھا تھا وہ رے کا ابو مسلم تھا جو نظام الملک طوسی کا سسرالی رشتہ دار تھا۔ حسن بن صباح جوڑ توڑ لگا کر ابو مسلم کے پاس آ کر رہنے لگا۔ چونکہ علوم نجوم و سحر میں حسن کو ید طولیٰ تھا۔ اور اصفہان کے والی قلعہ عطاش کے نامی شاگردوں میں سے تھا۔ اس وجہ سے اس نے ابو مسلم کے دل میں نہایت قلیل مدت میں اپنی جگہ کر لی۔ لیکن تھوڑے دن بعد ابو مسلم نے حسن پر یہ الزام لگایا کہ یہ مصریوں کے ایلچیوں کو جو اس وقت وہاں موجود تھے' سازش کئے ہوئے ہے۔ حسن کو اس کی خبر ہو گئی۔ حسن بھاگ نکلا۔ مختلف شہروں میں ہوتا ہوا مصر پہنچا۔ خلیفہ مستنصر علوی بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا۔ اور اسے ہدایت کی کہ لوگوں کو میری امامت کی تعلیم دو۔ حسن نے عرض کیا آپ کے بعد میرا کون امام ہو گا۔ مستنصر نے جواب دیا "میرا بیٹا نزار"۔ حسن مصر سے واپس ہو کر شام جزیرہ' دیار بکر اور بلاد روم کی سیر کرتا ہوا قلعہ موت واقعہ خراسان پہنچا۔ علوی کے پاس مقیم ہوا۔ علوی نے اس کے قیام کو باعث نزول برکت و رحمت الہٰی تصور کیا۔

"حسن ایک مدت تک قلعہ موت میں ٹھہرا رہا قلعہ مذکور پر قبضہ کر لینے کی درپردہ تدبیریں کرتا رہا۔ جب تمام تدابیر کر چکا تو حسن نے علوی کو قلعہ موت سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ نظام الملک کو اس کی خبر لگی فورا" ایک سپاہ حسن کے محاصرے پر روانہ کی۔ محاصرہ نہایت سرگرمی اور مستعدی سے کیا گیا۔ لڑائیاں شروع ہوئیں۔ اثناء جنگ میں حسن نے فرقہ باطنیہ کے ایک گروہ کو نظام الملک کے قتل کرنے پر مامور کرایا۔ چنانچہ اس گروہ نے نظام الملک کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ فوجیں محاصرے پر تھیں کہ نظام الملک کی شہادت کی وجہ سے واپس آ گئیں۔ پھر کیا تھا فرقہ باطنیہ کی بن آئی۔ قلعہ طبس اور قہستان کے متعلقات ازدوں اور قاید پر جو اس کے قرب و جوار میں تھے قبضہ کر لیا۔ قہستان کا رئیس منور نامی ایک شخص تھا جو بنی سیجور امراء خراسان ملوک سامانیہ کی نسل سے تھا۔ گورنر

Marfat.com

قہستان نے منور کو اپنے ہاں بلایا اور اس کی بہن کو جبراً لے لینے کا قصد کیا۔ منور نے اسماعیلیہ کو اپنی امداد کو بلا بھیجا۔ چنانچہ فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ نے پہنچ کر قہستان کے قلعات پر بھی اپنا جھنڈا لہرا دیا۔ اسی زمانے میں قلعہ خالنجان پر بھی فرقہ باطنیہ قابض ہو گیا تھا۔ یہ قلعہ اصفہان سے نو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ پہلے یہ موید الملک بن نظام الملک کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد جاولی سقارہ کے قبضہ میں چلا گیا۔ جو ترکوں کا ایک نامور امیر تھا۔ اور اس کی جانب سے کوئی ترکی امیر اس قلعہ کا حاکم ہوا۔ فرقہ باطنیہ کے چند اشخاص حاکم قلعہ کی خدمت میں گئے اور مستعدی سے اس کی خدمت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ اسقدر رسوخ حاصل کر لیا کہ حاکم قلعہ نے قلعہ کی کنجیاں ان کے حوالے کر دیں۔ ان لوگوں نے احمد بن عطاش والی قلعہ شاہ در کو لکھ بھیجا۔ احمد اپنی فوج کے ساتھ آ پہنچا۔ حاکم قلعہ گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ احمد بن عطاش نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور جسقدر فوج وہاں تھی سب کو تہہ تیغ کیا۔ اس قلعہ پر قبضہ کر لینے سے فرقہ باطنیہ کی قوت بڑھ گئی۔ اہل اصفہان ان سے دبنے لگے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے اہل اصفہان پر خراج قائم کیا۔ فرقہ باطنیہ کے مقبوضہ قلعات سے اسویا، ندلین الرمل اور قلعہ آمد تھے۔ جن پر انہوں نے ملک شاہ سلجوقی کے بعد مکرو غداری سے قبضہ حاصل کیا تھا۔ قلعہ اذدبیر بھی ان کے مقبوضات میں شمار کیا جاتا تھا اس قلعہ کو حسن بن صباح کے بھانجے ابوالفتوح نے سر کیا تھا۔ ان کے قلعوں میں کرد کوہ، قلعہ ناظر واقع خوزستان اور قلعہ بھنور متصل ارجان تھا۔ اس قلعہ کو ابو حمزہ اسکاف نے اہل ارجان کے قبضہ سے نکالا تھا۔ ابو حمزہ کسی ضرورت سے مصر گیا ہوا تھا۔ وہیں اس نے مذہب کی تعلیم پائی اور اس فرقہ کا ایلچی ہو کر عوام الناس کی تلقین کے لئے واپس آیا۔ قلعہ ملاذخان بھی ان ہی قلعوں میں سے تھا۔ جو فارس اور خوزستان کے درمیان واقع تھا۔ راہزنوں اور ڈاکوؤں نے تقریباً دو سو سال سے اس قلعہ کو اپنا مرکز بنایا تھا اور آنے جانے والوں پر شب خون مارا کرتے تھے۔ حتی کہ عضدالدولہ ابن بویہ نے اس قلعہ کو سر کیا اور جس قدر ڈاکو یہاں تھے ان سب کو تہہ تیغ کیا۔ جب ملک شاہ نے اس پر قبضہ حاصل کیا تو امیر نزار کو بطور جاگیر یہ قلعہ عنائت کیا۔ امیر نزار نے اپنی طرف سے ایک شخص کو اس قلعہ کا حاکم مقرر کیا۔ فرقہ باطنیہ نے جو ارجان میں تھے حاکم قلعہ سے راہ و رسم پیدا کی۔ پہلے تو اس قلعہ کی فروخت کر ڈالنے کی تحریک کی۔ جب والی قلعہ نے اس سے انکار کیا تو

Marfat.com

فرقہ باطنیہ نے مذہبی پیرائیہ اختیار کیا۔ کہلا بھیجا کہ ہم ایک شخص کو تمہارے پاس مناظرہ کرنے بھیجتے ہیں تاکہ تم پر ہمارے مذہب کی حقانیت ظاہر ہو۔ والی قلعہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ فرقہ باطنیہ نے اپنے چند سپاہیوں کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے پہنچتے ہی والی قلعہ کے خادم کو گرفتار کر لیا۔ اس نے قلعہ کی کنجیاں ان کے حوالے کر دیں۔ ان لوگوں نے قلعہ میں گھس کر والی قلعہ کو بھی پکڑ لیا۔ اس سے فرقہ کی قوت اور بھی بڑھ گئی۔

"فرقہ باطنی اصفہان میں ان دنوں ظاہر ہوا تھا۔ جبکہ سلطان برکیاروق نے اصفہان پر محاصرہ کیا تھا اور اصفہان میں اس کا بھائی محمد اور اس کی خاتون جلالیہ موجود تھے۔ رفتہ رفتہ یہ فرقہ اصفہان میں پھیل گیا۔ اور اسکا مکرو فریب اور ان پیروؤں کی فتنہ انگیز چالیں عام ہو گئیں۔ اصفہان کے عام باشندوں نے ان پر یورش کی اور ان کو قتل کرنے لگے۔ بڑی بڑی خندقیں کھود کر ان میں آگ جلائی۔ جہاں بھی فرقہ باطنیہ میں سے کسی کو پاتے تھے پکڑ لاتے اور اسی خندق میں انہیں ڈال دیتے تھے۔ سقاوہ والی فارس ان پر جہاد کرنے کی غرض سے ہمدان کی طرف بڑھا۔ ایک مدت تک فرقہ باطنیہ پر جہاد کرتا رہا۔ اس کے بعد فرقہ باطنیہ نے امراء سلجوقیہ کو مکرو فریب سے قتل کرنے کی نیت سے حمدان کی طرف کوچ کیا۔ چنانچہ اس فرقہ نے حمدان پہنچ کر یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اس گروہ میں سے کوئی شخص امراء سلجوقیہ میں سے امیر کے قتل کرنے کے لئے لباس تبدیل کر کے اور موقع پا کر اسے قتل کر کے اپنے آپ بھی خود کشی کر لیتا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ سلطان برکیاروق نے اس فرقہ کو ایسے افعال کے ارتکاب پر آمادہ کیا تھا۔ اور اپنے بھائی (سلطان محمد) کے مقابلے میں اس فرقہ کی اطاعت طلب کی تھی۔ یہ فرقہ یہ چال چلنے لگا۔ ان میں سے کوئی شخص امیر کی خدمت میں جا کر ملازمت اختیار کرتا اور جب اسے موقع ملتا تو یہ امیر پر وار کر دیتا۔ اکثر یہ ہوتا تھا کہ وہ امیر مر جاتا تھا اور اس جرم کی پاداش میں باطنی مار ڈالا جاتا تھا۔ غرض اس طریقہ سے امراء سلجوقیہ کے ایک گروہ کو اس فرقہ نے زیر خاک پہنچا دیا۔ جب سلطان برکیاروق کو اپنے بھائی محمد کی مقابلہ میں کامیابی ہوئی اس وقت یہ فرقہ اس کے تمام لشکر میں ملا ہوا تھا۔ اس گروہ نے آہستہ آہستہ گروہ بندی کر لی تھی۔ امراء لشکر کو ان سے خطرہ پیدا ہوا۔ وقتاً فوقتاً ان لوگوں نے امراء لشکر کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیں۔ امراء لشکر ہر وقت مسلح رہنے لگے۔ اور اس امر کی شکایت سلطان برکیاروق سے کی اور یہ الزام بھی عائد کیا کہ فرقہ

Marfat.com

باطنیہ کا آپ کے بھائی کی فوج سے مراسم و اتحاد ہے۔ سلطان برکیاروق نے یہ سن کر باطنیوں کے قتل کی اجازت دے دی۔ چنانچہ بہت سے باطنی مارے گئے۔ جن میں ابوابراہیم استر آبادی بھی تھا۔ جو بغداد میں سلطان برکیاروق کی سفارت میں گیا ہوا تھا۔ برکیاروق نے لکھ بھیجا وہیں گرفتار کر کے مار ڈالا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فرقہ باطنیہ پر چاروں طرف سے قتل کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ جس طرف آنکھیں اٹھتی تھیں فرقہ باطنیہ ہی کے مقتول نظر آتے تھے۔ یہ واقعہ 486 ہجری کا ہے۔ جب سلطان برکیاروق کے بعد سلطان محمد کا دور حکومت آیا تو سلطان محمد نے قلعہ شاہ در پر جس کا والی احمد بن عطاش تھا۔ فوج کشی کی۔ یہ قلعہ اصفہان کے قریب تھا اور فرقہ باطنیہ کا گویا یہی قلعہ دارالسلطنت تھا۔ ماہ رجب 500 ہجری میں اس کا محاصرہ کیا گیا۔ محاصرہ بہت طویل و سخت ہوا تو فرقہ باطنیہ گھبرا گیا۔ انہوں نے اہل سنت والجماعت سے استفسار کیا جسکا مضمون یہ تھا۔

سادات فقہہ آئمہ دین اس گروہ کی بابت کیا فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر اور اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان رکھتا ہے اور ماجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے' لیکن محض امامت میں اختلاف کرتا ہے

کیا سلطان وقت انکی موافقت اور رعایت جائز ہے۔ اور ان کی اطاعت قبول کرنا روا ہے اور پھر اذیت سے انہیں بچانا مناسب ہے یا نہیں؟

اکثر فقہا نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ بعض نے توقف اختیار کیا۔ بحث و مناظرہ کے لئے علماء فقہاء جمع ہوئے۔ سمنجانی جو شافعیہ کے نامی و سربرآوردہ عالم تھے۔ اس گروہ کے قتل کے وجوب کے قائل ہوئے۔ اور صاف صاف لکھدیا کہ اس فرقہ کا محض اقرار بالسان اور یہ تلفظ یا شہادتیں کافی نہ ہو نگیں۔ جب تک وہ احکام شرع کی مخالفت سے باز نہ آئیں اس وجہ سے قطعا" انکی خونریزی مباح ہے۔ بہت دیر تک مناظرہ ہوتا رہا مگر کوئی امر طے نہ ہوا۔ تب علماء اہل سنت والجماعت نے منظرہ کرنے کی غرض سے فرقہ باطنیہ کے علماء کوطلب کیا اور روسا اصفہان کو بھی اس جلسہ میں بلایا مگر فرقہ باطنیہ نے ان کو نکال دیا۔ اور یہ جماعت ناکام واپس ہو گئی۔ سلطان محمد نے محاصرہ اور سخت کر دیا۔ فرقہ باطنیہ امان کا خواستگار ہوا اور یہ درخواست کی کہ اس قلعہ کے عوض میں قلعہ خالنجان مرحمت ہو۔ جو اصفہان سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس قلعہ سے نکل کر خالنجان میں جانے کے

Marfat.com

لئے ایک مہینہ کے مہلت دی جائے۔ سلطان محمد نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ فرقہ باطنیہ مال و اسباب اکٹھا کرنے میں مصروف ہوئے۔ ہنوز مدت مقررہ تمام نہ ہوئی تھی کہ فرقہ باطنیہ میں سے چند لوگوں نے سلطان محمد کے ایک امیر پر حملہ کر دیا اتفاقاً" یہ امیران کے حملہ سے بچ گیا۔ سلطان محمد کو پتہ چلا تو اس نے پھر محاصرہ کر لیا۔ فرقہ باطنیہ نے پریشان ہو کر امان طلب کی اور قلعہ ناظر و طبس چلے جانے کی اجازت چاہی اس طرح سے کہ سلطان محمد اپنی فوج کے چند دستوں کو ہمارے ایک حصہ فوج کو قلعہ ناظر میں پہنچانے پر مامور فرمائے۔ اور باقی ماندگان کو قلعہ کے ایک گوشہ میں نظربند و محبوس رکھے۔ جب یہ حصہ قلعہ ناظر میں پہنچ جائے تو دوسرے حصہ کو قلعہ میں محبوس رکھے۔ حسن بن صباح کے پاس قلعہ موت میں بھیج دے سلطان محمد نے ان کی یہ درخواست بھی منظور کر لی۔ چنانچہ پہلا حصہ فرقہ باطنیہ کا سلطانی فوج کے ہمراہ قلعہ ناظرہ و طبس کو روانہ ہوا اور سلطان نے قلعہ کے ویران کرنے کا حکم دیا۔ جس کی تعمیل نہایت مستعدی سے شاہی فوج کرنے لگی۔ احمد بن عطاش قلعہ کے ایک برج میں چھپ رہا۔ سپاہیوں نے اس پر حملہ کیا اور بعض سپاہی دوڑ کر سلطان کے پاس آئے اور اس مکان محفوظ کا جہاں کہ احمد عطاش روپوش ہو گیا تھا' پتہ بتایا۔ سلطان کی ہدایت کے مطابق ایک امیر چند سپاہیوں کو لے کر ایک برج پر چڑھ گیا اور جس قدر فرقہ باطنیہ کے لوگ وہاں پائے گئے سب کو قتل کر ڈالا۔ ان مقتولوں کی تعداد اسی (80) بیان کی جاتی ہے۔ احمد بن عطاش زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی کھال کھینچ کر بھوسہ بھرا گیا۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی مارا گیا۔ دونوں کے سر اتار کر بغداد بھیجے گئے۔ اس کی بیوی نے اپنے آپ کو ایک بلند مقام سے نیچے گرا دیا اور ہلاک ہو گئی"۔[۴]

سیوطی کے بیان کے مطابق یہ واقعہ 500 ہجری کا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "قلعہ اصفہان جو باطنیوں کے قبضہ میں تھا' فتح ہوا۔ اس قلعہ کو منہدم کر کے بہت سے باطنیوں کو قتل کیا گیا۔ اور ان کے سردار کا سر اتارا گیا اور اسکی کھال میں بھس بھرا گیا۔ یہ سب باتیں سلطان محمد نے کیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ - - - 502 ہجری میں باطنیوں نے پھر زور پکڑا اور دفعتاً" شہر شیزر پر قبضہ کر لیا اور تمام شہر اور قلعہ پر قبضہ کر کے۔ تمام دروازے بند کر لئے۔ اس دن وہاں کا حاکم باہر سیر کے لئے گیا ہوا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے فوراً" حملہ کر کے انھیں تتر بتر کر دیا۔ اسی سال شیخ' الشافعیہ' رویانی صاحب البحر بغداد میں قتل ہوئے۔ باطنیوں

Marfat.com

نے انہیں قتل کیا تھا۔[۵]" شیزر پر باطنیوں کے قبضہ اور بغداد کے شیخ الشافعیہ کے قتل سے اس حقیقت کا پتہ چلتا تھا کہ قلعہ اصفہان کی فتح اور ان کے سب سے بڑے سردار ابن عطاش کے قتل کے بعد باطنیوں کی قوت کم نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ مزید بیان کیا جاتا ہے کہ "جب برکیاروق کے حکم سے بغداد میں اس کے امیر ابو ابراہیم استرآبادی کو قتل کر ڈالا گیا تھا تو اس کے بعد اس کا بھتیجا بہرام بھاگ کر شام چلا گیا تھا۔ وہاں سے اپنے مذہب کی درپردہ تعلیم و تلقین کی تو بہت سے لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے"۔[۶]

Marfat.com

باب : 9

صلیبی جنگوں کی ابتداء

شمالی ایران، عراق، اور شام میں فتنہ باطنیہ کا ظہور 485 ہجری سلطان ملک شاہ اول کے انتقال کے بعد سلجوقیوں کی خانہ جنگیوں کا ایک نتیجہ تھا۔ ان خانہ جنگیوں کا دوسرا نتیجہ فلسطین پر یورپ کے صلیبیوں کے قبضہ کی صورت میں برآمد ہوا۔ باطنیوں نے سلطنت عباسیہ میں سربرآوردہ مسلمانوں کے قتل کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ لیکن صلیبیوں نے شام کے ساحلی علاقوں اور فلسطین میں عامتہ المسلمین اور یہودیوں کو نیست و نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ سٹیون رنسی مان (Steven Runciman) کے مطابق یورپ میں بیت المقدس کو غیر مسیحی کافروں کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے مسیحی مہیں شروع کرنے کا خیال یوں تو بہت پرانا تھا لیکن اس خیال میں جان اس وقت پڑی جبکہ سلجوقی سلطان نے 464 ہجری میں ملاز کرد کے مقام پر بازنطینی شہنشاہ ارمانوس کو شکست دیکر یہ ثابت کر دیا کہ عیسائیوں کی مشرقی روم کی سلطنت عالم اسلام میں مسیحوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ پھر جب 470 ہجری میں ایشیائے کوچک میں سلیمان بن قتلمش نے سلجوقی سلطنت کی بنیاد رکھی تو یورپ میں صلیبی جنگوں کا خیال اور بھی پختہ ہو گیا۔ اسلم جیرا جپوری نے سٹیون رنسیمان کی طرح یہ تو نہیں بتایا کہ عراق شام اور ایران میں سلجوقیوں کی سالہا سال کی خانہ جنگیوں اور عباسیوں اور فاطمیوں کی نوشاہی عداوت کی وجہ سے پانچویں صدی ہجری کے دوسرے نصف میں عالم اسلام میں اس قدر ضعف آ گیا تھا۔ کہ اس کی حیثیت بیرونی قوت کے لئے ایک تر نوالہ کی سی تھی۔ تاہم جیرا جپوری کے مطابق بیت المقدس پر صلیبیوں کے قبضہ کا بیان مختصرا" یہ ہے کہ "آل سلجوق نے جب قونیہ میں سلطنت قائم کر لی اور ایشیائے کوچک سے رومیوں کا تسلط اٹھا دیا تو ایک راہب پطرس نامی

Marfat.com

پاپائے روم اور پانس کے پاس فریاد لیکر پہنچا۔ اس نے اہل یورپ کو مذہب کے نام سے، ارض مقدس کے نام سے اور آثار مسیح کی حفاظت کے لئے برانگیختہ کیا اور ان کے دلوں کو مسلمانوں کے خلاف غیض و غضب سے بھر دیا۔ چنانچہ 488 ہجری مطابق 1096ء میں اگست کے مہینے میں وہاں سے صلیبی فدائی بہت بڑی تعداد میں روانہ ہوئے۔ آگے آگے پطرس راہب تھا مگر اس جمعیت کا نظام فوجی نہیں تھا۔ راستہ میں انہوں نے جابجا لوٹ مار کی جس کی وجہ سے بلغاریہ اور ہنگری کے باشندوں کے ساتھ لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے زیادہ تر ہلاک ہو گئے بقیہ جب ایشیائے کوچک میں داخل ہوئے تو ان کو سلطان قلیج ارسلان (485 ہجری /500 ہجری -1092ء /1106ء) کی فوجوں نے ختم کر دیا۔ ایک بھی بچ کر واپس نہ جا سکا۔ اس ناکامی کے بعد اہل یورپ نے دوسرے حملہ کا سامان کیا۔ اس میں تین لشکر شامل تھے۔

1- پہلا لشکر فرانسیسیوں کا تھا جس کا سردار گاڈ فرے ڈیوک ڈی لورین تھا اس کے ساتھ فرانس اور آسٹریا کے متعدد امراء فوج تھے۔

2- دوسری فوج فلپ شاہ فرانس کے بھائی ہیو آف ارمانڈو کی ماتحتی میں تھی۔

3- تیسرا گروہ خود روم سے تیار ہوا تھا ان کا سرکردہ بو ہمیند تھا جو اطالیہ کے مقام تارانت کا رئیس تھا۔

یہ تینوں جماعتیں جن کی مجموعی تعداد سات لاکھ سے کم نہ تھی مصیبتیں اٹھاتی ہوئی قسطنطنیہ سے آبنائے باسفورس کو عبور کر کے ایشیا میں پہنچیں۔ سلطان مقابلہ نہ کر سکا۔ انہوں نے آ کر قونیہ کا محاصرہ کر لیا۔ تقریبا" 50 دن کے بعد یہ شہران کے سپرد کیا گیا۔ اس کے بعد ان میں نااتفاقی پیدا ہو گئی۔ جس کی وجہ سے باہمی خلفشار ہوا اور بہت سے ہلاک ہو گئے ان میں سے ایک امیر بالڈوین (Bold Win) نامی جدا ہو کر جزیرہ فراقیہ کی طرف آیا اور مقام رہا پر قابض ہو گیا۔ بقیہ انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ وہاں کا حاکم امیر باغسیان تھا۔ اس نے مقابلہ کیا اور نہایت شجاعت دکھائی۔ پورے نو مہینے تک صلیبی محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے اور کچھ نہ کر سکے۔ آخر میں ایک برج کے محافظ کو رشوت دیکر ملا لیا جس کی وجہ سے اندر داخل ہو گئے۔ دوران محاصرہ میں ان لوگوں نے امراء دمشق اور حلب کو خطوط لکھے کہ ہم صرف ان شہروں کے خواہاں ہیں جو رومیوں کے تھے۔ آپ سے ہم کو کوئی

Marfat.com

واسطہ نہیں ہے۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ یہ لوگ اہل انطاکیہ کی مدد کو نہ آئیں۔ چنانچہ ان سادہ لوحوں نے یہی کیا۔ فتح انطاکیہ کے بعد معرۃ النعمان پر قبضہ کیا۔ پھر بیت المقدس کی طرف بڑھے۔ یہ شہر آل سلجوق کی حکومت میں تھا۔ لیکن فاطمیوں نے ان کو صلیبیوں کے مقابلے میں مشغول پا کر اپنے امیر افضل بن بدر جمالی کو بھیج کر قبضہ کر لیا تھا۔ تقریباً" ڈیڑھ ماہ کے محاصرہ کے بعد یہ صلیبیوں کے ہاتھ میں چلا گیا اور وہ 23 شعبان 492 ہجری کو اس میں داخل ہو گئے۔ باشندوں کو بے دریغ تہہ تیغ کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ نالہ و فریاد کناں قاضی ابو سعید کے ساتھ بغداد پہنچے۔ وہاں ان خونی مظالم کو سنا کر امداد طلب کی۔ اس زمانہ میں برکیاروق اور سلطان محمد باہمی جنگ میں مشغول تھے۔ اس وجہ سے ان مظلوموں کو کوئی مدد نہ مل سکی۔ فرنگیوں نے گاڈ فرے کو بیت المقدس کا بادشاہ بنایا لیکن اس نے اپنا لقب صرف محافظ منبر مسیح رکھا اور تھوڑے دنوں کے بعد 1100ء میں انتقال کر گیا۔ اس کا بھائی بالڈوین رہا سے آ کر اس کا جانشین ہوا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے بالڈوین برگ (Berg Bald Win) کو چھوڑا جو عربی تواریخ میں بردویل لکھا جاتا ہے۔ اب اسلامی ممالک کے وسط میں اہل یورپ کی متعدد حکومتیں قائم ہو گئیں۔ بیت المقدس' انطاکیہ اور رہا وغیرہ۔ ان سب میں محترم بیت المقدس کی ریاست تھی!" علامہ جیرا جپوری نے اپنے اس بیان میں یہ تو بتایا ہے کہ کس طرح والی انطاکیہ باغیسان نے بڑی بہادری سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس طرح سپہ سالار سلجوقیہ' اہل شہر کو محاصرے میں چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا اور راستہ میں ایک آدمی اسے قتل کر کے اس کا سر عیسائیوں کے پاس انطاکیہ لے آیا تھا۔ اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ سواحل شام پر عیسائیوں کی اس پیش قدمی کے دوران سلجوقیوں نے ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی اور نہ ہی یہ بتایا ہے کہ فاطمیوں نے تقریباً" ہر شہر کے دفاع کے لئے عیسائیوں کا مقابلہ کیا تھا جبکہ ایک سلجوقی شہزادہ بکتاش بن تتش عیسائیوں سے مل گیا تھا۔

ابن خلدون یورپ کی ان جنگوں کے بیان میں لکھتا ہے کہ "انہی برسوں میں جبکہ بیت المقدس پر امیر سقمان بن ارتق ترکمانی مامور تھا۔ عیسائیوں نے ملک شام کی طرف قدم بڑھائے۔ صلیبیوں (کروسیڈروں) کی جماعت رفتہ رفتہ قسطنطنیہ پہنچی اور اس کی خلیج کو عبور کیا۔ والئی قسطنطنیہ نے اس خیال سے کہ صلیبی لیڈر اس کے اور امراء سلجوقیہ و ترک

Marfat.com

والیان شام کے بیچ میں پڑ جائیں۔ صلیبیوں کو اپنے ملک سے راہ دیدی۔ چنانچہ عیسائیوں نے پہلے انطاکیہ پر پہنچ کر لڑائی شروع کی اور اسے باغیسان سپہ سالار سلجوقیہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ باغیسان انطاکیہ کو حریف مقابل کے محاصرے میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ کسی ارمنی نے اثنا راہ میں مار ڈالا۔ اور سر اتار کر عیسائیوں کے پاس انطاکیہ میں لے آیا۔ اس واقعہ سے لشکر شام پر عیسائیوں کے رعب داب کا سکہ بیٹھ گیا۔ تاہم امیر کربوقا والئی موصل صلیبیوں سے بدلہ لینے کے لئے نکلا اور مرج دابق پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ دقاق بن تتش، سقمان بن ارتق، طغرل تکین اتابک والی حمص اور ارسلان تاش والی سنجار بھی آ آ کر کربوقا کے پاس جمع ہوئے۔ گرد و نواح کے ترکوں اور عربوں کو جمع کر کے فوجیں تیار کیں۔ اور انطاکیہ پر عیسائیوں کے تیرہ دن کے قبضہ کے بعد اس شہر کو واگذار کرانے کے لئے کوچ کیا۔ عیسائیوں نے بھی چاروں طرف سے عیسائی مجاہدوں کو جمع کر لیا۔ یورپ کے بڑے بڑے بادشاہ اس جنگ میں شریک تھے۔ ان سب کا سردار یہمیند نامی ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ انطاکیہ کے نزدیک بڑی خونریز لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ ہزاروں مسلمانوں کو صلیبیوں نے تہہ تیغ کیا اور ان کے لشکر گاہ پر قبضہ کر کے معرۃ النعمان کی جانب بڑھے۔ ایک مدت تک اس پر محاصرہ کئے رہے بالاخر اس کے حلیف و انصار اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تقریباً ایک لاکھ مسلمان کام آئے اور ابن منقذ نے شیزر دیکر عیسائیوں سے مصالحت کی۔ اس مصالحت کے بعد عیسائیوں نے عکہ پر پہنچ کر محاصرہ کیا۔ مدتوں عکہ فتح نہ ہوا۔ ترکوں کی فوج کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی پر آشوب زمانہ میں اہل مصر کو سلجوقیہ اور ترکوں کو زیر کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ وزیر السلطنت افضل بن بدر جمالی فوجیں مرتب کر کے بیت المقدس کو واپس لینے کے لئے روانہ ہوا۔ بیت المقدس پہنچ کر محاصرہ کیا۔ بیت المقدس میں ان دنوں سقمان اور ابوالغازی پسران ارتق اور اس کا بھتیجا یاقوتی اور چچازاد بھائی سونج موجود تھے۔ افضل چالیس روز تک محاصرہ کئے رہا۔ اس کے بعد وہ 489 ہجری میں امان کے ساتھ فتح ہو گیا۔ افضل نے فتح کے بعد سقمان، ابوالغازی اور ان کے ساتھیوں سے اچھا سلوک کیا اور انہیں اجازت دی کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ سقمان الرہا چلا گیا۔ اور ابوالغازی نے عراق کا راستہ لیا۔ افضل کی اس بھاری فتحیابی کے بعد صلیبیوں نے بیت المقدس کا قصد کیا۔

Marfat.com

چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے اور 23 شعبان 492 ہجری کو شہر میں داخل ہوئے۔ ہفتوں عام خونریزی اور کشت و خون کا ہنگامہ اور بازار جاری رہا۔ مسلمانوں نے محراب داؤد علیہ السلام میں جا کر پناہ لی اور یہ سمجھ کر وہاں جا چھپے تھے کہ شاید اب خونریزی اور قتل سے ہم بچ جائینگے۔ مگر انہیں وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ عیسائی فوجوں نے پہلے انہیں امان دی اور جب انہوں نے دروازہ کھولا تو قتل کرنے لگے۔ مسجد اقصیٰ اور صخرہ میں ستر ہزار مسلمان شہید کئے گئے۔ مسجد اقصیٰ کی چالیس قندیلیں جو نقرئی تھیں جو تین تین ہزار اور چھ چھ سو درہم وزن کی تھیں اور ایک تنور نقرئی (جو وزن میں چالیس رطل شامی تھا) اور اک سو پچاس قندیلیں طلائی لوٹ لیں جو لوگ عیسائیوں کی اس عام خونریزی سے کسی نہ کسی طرح بچ گئے تھے وہ روتے پیٹتے بغداد میں خلیفہ مستظہر کے پاس پہنچے۔ خلیفہ نے سربرآوردہ علماء کے ایک گروہ کو سلطان برکیاروق اور اس کے بھائیوں محمد اور سنجر کے پاس مسلمانوں کی امداد کی درخواست کرنے کی غرض سے بھیجا۔ لیکن سلاطین سلجوقیہ میں باہمی نزاعات اور مخالفت کی وجہ سے اس قدر قوت باقی نہ رہی تھی کہ عیسائی صلیبیوں کے مقابلہ پر تلوار اٹھا سکتے۔ چارو ناچار علماء کا وفد ناکام واپس آیا------

"دولت فاطمیہ کے وزیر السلطنت افضل بن بدر جمالی امیرالجیوش نے عیسائی صلیبیوں کو بیت المقدس سے نکالنے کے قصد سے کوچ کیا۔ عیسائی فوجیں بھی افضل کے لشکر سے مقابل ہونے کے لئے بڑھیں اور اچانک حملہ کر کے انہیں پسپا کر دیا۔ مصری لشکر کا ایک گروہ متفرق و منتشر ہو کر گولروں کے گنجان باغ میں جا چھپا۔ عیسائیوں نے آگ لگا دی۔ سب کے سب جل گئے اور جو گھبرا کر باغ سے باہر نکلا اسے عیسائیوں نے بے دریغ قتل کر ڈالا۔ اس ہوش ربا واقعہ کے بعد عیسائی فوجیں عسقلان کی طرف لوٹیں اور پہنچتے ہی محاصرہ کیا۔ بیس ہزار دینار بطور تاوان لے کر واپس ہوئیں ----- 496 ہجری میں وزیر السلطنت افضل نے پھر مصری لشکر شام کی جانب بھیجا۔ سپہ سالار اس کے باپ کا ایک غلام سعدالدولہ طواشی تھا۔ رملہ اور یافہ کے راہبان عیسائی صلیبیوں سے معرکہ آرائی ہوئی۔ عیسائیوں کے سردار کا نام بالڈوین (بردویل) تھا۔ پہلے ہی حملہ میں عیسائیوں نے مصری لشکر کو شکست دیدی۔ سعدالدولہ مارا گیا۔ افضل کو پتہ چلا تو اس نے اپنے بیٹے شرف المعالی کی سرکردگی میں فوج بھیجی۔ رملہ کے قریب مڈ بھیڑ ہوئی۔ شرف المعالی نے عیسائیوں کو شکست

Marfat.com

دی۔ بالڈوین بخوف گرفتاری و قتل گنجان درختوں میں چھپ رہا اور جب لڑائی کا ہنگامہ ختم ہوا تو چند عیسائی سرداروں کے ساتھ نکل کر چپکے سے رملہ چلا گیا۔ شرف المعالی نے پندرہ دن تک رملہ کا محاصرہ کیا آخرکار بزور تیغ اسے فتح کر لیا گیا۔ چار سو عیسائیوں کو تہہ تیغ کیا اور تین سو عیسائی سرداروں کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔ بالڈوین اس لڑائی میں بھی بال بال بچ گیا۔ بھاگ کر یافا پہنچا۔ اتفاق سے ان دنوں عیسائی زائروں کا ایک گروہ بیت المقدس کی زیارت کو تیار ہوا تھا۔ بالڈوین نے ان کو صلیبی لڑائیوں کے بارے میں بتا کر لڑائی کی ترغیب دی اور جب وہ تیار ہو گئے تو وہ عسقلان کی جانب بڑھا۔ شرف المعالی یہ خبر سن کر اپنے باپ افضل کے پاس چلا گیا اور عیسائیوں نے لڑائی کے بغیر عسقلان پر قبضہ کر لیا۔ شرف المعالی نے بری اور بحری فوجیں تیار کیں۔ اپنے باپ کے نامور غلام تاج العجم کو عظیم فوج کے ساتھ براستہ خشکی عیسائیوں کے مقابلے پر عسقلان روانہ کیا اور قاضی ابن قادوس کی ماتحتی میں جنگی کشتیوں کا بیڑہ یافا کی جانب بھیجا۔ چنانچہ تاج العجم نے عسقلان کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ قاضی قادوس نے تاج العجم کو کہلا بھیجا۔ آؤ ہم تم متفق ہو کر عیسائیوں پر حملہ کریں۔ تاج العجم نے انکاری جواب دیا۔ افضل امیرالجیوش کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ افضل نے اسی وقت قاضی ابن قادوس کو تاج العجم کو گرفتار کر لینے کو بھیجا اور اپنے غلاموں میں سے جمال الملک کو عسقلان کی جانب روانہ کیا اور عساکر شام کی سرداری بھی اس کو دی ---- 496 ہجری میں مصری اور عیسائی فوجوں میں باہم کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہوئی۔ 497 ہجری میں وزیر السلطنت افضل نے اپنے دوسرے بیٹے سناء الملک حسین کو عیسائیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا اور جمال الملک کو اس کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سناء الملک پانچ ہزار فوج کی جمعیت سے عیسائیوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ طغتکین اتابک والئی دمشق سے کمک طلب کی۔ طغتکین نے 1300 سوار بھیج دئے۔ عسقلان اور یافا کے درمیان اس فوج کا عیسائی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ جانبین کے ہزارہا آدمی کام آئے۔ اس کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے سے خود بخود علیحدہ ہو گئے عساکر مصر نے عسقلان اور دمشق کے جانب مراجعت کی۔ اس لڑائی سے ایک سال قبل یعنی 497 ہجری میں بکتاش بن تتش عیسائیوں سے مل گیا تھا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ طغتکین نے اپنے دوسرے بھتیجے دقاق بن تتش کو حکومت کی کرسی پر بٹھانے کا قصد کیا تھا۔ بکتاش کے

Marfat.com

لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی اس لئے وہ عیسائیوں سے جا ملا تھا۔

"ذی الحجہ 503 میں عیسائیوں کی فوجوں نے طرابلس (صوبہ لبنان کی ایک بندر گاہ) کو فتح کر لیا۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ ہزارہا قید و گرفتار کیے گئے۔ والئی طرابلس نے شہر فتح ہونے سے قبل اپنے چند سرداران لشکر کے ساتھ امان حاصل کر لی تھی اور اس واقعہ جانکاہ سے پہلے دمشق چلا گیا تھا۔۔۔۔۔ 504 ہجری میں دولت فاطمیہ کے والی عسقلان شمس الخلافہ نے عیسائی بادشاہ بالڈوین کی ترغیب پر علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ اس نے مصری فوجیوں کو نکال دیا۔ چونکہ وہ اہل عسقلان کی جانب سے بھی مشکوک ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی فوج میں آرمینیوں کو کثرت سے داخل کر لیا۔ اہل عسقلان کو اس سے نفرت ہوئی۔ سب نے متفق ہو کر حملہ کر دیا اور گرفتار کر کے قتل کر ڈالا ---- اس واقعہ کے بعد عیسائی بادشاہ نے بیت المقدس کے شہر صور پر حملہ کیا۔ صور بھی خلافت علویہ کے مقبوضات میں داخل تھا۔ عزالملک الاغر نامی اس شہر کا والی تھا۔ آرمینیوں کا لشکر اس کی محافظت کر رہا تھا۔ عیسائیوں نے اس شہر پر چاروں طرف سے محاصرہ ڈال کر لڑائی شروع کر دی۔ اہل صور نے طغتکین والی دمشق سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ طغتکین اتابک اہل صور کی کمک پر آیا۔ مدتوں حصار اور لڑائی کا سلسلہ جاری اور قائم رہا۔ اتنے میں تیاری فصل کا زمانہ آ گیا عیسائی بادشاہ اس خوف سے کہ طغتکین والئی دمشق عیسائی مقبوضات کے تیار شدہ فصل کو لوٹ نہ لے محاصرہ اٹھا کر عکہ چلا گیا۔۔۔۔۔ پھر ماہ ذی الحجہ 511 ہجری میں بالڈوین بادشاہ بیت المقدس نے مصر پر چڑھائی کی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا تینس تک پہنچا۔ ایک روز تیرنے کی غرض سے دریائے نیل میں اترا موت کا وقت قریب آ گیا تھا۔ پرانے زخم ہرے ہو گئے۔ مجبوراً" بیت المقدس کی جانب مراجعت کی۔ چنانچہ بیت المقدس پہنچ کر مرگیا۔ بیت المقدس کی بادشاہی کی وصیت قمص والئی الرہا کے حق میں کر گیا[12]" اس وقت تک عیسائیوں نے کل سواحل شام پر قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ اگر اس وقت ملوک سلجوقیہ میں خانہ جنگیاں اور باہمی نزاعات پیدا نہ ہو گئے ہوتے تو ان لوگوں نے عیسائیوں سے بلاد شام کو واپس لے لیا ہوتا جن پر وہ قابض ہو گئے تھے۔

جلال الدین سیوطی نے اپنے مخصوص انداز میں بلاد اسلامیہ پر صلیبیوں کے قبضہ کا بڑے دکھ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "490 ہجری میں سلطان ارسلان ارغون بن

Marfat.com

الپ ارسلان والئی خراسان قتل ہوا اور سلطان برکیاروق اس کے تمام ملک پر قابض ہو گیا اور سب اس کے مطیع و فرمان بردار ہو گئے۔ اسی سال میں حلب' انطاکیہ' معرۃ اور شیزر میں ایک ماہ تک عبیدی (یعنی فاطمی خلیفہ) کے نام کا خطبہ پڑھا گیا مگر بعد ازاں پھر عباسیوں کے نام کا ہی خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اسی سال فرنگیوں نے شہر نیقیہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ سب سے پہلا شہر تھا جو ان کے قبضہ میں آیا۔ وہاں سے بڑھتے ہوئے یہ کفرطاب تک پہنچے اور اس کے گرد و نواح کو خوب لوٹا۔ فرنگیوں کی ملک شام پر یہ پہلی پیش قدمی تھی جو انہوں نے بحر قسطنطنیہ کے راستے ایک بڑی فوج کے ساتھ کی تھی۔ بادشاہ اور رعایا میں اس سے سخت اضطراب پھیل گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب والئی مصر نے سلجوقیوں کی قوت اور ان کے شام پر غلبہ کو دیکھا تو فرنگیوں کو شام پر قبضہ کرنے کو بلا بھیجا۔ لیکن ہر طرف سے لوگ فرنگیوں پر ٹوٹ پڑے۔ - - - 492 ہجری میں فرنگیوں نے ڈیڑھ مہینے کے محاصرے کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا اور ستر (70) ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ جن میں بہت سے علماء عباد اور زہاد تھے۔ تمام مسجدوں کو ڈھا کر ویران کر دیا۔ اور یہودیوں کو ایک کنیسہ میں جمع کر کے جلا دیا۔ چوکس لوگوں نے بغداد میں آ کر پناہ لی اور وہاں کے ایسے واقعات بیان کئے جس سے آنسو نکل آئے۔ چونکہ بادشاہوں میں آپس میں اختلاف تھا' اس لئے فرنگیوں کے پاؤں شام میں جم گئے۔ ابیوردی نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے۔ ''ہم نے خون کو اشک ہائے الخیرہ کے ساتھ ملایا ہے۔ پس لڑائی میں ہمارا کوئی حیلہ باقی نہیں رہا۔ آدمی کا سب سے بڑا ہتھیار آنسو ہے جس کو وہ تلواروں کے ساتھ لڑائی تیز ہونے کے وقت بہاتا ہے۔ اے اہل اسلام خاموش ہو جاؤ تحقیق تمہارے پیچھے کئی جنگ آور ہیں جو گھوڑے کی سموں سے ہلاک کر دیں گے۔ اے آنکھ جو امن خوشی اور نرم و نازک شگوفہ باغ کے عیش کی طرح سو رہی ہے۔ اس آنکھ کو کس طرح نیند آئیگی۔ جس کی پلکوں میں گرد و غبار بھرا ہوا ہے۔ جو ہر سونے والے کو جگا دیتا ہے۔ تمہارے بھائیوں کی خوابگاہ شام میں یا گھوڑوں کی پیٹھوں پر ہیں یا کرگسوں کے پیٹ ہیں۔ رومی بد بخت تمہارے بھائیوں کو تکلیف دے رہے ہیں۔ اور تم دامن کشاں بے خوف ٹہل رہے ہو۔ بہت سے خون گرائے گئے اور بہت سی پری پیکران نے حسن کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے پردہ کر لیا۔ یہ واقعہ اس جگہ واقع ہوا۔ جہاں کہ چمکتی ہوئی سفید تلواریں سرخ ہو گئیں اور گندم گوں نیزوں کے

Marfat.com

بھالے رنگین ہو گئے۔ قریب ہے کہ اس خونریزی کے لئے ایک نرمی کرنے والا (مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں بلند آواز سے کہے گا کہ آل ہاشم۔ میں اپنی امت کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے نیزوں کو دشمنوں کی طرف جلدی نہیں لے جاتے۔ اور دین کے ستون ست پڑ گئے۔ ہلاکت کے خوف سے اپنی طرف آگ کھینچتے ہیں مگر عار اور شرم کو امر مستمر نہیں جانتے۔ کیا شجاعان عرب' اہل اسلام کی اذیت سے راضی ہو جائیں اور اپنی عمر کو عجم کے ماتحت ہو کر خواری سے سر کریں گے۔ کاش کہ اگر انہوں نے حریف کی عقیدت کے باعث اپنے آپ سے دشمن کو دفع نہیں کیا۔ کاش کہ اپنی عورتوں کی غیرت ہی انہیں اس بات پر آمادہ کرتی"۔[۳]

لیکن ابیوردی کی اس گریہ و زاری کا کسی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ "اسی سال سلطان محمد بن ملک نے اپنے بھائی سلطان برکیاروق پر فوج کشی کی اور اس پر غالب آیا۔ خلیفہ نے اس کو غیاث الدنیا والدین کا لقب عطا کیا۔ اور بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ لیکن بعد میں ان دونوں میں ناچاقی ہو گئی۔ 494 ہجری میں فرنگیوں نے شہر سروج' حیفا' ارسوف' اور قیساریہ فتح کر لیا۔ - - 503 ہجری میں فرنگیوں نے کئی سال کے محاصرے کے بعد طرابلس (صوبہ لبنان کی بندرگاہ) کو فتح کر لیا۔ 504 ہجری میں فرنگیوں نے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچائیں شام کا اکثر حصہ ان کے قبضہ میں آگیا۔ مسلمانوں نے ان سے صلح کرنی چاہی۔ مگر فرنگیوں نے نہ مانا آخر کار کئی ہزار دینار دیئے گئے۔ تب جا کر انہوں نے صلح کی مگر پھر بے ایمانی کر کے عہد توڑ دیا خدا ان پر لعنت کرے۔ - - 507 ہجری میں مودود شاہ موصل لشکر جرار لے کر فرنگیوں سے لڑنے کے لئے گیا۔ ایک سخت معرکے کے بعد وہ دمشق میں چلا آیا۔ ایک دن جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے گیا اچانک ایک باطنی نے وار کر کے اسے زخمی کیا۔ جس کے صدمے سے وہ اسی روز مر گیا۔ فرنگیوں کے بادشاہ نے خط بھیجا کہ جس امت کے ایک شخص نے اپنے بادشاہ کو جمعہ کے روز اپنے معبود کے گھر میں قتل کر دیا وہ اس لائق ہے کہ خدا تعالیٰ اسے نیست و نابود کرے"۔[۴]

سید امیر علی نے یورپ کے مہم جوؤں کی جانب سے صلیبی جنگیں شروع کرنے کی ابتداء کا ذکر کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ ایک مجنونانہ اور وحشیانہ فعل تھا۔ جس میں جان و مال کا بے انتہا نقصان ہوا۔ دوسری صلیبی جنگ کے نتیجہ میں فرنگیوں کے حق

Marfat.com

میں جو مثبت نتائج برآمد ہوئے وہ ان کے حق میں کوئی زیادہ فائدہ مند اور پائیدار ثابت نہ ہوئے۔ سید امیر علی لکھتا ہے کہ "1096ء میں یہ پہلا دستہ والٹر (گاتھیٹس) کنگال کی قیادت میں روانہ ہوا۔ لیکن راستے میں بلغاریہ کے عیسائیوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد پیٹر نامی ایک راہب نے دوسرے دستے کی قیادت کی جو چالیس ہزار مرد و عورتوں اور بچوں پر مشتعل تھا جن کا تعلق مختلف قوموں سے تھا اور جو مختلف زبانیں بولتے تھے۔ میلے دل (بلغاریہ کا شہر) پہنچ کر انہوں نے اپنے پیش رو دستے کا انتقام لینے کی خاطر اس شہر پر حملہ کر دیا اور یہاں کے سات ہزار باشندوں کا قتل عام کیا۔ اور ان پر ظلم و زیادتی کرنے میں کسی قسم کی کسر اٹھا نہ رکھی۔ پیٹر کے لشکر نے ہنگری اور بلغاریہ کو تاخت و تاراج کر کے صحرا میں تبدیل کر دیا۔ الیکسین (بادشاہ قسطنطنیہ) نے ان کو جہازوں کے ذریعے باسفورس کے قریب سے گذر جانے کی اجازت تو دے دی لیکن ان کو شہر میں داخل ہونے نہیں دیا۔ ایشیا میں پہنچ کر انہوں نے ظلم و زیادتی کا بازار گرم کر دیا۔

"سینباد کہتا ہے کہ انہوں نے ایسے مظالم ڈھائے جن پر فطرت بھی کانپ اٹھی۔ انہوں نے شیرخوار بچوں کو قتل کیا اور پھر ان کے ٹکڑے کر کے ہوا میں اڑا دئے۔ وہ تاخت و تاراج کرتے ہوئے شہر نیس (نیقیہ) کی فصیل تک پہنچ گئے۔ سلطان قلیج ارسلان داؤد نے پندرہ ہزار لشکر کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ ان کا سردار جس کا نام **ریجنلڈ** (Reginald) تھا۔ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ مسلمان ہو گیا۔ جبکہ باغیوں کو قتل کر کے ان کا صفایا کر دیا گیا۔

"تیسری مرتبہ جو ریلا آیا اس میں "انتہائی اجڈ اور وحشی قسم کے لوگ" شامل تھے ان کا سردار گاڈ شل نامی ایک جرمن راہب تھا۔ "انہوں نے اپنی بے ہوشی میں تاراجی' عصمت دری اور شراب نوشی کے سفاکانہ حق کو بھی شامل کر لیا تھا"۔ میشاد (Michaud) کے مطابق وہ انتہا درجہ کی ہوس گیری اور تشدد پر اتر آئے۔ "انہوں نے بدمعاشی کے وحشت ناک مناظر پیش کرتے وقت قسطنطنیہ اور یروشلم کو بھی بھلا دیا۔ اور وہ جہاں گئے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے نشانات چھوڑتے چلے گئے۔" ہنگری والے مسلح ہو کر ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ بلغراد کے میدان صلیبی مجاہدوں کی ہڈیوں کے ڈھانچوں سے پٹ گئے۔ اور گاڈشل کے جتھے کے صرف چند افراد ہی بچ سکے جنہوں نے واپس جا کر

Marfat.com

حالات کی خبر دی۔ چوتھی مرتبہ یہ پھر انگلینڈ' فرانس' فلینڈرز اور لورین کے علاقوں سے اٹھی۔ ملز ان کو "ایک اور وحشی اور تند خو جنگلیوں کا غول" قرار دیتا ہے۔ ترک تو ابھی دور تھے اسلئے انہوں نے یہودیوں کا ہی قتل عام شروع کر دیا۔ کولون میں اور دریائے رائن اور موزلے کے کناروں پر آباد دوسرے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں یہودیوں کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا گیا۔ صرف مینس (Mayence) میں سات سو کو ذبح کر ڈالا گیا۔ " مشتعل افراد کا یہ غول جنوب کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ اور راہ میں آنے والے علاقوں کو تباہ و برباد اور تاخت و تاراج کرتا چلا گیا"۔ لیکن میمبرگ کے مقام پر ہنگری کے ایک لشکر نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

"اگلے سال جاگیر دارانہ یورپ کے شہزادوں کی جانب سے ایک زیادہ منظم اور مربوط حملے کا اہتمام کیا گیا۔ انہوں نے بھی اپنے مشرق کی جانب سفر کے دوران اس طرح کی ظلم و زیادتی کو روا رکھا۔ بوئیلون کے گاڈ فرے کی قیادت میں یہ صلیبی مجاہدین قسطنطنیہ پہنچ گئے الیکسئس (Alexius) بادشاہ قسطنطنیہ نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے ان کے حملے کا رخ قسطنطنیہ کی طرف سے موڑ دیا۔ اس نے ان غیر پسندیدہ افراد کو باسفورس کے بحری راستے سے گذر جانے دیا۔ مئی 1097ء میں یہ صلیبی مجاہدین نیس (نیقیہ) کے میدانوں میں جمع ہو گئے۔ ان کی تعداد سات لاکھ تھی۔ وہ اس قدر طاقتور اور کثیر تعداد میں تھے کہ ان کے مقابلے میں سلجوقیوں کا کوئی بھی لشکر میدان میں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ سلطان کے دارالحکومت نیس (نیقیہ) کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔ الیکسئس نے سلجوق فرمانروا کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ شہر کو اس کے حوالے کر دے۔ جب مذہبی جنونیوں کے اس غول نے قلعہ پر الیکسئس کا جھنڈا لہراتے دیکھا تو یہ پریشان ہو گئے۔ اس طرح یہ شہر تباہ ہونے سے بچ گیا۔ نیس (نیقیہ) سے یہ صلیبی مجاہدین انطاکیہ پہنچ گئے۔ ایشیا سے گزرتے ہوئے انہوں نے راہ میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ انطاکیہ کا محاصرہ نو مہینے تک جاری رہا۔ ضروریات زندگی نایاب ہو گئیں اور صلیبی مجاہدین مردم خوری پر اتر آئے۔ ملز (Mills) کے مطابق "سڑی ہوئی لاشوں کو بظاہر تو ڈھانپ دیا جاتا تھا مگر خفیہ طور پر انسانی گوشت کھایا جاتا تھا"۔ لاشوں کو مسخ کرنے کا کام کھیل کے طور پر کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مقابلہ میں دو ہزار ترک مارے گئے۔ ان کے سروں کو کاٹا گیا۔ اور پھر ان کی

Marfat.com

فخریہ تشہیر کی گئی۔ بعض سروں کو نیزوں پر لٹکایا گیا اور بعض کو اچھال کر شہر کے اندر پھینک دیا گیا۔ ایک اور موقع پر انہوں نے مسلمانوں کی لاشوں کو قبروں سے باہر نکال لیا اور روتے ہوئے شہریوں کے سامنے پندرہ سو سروں کی تشہیر کی گئی۔ ییشاد لکھتا ہے کہ "سلجوقی امیر کا بیٹا جو انطاکیہ کا حاکم تھا صلیبی مجاہدین کے قبضے میں آگیا۔ انہوں نے اسے یرغمال بنا لیااور اس کے اہل خاندان سے مطالبہ کیا کہ اس کے بدلے شہر کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ جب ان کا یہ مطالبہ رد کر دیا گیا تو انہوں نے اس جوان پر سخت وحشیانہ تشدد کیا۔ ایک ماہ تک ہر روز اسے نئی سے نئی ایذائیں دی جاتی رہیں آخرکار وہ اسے ایک برج کے نیچے لے گئے اور اس کے والدین اور دوسرے شہریوں کی نظروں کے سامنے ذبح کر ڈالا"۔ ظلم و جبر میں کسی کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ چنانچہ حملہ آوروں نے خود کو وحشیانہ جذبات کے حوالے کر دیا۔ ایک مصنف لکھتا ہے کہ "کبھی غیر مذہبی جنگوں کی تاریخ میں بھی ایسے ہولناک اور ہوس گیر مناظر دیکھنے میں نہیں آئے"۔ ییشاد لکھتا ہے کہ "اگر ہم عصر مؤرخوں کو درست سمجھا جائے تو بدنام ببلون کی تمام برائیاں ارض مقدس کو آزاد کرانے والوں میں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں"۔ بچاؤ کی ایک کوشش کی گئی۔ لیکن وہ ایک سلجوقی سپہ سالار جس کا نام کربوقا تھا' کی نااہلی اور شہزادوں اور امراء کے ساتھ اس کی بدسلوکی کی نذر ہو گئی۔ تاہم انطاکیہ کا سقوط بالاخر غداری کے سبب ہوا۔ ایک تو آرمنی غدار جسکا نام فیروز تھا اور جسے عرب بہروز کہتے تھے' اس نے رات کے وقت ایک رسی کو نیچے لٹکایا۔ جس کے ذریعہ صلیبی مجاہدین اوپر چڑھ آئے۔ بعض برجوں پر قبضہ کر لیا اور محافظوں کو مار ڈالا گیا۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا۔ اور تمام فوج شہر میں نعرے لگاتی ہوئی داخل ہو گئی۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ ملز لکھتا ہے کہ "بوڑھوں کی عزت' جوانوں کی لاچارگی اور صنف نازک کی خوبصورتی کسی بھی بات کا لاطینی درندوں نے لحاظ نہ کیا' گھروں کے تقدس پامال ہو چکا تھا اور مسجد کا منظر جبرو تشدد کی نئی آلودگیوں کا مظاہرہ پیش کر رہا تھا۔ سنگ مرمر کے محل سے لیکر تنگ و تاریک کوٹھڑی تک رہائش کی تمام جگہیں کھنڈرات میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ تنگ گلیاں اور کشادہ چوراہے سب میں انسانی خون بہہ رہا تھا۔ انطاکیہ کے قتل عام میں مارے جانے والوں کے بارے میں کم سے کم اندازہ دس ہزار افراد کا ہے۔

"مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے بعد بھی حملہ آوروں نے ظلم و زیادتی میں کوئی کسر

Marfat.com

اٹھا نہ رکھی۔ انہوں نے انطاکیہ سے معرۃ النعمان کا رخ کیا جو شام کا بہت گنجان آباد اور خوشحال شہر تھا۔ انہوں نے اس کو بھی فتح کر لیا۔ یہاں انہوں نے ایک لاکھ افراد کو قتل کیا۔ "جب تک تشدد اور درندگی کا بازار گرم رہا۔ گلیوں میں خون بہتا رہا" اس کے بعد قیدیوں کا جائزہ لیا گیا۔ ملز لکھتا ہے کہ "جو بہت صحت مند اور خوبصورت تھے انہیں انطاکیہ کی غلاموں کی منڈی کیلئے رکھ لیا گیا مگر جو سن رسیدہ تھے یا کمزور تھے۔ انہیں جبرو تشدد کی قربان گاہ پر ذبح کر دیا گیا"۔ معرۃ میں بھی مردم خوری کا بازار گرم ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ "عیسائی کیمپ میں انسانی گوشت کو کھلے عام فروخت کیلئے رکھا گیا"۔ معرۃ سے صلیبی پیشقدمی کرتے ہوئے یروشلم پہنچے اور اس پر بھی بہت جلد قبضہ کر لیا گیا۔ بیشاد یہاں پر کیے گئے قتل عام کا نقشہ یوں پیش کرتا ہے کہ "مسلمانوں کا قتل عام گلیوں' بازاروں اور گھروں میں ہر جگہ کیا گیا۔ اور مقتولوں کیلئے یروشلم میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ بعض موت کے خوف سے بھاگے اور خود کو فصیل کی برجیوں سے نیچے گرا لیا۔ اور ختم ہو گئے۔ بہت سے پناہ لینے کیلئے محلوں اور برجوں میں جمع ہو گئے۔ بہت سے مسجدوں میں جا کر جمع ہو گئے۔ جہاں پر کہ وہ خود کو پیچھا کرنے والے عیسائیوں سے بالکل پوشیدہ نہ کر سکتے تھے۔ صلیبی مجاہدین نے مسجد عمر پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں ایسے ہولناک مناظر پیش کیے کہ جن کے سامنے ٹائٹس کی فتح کے مناظر ہیچ تھے۔ پیادوں اور سواروں نے بھاگتے ہوؤں کا پیچھا کیا۔ اس افرا تفری کے عالم میں مرنے والوں کی چیخ و پکار ہی سنائی دیتی تھی۔ فاتح لشکری بھاگنے کی ناکام کوشش کرنے والوں کا پیچھا کرتے ہوئے لاشوں کے ڈھیروں کو کچلتے ہوئے گذر جاتے تھے۔ رے مانڈ ڈی اگائلز جو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے لکھتا ہے کہ "مسجد کے دالان میں گھٹنے گھٹنے خون بہہ رہا تھا۔ جو کہ گھوڑے کی زین تک کو چھوتا تھا"۔ یہ قتل و غارت گری کا سلسلہ اس وقت کچھ دیر کیلئے رکا جب صلیبیوں نے اس فتح پر شکرانہ کی دعا کی۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ان سب کو جان سے مار دیا گیا۔ مسلمان خود کو برجوں اور مکانوں کی چھتوں پر سے گرانے پر مجبور ہو گئے۔ ان کو زندہ جلا دیا گیا۔ جانیں بچا کر بھاگنے والوں کو پکڑ لایا گیا اور ان کو لاشوں کے ڈھیر پر ذبح کر کے پھینک دیا گیا۔ نہ تو عورتوں کی آنکھوں میں آنسو' نہ ہی بچوں کی چیخ و پکار اور نہ ہی اس جگہ کا منظر جہاں یسوع مسیح نے خود کو صلیب پر چڑھانے والوں کو معاف کیا تھا ان فاتحین کے جذبات کو ٹھنڈا کر سکے"۔

Marfat.com

ایک اور مصنف لکھتا ہے کہ "فیصلہ کیا گیا کہ مسلمانوں پر کوئی رحم نہ کیا جائے۔ چنانچہ مفتوح لوگوں کو پکڑ پکڑ کر ایک جگہ جمع کیا گیا اور پھر شکار کی طرح مار ڈالا گیا۔ عورتیں اور شیرخوار بچے' لڑکیاں اور لڑکے سب ذبح کر دئے گئے۔ چوراہوں' گلیوں اور یہاں تک کہ یروشلم کی غیرآباد جگہوں پر ایک بار پھر مردوں' عورتوں اور ان کے بچوں کے جسموں کے ٹکڑوں سے انبار لگ گئے۔ کوئی دل جذبات سے مغلوب نہ ہوا اور کسی میں رحم پیدا نہ ہوا "۔ شہر میں ستر ہزار سے زائد افراد لقمہ اجل بنے۔ یہودیوں کو خصوصی تشدد کا نشانہ بنانے کے لئے علیحدہ رکھ لیا گیا تاکہ انہیں عبرتناک سزا دی جا سکے۔ انہیں ان کی عبادت گاہوں میں بند کر کے آگ لگا دی گئی۔ یہ سب شعلوں کی نذر ہو گئے۔ بیشاد لکھتا ہے کہ "ہم عصر عیسائی مورخ ان ہولناک مناظر کو بڑے تحمل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ "کسی واقعہ کی بہت ہی حقارت آمیز تفصیل کو بیان کرتے ہوئے بھی وہ خوف یا رحم کا اظہار نہیں کرتے"۔ گاڈ فرے کو بیت المقدس کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ ایک سال بعد اس کی جگہ بالڈوین یہاں کا بادشاہ بنا۔ جس نے قیساریہ کا محاصرہ کیا۔ بڑی بہادری سے مزاحمت کرنے کے بعد محصورین نے باعزت شرائط پر' جنہیں منظور کیا گیا تھا اب شکست تسلیم کر لی۔ شہر کے دروازے کھول دئے گئے۔ لیکن فرنگی جب شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے ان کے شکست مان لینے کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور نہتے عوام کا قتل عام شروع کر دیا جن کا اب کوئی دفاع نہیں رہا تھا"۔ طرابلس' طائر اور سیدون (لبنان کی بندرگاہیں) میں یہی کچھ کیا گیا۔ اس دور میں سواحل شام پر واقع شہر بڑے خوشحال تھے۔ ناصری خسرو جس پہلے شہر کا ذکر کرتا ہے وہ بے حد خوبصورت تھا۔ اس کے گردو نواح میں واقع دیہاتوں میں گندم کے بھرے کھیتوں' انگور کے باغوں' گنے کے ہرے بھرے کھیتوں اور سنگتروں' مالٹوں' کھجوروں اور دوسرے پھلوں کے باغ کثرت سے موجود تھے۔ شہر بذات خود بڑا عالیشان اور گنجان تھا۔ یہاں کے مکان بلندی میں چار' پانچ بلکہ چھ منزلہ تک جاتے تھے۔ ان کے ساتھ دکانیں بھی تھیں جو محلوں کی طرح لگتی تھیں۔ آسائش کا طرح طرح کا سامان موجود تھا چوراہوں اور سڑکوں پر بازاروں میں کھانے پینے کی دکانیں تھیں اور فوارے چلتے تھے۔ اس کی بڑی مسجد سنگ مرمر کی شاندار عمارت تھی جسے نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں ایک لائبریری' ایک مشہور درسگاہ اور ایک کاغذ تیار کرنے کا کارخانہ بھی تھا۔ جو سمرقند جیسا عمدہ

Marfat.com

کاغذ تیار کرتا تھا۔ 1109ء میں صلیبیوں نے ٹانسرڈ کی قیادت میں پیسان بحری بیڑے کی مدد سے اس جگہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے باشندوں کی طرف سے کئی ماہ تک بہادری سے دفاع کیا۔ آخرکار اس پر قبضہ ہو گیا اور یہاں کے باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لائبریری' درسگاہ اور کارخانہ کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ فلسطین اور شام کے بعض حصے اسی طرح فرنگیوں کے قبضے میں چلے گئے۔ انہوں نے یہاں اپنی طرز کے جاگیرداری ادارے قائم کئے۔ مسلم آبادی کو غلام بنا لیا گیا۔ عدالتی طریق کار کی جگہ لڑائی جھگڑے نے لے لی اور جس طرح اس وقت یورپ میں ہوتا تھا۔ غلاموں کو زنجیروں میں جکڑ کر بازاروں میں گھسیٹا جاتا تھا۔ امیر اسامہ کچھ سال بعد یہاں آیا اور ان بیچاروں میں سے بعض کا معاوضہ ادا کر کے چھڑا کر لے گیا۔ اس کے بیان کے مطابق ٹمپلرز میں پھر بھی کچھ تمیز کا شائبہ موجود تھا لیکن یہ نئے آنے والے تو بالکل وحشی تھے۔ اس کے بیان میں صلیبیوں کی اخلاقی گراوٹ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس سے ان کی سنگدلی' تند خوئی اور بدکرداری کا پتہ چلتا ہے"۔[۵]

سید امیر علی نے صلیبیوں کی درندگی و وحشت کے بارے میں مختصراً" جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تائید مشرق و مغرب کے بہت سے مؤرخین سے ہوتی ہے۔ اگرچہ صلیبیوں نے اپنی یہ درندہ صفت کاروائیاں مذہب کا پرچم لہرا کر کی تھیں۔ لیکن ان کا یہ فعل مسیحیت کے کسی بھی اصول کے تحت نہیں تھا۔ بظاہر تو انہوں نے یہ نیک کام اس لئے کیا تھا کہ ان کے الزام کے مطابق ارض مقدس میں جو غیر مسیحی کفار(یعنی مسلمان) قابض تھے وہ یورپ کے مسیحی زائرین کو اپنا مذہبی فریضہ ادا کرنے نہیں دیتے تھے۔ وہ بلا امتیاز رنگ و نسل مسیحوں کو بالعموم اور یورپ کے مسیحی زائرین کو بالخصوص اذیتیں پہنچاتے تھے۔ لیکن بہت حد تک یہ تو ایک بہانہ تھا دراصل وہ بلاد اسلامیہ میں مسیحیت کے تحفظ کا مشن لیکر فرانس' اٹلی اور جرمنی سے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ ان کا یہ دعویٰ منافقانہ تھا۔ ان کی یہ لڑائی اصلاً" مسیحیت اور اسلام کے مابین لڑائی نہیں تھی۔ انہوں نے بیت المقدس' انطاکیہ اور شام کے دوسرے ساحلی شہروں میں جس درندگی کا مظاہرہ کیا تھا وہ تہذیب و تمدن سے متعلقہ مسیحی تعلیمات کے مطابق نہیں تھا اور نہ ہی وہ محض اسلام دشمنی کی وجہ سے تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سکنڈے نیوین ممالک اور جرمنی کے گوتھ' اینگلو سیکسن' نارمن اور

Marfat.com

دوسرے قبائل نے تیسری صدی عیسوی کے بعد یکے بعد دیگرے تلاش معاش کی غرض سے مشرقی یورپ اور جنوبی یورپ کے نسبتاً" گرم اور زرخیز علاقوں کو تاخت و تاراج کیا تھا۔ ان کی یہ لوٹ مار اور غارت گری ساری دنیا میں قبائلی معاشرت کے عین مطابق تھی۔ 911ء میں سکنڈے نیوین ممالک سے ایک طاقتور قبیلہ موسوم بہ نارمن فرانس میں آیا۔ اور یہاں دریائے سین کی وادی میں آ کر مطلقاً" آباد ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اس قبیلہ نے انگلستان اٹلی' سسلی اور بازنطینی ایمپائز کے علاقوں پر حملہ کر کے لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کیا۔ اگرچہ اس قبیلہ نے دسویں صدی عیسوی میں منظم طریقہ سے سب سے پہلے یورپ میں جاگیردارانہ نظام نافذ کیا تھا تاہم گیارہویں صدی کے اواخر تک اس قبیلہ کی وحشت و بربریت پر تہذیب و تمدن کے اثرات اجتماعی طور پر مرتب نہیں ہوئے تھے۔ ایچ اے۔ ایل فشر کے بقول "یورپ نے ابتدائی فعلی ولولے کے مجاہدانہ عہد کے بعد زیادہ آبادی' نفع یا سیاسی دباؤ کے تحت مسیحیت کو قبول کیا تھا۔ گوتھ' اینگلو سکسن اور سکنڈے نیوین قبائل کے لوگ کسی اندرونی نور کی روشنی پا کر انفرادی طور پر دائرہ مسیحیت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انہوں نے اجتماعی رائے کے زیر اثر یا اپنے سیاسی سرداروں کی ہدایت کے مطابق ایسا کیا تھا"[6]۔ لہذا ان قبائل نے گیارہویں صدی کے اواخر میں ارض مقدس کو آزاد کرانے کے لئے جب بلاد اسلامیہ کا رخ کیا تھا تو ان کے اس فعل میں مسیحیت کے جذبہ کی کوئی کارفرمائی نہیں تھی اور اگر تھی تو بہت ہی کم تھی۔ زیادہ تر کارفرمائی حیوانی جذبہ کی تھی۔ قرون وسطیٰ میں اس قسم کا حیوانی طریقہ زندگی صرف یورپی یا مسیحی قبائل تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ ساری دنیا کے قبائل جنہوں نے تہذیب و تمدن کی مختلف منازل طے نہیں کی تھیں۔ معاشرتی طور پر حیوانی حدود سے باہر قدم نہیں رکھا تھا۔

صلیبی جنگوں کے اسباب کے بارے میں مغرب و مشرق کے مؤرخین کی تحریروں پر ایک نظر ڈالی جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی میں یورپ میں جاگیردارانہ نظام کے قیام کے باعث اور اس بناء پر کسی حد تک سیاسی استحکام پیدا ہو جانے کی وجہ سے پیداواری قوتوں میں واضح طور پر اضافہ ہوا تھا۔ صنعت و تجارت نے ترقی کی تھی اور اہل حرفہ اور اہل زراعت دو واضح گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ نئے شہر یا قصبات بن گئے تھے جو صنعت و حرفت اور تجارت کے مراکز تھے۔ اس صورت حال میں

Marfat.com

قدرتی طور پر یورپ کے مختلف طبقوں کے لوگوں میں تہذیب و تمدن کے لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ علاقوں سے رابطہ قائم کرنے میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ چنانچہ پوپ اربن دوئم نے جب 1095ء میں جنوبی فرانس کے ایک نمائندہ اجلاس کو ارض مقدس کو بزور تیغ آزاد کرانے کی ترغیب دی اور اعلان کیا کہ اس طرح نہ صرف تمہارے سارے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔ بلکہ بہت سا مال بھی غنیمت میں ملے گا۔ تو مندرجہ ذیل قسم کے لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے لبیک کہا۔

1- جنیوا' وینس اور یورپ کے دوسرے شہروں کے سوداگران جن کی بیرونی تجارت دسویں صدی عیسوی سے عباسیہ سلطنت کے نمایاں طور پر زوال پذیر ہونے کے باعث مسلسل روبہ انحطاط تھی۔ اور گیارہویں صدی میں تو ایشیائے کوچک پر سلجوقیوں کے قبضہ کے باعث ایشیا کے ساتھ ان کا کاروبار تقریباً" ٹھپ ہو گیا تھا۔ ان سوداگروں کی مصر کے ساتھ کچھ تجارت ہوتی تھی۔ لیکن اس سے شام' عراق' ایران' ہندوستان' چین اور دوسرے ایشیائی ممالک کے ساتھ تجارت کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی۔ سلجوقیوں کے اس قبضہ کے باعث نہ صرف قسطنطنیہ اور یورپ کے درمیان بری راستہ بند ہو گیا تھا۔ بلکہ آرمینیہ' شمالی ایران اور ترکستان کے راستے چین سے جو تجارت ہوتی تھی وہ بھی بند ہو گئی تھی۔ راستے میں بدنظمی کے باعث لوٹ مار اور راہزنی کی وارداتیں ہوتی تھیں۔ لیکن گیارہویں صدی میں جب شام و عراق میں سلجوقیوں کی مسلسل خانہ جنگیوں کے باعث سلطنت عباسیہ حالت نزاع میں نظر آنے لگی اور ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا تو ان سوداگروں میں بجاطور پر یہ امید پیدا ہوئی کہ شام کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کر کے ایشیا کے ساتھ تجارت کو بحال کیا جائیگا۔

2- اٹلی کے سوداگروں کے بعد یورپ کے بڑے جاگیرداروں (لارڈز) کے چھوٹے بیٹے (جنہیں امراء کہا جاتا تھا) صلیبی جنگ کی تجویز کی تائید کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یورپ' بالخصوص فرانس اس وقت کے مروجہ جاگردارانہ نظام کے تحت چھوٹے بیٹوں کو ورثہ میں کوئی زمین نہیں ملتی تھی۔ سٹیون رنسی مان لکھتا ہے کہ "اگرچہ بڑے بڑے شہزادگان نے صلیبی جنگ کی اپیل کو در خوراعتنا نہیں سمجھا لیکن مغرب کے امراء نے اس پر بلا تامل لبیک کہا۔ ان کا مقصد جزوی طور پر واقعی مذہبی تھا۔ وہ ایک

Marfat.com

دوسرے سے مسلسل لڑتے رہنے کے باعث شرمندہ تھے اور اب وہ صلیب کے لئے لڑنا چاہتے تھے۔ لیکن زمین کی ہوس بھی انہیں ترغیب دلاتی تھی۔ یہ ترغیب بالخصوص شمالی فرانس میں زیادہ ہوئی جہاں چھوٹے بیٹوں کو زمین ورثہ میں دینے کا رواج نہیں تھا۔ جب جاگیردار اپنی جائیداد تقسیم کرنے پر رضا مند نہ ہوا اور اس کے درباری اس کے پتھر کے محل میں مرتکز ہو گئے تو اس کے چھوٹے بیٹوں کے لئے لازمی ہو گیا کہ وہ کسی اور جگہ اپنی قسمت آزمائی کریں۔ فرانس کے امراء کے طبقہ میں عمومی طور پر بے چینی اور مہم جوئی کا میلان تھا۔ نارمن قبائل میں یہ میلان خاص طور پر نمایاں تھا کیونکہ یہ مدت چند نسلیں قبل معاشرتی طور پر خانہ بدوش لٹیرے تھے۔ ماضی میں ان کے لئے یہ خیال بڑا ہی دلکش ثابت ہوا تھا کہ جنوبی آب و ہوا میں نہ صرف زمین ملے گی بلکہ مذہبی فریضہ بھی ادا ہو گا۔ جس رفتار سے اس تحریک نے ترقی کی تھی چرچ کے پیشوا اس سے خوش تھے اور یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا اس اصول کا اطلاق مسیحیت کی مشرقی سرحد پر نہیں ہو سکتا؟ خیال یہ تھا کہ اگر صلیبیوں نے شام اور ارض مقدس کو فتح کر لیا تو کئی سلطنتیں قائم ہو سکیں گی۔ اور جن کو سلطنتیں نہیں ملیں گی، انہیں جاگیریں ملیں گی۔ اس زمانہ میں شام پہلے ہی کئی چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں منقسم تھا۔ حلب پر رضوان بن تتش کا قبضہ تھا اور دمشق دقاق بن تتش کے زیر تسلط تھا۔ کربوقا ابن ارتق اور اتابک نے اپنی اپنی مملکتیں قائم کی ہوئی تھیں۔ چنانچہ سٹیون رنسی مان کے بقول "اس زمانے میں جب کوئی سیاح اس علاقے سے گذرتا تھا تو یوں لگتا تھا کہ ہر شہر کا مالک مختلف ہے۔ یورپ کے چھوٹے چھوٹے امراء کی اس حقیقت سے بھی حوصلہ افزائی ہوتی تھی کہ 1061ء میں نارمن حکمرانوں نے پوپ کی پشت پناہی سے پہلی جنگ کے ذریعے سسلی جزائر کریٹ کے علاقے مسلمانوں سے چھین لئے تھے اور اسپین میں سیون کے بادشاہ اونوش نے گیارہویں صدی عیسوی کے نویں عشرے میں نہ صرف طلیطلہ پر قبضہ کر کے اپنی مسیحی سلطنت میں توسیع کر لی تھی بلکہ تقریباً" سارے مسلمانوں کو اپنا باجگذار بنا لیا تھا۔ اور پوپ اربن دوئم نے مسلمان سلاطین کے خلاف اونوش کی اس مہم کی پوری طرح پشت پناہی کی تھی۔ پوپ اونوش کی ان مہمات کو مذہبی جہاد قرار دیتا تھا اور عیسائیوں سے یہ کہتا تھا کہ وہ بیت المقدس کی زیارت پر جو پیسہ خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ پیسہ اونوش کو دیا جائے تاکہ اسپین میں جو شہر مسلمانوں سے واگذار کرائے گئے ہیں

Marfat.com

ان کی تعمیر نو کی جائے۔

3- جو خوشحال کسان اور سرف (یعنی غلام) ان امراء کی ملازمت میں تھے انہیں بھی مشرق میں صلیبی جنگ کی تجویز میں دلچسپی تھی۔ چونکہ ان لوگوں کے پاس سازو سامان کی کمی ہوتی تھی اس لئے یہ راہزنی کرتے تھے۔ غیروں کے علاوہ اپنوں کو بھی لوٹ لیتے تھے اور ہر خطرناک مہم کے لئے تیار رہتے تھے۔ فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک میں ان لوگوں کی عملاً کچھ ایسی ہی حالت تھی جیسی کہ تیسری صدی ہجری میں بغداد میں بنی بویہ کے برسر اقتدار آنے کے بعد عراق اور جزیرہ کے صوبہ جات میں بعض عرب سرداروں اور بدوؤں کی تھی۔ ان لوگوں نے بھی ڈاکوؤں کے گروہ بنا لئے تھے اور یہ عام تجارتی قافلوں کے علاوہ حاجیوں کے قافلوں کو بھی لوٹتے تھے اور شہروں کے اطراف و جوانب کے دیہات و قصبات میں بھی لوٹ مار سے گریز نہیں کرتے تھے۔ عراق اور جزیرہ کے ان راہزنوں کی تو بالاخر بہت حد تک سرکوبی ہو گئی تھی مگر یورپی راہزنوں کی موثر سرکوبی کی نوبت نہ آئی اور صلیبی جنگ کا نقارہ سن کر ان کا رخ خود بخود بلاد اسلامیہ کی طرف مڑ گیا۔ پوپ نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اس طرح نہ صرف ان کے سارے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا بلکہ انہیں بہت سا مال غنیمت بھی ملے گا۔ گویا دونوں جہانوں میں ان کی بھلائی ہو گی۔

4- لیکن ان سب عناصر سے زیادہ یورپی آبادی کا جو عنصر صلیبی جنگ کی اپیل کے بارے میں سب سے زیادہ جوشیلا تھا ان غریب کسانوں کا تھا جو جاگیرداروں کے روز افزوں واجبات کی ادائیگی سے قاصر تھا۔ 97-1095ء میں فصل بہت خراب ہوئی جس کے نتیجہ میں قحط پڑ گیا تھا۔ اس قحط کے دوران غریب کسانوں نے گھاس' درختوں کی چھال اور مٹی کھا کر گزارہ کیا۔ مردم خوری کے واقعات بھی ہوئے۔ بہت سے کسان زندگی کے بوجھ کو قدرے ہلکا کرنے کے لئے اس زمین کو چھوڑ گئے تھے۔ جن کے ساتھ جاگیرداروں نے انہیں پابند کیا ہوا تھا۔ اور یہ صلیبی فوج میں جوق در جوق شریک ہو گئے۔ سٹون رنسی مان لکھتا ہے کہ " اس زمانہ میں شمال مغربی یورپ میں کسانوں کے لئے زندگی بڑی دشوار اور غیر محفوظ تھی۔ شمالی قبائل کے پے درپے حملوں کے باعث بہت سی زمین بنجر ہو گئی تھی۔ بند ٹوٹ گئے تھے اور بہت سی اراضی دریاؤں اور سمندر میں بہہ گئی تھی۔ جاگیردار (لارڈز) اکثر و بیشتر جنگلات کاٹنے کی اجازت نہیں دیتے تھے کیونکہ ان میں وہ شکار کھیلا کرتے تھے۔ جن

Marfat.com

دیہات کو جاگیردار کے محل کا تحفظ حاصل نہیں ہوتا تھا انہیں یا تو ڈاکو لوٹ کر جلا دیتے تھے یا انہیں سپاہی اپنی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں تباہ و برباد کر دیتے تھے (چرچ نے خالی زمینوں پر بستیاں آباد کر کے ان کسانوں کا تحفظ کرنے کی کوشش کی مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا)۔ بڑے بڑے جاگیردار تو کبھی کبھی قصبات آباد ہونے کی اجازت دیتے تھے لیکن چھوٹے جاگیردار اس کی مخالفت کرتے تھے۔ اگرچہ بظاہر سرف سسٹم (غلام داری نظام) ختم ہو گیا تھا لیکن عملاً ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ جاگیرداروں کے واجبات کی ادائیگی نہ کرنے کے باعث اس کے ساتھ پابند رہتے تھے۔ دریں اثناء آبادی بڑھ رہی تھی اور رقبہ جات اراضی کو مزید تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پوپ نے اس صورت حال کے پیش نظر اپنی تقریر میں کہا تھا کہ "اس سرزمین میں تم لوگ اپنی ساری آبادی کو کھانا مہیا نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ تم سارا سامان استعمال کر لیتے ہو اور ایک دوسرے کے خلاف جنگیں لڑتے رہتے ہو"۔ پوپ کی اس تقریر سے ایک سال قبل 1094ء میں سیلاب آیا تھا اور وباء پھیلی تھی۔ 1095ء میں خشک سالی ہوئی اور قحط پڑا تھا۔ ان حالات میں یورپ سے ہجرت میں بڑی دلکشی تھی۔ اپریل 1095ء میں آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی تھی تو لوگوں نے اس کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ اب یہاں سے کہیں اور جا کر بسا جائے"۔ انکی ایک مصیبت یہ تھی کہ یہ اپنے یہودی ساہوکاروں سے بہت تنگ تھے۔ جنہوں نے ان کی زندگی موت سے بد تر کر رکھی تھی۔ چنانچہ جب یہ لوگ راہب کی زیر قیادت مئی 1096ء میں پہلی صلیبی جنگ پر روانہ ہوئے تو انہوں نے روانگی سے پہلے جوش انتقام میں یہ کام کرنا ضروری سمجھا کہ اپنے یہودی ساہوکاروں کو تہہ تیغ کر دیا۔ بعض مغربی مورخین ان کی اس جنگی مہم کو عوامی جنگی مہم کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی بیس ہزار کی فوج کی عنان قیادت کسی بڑے یا چھوٹے جاگیردار کے ہاتھ میں نہ تھی۔ اس فوج میں عورتیں' بچے' بھی شامل تھے اور جو لڑنے کے قابل مرد تھے وہ سب بھوکے' ننگے اور غریب تھے۔ انہوں نے بلغاریہ اور ہنگری کو لوٹا لیکن پھر ایشیائے کوچک میں سلجوقیوں کے ہاتھوں ان کا جو حشر ہوا وہ تاریخ کے ہر طالب علم کو معلوم ہے۔

5- ان غریب کسانوں میں بلا شبہ گرجاؤں سے کسی نہ کسی طرح کی وابستگی رکھنے والے بعض عناصر ایسے بھی تھے جو سمجھتے تھے کہ یہ فی الحقیقت ان کا مذہبی فریضہ ہے کہ ارض مقدس کو غیر مسیحی کفار سے (یعنی مسلمانوں سے) آزاد کرایا جائے۔ ان عناصر کے اس خیال

Marfat.com

میں پختگی اس رائے کی بنا پر آئی تھی کہ دسویں صدی کے ساتویں عشرے میں جب قسطنطنیہ کے بادشاہ ارمانوس نے سلجوقی سلطان الپ ارسلان سے شکست فاش کھائی تھی۔ اس کے بعد اس سے یہ توقع نہیں کہ جا سکتی تھی کہ بازنطینی بادشاہ کبھی بیت المقدس کو آزاد کرا سکے گا۔ یا وہاں مسیحی زائرین کی جان و مال کا تحفظ کر سکے گا۔ ان کی یہ بھی رائے تھی کہ سلجوقیوں نے ایشیائے کوچک کے جس علاقے پر قبضہ کیا ہے بازنطینی سلطنت اسے واگذار نہیں کر سکے گی۔ اس لئے مسیحی زائرین کے قافلوں کو تحفظ نہیں ملے گا۔ پوپ اربن دوئم اور چرچ کے دوسرے بڑے پیشوا ان عناصر کی اس رائے کو روز بروز پختہ کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی اگرچہ قیصر روم نے رومن چرچ کے غلبہ سے نجات حاصل کر لی تھی اور رومن بادشاہ نے بھی اپنا دارالخلافہ روم سے قسطنطنیہ منتقل کر لیا تھا۔ لیکن رومن چرچ کے رہنماؤں کی یہ تمنا کبھی ناپید نہ ہوئی تھی کہ وہ پورے عالم مسیحیت کی قیادت کریں۔ چنانچہ یونانی چرچ کے پیشواؤں نے رومن چرچ کے پیشواؤں کی اس دیرینہ خواہش کے پیش نظر ان کی کوئی امداد نہ کی۔ رومن چرچ کی فتح اور غلبہ کی صورت میں انہیں اپنی مذہبی دکانداری خطرے میں نظر آتی تھی۔ بازنطینی بادشاہ الیلکسنس نے اس مہم کی عملاً حوصلہ افزائی اس لئے نہ کی کہ اسے بجاطور پر یہ خطرہ تھا کہ جن نارمن قبائل نے مذہب کا پرچم لہرا کر جنوبی یورپ پر غلبہ حاصل کیا ہے وہ اس کی سلطنت کو بھی ہڑپ کر جائینگے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے 1097ء کی دوسری صلیبی مہم میں صلیبیوں کی کوئی فوجی امداد نہیں کی تھی۔ بلکہ انہیں راستہ دیا تھا اور کچھ رسد اور غلہ کی سہولت دی تھی ابن خلدون کی رائے یہ ہے کہ "والئی قسطنطنیہ نے اس خیال سے کہ عیسائی صلیبی اس کے اور امراء سلجوقیہ و ترک والیان شام کے بیچ میں پڑ جائینگے صلیبیوں کو اپنے ملک سے راہ دے دی تھی۔ گویا والئی قسطنطنیہ نے اپنے اور سلجوقیوں کے درمیان ایک بفرسٹیٹ قائم کرنے کی سیاسی مصلحت کے تحت صلیبیوں کو قسطنطنیہ کی خلیج عبور کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس کے اس فیصلے میں کوئی مذہبی جذبہ شامل نہیں تھا اور نہ ہی اس فیصلے کی بنیاد عالم مسیحیت کے اتحاد کے تصور پر تھی۔ صلیبیوں کو شکایت یہ تھی کہ اگرچہ جون 1097ء میں انہوں نے بڑے جانی نقصان کے بعد سلجوقی سلطان قلج ارسلان داؤد کے دارالحکومت نیقیہ کو فتح کیا تھا لیکن زیادہ تر مال غنیمت والئی قسطنطنیہ کو گیا تھا اور اس نے صلیبیوں کو یہ اجازت بھی نہیں دی تھی کہ وہ

Marfat.com

سلجوقی امراء کو اپنے پاس بطور یرغمال رکھیں۔ اس کی بجائے ایلیکسس انہیں اپنی تحویل میں لیکر قسطنطنیہ لے گیا تھا۔

اس واقعہ سے یورپی صلیبیوں کی جنگ کا جہاں یہ پہلو قابل ذکر ہے تو وہاں اس کا یہ پہلو بھی نمایاں دکھائی دیتا تھا کہ بلاد اسلامیہ پر صلیبیوں کے اتنے بڑے حملے کے باوجود نہ تو فاطمیوں اور عباسیوں میں اتحاد کی کوئی تحریک ہوئی تھی اور نہ ہی شام کے سلجوقی سلاطین میں متحد ہونے کا کوئی جذبہ پیدا ہوا تھا۔ رنسی مان کہتا ہے کہ "جب صلیبی مجاہدین ابھی قسطنطنیہ میں ہی تھے کہ والی قسطنطنیہ ایلیکسس نے انہیں مشورہ دیا کہ شام پر حملہ کرنے سے پہلے مصر کے فاطمیوں سے کوئی مشورہ کر لو تو اچھا رہے گا۔ فاطمی ترکوں کے جانی دشمن تھے۔ وہ اپنی عیسائی رعایا سے رواداری کا سلوک کرتے تھے اور وہ عیسائی سلطنتوں سے تعلقات قائم کرنے کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے۔ صلیبیوں نے غالباً" اس وقت تو یہ مشورہ قبول نہ کیا لیکن مارچ 1098ء میں انطاکیہ کی فتح سے پہلے ان کے پاس مصر کے خلیفہ المستعلی کے وزیرالسلطنت الافضل کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک سفارت آئی۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ سلجوقی سلطنت کو تقسیم کر لیا جائے۔ فرنگی شمالی شام لے لیں اور فلسطین کا علاقہ مصر کی تحویل میں آ جائے۔ الافضل کا خیال یہ تھا کہ صلیبی محض والئی قسطنطنیہ کے جانثار سپاہی ہیں اس لئے اگر ترکوں کے شام پر حملے سے پہلے کی صورت حال کو بحال کر دیا جائے تو یہ سب کے لئے قابل قبول ہو گی۔ فرنگی شہزادوں نے مصری شہزادے سے عزت و احترام کا سلوک کیا۔ لیکن افضل کی تجویز پر کوئی وعدہ نہ کیا۔ مصری نمائندے چند ہفتے تک فرنگیوں کے کیمپ میں رہے اور جب واپس گئے تو ان کے ساتھ ایک فرنگی سفیر بھی تھا۔ اور انہیں بہت سے تحفے تحائف بھی دیے گئے۔ جو فرنگیوں نے سلجوقیوں کے ساتھ لڑائی کے دوران لوٹے تھے۔ اس سفارتی گفت و شنید سے صلیبیوں نے یہ سیکھا کہ آئندہ مسلمان سلطنتوں سے سازشیں کرنے میں فائدہ ہو گا۔ چنانچہ جب انہیں والی موصل کربوقا کی تیاری کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے مذہبی تعصبات کو بالائے طاق رکھ کر دقاق والی دمشق کو پیغام بھجوایا کہ اگر وہ غیر جانبدار رہے تو اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا۔ چونکہ دقاق اپنے بھائی رضوان والی حلب کا دشمن تھا اور رضوان نے غیر جانبداری کا وعدہ کر لیا تھا۔ اس لئے اس نے محض اپنے بھائی کی دشمنی کی وجہ سے صلیبیوں کی اس خواہش کو پورا نہ کیا"[9]۔ چنانچہ

Marfat.com

وقاق، بغداد اور ایران کے سلطانوں نے کربوقا کی مدد کی۔ مگر انطاکیہ کو نہ بچایا جا سکا۔ اور ایک شخص فیروز کی غداری کی وجہ سے صلیبی انطاکیہ میں داخل ہو گئے۔ اور انہوں نے پورے شہر میں ترکوں کا قلع قمع کر دیا۔ مقتولین میں فیروز کا بھائی بھی شامل تھا۔ مصر کے وزیرالسلطنت افضل نے انطاکیہ کی فتح سے پہلے صلیبیوں کی چالبازی کو نہیں سمجھا تھا۔ بظاہر اس کا خیال تھا کہ اس نے شام اور فلسطین کی تقسیم کی جو تجویز پیش کی ہے وہ انہیں منظور ہو گی۔ اس لئے اسی سال ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد اس نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن تقریباً" ایک ڈیڑھ سال کے بعد 1099ء میں اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا جبکہ صلیبیوں نے چالیس دن کے محاصرے کے بعد اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ ان کی اس فتح کے نتیجہ میں نہ صرف بلاد اسلامیہ کا قبلہ اول ان کے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ ستر ہزار مسلمان جاں بحق ہوئے اور ہزاروں یہودی جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیئے گئے۔

Marfat.com

باب : 10

خلیفہ مسترشد باللہ

سلجوقی سلاطین کی باہمی خانہ جنگی' سواحل شام و فلسطین پر صلیبی قبضہ

چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں بغداد کی خلافت ابوالمنصور الفضل مسترشد باللہ بن مستظہر کے پاس تھی۔ وہ 512 ہجری (1118ء) میں اپنے باپ خلیفہ مستظہر کے انتقال کے بعد مسند خلافت پر بیٹھا تھا۔ اس دوران سلجوقیوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ 511 ہجری میں سلجوقی سلطان محمد کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا جبکہ متعدد سلجوقی امراء نے عراق' جزیرہ' شام' ایران اور ایشیائے کوچک میں اپنی کئی جاگیری ریاستیں قائم کر رکھی تھیں۔ سلطان محمود کے بھائی سلطان مسعود نے اس کی سلطانی کو قبول نہیں کیا تھا اور اس کا چچا سلطان سنجر رے میں آزاد اور خود مختار تھا۔ بیت المقدس اور سواحل شام پر فرنگیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اور انہوں نے اپنی کئی سلطنتیں قائم کر لی ہوئی تھیں۔ مسترشد باللہ کی بیعت 16 ربیع الاول 512 ہجری مطابق 7 ' اگست 1118ء کو ہوئی تھی لیکن اس کے بھائی ابوالحسن نے بیعت نہیں کی اور وہ پہلے مداین اور پھر حلہ چلا گیا۔ والی حلہ دبیس بن صدقہ نے اس کی آؤ بھگت کی۔ مسترشد باللہ نے دبیس بن صدقہ کو اپنے ایلچی کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ ابوالحسن کو بغداد بھیج دو۔ مگر اس نے اپنے مہمان سے بے وفائی کرنے سے انکار کر دیا اور ابوالحسن 12 صفر 513 ہجری تک اس کے پاس ہی مقیم رہا۔ اس کے بعد ابوالحسن نے واسط جا کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ اسی اثناء میں خلیفہ مسترشد نے اپنے ولی عہد جعفر منصور کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا (اس وقت جعفر کی عمر بارہ برس

Marfat.com

کی تھی) اور اپنی زیر خلافت تمام ممالک کو ایسا ہی کرنے کا فرمان بھیجا۔ دبیس کو لکھ بھیجا کہ چونکہ امیر ابوالحسن اب تمہارا مہمان نہیں ہے لہٰذا جہاں تک جلد ممکن ہو اسے میرے پاس بھیج دو' چنانچہ دبیس نے ایک فوج امیر ابوالحسن کی گرفتاری کے لئے واسط بھیجی۔ ابوالحسن وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن فوج نے اس کا تعاقب کر کے اسے پکڑ لیا۔ سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ کرد اور ترک بھاگ گئے۔ دبیس نے ابوالحسن کو بغداد بھجوا دیا۔ خلیفہ نے اسے امان دیدی بظاہر اس نے اپنے بھائی سے مصالحت اس لئے کی تھی کہ وہ خود سیاسی عزائم رکھتا تھا۔ اور ایک با اختیار بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سلجوقی امراء کئی سالوں کی باہمی خانہ جنگی کے باعث بہت کمزور ہو گئے ہیں اس لئے اس کے لئے ایسا کرنا ممکن ہو گا۔ خلیفہ قائم بامراللہ نے قاہرہ کے فاطمیوں کے خطرے کے پیش نظر 447 ہجری میں سلجوقیوں کے پہلے سلطان طغرل بک کو بغداد بلایا تھا۔ لیکن اب جبکہ فاطمیوں کی جانب سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا اور سلجوقیوں کی طاقت بھی پارہ پارہ ہو گئی تھی اس لئے خلیفہ مسترشد کا خیال تھا کہ وہ موثر طریقہ سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔ سیوطی کے بقول مسترشد باللہ نہایت دلیر' بلند ہمت صاحب الرائے اور باہمت شخص تھا۔ اس نے امور خلافت کو نہایت خوبی سے مرتب کیا۔ خلافت کو جو صرف نام کی رہ گئی تھی پھر زندہ کر دیا اور ارکان شریعت کو مضبوط کیا۔ عہدہ خلافت پر فائز ہونے کے وقت اس کی عمر تقریباً" پچیس برس کی تھی۔

کہتے ہیں کہ "جب خلیفہ مسترشد کے خلیفہ بننے کے بعد والی حلہ دبیس بن صدقہ نے اطاعت نہ کی تو ماہ جمادی الاول 512 ہجری میں عراق کے کوتوال آقسنقر برستی نے حلہ کی جانب کوچ کیا۔ اس زمانہ میں سلطان محمود کا بھائی ملک مسعود موصل میں تھا اور اس کا اتالیق اتابک حیوش بک بھی اس کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے جب دیکھا کہ عراق خالی ہے تو انہوں نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ کرنے کے بعد بغداد کی جانب کوچ کر دیا۔ ملک مسعود کے ہمراہ اس کا وزیر فخرالملک ابوعلی بن عمار والی طرابلس قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر (الملک العادل سلطان نورالدین محمود زنگی کا دادا)' والی سنجار ابوالہیجا والی اربل اور کربادی والی بوازیخ تھے۔ یہ لوگ عراق کے قریب پہنچے تو آقسنقر برستی مقابلے پر آیا۔ مگر فریقین میں لڑائی نہ ہوئی۔ اور اس شرط پر صلح ہو گئی کہ سب مل کر دبیس سے جنگ کریں گے۔

Marfat.com

مصالحت کے بعد ملک مسعود بغداد میں داخل ہوا اور آقسنقر برسقی امیر منکبرس سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔ امیر منکبرس نے دجلہ کو عبور کیا اور دبیس بن صدقہ سے سازش کر کے جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ ملک مسعود ان دونوں سے لڑائی کے لئے مدائن کی جانب گیا۔ لیکن ابھی آقسنقر برسقی ملک مسعود اور حیوش بک (اتابک) راستے ہی میں تھے کہ انہیں پتہ چلا کہ دبیس اور منکبرس کے پاس بہت بڑا لشکر ہے اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ لوٹ کھڑے ہوئے۔ نہر صرصر کو عبور کر کے گھاٹوں اور پایاب مقامات کی حفاظت پر فوجیں متعین کیں۔ ان لشکریوں نے اطراف و جوانب بلاد کی غارت گری شروع کر دی اور وسیع علاقے کو برباد کر دیا۔ خلیفہ مسترشد نے ملک مسعود اور آقسنقر برسقی کے نام ناراضگی کا فرمان بھیجا۔ امیر برسقی نے غارت گری کے الزام سے انکار کیا اور واپس بغداد کی جانب روانہ ہونے کا قصد کیا۔ اسی موقع پر اسے یہ خبر ملی کہ دبیس اور منکبرس بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر بغداد کی جانب روانہ ہو گئے ہیں۔ آقسنقر برسقی نے اپنے بیٹے عزالدین مسعود کو امیر لشکر بنا کر صرصر میں چھوڑا اور عمادالدین زنگی کو ساتھ لے کر فوراً بغداد پہنچ گیا۔ اس طرح اس نے منکبرس اور دبیس کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ بعد ازاں ملک مسعود اور منکبرس میں مصالحت ہو گئی۔ --- لیکن اس کے فوراً ہی بعد 512 ہجری میں سلطان محمود کے دوسرے بھائی ملک طغرل نے اپنے اتالیق امیر کتبغری کی تحریک پر ساوہ میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ سلطان محمود دس ہزار کا لشکر لے کر زنجان کی جانب بڑھا تو ملک طغرل سرجھان چلا گیا۔ سلطان محمود نے زنجان پہنچ کر لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ ملک طغرل کے خزانے سے تین لاکھ دینار ہاتھ لگے۔ چند روز کے بعد سلطان محمود نے رے کی جانب کوچ کیا تو ملک طغرل گنجہ چلا گیا۔ اس زمانہ میں خراسان اور ماوراالنہر میں سلطان محمود کا چچا ملک سنجر حکمرانی کرتا تھا۔ اس نے اپنے بھتیجے سلطان محمود کی اطاعت قبول نہیں کی تھی اور اپنے لئے معزالدین کا لقب اختیار کیا تھا۔ جو اس کے باپ سلطان ملک شاہ کا لقب تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ عراق اور بلاد جبل، کو فتح کر کے خود سلطان محمد کا جانشین بن جائے"۔[1]

سلطان محمود نے اپنے چچا کے ان عزائم کے پیش نظر اس سے مصالحت کرنے کی کوشش کی اس نے اپنے ایلچی کے ذریعے لکھوا بھیجا کہ مازندران چھوڑ کر چلے جایئے میں

Marfat.com

اس کے معاوضہ میں دو لاکھ سالانہ ادا کیا کروں گا۔ سنجر نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور رے کا قصد کیا اور محمود کے سفیر کو یہ جواب دیا کہ محمود ابھی صاحبزادہ ہے اس پر اس کا وزیر ابو منصور اور علی بن عمر امیر حاجب حکومت کر رہا ہے اور مجھے یہ گوارا نہیں۔ سلطان محمود کا ایلچی خاموش ہوگیا اور سنجر نے روانگی کا حکم دے دیا۔ سلطان محمود نے یہ خبر پاکر مقابلہ کی تیاری کی' علی بن عمر کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے سنجر کی روک تھام کو روانہ کیا اور خود رے میں مقیم رہا۔ علی بن عمر کے لشکر کا سنجر کے سپہ سالار امیر انزد کے لشکر سے جرجان کے قریب آمنا سامنا ہوا۔ امیر انزد علی بن عمر کے لشکر سے مرعوب ہوگیا اور وہ بلاجدال و قتال جرجان سے لوٹ کھڑا ہوا اور علی بن عمر سلطان محمود کی خدمت میں واپس آگیا۔ سلطان محمود نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ علی بن عمر نے سلطان محمود کو رے میں قیام کرنے کی رائے دی مگر سلطان محمود نے یہ رائے منظور نہ کی اور جرجان چلا گیا اس کے رے سے روانہ ہونے کے بعد ملک سنجر بیس ہزار فوج کے ساتھ رے میں پہنچ گیا۔ علاوہ اور سامان جنگ کے اس کے پاس اٹھارہ جنگی ہاتھی بھی تھے۔ سنجر نے ہمدان سے سلطان محمود پر فوج کشی کی۔ اس وقت سلطان کے پاس تیس ہزار فوج تھی۔ مقام ساوہ پر ماہ جمادی الاول 513 ہجری میں چچا اور بھتیجا کا مقابلہ ہوا۔ سلطان محمود کو شکست ہوئی اور اس کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ سنجر اس فتح کے بعد ہمدان واپس آیا اور بغداد میں امیر دبیس بن صدقہ نے خلیفہ مسترشد سے سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی تحریک کی۔ خلیفہ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ 6 جمادی الاول 513 ہجری کو سلطان محمود کے نام کا خطبہ موقوف ہوکر سلطان سنجر کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمود نے شکست کھا کر اصفہان میں جاکر دم لیا۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد اس نے خاصی فوج جمع کرلی تو ملک سنجر نے اپنی والدہ (سلطان محمود کی دادی) کے ذریعے صلح کی بات چیت کی سلطان محمود کے امراء نے یہ شرط پیش کی کہ ملک سنجر خراسان کی جانب واپس چلا جائے۔ سنجر نے اس شرط کو منظور نہ کیا اور ہمدان سے کرج کی طرف روانہ ہوگیا۔ تھوڑی دور گیا کہ سلطان محمود کا قاصد یہ پیغام لے کر آیا کہ مصالحت اس شرط سے کی جاتی ہے کہ آپ مجھے اپنا ولی عہد بنا لیجئے۔ ملک سنجر نے اس شرط کو منظور کرلیا۔ فریقین نے اتحاد کی قسمیں کھائیں۔ ملک سنجر نے اپنے تمام ممالک محروسہ' خراسان' غزنیں اور ماوراالنہر وغیرہ میں اس مضمون کے گشتی فرامین بھیجے کہ خطبوں میں

Marfat.com

میرے نام کے بعد سلطان محمود کا نام دعا کے ساتھ لیا جائے۔ اسی مضمون کی عرضی دارالخلافت بغداد میں روانہ کی۔ اور کل شہر جن پر زمانہ جنگ میں قبضہ حاصل کرلیا تھا۔ سلطان محمود کو لوٹا دیئے۔ صرف اسے رے پر اس خیال سے کہ مبادا سلطان محمود پھر سرکشی نہ کرے اپنا قبضہ و اقتدار قائم رکھا۔"

سلطان محمود کے بھائی ملک مسعود کو جو آذربائیجان اور موصل کا والی تھا' سلطان محمود کی ولی عہدی ناگوار گزری۔ کہتے ہیں کہ "اس کی ناگواری کی اصل وجہ یہ تھی کہ دبیس بن صدقہ نے مسعود کے اتالیق حیوش بک کے ذریعے اسے یہ پیغام دیا تھا کہ اگر تم اپنی شاہی کا اعلان کردو تو تمہارا ساتھ دوں گا۔ دبیس کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح اس کے باپ (صدقہ) نے سلطان برکیاروق اور سلطان محمد کے باہمی نزاعات سے فائدہ حاصل کیا تھا۔ اسی طرح وہ بھی ان دونوں بھائیوں یعنی ملک مسعود اور سلطان محمود کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھائے۔ دبیس کے علاوہ والئی طرابلس ابو اسماعیل اصفہانی نے بھی ملک مسعود کو یہی مشورہ دیا تھا۔ جب سلطان محمود کو پتہ چلا تو اس نے دبیس اور ابو اسماعیل کو تنبیہہ آمیز خط لکھے مگر ان دونوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے علم بغاوت بلند کرکے مسعود کی شاہی کا اعلان کر دیا۔ جامع مسجد میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا۔ سلامتی کی نوبتیں بجنے لگیں۔ یہ واقعہ 514 ہجری کا ہے۔ سلطان محمود کا لشکر ان دنوں منتشر اور متفرق تھا۔ ان لوگوں نے موقع مناسب تصور کرکے فوج کشی کردی۔ استر آباد میں 15 ربیع الاول 514 ہجری کو دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ جس میں ملک مسعود کا وزیر استاد ابواسماعیل طغرائی بھی تھا۔ سلطان محمود نے اس الزام میں کہ اس شخص کا عقیدہ فاسد ہے اسے قتل کرا دیا۔ طغرائی نے ایک برس تک وزارت کی تھی۔ وہ ادیب' شاعر اور بہت سی کتابوں کا مصنف تھا۔ علم کیمیا میں اس کے متعدد تصانیف ہیں۔ ملک مسعود نے شکست کھانے کے بعد ایک پہاڑ پر جاکر پناہ لی جو میدان جنگ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر تھا اور اپنے بھائی سلطان محمود کے پاس امان کا پیام بھیجا۔ سلطان محمود نے اسے امان دے کر اس سے صلح کرلی۔ اس کے بعد مسعود کے اتالیق حیوش بک کو بھی امان دے دی گئی۔ مگر دبیس نے امان نہ مانگی۔ وہ اس وقت عراق میں تھا۔ اسے مسعود کی شکست کا حال معلوم ہوا تو اس نے قتل و غارت گری شروع کر دی۔ شہر ویران کر ڈالے اور پھر بغداد پر دھاوا کردیا۔ اس نے دارالخلافت کے سامنے خیمہ نصب کرایا۔ خلیفہ

Marfat.com

کو دھمکی دینا شروع کی مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر دارالخلافت سے لوٹ کھڑا ہوا۔ ماہ رجب میں سلطان محمود بغداد میں وارد ہوا۔ دبیس نے اپنی بیوی کے ذریعے مصالحت کا پیام بھیجا۔ سلطان محمود نے اس کی یہ درخواست نامنظور کردی اور ماہ شوال 514 ہجری میں اس پر چڑھائی کردی۔ دبیس گھبرا گیا۔ اس نے پھر امان کی درخواست کی اور معذرت کی عرضداشت بھیجی۔ اب سلطان نے یہ درخواست منظور کرلی تو دبیس نے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو بطیحہ بھیج دیا اور خود ابوالغازی بن ارتش کے پاس جاکر پناہ گزین ہوگیا۔ 515 ہجری میں دبیس نے حلہ پر قبضہ کرلیا۔ سلطان محمود نے سعدالدولہ ابن تتش کی زیر قیادت اس کے خلاف لشکر بھیجا۔ وہ حلہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ سعدالدولہ نے اس کے بھائی منصور کو بطور ضمانت شاہی لشکر میں نظربند کرلیا اور دبیس کو امان دے دی۔ 516 ہجری میں شاہی لشکر واپس بغداد آیا۔ اسی سال سلطان محمود نے آ قسنقر برسقی کو صوبہ موصل کا امیر بنایا اور اسے فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا"۔[۲]

516 ہجری میں سلطان محمود نے دارالخلافت بغداد میں بیس ماہ تک قیام کرکے وہاں سے کوچ کیا تو دبیس بن صدقہ پھر کھل کھیلا۔ "خلیفہ نے آ قسنقر کو حکم دیا کہ وہ حلہ جاکر دبیس کی سرکوبی کرے۔ آ قسنقر برسقی نے اس حکم کے مطابق اپنی فوج کو موصل سے طلب کرکے حلہ کی طرف روانہ کیا۔ دبیس مقابلہ پر آیا۔ لشکر موصل کو شکست ہوئی اور وہ ماہ ربیع الآخر 516 ہجری میں بغداد واپس آیا۔ اس مہم میں نصر بن نفیس بن مہذب الدولہ احمد بن ابو الخیر والئی بطیحہ اور اس کا چچا مظفر بن عماد بن ابوالخیر شریک تھا۔ چونکہ دونوں میں پہلے سے عداوت تھی اس وجہ سے لشکر موصل کی شکست کے وقت مظفر نے نصر کو قتل کرایا اور خود بطیحہ جا پہنچا۔ اس نے بھتیجے کی ریاست پر قبضہ کرنے کے بعد دبیس کی اطاعت قبول کرلی۔ اس واقعہ کے بعد دبیس نے خلیفہ کی خدمت میں اطاعت کی غرض سے عرضداشت روانہ کی اور اپنی اطاعت کی شرط عائد کی کہ وزیر جلال الدین بن علی بن صدقہ کو گرفتار کرلیا جائے۔ خلیفہ نے یہ شرط منظور کرلی۔ وزیر جلال الدین کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس کا بھتیجا جلال الدین ابوالراضی موصل بھاگ گیا۔ اس واقعہ اور شکست کی خبر سلطان محمود تک پہنچی تو اس نے دبیس کے بھائی منصور کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھرا دیں۔ دبیس کو اپنے بھائی کے بارے میں یہ خبر ملی تو وہ پھر

Marfat.com

باغی ہوگیا۔ اس کے صوبہ میں جس قدر خلیفہ کے گاؤں اور املاک تھے۔ سب کو لوٹ کر تاخت و تاراج کر دیا۔ چاروں طرف ہنگامہ برپا ہوگیا۔ امن و عافیت کا نام باقی نہ رہا۔ اہل واسط نے بھی مہلہل کو گرفتار کرکے نعمانیہ کی جانب قدم بڑھایا اور دبیس کے ہوا خواہوں کو نعمانیہ سے نکال دیا۔ خلیفہ نے آ قسنقر کو جنگ دبیس پر روانہ کیا۔ دبیس نے جنگ برستی میں عفیف، خادم خلیفہ کو گرفتار کرلیا۔ لیکن بعدازاں 517 ہجری میں اسے رہا کردیا اور ایک خط خلیفہ کو بھیجا جس میں برستی کو جنگ پر بھیجنے اور سلطان محمود نے جو اس کے بھائی منصور کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں اس کے انتقام میں بغداد کے لوٹنے کی دھمکی دی۔ خلیفہ اس پر بہت برہم ہوا۔ اس نے پہلے تو رمضان میں آ قسنقر کو اس کے خلاف لڑائی کے لیے بھیجا اور پھر ذی الحجہ میں خود بھی فوج لیکر روانہ ہوگیا۔ --- اس نے مبارکہ کے مقام پر جاکر پڑاؤ کیا۔ دبیس مقابلہ پر آیا مگر اسے بری طرح شکست ہوئی۔ اس کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ خاتمہ جنگ کے بعد قیدی دربار خلافت میں پیش کیے گئے۔ مرد تو خلیفہ کے روبرو قتل کرڈالے گئے۔ عورتیں اور بچے لونڈی غلام بنائے گئے۔ 10 محرم 517 ہجری کو خلیفہ مسترشد فتح یاب ہوکر بغداد واپس آیا۔ دبیس نے شکست کھا کر عربوں کے ایک گروہ کے پاس جاکر دم لیا۔ وہاں سے وہ بحرین کے مضافات میں مشقر کے مقام پر چلا گیا جہاں کے لوگوں نے اس کی امداد کا وعدہ کیا۔ اس نے اہل مشقر کو جمع کرکے بصرہ پر دھاوا کردیااور شہر اس کے ہاتھوں برباد ہوگیا۔ خلیفہ مسترشد نے آ قسنقر کو جسے سلطان محمود نے موصل کے علاوہ واسط کا گورنر بھی مقرر کردیا ہوا تھا۔ اس کی غفلت پر سخت سست کہا اور دبیس کی سرکوبی کو بھیجا۔ دبیس نے یہ سن کر بصرہ چھوڑ دیا۔ آ قسنقر برستی نے اپنے بیٹے عمادالدین زنگی کو بصرہ کی آبادی کی حفاظت پر مامور کیا۔ عمادالدین نے نہایت مستعدی سے بصرہ کی حفاظت کی اور اس کے اطراف و جوانب سے سرکش اور باغی عربوں کو منتشر کردیا۔ دبیس نے جعبر میں پہنچ کر فرنگیوں سے سازش کرلی اور ان کے ساتھ ہوکر حلب کے محاصرہ پر آیا۔ لیکن فرنگیوں نے کامیابی کی صورت نہ دیکھی اور 518 ہجری میں وہ محاصرہ حلب سے دست کش ہوکر چلے گئے"۔[۳]

دبیس کی جانب سے اقسنقر کے خلاف فرنگیوں کے ساتھ سازش دراصل سلجوقی ترکوں کے خلاف عربوں کی نفرت کا مظہر تھی۔ سٹیون رنسی مان کے بقول "جب گیارہویں صدی

Marfat.com

کے اواخر میں یورپی صلیبیوں نے سواحل شام پر حملہ کیا تھا اور وہاں سے ترکوں کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا تھا تو شمالی شام کے عربوں کو بڑی خوشی ہوئی اوروہ فرنگیوں کے ساتھ مصالحت کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ حتیٰ کہ امیر حمص جو رضوان بن تتش کا خسر تھا اور امیر سنجار بھی جو کربوقا کے ساتھ مل کر بڑی بہادری سے لڑا تھا' نے فرنگیوں کی مخالفت کا خیال ترک کردیا تھا۔ ان سے بھی زیادہ اہم عربوں کے دو عرب خاندانوں کا رویہ تھا۔ ایک خاندان شیزر میں منقذیوں کا تھا اور دوسرا طرابلس کے بنو عمار کا تھا۔ منقذیوں کا کنٹرول صلیبیوں کے متعلقہ علاقے پر تھا اور بنو عمار کے زیر نگین لبنان کے وسط سے فاطمی سرحد تک کا ساحلی علاقہ تھا۔ ان کی دوستی یا کم ازکم غیرجانبداری صلیبیوں کی پیش قدمی کے لیے ضروری تھی۔ جب **ریمنڈ** نے معرۃ النعمان سے کفرطاب کی جانب کوچ کیا تو اس نے تقریباً" بیس میل کا سفرکرکے قیام کیا۔ تاکہ رسدوغلہ جمع کیا جائے۔ یہاں امیر شیزر کے سفیر اس کے پاس آئے۔ اور انہوں نے صلیبیوں کو ستا اناج اور گائیڈز مہیا کرنے کی پیشکش کی۔ شرط صرف یہ تھی کہ صلیبی ان کے علاقے سے پرامن طریقے سے گزر جائیں۔ ریمنڈ نے یہ شرط منظور کرلی اور 17 جنوری 1099ء کو صلیبیوں نے امیر شیزر کے گائیڈز کی امداد سے پیش قدمی شروع کی۔ راستہ میں صلیبیوں کو ایک وادی میں بے شمار بھیڑ بکریاں اور دوسرے مویشی ہاتھ لگے۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ صلیبیوں نے فالتو جانوروں کو حماۃ میں لاکر فروخت کیا۔ ان شہروں کے عرب حکام نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ جب **ریمنڈ** حسن الکرد پہنچا تو اس کے پاس امیر حماۃ کے ایلچی تحفے تحائف لے کر پہنچے اور وعدہ کیا کہ اس کے لوگ صلیبیوں پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد والی طرابلس امیر جلال الدین ابو الحسن کے ایلچی آئے۔ اس امیر کے خاندان بنو عمار نے سلجوقیوں کو فاطمیوں کے ساتھ لڑائی میں مصروف رکھ کر اپنی آزادی کو برقرار رکھا تھا۔ اب جب سلجوقی ترک زوال پذیر تھے تو وہ فاطمیوں کے خلاف صلیبیوں کی حوصلہ افزائی کرنے پر آمادہ تھا۔ اس نے **ریمنڈ** کو لکھوا بھیجا کہ اپنے نمائندوں کو بھیجو تاکہ صلیبیوں کے گزرنے کے انتظامات پر تبادلہ خیالات کیا جائے۔ مزید براں اپنا جھنڈا شہر پر لہرانے کے لیے بھیجو۔ چونکہ طرابلس کا علاقہ بہت خوش حال تھا اس لیے صلیبی ایلچیوں کو اس پر قبضہ کرنے کی طمع ہوئی۔ انہوں نے **ریمنڈ** کو مشورہ دیا کہ اگر صوبہ طرابلس کے ایک قلعہ پر

Marfat.com

بزور قوت قبضہ کرلیا جائے تو امیر باقی قلعوں کو بچانے کے لیے بہت سی رقم دے دے گا۔ ریمنڈے نے اس مشورہ پر عمل کیا اور اس نے 14 فروری کو ارقہ کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہ قلعہ طرابلس سے صرف پندرہ میل کے فاصلہ پر تھا"۔

یہ محاصرہ تقریباً" ایک ماہ تک جاری رہا مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ بالآخر ریمنڈے محاصرہ اٹھا کر طرابلس کی طرف آیا۔ جب صلیبی لشکر طرابلس کے پاس پہنچا تو امیر جلال الدین نے اپنے شہر اور اس کے مضافات کو ان کی غارت گری سے بچانے کے لیے تین سو عیسائیوں کو رہا کر دیا۔ جو شہر میں بند تھے۔ اس نے انہیں پندرہ ہزار دینار اور پندرہ عمدہ گھوڑے معاوضہ میں دیئے۔ مزید براں اس نے صلیبیوں کی پوری فوج کے لیے بار برداری کے جانور مہیا کیے۔ اس نے یہ بھی پیش کش کی کہ اگر فرنگیوں نے فاطمیوں کو شکست دے دی تو وہ مسیحیت قبول کرلے گا۔ چنانچہ 16 مئی کو فرنگی امیر جلال الدین کے گائیڈز کی امداد سے طرابلس سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ ان کو حاصل امیر جلال الدین کے تعاون سے پہلے سٹیون رنسی مان کے بقول بازنطینی بادشاہ الیکسس نے کوئی امداد نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ اس عرصے میں فاطمیوں کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا تھا جس میں اس نے صلیبیوں کی تحریک سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیا تھا۔ بازنطینی شہنشاہ کو فرنگیوں کی وفاداری پر اعتماد نہیں تھا اور نہ ہی اسے فلسطین کی فتح میں دلچسپی تھی۔ وہ اپنی سلطنت کے جن علاقوں کو سلجوقی ترکوں سے واگزار کرنا چاہتا تھا۔ فلسطین ان میں شامل نہیں تھا۔ وہ اپنی ذمہ داری صرف یہ سمجھتا تھا کہ یونانی مسیحوں کو بیت المقدس میں تحفظ ملے۔ غالباً" اس کا خیال تھا کہ فرنگیوں کی بجائے فاطمیوں کی حکومت میں یونانی مسیحیوں سے زیادہ رواداری سے سلوک کیا جائے گا۔ اسکے اس خیال کی بنیاد فرنگیوں کا وہ معاندانہ سلوک تھا جو فرنگیوں نے انطاکیہ میں مقامی عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ تاہم وہ صلیبیوں سے جو اس کی ایمپائر کے لیے فائدہ مند ہو سکتے تھے۔ تعلقات منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فاطمیوں کے ساتھ جو خط و کتابت کی تھی وہ صلیبیوں کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ انہیں اس کی غداری کے اس ثبوت کو دیکھ کر بہت صدمہ ہوا تھا۔ اگرچہ خود انہوں نے اس سے جو سازش کی تھی اس کو وہ جائز اور صحیح سمجھتے تھے۔ وہ اس پر الزام عائد کرتا تھا کہ انہوں نے انطاکیہ سے قاہرہ میں جو سفیر بھیجے تھے انہیں بہت دیر تک روکے رکھا گیا تھا۔ یہ سفیر چند روز کے بعد رقہ میں واپس

Marfat.com

آئے تھے۔ فاطمیوں کی شرط یہ تھی کہ اگر ان کے علاقے میں بزور قوت داخل ہونے کی کوشش کی جائے تو یونانی مسیحی زائرین کو مقامات مقدسہ کی زیارت کی پوری آزادی دی جائے گی اور ان کی سہولت کے لیے ہر ممکن انتظام کیا جائے گا۔ صلیبیوں نے یہ تجویز فی الفور مسترد کر دی تھی"۔[3] سیوطی لکھتا ہے کہ فاطمیوں نے فرنگیوں کو سواحل شام پر قبضہ کرنے کی دعوت دی تھی لیکن سٹیون رنسی مان کا بیان ہے کہ صلیبیوں کے اس مقدس کام میں عرب امراء نے محض اپنی ترک دشمنی کی بنا پر ان کی اعانت کی تھی۔ ان دونوں باتوں میں سے جو بات بھی سچی ہو اس سچی بات میں سے ایک سچی بات یہ نکلتی ہے کہ پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں بلاد اسلامیہ میں اتحاد اسلامی کا نظریہ کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ اسی طرح رنگ و نسل اور ملک و قوم سے بالاتر مسیحی اتحاد کے نام کی بھی کوئی چیز نہیں تھی۔

اب چھٹی صدی ہجری کے دوسرے عشرے میں "جب دبیس بن صدقہ عیسائیوں کی امداد سے حلب پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا تو وہ بھاگ کر سلطان محمود کے بھائی ملک طغرل کے پاس چلا گیا اور اسے عراق پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ طغرل اس کی باتوں میں آ گیااور اس نے 519 ہجری میں عراق پر چڑھائی کردی۔ اس نے دقوق میں پہنچ کر پڑاؤ کیا تو خلیفہ مسترشد کو خبر ملی۔ اس پر خلیفہ نے خود ان کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کی اور اس نے ماہ صفر 519 ہجری کو بغداد سے نکل کر صحرائے شماسیہ میں قیام کیا۔ ملک طغرل نے یہ سن کر خراسان کا راستہ لیا۔ اس کے لشکریوں نے غارت گری شروع کر دی۔ رباط جلولا میں پہنچ کر ملک طغرل نے پڑاؤ کیا۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ نے اپنی فوج کو اس کی طرف بڑھایا اور دسکرہ میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اتنے میں خلیفہ مسترشد بھی وہاں آگیا اور وہ بھی دسکرہ ہی میں اتر پڑا۔ ملک طغرل اور دبیس نے رباط جلولا سے نکل کر ہارونیہ میں قیام کیا۔ یہاں زور کی بارش ہوئی۔ ملک طغرل بخار میں مبتلا ہوگیا۔ رسد و غلہ کی کمی سے فوج میں فاقہ کشی کی نوبت پہنچی۔ دبیس پل عبور کرنے کی غرض سے نہروان پر آیا۔ بھوک سے برا حال ہورہا تھا اتفاق سے چند اونٹ مل گئے۔ جن پر کپڑے اور مختلف قسم کے کھانے لدے ہوئے تھے۔ یہ اونٹ بغداد سے خلیفہ کی خدمت میں جارہے تھے۔ دبیس نے ان کو لوٹ لیا۔ خلیفہ کے لشکرگاہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ دبیس نے بغداد پر قبضہ کرلیا ہے۔ اس سے

Marfat.com

لشکری مال و اسباب چھوڑ کر نہروان کی طرف بھاگے۔ خلیفہ نے بھی نہروان کی طرف کوچ کیا۔ جب یہ لوگ نہروان پہنچے تو دبیس اور اسکے ہمراہیوں کو سوتے ہوئے پایا۔ شوروغل سے دبیس کی آنکھ کھلی تو اس نے خلیفہ مسترشد کو اپنے سرہانے کھڑا پایا۔ دبیس نے منت خوشامد کرکے مصالحت کی کوشش کی۔ خلیفہ اس پر مائل ہوگیا۔ مگر وزیرالسلطنت جلال الدین نے اس کی رائے بدل دی۔ اس کے بعد خلیفہ بغداد واپس پہنچ گیا اور دبیس ملک طغرل کی طرف چلا گیا۔ پھر یہ دونوں خراسان میں ملک سنجر کے پاس چلے گئے۔ خلیفہ کی اس کامیابی کے بعد جب بغداد میں اس کی طاقت اور اس کے دبدبہ میں اضافہ ہوا تو اس نے سلطان محمود کے کوتوال بر تقش زکوی کو کسی بات پر سرزنش کی۔ بر تقش بھاگ کر سلطان محمود کے پاس چلا گیا اور اس نے اسے بتایا کہ خلیفہ مسترشد کی طاقت میں بہت اضافہ ہورہا ہے۔ اگر فوراً بغداد پر قبضہ نہ کیا گیاتو پھر خلیفہ کا مقابلہ ممکن نہ ہوگا۔ سلطان محمود نے بر تقش کی اس رائے سے اتفاق کرکے فوراً عراق کی جانب کوچ کر دیا۔ خلیفہ مسترشد نے سلطان محمود کو خط لکھ کر ہدایت کی کہ وہ بغداد آنے کی بجائے دبیس کی سرکوبی کے لیے عراق جائے مگر سلطان نہ مانا اور وہ بغداد کی جانب تیزی سے مسافت طے کرنے لگا۔ خلیفہ نے اپنے خادم عفیف کو ایک لشکر دے کر سلطان محمود کی مزاحمت کے لیے واسط بھیجا۔ سلطان محمود نے عمادالدین زنگی بن آقسنقر کو اسکے مقابلہ پر بھیجا۔ عفیف اور عمادالدین میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر عفیف کو شکست ہوئی۔ اس کے لشکر کا ایک گروہ کثیر مارا گیا اور وہ خود بڑی مشکل سے واپس بغداد پہنچا۔ خلیفہ نے کشتیاں جمع کرائیں اور اپنے محل کے دروازے بند کرا دیئے۔ سلطان محمود 10 ذی الحجہ 520 ہجری کو بغداد میں داخل ہوا۔ اور باب شماسیہ پر اترا۔ خلیفہ نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ سلطان محمود نے انکار کر دیا اور پھر یکم محرم 521 ہجری کو سلطان کے لشکر نے محل میں داخل ہوکر اسے لوٹ لیا۔ اس سے عوام الناس میں بے حد اشتعال پیدا ہوا۔ اور سب جمع ہوکر خلیفہ مسترشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

"خلیفہ مسترشد طیش میں آکر نکل آیا۔ شماسیہ سر پر تھا۔ وزیرالسلطنت آگے آگے تھا۔ نقارے بج رہے تھے۔ بانسریاں بجائی جارہی تھیں۔ وہ خود باآواز بلند "یا الهاشم یا الهاشم" پکار رہے تھے۔ اس نے کشتیوں کا پل بنانے کی ہدایت کی۔ عوام الناس نے راتوں رات بنا دیا اور خلیفہ کے سارے ساتھی عبور کرگئے۔ اس وقت خلیفہ کے مکان میں پردوں کی آڑ

Marfat.com

میں ایک ہزار جنگی حملہ آور روپوش تھے۔ سلطان محمود کا لشکر بے خوف و ہراس غارت گری میں مصروف تھا۔ خلیفہ کے اس لشکر نے باہر نکل کر ان کو قتل و قید کرنا شروع کیا اور عوام الناس نے سلطان کے امراء کے مکانات لوٹ لیے۔ رات میں دمدمے' خندقیں اور مورچے بنا لیے اور اس طرح بغداد کے دفاع کا مکمل انتظام ہوگیا۔ لڑائی کا سلسلہ برابر جاری رہا تھا۔ ہر روز کنارہ دجلہ پر خون کا دریا بہایا جاتا تھا۔ اس اثناء میں عمادالدین زنگی ایک عظیم لشکر لیے ہوئے بصرہ سے آپہنچا اور دریا و خشکی کو گھیر لیا۔ سلطان محمود کے حوصلے بڑھ گئے اور اس نے بغداد پر بھرپور حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ خلیفہ نے اپنی کمزوری کو محسوس کرکے صلح کا پیام دیا۔ سلطان محمود نے اسے منظور کرلیا اور دونوں میں مصالحت ہوگئی۔ سلطان محمود ماہ ربیع الاخر 521 ہجری تک بغداد میں مقیم رہا۔ بعد میں بیمار ہوگیا۔ اطباء نے بغداد چھوڑ دینے کی رائے دی تو وہ ہمدان چلا گیا۔ روانگی سے قبل اس نے عراق کے کوتوال کے عہدے پر عمادالدین زنگی کو مامور کیا۔ اس وقت دبیس اور ملک طغرل' ملک سنجر کے پاس خراسان میں تھے اور انہوں نے اسے عراق پر قبضہ کرلینے کی ترغیب دے رکھی تھی اور اس مقصد کے لیے وہ رے پہنچ گیا تھا۔ مگر سلطان محمود کی اطاعت گزاری نے اسے مزید آگے بڑھنے سے باز رکھا اور وہ واپس خراسان چلا گیا۔ روانگی کے وقت دبیس کو سلطان محمود کے سپرد کر گیا اور یہ ہدایت کی کہ اس کو اس کے شہر واپس کر دینا۔ ملک سنجر کی روانگی کے بعد سلطان محمود بھی رے سے ہمدان کی طرف واپس گیا۔ دبیس اس کے ہمراہ تھا۔ ہمدان سے وہ 9 محرم 523 ہجری کو بغداد پہنچا۔ دربار خلافت میں دبیس کو پیش کرکے عفو تقصیر کی سفارش کی۔ خلیفہ نے اس شرط پر اس کی تقصیر معاف کردی کہ اس کو حلہ کی بجائے اور کسی صوبہ کی حکومت دیجائے۔ چنانچہ دبیس نے ایک لاکھ دینار صرف کرکے حکومت موصل کی سند حاصل کرنے کی کوشش کی۔ عمادالدین زنگی کو اس کی اطلاع ہوگئی' تحائف و نذرانہ لیے چپکے سے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک لاکھ بطور نذر پیش کیے۔ سلطان محمود نے اس کو سند حکومت موصل پر واپس اور بہروز کو بغداد کی کوتوالی عنایت کی۔ حلہ کی نگرانی بھی اسی سے متعلق کی گئی"۔[6] سٹیون رنسی مان کا بیان ہے کہ "عمادالدین زنگی کا موصل میں تقرر خلیفہ المسترشد کی سفارش پر ہوا تھا۔ سلطان محمود نے پہلے خیال کیا تھا کہ بدو دبیس کو اس صوبہ میں مقرر کیا جائے مگر بعد میں اس نے خلیفہ کی اس رائے سے اتفاق

Marfat.com

کیا کہ زنگی کا تقرر بہتر رہے گا۔ سلطان کے نوعمر بیٹے الپ ارسلان کو موصل کی گورنری کے عہدے پر متمکن کیا گیا اور زنگی کو اس کا اتابک بنایا گیا۔ زنگی نے 1127ء کا موسم سرما میں موصل کے انتظام حکومت کو درست کرنے میں گزارا۔ پھر 1128ء کے موسم بہار میں اس نے حلب پر اس بناء پر چڑھائی کردی کہ یہ شہر اس کے باپ البرستی کی سلطنت کا حصہ رہا تھا۔ حلب کے شہریوں نے اس کا خیرمقدم کیا اور جنگ و جدال کے بغیر 28 جون کو شہر میں داخل ہوگیا"۔⁷

ماہ جمادی الاول 523 ہجری میں "سلطان محمود ہمدان گیا۔ اتفاق سے ہمدان پہنچ کر بیمار ہوگیا۔ دبیس کو موقع مل گیا۔ عراق جا پہنچا۔ خلیفہ مسترشد نے اس کے مقابلہ اور مداخلت کی تیاری کی۔ دبیس نے بغداد سے اعراض کرکے حلہ کا راستہ لیا۔ بہروز نے یہ سن کر حلہ چھوڑ دیا۔ دبیس نے رمضان 523 ہجری میں حلہ میں داخل ہوکر قبضہ کرلیا۔ سلطان محمود نے امیر کزل اور امیر احمدیلی کو، جنہوں نے دبیس کی حمایت کی تھی، حلہ روانہ کیا۔ دبیس نے ایک طرف تو سفارتی ذرائع سے مسترشد سے صلح کرنے کی کوشش کی۔ دوسری طرف وہ فوجیں بھی جمع کرتا رہا جب خلیفہ نے اس سے مصالحت سے انکار کر دیا اس وقت دبیس کے پاس دس ہزار فوج تھی۔ اس عرصہ میں امیر احمدیلی ماہ شوال میں بغداد پہنچا اور فوراً دبیس کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔ ماہ ذیقعد میں سلطان محمود بھی بغداد پہنچ گیا۔ دبیس نے نذرانے اور تحائف پیش کرکے صفائی چاہی مگر سلطان محمود نے انکار کر دیا۔ اس پر دبیس حلہ سے بصرہ چلا گیا۔ وہاں خلیفہ کا جس قدر مال و اسباب تھا دبیس نے اس پر قبضہ کرلیا۔ سلطان محمود نے اس کے تعاقب پر ایک فوج متعین کی۔ دبیس نے بصرہ چھوڑ دیا اور جنگل اور پہاڑوں کی تنگ گھاٹیوں میں جا چھپا۔ 524 ہجری میں سلطان محمود نے اپنی حکومت کے تیرہویں برس وفات پائی تو وزیرالسلطنت ابوالقاسم نشا بازی اور اتابک آقسنقر احمدیلی نے اس کے بیٹے داؤد کو مسند حکومت پر متمکن کیا۔ تمام بلاد جبل اور آذربائیجان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ داؤد کی تخت نشینی کی وجہ سے ہمدان اور اس کے اطراف و جوانب میں ہنگامے اور فسادات ہوئے مگر جلد ہی امن و امان بحال کردیا گیا۔ وزیرالسلطنت اس خیال سے کہ آئندہ کسی خطرہ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سارا مال و اسباب لے کر سلطان سنجر کے پاس رے چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان داؤد نے ماہ ذیقعد 525 ہجری میں ہمدان سے زنجان

Marfat.com

کی جانب کوچ کیا اور دربار خلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ مگر داؤد کے چچا ملک مسعود نے اس کی ممانعت کی۔ وہ جرجان سے تبریز آیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ داؤد نے محرم 526 ہجری میں تبریز کا محاصرہ کرلیا۔ چچا اور بھتیجے میں لڑائی ہوئی لیکن چند دن بعد چچا اور بھتیجے میں مصالحت ہوگئی۔ داؤد نے تبریز سے محاصرہ اٹھا کر ہمدان کی جانب کوچ کیا۔ اور ملک مسعود تبریز سے باہر آکر فراہمی لشکر میں مصروف ہوگیا۔ تھوڑے دنوں میں جب ایک عظیم الشان لشکر جمع ہوگیا تو سلطان داؤد کی مخالفت کا علم بلند کرکے ہمدان کی طرف کوچ کیا۔ خلیفہ مسترشد سے کہلا بھیجا۔ میرے نام کا خطبہ جامع مسجد میں پڑھے جانے کی اجازت دی جائے۔ دربار خلافت سے جواب آیا کہ بالفعل سلطان سنجر والی خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اس کے بعد جو شخص مستحق سمجھا جائے گا۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اس جواب کے ساتھ ہی خلیفہ نے سلطان سنجر کے پاس بھی ایک یادداشت بھیج دی کہ خطبہ تمہارے ہی نام کا پڑھا جانا مناسب ہے۔ کسی دوسرے کو اس کا حق نہیں پہنچتا۔ اس دوران ملک مسعود نے والی موصل عمادالدین زنگی سے امداد طلب کی۔ زنگی نے امداد کا وعدہ کیا اور اس نے لشکر تیار کرکے ملک مسعود کی جانب کوچ کیا۔ اس عرصہ میں قراجا ساقی والئی فارس و خوزستان ایک ہزار لشکر لے کر بغداد پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ملک سلجوق شاہ ابن سلطان محمد بھی تھا۔ خلیفہ نے ان کا خیرمقدم کیا اور ملک مسعود نے عباسیہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ ملک سلجوق نے مقابلہ کی تیاری کی۔ اتنے میں عمادالدین زنگی آگیا تو قراجا ساقی نے اس کی روک تھام کے لیے دجلہ کے مغربی ساحل کو عبور کیا۔ زنگی اور قراجا ساقی میں لڑائی ہوئی۔ ایک خونریز جنگ کے بعد زنگی کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ زنگی اپنی جان بچا کر تکریت کی طرف بھاگا۔ ان دنوں قلعہ تکریت کا حاکم نجم الدین ایوب (صلاح الدین ایوبی کا والد) تھا۔ اس نے زنگی کی امداد کرکے اسے راستہ دلایا۔ اسکے بعد ملک مسعود عباسیہ سے اپنے بھائی ملک سلجوق کے مقابلہ پر آیا۔ مگر لڑائی نہ ہوئی۔ جمادی الاول 526 ہجری میں سلطان مسعود اور خلیفہ میں مصالحت ہوگئی۔ شرط یہ تھی کہ عراق خلیفہ کے قبضہ میں رہے گا اور خلیفہ اس صوبہ میں اپنے عمال مقرر کرے گا۔ مگر زمام حکومت میرے قبضہ میں رہے گی"۔[8]

داؤد کی تخت نشینی سلطان محمود مرحوم کے چچا ملک سنجر کو بھی ناگوار گزری تھی۔ چنانچہ

Marfat.com

وہ ملک داؤد کو زیر کرنے کے لیے بلاد جبل کی جانب بڑھا۔ اس کے ساتھ اس کا بھتیجا ملک طغرل بن سلطان محمد بھی تھا۔ سنجر پہلے رے پہنچااور پھر ہمدان کا رخ کیا۔ سلطان مسعود بھی اس کی روک تھام کے لیے نکلا اور خلیفہ مسترشد اس کی امداد کے لیے بغداد سے روانہ ہوا۔ سنجر نے ہمدان پہنچ کر دبیس کو حلہ کا والی مقرر کرکے اسے بغداد کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ دبیس نے اپنی طرف سے عمادالدین زنگی کو بغداد کا کوتوال مقرر کرکے اسے دارالخلافت جانے کا حکم دیا۔ جب خلیفہ کو پتہ چلا کہ زنگی اور دبیس بغداد کی طرف بڑھ رہے ہیں تو فوراً بغداد واپس آگیا۔ ملک سنجر اور ملک مسعود کی دینور کے مقام پر 8 رجب 526 ہجری کو لڑائی ہوئی۔ ملک مسعود کو شکست ہوئی اور اس کے لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ اس لڑائی کے بعد ملک مسعود نے اپنے چچا ملک سنجر سے معافی مانگی۔ تو سنجر نے اسے معاف کردیا اور خود نیشاپور پہنچ گیا۔ 27 رجب 526 ہجری کو خلیفہ مسترشد کی قلعہ برامکہ پر زنگی اور دبیس سے لڑائی ہوئی۔ دبیس اور زنگی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ دبیس شکست کھا کر حلہ پہنچا۔ یہ شہر اور اس کے مضافات کا علاقہ خلیفہ کے ایک امیر جمال الدولہ اقبال کے قبضہ میں تھا۔ اقبال اس وقت بغداد میں تھا۔ اسے پتہ چلا تو وہ فوراً حلہ پہنچا۔ اس نے دبیس کو شکست دی اور دبیس بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر واسط بھاگ گیا۔ اقبال نے واسط پہنچ کر دبیس کو ایک اور شکست دی۔ ماہ رمضان 526 ہجری میں ہمدان کے نزدیک ملک داؤد اور ملک سنجر کے مقرر کردہ والی ملک طغرل میں لڑائی ہوئی۔ ملک داؤد کو بری طرح شکست ہوئی اور وہ اپنے اتابک آقسنقر کے ساتھ بغداد پہنچا۔ خلیفہ نے ان دونوں کو عزت کے ساتھ ٹھہرایا۔ جب سلطان مسعود کو پتہ چلا کہ ملک داؤد ہمدان میں ملک طغرل سے شکست کھا کر بغداد چلا گیا ہے تو اس نے بھی بغداد کی طرف کوچ کیا۔ سلطان مسعود بغداد پہنچا تو ملک داؤد نے شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ سلطان مسعود نے بغداد کے ایوان شاہی میں قیام کیا۔ بغداد کے منبروں پر اس کے نام کا اور اس کے بعد ملک داؤد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ بعدازاں ان دونوں نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور پورے صوبہ پر قبضہ کرلیا۔ ملک طغرل کے جو تھوڑے سے امراء وہاں تھے انہیں قتل کردیا گیا۔ پھر انہوں نے ہمدان کا رخ کیا۔ ملک طغرل کو شکست دی اور ہمدان پر قبضہ کرلیا۔ اس دوران آقسنقر کو ایک شخص نے جو فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھتا تھا قتل کر ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قاتل نے سلطان

Marfat.com

مسعود کی سازش سے آقسنقر کو قتل کیا تھا؟"۔ آقسنقر برسقی بڑا بہادر سپہ سالار تھا۔ اس نے ہر معرکے میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے تھے۔ بالخصوص فرنگیوں کے خلاف لڑائیوں میں اس نے بڑا نام پیدا کیا تھا۔ اب چونکہ وہ سلطان مسعود اور ملک داؤد کی کشمکش اقتدار میں داؤد کا حمایتی تھا اس لیے مسعود کی سازش سے اس کا قتل بعید از قیاس نہیں تھا۔ اسے سلطان محمود نے عیسائیوں کے خلاف جہاد کی غرض سے موصل کا گورنر مقرر کیا تھا اور اب وہاں کا گورنر اس کا بیٹا عمادالدین زنگی تھا۔ آقسنقر کے قتل کے بعد ملک داؤد نے آذربائیجان میں سلطان مسعود کے خلاف بغاوت کردی تھی۔

"ملک طغرل ہمدان میں شکست کھا کر رمضان 527 ہجری میں رے پہنچا۔ سلطان مسعود اسکا تعاقب کرتے ہوئے رے آپہنچا۔ ملک طغرل کو شکست ہوئی۔ اس کے سرداران لشکر کا ایک گروہ گرفتار کرلیا گیا اور سلطان مسعود واپس ہمدان آگیا۔ ملک طغرل اور سلطان مسعود کے مابین اس خانہ جنگی کے دوران بہت سے سلجوقی امراء آئندہ خطرات سے بچنے کے خیال سے بغداد آگئے تھے۔ ان لوگوں کے آجانے سے خلیفہ مسترشد کی طاقت میں اضافہ ہوا تو اس نے والئی موصل عمادالدین زنگی کو پیام بھیجا کہ وہ خلافت مآب کی اطاعت قبول کرلے۔ مگر زنگی نے نہ مانا اور اس نے خلیفہ کے سفیر کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ اس بناء پر خلیفہ مسترشد نے محاصرہ موصل کا قصد کیا۔ سلطان مسعود نے بھی اس کی تحریک کی۔ خلیفہ نے ماہ شعبان 527 ہجری میں تیس ہزار فوج لے کر بغداد سے کوچ کیا۔ جس وقت موصل کے قریب پہنچا' زنگی نے موصل کو چھوڑ دیا۔ اس کا نائب نصیرالدین حقر موصل میں ٹھہرا رہا اور شہر کی حفاظت اور محاصرین کی مدافعت کرتا رہا۔ زنگی نے موصل سے نکل کر سنجر کے پاس قیام کیا اور پھر نہایت ہوشیاری سے خلیفہ مسترشد کے لشکر کی ناکہ بندی کرلی۔ خلیفہ مسترشد تین ماہ تک موصل کا محاصرہ کیے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اٹھا کر بغداد واپس آگیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ خلیفہ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ سلطان مسعود عراق کا قصد کررہا ہے اس لیے اس نے موصل کا محاصرہ اٹھا کر بغداد واپس پہنچنے کا فیصلہ کیا تھا۔ سلطان مسعود اس دوران موصل یا عراق اس لیے نہ پہنچا تھا کہ وہ آذربائیجان میں اپنے بھتیجے ملک داؤد کی بغاوت کو فرو کرنے میں مصروف تھا۔

"ملک طغرل نے سلطان مسعود کی آذربائیجان میں مصروفیت سے فائدہ اٹھایا اور اس

Marfat.com

نے بلاد جبل پر قبضہ کرلیا اور سلطان مسعود سے جنگ کرنے کی غرض سے قزوین پہنچا۔ ماہ رمضان 528 ہجری میں چچا اور بھتیجے میں لڑائی ہوئی۔ سلطان مسعود کو اپنے باغی بھتیجے سے شکست کھانا پڑی وہ شکست کھا کر بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے بھائی سلجوق شاہ کو اس شکست کا حال معلوم ہوا تو وہ اصفہان روانہ ہوا اور مسعود سے پہلے ہی بغداد پہنچ گیا۔ سلطان مسعود جب 15 شوال 528 ہجری کو بغداد میں داخل ہوا تو اس کی بری حالت تھی۔ اثنائے راہ میں اس نے بڑے بڑے مصائب اٹھائے تھے۔ اس کے ہمراہیوں کے پاس کافی سواریاں نہ تھیں۔ کچھ لوگ سوار تھے اور کچھ پیادے۔ خیمے بھی نہ تھے۔ مال و اسباب کی کمی تھی۔ کسی کے بدن پر کپڑے ثابت نہ تھے۔ خلیفہ نے نئے خیمے دیئے۔ مال و اسباب و روپیہ دیا اور عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ تقریباً" تین ماہ بعد محرم 529 ہجری میں خبر آئی کہ ملک طغرل کا انتقال ہوگیا ہے۔ سلطان مسعود نے یہ سنتے ہی ہمدان کی طرف کوچ کیا۔ فوجوں نے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔ ان میں برتقش' کزل' سنقر والی ہمدان اور عبدالرحمان بن طغرل بک وغیرہ تھے۔ ان ہی لوگوں کے ساتھ دبیس بن صدقہ بھی تھا۔ ان سب نے سلطان مسعود سے علیحدگی اختیار کرکے خلیفہ مسترشد سے امن درخواست کی اور خوزستان پہنچ کر برسق سے خلیفہ مسترشد کی اطاعت و فرمانبرداری کا باہم معاہدہ کیا۔ چونکہ خلیفہ مسترشد کو دبیس سے بدظنی تھی اس لیے وہ سلطان مسعود کے پاس واپس چلا گیا۔ دیگر امراء نے بغداد کا راستہ لیا۔ اس طرح خلیفہ اور سلطان مسعود کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی۔ رفتہ رفتہ یہ کشیدگی اس حد تک پہنچی کہ خلیفہ نے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لیے 10 رجب 529 ہجری کو بغداد سے کوچ کیا۔ مقام شفیع پر پہنچ کر پڑاؤ کیا اور والئ بصرہ سے امداد مانگی۔ اس نے امداد دینے سے انکار کر دیا۔ مگر دیگر امراء سلجوقیہ جو خلیفہ کے لشکر کے ساتھ تھے۔ اسے بدستور جنگ پر ابھارتے رہے۔ امرائے عرب خلیفہ کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے خطوط لکھ رہے تھے۔ سلطان مسعود کو اس کی خبر لگی۔ اس نے ان لوگوں کی تالیف قلوب کی اور اپنا حلیف بنا لیا۔ ان لوگوں کے مل جانے سے اس کے لشکر کی تعداد پندرہ ہزار ہوگئی۔ خلیفہ مسترشد کی فوج کے بھی بہت سے جنگ آور سپاہی سلطان مسعود کے لشکر میں آگئے۔ تاآنکہ خلیفہ کے پاس صرف پانچ ہزار فوج رہ گئی۔ دس رمضان 529 ہجری کو دینور کے مقام پر دونوں حریفوں سے مقابلہ ہوا۔ خلیفہ مسترشد کو شکست ہوئی۔

Marfat.com

اس کا لشکر بھاگ گیا اور وہ خود گرفتار کرلیا گیا۔ دیگر گرفتار شدگان میں قاضی القضاۃ، فقہا اور مشہود تھے۔ اس کامیابی کے بعد سلطان مسعود نے امیر بک آئے محمدی کو کوتوال مقرر کرکے بغداد بھیجا۔ اس کے ہمراہ عمید بھی تھا۔ وہ اوآخر رمضان میں بغداد پہنچا اس نے خلیفہ مسترشد کے جس قدر املاک تھیں۔ سب کو ضبط کرلیا۔ محل سرائے خلافت کو لوٹ لیا۔ اس سے اہل بغداد کو سخت صدمہ ہوا اور وہ اپنے خلیفہ کی گرفتاری پر روئے۔ عورتوں نے واویلا کیا۔ عوام الناس منبر کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو توڑ ڈالا۔ خطیب کو خطبہ نہ پڑھنے دیا۔ بازاروں میں کہرام مچ گیا۔ لوگوں نے سروں پر خاک اڑائی۔ شوروغل مچاتے ہوئے کوتوال بغداد کی فوج سے جا بھڑے۔ کشت و خون کا ہنگامہ گرم ہوا۔ خونریزی کے دروازے کھل گئے۔ والی اور حاجب شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جس طرف نظر اٹھتی تھی سوائے فتنہ و فساد کے امن و عافیت کی صورت نہ دکھائی دیتی تھی۔ اس عرصہ میں یہ خبر آئی کہ ملک داؤد نے مراغہ میں علم بغاوت بلند کیا ہے۔ چنانچہ سلطان مسعود لشکر لے کر مراغہ کی طرف روانہ ہوا۔ خلیفہ مسترشد اس کیساتھ ساتھ تھا۔ روانگی مراغہ کے وقت سلطان مسعود اور خلیفہ مسترشد میں مصالحت ہوگئی تھی۔ جس کی شرائط یہ تھیں۔

1- خلیفہ مسترشد، سلطان مسعود کو چار لاکھ دینار سالانہ ادا کرے گا۔

2- خلیفہ مسترشد کو فوج رکھنے کا اختیار نہ ہوگا۔

3- خلیفہ مسترشد دارالخلافت سے باہر نہیں نکلے گا۔

فریقین کے وکلاء نے صلح نامہ پر اپنے اپنے دستخط کیے۔ خلیفہ مسترشد بقصد واپسی بغداد سامان درست کرنے لگا۔ اتنے میں یہ خبر ملی کہ ملک سنجر کا قاصد آیا ہے۔ اس وجہ سے خلیفہ مسترشد کی روانگی میں تاخیر ہوئی اور سلطان مسعود سنجر سے ملنے کو سوار ہوگیا۔ خلیفہ مسترشد کا خیمہ شاہی کیمپ کے باہر ایک میدان میں علیحدہ نصب ہوا۔ تقریباً" بیس نفر یا اس سے کچھ زیادہ دفعتاً" خلیفہ کے خیمہ میں گھس پڑے اور اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ سر کاٹ کر صلیب پر چڑھایا۔ یہ واقعہ 17 ذیقعد 529 ہجری کا ہے۔ ساڑھے تیرہ سال خلافت کی۔ قاتل گرفتار کیے گئے اور قتل کر ڈالے گئے[1]"

جلال الدین سیوطی نے ذہبی کے حوالے سے خلیفہ مسترشد کے قتل کے واقعہ کا پس منظر اس طرح بیان کیا ہے کہ "جب سلطان محمود بن محمد ملک شاہ 525 ہجری میں مرگیا تو

Marfat.com

اس کی جگہ اس کا بیٹا داؤد تخت نشین ہوا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد اس کا چچا مسعود محمد اس پر چڑھ آیا۔ دونوں کی آپس میں لڑائی ہوئی مگر آخر اس شرط پر صلح ہوگئی کہ دونوں سلطنت میں شریک ہیں اور ہر ایک کے لیے ایک ملک مخصوص ہو جائے۔ چنانچہ پہلے بغداد میں مسعود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور بعدازاں داؤد کے لیے پڑھا گیا۔ خلیفہ نے ان دونوں کو خلعت عطا کی۔ چند روز کے بعد خلیفہ اور مسعود کی بگڑ گئی۔ خلیفہ اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلا۔ لیکن اس سے اکثر لشکر نے بے وفائی کی اور باغی ہوگئے۔ مسعود کو فتح ہوئی۔ اس نے خلیفہ اور اس کے خواص کو پکڑ کر ہمدان کے قریب ایک قلعہ میں قید کردیا۔ جب اہل بغداد کو اس بات کا علم ہوا تو لوگ بازاروں میں اپنے سروں میں خاک ڈالتے ہوئے شور کرتے ہوئے نکلے۔ عورتیں سر کے بال کھولے ہوئے خلیفہ کے لیے بین کرتی آئیں۔ نماز اور خطبے بند ہوگئے۔ ابن جوزی لکھتا ہے کہ ان دنوں بغداد میں کئی دفعہ زلزلہ آیا اور ہر روز پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ زلزلہ آتا تھا اور لوگ فریاد کرتے تھے۔ اس پر سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے مسعود کی طرف لکھا کہ جس وقت یہ خط تمہیں ملے اسی وقت خلیفہ کے پاس جاکر آداب بجالاؤ اور معافی مانگو۔ نہایت عاجزی کرو۔ کیونکہ ایسی آسمانی اور زمینی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں جن کے سننے کی بھی ہم میں طاقت نہیں۔ چہ جائیکہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ چنانچہ تند ہواؤں کے چلنے' بجلیوں کے چمکنے' زلزلوں کے آنے اور لگاتار بیس دن تک رہنے اور لشکر و رعیت کے پریشان ہونے سے مجھے اپنی جان کی فکر لگ رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ غضب الٰہی نازل ہو۔ لوگوں نے جامع مسجد میں نمازیں پڑھنی چھوڑ دیں۔ خطبے پڑھنے بند ہوگئے ہیں۔ مجھے ان باتوں کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور امیرالمومنین کو نہایت عزت سے دارالخلافہ میں پہنچا دو۔ اور بذات خود ان کی حاشیہ برداری کرو جیسے کہ ہمارے آباؤاجداد کی عادت رہی ہے۔ مسعود نے ان تمام باتوں کی تعمیل کی اور خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بصد ادائے ادب معافی کا خواستگار ہوا۔ پھر سلطان سنجر نے ایک اور ایلچی بھیجا جس کے ساتھ بہت سا لشکر تھا اور مسعود کو کہلا بھیجا کہ بہت جلد خلیفہ کو دارالخلافہ میں پہنچا دو۔ کہتے ہیں کہ اس لشکر میں 17 باطنی بھی تھے۔ اور مسعود کو ان کی خبر نہیں تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے ان سے کہا تھا۔ انہوں نے خلیفہ کے خیمے پر ہجوم کرکے اسے قتل کردیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے بہت سے

Marfat.com

ہمراہیوں کو بھی قتل کیا۔ لشکر کو ان کا حال اسی وقت معلوم ہوا جبکہ وہ اپنے کام سے فارغ ہوگئے۔ لشکر نے ان باطنیوں کو پکڑ کر قتل کردیا۔ سلطان عزاء کے لیے بیٹھا اور سخت سوگ کیا۔ تمام لوگ رونے پیٹنے لگے۔ جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو مرد برہنہ پا کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے اور عورتیں بال بکھیرے ہوئے منہ پیٹتی ہوئی اور مرثیہ پڑھتی ہوئی باہر نکلیں اور اس بے چینی کا باعث یہ تھا کہ بوجہ اس کی شجاعت' عدل اور مہربانی کے سب فدا ہوئے تھے۔ مسترشد کے قتل کا واقعہ موضع مراغہ میں بروز جمعرات 16 ذیقعد 529 ہجری میں ہوا"۔[11] بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ خلیفہ مسترشد کے قتل کے اصل وجہ یہ تھی کہ وہ بوجہ اپنی قوت و استقلال' احکام نافذ کرنے لگا تھا۔ مسعود نے اس کو روکا۔ خلیفہ نے خطبہ سے اس کا نام نکال دیا اور فوج کشی کی۔ دینور کے مقام پر سلطان مسعود نے اسے شکست دی اور پھر اسے باطنیوں کے ذریعے قتل کروا دیا۔ تیسری صدی ہجری کے بعد خلیفہ مسترشد بنی عباس کا آخری خلیفہ تھا۔ جس نے سیاسی اقتدار کی تمنا کی اور اسکے حصول کے لیے جدوجہد بھی کی۔ اس کے سیاسی عزم کا پتہ اس کے ان اشعار سے ملتا ہے۔

"میں وہ بازش بم ہوں کہ جنگوں میں بلایا جاتا ہوں اور میں وہ شخص ہوں کہ بغیر قیل و قال کے دنیا کا مالک ہوں۔ عنقریب ہی میرا لشکر سرزمین روم میں جا پہنچے گا اور میری چمکتی تلواریں چین میں جا چمکیں گی۔"[12]

جب جنگ کے بعد اسیر ہوا تو یہ شعر کہے۔

اگر عربی و عجمی کتے شیر پر قابو پالیں تو تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ وحشی کے حربہ نے حضرت حمزہ کی جان لی تھی اور حضرت علی کی موت ابن ملجم کی تلوار سے ہوئی۔"

خلیفہ مسترشد کے قتل کے چند دن بعد دبیس بن صدقہ بھی شہر خوئی کے باہر سرادقہ دروازہ پر مارا گیا تھا۔ سلطان مسعود نے ایک ادنیٰ غلام کو اس کے قتل پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ اس نے راہ چلتے اس کا سر اتار لیا تھا۔ یہ تھی عالم اسلام کے اتحاد کی صورتحال جب کہ عالم اسلام کو یورپ کے صلیبیوں کا سامنا تھا۔

Marfat.com

باب : 11

خلیفہ راشد باللہ - خلیفہ مقتفی لامراللہ

سلجوقیوں کا زوال' خوارزم شاہی' زنگی اور چھوٹے بڑے کئی سلاطین کا عروج

خلیفہ مسترشد باللہ کے بعد اس کا بیٹا ابو جعفر راشد باللہ بن مسترشد 17 ذیقعد 529 ہجری مطابق 30 اگست 1135ء میں خلیفہ ہوا۔ "چند دن کے بعد برتقش زکوی' سلطان مسعود کے پاس سے راشد سے وہ زرنقد وصول کرنے کو بغداد آیا جس کا اقرار اس کے باپ خلیفہ مسترشد نے کیا تھا اور جو چار لاکھ دینار رقم تھی۔ خلیفہ راشد نے جواب دیا۔ 'پدر بزرگوار ایک پیسہ خزانہ میں نہیں چھوڑ گئے۔ جو کچھ مال و اسباب اور زرنقد تھا وہ ان کے ہمراہ تھا وہ سب کا سب لٹ گیا'۔ برتقش یہ سن کر خاموش ہوگیا اور لوگوں نے خلیفہ راشد کو بتایا کہ برتقش محل سرائے خلافت پر دفعتا" قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ خلیفہ راشد نے اس کے ساتھ لڑائی کی تیاری کی۔ برتقش معہ امرائے بلجیہ کے سوار ہوکر محل سرائے خلافت کو لوٹنے کو نکلا۔ عوام الناس اور خلیفہ کے لشکر نے مقابلہ کیا۔ برتقش کو شکست ہوئی اور وہ بغداد سے بھاگ کر خراسان چلا گیا۔ عوام اور لشکریوں نے سلطان مسعود کے مکان اور دیوان خاص و عام کو خوب لوٹا۔ اس واقعہ سے سلطان مسعود اور راشد میں عداوت ہوگئی۔ ملک داؤد ماہ صفر 530 ہجری میں آذربائیجان سے بغداد پہنچ گیا۔ والئی موصل عمادالدین زنگی' والی قزوین برتقش باردار' والی اصفہان بقش کبیر' والی حلہ صدقہ بن دبیس اور ابن برسق اور ابن احمدیلی وغیرہ بھی آگئے۔ ملک داؤد نے برتقش کو بازار بغداد کی کوتوالی دی۔ ان واقعات کے بعد ملک داؤد نے سلطان مسعود سے جنگ کے لیے خراسان کی طرف

Marfat.com

کوچ کیا۔ عمادالدین زنگی بھی اس کے ساتھ تھا۔ خلیفہ راشد بھی اپنی فوج لے کر یکم رمضان 530 ہجری کو بغداد سے خراسان کی جانب روانہ ہوا مگر تیسرے ہی روز لوٹ آیا اور ملک داؤد اور کل امرا کو واپس بلا لیا۔ سب واپس آگئے تو باہمی مشورہ سے یہ طے ہوا کہ شہرپناہ کے اندر سے ملک مسعود سے جنگ کی جائے۔ اتنے میں سلطان مسعود کی جانب سے مصالحتی خط آگیا۔ اراکین دولت نے مصالحت کرنا منظور نہ کیا۔ خلیفہ نے بھی ان لوگوں کی رائے سے اتفاق کیا۔ سلطان مسعود لشکر لے کر بغداد پہنچا اور اس نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اوباشوں اور جرائم پیشہ لوگوں کی بن آئی۔ دن دیہاڑے لوٹ مار شروع کردی۔ تقریباً" پچاس دن تک سلطان مسعود بغداد کا محاصرہ کیے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اٹھا کر ہمدان کی طرف روانہ ہوا۔ اسی عرصہ میں طرنطائی والئی واسط ایک بیڑہ جنگی کشتیوں کا لیے ہوئے آپہنچا۔ سلطان مسعود نے اسی وقت پھر بغداد کی طرف مراجعت کی۔ بغدادی لشکر نے اسے دجلہ عبور کرنے سے روکا مگر سلطان مسعود کا لشکر نہ رکا۔ دجلہ کو ساحل غربی سے عبور کیا۔ اس سے خلیفہ راشد کے امراء اور سرداران لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ سب نے بوریہ سنبھال اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی۔ جبکہ زنگی' سلطان مسعود کے لشکر سے لڑ رہا تھا۔ خلیفہ راشد نے اس کے پاس جاکر کل حالات بتائے۔ چنانچہ زنگی نے بھی میدان جنگ اپنے حریف کے حوالے کرکے موصل کا راستہ لیا۔ خلیفہ راشد اس کے ساتھ تھا۔ 15 ذیقعد 530 ہجری کو سلطان مسعود بغداد میں داخل ہوا۔ امن و امان کی منادی کرا دی۔ قضاۃ' فقہا اور شہود کو طلب کرکے خلیفہ راشد کا حلف نامہ دکھایا۔ جس میں بہ خط خاص لکھا تھا۔ 'جس وقت میں سلطان مسعود کے مقابلہ پر لشکر آرائی کا قصد کروں یا سلطان مسعود سے جنگ کرنے کو خراج کروں اور سلطان مسعود کے کسی امیر سے مصروف جدال و قتال ہوں تو اس وقت میں معزول سمجھا جاؤں۔ میں خود اپنے آپ کو بار خلافت سے سبکدوش کرلوں گا۔' قضاۃ و فقہا نے خلیفہ راشد کی قطع خلافت اور معزولی پر فتویٰ دیا۔ اراکین دولت اور امراء مملکت نے اس رائے پر موافقت ظاہر کی اور خلیفہ کے معایب بیان کرنے پر سب کے سب متفق ہوئے۔ اس پر سلطان مسعود نے خلیفہ راشد کو معزول کردیا اور ماہ ذیقعد میں بغداد اور کل بلادالبلدیہ میں اس کے نام کا خطبہ موقوف کردیا گیا۔ خلیفہ راشد نے ایک سال خلافت کی"۔[1] سیوطی لکھتا ہے کہ "سلطان مسعود جب بغداد واپس آیا تو راشد وہاں سے

Marfat.com

موصل کی طرف چلا گیا۔ سلطان نے قضاۃ، علماء اور امراء کو بلوا کر ایک محضر لکھوایا۔ جس میں بہت سے لوگوں کی شہادت قلمبند کرائی گئی کہ راشد نے فلاں فلاں پر ظلم کیا اور فلاں فلاں کا مال زبردستی چھین لیا اور خونریزی کی اور شراب پی۔ پھر فقہاء سے فتویٰ لیا گیا کہ ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں اور کیا اسے معزول کرنا درست ہے۔ شہر کے قاضی ابن الکرخی نے اس کے معزول کرنے کا فتویٰ دے دیا۔ پھر اس کے چچا زاد بھائی محمد بن المستظہر سے بیعت کرلی۔ اس نے اپنا لقب المقتفی رکھا۔ یہ واقعہ 16 ذیقعد 530 ہجری (1136ء) میں ہوا۔ جب راشد کو اپنی معزولی کی خبر ملی تو وہ موصل سے نکل کر آذربائیجان کی طرف چلا گیا۔ اس کے ساتھ فوج کا ایک دستہ تھا۔ انہوں نے مراغہ سے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لوٹا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ علماء کی داڑھیاں منڈوا ڈالیں۔ پھر اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا۔ اور خوب لوٹ مار کی۔ اس جگہ راشد بیمار ہوا اور 16 رمضان 532 ہجری کو بہت سے عجمیوں نے اسے آکر گھیر لیا اور چھریوں سے قتل کر ڈالا۔ بغداد میں جب اس کی خبر پہنچی تو ایک روز اس کا ماتم کیا گیا۔[2]"

خلیفہ مقتفی کی بیعت کے بعد سلطان مسعود نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو ملک داؤد کے تعاقب اور سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ مقام مراغہ میں ملک داؤد سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ملک داؤد بھاگ کھڑا ہوا۔ قراسنقر نے آذربائیجان پر قبضہ کرلیا اور ملک داؤد خوزستان پہنچ کر فوجیں اکٹھی کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے لشکر جمع کرلیا۔ جس کی تعداد دس ہزار سے کم نہ تھی۔ اس نے تستر کا محاصرہ کرلیا۔ سلجوق شاہ نے لڑائی کی مگر اسے شکست ہوئی۔ دریں اثنا عمادالدین زنگی والئی موصل اور صدقہ بن دبیس والی حلہ نے سلطان مسعود کی اطاعت قبول کرلی مگر بوزابہ والی خوزستان، امیر عبدالرحمان طغرل بک والی خلخال اور امیر منکبرس والی فارس نے راشد کی دوبارہ بیعت کرنے کا عہد کیا۔ سلطان مسعود کو اس کا پتہ چل گیا۔ تو اس نے ماہ شعبان 532 ہجری میں ان کی طرف رخ کیا۔ خوزستان کے قریب مقابلہ ہوا ایک خونریزی جنگ کے بعد سلطان مسعود نے ان کو شکست دی۔ امیر منکبرس والی فارس گرفتار کرلیا گیا۔ سلطان مسعود نے اس کو اپنے روبرو قتل کرایا۔ سارا لشکر اس کا تتربتر ہوگیا۔ لوٹ مار کرتا ہوا ادھر ادھر بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان مسعود نے اپنی فوج کو بھگوڑوں کے تعاقب پر روانہ کیا۔ بوزابہ اور عبدالرحمان نے سلطان مسعود کی فوج کی کمی کو

Marfat.com

محسوس کر کے پھر لڑائی چھیڑ دی۔ سلطان مسعود کے امراء لشکر کا ایک گروہ گرفتار ہو گیا۔ گرفتار شدگان میں صدقہ بن دبیس' ابن قراسنقر اتابک والی آذربائیجان اور عنتر بن ابوالعسکر بھی تھے۔ سلطان مسعود کے لشکر کو شکست ہوئی۔ بوزابہ نے اس کے گرفتار شدہ امراء کو تہہ تیغ کردیا۔ ان ہی واقعات کے دوران سلجوق شاہ بن سلطان محمود کو بغداد کے قبضہ کی طمع دامن گیر ہوئی۔ اس نے بغداد پر حملہ کیا۔ شہر کے کوتوال بقش سلامی اور مطرخادم نے مدافعت کی۔ غنڈوں اور بدمعاشوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ شرفاء اور روسا شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تاآنکہ سلجوق شاہ ناکام و نامراد ہو کر واپس چلا گیا۔ بقش سلامی نے بغداد میں واپس آکر لوٹ مار کرنے والوں کو قتل و قید کرنا شروع کیا۔ اور ان لوگوں کو سخت سزائیں دیں۔ تاہم اسی طوائف الملوکی کی حالت میں 532 ہجری کا سال ختم ہوتا ہے۔ ابن خلدون کے بقول "آئے دن تبدیلی حکومت کی وجہ سے 532 ہجری میں زمانہ کا رنگ دگرگوں نظر آتا ہے۔ فتنہ و فساد کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ غلاف کعبہ جو من جانب سلاطین دارالخلافت بغداد سے جایا کرتا تھا۔ اس سال میں نہیں جاتا ہے۔ ایک سوداگر فارسی النسل جس کی آمدورفت بسلسلہ تجارت ہند میں رہا کرتی تھی۔ وہ اس خدمت کو انجام دیتا ہے۔ غلاف خانہ کعبہ کی تیاری میں 18 ہزار دینار مصری صرف کرتا ہے۔ غنڈوں کی لوٹ مار اسی سال حد سے تجاوز کرجاتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ جمع ہو کر بغداد کو آگھیرتے ہیں اور ان کا سردار اپنے نام کا سکہ دینار میں چلا دیتا ہے۔ کوتوال بغداد اور وزیرالسلطنت اس گروہ کے قلع قمع پر کمرباندھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور گروہ کے سردار کو قتل کردیا جاتا ہے۔ عوام الناس اور رعایا ان غنڈوں کے ظلم و ستم اور تمام بے جا کارروائیوں کو کوتوال بقش سلامی کی طرف منسوب کرتی ہے۔ اس عداوت سے کہ اس نے پہلے بھی ان لوگوں کو ستایا تھا۔ سلطان مسعود بقش کو گرفتار کر کے تکریت کی جیل میں ڈال دیتا ہے۔ جہاں اسے قتل کردیا جاتا ہے۔ سلطان مسعود ربیع الاول 533 ہجری میں بغداد آتا ہے اس مرتبہ اس نے متعدد ٹیکس معاف کرائے۔ عوام الناس اور رعایا سے لشکر کا بھی ٹیکس معاف کردیا۔ اس سے لوگوں نے اسے دعا سے یاد کرنا شروع کر دیا"[۲]۔ لیکن سیوطی کا بیان اس بیان سے مختلف ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "533 ہجری میں شہروں کی تمام آمدنیوں پر امراء نے قبضہ کرلیا۔ سلطان مسعود نہایت تنگ ہوا اور اس کا صرف نام ہی

Marfat.com

نام رہ گیا۔ اسی طرح سلطان سنجر بھی نہایت عاجز ہوگیا۔ ان کے ضعف سے خلیفہ حقیقی کی عزت و شوکت بڑھ گئی۔ بس اسی سے ہی دولت عباسیہ کی اصلاح شروع ہوئی۔ خدا تعالیٰ کا بڑا شکر ہے[4]۔" سیوطی کے اس بیان کا دراصل مطلب یہ ہے کہ بلاد مشرق میں سلجوقیوں نے باہمی خانہ جنگیوں کا جو سلسلہ شروع کررکھا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 533 ہجری میں ان کا آفتاب اقتدار غروب ہوتاہوا نظر آیا۔ سلجوقیوں کے اس زوال سے عباسیوں کے عروج کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ البتہ آگے چل کر نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی اور دوسرے سپہ سالاروں کے اقتدار کے لیے راستہ ہموار ہوا تھا۔ عباسیوں کے اقتدار کو بحال کرنے کی خلیفہ مسترشد نے کوشش کی تھی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اب خلیفہ کی اس سلسلہ میں کامیابی بالکل بعیداز قیاس تھی۔ کرد سپہ سالار عماد الدین زنگی نے خلیفہ مسترشد کے محاصرے موصل کو ناکام بنا کر کسی عباسی خلیفہ کے اقتدار کی بحالی کاامکان ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔ خلیفہ مسترشد کی اسی ناکامی کے بعد اسے سلطان مسعود کے ہاتھوں دینور کے مقام پر فیصلہ کن شکست ہوئی تھی اور وہ باطنیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اہل بغداد نے خلیفہ مسترشد کی شکست، گرفتاری اور قتل پر جو گریہ و زاری کی تھی وہ دراصل عباسیوں کی جانب سے اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو بحال کرنے کی کوشش میں ناکامی پر گریہ و زاری تھی۔ بغداد کی آبادی کی بھاری اکثریت عربوں پر مشتمل تھی۔ عمادالدین زنگی کو 541 ہجری میں اس کے بعض مملوکوں نے قتل کردیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین غازی موصل کا حکمران بنا تھا اور دوسرے بیٹے نورالدین زنگی محمود نے حلب کی ولایت سنبھالی تھی۔

534 ہجری میں خلیفہ مقتفی نے وزیرالسلطنت علی بن طراد زینبی کو معزول کردیا۔ مگر دو سال بعد 536 ہجری میں جب سلطان مسعود بغداد آیا تو اس نے خلیفہ سے کہہ کر اسے بحال کروا دیا اور مجاہدالدین بہروز کی جگہ امیر کزل کو بغداد کے کوتوال کے عہدہ پر مامور کیا۔ اس تبدیلی سے اوباشوں اور غنڈوں نے بے حد فائدہ اٹھایا۔ جب سلطان مسعود بغداد آیا تو اس نے اس بدنظمی کے ازالہ کے لیے مجاہدالدین بہروز کو پھر کوتوال مقرر کردیا۔ مگر امن پسند شہریوں کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ سماج دشمن عناصر نے ابن وزیر اور ابن قاروت سے جو سلطان مسعود کا سالا تھا سازباز کرلی تھی جو مال غارت گری سے ہاتھ آتا تھا اس میں سے یہ دونوں بھی لیتے تھے۔ سلطان مسعود کو اس صورتحال کا پتہ چلا تو اس نے

Marfat.com

اپنے سالے کو تو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا لیکن ابن وزیر ہاتھ نہ آیا اور وہ بھاگ گیا۔ 540 ہجری میں بوزابہ والئی فارس و خوزستان نے سلیمان شاہ بن سلطان محمد اور رے کے حکمران امیر عباس کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے سلطان مسعود کے خلاف بغاوت کردی اور اس کے بہت سے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ سلطان مسعودان سے لڑائی کے لیے بغداد روانہ ہوا۔ اس مہم میں اس کے ساتھ امیر عبدالرحمان طغرل بک حاجب تھا۔ یہ شخص بہت ہوشیار تھا اور سلطان مسعود اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ وہ بظاہر تو سلطان مسعود کے ساتھ تھا لیکن در پردہ اس کی ہمدردی بوزابہ اور عباس کے ساتھ تھی۔ چنانچہ جب فریقین کے لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو امیر عبدالرحمان نے لڑائی نہ ہونے دی بلکہ ان میں مصالحت کرا دی۔ اس مصالحت کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر عبدالرحمان کو علاوہ ان شہروں کے جو اس کے زیر حکومت تھے آذربائیجان اور آرمینیہ کی سند حکومت بھی عطا ہوئی۔ ابوالفتح بن ہزار شب کو سلطان مسعود کی وزارت دی گئی یہ بوزابہ کا وزیر تھا۔ عملی طور پر عنان حکومت ان ہی امرا اور وزراء کے ہاتھ میں تھی۔ سلطان مسعود محض نام کا سلطان تھا۔ ان لوگوں نے بک ارسلان بن بلنکری معروف بہ خاص بک کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ جو سلطان کا خاص ملازم اور اس کا پروردہ تھا۔ اس کی سازش سے ان لوگوں نے خاص فائدہ اٹھایا۔ سلطان مسعود کی ہر خواہش میں یہ لوگ دخل دیتے تھے اور سلطان مسعود دم نہ مارتا تھا۔ تاہم جب آذربائیجان میں عبدالرحمان طغرل بک کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا اور وہ بالکل مطلق العنان ہوگیا تو اس نے خاص بک کے ذریعے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد سلطان والئی رے امیر عباس کو بھی اپنے ایک دستہ محافظین کے ذریعے قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ ماہ ذیلقعد 541 ہجری کا ہے۔ عبدالرحمان اور عباس کے قتل کے بعد سلطان مسعود نے اپنے بھائی سبحان شاہ کو تکریت میں نظربند کردیا۔ جب بوزابہ والئی فارس کو یہ خبر ملی تو اس نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اصفہان پر چڑھائی کردی۔ چند دن کے بعد اس نے اصفہان کا محاصرہ اٹھا لیا اور سلطان مسعود کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ مقام مرج قراتکین میں مقابلہ ہوا۔ بوزابہ کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس لڑائی کے بعد خاص بک سلطان مسعود کا مشیر خاص بن گیا اور عنان حکومت کلی طور پر اس کے ہاتھ میں چلی گئی۔

اس صورتحال میں دوسرے سلجوقی امرا کو خطرہ لاحق ہوا تو انہوں نے بغداد سے بھاگ

Marfat.com

کر حلوان میں پناہ لی اور پھر بغداد پر حملہ کرنے کا عزم کیا۔ ان امراء میں ایلدکز مسعودی والی گنجہ و ارانیہ اور قیصر بقش کون والی صوبجات جبل، حاجب یعنی مسعودی، طرنطائی محمودی کوتوال واسط اور ابن طغا یرک وغیرہ شامل تھے۔ اہل بغداد کو خطرہ محسوس ہوا تو خلیفہ مقتفی نے ان امراء کو کہلوا بھیجا کہ آپ لوگ بغداد میں نہ آئیں مگر انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور ماہ ربیع الاول 543 ہجری میں بغداد پہنچ گئے۔ ملک محمد بن سلطان محمود بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ انہوں نے بغداد کی مشرقی جانب قیام کیا تو شہر کا کوتوال مسعود جلال بھاگ کر تکریت چلا گیا۔ اس سے لوگوں پر اور بدحواسی چھا گئی۔ اس اثنا میں علی بن دبیس والئی حلہ آگیا اور اس نے بغداد کی مغربی جانب قیام کیا۔ خلیفہ مقتفی نے شہر کے دفاع کے لیے فوجیں مرتب کیں۔ بغداد کے عوام الناس اور امراء میں لڑائی چھڑ گئی۔ کئی بار لڑائی ہوئی اور بڑی خونریزی ہوئی۔ مگر یہ امراء بغداد فتح نہ کرسکے اور خلیفہ سے مصالحت کرنے کے بعد نہروان چلے گئے۔ راستے میں انہوں نے بہت سے دیہات و قصبات اور شہروں کو برباد کیا۔ اس سارے عرصے میں سلطان مسعود بلاد جبل میں مقیم رہا۔ اس نے نہ تو بغداد کی جانب توجہ کی اور نہ ہی دمشق کی جانب۔ جس کا فرنگیوں نے محاصرہ کرلیا ہوا تھا اور نورالدین زنگی والی حلب ان کا مقابلہ کررہا تھا۔ اس لڑائی میں نورالدین زنگی نے عظیم الشان فتح حاصل کی تھی۔ اس نے فرنگیوں کا اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑا تھا جب تک کہ ان تمام شہروں کو جو انہوں نے مسلمانوں سے چھینے ہوئے تھے فتح نہ کرلیا۔ رجب 544 ہجری میں سلجوقی امراء کا یہ گروہ پھر عراق آیا۔ انہوں نے خلیفہ سے ملک شاہ بن سلطان محمد کے خطبہ کے بارے میں خط و کتابت کی۔ مگر خلیفہ نے یہ تجویز منظور نہ کی۔ شہر کے دفاع کے لیے قلعہ بندی کرلی اور سلطان مسعود کو سارا حال لکھ بھیجا۔ بقش کو یہ خبر لگی تو اس نے نہروان کو لوٹ لیا۔ علی بن دبیس کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ طرنطائی نعمانیہ کی جانب بھاگ گیا۔ اس کے بعد ماہ رجب 547 ہجری کو اپنی حکومت کے اکیسویں سال وفات پائی۔ اس اکیس برس کی حکومت کے دوران وہ بیس سال تک اپنے بھائیوں سے لڑتا رہا تھا"۔[۵]

ایک روایت ہے کہ "رجب 547 ہجری میں جب سلطان مسعود کے کارکنوں نے خلیفہ مقتفی پر ظلم کرنا شروع کیا تو مقتفی نے فیصلہ کیا کہ اس پر بددعا کی جائے۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ رعل اور ذکوان پر برابر ایک ماہ تک بددعا کی تھی۔ چنانچہ مقتفی اور

Marfat.com

اس کے وزیر ابن ہبیرہ نے علیحدہ علیحدہ جمادی الاول کی 29 تاریخ سے لے کر ہر صبح کو اس کے لیے بددعا کرنی شروع کی۔ جب ایک ماہ کامل گزر گیا تو مسعود اپنے تخت پر ہی بیٹھا بیٹھا مر گیا۔"⁶

سلطان مسعود کے انتقال کے بعد خاص بک نے اس کے بھتیجے ملک شاہ بن سلطان محمود کو تخت پر بٹھایا۔ حکومت و سلطنت کی ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ابن خلدون کی رائے ہے کہ "سلطان مسعود ملوک سلجوقیہ کا آخری بادشاہ تھا۔ جس نے بغداد میں حکومت کی۔ اس کے مرنے سے خاندان سلجوقی کی سعادت اور نیک نامی مفقود ہوگئی۔ اس کے بعد کوئی شخص ایسا نہ ابھرا جس کی طرف التفات کی جاتی۔" بلاد مشرق میں سلجوقیوں کا عروج 429 ہجری میں شروع ہوا تھا جبکہ خلیفہ قائم نے فاطمیوں کے خلاف امداد کے لیے طغرل بک کو بغداد بلا کر اپنی عنان حکومت اس کے سپرد کردی تھی۔ سلطان مسعود خلیق، عادل، اور نماز روزے کا پابند تھا۔ لیکن امور سلطنت سے ناواقفیت یا غفلت کے باعث اس نے اسی طرح سلجوقی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا جس طرح کہ مراکش اور اسپین میں مرابطی امیرالمسلمین علی بن یوسف نے بکھیرا تھا۔"

سلطان مسعود کے جانشین سلطان ملک شاہ نے حکومت سنبھالتے ہی امیر شکار کرد کو حلہ پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا۔ امیر شکار کرد نے پہنچتے ہی حلہ پر قبضہ کرلیا۔ اور بغداد کا کوتوال مسعود جلال یہ خبر پاکر حلہ چلا آیا۔ اس نے پہلے تو امیر شکار کرد سے دوستی کی اور پھر دو چار روز کے بعد موقع پاکر امیر شکار کرد کو گرفتار کرکے دریا میں ڈبو دیا۔ خود حلہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ خلیفہ مقتفی کو پتہ چلا تو اس نے وزیر السلطنت عون الدولہ ابن ہبیرہ کی زیر سرکردگی ایک لشکر بھیجا۔ مسعود جلال دریائے فرات عبور کرکے مقابلہ پر آیا مگر پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اہل حلہ نے خلیفہ مقتفی کی اطاعت قبول کرلی۔ بعدازاں وزیرالسلطنت ابن ہبیرہ نے ایک دستہ فوج بھیج کر کوفہ اور واسط پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد ہی ملک شاہ کی فوج واسط کی طرف آئی۔ خلیفہ کی فوج نے واسط کو چھوڑ دیا۔ خلیفہ یہ سن کر خود ایک فوج لے کر واسط پہنچا اور سلطانی لشکر کے قبضہ سے اس کو نکال لیا۔ دو چار روز قیام کرکے خلیفہ نے حلہ کی طرف کوچ کیا اور پھر 10 ذیقعد 547 ہجری کو بغداد واپس پہنچا۔ ان واقعات کے بعد امیر خاص بک سلطان ملک شاہ سے باغی ہوگیا۔ اس نے ملک محمد بن

Marfat.com

سلطان محمود کو خوزستان سے بلا بھیجا۔ یکم صفر 548 ہجری کو اسکے ہاتھ پر حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔ مگر اس کے دل میں یہ سمائی ہوئی تھی کہ کسی طرح اس کو بھی گرفتار کرکے اپنی حکومت سلطنت کی بیعت لی جائے۔ بیعت تخت نشینی کے دوسرے روز امیر خاص بک' ملک محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک محمد اسکے تیور سے تاڑ گیا۔ کہ اسکی نیت اچھی نہیں۔ فورا" تلوار کھینچ کر اس کی گردن اتار لی[۷]۔" سیوطی لکھتا ہے کہ "جس روز ملک محمد ہمدان میں سلطان بنا اس دن سے خلیفہ مطلق العنان حکمران ہوگیا۔ اور سلطان کی طرف سے جتنے لوگ مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتے تھے سب کو معزول کردیا[۸]۔" اس کے بعد خلیفہ نے تکریت پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر بھیجا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پھر خلیفہ خود ایک لشکر لے کر تکریت پہنچا۔ مگر قبضہ نہ کرسکا اور ناکام ہوکر ربیع الاول 549 ہجری میں واپس بغداد آ گیا۔ پھر خلیفہ نے عقر بابل میں والئی تکریت مسعود جلال سے لڑائی کی اسکی امداد کے لیے ملک محمود کی فوج بھی آئی تھی۔ اس نے ملک ارسلان بن سلطان طغرل بن سلطان محمد کو جو تکریت میں قید تھا' سے رہا کرکے مقابلے پر لاکھڑا کیا تھا اٹھارہ دن تک خونریزی ہوتی رہی۔ آخر کار خلیفہ مقتفی کی فتح ہوگئی۔ عجمی فوج میدان سے بھاگ گئی۔ ترکمانوں کا کل مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ عورتیں لونڈی اور بچے اور لڑکے غلام بنائے گئے اور خلیفہ انہیں ساتھ لے کر شعبان کو واپس بغداد پہنچا جبکہ ارسلان بن طغرل سپہ سالار بقش کون کے ساتھ قلعہ مہاکین میں چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد مسعود جلال نے خلیفہ کے سابق مصاحب و ترشک کے جو محاصرہ تکریت کے دوران مسعود جلال سے مل گیا تھا' ساتھ مل کر واسط میں پھر غارت گری شروع کر دی۔ وزیرالسلطنت ابن ہبیرہ نے ان کی پھر سرکوبی کی تو خلیفہ نے اسے سلطان العراق کا لقب دیا۔ 550 ہجری میں خلیفہ مقتفی نے دقوقا پر فوج کشی کی مگر کامیابی نہ ہوئی تو واپس بغداد آ گیا۔ اس سال امیر ایدغدی المعروف شملہ کا سلطان مسعود مرحوم امیر خاص بک کے خاص مصاحب کا خلیفہ کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ شملہ کو فتح ہوئی اور اس نے خوزستان میں جاکر ملک شاہ بن سلطان محمود کو معزول کرکے خود اس صوبہ پر قبضہ کرلیا۔

اس سے قبل 548 ہجری میں ایک ترک غلام انوشتگین کے خاندان نے خراسان کے پورے علاقے کو زیرتسلط کرلیا تھا۔ سیوطی کے بقول "ترکوں کے اس گروہ نے سلطان سنجر کو قید کرلیااور اسے ذلیل کیااور اس کے تمام شہروں پر قبضہ کرلیا لیکن خطبہ میں اسی کا نام

Marfat.com

باقی رکھا۔ وہ صرف نام کا بادشاہ تھا۔ ایک سائیس کے برابر اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ وہ اپنی جان پر روتا تھا"۔[9] ابن خلدون نے ترکان غز کی اس کارروائی اور خراسان میں انوشتگین خاندان کے عروج کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حکمران خوارزم (خیوا) کا مورث اعلیٰ انوشتکین ترکی النسل اور غزنہ کے رہنے والے ایک شخص کا غلام تھا۔ اور سلجوقیہ میں سے ملکابک نامی ایک سردار نے اسے خرید لیا تھا۔ چونکہ انوشتکین میں غیر معمولی شجاعت اور عقل و فراست تھی اس وجہ سے امیر ملکابک اسے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ انوشتکین کا بیٹا قطب الدین محمد اپنے باپ کی طرح شجاعت و دانائی میں یکتا تھا۔ انوشتکین نے اسے نہایت عمدہ تعلیم دلائی۔ سن شعور کو پہنچا تو امراء سلجوقیہ میں مل جل گیا۔ صوبجات کی حکومت پر متعین ہوا۔ جب سلطان برکیاروق ابن سلطان ملک شاہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ارسلان ارغون (برکیاروق کا چچا) مخالفت پر اٹھا اور خراسان پر قبضہ کرلیا تو 490 ہجری میں برکیاروق نے اس کی سرکوبی کے لیے اپنے بھائی سنجر کی سرکردگی میں فوجیں بھیجیں۔ روانگی فوج کے بعد خود بھی روانہ ہوگیا۔ اثناء راہ میں ارسلان کے مارے جانے کی خبر ملی۔ ارسلان کو اسی کے ایک غلام نے تنگ ہوکر مار ڈالا تھا۔ اس کے بعد برکیاروق نے خراسان اور ماورالنہر میں پیش قدمی کر کے اپنا قبضہ مستحکم کیا اور اپنے بھائی سنجر کو خراسان اور ماورالنہر کی حکومت پر مامور کیا۔ محمد بن سلیمان نے جوکہ برکیاروق کا قرابت بند تھا بغاوت و مخالفت کا جھنڈا بلند کیا۔ سنجر نے مقابلہ کیا اور کامیاب ہوا۔ محمد بن سلیمان کو گرفتار کرکے اس کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا دیں۔ برکیاروق خوارزم (خیوا) پر انجی شاہ کو والی مقرر کرکے خراسان سے عراق واپس آیا۔ برکیاروق کی واپسی کے بعد سرداران لشکر میں سے امیر قودز اور امیر بارقطاش بغاوت پر تیار ہوگئے اور انہوں نے انجی شاہ والی خوارزم پر جبکہ وہ سلطان برکیاروق سے ملنے جارہا تھا مقام مرو پر حملہ کردیا اور اسے مار ڈالااور خوارزم پر قبضہ کرلیا۔ سلطان برکیاروق نے ان سرداران سے جنگ کے لیے امیر داؤد حبشی بن ایتاق کو بھیجا۔ امیر داؤد ہرات کی طرف روانہ ہوگیا اور دریائے جیجوں عبور کرگیا۔ بار قطاش نے بڑھ کر اس کا راستہ روکا۔ لڑائی ہوئی۔ بارقطاش نے شکست کھائی اور وہ گرفتار ہوگیا۔ اس واقعہ کی خبر قودز تک پہنچی۔ فوج نے بلوہ کر دیا۔ قودز بخارا بھاگ گیا۔ والی بخارا نے گرفتار کرلیا لیکن چند روز بعد رہا کردیا۔

Marfat.com

قووز سلطان سنجر کے پاس پہنچا۔ سنجر نے اسے قتل کردیا۔ بارقطاش اور قووز کی شکست سے خراسان میں امن قائم ہوگیا۔ امیر داؤد حبشی کا سکہ جم گیا۔ امیر داؤد نے حکومت خوارزم کے لیے محمد ابن انوشتگین کو منتخب کیا۔ محمد ابن انوشتکین نے نہایت خوبی سے خوارزم کا نظم و نسق درست کیا۔ برکیاروق نے اسے خوارزم شاہ کا لقب دیا"۔[10]

برکیاروق کے انتقال کے بعد جب سلطان سنجر نے خراسان پر قبضہ حاصل کیا تو اس نے محمد ابن انوشتگین کو نہ صرف خوارزم کی حکومت پر بحال رکھا بلکہ اور زیادہ قدر افزائی کی۔ کچھ عرصہ بعد جب محمد ابن انوشتگین خوارزم میں موجود نہ تھا۔ کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ طغرل تکین محمد بن اکنجی کے ابھارنے سے ایک ترک بادشاہ خوارزم پر چڑھ آیا۔ محمد ابن انوشتگین فوجیں جمع کرکے واپس خوارزم آیا تو ترکی بادشاہ اور طغرل تکین محمد محاصرہ اٹھا کر چلتے بنے۔ محمد بن انوشتکین کی قدرومنزلت اور بڑھ گئی۔ اس کے بعد محمد ابن انوشتگین والئی خوارزم کا زمانہ وفات آگیا۔ اس کا لڑکا اتسز جانشین ہوا۔ یہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا۔ حکمران ہوتے ہی اس کی مردانگی' شجاعت اور سیاست کا نقارہ بجنے لگا۔ سلطان سنجر نے اپنے دربار میں طلب کرکے مخصوص مصاحبوں میں داخل کرلیا۔ ہر سفر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ لڑائیوں میں اسی کو لشکر کا سپہ سالار اعظم بناتا تھا۔ لگانے بجھانے والوں نے بے حد رشک کیا۔ چغل خوری شروع کردی۔ وقت بے وقت باتیں بنانے لگے کہ اتسز کے دماغ میں خوارزم کی خودمختار حکومت کا سودا سما گیا ہے۔ اس نے خوارزم میں اپنی حکومت قائم کرلی ہے۔ سلطان سنجر فوجیں لے کر خوارزم پر چڑھ گیا۔ اتسز بھی جنگ پر تیار ہوگیا۔ لڑائی ہوئی۔ میدان سلطان سنجر کے ہاتھ رہا۔ اتسز کو شکست ہوئی۔ اس کا بیٹا اور اس کے بہت سے سردار اور مصاحب سلطان سنجر کے حکم سے مار ڈالے گئے اور خوارزم پر قبضہ کرکے غیاث الدین سلیمان شاہ بن سلطان محمد (اپنے بھتیجے) کو حکومت عنایت کی۔ پھر 533 ہجری میں سلطان سنجر واپس آیا۔ چونکہ اہل خوارزم اتسز سے بے حد خوش تھے اور ان کے ممنون احسان تھے اور غیاث الدین سلیمان شاہ کا برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ اچھا نہ تھا۔ اس وجہ سے سلطان سنجر کی واپسی کے بعد ہی اتسز نے اہل خوارزم کے کہنے سے دوبارہ چڑھائی کردی۔ اہل خوارزم نے نہایت خوشی سے قبضہ دے دیا۔ سلیمان شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس چلا گیا اور اتسز خوارزم کا مستقل حکمران بن گیا۔ اتسز نے علاقہ خطائی کے ترکان

Marfat.com

خطا کو سلطان سنجر کی مخالفت اور اس کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی تاکہ سلطان سنجر کی توجہ ترکان خطا کی جنگ کی طرف لگ جائے اور وہ اس کے مقبوضہ علاقہ سے متعارض نہ ہو۔ چنانچہ ترکان خطا نے جو مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ سلطان سنجر کے مقبوضہ شہروں کی طرف پیش قدمی کی۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ ترکان خطا نے محمود بن محمد بن سلیمان بن داؤد بقراخان بادشاہ فانیر حکمران کاشغر و ترکستان کو (جوکہ سلطان سنجر کا بھانجا تھا) بری طرح شکست دی۔ محمود سمرقند واپس آیا اور اپنے ماموں سلطان سنجر کو سارے واقعات لکھے اور امداد کی درخواست کی"۔[11]

سلطان سنجر سلجوقی خراسانی لشکر لے کر ترکان خطا سے جنگ کے لیے بڑھا۔ دریا کو عبور کر کے یکم صفر 536 ہجری کو ترکان خطا سے بھڑ گیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سلطان سنجر کو شکست ہوئی۔ بے شمار مسلمان مارے گئے۔ لشکر اسلام کے مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ مرد اور چار ہزار عورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ اس لڑائی میں سلطان سنجر کی بیگم قید ہوگئی۔ سلطان سنجر شکست کھا کر خراسان کی جانب واپس ہوا۔ بادشاہ خطا نے ماوراالنہر پر قبضہ کرلیا اور ماوراالنہر ممالک حدود اسلام سے نکل گیا۔ سلطان سنجر کی شکست کے بعد اتسز بادشاہ خوارزم نے جسے علاقہ قراخطائی کے ترکان خطا کی حمایت حاصل تھی خراسان کا قصد کیا۔ کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ اتسز نے سرخس پر قبضہ کرلیا۔ امام محمد زیادی' جوکہ زہد و تقویٰ اور علوم دینی کے ماہر تھے اتسز سے ملنے آئے۔ اتسز نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور ان کی نصیحتیں سنیں۔ اس کے بعد اس نے مرو شاہ جہاں کی طرف قدم بڑھایا۔ امام احمد باخوری نے حاضر ہوکر گزارش کی کہ آپ اپنی فوج کے ساتھ مرو کے باہر قیام کریں۔ اہل مرو آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ ان پر حملہ کرنے سے ناحق خونریزی ہوگی۔ اتسز نے امام احمد کی سفارش قبول کرلی اور شہر مرو کے باہر پڑاؤ کیا۔ عوام الناس پر شامت سوار ہوئی۔ مشتعل ہو کر خوارزمی فوجی سپاہیوں سے بھڑ گئے۔ کسی کو قتل اور کسی کو گرفتار کر کے قید کردیا۔ اتسز کے مصاحبوں کو جو بہ ضرورت شہر میں گئے تھے باہر نکال دیا گیا۔ اتسز کو اس سے غصہ پیدا ہوا۔ حملہ کا حکم دے دیا۔ چنانچہ یکم ربیع الاول 536 ہجری کو عوام الناس سے لڑائی ہوئی۔ بہت سے مارے گئے۔ جن میں اکابر' علماء مرو کی ایک جماعت بھی تھی۔ کئی روز تک قتل عام کا بازار گرم رہا۔ علماء اور فقہاء کا ایک بڑا گروہ برہنہ سر اور برہنہ پا اتسز کی خدمت میں

Marfat.com

اہل مرو کی صفائی کی غرض سے حاضر ہوا۔ اتسز نے اپنے لشکر کو اہل مرو کے قتل عام سے منع کیا اور ان کی خطائیں معاف کر دیں۔ لیکن سلطان سنجر کے اراکین دولت اور سرداروں کے مال و متاع کو ضبط کرلیا اور نیشاپور پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان سنجر کا خطبہ موقوف کرکے اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دے دیا۔ مرو اور نیشاپور پر قبضہ کے بعد اتسز نے صوبہ بیہق کے سر کرنے کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ پانچ دن کے محاصرہ کے بعد شہر فتح ہوگیا تمام صوبہ کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنا لیا۔ دیہات و قصبات اور شہر برباد کر دیئے گئے[12]" چونکہ ترکان خطا جن سے سلطان سنجر شکست فاش کھا کر گیا تھا۔ اتسز کی پشت پناہی پر تھے۔ اس فوج کے سلطان سنجر کے خلاف ان افعال سے جو وہ بلاد خراسان میں کر رہے تھے۔ اتسز نے معترض ہونے کی جرات نہ کی۔

548 ہجری میں ماورالنہر کے علاقے کے ترکان غز جو دعویدار اسلام تھے اٹھے اور سلطان سنجر سے لڑ کر کامیابی کے ساتھ خراسان پر قابض ہوگئے۔ "ترکوں کا یہ گروہ ملوک سلجوقیہ سے علیحدگی کے بعد ماورالنہر میں آکر مقیم ہوا تھا مذہب اسلام کا پابند تھا۔ جب ترکان خطا ماورالنہر پر مسلط و قابض ہوئے تو ترکان غز کو ماورالنہر سے نکال دیا۔ انہوں نے اطراف و جوانب بلخ میں جاکر قیام کیا۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا۔ دن دیہاڑے قافلہ لوٹ لیتے تھے۔ دیہات و قصبات کو تاراج کرتے تھے۔ سلطان سنجر نے ان سے لڑائی کی لیکن مقابلہ نہ کرسکا۔ شکست کھا کر بھاگا۔ گرفتار کرلیا گیا۔ اس کی گرفتاری اور شکست سے اس کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ گورنران صوبجات نے اپنے اپنے صوبہ کو دبا لیا۔ مستقل و خودمختار حکمران بن گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی غلاموں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کیے جس کا جہاں سینگ سمایا چلا گیااور مملکت سلجوقیہ کے حصے بخرے کر لیے[13]"۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق "ترکان غز نے بلاد خراسان پر قبضہ کے بعد ظلم و جور کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ جو مظالم کبھی وقوع میں نہ آئے تھے اور جنہیں کانوں نے کبھی نہ سنا تھا اہل خراسان پر کیے گئے۔ لوگوں پر مختلف قسم کے ٹیکس لگائے۔ بازار میں تین پیپے لٹکا دیئے اور حکم دیا کہ اسے سونے سے بھر دو۔ عوام برافروختہ ہوگئے۔ لڑ پڑے' ترکان غز نے نیشاپور میں داخل ہوکر ایک طرف سے لوٹ لیا۔ عورتوں اور بچوں کے قتل سے بھی باز نہ آئے۔ چھوٹے اور بڑے سب قتل و غارت گری سے محفوظ نہ رہے۔ دیہات و قصبات اور شہروں

Marfat.com

کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا گیا۔ بلاد خراسان میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں پر کہ علماء' صلحاء اور قضاۃ ان کے مظالم کے شکار نہ ہوئے ہوں اور قتل و تباہ نہ کیے گئے ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے طوس میں داخل ہو کر آفت مچا دی۔ علماء' زہاد اور روسا کو قتل کیا۔ مسجدیں منہدم کر دیں۔ عورتیں اور بچے تک ان کے مظالم سے محفوظ نہ رہے۔ طوس کو پامال کر کے 549 ہجری 1154ء میں نیشاپور کی پامالی کو بڑھے۔ طوس سے زیادہ نیشاپور میں مظالم کیے۔ سارا شہر مقتولوں سے بھر گیا۔ علماء اور صلحاء کا ایک گروہ جامع اعظم میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔ ترکوں نے انہیں بھی نہ چھوڑا۔ ایک ایک کو قتل کیا۔ کتب خانہ جلا دیا۔ یہی مظالم اور زیادتیاں کاجوین اور اسفرائین' میں بھی کی گئیں' محاصرہ کیا' پامال کیا' باغات اجاڑے اور کھیتوں کو برباد کیا۔ بوڑھے' جوان' عورت اور بچے کوئی بھی ان کے مظالم سے محفوظ نہ رہا۔[14]" ابن اثیر کا بیان ہے کہ "ماہ شوال 549 ہجری میں ترکوں نے نیشاپور کو تاراج کیا کوئی شخص مزاحمت اور مداخلت کرنے والا نہ تھا۔ کسی ایک متنفس کو زندہ باقی نہ چھوڑا۔ صرف دو محلوں میں محض مقتول لاشوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ عورتوں کا بچوں کا اس میں شمار نہیں ہے۔جو عورتیں اور بچے باقی رہ گئے انہیں غلام اور لونڈی بنا لیا۔ سارا شہر مقتولوں سے پر تھا۔ عوام کا کیا ذکر ہے بہت سے علماء اور صالحین کو قتل کیا جن میں محمد بن یحییٰ فقیہ شافعی تھا جن کا مثل اس زمانے میں نہ تھا۔ طالب علم دور دراز کے ملکوں سے سفر کر کے ان کی خدمت میں آتے تھے۔ شعراء نے ان کا مرثیہ لکھا۔ یحییٰ فقیہ کے علاوہ عبدالرحمان بن عبدالصمد اکاف' ابوالبرکات فرادی' امام علی مباغ متکلم' احمد بن محمد بن حامد' عبدالوہاب فقا بادی' قاضی صاعد بن عبدالملک ابن صاعد' حسن بن عبدالحمید رازی اور بہت سے علماء کو ان ترکوں نے جو نام کے مسلمان تھے دنیائے اسلام پر وہ مظالم کیے جو کفار نے بھی کبھی نہ کیے تھے۔[15]"

ابن خلدون نے ترکان غز کی تباہ کن یلغار کے اسباب اور ان کے دین و مذہب کے بارے میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ "غز (ترکوں کا گروہ) ماوراء النہر میں رہتا تھا۔ ترکوں کا یہ جرگہ تھا۔ جس میں حکمران دولت سلجوقیہ بھی داخل ہیں۔ ماورالنہر عبور کرنے کے بعد انہوں نے یہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مذہباً" مسلم تھے۔ جس وقت ترکان خطا ملک چین اور ماورالنہر پر قابض ہوئے تو ترکوں کا یہ جرگہ جو غز کے نام سے موسوم تھا' خراسان چلا

Marfat.com

آیا اور اطراف بلخ میں سکونت اختیار کی۔ اس زمانہ میں محمود' ایاز' بختیار' طوطی' ارسلان اور معزان پر حکمران تھے۔ امیر قماج والی بلخ نے ان لوگوں کو بلخ سے نکالنے پر کمر باندھی۔ ان لوگوں نے کچھ دے کر امیر قماج کو باز رکھا۔ یہ لوگ صوم و صلوۃ کے پابند تھے۔ زکوۃ دیتے تھے۔ قافلوں کی حفاظت کرتے تھے' اور امن و امان سے رہتے تھے۔ کسی کو تکلیف و ایذا نہیں دیتے تھے۔ چند روز کے بعد امیر قماج کو ان کے اخراج کا سودا پھر پیدا ہوا۔ تمام جرگہ کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ترکان غز بگڑ گئے۔ شہر بدر ہونے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے مجبوراً" مقابلہ کے خیال سے اپنے گروہ والوں کو جمع کیا۔ امیر قماج دس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ ترکان غز کے اخراج کے لیے روانہ ہوا۔ لڑائی ہوئی۔ ترکمان غز نے امیر قماج کو شکست دی۔ اس کے لشکر کے ایک بڑے حصہ کو قتل کیا۔ رعایا پر بھی دست درازی کی۔ علماء فقہاء بھی اس پامالی اور قتل سے محفوظ نہ رہے۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ لونڈی غلام بنایا۔ مدرسے ویران کر دیئے۔ امیر قماج بھاگ کر مرو پہنچا۔ سلطان سنجر کی خدمت میں باریاب ہوا۔ تمام واقعات گوش گزار کیے۔ سلطان سنجر نے ایک لاکھ فوج سے ترکان غز پر حملہ کیا۔ نہایت شدید جنگ شروع ہوئی۔ آخرکار سلطان سنجر کو شکست ہوئی۔ ترکان غز دور تک تعاقب کرنے گئے۔ سلطان سنجر کے لشکر کا زیادہ حصہ کام آگیا۔ علاؤالدین قماج مارا گیا اور سلطان سنجر چند سرداران لشکر کے ساتھ گرفتار ہوگیا۔ ترکان غز نے خاتمہ جنگ کے بعد سرداران لشکر کو مار ڈالا۔ سلطان سنجر کے ساتھ وہ ادب سے پیش آئے۔ اس کے ہاتھ پر حکومت کی بیعت کی اور اس کے ساتھ مرو میں داخل ہوئے۔ مرو ملک خراسان کا دارالحکومت تھا۔ ترکان کے ایک سردار بختیار نے سلطان سنجر سے گزارش کی ملک مرو مجھے بطور جاگیر مرحمت فرمایئے۔ سلطان سنجر نے جواب دیا یہ دارالحکومت ہے اور دارالحکومت جاگیر میں نہیں دیا جاتا۔ بختیار یہ سن کر ہنس پڑا۔ ترکان غز مذاق اڑانے لگے۔ سلطان سنجر یہ رنگ دیکھ کر تخت حکومت سے علیحدہ ہوگیا۔ خانقاہ مرو میں چلا گیا اور ترکان غز بلاد خراسان پر قابض ہوگئے۔"[16]

سلطان سنجر کی گرفتاری اور نظربندی سے اس کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ گورنران صوبجات نے اپنے اپنے صوبہ کو دبا لیا۔ مستقل اور خودمختار حکمران بن گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی غلاموں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے۔ جس کا جہاں سینگ سمایا چلا گیا اور مملکت سلجوقیہ

Marfat.com

کے حصے بخرے کرلیے۔ اتسز بن محمد نے بھی خوارزم اور اس کے صوبہ کو دبا لیا۔ خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ جس پر اس کی اولاد وراثتاً آئندہ حکمران ہوئی۔ پھر جب سلاطین سلجوقیہ کی ہوا اور زیادہ بگڑی تو اتسز کی اولاد نے خراسان اور عراق پر بھی قبضہ کرلیا۔ اتسز بن محمد بن انوشتگین والی خوارزم نے نصف 551 ہجری میں اکتیس سال حکومت کرکے سفر آخرت اختیار کیا۔ ارسلان بن اتسز خوارزم کا حکمران ہوا۔ کرسی حکومت پر متمکن ہوکر اپنے بھائی کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا دیں۔ اسی سال سلطان سنجر تاتاری ترکان غز کی قید سے نکل کر چلا آیا تو ارسلان نے قرابت نامہ بھیجا۔ اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ سلطان سنجر نے خوارزم کی سند حکومت عطا کی۔ 552 ہجری میں سلطان سنجر ترکان خطا کی مدافعت کی تمنا لیے ہوئے فوت ہوگیا تو ترکان خطا نے تسخیر خوارزم کی غرض سے حملہ کیا۔ ارسلان مقابلہ کے لیے نکلا۔ تھوڑی سے مسافت طے کی تھی کہ سخت بیمار ہوگیا۔ خوارزم واپس آگیا۔ سرداران لشکر میں سے نظر امیر کو سپہ سالار مقرر کرکے فوج کو روانگی کا حکم دیا۔ ترکان خطا اور خوارزمی فوج میں لڑائی ہوئی۔ ترکوں نے اس کو شکست دی۔ گرفتار کرلیا اور ماوراالنہر واپس چلے گئے۔ منہاج سراج کے مطابق "وہ تاتاریوں کے غلبہ کی وجہ سے قراخطا کے کافروں (تاتاریوں) کو معاہدے کے مطابق خراج دیتا رہا۔ قبچاق کے خان سے دوستی کا رشتہ پیدا ہوگیا"[14]۔ تاہم بنی خوارزم کا سلطان سنجر کے کل بلاد پر قبضہ ہوگیا۔ لین پول کے بیان کے مطابق اتسز کا حکم جند سے لیکر دریائے جیحوں تک چلتا تھا۔

علاقہ خیوا یا خوارزم میں اس خاندان کے عروج کے اس مختصر بیان سے واضح ہے کہ اتسز بن محمد کے خاندان کا عروج بھی محمود غزنوی کے خاندان کی طرح ہوا۔ محمود غزنوی کے باپ سبکتگین اور خود محمود غزنوی کی سرپرستی ماوراالنہر کے سامانی بادشاہوں نے کی تھی اور جب 387 ہجری میں سامانی خاندان کا زوال ہوا تو اس کے کھنڈرات پر غزنوی سلطنت تعمیر ہوئی۔ اب چھٹی صدی ہجری کے وسط میں سلجوقی سلطنت کا زوال ہوا۔ تو بنی انوشتگین یا بنی خوارزم یا اتسز بن محمد کے خاندان نے اپنی سلطنت قائم کرلی۔ اس خاندان کا تعلق ترکان غز سے تھا۔ جو دراصل سلجوقیوں ہی کا ایک قبیلہ تھا۔ ترکوں کے علاقہ قراخطائی کا قبیلہ خطا وقتاً فوقتاً ان کو ترکستان اور ماوراالنہر سے خراسان کی طرف دھکیلتا رہتا تھا۔ ان کی سلطنت خوارزم شاہی 628 ہجری تک قائم رہی۔

Marfat.com

جب بنی خوارزم نے 548 ہجری میں خراسان پر قبضہ کیا تو سلیمان شاہ بن سلطان محمد خراسان میں اپنے چچا سنجر کے پاس مقیم تھا۔ ملک سنجر نے اس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ وہ خراسان کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا کرتا تھا۔ جب قطب الدین محمد بن انوشتگین نے ملک سنجر کو مغلوب کرکے گرفتار کرلیا تو سلیمان شاہ نے سنجر کے لشکر کی سپہ سالاری سنبھالی تھی۔ بعدازاں ترکان غز سے وہ بھی مغلوب ہوا۔ بھاگ کر قطب الدین محمود خوارزم شاہ کے پاس پہنچا۔ خوارزم شاہ نے اس کی بڑی عزت کی۔ اپنی بھتیجی سے اس کا نکاح کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب خوارزم شاہ اس سے ناراض ہوگیا تو سلیمان شاہ نے اصفہان کا رخ کیا۔ اصفہان کے کوتوال نے اسے داخل نہ ہونے دیا تو قاشان گیا۔ سلطان محمد کو پتہ چلا تو اس نے فوج بھیجی۔ سلیمان شاہ قاشان میں بھی داخل نہ ہو سکا۔ خوزستان کا رخ کیا۔ وہاں ملک شاہ نے روکا۔ چنانچہ جب اسے کسی جگہ پناہ نہ ملی تو وہ نجف چلا گیا۔ اور سید محسن کے پاس قیام پذیر ہوا۔ یہاں سے اس نے خلیفہ مقتفی سے بغداد میں داخلہ کی اجازت چاہی۔ خلیفہ نے اجازت دے دی تو وہ محرم 551 ہجری میں دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے جامع بغداد میں اسکے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا اور اس کو وہی خطابات و القابات عنایت فرمائے جو اس کے باپ کے تھے۔ خلیفہ نے ملک شاہ کو خوزستان سے طلب کیا اور اس کے بھائی سلیمان شاہ سے اس شرط پر مصالحت کرا دی کہ سلیمان کے بعد ملک شاہ وارث تخت و تاج ہوگا۔ اس کے بعد خلیفہ نے ان دونوں بھائیوں کو سلطان محمد سے جنگ کرنے کے لیے ہمدان اور اصفہان بھیجا۔ ایلدکز والی بلاد اران بھی ان لوگوں سے آملا۔ سلطان محمد کو پتہ چلا تو اس نے والی موصل قطب الدین مودود زنگی اور اس کے نائب زین الدین سے امداد طلب کی۔ جمادی الاول 551 ہجری میں مقابلہ ہوا۔ کئی روز مسلسل لڑائی ہوتی رہی۔ آخرکار سلیمان شاہ کو شکست ہوئی۔ اس کا سارا لشکر منتشر ہوگیا۔ ایلدکز اپنے شہر بھاگ گیا۔ سلیمان شاہ نے بغداد کا راستہ لیا۔ شہر زور سے ہوکر گزرا تو زین الدین نے اسے گرفتار کرلیا اور موصل میں لاکر نظربند کر دیا۔ اس فتح کے بعد سلطان محمد ذی الحجہ 551 ہجری میں عراق پہنچا۔ قطب الدین زنگی اور اسکا نائب زین الدین اس کی کمک پر آیا ہوا تھا۔ خلیفہ مقتفی اپنے لشکر اور عوام الناس کو لے کر مدافعت کو نکلا۔ ایک مدت تک سلسلہ جنگ جاری رہا۔ سلطان محمد نے دجلہ کے ساحل مشرقی پر ایک پل بندھوا کر عبور

Marfat.com

کیا اور اس جانب بھی ہنگامہ کارزار گرم کر دیا۔ اب بغداد میں دو طرف سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ محصوروں پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا تھا۔ رسد و غلہ کی کمی محسوس ہو چلی تھی۔ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ محاصرین نے ناکہ بندی کرلی تھی باہر کی آمدورفت بالکل بند تھی لیکن اس کے باوجود لشکر موصل جنگ سے جی چرا رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ سلطان نورالدین محمود زنگی نے جو والی موصل قطب الدین مودود زنگی کا بڑا بھائی تھا' زین الدین کو خلیفہ کے خلاف لڑائی کرنے پر ملامت آمیز خط لکھا تھا۔ اتفاق سے اس موقع پر یہ خبر آئی کہ ملک شاہ اور ایلدکز والی بلاد اران نے اور ارسلان بن ملک طغرل بن سلطان محمد نے ہمدان پر قبضہ کرلیا ہے۔ سلطان محمد یہ سنتے ہی اوآخر ربیع الاول 552 ہجری میں ہمدان کی طرف کوچ کرگیا اور زین الدین زنگی موصل کی طرف چلا گیا۔ جب سلطان محمد واپس ہمدان پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ رے کے کوتوال انیانج نے ایلدکز وغیرہ کو شکست دے کر وہاں سے بھگا دیا تھا اور ہمدان میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا جارہا تھا"۔[۱۹]

محاصرہ بغداد کی واپسی کے بعد سلطان محمد "سل" کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ مرض نے اس قدر طول پکڑا کہ اس عارضہ میں ذی الحجہ 554 ہجری میں اپنی حکومت کے سات برس چھ مہینے بعد وفات پائی۔ "اس کے انتقال کے بعد اراکین دولت میں اختلاف پڑا۔ ایک گروہ سلیمان شاہ (سلطان محمد کے چچا) کو تخت نشین کرنا چاہتا تھا۔ اور ایک گروہ سلطان محمد کے بھائی سلطان ملک شاہ کو تخت و تاج کا مالک بنانے کا قصد رکھتا تھا۔ اور کچھ لوگ ارسلان بن سلطان طغرل کی طرف مائل تھے جو ایلدکز کے ساتھ بلاد اران میں مقیم تھا۔ اراکین دولت اسی بحث میں پڑے ہوئے تھے کہ ملک شاہ خوزستان سے اصفہان آپہنچا۔ والئی اصفہان نے اطاعت کی اور رسدوغلہ فراہم کر دیا۔ اس نے لشکر ہمدان کو اطاعت کا پیام بھیجا۔ ہمدانیوں نے انکار کر دیا اور شہر کے بڑے بڑے امراء نے قطب الدین والئی موصل کو یہ پیام بھیجا کہ سلیمان شاہ کو قید سے رہا کرکے ہمدان روانہ کر دو۔ ہم لوگ بدل و جان اس کی سلطنت کے خواہاں ہیں۔ قطب الدین نے اس شرط پر اسے رہا کر دیا کہ اس کے بادشاہ ہونے پر اس کا اتالیق وہ خود ہوگا۔ سلیمان شاہ ہمدان پہنچا تو اہل ہمدان نے اس کی سلطنت و حکومت کی بیعت کی۔ دارالخلافت بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس اثناء میں ملک شاہ کی جمعیت بھی ہمدان میں بڑھ گئی۔ دارالخلافت بغداد میں کہلا بھیجا کہ

Marfat.com

سلیمان شاہ کا خطبہ موقوف کر کے میرے نام کا خطبہ پڑھایا جائے اور جو قوانین عراق پہلے تھے وہی پھر جاری کیے جائیں ورنہ میں فوج کشی کردوں گا۔ "وزیر السلطنت عون الدین ہبیرہ نے حکمت عملی سے کام لیا۔ ایک لونڈی ملک شاہ کے پاس بھیج دی۔ جس نے زہر دے کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ واقعہ 555 ہجری کا ہے۔[19]" سیاسی حریف کو اس طرح قتل کروانے میں کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ قبل ازیں کئی امیدواران اقتدار باطنیوں کے ذریعہ قتل کروائے جا چکے تھے۔ جو لوگ یہ کام کرواتے تھے وہ اسے کوئی غیراخلاقی یا غیراسلامی فعل نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اپنے اس فعل کو حکمت عملی یا حسن تدبیر کا نام دیتے تھے اور ستم ظریفی یہ تھی کہ یہ لوگ بالعموم صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوتے تھے اور اپنے آپ کو راسخ العقیدہ مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ بظاہر وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے اس قسم کی "حکمت عملی" کے کام کا ان کے دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سیوطی کے بیان کے مطابق خلیفہ مقتفی جس کے حکم یا اجازت سے وزیرالسلطنت نے لونڈی کے ذریعے ملک شاہ کا کام تمام کرایا تھا۔ "ان خلفاء میں سے تھا جو نہایت باشوکت اور جاہ و جلال والے تھے۔ نہایت عالم' ادیب' شجاع اور حلیم تھا۔ نہایت نرم طبیعت تھا۔ خلفاء میں اس جیسا کوئی نہیں گزرا۔ جو چھوٹا بڑا کام اس کی سلطنت میں ہوتا اس کی اجازت سے ہوتا۔ حدیث اس نے اپنے استاد ابوالبرکات بن ابوالفرج بن السیبی سے پڑھی تھی۔ اس نے خانہ کعبہ کا دروازہ نیا بنوایا تھا اور اپنے دفن کے لیے ایک عقیق کا تابوت بنوایا تھا۔ نہایت نیک سیرت' محبوب الخلق' عاقل' دیندار اور صاحب الرائے سیاست دان تھا۔ رسوم خلافت کو نئے سرے سے جاری کیا اور کاروبار سلطنت و انتظام وغیرہ خود کیا کرتا تھا۔ ---- مقتفی کے بعد بغداد اور عراق خلفاء کے قبضے میں آگیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان پر بادشاہ ہی حکومت کیا کرتے تھے۔ خلیفہ کا صرف نام ہوتا تھا۔ اس کے نائب السلطنت سنجر صاحب خراسان اور سلطان نورالدین محمود والی شام تھے۔ یہ خلیفہ نہایت سخی' علم حدیث کا عاشق اور عالم و فاضل تھا۔[20]"

"ملک شاہ کے قتل کے بعد اہل اصفہان نے ملک شاہ کے کل امیروں اور مصاحبوں کو نکال دیا اور سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا اس طرح سلیمان کا سکہ سارے شہروں میں چلنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد لہوولعب میں منہمک ہوگیا۔ کاروبار سلطنت چھوڑ کر

Marfat.com

ناچ و رنگ میں اپنے اوقات صرف کرنے لگا۔ دن رات شراب نوشی کا شغل کرنے لگا۔ امراء اور اراکین دولت کی طرف کوئی توجہ نہ کرتا تھا۔ مسخروں گویوں اور نقالوں سے دربار بھرا رہتا تھا۔ امور سلطنت شرف الدین کرد باز جو مشائخ سلجوقیہ سے تھا' انجام دے رہا تھا۔ یہ شخص نہایت دیندار' صاحب عقل اور باتدبیر تھا اور اراکین دولت اس سے اکثر سلیمان شاہ کی شکایت کیا کرتے تھے۔ ایک روز یہ سلیمان شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نصیحتاً" کچھ عرض و معروض کرنے لگا۔ سلیمان شاہ اس وقت نشہ میں تھا۔ مسخروں کو اشارہ کردیا۔ انہوں نے شرف الدین کا مذاق اڑایا۔ شرف الدین ناراض ہوکر اٹھ کر چلا آیا۔ سلیمان شاہ کو جب ہوش آیا تو شرف الدین سے عذر خواہی کی۔ شرف الدین نے سلیمان شاہ کا عذر تو قبول کرلیا۔ مگر آنا جانا بند کردیا۔ سلیمان شاہ کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ اینانج والی رے کو اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ اینانج ان دنوں علیل تھا۔ معذرت کی کہ صحت کے بعد مع اپنی فوج کے حاضر ہوں گا۔ شرف الدین کو اس کی خبر ہوگئی۔ اس وجہ سے شرف الدین بہت ہی برہم ہوا۔ ایک روز دعوت کے بہانے سے سلطان سلیمان شاہ کو مع اس کے حاشیہ نشینوں کے اپنے مکان پر مدعو کیا۔ اراکین دولت تو اس سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ شرف الدین کا اشارہ پاکر انہوں نے سلیمان شاہ کو مع اس کے مصاحبوں اور وزیر ابوالقاسم محمود بن عبدالعزیز کے ماہ شوال 556 ہجری میں گرفتار کرلیا۔ وزیروں اور مصاحبوں کو تو اسی وقت قتل کر ڈالا اور سلیمان شاہ کو چند دن قید میں رکھا بعدازاں ایک شخص کو اشارہ کیا' اس نے گلا گھونٹ کر سلیمان شاہ کو مار ڈالا"۔ شرف الدین بہت دیندار تھا۔ لیکن اسے بھی سلیمان شاہ اور اس کے مصاحبوں کو اس طرح قتل کرانے میں کوئی قباحت دکھائی نہ دی۔ اینانج والی رے کو اس کی خبر لگی تو وہ غارت گری کرتا ہوا ہمدان پہنچ گیا۔ شہر کا محاصرہ ہوا تو شرف الدین نے اتابک ایلدکز کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ ارسلان شاہ بن طغرل کی بیعت کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔ ایلدکز بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے ہمدان آپہنچا۔ اینانج محاصرہ سے دست کش ہوکر چلا گیا۔ ایلدکز نے ہمدان میں داخل ہوکر ارسلان شاہ بن طغرل کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اس کی حکومت و سلطنت کی اہل ہمدان سے بیعت لی۔

اس واقعہ سے قبل خلیفہ مقتفی لامراللہ ابو عبداللہ محمد بن مستظہر نے ماہ ربیع الاول 555 ہجری میں اپنی خلافت کے چوبیس برس چار مہینے بعد وفات پائی۔ "خلفاء بنی عباسیہ کا یہ

Marfat.com

پہلا شخص تھا جس نے بلا شرکت کسی سلطان کے عراق پر جب سے کہ دیلمیوں کا دور دورہ ہوا (چوتھی صدی ہجری) تن تنہا حکمرانی کی۔ لشکریوں اور مصاحبوں کو اپنے قابو میں رکھا۔ جس قدر بلاد' گورنران' صوبجات کی دست برد اور تعصب سے باقی رہ گئے تھے ان پر بیدار مغزی اور ہوشیاری سے حکومت کی۔ جس وقت اسکے مرض میں شدت ہوئی اور زندگی سے ایک گونہ مایوسی ہوئی۔ اسی وقت سے اس کے حرموں کو اپنے اپنے لڑکوں کی تخت نشینی کی فکر پیدا ہوگئی۔ مادر مستنجد اپنے بیٹے کی خلافت کی فکر میں لگی ہوئی تھی۔ اس کے بھائی علی کی ماں اپنے لڑکے کو مسند خلافت پر متمکن کرانے کی تدبیر میں تھی بلکہ اس غرض کو حاصل کرنے کے لیے مستنجد کو قتل کرنے کا قصد کرلیا تھا۔ چنانچہ بیمار خلیفہ مقتفی کو دیکھنے کے بہانہ سے مستنجد کو بلا بھیجا اور درپردہ یہ تدبیر کررکھی تھی کہ محل سرائے خلافت کی لونڈیوں کو چھریاں دے دیں اور وہ خود اور اس کا بیٹا شمشیر بکف ہو بیٹھا تھا کہ جونہی مستنجد محل سرائے خلافت میں قدم رکھے چاروں طرف سے یورش کرکے قتل کر ڈالا جائے اتفاقاً" اس کی خبر مستنجد تک پہنچ گئی۔ اپنے باپ کے خواجہ سرا کو طلب کرکے اس واقعہ سے اس کو آگاہ کیا اور اپنے ہمراہیوں اور فراشوں کو مسلح کرکے محل سرائے خلافت میں داخل ہوا۔ اس کے داخل ہوتے ہی ایک لونڈی نے بڑھ کر حملہ کیا۔ مستنجد کے ہمراہیوں میں ایک شخص نے لپک کر گرفتار کرلیا۔ دوسری لونڈیاں یہ ماجرا دیکھ کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مستنجد نے اپنے بھائی علی اور اس کی ماں کو گرفتار کرلیا۔ لونڈیوں میں سے بعض کو قتل کر ڈالا اور بعض کو دریائے دجلہ میں ڈبو دیا۔ اتنے میں خلیفہ مقتفی نے وفات پائی"[21]۔ قرون وسطیٰ کے بلاد اسلامیہ اور باقی ساری دنیا میں جب کوئی حکمران کسی نہ کسی وجہ سے مرجاتا تھا۔ یا مار ڈالا جاتا تھا۔ تو اس کے پسماندگان میں کشمکش اقتدار کے دوران مکاری' بدعہدی اور خونریزی ایک معمول کا فعل تھا۔ یہ قرون وسطیٰ کی سیاست کا مروجہ قانون تھا۔ اگر کبھی اور کہیں اس قانون پر عمل نہیں ہوتا تھا تو یہ ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز بات ہوتی تھی۔ برصغیر کے جو لوگ مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ بھی مذہبی لٹریچر کی حیثیت سے کرتے ہیں۔ وہ جب مسلمان خلفاء اور سلاطین کے پسماندگان کی اس قسم کے افعال قبیحہ کا حال پڑھتے ہیں تو انہیں بڑی تکلیف ہوتی ہے اور اکثر یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ اگر مسلمان خلفاء اور سلاطین اور ان کے پسماندگان اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے تو ایسا کبھی نہ ہوتا اور

Marfat.com

عالم اسلام کبھی زوال پذیر نہ ہوتا۔ ان کے اس طرح کے خیالات پر سنجیدگی کے ساتھ کوئی بحث نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ ابن خلدون کا یہ بیان صحیح ہے کہ خلیفہ مقتفی بنی عباسیہ کا پہلا شخص تھا جس نے چوتھی صدی ہجری میں بلاد دیلم کے بنی بویہ کے اقتدار کے بعد بلا شرکت کسی سلطان کے عراق پر تن تنہا حکمرانی کی۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ خلیفہ مقتفی کا عہد عالم اسلام میں بہت انتشار و افتراق کا تھا۔ اس دور میں اسپین میں مرابطیوں کی حکومت کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ مصر میں فاطمیوں کی حکومت پرزے پرزے ہورہی تھی۔ افغانستان اور شمالی ہندوستان میں غزنویوں کی حکومت اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی اور شام اور سلطنت عباسیہ کے دوسرے علاقوں میں ترکوں کی کئی نئی سلطنتیں وجود میں آگئی تھیں۔ خراسان میں بنی خوارزم کی سلطنت کے قیام کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ 495 ہجری میں قلعہ کیفا اور ماردین کے علاقہ میں ایک دولت ارتقیہ وجود میں آئی جس کا بانی ارتق ترکمانی تھا۔ جو ملک شاہ کا غلام تھا اور ایک فوج کا سردار تھا۔ اس کے بیٹے معین الدولہ سقمان نے برکیاروق کے عہد میں قلعہ سے امیر موسیٰ ترکمانی کو نکال کر اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور پھر ماردین کے علاقہ کو اپنی ریاست کا حصہ بنا لیا تھا۔ 502 ہجری میں اس ریاست کے دو حصے ہوگئے تھے۔ ایک کا مرکز قلعہ کیف رہا اور دوسرے کا ماردین۔ کیفا کی دولت 620 ہجری تک قائم رہی۔ ماردین کی حکومت 811 ہجری تک رہی۔ اس کی وارث ترکوں کی سلطنت عثمانیہ ہوئی۔ ماردین کی دولت کا بانی حسام الدین غازی بن ارتق تھا۔ دمشق میں آل سلجوق میں تتش بن الپ ارسلان کے خاندان کا قبضہ تھا۔ اس کا بیٹا دقاق نو عمر تھا اور اس کا اتالیق ظہیرالدین طغتگین اس کی طرف سے حکمرانی کرتا تھا۔ تتش کا بیٹا بکتاش مقابلے کے لیے اٹھا اور بیت المقدس سے فرنگیوں سے مدد لے کر آیا لیکن ناکام رہا۔ اس پر طغتگین نے اپنی حکومت قائم کرلی جو 52 سال تک قائم رہی۔ بکتاش کی جانب سے اپنے بھائی کے خلاف صلیبیوں سے امداد طلبی کا واقعہ پہلا واقعہ نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی کئی مسلمان سلاطین یا تو صلیبیوں کی امداد کرتے رہے یا ان سے امداد حاصل کرتے رہے۔ صلیبی جنگوں کے مشہور مورخ سٹیون رنسی مان کے بقول یورپ کے صلیبیوں کی 1099ء میں پہلی جنگ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسی زمانے میں پورا عالم اسلام انتشار و افتراق کا شکار تھا۔

Marfat.com

مصر کے شیعہ خلفاء' سنی العقیدہ ترک سلاطین اور بغداد کے عباسی خلفاء کے بدترین دشمن تھے۔ ترکوں اور عربوں کی دشمنی تھی اور خود ترکوں میں بہت سے گروہ تھے جو ایک دوسرے کی جان کے بیری تھے۔

ابن خلدون کے بیان کے مطابق "مصر کے علوی خلفاء نے عیسائیوں کو ملک شام پر قبضہ کرنے کا اشارہ کیا تھا اور ان ہی کی تحریک سے وہ اس جرات سے حملہ آور ہوئے تھے۔ سبب یہ تھا کہ خلفاء علویہ کو سلاطین سلجوقیہ کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ انہوں نے ملک شام کو غزہ تک دبا لیا تھا اور ان کے امیروں میں سے اتسیس نامی ایک امیر نے مصر پر حملہ کیا تھا اور مدتوں تک اسکا محاصرہ کیے رہا۔ خلفاء علویہ نے اس امر کو کہ ایک نہ ایک روز سلاطین سلجوقیہ مصر کو بھی لے لیں گے اس کا احساس کرکے عیسائیوں کو ملک شام پر قبضہ کرنے کا اشارہ کردیا تاکہ سلاطین سلجوقیہ کی زد سے خود محفوظ رہیں اور ان کے اور مصر کے درمیان عیسائی حائل اور سرراہ ہو جائیں"۔[۲۲] 490 ہجری میں جب فرنگیوں نے نیقیہ پر قبضہ کیا تو حمص کے والی خلف بن ملاعب بن الکلابی کے لڑکے طغرکین نے ان کی بہت امداد کی۔ دراصل طغرکین نے ہی انہیں افامیہ فتح کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے انہیں وہاں کے پوشیدہ مقامات سے بھی آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ وہاں کھانے کی چیزیں نایاب ہیں۔ لہٰذا فرنگیوں نے اس شہر کا محاصرہ ایک مہینہ تک برقرار رکھا۔ پھر انہوں نے اس شہر کو زبردستی اپنے قبضہ میں لے لیا"۔[۲۳] بعدازاں انطاکیہ کے فرنگی حاکم نے طویل محاصرے کے بعد قلعہ الامارہ کو بھی فتح کرلیا۔ منبج اور بالس کے باشندے وہاں سے کوچ کر گئے اور دونوں شہروں کو خالی اور ویران کرکے چلے گئے۔ اب فرنگیوں کا شام کے اہم علاقوں پر قبضہ ہوگیا تھا۔ اس لیے انہوں نے مسلمانوں کے شہروں اور قلعوں پر جزیہ (ٹیکس) مقرر کر دیا اور یہاں کے مسلمان حکام ٹیکس انہیں ادا کرنے لگے۔ چنانچہ حلب کے حاکم رضوان پر تیس ہزار دینار کا ٹیکس مقرر ہوا۔ صور کے علاقے پر سات ہزار اور شیزر کے حاکم ابن منقذ پر چار ہزار دینار اور حماۃ کے شہر پر دو ہزار دینار مقرر کیے گئے"۔[۲۴] 508 ہجری میں سلطان محمد نے تمام فوجوں کو فرنگی عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے یہ حکم دیا کہ اس جنگ کے ابتداء طغرکین والی دمشق اور ابوالغازی والی دیار بکر کے مقابلہ سے کی جائے۔ ان فوجوں کے ہراول دستے پر حاکم ہمدان برسق ابن برسق کی فوج تھی۔ جب وہ

Marfat.com

حلب پہنچے تو انہوں نے اس کے افسر لوء لوء الخادم اور ہراول دستے کے سردار شمس الخواص کو پیغام بھجوا دیا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ ان دونوں سرداروں نے طغرکین اور ابوالغازی کو طلب کیا۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو اہل حلب نے صلح سے انکار کر دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر سلطانی لشکر کے سردار برسق نے شہر حماۃ کی طرف فوج کشی کی جو طغرکین کا علاقہ تھا۔ اس پر اس نے بزور شمشیر قبضہ کرلیااور تین دن تک وہاں لوٹ مار کی۔ وہ اسکے تمام شہر سلطان کے حکم کے مطابق فتح کرتا رہا۔ اس پر امراء بگڑ بیٹھے اور جنگ کرنے میں سستی کرنے لگے۔ ابوالغازی' طغرکین اور شمس الخواص اس عرصہ میں انطاکیہ پہنچے اور اس کے فرنگی عیسائی حاکم رومیل سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ پھر انہوں نے موسم سرما کے ختم ہونے تک صلح کرلی اور ابوالغازی ماردین اور طغرکین دمشق چلے گئے۔ (اس خانہ جنگی اور ناانصافی کا) نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور برسق اور اس کا بھائی زنگی شہید ہوگئے۔"[۲۵]

"522 ہجری میں دمشق کے حاکم طغرکین نے وفات پا لی تو اسکے بعد اسکا فرزند تاج الدولہ بوری حاکم دمشق مقرر ہوا۔ اس نے اپنے والد کے وزیر ابوعلی طاہر بن سعدالمزدغانی کو برقرار رکھا۔ مزدغانی رافضی اور اسماعیلی تھا۔ جب اسماعیلی فرقہ کا پیشوا ابراہیم استرآبادی بغداد میں مارا گیا تو اس کا بھتیجا بہرام شاہ چلا آیاتھا اس نے قلعہ بانیاس پر قبضہ کرلیا تھا۔ مگر وہ دمشق چلاگیا۔ وہاں اسماعیلی فرقہ کے خلیفہ کی حیثیت سے رہنے لگا اور اپنے مسلک کی طرف لوگوں کو بلانے لگا تھا۔ پھر وہاں سے بھی چلا گیا اور بعلبک کے قریب پہاڑی قلعوں پر قبضہ کرکے وہاں اس نے اپنا مرکز بنایا تھا۔ مگر ضحاک اس پر غالب آگیا اور اس نے بہرام کو قتل کر دیا۔ مزدغانی نے بھی دمشق میں اپنا خلیفہ مقرر کرلیا تھا۔ جس کا نام ابوالوفاء تھا۔ اس کے پیروبہت زیادہ ہوگئے اور اس کا اثر و نفوذ شہر میں بہت زیادہ ہوگیا۔ بوری حاکم دمشق کو یہ اطلاع ملی کہ اس کے وزیر مزدغانی اور اسماعیلی فرقہ نے فرنگیوں کے ساتھ خط وکتابت کی ہے کہ وہ آکر دمشق پر قبضہ کرلیں۔ لہٰذا اس نے اپنے وزیر مزدغانی کو قتل کر دیا اور فرقہ اسماعیلیہ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ یہ خبر فرنگی حکام کو ملی تو بیت المقدس' انطاکیہ' طرابلس اور تمام علاقوں کے فرنگی اکٹھے ہوئے اور وہ سب مل کر دمشق کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ تاج الملک بوری حاکم دمشق نے عربوں اور ترکمانی فوجوں سے مدد مانگی۔ 522

Marfat.com

ہجری کے ماہ ذی الحجہ میں فرنگی فوجیں آگئیں۔ انہوں نے اپنے فوجی دستے مختلف مقامات پر لوٹ مار اور غارت گری کے لیے بھیجے۔ ان میں سے ایک فوجی دستہ خوارزم بھی بھیجا گیا۔ تاہم دمشق کی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے فرنگی لشکر کا صفایا کر دیا۔[۳۶]

شعبان 534 ہجری میں جبکہ عمادالدین زنگی دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھا وہاں کے حاکم جمال الدین محمد بن بوری کا انتقال ہوگیا۔ دمشق کے حکام نے جمال الدین محمد کے بعد اسکے فرزند مجیرالدین انز کو حاکم بنایا۔ اس کا سرپرست معین الدین انز مقرر ہوا۔ اور اپنی امور سلطنت کا مختار کل اور منتظم اعلیٰ بنا۔ معین الدین انز نے فرنگی فوجوں سے زنگی کے خلاف جنگ میں مدد طلب کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ فوجی امداد کے صلے میں دشمن کے علاقہ قاشاش کا محاصرہ کرے گا اور اسے فتح کرنے کے بعد فرنگیوں کے حوالہ کر دے گا۔ فرنگیوں نے اس کی بات مان لی۔ کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر عمادالدین زنگی نے دمشق فتح کرلیا تو وہ ان کے خلاف جنگ کرے گا۔ عمادالدین زنگی کو جب اس سازش کا علم ہوا تو اس سے پہلے کہ فرنگی فوجیں دمشق کی فوجوں کی مدد کو پہنچیں وہ خود لشکر لے کر فرنگیوں کی طرف روانہ ہوگیا اور حوران کے علاقہ میں اسی سال کے ماہ رمضان میں اس نے پڑاؤ ڈالا۔ فرنگی فوجیں اسکا مقابلہ کرنے کے لیے بیٹھی تھیں مگر اپنے شہروں سے باہر نہیں نکلی تھیں اس لیے زنگی رمضان کے بعد ماہ شوال میں دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے دمشق کے مضافات میں مرج اور غوطہ کے دیہاتوں کو نذر آتش کیا اور اس کے بعد وہ اپنے شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ فرنگی فوجیں اسکے کوچ کرنے کے بعد دمشق پہنچ گئیں اور معین الدین انز (اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے) زنگی کے علاقہ قاشاش کو فتح کرنے کے لیے ان کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اس نے اسے فرنگیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ معین الدین انز لشکر لے کر قاشاش پہنچا اس نے اسے فتح کرکے فرنگی فوجوں کے حوالے کیا"۔[۳۷]

معین الدین انز رافضی یا اسماعیلی نہیں تھا بلکہ سنی العقیدہ تھا لیکن اس کا یہ عقیدہ عمادالدین زنگی کے خلاف اس کے فرنگیوں کے گٹھ جوڑ کے راستے میں حائل نہ ہوا۔

جب معین الدین انز نے قاشاش کا شہر فرنگیوں کے حوالے کیا اس وقت موصل میں عمادالدین زنگی کی مستحکم حکومت کو قائم ہوئے بارہ تیرہ سال گزر گئے تھے۔ چنانچہ جب رے میں اسے یہ خبر ملی تو اس نے دمشق کی طرف کوچ کیا۔ مگر دمشق کو فتح نہیں کر پایا تھا کہ

Marfat.com

541 ہجری میں زنگی ایک خواجہ سرا کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کاایک فرزند سیف الدین زنگی موصل کا حاکم ہوا اور دوسرا فرزند نورالدین محمود حلب کا حاکم ہوا اور عمادالدین زنگی کے غلام زین الدین علی کوچک نے اران میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس سے قبل 531 ہجری میں سلطان محمود سلجوقی کے وزیراعظم کمال الشہیر کے ایک غلام ایلدکز کی اولاد نے آذربائیجان سے لیکر تفلیس تک اپنا اقتدار قائم کرلیا تھا۔ اس سلطنت کا بانی شمس الدین ایلدکز تھا اور یہ 622 ہجری تک قائم رہی۔ 543 ہجری میں فارس میں سلجوقیوں کے ایک سپہ سالار سلغر کی اولاد میں سنقر بن مودود نے حکومت بنائی جو 686 ہجری تک قائم رہی۔ اس خاندان میں سے سعد بن زنگی (591-623) نے بڑی کامیابی سے حکومت کی۔ فارسی کے مشہور شاعر شیخ مصلح الدین شیرازی نے اس کی نسبت سے اپنا تخلص سعدی رکھا تھا۔ 552ھ میں سلطان سنجر کے انتقال کے بعد خیوا میں خوارزم شاہی حکومت قائم ہوئی۔ جو 628ھ تک قائم رہی۔ چھٹی صدی کے وسط میں فارس میں منقری حکمران نے اپنی حکومت قائم کی جو ساتویں صدی کے وسط تک قائم رہی۔ 552 ہجری میں شیراز اور سیستان میں آزاد سلطنتیں بنیں جو 625 ہجری تک رہیں۔ 543ھ میں خوزستان کے علاقے میں بھی اتابکیہ فارس کی ایک شاخ نے اپنی سلطنت قائم کی۔ انہیں ہزار اسپی کہا جاتا ہے۔ اس سلطنت کا بانی ابو طاہر بن محمد تھا۔ سلطنت 827 ہجری تک قائم رہی۔ 493 ہجری میں فلاط کے علاقے میں ارمنی غلاموں کے ایک خاندان کی مملکت بنی۔ اس کا پہلا بادشاہ سقمان قطبی تھا۔ یہ مملکت 604 ہجری تک رہی۔ 550 ہجری میں علاؤالدین جہاں سوز نے غزنی کو تباہ کرکے غزنوی سلطنت کا خاتمہ کردیا اور سلطنت غوریہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ سلطنت 609 ہجری تک رہی۔

Marfat.com

باب : 12

خلیفہ مستنجد باللہ

غزنوی سلطنت کا خاتمہ' غوری سلطنت کا قیام

غوری' خوارزمی لڑائیاں

خلیفہ مقتفی کی وفات کے بعد ابو المظفر یوسف مستنجد باللہ 12 ربیع الاول 555 ہجری (1160ء) کو مسند خلافت پر بیٹھا۔ اس کی والدہ ایک لونڈی تھی جس کا نام طاؤس تھا۔ اس نے عہدہ خلافت سنبھالنے کے بعد اپنے وزراء اور اراکین دولت میں کوئی تبدیلی نہ کی اور عراق کے بہت سے ٹیکس اور محصول معاف کر دیئے۔ "556 ہجری میں ترکمانوں نے اطراف بند نجین میں سر اٹھایا۔ خلیفہ نے ان کی سرکوبی کے لیے والی نجف امیر ترشک کو بلا بھیجا۔ امیر ترشک نے انکار کیا تو بغداد سے کچھ فوجیں چند امراء کی افسری میں ترشک کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئیں۔ ان امراء نے ترشک کے پاس پہنچ کر اس کو مار ڈالا اور سر اتار کر دارالخلافت بغداد میں بھیج دیا۔ اسی سال عربوں کا ایک قبیلہ خفاجہ حلہ اور کوفہ میں جمع ہوا اور دستور کے مطابق کھانا وغیرہ طلب کیا۔ کوفہ کا جاگیردار ارغش اور کوتوال قیصر معترض ہوئے تو خفاجہ نے لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی۔ ارغش اور قیصر نے خفاجہ کا تعاقب کیا۔ رحبہ تک پیچھا کرتے چلے گئے۔ خفاجہ نے مصالحت کی درخواست کی۔ ارغش اور قیصر نے انکاری جواب دیا تو خفاجہ مقابلے پر اتر آئے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخرکار شاہی لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ قیصر کوتوال مارا گیا۔ ارغش نے رحبہ میں جا کر پناہ لی۔ رحبہ کے کوتوال نے اس کو امان دے دی اور بحفاظت بغداد پہنچا دیا۔ اس واقعہ میں شاہی لشکر کے بہت سے سپاہی صحرا میں پیاس سے مر گئے۔ باقی ماندہ کسی طرح بغداد پہنچے۔

Marfat.com

وزیرالسلطنت عون الدین بن ہبیرہ خفاجہ کی اس حرکت پر بہت طیش میں آیا۔ ان کی سرکوبی کے لیے لشکر لیکر روانہ ہوا۔ خفاجہ یہ سن کر جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے۔ وزیرالسلطنت ناکام بغداد واپس آگیا۔ خفاجہ رفتہ رفتہ بصرہ پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے خلیفہ کو معذرت نامہ لکھ بھیجا۔ خلیفہ نے ان کی مصالحت کی درخواست منظور کرلی۔ 558 ہجری میں خلیفہ مستنجد نے یزدان بن قماج کو حلہ کے سرکش قبیلہ بنی اسد کی سرکوبی و جلاوطنی پر مامور کیا۔ امیریزدان نے ابن معروف کو بصرہ سے اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ ان دونوں نے بنی اسد کا طویل محاصرہ کیا۔ لڑائی میں چار ہزار بنی اسد مارے گئے۔ باقی ماندگان کی نسبت یہ کارروائی کی گئی کہ بذریعہ منادی یہ اعلان کیا گیا کہ آج کے بعد جو شخص بنی اسد کا حلہ میں نظر آئے گا۔ وہ بلا تفتیش کسی امر کے قتل کر ڈالا جائے گا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر جس کو جہاں جانا ہو چلا جائے۔ چنانچہ بنی اسد عراق چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ ایک شخص بھی بنی اسد کا عراق میں باقی نہ رہ گیا۔ خلیفہ نے بنی اسد کا سارا علاقہ ابن معروف کو دے دیا۔ 559 ہجری میں خلیفہ نے بصرہ کے امیر منکبرس کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ کمشتکین کو مامور کیا۔ اس پر والی خوزستان شملہ کے بھتیجے ابن سنکا نے بصرہ پر چڑھائی کردی اوراس نے بصرہ کے گردونواح کے دیہات و قصبات کو ویران کر دیا۔ کمشتکین اس کا مقابلہ نہ کرسکا تو ابن سنکا واسط کی طرف بڑھا اور اس کے اطراف و جوانب اور مضافات کو لوٹنے لگا۔ واسط کے جاگیردار امیر خطلو برس نے ابن سنکا کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور گرفتار ہوگیا۔ ابن سنکا نے اسے قتل کرڈالا۔ 562 ہجری میں ابن سنکا نے پھر بصرہ پر حملہ کیا اور اس کے مشرقی علاقے کو خوب لوٹا۔ بصرہ کا والی کمشتکین اس مرتبہ بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا"۔[1]

جمادی الاول 560 ہجری میں وزیرالسلطنت عون الدین یحیٰی بن محمد بن مظفر بن ہبیرہ نے وفات پائی۔ خلیفہ مستنجد نے اس کے پسماندہ خاندان کو گرفتار کرلیا اور کچھ عرصہ تک نائب وزیروزارت کا کام چلاتا رہا۔ 563 ہجری میں شرف الدین ابو جعفر احمد بن محمد سعید معروف بہ ابن بلدی ناظرواسط کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ چونکہ عضدالدین ابوالفرج بن دبیس رئیس الرؤسا امور سلطنت میں حد سے زیادہ دخل اندازی کرتا تھا۔ اس وجہ سے خلیفہ اس سے ناراض ہوگیا۔ اور اس نے وزیرالسلطنت شرف الدین کو حکم دیا کہ عضدالدین کے کل اختیارات سلب کرلیے جائیں۔ اس پر عضدالدین بہت بگڑا اور اس کے

Marfat.com

اور خلیفہ کے مابین عداوت ہوگئی۔ خلیفہ عضدالدین اور اس کے ساتھی قطب الدین کو بری نگاہ سے دیکھنے لگا اور یہ دونوں بھی خلیفہ اور اس کے وزیرالسلطنت کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ 566 ہجری میں خلیفہ مستنجد بیمار پڑ گیا۔ رفتہ رفتہ مرض میں شدت پیدا ہوئی۔ چونکہ عضدالدین اور قطب الدین خلیفہ سے تنگ آئے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے شاہی طبیب سے سازش کرلی۔ اس نے خلیفہ کی موت کی یہ تدبیر نکالی کہ خلیفہ کو حمام میں داخل کرکے دروازہ بند کرلیا۔ خلیفہ کا دم گھٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں جان بحق تسلیم ہوا۔ بعض مورخین عضدالدین اور قطب الدین کی مخالفت و عداوت کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ نے وزیرالسلطنت شرف الدین کو عضدالدین اور قطب الدین کو قید و قتل کرنے کی بابت ایک خفیہ تحریر بھجی تھی۔ اتفاق سے یہ تحریر عضدالدین کے ہاتھ پڑ گئی۔ عضدالدین نے قطب الدین امیریزدان اور اس کے بھائی یتماش کو بلا کر وہ تحریر دکھائی۔ ان لوگوں نے متفق ہوکر یہ رائے قائم کی کہ خلیفہ کو کسی حیلہ سے مار ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ یہ لوگ محل سرائے خلافت میں آئے اور جبراً" خلیفہ کو حمام میں لے جاکر باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ خلیفہ چلا رہا تھا مگر کوئی سنتا نہ تھا۔ یہ واقعہ 9 ربیع الاخر 566 ہجری کا ہے۔ دس سال خلافت کی۔ چھپن برس کی عمر پائی"۔[۲] اس کے عہد میں ارسلان شاہ سلجوقی فرمانروا تھا۔ لیکن اس کی حکومت عراق سے اٹھ چکی تھی اور طاقت کمزور ہوگئی تھی۔ اس کے عہد میں جن علما و فقہاء اور صوفیاء نے انتقال کیا ان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی تھے۔

جب خلیفہ مستنجد کا انتقال یا قتل ہوا اس وقت افغانستان میں غزنوی سلطنت کا زوال ہو چکا تھا یہ سلطنت سلطان محمود غزنوی نے 388 ہجری میں قائم کی تھی اور اس کا علاقہ لاہور سے لے کر اصفہان و سمرقند تک پھیلا ہوا تھا۔ اس عظیم الشان سلطنت کا زوال دراصل محمود کے 421 ہجری۔ 1030ء میں انتقال کے فوراً" ہی بعد شروع ہوگیا تھا۔ جبکہ سلجوقیوں نے اس کے بیٹے سلطان مسعود کو اس کی خراسان اور وسطی ایشیا کی سلطنت سے محروم کر دیا تھا۔ غزنویوں کے ہاتھوں خراسان اور وسطی ایشیا چھن جانے کا پہلے قدرے مفصل بیان سلجوقیوں کے عروج کی داستان میں ہو چکا ہے۔ اب اس کا مختصراً" بیان یہ ہے کہ 1030ء میں محمود غزنوی کی آنکھیں بند ہوتے ہی سلجوقیوں کے مہم جو سرداروں نے غزنوی سلطنت پر کاری ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ 1038ء سے 1040ء تک مہمات کے

Marfat.com

ذریعے سلجوقیوں کے سردار سلجوق کے بیٹوں داؤد اور طغرل کی سرکردگی میں خراسان' مرو' سرخس اور خیوا کے علاقوں پر قبضہ کر کے یہاں اپنی سلطنت قائم کرلی۔ سلجوقی سردار چاہتے تھے کہ پہلے ان مقبوضات پر اپنا اقتدار مستحکم کریں اور وقتی طور پر غزنویوں کے ساتھ صلح رکھیں۔ چونکہ سلجوقیوں نے غزنوی سلطنت کے بیشتر علاقے بزور تیغ ہتھیا لیے تھے اس وجہ سے سلطان مسعود غزنوی کی جانب سے ردعمل ناگزیر تھا۔ جب سلجوقی سردار داؤد بک خراسان پر قابض ہوکر مرو اور سرخس کی طرف بڑھ رہا تھا تو اس نے سلطان مسعود غزنوی کو صلح کا پیغام بھیجا۔ اس موقع پر مذہب کا جس طرح استعمال ہوا اس کا ذکر ابن خلدون اور دوسرے مورخین نے کیا ہے۔ منہاج سراج لکھتا ہے کہ داؤد نے ایلچی' سلطان (مسعود) جو بلخ میں تھا' کے پاس بھیجا' کہ شاید صلح کی کوئی صورت نکل آئے داؤد اپنے لشکر کے ساتھ مرو کے حوالی میں تھا اور پھر پیش قدمی وہی کرتا تھا۔ وہ صبح کے وقت مرو کے دروازے پر پہنچے تو امام اس مفہوم کی آیت پڑھ رہا تھا' اے داؤد ہم نے تجھے ملک میں خلیفہ بنایا تو لوگوں میں انصاف سے حکومت کر" داؤد نے اپنا نام سنا تو ایک جاننے والے سے پوچھا کہ اسکا مطلب کیا ہے؟ جب اسے بتایا گیا تو اس نے دوبارہ تلوار سونت لی۔ جو سلطانی (یعنی غزنوی) لشکر مرو میں تھا اس پر حملہ کر دیا اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ (اس کے بعد) سلطان مسعود کا ایلچی بلخ سے داؤد کے پاس آیا تو امام نے یہ آیت پڑھی تو جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔" ایلچی نے سلطان کا پیغام پہنچا کر جواب مانگا تو داؤد بولا کہ امام ابھی جو کچھ پڑھ رہا تھا وہ لکھ دو۔ منشی نے یہ آیت لکھ کر ایلچی کے حوالے کردی۔ "کہہ دے اے اللہ' اے جہانداروں کے مالک' تو جسے چاہے ملک بخش دے جس سے چاہے لے لے' جسے چاہے عزت دے دے جسے چاہے ذلیل کردے۔ تیرے ہاتھ میں ہر طرح کی بھلائی کا سررشتہ ہے اور تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔" (سورہ آل عمران آیت 25) جب ایلچی سلطان مسعود کی خدمت میں پہنچا تو داؤد کے تمام حالات کھول کر بیان کر دیئے۔ جواب میں پوری آیت پڑھی تو سلطان سمجھ گیا کہ غزنویوں کی سلطنت خراسان میں ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا وہ خراسان سے دل برداشتہ ہوگیا۔[۳] اس طرح ملک گیری کے لیے قرآن مجید کی آیات کریمہ کا استعمال کیا گیا حالانکہ اس زمانے میں ملک گیری اس طرح ہوتی تھی کہ جب کسی علاقہ میں کسی قبیلہ کی سلطنت میں کسی وجہ سے ضعف آجاتا تھا تو کوئی دوسرا قبیلہ اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

Marfat.com

وہ پہلے لوٹ مار اور غارت گری کرتا تھا۔ پھر کچھ علاقے پر قبضہ کرکے اس میں توسیع شروع کرتا تھا اور جب مقبوضات میں کافی توسیع ہو جاتی تھی تو قبیلہ کا سردار سلطان یا بادشاہ بن جاتا تھا۔ خطیب اس کا خطبہ پڑھنے لگتے تھے اور خلیفہ بھی اس کی سلطانی کو تسلیم کرکے اسے خلعت فاخرہ اور سند حکومت عطا کر دیتا تھا۔ چوتھی صدی کے وسط میں بنو بویہ نے بلاد دیلم، عراق اور دوسرے علاقوں میں اسی طرح سلطنت قائم کی تھی۔ آل سبکتگین نے چوتھی صدی کے نوے عشرے میں اسی طرح آل سامان سے حکومت حاصل کی تھی اور اب آل سبکتگین سے آل سلجوق نے سلطنت حاصل کرنے کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ یورپ میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ گوتھ، اینگلو، سیکسن اور نارمن قبائل نے بالکل ایسے ہی سلطنتیں قائم کی تھیں۔ شارلیمن ایسے ہی قبیلہ کا سردار تھا اور جب اس نے لوٹ مار اور دہشت و بربریت کے بعد وسیع علاقے پر اپنا قبضہ کرلیا تھا تو پاپائے روم نے ہولی رومن ایمپائر کے سردار کی حیثیت سے اس کی تاج پوشی کی تھی۔ بلاد مشرق میں مہم جو قبیلوں کی سلطنتیں دین اسلام کی اشاعت و فروغ کے لیے قائم نہیں ہوتی تھیں۔ البتہ جب کوئی قبیلہ سلطنت قائم کرلیتا تھا تو پھر وہ اسکے استحکام و استقلال کے لیے حسب ضرورت مذہب کا استعمال کرتا تھا۔ سلجوقیوں نے بالکل ایسا ہی کیا تھا۔ 1063ء میں طغرل کے مرنے کے بعد داؤد کا بیٹا الپ ارسلان اپنے باپ کے سلجوقی مقبوضات پر بادشاہ بن گیا۔ جن میں خراسان کے علاوہ عجم، عراق، خوارزم، طبرستان، کرمان، فارس اور سجستان شامل تھے۔ غزنویوں کی سلطنت غزنی کے آس پاس کے علاقے، ملتان اور پنجاب تک محدود ہوکر رہ گئی تھی۔

432ھ (1090ء) میں سلطان مسعود کے قتل کے بعد تقریباً" بیس سال تک غزنوی سلطنت عدم استحکام کے دور سے گزری۔ پھر سلطان ابراہیم ظاہر الدولہ تخت نشین ہوا تو 451ھ (1059ء) سے لے کر 492ھ (1099ء) تک سلطان ابراہیم کا دور استحکام کا تھا۔ ابراہیم کے بعد اس کا بیٹا مسعود سوئم 492ھ (1099ء) میں تخت نشین ہوا۔ اس نے سولہ سال حکومت کی۔ اس کا عہد بھی استحکام کا عہد تھا۔ جس میں کسی جنگ و جدال کی کوئی خبر نہیں ملتی۔ اس کے بعد 508ھ (1114ء) میں انتقال کے بعد اس کا بیٹا شہزاد تخت پر بیٹھا۔ ابھی وہ صرف ایک سال حکومت کر پایا تھا کہ اسکے بھائی ارسلان نے بغاوت کر دی۔ ارسلان نے 1115ء میں اپنے بھائی سلطان شہزاد کو قتل کیا اور حکومت پر قبضہ کرلیا۔ حکومت حاصل کرنے

Marfat.com

کے بعد ارسلان نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے تمام بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ صرف ایک بھائی بہرام شاہ اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ بہرام شاہ نے سلطان سنجر سلجوقی کے پاس جا کر پناہ لے لی۔ سلطان سنجر نے ارسلان کو بہت سے خطوط لکھے اور بہرام شاہ کی جان بخشی کے لیے سفارش کی۔ لیکن ارسلان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ سلطان سنجر نے لشکر لے کر ارسلان پر چڑھائی کر دی۔ ارسلان نے تیس ہزار کی فوج کے ساتھ مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور ہندوستان کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ سلطان سنجر نے بہرام شاہ کو غزنی کے تخت پر بٹھا دیا اور واپس چلا گیا۔ تو ارسلان نے ہندوستان سے لشکر جمع کر کے بہرام شاہ کے خلاف غزنی پر حملہ کر دیا۔ بہرام شاہ مقابلہ نہ کرسکا۔ اور بھاگ کر بامیان کے قلعہ میں محصور ہوگیا۔ آخرکار اسے سلطان سنجر کی امداد حاصل ہوئی۔ اور بہرام شاہ نے غزنی پر حملہ کر دیا۔ بہرام شاہ نے اپنے بھائی ارسلان کو قتل کیا اور 1118ء میں غزنی کے تخت پر اپنا اقتدار مستحکم کیا۔ ارسلان صرف دو سال تک حکومت کرسکا تھا۔ منہاج سراج لکھتا ہے کہ "ملک ارسلان نے بادشاہ ہوتے ہی اپنی سوتیلی والدہ مہد عراق سے اچھا برتاؤ نہ کیا (یہ غالباً بہرام شاہ کی ماں تھی) اس لیے سلطان سنجر سلجوقی اس کا دشمن بن گیا اور بہرام شاہ کا معاون بن کر غزنی پہنچ گیا۔ ملک ارسلان نے سنجر سے جنگ کی۔ شکست کھائی اور ہندوستان کی طرف چلا گیا۔ وہاں بھی خستہ حالی ہی میں رہا۔ 511ھ-1118ء میں انتقال کیا دو سال حکمران رہا۔ وفات کے وقت پینتیس سال کی عمر تھی"۔[4] اس کے بعد بہرام شاہ نے 35 سال حکومت کی۔ اس نے ہندوستانی مقبوضات پر قبضہ کو مستحکم کیا اور یہاں کے ہندو راجاؤں اور سرداروں کی بغاوتوں کی سرکوبی کی۔ ان ہندوستانی مقبوضات پر اس نے اپنے ایک معتمد امیر محمد باحلیم کو گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس گورنر نے بہرام شاہ کے خلاف بغاوت کردی اور خودمختار بن بیٹھا۔ بہرام شاہ نے لشکر لے کر چڑھائی کی۔ ملتان کے قریب بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں باغی گورنر کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہوا۔ بہرام شاہ نے اسے قتل کروا دیا۔ منہاج سراج کے بقول "اللہ تعالیٰ نے محمد باحلیم کو کفران نعمت کی سزا دی۔ وہ اپنے دس بیٹوں، گھوڑے اور ہتھیاروں کے ساتھ ایک دلدل میں دھنس گیا اور کوئی نشان باقی نہ رہا۔ بہرام غزنہ لوٹا۔ پھر اسے غوری ملوکوں سے لڑائیاں پیش آئیں۔ اس کا بیٹا دولت شاہ مارا گیا۔اس نے تین مرتبہ سلطان غوری کے مقابلے میں شکست کھائی۔ غزنہ پر

Marfat.com

غوریوں کا قبضہ ہوگیا۔ انہوں نے پورا شہر جلا ڈالا اور برباد کردیا۔ بہرام شاہ ہندوستان چلا آیا۔ غوریوں کا لشکر واپس چلاگیا تو بہرام شاہ پھر غزنہ پہنچا اور وہیں انتقال کرگیا۔[5]"

مؤرخین کا بیان ہے کہ "بہرام شاہ کے عہد حکومت میں ہرات اور غزنہ کے درمیان کے پہاڑی علاقہ غور کے ایک قبیلہ کا عروج ہوا جو بعد میں خاندان غور کہلایا۔ اس خاندان کا پس منظر مختصرا" یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امیر فولاد غوری ملک شنب بن خرنک کاایک بیٹا تھا اور کوہستان غور کے اطراف اسی کے قبضہ میں تھے۔ اس نے باپ دادا کا نام زندہ کیا۔ جب ابومسلم مروزی (خراسانی) نے عباسیوں کے لئے دعوت کا پرچم بلند کیا (125ھ) اور بنی امیہ کے عاملوں کو خراسان کے علاقوں سے خارج کردیا تو امیر فولاد غور کا لشکر لے کر ابو مسلم کی امداد کو پہنچا۔ اس نے عباسیوں اور اہل بیت کے زمانہ حکمرانی میں بڑی کوششیں کیں۔ مدت تک سندیش کی عملداری اور کوہستان غور کی حکمرانی اس سے متعلق رہی۔ اس کی وفات پر حکومت کا کاروبار اس کے بھتیجوں نے سنبھال لیا۔ پھراسی خاندان میں سے بنجی نہاراں ایک عظیم القدر حکمران ہوا۔ غورمیں اس کا ذکر عام لوگوں کی زبان پر ہے سب اسے غور کے بڑے سرداروں میں مانتے ہیں۔ تمام شنبی سلطان اس کی اولاد میں سے تھے۔ شنبی خاندان میں سے یہ پہلا شخص تھا جو خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں بغداد گیا اور وہاں سے فرمان اور پرچم حکومت حاصل کیا پھرامیر سنجی کے خاندان میں سے ایک نامور حکمران امیر سوری بن محمد ہوا۔ وہ تمام شنبیوں کا سردار تھا جو شنبتانی تھے جب خراسان و زابلستان کی حکمرانی صفاریوں اور سامانیوں کے ہاتھ سے امیر سبکتگین کے ہاتھ میں منتقل ہوئی تو اس نے چند مرتبہ شنبیوں سے غور کے کوہستانی علاقوں پر یورشیں کیں۔ جن کے نتیجے میں بڑی خونریزی ہوئی۔ تخت غزنیہ کا مالک امیر محمود بن سبکتگین ہوا تو غوریوں کا امیر محمدبن سوری تھا۔ وہ کبھی سلطان محمود کا اطاعت گزار بن جاتا اور کبھی سرکشی اختیار کرلیتا اور جو خراج مقرر تھا اسے ادا نہ کرتا۔ آخرکار سلطان محمود بھاری لشکر کے ساتھ غوریہ پر حملہ آور ہوا۔ محمد بن سوری قلعہ آہنگراں میں محصور ہوگیا۔ خوب خونریزی ہوئی۔ آخر محمد بن سوری صلح کے بعد قلعہ سے باہر نکل کر سلطان محمود کی خدمت میں پہنچا۔ سلطان اس کو اور اسکے چھوٹے بیٹے شیش کو ساتھ لے کر غزنہ روانہ ہوگیا۔ جب سلطان ان قیدیوں کو لے کر غزنہ کے قریب مقام گیلان پہنچا تو محمد بن سوری نے وفات پائی۔ بعض لوگوں کی

Marfat.com

روایت ہے کہ اس نے قید کی ذلت سے نجات حاصل کرنے کے لیے خودکشی کرلی۔ سلطان محمود نے اس کے بیٹے شیش کو فوراً" غور واپس بھیج دیا اور اس کے بڑے بیٹے امیر بو علی بن محمد بن سوری کو غور کا حاکم بنا دیا۔ امیر ابو علی سلطان محمد کا اطاعت گزار رہا۔ اس کے عہد میں باشندگان غور کی زندگی خوشحالی میں گزری۔ اس کا بھائی شیش بن محمد بھی آرام و راحت کے دن گزارتا رہا۔ جب اس کی حکومت پر ایک مدت گزر گئی اور غزنہ کی سلطنت محمود کے بیٹے مسعود کو ملی تو امیر شیش کے ایک بیٹے عباس نے اپنے چچا ابو علی کے خلاف بغاوت کر دی۔ اسے گرفتار کرلیااور خود غور کا مالک و مختار بن گیا۔ اس کا عہد حکومت سات سال رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے دو زبردست کتے پال رکھے تھے۔ جو لوہے کی زنجیروں اور آہنی پٹوں میں جکڑے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیم غزنہ (غزنوی سلطان براہیم) اور دوسرے کا نام عباس غور تھا۔ روزانہ کتے عباس کے سامنے لائے جاتے اور زنجیریں کھول دی جاتیں اور انہیں لڑایا جاتا۔ جب اس کے نام کا کتا غالب آجاتا تو خوب جشن مناتا۔ روپیہ پیسہ تقسیم کرتا۔ جس روز دوسرا کتا غالب آتا تو عباس پر غیظ و غضب طاری ہو جاتا اور خلق خدا پر سختیاں کرتا۔ خاص آدمیوں کو بھی اس سے باز کرنے کی جرات نہ تھی۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ امیر عباس کو غزنی کے سلطان ابراہیم (451-492 ہجری) سے لڑائی کی آرزو تھی۔ اور وہ کتوں کو لڑوا کر اپنے ارادے کو تقویت پہنچاتا رہتا تھا۔ بالاخر اس کی یہ آرزو پوری ہوئی۔ جبکہ سلطان ابراہیم غور کے اکابرو اشراف اور امراء کی دعوت پر حملہ آور ہوا۔ جب سلطان ابراہیم غور پہنچا تو خود غور کا پورا لشکر سلطان سے جا ملااور امیر عباس کو سلطان کے حوالے کر دیا۔ ابراہیم امیر عباس کو قید کرکے غزنہ لے گیا اور غور پر اس کے بیٹے امیر محمد بن عباس کو حاکم مقرر کر دیا۔ امیر محمد بن عباس باقاعدگی سے خراج بھیجتا رہا اس کے دور میں شادمانی و فراوانی کا دور دورہ رہا۔ امیر محمد بن عباس کے بعد اس کا بیٹا ملک قطب الدین حسن تخت نشین ہوا۔ جو ترکوں کی ایک بغاوت میں مارا گیا۔ قطب الدین حسن کے بعد اس کے بیٹے ملک عزالدین حسن کو حکومت ملی۔ ملک عزالدین کے سات بیٹے تھے۔ 1- ملک شہاب الدین محمد 2- ملک فخرالدین مسعود 3- علاؤالدین حسن 4- سلطان سیف الدین سوری 5- سلطان بہاؤالدین سام 6- ملک الپال قطب الدین محمد 7- شجاع الدین۔ سلاطین غزنہ کے ساتھ عزالدین حسن کے روابط دوستانہ تھے۔

Marfat.com

ایک مدت تک بلاد غور پر حکمرانی کرنے کے بعد اس نے وفات پائی۔ اس کے بعد سیف الدین سوری تخت پر بیٹھا۔ اس نے تمام بھائیوں کو وراثت میں سے حصہ دیا جس پر سب راضی تھے۔

"اس تقسیم میں ولایت محمد شاہ ملک الجبال قطب الدین محمد کے حصہ میں آئی۔ اس نے فیروز کوہ پر ایک قلعہ تعمیر کرکے اس کو اپنا ہیڈکوارٹر بنایا۔ کچھ عرصہ بعد ملک الجبال قطب الدین محمد اور دوسرے بھائیوں کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی۔ ملک الجبال قطب الدین محمد بھائیوں سے خفا ہوکر غزنہ چلا گیا۔ اس وقت بہرام شاہ غزنہ کا حکمران تھا۔ ملک الجبال کو حسن و جمال میں درجہ کمال حاصل تھا۔ ساتھ ہی فیاضی اور سخاوت میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ جب غزنہ پہنچا تو بخشش و مروت کا سلسلہ جاری کردیا۔ لوگ انسان عبیدالاحسان (انسان بندہ احسان ہے) کے مطابق گرویدہ ہوگئے۔ چنانچہ اس کے قدم وہاں جم گئے اور اس کی حیثیت مستحکم ہوگئی۔ اہل غزنہ کو اس سے بے حد محبت تھی۔ ساتھ ہی حاسد بھی پیدا ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے بہرام شاہ تک یہ بات پہنچائی کہ ملک الجبال کی نظر حرم شاہی پر ہے۔ اور وہ روپیہ اس لیئے بے دریغ خرچ کررہا ہے کہ بادشاہ کے خلاف بغاوت کا انتظام مکمل کرلے۔ بہرام شاہ کے فرمان کے مطابق ملک الجبال کو خفیہ زہر دے دیا گیا۔ اور وہ جان بحق ہوگیا۔ غزنہ ہی میں دفن کردیا گیا۔ یہی واقعہ سلطان محمود کے خاندان اور دودمان شنبی آل ضحاک (غوریوں) کے درمیان نفرت و عداوت کا سبب بن گیا۔[9]" ابن خلدون کا بیان ہے کہ "بہرام شاہ کی حکومت کے آخری زمانے میں قطب الدین محمد غوری سوری جوکہ اس کا داماد بھی تھا کی سازش کی وجہ سے بہرام شاہ کے حکم سے قتل کردیا گیا"[10] اور یہ واقعہ غزنیوں اور غوریوں کے درمیان لڑائیوں کا سبب بنا۔ ابن خلدون کا ایک اور بیان یہ ہے کہ "جن دنوں بہرام شاہ اور اسکے بھائی ارسلان شاہ میں خانہ جنگی شروع ہوئی، محمد بن حسین (یعنی قطب الدین محمد) ارسلان شاہ کے ساتھ مل گیا۔ بہرام شاہ کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ اتنے میں ارسلان کا زمانہ حکومت ختم ہوگیا اور بہرام شاہ غزنین کا حکمران ہوا۔ محمد بن حسین اپنے ہمراہیوں کے ساتھ 543 ہجری میں ملاقات کے ارادے سے آیا۔ بہرام شاہ تاڑ گیا۔ محمد بن حسین کا محض ملنے کی غرض سے غزنین آنا خالی از علت نہیں تھا۔ گرفتار کرکے قتل کر ڈالا اس سے غوریوں کو غصہ پیدا ہوا۔ غزنین پر

Marfat.com

غوریوں کی فوج کشی کا یہی باعث و محرک ہوا۔" اس وقت تک غوریوں نے علاقہ غور کوہ پایہ اور خراسان کے بعض علاقوں پر مشتمل ایک طاقتور حکومت قائم کرلی ہوئی تھی اور سلطان سیف الدین سوری اس حکومت کا سربراہ تھا۔ اسے جب اپنے بھائی کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ لشکر لے کر آیا۔ بہرام شاہ فرار ہوکر ہندوستان چلا آیا۔ اور غزنی یا غزنہ یا غزنین پر سیف الدین کا قبضہ ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد بہرام شاہ ہندوستان سے ہندو فوجیں لے کر آیا۔ غزنی پر دوبارہ قبضہ بحال کرلیا اور سیف الدین غوری کو گرفتار کرلیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سیف الدین غزنہ پر قبضہ کرکے وہاں کا بادشاہ بن گیا تھا تو اس نے اہل غزنہ سے نہایت اچھا برتاؤ کیا تھا۔ یہاں تک کہ غوری لشکر بھی واپس بھیج دیا تھا۔ اس پر اہل غزنہ نے خفیہ بہرام شاہ کو بلا بھیجا۔ سیف الدین غوری یا سوری نے ان سے مشورہ کیا تو بولے کہ بہرام شاہ سے لڑنا چاہیے حالانکہ وہ غزنہ چھوڑ کر جانے کے لیے تیار تھا۔ وہ فوج لے کر بہرام شاہ کے مقابلے کے لیے نکلا تو پوری فوج بہرام شاہ سے جا ملی اور سوری گرفتار کرکے اس کے حوالے کردیا۔ یا ایک بیان کے مطابق غوری صرف ایک آدمی کی جمعیت کے ساتھ پہاڑوں میں لڑتا ہوا گرفتار ہوا اور اسے قتل کیا گیا۔ یہ واقعہ محرم 544 ہجری کا ہے۔ سیف الدین گرفتار ہوا تو بہرام شاہ کے حکم سے اس کا منہ کالا کرکے اسے ایک گائے پر بٹھایا گیا اور اس کی سارے شہر غزنی میں تشہیر کی گئی۔ اس کے بعد بہرام شاہ نے سیف الدین کو قتل کرکے اس کا سر سلطان سنجر سلجوقی کی خدمت میں بھیج دیا۔ ان دنوں سلجوقیوں اور غزنویوں میں طاقتور غوریوں کے خلاف اتحاد قائم تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "سیف الدین سوری اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے غزنین پر حملہ آور ہوا۔ بہرام شاہ مقابلہ نہ کرسکا۔ کرمان کی جانب بھاگا۔ (یہ ملتان غزنی اور ہندوستان کے درمیان ہے) سیف الدین نے غزنین میں داخل ہوکر قبضہ کرلیا اور اپنے بھائی علاؤالدین کو غور کی حکومت پر بھیج دیا۔ جب سردی کا موسم آیا اور برف کی وجہ سے غور کا راستہ بند ہوگیا۔ اس وقت بہرام شاہ نے غزنین پر حملہ کیا۔ اہل غزنین کے دل بہرام شاہ کے ساتھ تھے اور زبان سیف الدین سوری کے ساتھ۔ چنانچہ مقابلہ کے وقت اہل غزنین نے سیف الدین سوری کو گرفتار کرکے بہرام شاہ کے حوالے کر دیا۔ بہرام شاہ نے سیف الدین سوری کا منہ کالا کرکے اور ایک کمزور بیل پر سوار کرکے سارے شہر غزنین میں تشہیر کرائی۔ لڑکے بوڑھے جوان مسخرہ پن

Marfat.com

کرتے تھے۔ تشہیر کے بعد نہایت بے رحمی سے قتل کیا اور سر کو عراق میں سنجر کے پاس بھیج دیا۔" سیف الدین کے وزیر میر امجد الدین کا بھی اپنے آقا جیسا حشر ہوا۔ سلطان سیف الدین کے قتل کے بعد بہاؤالدین سام جو اپنے پانچوں بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ غور کا حکمران ہوا۔ جب سلطان سیف الدین بہرام شاہ سے لڑائی کے لیے غزنہ کی طرف روانہ ہوا تھا تو اس وقت اس نے غور کی تخت گاہ سلطان بہاؤالدین سام کے حوالے کر دی تھی۔" بہاؤالدین سام نے اب غوری کا اہل غزنہ سے بدلہ لینے کا ارادہ کرلیا اور دوسرے بھائیوں کے ساتھ مراسم ماتم میں بھی شرکت نہ کی۔ گرم سیر غور اور جستان وغیرہ سے لشکر فراہم کیا اور غزنہ کی جانب چل پڑا۔ جب غزنہ کے قریب موضع گیلان پہنچا تو بیمار ہوا اور انتقال کرگیا۔ اس نے مرنے سے قبل غور کی فرمانروائی اپنے بھائی سلطان علاؤالدین حسین کے سپرد کر دی۔ ساتھ اپنے ہمراہی' فرزند' امیر اور تمام دوسرے لوگ اس کو سونپ دیئے۔ جب سلطان علاؤالدین کو یہ اطلاع ملی تو اس نے فیروز کوہ میں تخت نشین ہونے کے بعد عزاداری کی محفل مجلس بھی منعقد نہ کی بلکہ انتہائی تیزی سے لشکر جمع کرکے غزنہ کا قصد کیا۔ جب بہرام شاہ کو اس کیفیت و ارادے کا علم ہوا تو اس نے غزنہ اور ہند کا لشکر تیار کیا اور گرم سیر کے شہروں رنج اور تکین آباد کے زمینداروں کی طرف بڑھا۔ سلطان علاؤالدین لشکر کے ساتھ پہلے زمینداور پہنچ چکا تھا۔ سلطان بہرام شاہ نے علاؤالدین کے پاس سفیر بھیجا کہ لوٹ جاؤ اور باپ دادا کے ملک پر قناعت کرو۔ تجھ میں میرے لشکر کے مقابلہ کی تاب نہیں۔ میں ہاتھی ساتھ لایا ہوں۔ سفیروں نے پیغام علاؤالدین کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے جواب دیا کہ تو غلط فہمی میں پڑا ہوا ہے۔ میرے بھائیوں کو ہلاک کرچکا ہے اور میں نے ابھی تک تیرا کوئی بھی آدمی موت کے گھاٹ نہیں اتارا۔ کیا تو نے نہیں سنا خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قصاص کے مطالبے کا) اختیار دیا ہے۔ پس چاہیے کہ خونریزی میں زیادتی نہ کرے۔ (یعنی حق سے زیادہ بدلہ لینے کا قصد نہ کرے) وہ (جو حد کے اندر رہتا ہے) فتح مند ہے۔ (بنی اسرائیل) جب سفیر واپس چلے گئے تو دونوں لشکروں کے مابین گھمسان کا رن پڑا۔ بہرام شاہ کا بیٹا دولت شاہ مارا گیا اور اس کے دو ہاتھی بھی ہلاک ہوگئے۔ اس سے بہرام شاہ کے لشکریوں کے دل ٹوٹ گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ علاؤالدین نے تعاقب کیا اور تکین آباد کے نزدیک بہرام شاہ کو

Marfat.com

ایک اور شکست دی۔ پھر بہرام شاہ نے غزنہ کے دروازے تک دم نہ لیا۔ آخر بہرام شاہ نے تیسری مرتبہ بہت سا لشکر جمع کرلیا۔ شہر کے آدمی بھی پیادہ سوار بکثرت جمع ہوگئے۔ یہ تیسرا مقابلہ تھا۔ اس میں بھی بہرام شاہ قدم جما کر لڑ نہ سکا۔ شکست کھائی اور علاؤالدین شہر غزنہ پر بزور قابض ہوگیا"۔[10] ابن خلدون کا بیان ہے کہ "علاؤلادین اپنے بھائی سیف الدین کے قتل و تذلیل کی خبر سن کر غصے سے کانپ اٹھا۔ اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے غزنین کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے بہرام شاہ دارفانی کو چھوڑ چکا تھا۔ بہرام شاہ نے 547 ہجری میں وفات پائی۔ 35 سال حکومت کی۔ بہرام شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا خسرو شاہ تخت حکومت پر بیٹھا۔ اسی زمانہ میں علاؤالدین غوری کی فوج کشی کی خبر پہنچی۔ خسرو شاہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ غزنین چھوڑ کر لاہور کی طرف بھاگا۔ سلطان علاؤالدین غوری نے غزنین میں داخل ہوکر بربادی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ سات روز تک قتل عام ہوتا رہا۔ مکانات شاہی جلا ڈالے۔ غزنوی عورتوں کو قتل کیا۔ غرض کہ اسے کسی پر رحم نہ آیا۔ اسی وجہ سے اس نے "جہاں سوز" کا لقب پایا[11]" فرشتہ لکھتا ہے کہ "علاؤالدین نے اپنی آتش غضب کو اس طرح بجھایا کہ غزنی پہنچتے ہی اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ غزنی اور وہاں کے باشندوں کی تباہی و بربادی میں کوئی کسرباقی نہ رکھی جائے۔ غور کے لشکریوں کے لیے بادشاہ کا اتنا ہی حکم کافی تھا لہٰذا انہوں نے خوب جی کھول کر تباہی مچائی۔ شہر کے مکانات جلا دیئے۔ اہل شہر کو قتل کیا۔ سات روز تک وہ اس شغل قتل و غارت گری میں مصروف رہے۔ اس دوران میں کسی نے علاؤالدین سے کہا کہ جب سیف الدین کو گائے پر بٹھا کر اور منہ کالا کرکے شہر میں گھمایا گیا تو غزنی کی عورتیں بھی دف اور باجے بجاتی ہوئی اس جلوس میں شامل تھیں اور انہوں نے سیف الدین کا خوب مذاق اڑایا اور اس کی توہین کی۔ یہ سن کر علاؤالدین نے حکم دیا کہ غزنی کی عورتوں کو بھی قتل کیا جائے۔ لشکریوں نے اس بے کس اور مجبور صنف کو بھی بری طرح قتل کیا اور مردوں کی طرح لاکھوں بے دست و پا عورتیں بھی غوریوں کی تلواروں کا لقمہ بن گئیں۔ علاؤالدین کو جہاں جہاں اولاد سبکتگین کی کوئی عمارت یا یادگار نظر آئی اسے فوراً مسمار کر دیتا۔ علاؤالدین نے (سیف الدین کے وزیر) سید امجد الدین کے قتل کا انتقام اس طور پر لیا کہ غزنی کے سیدوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو زیرحراست کیا اور توبروں کو مٹی سے بھر کر ان لوگوں کی

Marfat.com

گردنوں سے لٹکایا گیا اور اسی عالم میں انہیں فیروزہ پہاڑ پر لے جاکر قتل کیا۔ ان بے گناہوں کے خون سے تودوں کی مٹی کو گوندھ لیا گیا اور فیروزہ کوہ کے برجوں کی تعمیر کی گئی۔ علاؤالدین کے ان مظالم نے اسے 'جہاں سوز' کے نام سے مشہور کر دیا"۔[12] قاضی منہاج سراج نے بھی ہو بہو یہی نقشہ کھینچا ہے اور مزید لکھا ہے کہ "سات دن اور سات راتیں شہر غزنہ آگ کے شعلوں کی جولا نگاہ بنا رہا اور علاؤالدین نے اس سلسلے میں انتہائی ضد اور رعونت سے کام لیا۔ راوی کہتا ہے کہ سات دن رات تک دھوئیں کی کثرت سے فضا اس قدر تیرہ و تار ہوگئی تھی کہ دن رات معلوم ہوتا تھا رات کو آگ کے شعلے اس شدت سے بلند ہوتے تھے کہ خیال ہوتا تھا کہ دن نکل آیا ہے۔ اس مدت میں جبر' غارت گری اور کشت و خون کا سلسلہ بے دردی سے جاری رہا۔ مردوں میں سے جتنے ملے تہ تیغ کیے عورتیں اور بچے قید کرلیے گئے۔ پھر علاؤالدین نے حکم دیا کہ خاندان محمود کے تمام بادشاہوں کی قبریں اکھاڑ کر مردے باہر نکالے جائیں اور انہیں جلا دیا جائے۔ صرف سلطان محمود (غازی)' سلطان مسعود اور سلطان ابراہیم کی قبریں مستثنیٰ قرار دی گئیں۔ غزنوی بادشاہوں کے محلوں میں علاؤالدین نے ایک ہفتہ شراب نوشی اور عیش و عشرت میں گزارا۔ اس دور میں فرمایا کہ سلطان سیف الدین سوری اور ملک الجبال کی قبریں تلاش کی جائیں۔ ان کی میتوں کے لیے صندوق بنوائے گئے۔ ساتھ ہی پورے لشکر کے لیے عزاداری کا سامان مہیا کردیا گیا۔ سات روز گزر گئے اور آٹھویں رات آئی تو شہر برباد ہو چکا تھا اور جل چکا تھا۔ اس وقت علاؤالدین نے اپنی مدح میں چند شعر کہے اور گویوں کو حکم دیا کہ یہ شعر اس کے سامنے چنگ و چغانہ کے ساتھ پڑھے جائیں۔

"دنیا جانتی ہے کہ میں جہاں کا بادشاہ ہوں' عباسیوں (یعنی خاندان شنبی کے امیر عباس) کے خاندان کا چراغ ہوں۔ میں علاؤالدین حسین' عزالدین کا فرزند ہوں۔ میرے خاندان کی بادشاہی ہمیشہ قائم رہے۔ جب میں سلطنت کے سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں تو میرے لیے آسمان و زمین یکساں ہوتے ہیں۔ امید میری سپاہ کی گرد کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔ موت میرے نیزے کی نوک پر بازیگری میں مصروف ہے۔ میں سکندر کی طرح پوری دنیا پر قبضہ کرلوں گا اور ہر شہر پر نیا بادشاہ مقرر کروں گا۔ میں عزم کیے بیٹھا تھا کہ غزنہ کے اوباشوں سے دریائے نیل کی مانند خون کی ندی بہاؤں گا۔ لیکن یا تو بوڑھے

Marfat.com

پھوس رہ گئے ہیں یا لڑکے۔ ان کے لیے میرا جوان نصیبہ سفارش کررہا ہے۔

"اس کے بعد اس نے سات روز تک بھائیوں کی قبروں پر سوگ منایا۔ قرآن مجید ختم کیے۔ صدقے دیئے۔ بھائیوں کی میتیں صندوقوں میں رکھیں اور غزنہ سے سفر کا سامان باندھ کر زمینداور اور بست کی جانب روانہ ہوا۔ بست پہنچا تو محمودی خاندان نے یہاں جتنے محل بنا رکھے تھے سب تباہ کر ڈالے۔ ایسے محل سرائے زمین پر اور کہیں نہ تھے اور وہ پورا علاقہ جو محمودیوں کی جاگیر تھا ویران کردیا۔ پھر غور پہنچا تو بھائیوں کی قبریں اپنے اسلاف کے پہلو میں بنوائیں۔ وہاں انہیں دفنایا گیا۔ غزنہ سے چلتے وقت حکم دے دیا تھا کہ چند سید ساتھ لے لیے جائیں تاکہ سلطان سوری کے وزیر سید امجدالدین موسوی کا بدلہ لیا جا سکے۔ جسے سلطان سوری کے ساتھ (پل کے ایک طاق پر) لٹکایا گیا تھا۔ غزنہ سے مٹی کے تھیلے بھر کر ان سادات کی گردنوں میں باندھ دیے گئے تھے۔ اسی طرح انہیں فیروز کوہ لائے پھر وہیں قتل کیا۔ ان کے خون سے غزنہ کی مٹی گوندھی گئی اور فیروزہ کوہ پر چند برج بنائے گئے۔ چنانچہ آج تک وہ برج موجود ہیں۔ اللہ اسے معاف کرے۔[13]"

منہاج سراج کا مترجم مولانا غلام رسول مہر (مرحوم) علاؤالدین کی انتقامی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "انتقام کے نہایت خوفناک واقعات تاریخوں کے صفحات پر موجود ہیں۔ لیکن علاؤالدین نے جس انداز میں غزنہ سے بھائیوں کا بدلہ لیا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ سورہ بنی اسرائیل کی جو آیت بہرام شاہ کو لکھ کر بھیجی تھی اس کی صریح خلاف ورزی کی۔ ایشیا کا نہایت عظیم الشان شہر جو علم و فضل کا بہت بڑا مرکز تھا بری طرح برباد ہوا۔ یہاں تک اس کی سابقہ عظمت کا کوئی بھی نشان باقی نہ رہا۔ میں نے 1934ء میں اسے دیکھا تھا تو ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جس کی تنگ و تاریک گلیوں سے ایک آدمی بمشکل گزر سکتا تھا۔ عمارتوں میں سے دو برج' ایک سبکتگین کا مقبرہ اور ایک سامان کا مقبرہ باقی رہ گئے تھے۔ خواجہ سنائی کا مزار مٹی کے ایک چھوٹے سے برج میں تھا۔ اب پھر وہاں کچھ تعمیرات ہوئی ہیں مگر وہ غزنی نہ رہا وہ کیونکر وجود میں آسکتا ہے جو سولہ میل پھیلا ہوا تھا اور جس کے شاہی محلوں اور باغوں کا شمار مشکل تھا۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ سات روز تک قتل و غارت و آتش زنی کے بعد بھی انتقام کی آگ بجھ نہ سکی۔ سادات کو پکڑ کر فیروز کوہ لے گیا اور خون میں غزنی کی مٹی ملا کر پہاڑوں پر برج بنائے۔ علاؤالدین نے جہاں سوز کا

Marfat.com

لقب کیوں اختیار کیا۔ اسے کیوں اس لقب سے یاد کیا گیا؟ اس مکروہ لقب کو علاؤالدین کے جس "کارنامے" سے کوئی مناسبت ہو سکتی ہے وہ غزنہ کو آگ لگانے اور بری طرح برباد کر دینے کے سوا کچھ نہیں۔ اسکے بھائیوں کے قتل کا ذمہ دار بہرام شاہ یا اسکے مشیر جو انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ غزنہ کے لاکھوں بے گناہوں اس کے مشیروں' باغوں' کتب خانوں' مسجدوں اور درسگاہوں' کوشکوں اور منبروں کا کیا قصور تھا؟ جنہیں بے دردانہ آتش زنی اور تباہی کا تختہ مشق بنایا گیا یا تلوار کے گھاٹ اتارا گیا؟ بست کے ان محلوں کا کیا قصور تھا جو غزنہ سے بہت فاصلے پر واقع تھے اور جہاں کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا جو علاؤالدین کے لیے باعث رنج و قلق ہوتا۔ یہی بربادیاں' آتش انتقام کی یہی اشتعال انگیزیاں اس لقب کا موجب بنیں گویا غزنہ کا جلانا ایک شہر کا جلانا نہ تھا بلکہ دنیا کے ایک نہایت اہم مرکز تہذیب و تمدن' علم و فضل اور ملجا و ماوائے فن و ہنر کو جلا دینا تھا۔ اس لیے جہاں سوز لقب ہر اعتبار سے موزوں تھا۔ یہ لقب علاؤالدین نے خود پسند کیا تھا یا اسے دیا گیا تھا کچھ تعجب نہیں کہ یہ لقب مل جانے کے بعد اس نے جوش فخر میں اسے پسندیدہ اور موزوں سمجھ کر اپنے نام کا لاینفک جزو بنا لیا ہو اور پسند و ناپسند کے معیاروں کی بوقلمونی کسی تشریح کی محتاج نہیں"۔[۱۴]

لیکن مولانا مہر نے اپنے اس تبصرہ میں یہ نہیں بتایا کہ علاؤالدین اپنی اس بے مثال جہاں سوزی کے باوجود اپنے آپ کو پکا مسلمان کیوں سمجھتا تھا۔ اس نے سورۂ بنی اسرائیل کی ایک آیت کا سہارا لے کر قصاص کی غرض سے حملہ کیا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کی قبروں پر قرآن مجید ختم کیے تھے اور صدقے دیئے تھے اور بعد میں خطیبوں نے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا تھا۔ علاؤالدین نے جذبہ انتقام کے تحت غزنی میں جس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا وہ مسلمانوں کی تاریخ میں بے مثال نہیں تھا۔ اس واقعہ سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل 401 ہجری میں اسپین میں خلیفہ سلیمان المستعین کے بربر لشکریوں نے بھی جذبہ انتقام کے تحت ایسا ہی کیا تھا۔ پروفیسر ڈوزی لکھتا ہے کہ "مدینتہ الزہرا میں جس قدر فوج موجود تھی بربر نے اس کا ایک متنفس بھی زندہ نہ چھوڑا۔ خلقت نے جامع زہرا میں پناہ لی مگر ان افریقیوں نے لوگوں کو وہاں بھی پناہ نہ دی۔ عورتیں اور بچے سبھی قتل کر دیے گئے۔ مدینتہ الزہرا کو لوٹنے کے بعد بربر نے اس میں آگ لگا دی اور عالیشان اور

Marfat.com

خوبصورت بادشاہوں کے رہنے کا شہر جو تمام یورپ میں عدیم المثال تھا ایسے ہی تودہ خاک ہوگیا جیسے کے اس کا خوشنما حریف مدینتہ الزہرا منصور کا تعمیر کردہ شہر کچھ دن پہلے راکھ کا ڈھیر ہو چکا تھا۔ پس آج ان دونوں شہروں کا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔ پھر قرطبہ کی باری آئی تو خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ حقانیہ جان سے مایوس ہوکر چھپنے کی جگہ ڈھونڈنے لگے۔ بربر نے قرطبہ کے ہر گلی کوچے کو وحشیانہ شور مچا کر لوٹا۔ کہیں لوٹا۔ کہیں بے عزت کیا۔ کہیں جان سے مارا۔ اسی طرح سارے شہر پر قبضہ کرلیا۔ ایسے بے گناہ بھی جن کو فتنہ و فساد سے کچھ سروکار نہ تھا۔ بربر کے قہر و غضب کا نشانہ بن گئے۔ کہیں واجب التعظیم سعید ابن منذر جو مستنصر باللہ کے وقت سے جامع قرطبہ میں امامت کراتے آئے تھے اور نہایت نیک نفس اور باخدا شخص تھے مرے ہوئے تھے۔ کہیں مروان کی لاش پڑی تھی جو بنی حدید کے نہایت شریف خاندان کی یادگار تھے اور کسی کے عشق میں مجنوں رہا کرتے تھے۔ فاضل اجل ابن الغرض جنہوں نے ایک بڑی اعلیٰ تصنیف فن رجال پر لکھی تھی اور قاضی بلنیہ جو خلیفہ مہدی باللہ کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے تھے اس ہنگامے میں مارے گئے۔ ان اخیر بزرگ نے کبھی دعا مانگی تھی کہ شہید ہوکر مروں۔ یہ دعا ان کی قبول ہوئی۔ مقتولوں کی تعداد اتنی تھی کہ ان کا شمار ممکن نہ تھا۔ اس قتل عام کے منظر کو آگ کے شعلوں نے اور بھی ہیبت ناک کر دیا۔ خوبصورت سے خوبصورت قصر آگ کی نذر ہوگئے"۔[15] مدینتہ الزہرا اور قرطبہ کی تباہی کے اس خوفناک واقعہ سے بہت پہلے پہلی صدی ہجری میں یزید بن معاویہ کے سپہ سالار مسلم بن عتبہ کے شاہی لشکر نے حرہ کی لڑائی کے بعد تین دن تک مدینتہ منورہ میں جو کچھ کیا تھا اس کا تصور کرکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

"جب علاؤالدین نے یوں غزنویوں سے انتقام لے لیا اور اپنے مرکز (فیروز کوہ) میں پہنچا تو عیش و نشاط میں مشغول ہونے کا خیال آیا۔ گویوں اور ندیموں کو جمع کیا اور شادمانی کی محفل آراستہ کی۔ ایک قطعہ ترتیب دیا۔ گویوں سے کہاکہ سازوں کے ساتھ اسے گائیں۔ قطعہ یہ تھا۔

میں وہ ہوں جس کے عدل سے زمانے کے لیے فخر زیبا ہے۔ میں وہ ہوں جس کی فیاضی اور سخاوت سے خزانے پر ظلم ہوتا ہے۔ دشمن ہاتھ کی انگلی حیرانی اور حسرت سے دانتوں میں دبا لیتا ہے۔ جب میں کمان کے چلّے پر انگشتانہ رکھتا ہوں۔ جب میرا جنگی گھوڑا

Marfat.com

خانہ بخانہ اچھلتا ہے تو دشمن کے کوچے اور گھر میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ بہرام شاہ نے میری دشمنی میں تیر چلانے کے لیے کمان کھینچی تو میں نے نیزہ اٹھا کر اس کی کمر سے ترکش کھینچ لیا۔ اگرچہ ہندوستان کی حمایت میں ہندوستان کے رائے اور رانے فوج لئے ہوئے موجود تھے۔

مگر میں نے گرز سے رائیوں اور رانوں کے سر ریزہ ریزہ کر دیئے۔ اب میں نے تلوار سے بدلہ لینے کا ڈھنگ سیکھا دیا ہے۔ وقت کے بادشاہوں اور زمانے کے تاجداروں کو۔ اے خوشنوا مطرب' جنگ سے فارغ ہو جائے تو یہ زمزم گا اور یہ ترانہ سنا۔

جب سلطنت آجائے تو ترک کرنا زیبا نہیں۔ لڑنے والے کے ترانے اور شراب فروشوں کی شراب صاف کر"۔[۱۶]

علاؤالدین جہاں سوز کی اس نظم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نے بہ ارادہ جدال و قتال غزنی پر قبضہ کیا تھا۔ اس کے اور بہرام شاہ کے درمیان لڑائی ہوئی تھی اور بہرام شاہ کی فوج میں ہندوستان کے ہندو راجے مہاراجے اور ان کی فوجیں شامل تھیں۔ لیکن ابن خلدون کی طرح بعض مؤرخین مصر ہیں کہ علاؤالدین کے غزنہ پہنچنے سے پہلے بہرام شاہ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا بیٹا خسرو شاہ بھاگ کر لاہور چلا گیا تھا۔ جب خسرو شاہ غزنی پر حملہ آور ہوا اور یہاں اپنے اقتدار کو دوبارہ بحال کر لیا۔ اس دوران وسط ایشیا میں تاتاری ترکوں کا ایک قبیلہ ترکان غز یا غز کہا جاتا تھا (جو بعد میں بنی خوارزم کہلائے) بڑی طاقتور حیثیت اختیار کر گئے تھے۔ 554ھ میں غزوں کے ایک گروہ نے غزنی پر حملہ کیا اور خسرو شاہ کو شکست دے کر اسے ایک بار پھر غزنی سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ خسرو شاہ بھاگ کر لاہور آگیا اور پھر کبھی غزنی واپس نہ جا سکا۔ غزنوی سلطنت صرف پنجاب تک محدود ہوگئی۔ غز بھی مسلمان تھے لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ انہوں نے وسطی ایشیا میں مشرق وسطی تک محیط سلجوقی سلطنت کے سب سے بڑے بادشاہ سلطان سنجر کو شکست دے کر گرفتار کر لیا تھا۔ جب ان غزوں نے غزنی پر قبضہ کیا تو بھی اس شہر کی ایک بار پھر اینٹ سے اینٹ بجائی گئی اور یہاں سے محمود غزنوی کے خاندان کا اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ خسرو شاہ کا 555ھ (1160ء) میں لاہور میں انتقال ہوا تو اس کا بیٹا خسرو ملک تخت نشین ہوگیا۔ جو خاندان غزنوی کا آخری فرمانروا ثابت ہوا۔ غزنوی سلطنت کا خاتمہ کفار کے ہاتھوں نہیں ہوا بلکہ

Marfat.com

اسے ختم کرنے والے مسلمان ہی تھے۔ پہلے سلجوقیوں نے اس سلطنت کو کمزور کیا اور وسط ایشیا کے بیشتر علاقے پر قابض ہو کر غزنویوں کے دائرہ اثر کو محدود کر دیا۔ پھر غوریوں نے رہی سہی اس سلطنت کا خاتمہ ہی کر دیا۔ کسی مسلمان سلطنت کے مسلمانوں کے ہاتھوں خاتمہ کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔ اس سے پہلے بے شمار مسلمان سلطنتیں مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نیست و نابود ہو چکی تھی۔ دمشق میں بنی امیہ کی سلطنت کو بنی عباس نے ختم کیا۔ بنی عباس کے اقتدار کا بنی بویہ سے خاتمہ ہوا۔ سامانیوں کی سلطنت آل سبکتگین نے ختم کی۔ بنی بویہ کی سلطنت کو سلجوقیوں نے راہی ملک عدم کیا۔ سلجوقیوں کی حکومت کا جنازہ ترکوں کے قبیلہ غز (بنی خوارزم) نے نکالا اور اب غزنوی سلطنت غوریوں اور غزوں کے ہاتھوں برباد ہوئی۔ اسی طرح کی بے شمار مثالیں اسپین اور بلاد افریقہ میں مسلمان سلطنتوں کی تاریخ میں ملتی ہیں۔ بلاد مغرب میں اسی زمانہ میں موحدین کی تلوار سے مرابطین کی سلطنت کا گلا کاٹا گیا تھا۔ شام میں تو بعض مسلمان حکمرانوں نے دوسرے مسلمانوں کی سلطنتوں کو برباد کرنے کے لیے یورپ کے صلیبیوں کی ہر طرح سے امداد بھی کی۔

معتبر راوی کہتے ہیں کہ "جب سلطان علاؤالدین فیروز کوہ کے تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے بھتیجوں غیاث الدین محمد سام اور معزالدین محمد سام جو بہاؤالدین سام کے بیٹے تھے۔ قلعہ وجیرستان میں قید کر دیا اور ان کے لیے وظیفے مقرر کر دیئے اور سلطان سنجر سے بھی سرکشی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے سنجر کو تحفے تحائف بھیجنے بند کر دیئے۔ اس بنا پر سلطان سنجر نے غور کی جانب کوچ کیا اور علاؤالدین بھی مقابلہ کے لیے نکلا۔ فیروز کوہ اور ہرات کے درمیان ایک میدان میں دونوں لشکروں کے درمیان جنگ ہوئی۔ علاؤالدین کو شکست ہوئی۔ اس لڑائی کے بعد جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں علاؤالدین بھی شامل تھا۔ سنجر نے اس کو کچھ دیر قید میں رکھا اور پھر اسے اس کی خوش طبعی اور تیز فہمی سے متاثر ہو کر رہا کر دیا۔ اور اسے بطور انعام جواہرات بھی دیئے۔ پھر سنجر نے اسے اپنا ندیم و جلیس بنا لیا۔ عشرت و انبساط کی کوئی بھی مجلس اس سے خالی نہ ہوتی تھی۔ پھر سنجر نے اسے ملک غور واپس دے دیا۔ ساتھ ہی کہا کہ سازوسامان اور خزانے کے علاوہ سلطان کے پاس گھوڑوں' بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے جتنے گلے ہیں وہ سب ہی علاؤالدین کے سپرد کر دیئے جائیں۔ پھر علاؤالدین سے کہا کہ تو میرا بھائی ہے۔ یہ سب جانور اور مال متاع غور لے جا اگر اللہ تعالیٰ نے غزوں کی جماعت

Marfat.com

کو شکست دی اور ہمیں فتح حاصل ہوئی تو ہمارے طلب کرنے پر سب کچھ لوٹا دینا۔ اگر میری سلطنت ختم ہوگئی تو ان تمام چیزوں کا تیرے پاس رہنا غزوں کے ہاتھ پڑنے سے بہتر ہے۔ علاؤالدین کے سلطان سنجر کے ساتھ قیام کے دوران ملک غور کے امیروں اور بزرگوں نے ملک ناصرالدین حسین مادینی کو جو سلطان علاؤالدین کا بھتیجا تھا فیروز کوہ کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ علاقہ کش کے لوگ کبر و رعونت اور زور و جبر میں باقی اہل غور سے بڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بہت سے فساد پیدا کیے۔ شور مچایا کہ سلطان مال و زر ملک ناصرالدین سے یا صدقے یا خلعت کے رنگ میں لے گئے۔ جب سلطان علاؤالدین خزانے اور جانور اور دولت کو خراسان سے غور لایا تو پہلے ولایت کش میں پہنچا۔ ان لوگوں کے تمام دیہات' جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ تباہ کرڈالے۔ یہ تمام گاؤں اتنے مستحکم تھے اور ایسی بلندی پر واقع تھے کہ وہم و تصور میں بھی ان کا نقش بنانا ممکن نہ تھا۔ ولایت کش کے سرکشوں اور دوسرے قبیلوں کے انتقام لے چکنے کے بعد علاؤالدین فیروز کوہ پہنچا' اس کے آنے سے پہلے ہی ملک ناصرالدین حسین کو مار دیا گیا تھا۔ اس قتل کے بارے میں روایت ہے کہ جب سلطان علاؤالدین' سنجر کے پاس سے انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ غور کی طرف آیا اور ہرات کے کوہستان علاقہ میں پہنچا۔ تو اس کی اطلاع پایہ تخت فیروز کوہ پہنچ گئی۔ اس کے رعب و داب و سیاست سے تمام لوگ خوف و ہراس میں ڈوب گئے۔ جن لوگوں کو علاؤالدین کی مملکت سے خلوص کی بنا پر وابستگی تھی انہوں نے خفیہ خفیہ ان لونڈیوں سے رابطہ پیدا کیا جو علاؤالدین کے حرم سے ناصرالدین کے حرم میں گئی تھیں۔ انہیں لالچ دے کر ساتھ ملایا۔ ملک ناصرالدین سویا ہوا تھا۔ ان لونڈیوں نے تکیہ کو اس کے منہ پر رکھا اور چاروں طرف سے اس قوت اور زور سے دبایا کہ ملک ہلاک ہوگیا۔ علاؤالدین فیروزکوہ میں تخت پر بیٹھا تو ازسرنو فتوحات شروع کیں۔ چنانچہ بامیان' طخارستان کو مسخر کیا۔ زمین داور' گرم سیر' اور بست پر قابض ہوا۔ ہرات کے علاقے میں قلعہ تولک پر قبضہ کرلیا۔ پھر علاؤالدین نے غرجستان فتح کیا۔ دریائے مرغاب اور اسکے قلعوں پر قبضہ جمایا اور آخر میں قلعہ سبکجی کو فتح کیا۔ اس نے یہ ساری فتوحات چھ سال کے عرصے میں مکمل کیں۔ آخری دور میں حسن بن صباح کے قلعہ الموت کے ملحدوں کی طرف سے ایلچی علاؤالدین کے پاس آئے۔ سلطان نے ان کی بڑی عزت کی۔ غور کے مختلف مقامات پر ان

Marfat.com

ملحدوں نے ازسرنو دعوت کا سلسلہ جاری کردیا۔ ان ملحدوں کی خواہش تھی کہ اہل غور کو اپنے نظم و اطاعت میں لے آئیں۔ اس کے باوجود علاؤالدین نے تبلیغ کی اجازت دیئے رکھی اور اس طرح منہاج سراج کے بقول اس کے دامن و دولت پر بدنامی کا دھبہ لگ گیا۔" تھوڑی ہی مدت کے بعد اس نے وفات پائی۔ سگنہ غور میں اپنے بزرگوں اور بھائیوں کے پاس دفن ہوا۔ علاؤالدین جہان سوز 544 ہجری مطابق 50-1149 میں بہاؤالدین سام کی وفات پر غور کا حکمران بنا اور 556 ہجری مطابق 1161ء میں وفات پائی۔ گویا اس نے کل بارہ سال حکومت کی۔ اس مدت میں غزنہ کو تباہ کیا۔ سنجر سے شکست کھائی اور اس کے بعد قید میں رہا اور پھر واپس آکر فتوحات کیں۔

منہاج سراج لکھتا ہے کہ "علاؤالدین نے وفات پائی تو اس کا بیٹا سیف الدین محمد' بنی غور کے تمام امیروں بڑوں اور رئیسوں کے اتفاق رائے سے فیروز کوہ میں تخت نشن ہوا۔" تخت پر بیٹھتے ہی اس نے تمام ظلموں کی تلافی کردی۔ باپ سے جتنی غلطیاں سرزد ہوئیں تھیں ان سب کو ختم کر کے عدل و انصاف کے قاعدے جاری کر دیئے۔ اس نے اپنے دونوں چچیرے بھائیوں غیاث الدین محمد سام اور معزالدین سام کو قلعہ وجیرستان سے رہا کر دیا۔ ان پر خاص عنایات کیں اور تمام پابندیاں ان پر سے اٹھالیں۔ الموت کے ملحدوں کی طرف سے جو ایلچی آئے تھے اور انہوں نے خفیہ خفیہ باطل' بدعت اور گمراہی کی دعوت شروع کردی تھی' حکم دے دیا کہ انہیں بلاکر بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ وہ ہلاک ہوگئے تو جہاں جہاں ان کے فتنے کی اطلاع ملی فرمان صادر کر دیا کہ ان کی بیخ کنی کی جائے۔ چنانچہ وہ سب دوزخ میں بھیج دیئے گئے۔ اور غور کے علاقے جو دین داری اور شریعت پروری کے مرکز تھے قرمطیوں کی آلائش سے بالکل پاک ہوگئے۔ ملحدوں کے خلاف اس جہاد سے اہل غور کے دلوں میں سیف الدین کی محبت پیوست ہوگئی۔ سب نے فرمانبرداری کے پٹکے کمروں میں باندھ لیے اور اطاعت کے حلقے اخلاص کی گردنوں میں ڈال لیے۔ لیکن اس کے باوجود ایک دن سیف الدین نے اپنے سپہ سالار درمیش بن شیش کو قتل کر دیا کیونکہ ایک محفل میں اس کے پاس دو ہزار بازو بند تھے جو سلطان سیف الدین کے حرم کے تھے۔ اس وقت بلاد خراسان پر ترکان غز کے قبضہ کو چار پانچ سال گزر چکے تھے۔ اور ان کے فتنے کے شعلے غور' کوہستان' غزنہ اور غرجستان کے علاقے میں پہنچ

Marfat.com

رہے تھے۔ سلطان سیف الدین نے لشکر جمع کیا اور غزوں کے مقابلے کے لیے نکلا۔ پہلے غرجستان اور قادس میں پہنچا۔ وہاں سے رودباد مرو کا رخ کیا۔ وزق سے (جو بڑا شہر ہے) گزر کر غزوں سے جنگ کی ٹھانی۔ سپہ سالار ابوالعباس شیش اپنے بھائی درمیش بن شیش کا انتقام دل میں لیے ہوئے تھا اور اچھے موقع کی تلاش میں تھا۔ غزوں سے جنگ کے دن وہ سلطان سیف الدین کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ پھر یکایک نیزہ سلطان کے پہلو میں مار کر اسے گھوڑے سے گرا دیا۔ سلطان کے گرتے ہی غوریوں نے شکست کھائی اور فوج سلطان کو بھی میدان میں چھوڑ آئی۔ ابھی وہ زندہ تھا کہ ایک غز آپہنچا۔ اس نے دیکھا کہ لباس اور کمربند شاہانہ ہے کمربند کھولنا چاہا لیکن پیچ آسانی سے کھل نہ سکا اس نے چھری لیکر پیچ کاٹ ڈالا۔ چھری اس زور سے ماری کہ سلطان سیف الدین کا پیٹ چاک ہوگیا۔ اسی زخم سے وہ فوت ہوگیا"۔[18] لین پول نے لکھا ہے کہ سیف الدین محمد 558 ہجری 1163ء میں قتل ہوا۔ ایک بھائی اور تھا جس کا نام علاؤالدین جہاں سوز نے خوارزم کے حکمران اتسز کے نام پر رکھا تھا جب علاؤالدین سلطان سنجر کے پاس تھا تو وہاں اتسز سے اس کی گہری دوستی ہوگئی تھی۔

سیف الدین کی اس طرح ہلاکت کے بعد اس کا چچازاد بھائی غیاث الدین محمد سپہ سالار ابوالعباس بن شیش کی تحریک پر تخت نشین ہوا۔ جب اس کے بھائی معزالدین محمد کو بامیان میں یہ اطلاع ملی تو وہ فیروز کوہ آگیا اور محافظ شاہی کا سالار بن گیا۔ اس وقت استیہ اور کجوران اس کے سپرد ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں کے دل میں سیف الدین محمد کے مارے جانے کا رنج جاگزین تھا۔ دونوں نے حالات پر غور کیا اور سوچا کہ اس فتنے سے نجات پانے کی صورت کیا ہو۔ آخر قرار پایا کہ اپنے بااعتماد ترک ملازموں میں سے ایک کو سمجھا دیا جائے کہ جب سپہ سالار ابوالعباس بارگاہ سلطان میں آئے اور سامنے کھڑا ہو معزالدین اپنا ہاتھ کلاہ پر رکھے تو فی الفور ابوالعباس کا سر تن سے الگ کر دیا جائے۔ اس تدبیر پر عمل ہوا۔ ابوالعباس مارا گیا تو غیاث الدین کو قوت حاصل ہوئی اور ملک کی رونق میں اضافہ ہوگیا۔ تاہم اس کے چچا ملک فخرالدین مسعود نے ملک علاؤالدین قماج سنجری والی بلخ سے مدد طلب کی اور ساتھ ہی تاج الدین یلدوز والی ہرات سے مدد کی التجا کی۔ اس طرح اس نے بامیان بلخ اور ہرات کے لشکر کے ساتھ فیروز کوہ پر چڑھائی کا انتظام کرلیا۔ اس کے پاس غور کے امراء خاصی تعداد میں موجود تھے اور وہی سلطنت کی میراث کا طلبگار تھا۔ اس لیے وہ

Marfat.com

سب سے آگے تھا۔ علاؤالدین قماج والی بلخ اس کے پیچھے پیچھے چند فرسنگ پر غرجستان باہر کے راستے روانہ ہوا۔ ہرات فیروز کوہ سے نزدیک تھا اس لیے تاج الدین یلدوز اپنے لشکر کے ساتھ بڑی دور کے راستے آپہنچا۔ سلطان غیاث الدین (اور معزالدین) بھی فیروز کوہ سے نکلے اور مرغ زار کے مقام پر پہنچے۔ وہیں غور کا لشکر ان کے پاس جمع ہوگیا۔ یلدوز کے لشکر نے بھی قریب ہی پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ غور کے لشکر کے دو غلاموں نے بڑی بہادری سے یلدوز کے لشکر میں گھس کر اسے قتل کر دیا۔ اس پر ہراتی لشکر بھاگ اٹھا اور غیاث الدین کی فتح ہوئی۔ دوسرے روز غیاث الدین نے قماج کے مقابلے کے لیے چند ہزار سواروں کو بھیجا۔ وہ سوار اچانک لشکر بلخ پر گرے۔ قماج کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور اس کا سر سلطان غیاث الدین کی خدمت میں لے آئے۔ اسی وقت حکم دے دیا گیا کہ قماج کا سر ایک تھیلے میں ڈال کر ایک سوار کے ہاتھ ملک فخرالدین مسعود بامیان کے پاس بطور استقبال لے جایا جائے۔ ملک فخرالدین نزدیک پہنچا تھا اس نے قماج کا سر دیکھ کر لوٹنا چاہا مگر غوری لشکر نے اسے گرفتار کرلیا۔ تاہم غیاث الدین اور معزالدین نے اپنے چچا کی عزت کی اور اسے واپس بامیان بھیج دیا۔[19]"

اب غور میں سلطان غیاث الدین کے لیے کوئی خدشہ باقی نہ رہا تو اس نے گرم سیر اور زمین داور کا رخ کیا اور وہ علاقے آزاد کرائے۔ پھر فارس' کالیون' خیوا اور نیروز کے علاقے اس کے قبضے میں آئے۔ اس نے اپنے چچا سلطان علاؤالدین کی بیٹی سے شادی کی اور اس طرح غرجستان طالقان اور جرزاواں اس کے حوالے ہوگئے۔ وہ بجستان (گرم سیر) سے واپس ہواتو غزنہ' زابل جروم اور اس کے اطراف میں سوار بھیجنے کا سلسلہ جاری کردیا۔ اس زمانہ میں یہ علاقے ترکان غز کے تصرف میں تھے۔ انہوں نے یہ علاقے خسرو شاہ غزنوی سے چھینے تھے اور اس کے بیٹے خسرو ملک غزنوی نے لاہور کو تخت گاہ بنا لیا تھا۔ غیاث الدین نے غور اور خراسان سے لشکر جمع کیا اور غزنہ پر حملہ کر دیا۔ غز شکست کھا گئے۔ پھر لشکر غور نے غزوں کو تلواروں پر رکھ لیا۔ ان کی خاصی جھپٹ ماری گئی اور مملکت غزنہ غوریوں کے قبضہ میں آگئی۔ یہ 569 ہجری یعنی 74-1173ء کا واقعہ ہے۔ سلطان غیاث الدین نے اپنے بھائی معزالدین کو غزنہ میں محمود کے تخت پر بٹھایا اور خود فیروز کوہ (غور) چلا گیا۔ دو سال بعد یعنی 571 ہجری میں غیاث الدین نے ہرات فتح کیا جس پر تاج الدین یلدوز

Marfat.com

کے قتل کے بعد سلطان سنجر کے ایک غلام بہاؤ الدین طغرل نے قبضہ جما رکھا تھا۔ 573 ہجری میں فوشنج بھی قبضہ میں آگیا۔ پھر نیم روز اور سجستان کے رئیسوں نے خودبخود سلطان کی موافقت اختیار کرلی۔ جو غز سردار گرگان میں تھے وہ بھی فرمانبردار بن گئے۔ غرض خراسان کے وہ تمام اطراف جن کا تعلق بلخ و ہرات سے تھا طالقان اور اند خود (اندخوئی) میمنہ' خاریاب' سنجدہ' مردا سرود' دزق اور خلم سلطانی کارکنوں کے تصرف میں آگئے اور خطبہ و سکہ سلطان غیاث الدین کے نام کا جاری ہوا"[20] غیاث الدین ایک مکمل طور پر آزاد و خودمختار سلطان تھا۔ وہ عملاً" خلیفہ عباسی کا مطیع نہیں تھا۔ قاہرہ میں خلافت فاطمیہ اس وقت تک صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ختم ہو چکی تھی۔ اس لیے فاطمی خلیفہ سے غیاث الدین کے کسی رابطہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یوں بھی سلطان غیاث الدین سنی العقیدہ تھا اس لیے اس کا فاطمیوں سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔

کچھ مدت کے بعد سلطان شاہ جلال الدین محمود بن ارسلان خوارزم شاہ کو سلطان تکش بن ارسلان خوارزم شاہ نے نکال دیا اور وہ سلطان غیاث الدین کی بارگاہ میں اس خیال سے آیا کہ غیاث الدین سے امداد لے کر بھائی سے لڑے گا۔ جب غیاث الدین سے اسے امداد نہ ملی تو وہ خوانین خطا کے پاس پہنچ گیا حالانکہ ترکان خطا کا مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ خوانین خطاء سے امداد لے آیا اور مرو پر قابض ہوگیا۔ یوں وہ ممالک غور کے لیے مصیبت کا باعث بن گیا اور مار دھاڑ شروع کر دی۔ 588 ہجری میں سلطان غیاث الدین نے غزنہ' بامیان اور سجستان سے فوجیں منگوا کر دوبارہ مرو میں جمع کیں۔ سلطان شاہ مرو سے لشکر نکال کر بالائی علاقے میں لے گیا اور سلطانی لشکر پر چھاپوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ فتنہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ جبکہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب موجود تھے۔ آخر سلطان غیاث الدین کے بھائی سلطان معزالدین نے دریائے مرغاب کو عبور کرکے سلطان شاہ کے لشکر پر حملہ کیا۔ سلطان شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ یہ فتح 588 ہجری میں ہوئی۔ بہاؤ الدین طغرل سنجری گرفتار ہوا۔ اس کا سر کاٹ کر سلطان غیاث الدین کے پاس بھیج دیا گیا۔ 596 ہجری میں سلطان تکش خوارزم نے وفات پائی۔ یہ خبر سنتے ہی سلطان غیاث الدین اور سلطان معزالدین نے غور اور غزنہ کے لشکروں کے ساتھ خراسان کا رخ کیا۔ نیشاپور پہنچ کر ٹھہر گئے۔ چند دن کے بعد لڑائی چھڑ گئی۔ غوریوں نے شہر پر قبضہ کرلیا

Marfat.com

(لیکن وہ پانچ ماہ سے زیادہ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ سلطان محمد بن تکش خوارزم شاہ نے اس پر دوبارہ قبضہ کرلیا تھا۔) دوسرے سال غیاث الدین نے مرو شاہجہاں کا قصد کیا اور اسے فتح کرلیا۔ نصیرالدین محمد فرنک کو وہاں کا حاکم بنا دیا اور سرخس کی حکومت اپنے چچیرے بھائی ملک تاج الدین زنگی مسعود بامیانی کو دے دی۔ اس طرح پورا خراسان سلطان غیاث الدین کے قبضہ میں آگیا۔ 27 جمادی الاول 599 ہجری کو بدھ کے دن سلطان غیاث الدین نے وفات پائی۔ اس کی عمر 63 سال تھی۔

غیاث الدین مسلک کرامیہ پر کاربند تھا۔ اور اس کی سلطنت میں اسلاف کا یہی مسلک تھا۔ مسلمانوں میں فرقہ کرامیہ شیعوں کے فرقہ قرامطہ کے سدباب کے لیے وجود میں آیا تھا۔ اس فرقہ کا نظریہ یہ تھا کہ قرامطیوں کے ظہور کی وجہ سے اسلام خطرے میں پڑ گیا ہے۔ اس لیے قرامطیوں کی ہر طرح سے بیخ کنی ہونی چاہیے۔ منہاج سراج کا کہنا ہے کہ امیرالمومنین المستضئی بامراللہ اور امیرالمومنین الناصرالدین اللہ نے چند مرتبہ فاخرہ خلعت سلطان غیاث کے لیے بھیجے۔ پہلی مرتبہ ابن الربیع سفیر بن کر آیا۔ اس کے ساتھ قاضی مجد الدین قدوہ کو بغداد بھیجا گیا۔ دوسری مرتبہ ابن الخطیب آیا۔ منہاج سراج کا والد سراج منہاج اس کے ساتھ تھا۔ مولانا غلام رسول مہر کا بیان ہے کہ ''العباسی خلفا خصوصا الناصرالدین اللہ کے خلعت اور سفیر صرف یہ غرض لیکر آتے تھے کہ خوارزم شاہ کے مقابلہ میں خلیفہ کی امداد کی جائے بلکہ خلیفہ الناصر نے تو چنگیز کو بھی ایسے پیغامات بھیجنے میں تامل نہیں کیا تھا۔''[۲۱] سلطان غیاث الدین کی جگہ شہاب الدین معزالدین محمد غوری تخت پر بیٹھا۔ چونکہ اس کے شہر غزنہ اور ملک کے لوگوں کا عمل امام ابو حنیفہ کوفی کے مذہب پر تھا۔ چنانچہ سلطان شہاب الدین معزالدین نے عوام کی موافقت میں امام اعظم کا مسلک اختیار کیا۔

Marfat.com

باب : 13

نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی

پانچویں صدی ہجری میں مصر کے حکمران فاطمیوں کے زوال کے آثار نمایاں ہوگئے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ خلفاء جہانبانی امور ملک داری میں دلچسپی نہ لیتے تھے اور انھوں نے تمام امور سلطنت امراء کے سپرد کر دیئے تھے۔ چونکہ فاطمی فوج زیادہ تر غلاموں پر مشتمل ہوتی تھی اس لیے خلیفہ مستنصر (427-487 ہجری) کے عہد میں عنان اقتدار عملاً غلاموں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ بالکل ایسے ہی جیسے کہ عباسی خلیفہ معتصم کے انتقال کے بعد بغداد کے ایوان اقتدار پر ترک غلاموں کا قبضہ ہوگیا تھا۔ خلیفہ مستعز سے پہلے پہلے اندراس قید۔ فاطمیوں کے قسطنطنیہ کے عیسائی شہنشاہوں اور پھر یورپ کے فرنگی صلیبیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رہے تھے۔ مگر ان تعلقات سے ان کے زوال کا عمل نہ رک سکا۔ سلطنت عباسیہ کے سنی العقیدہ علماء و فقہاء فاطمیوں کے خلاف الحاد و کفر کے فتوے صادر کرتے رہے۔ بالاخر سالہا سال کی محلاتی سازشوں کے نتیجہ میں ان کے قوائے سلطنت اس قدر کمزور ہوگئے اور لاقانونیت اور بدامنی اس قدر بڑھ گئی کہ خلیفہ عاضد نے 564 ہجری میں شام کے سلطان نورالدین محمود زنگی سے امداد کی فریاد کی۔ زنگی کا کرد سپہ سالار اسدالدین شیرکوہ قاہرہ پہنچا اور اس نے باآسانی وزیرالسلطنت شاور سے نجات دلا دی۔ جس نے مصر کو صلیبیوں کی تحویل میں دے دینے کی سفارش کی تھی۔ اسدالدین شیرکوہ کی وفات کے تقریباً تین سال بعد 567 ہجری (1171ء) میں اس کے بھتیجے صلاح الدین نے مصر میں فاطمیوں کے 270 سالہ اقتدار کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ بغداد میں جب محرم 567 ہجری میں یہ خبر پہنچی کہ مصر میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ہے تو بڑا جشن منایا گیا اور بازار سجائے گئے۔ خلیفہ المستنئی نے سلطان نورالدین کے پاس خلعت اور مصروشام کی

Marfat.com

امارت کا فرمان بھیجا۔ نیز صلاح الدین کے لیے بھی خلعت اور سیاہ عباسی علم روانہ کیے۔

عماد کاتب کہتا ہے کہ ”سلطان صلاح الدین بن ایوب نے 567 ہجری کے پہلے جمعہ میں بنی عباس کا خطبہ مصر میں پڑھا۔ بدعت کا قلع قمع ہوگیا اور راہ شریعت واضح ہوگئی اور دوسرے جمعہ میں قاہرہ میں بھی عباسیوں کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس بات کے تھوڑے دن بعد ہی العاضد والی مصر مرگیا اور صلاح الدین نے اس کے محل اور اس کے تمام ذخائر و نقاش پر قبضہ کرلیا۔ اس میں اتنا مال تھا کہ دس سال تک برابر فروخت ہوتا رہا۔ نہایت عجیب چیزیں‘ جو سلطان صلاح الدین نے اپنے لیے رکھ لی تھیں وہ ان کے علاوہ تھیں۔ سلطان نورالدین نے یہ خوشخبری شہاب الدین مظفر بن علامہ شرف الدین ابن ابوعصرون کے ہاتھ بغداد میں بھیجی اور مجھے بشارت عامہ کا جو تمام شہروں میں سنائی جائے لکھنے کا حکم دیا تو میں نے یہ خوشخبری اس طرح لکھی ”ہر طرح کی تعریف خدا کو سزاوار ہے جو حق کو برتر کرنے والا ہے۔“ اس سے کچھ آگے چل کر لکھا کہ ان شہروں میں کوئی ایسا شہر نہیں جس پر مولانا امام مستضئی بامراللہ امیرالمومنین کے نام کا خطبہ نہ پڑھا گیا ہو۔ تمام مسجدیں قبضہ میں آگئی ہیں اور بدعت کے گرجے مسمار کر دیے گئے ہیں۔ آگے چل کر لکھا کہ حالانکہ قریباً“ اڑھائی سو برس سے وہ جھوٹے دعویداروں اور شیطان کے گروہوں سے بھری ہوئی تھیں۔ پس خدا تعالیٰ نے ہمیں ان شہروں کا مالک کر دیا اور ہماری مراد جو کفروالحاد کو مٹانے کی تھی‘ پوری ہوئی۔ جس کے ہم نائب ہیں اسے ہم نے مقدم کیا ہے اور وہ دعوت عباسیہ قائم کردی اور ملحدوں کو تہہ تیغ کردیا ہے۔ عماد کاتب نے ایک قصیدہ بھی بنایا جس کا مضمون یہ تھا۔

”ہم نے نائب مصطفیٰ اور امام العصر مستنی کے لیے مصر میں خطبہ پڑھا ہے اور عاضد کی حمایت اور کفر جو قاصر تھا چھوڑ دیا ہے اور مدعی شبور کو مبتلائے ذلت و خواری کر دیا ہے۔

”خلیفہ نے اس بشارت کے جواب میں نورالدین اور صلاح الدین کو خلعتیں اور سروپا وغیرہ بھیجے اور خطبائے مصر کو جھنڈے عطا کیے۔ اور عماد کاتب کو ایک خلعت اور سو دینار بھیجے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ مصر میں عباسیوں کا خطبہ پڑھے جانے کا باعث یہ ہوا کہ صلاح الدین کا قدم جب مصر میں جم گیا اور عاضد کا امر ضعیف ہوگیا تو نورالدین نے صلاح الدین

Marfat.com

کو عباسیوں کا خطبہ پڑھنے کے لیے لکھا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ایسا کرنے سے مجھے مصریوں کے باغی ہو جانے کا خوف ہے۔ نورالدین اس بات کو خاطر میں نہ لایا اور پھر نہایت تاکید سے اس پر عمل کرنے کو لکھا۔ اتفاق سے ان دنوں عاضد بیمار ہوگیا۔ صلاح الدین نے امرا سے مشورہ کیا۔ بعض نے تو اس سے اتفاق کیا اور بعض نے مخالفت کی۔ ان دنوں مصر میں ایک عجمی شخص امیر العالم نامی آیا ہوا تھا۔ وہ ان کا یہ لیت و لعل دیکھ کر کہنے لگا کہ میں اس کام کو شروع کرتا ہوں۔ چنانچہ محرم کے پہلے جمعہ میں وہ خطیب سے پہلے منبر پر چڑھا اور مستنصی کے لیے دعا کی۔ مگر کسی نے چون و چراں نہ کی۔ عاضد سخت بیمار ہوگیا اور آخر عاشورہ کے دن جاں بحق ہوگیا"!

ابن خلدون ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ "جب سلطان نورالدین نے سلطان صلاح الدین کو یہ ہدایت بھیجی کہ مصر میں خلیفہ عاضد کے نام کا خطبہ بند کرکے عباسی خلیفہ المستنصی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے تو سلطان صلاح الدین نے بظاہر یہ معذرت پیش کی کہ اہل مصر فاطمی خلیفہ کی طرف مائل ہیں مگر اندرونی طور پر صلاح الدین کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کے بعد نورالدین اسے معزول نہ کردے۔ بہرحال سلطان نورالدین نے اس کی یہ معذرت قبول نہیں کی۔ اس وقت سلطان نے اس کی مخالفت نہیں کی مگر ہدایت پر عمل بھی نہ کیا۔ اس عرصے میں صلاح الدین کے پاس ایک عجمی عالم آیا ہوا تھا۔ جس کا لقب الامیرالعالم تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس معاملے میں پس و پیش کررہے ہیں تو اس نے جمعہ کے دن خطیب سے پہلے کھڑے ہوکر منبر پر خلیفہ عباسی المستنصی کے لیے دعا مانگی۔ اس واقعہ کے بعد اگلے جمعہ کو سلطان صلاح الدین نے مصر کے خطیبوں کو حکم دیا کہ وہ خلیفہ العاضد کے نام کا خطبوں میں ذکر کرنا بند کر دیں۔ بلکہ وہ خلیفہ عباسی کا نام خطبوں میں (خلیفہ کی حیثیت سے) لیا کریں۔ چنانچہ ماہ محرم 567 ہجری کے دوسرے جمعہ سے اس حکم پر عمل شروع ہوگیا۔ خلیفہ المستنصی اپنے والد المستنجد کی وفات کے بعد گزشتہ سال ماہ ربیع الاول میں خلیفہ ہوا تھا۔ اس کے نام کا خطبہ جب مصر میں پڑھا جانے لگا تو اس وقت خلیفہ عاضد بیمار تھا اس لیے لوگوں نے اس کو اس خبر سے مطلع نہ کیا۔ اس کے بعد اسی سال عاشورہ (محرم) کے دن عاضد فوت ہوگیا۔ تو صلاح الدین نے اس کی تعزیت اور ماتم کی رسم ادا کی۔ پھر اس نے اس کے محل پر قبضہ کرلیا اور اس کا منتظم بہاؤ الدین قراقوش کو بنایا۔ شاہی محل

Marfat.com

میں ایسے قیمتی ذخیرہ تھے جو دنیا میں نایاب تھے۔ مثلاً" یاقوت کا ایک بڑا ہار تھا جس کے ہر دانے کا وزن سترہ مثقال تھا۔ اسی طرح زمرد کا ہار تھا جس کا طول و عرض چار انگشت تھا۔ اسی طرح ایک عجیب و غریب طبلہ قولنج تھا۔ جس کی خاصیت یہ تھی کہ اگر اس طبلہ کو بجایا جائے تو اس کے بجانے سے قولنج کی بیماری دور ہو جاتی تھی۔ یہ طبلہ جب محل میں ملا تو لوگوں نے اسے توڑ دیا مگر جب اسکا فائدہ بتایا گیا تو توڑنے والوں کو اپنے فعل پر پشیمانی ہوئی۔ محل میں نفیس اور نادر کتب بھی بے شمار تھیں۔ سلطان صلاح الدین نے عاضد کے اہل و عیال کو محل کے چند کمروں میں منتقل کرکے ان پر نگران مقرر کر دیئے تھے۔ البتہ جو لونڈی غلام تھے انہیں محل سے نکال دیا۔ ان میں سے کچھ لونڈی غلاموں کو فروخت کردیا گیا۔ کچھ کو بخشش کے طور پر تقسیم کردیا اور کچھ کو آزاد کر دیا۔ خلیفہ عاضد جب بیمار ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین کو بلوایا تھا مگر وہ نہیں گیا۔ اس نے اسے کسی مکروفریب کی چال پر محمول کیا۔ مگر جب وہ فوت ہوگیا تو اسے ندامت ہوئی کیونکہ صلاح الدین اسے شریف الطبع' نرم دل اور نیک سیرت سمجھتا تھا۔[۲]"

فاطمی خلیفہ عاضد کے نام کے خطبہ کی موقوفی کے بارے میں ان سارے بیانات سے یہ واضح ہے کہ صلاح الدین نے اس علوی خلیفہ کے نام کا خطبہ بخوشی موقوف نہیں کیا تھا۔ 564 ہجری سے لیکر 567 ہجری تک اس کے عہد اقتدار میں علوی خلیفہ کا خطبہ جاری و ساری رہا تھا۔ حالانکہ صلاح الدین خود شافعی المذہب تھا۔ صلاح الدین کی اس سلسلے میں پس و پیش کی ایک وجہ تو یہ بیان کی گئی ہے کہ اسے مصر کے شیعوں اور سوڈانی غلاموں کی بغاوت کا اندیشہ تھا اور دوسری اور اہم وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اسے اندیشہ تھا کہ سلطان نورالدین محمود زنگی اس طرح مصر پر اپنی بالا دستی اور حاکیت ظاہر کرکے اسے معزول کر دے گا جبکہ وہ خود مصر کا خودمختار سلطان بننے کی تدبیریں کررہا تھا۔ اس نے شام سے اپنے باپ نجم الدین ایوب' رشتہ داروں اور مصاحبوں کو اسی مقصد کے تحت مصر بلایا تھا اور مصر کے ہر شہر میں اپنا ایک ایک معتمد نائب مقرر کیا تھا۔ اسے اس بات میں دلچسپی نہیں تھی کہ خطبہ میں کون سے خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔ اسے دلچسپی جو تھی وہ صرف یہ کہ مصر میں اسکے اقتدار کو کس طرح استقلال و استحکام مل سکتا ہے۔ وہ جواں سال تھا۔ فن حرب اور علم سیاست کا ماہر تھا اور بہت بڑا خودمختار بادشاہ بننے کا عزم رکھتا تھا۔ صلاح الدین اور اس کا

Marfat.com

خاندان سلطان نورالدین محمود زنگی کا پروردہ تھا لیکن اقتدار کے معاملے میں وفاداری یا احسان مندی یا فرمانبرداری یا اسلامی اخوت و اتحاد کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اقتدار کی کشمکش میں بھائی بھائی کا جگر کاٹنے اور بیٹا باپ کا جگر کاٹنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتا تھا۔ صلاح الدین کو نورالدین محمود زنگی سے فی الحقیقت اندیشہ لاحق تھا اور دونوں میں ناچاقی پیدا ہو چکی تھی۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق ''اس کی وجہ یہ تھی کہ صلاح الدین نے 567 ہجری میں صلیبی فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کیا تھا اور الکرک کے قریب قلعہ شوبک کا محاصرہ کرلیا تھا۔ اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ جب اس کی خبر سلطان نورالدین کو ملی تو اس نے دوسری سمت سے فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا (اور اسے ملاقات کے لیے بلایا) سلطان صلاح الدین کو اس بارے میں شک و شبہ ہوا کہ اگر اس نے سلطان نورالدین سے ملاقات کرکے اظہار اطاعت کیا تو اس کے بعد وہ اسے کہیں معزول نہ کردے اس لیے وہ جلد مصر واپس چلا گیا۔ اس نے یہ معذرت کی کہ فاطمی امراء کی بغاوت کے بارے میں اسے اطلاع ملی تھی اس لیے وہ جلد واپس چلا گیا۔ سلطان نورالدین کو اس کی یہ حرکت ناگوار گزری اور اس نے صلاح الدین کو معزول کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ سلطان صلاح الدین کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ اس لیے وہ اپنی جنگی مدافعت کے لیے تیار ہوگیا۔ اس کے والد نجم الدین ایوب نے اسے اس بات سے منع کیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ سلطان نورالدین سے نرم رویہ اختیار کرکے اس سے خط و کتابت کرے کیونکہ اگر اسے مخالفانہ باتوں کی اطلاع ملے گی تو وہ (معزولی کے) ارادے کو مستحکم کرلے گا۔ لہٰذا سلطان صلاح الدین نے ایسا ہی کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نورالدین نے اس کے ساتھ مصالحت کرلی اور دونوں کے سابقہ تعلقات بحال ہوگئے اور دونوں بادشاہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دونوں مل کر الکرک کا محاصرہ کریں گے۔ چنانچہ صلاح الدین نے 568 ہجری میں اس مقصد کے لیے پیش قدمی کی۔ سلطان نورالدین نے بھی جنگی تیاری کے بعد دمشق سے کوچ کیا۔ جب وہ الکرک سے دو منزلوں کے فاصلہ پر الرحیم کے مقام پر پہنچا اور سلطان صلاح الدین کو اس کی آمد کی خبر ملی تو دوبارہ اسے (اپنی معزولی کے بارے میں) شک و شبہ ہوا۔ اتنے میں اس کے والد نجم الدین ایوب کی بیماری کی خبر ملی تو وہ واپس چلا گیا۔ واپسی پر اس نے نورالدین الفقیہ عیسیٰ الہکاری کو سلطان نورالدین کے پاس بھیجا تاکہ وہ

Marfat.com

اس کے والد کی بیماری کی اطلاع دے کر (معذرت پیش کرے) بتائے کہ وہ (صلاح الدین) اس وجہ سے واپس چلا گیا ہے۔ سلطان نورالدین نے اس کی یہ معذرت تسلیم کرلی اور وہ بھی دمشق چلا گیا"۔[۳]

سلطان نورالدین محمود زنگی اور صلاح الدین کے درمیان ناچاقی اور صلح اور پھر ناچاقی اور صلح کے اس مظاہرے سے ظاہر ہے کہ جب اقتدار کی کشمکش ہوتی تھی وہاں بے اعتمادی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی تھی۔ مسلمانوں کی تاریخ میں ایسابارہا ہواکہ ایک صاحب اقتدار یا امیدوار اقتدار نے اپنے حریف کو راستے سے ہٹانے کے لیے ہر قسم کے مکروفریب اور ظلم و ستم کو عملاً" جائز سمجھا۔ دوستی اور بھائی چارے کی آڑ میں سیاسی حریف کا گلا کاٹنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی جاتی تھی اور اس طرح جو شخص برسراقتدار آجاتا تھا۔ خطیب اس کے نام کا خطبہ پڑھنے میں ذرا سا بھی تامل نہیں کرتے تھے۔ اور عملاً" فقہاء اس کے حق میں فورا" فتویٰ صادر کر دیتے تھے۔

ابن خلدون مزید لکھتا ہے کہ "صلاح الدین اور اس کا خاندان نورالدین سے بہت بدگمان تھا۔ انہیں اس پر پورا اعتماد نہیں تھا۔ اس لیے ان کی یہ کوشش تھی کہ وہ مصر کے دور کے علاقوں کو فتح کریں تاکہ اگر ان پر کوئی مصیبت نازل ہو یا وہ مصر پر حملہ کرے تو وہ دوسرے مفتوحہ علاقوں میں چلے جائیں۔ اسی مقصد کے پیش نظرانہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ نوبہ کے علاقے کو یا یمن کو فتح کریں۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ توران شاہ ابن ایوب نے نوبہ کی طرف پیش قدمی کی اور 568 ہجری میں وہ لشکر لے کر وہاں پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک سرحدی قلعہ کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا۔ مگر جب اس نے علاقے کا دورہ کیا تو اسے وہاں آمدنی کے ذرائع نہیں ملے اور نہ وہاں لگان اور مالیہ کے وصول ہونے کا امکان تھا۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں کی غذا صرف باجرہ تھی اور وہاں نہایت تنگ دستی میں گزر اوقات کر رہے تھے اور ہر وقت فتنہ و فساد ہوتا رہتا تھا۔ اس لیے اس نے ان ہی سرحدی فتوحات پر اکتفا کیا۔ آگے نہیں بڑھا اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے لے کر واپس آگیا۔[۴]" شمس الدولہ کا نوبہ پر حملہ جہاد فی سبیل اللہ کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ نوبہ مسلمانوں کا علاقہ تھا۔ شمس الدولہ نے محض سیاسی ضرورت کے تحت بلااشتعال اس علاقے پر حملہ کیا اور وہاں سے لونڈیوں اور غلاموں کو لے کر واپس آگیا۔

Marfat.com

شمس الدولہ نوبہ واپس آکر مصر میں تھوڑا ہی عرصہ رہا پھر سلطان صلاح الدین نے اسے یمن بھیج دیا۔ "ان دنوں یمن کا حاکم ایک شخص عبدالنبی تھا اور اس کا پایہ تخت زبید تھا۔ وہاں کے کچھ حصے پر یاسر بن بلال حکمران تھا۔ جو سلاطین بنو ربیع کے خاندان سے تھا۔ شمس الدولہ 569 ہجری میں مکہ معظمہ سے گزرتا ہوا زبید پہنچا۔ وہاں عبدالنبی اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا اور جنگ کرتا رہا۔ مگر آخر میں اسے شکست ہوئی تو وہ شہر میں محصور ہوکر بیٹھ گیا۔ شمس الدولہ نے بزور شمشیر شہر کو فتح کرلیا۔ اس نے عبدالنبی اور اس کی بیوی کو قید کرلیا اور شیزر کے امراء میں سے مبارک بن کامل ابن منقذ کو زبید کا حاکم مقرر کیا عبدالنبی کے پاس سے بہت سے پوشیدہ خزانے ملے۔ انہوں نے بہت دولت جمع کر لی تھی۔ اس کی بیوی نے بھی کچھ خزانوں کا پتہ بتایا جہاں سے بہت مال ملا۔ پھر زبید کی مساجد میں عباسی خلیفہ کی اطاعت کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ وہاں سے شمس الدولہ توران شاہ عدن گیا جہاں کا حاکم یاسر بن بلال تھا۔ شمس الدولہ نے اسے شکست دی۔ شہر پر قبضہ کرلیا اور یاسر کو گرفتار کرلیا۔ اس کے بعد شمس الدولہ نے گردونواح کا علاقہ بھی فتح کرلیا اور پھر زبید واپس آیا۔ پھر وہ کوہستانی قلعوں کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ چنانچہ اس نے سب سے مستحکم قلعہ تعز، قلعہ تعکر، جند اور دیگر فتح کر لیے۔ اس نے عدن کا حاکم عزالدولہ عثمان بن زنجبیلی کو مقرر کیا۔[5]" ظاہر ہے کہ شمس الدولہ کی جانب سے یمن کی فتح اشاعت اسلام کے لیے نہیں تھی اور نہ ہی اس سے اتحاد اسلامی کو فروغ دینا مقصود تھا۔ یمن کی فتح سے قبل ماہ شوال 569 ہجری میں سلطان نورالدین زنگی کا انتقال ہوگیا تھا اور صلاح الدین کی سلطنت کو ایک بہت بڑے دشمن سے نجات مل گئی تھی۔ سنی العقیدہ مؤرخین سلطان نورالدین زنگی کو نہایت بہادر، عادل اور عابد بیان کرتے ہیں۔ وہ شاہان اسلام میں نورالدین کو سب سے بہتر بادشاہ قرار دیتے ہیں۔ اس لیے کہ اس نے سلجوقیوں کے زوال کے بعد بلاد مشرق میں مسلمانوں کے اقتدار کو بحال رکھا تھا۔ خلافت عباسی اسی کی حمایت سے برقرار رہی تھی۔ یورپ کے صلیبیوں کا اسی نے مؤثر سدباب کیا تھا اور اسی کے ارسال کردہ لشکر نے مصر میں فاطمیوں کی خلافت کا خاتمہ کیا تھا۔

سلطان نورالدین محمود زنگی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا صالح اسماعیل اس کا جانشین ہوا مگر سابقہ روایات کے مطابق اس کی وسیع و عریض سلطنت میں خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع

Marfat.com

ہوگیا۔ سب سے پہلے زنگیوں کی دوسری شاخ سے تعلق رکھنے والے موصل کے والی سیف الدین غازی (دوئم) بن قطب الدین مودود نے نورالدین کے مقبوضہ الجزیرہ کے علاقوں میں سے نصیبین، خابور، حران، رہا اور رقہ پر حملہ کر کے انہیں فتح کرلیا۔ جب صلاح الدین کو غازی بن قطب الدین کی اس حرکت کا پتہ چلا تو اس نے (نورالدین کے جانشین سے) سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ اگر مجھے اطلاع دی ہوتی تو میں ان علاقوں کا دفاع کرتا۔ تاہم حلب کے والی نے والی موصل سے فوجی امداد طلب کی۔ اس نے اپنے بھائی عزالدین مسعود کے ہمراہ ایک لشکر بھیجا۔ ملک صالح کی فوجیں اس لشکر کے ساتھ مل کر صلاح الدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئیں۔ ماہ رمضان کے اواخر میں حماۃ کے نزدیک لڑائی ہوئی۔ صلاح الدین نے انہیں شکست دی۔ ان کا تمام سامان لوٹ لیا۔ انہیں حلب کی طرف بھگا دیا اور ملک صالح کے نام کا خطبہ بند کر دیا۔ آخر یہ لوگ (یعنی ملک صالح اور غازی وغیرہ) مجبور ہوئے کہ وہ شام کے شہروں پر صلاح الدین کا قبضہ تسلیم کر کے اس کے ساتھ صلح کرلیں[۹]"۔

جب صلاح الدین نے شام کی یہ مہم شروع کی تھی تو اس نے جگہ جگہ یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ سلطان نورالدین محمود زنگی مرحوم کے جانشین ملک صالح اسماعیل کے ساتھ وفاداری کے جذبہ کے تحت یہ اقدام کررہا ہے۔ لیکن چند ہی ماہ میں یہ ثابت ہوگیا کہ اس کے قول اور اس کے عزم میں تضاد تھا۔ وہ شام کا علاقہ اپنے زیرتسلط کر کے اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ ماضی میں بھی مصر کے ہر حکمران نے ایسا ہی کیا تھا اور اسی طرح شام کا ہر حکمران بھی مصر پر قبضہ کرنے کا متمنی رہا تھا۔ صلاح الدین کے اس سیاسی عزم میں کوئی برائی نہیں تھی۔ اگر وہ نورالدین محمود زنگی کی وفات کے بعد شام کو نظرانداز کرتا تو یہاں طوائف الملوکی اور خانہ جنگیوں کا ایک لامنتہا سلسلہ شروع ہو جاتا جس سے فرنگی صلیبیوں کو بہت فائدہ پہنچتا۔ 1099ء میں صلیبیوں نے شام میں سلجوقیوں کے خانہ جنگی ہی سے فائدہ اٹھایا تھا۔ بظاہر صلاح الدین کی نظر فلسطین پر بھی تھی لیکن شام کو زیرتسلط کیے بغیر فلسطین کی جانب رخ نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا جب صلاح الدین حلب کے محاصرہ کے بعد حماۃ آیا تو وہاں سے اس نے بعلبک کی طرف کوچ کیا۔ اس کے حاکم نے ہتھیار ڈال دیئے تو یہ مقام بھی فتح ہوگیا۔ اسکے بعد سلطان حماۃ واپس آگیا اور اس پر اپنے ماموں شہاب

Marfat.com

الدین محمود کو مقرر کیا اور حمص کا حاکم ناصرالدولہ شیرکوہ کو مقرر کیا۔ بعلبک کی حکومت شمس الدین ابن المقدم کو ملی اور دمشق کی حکومت پر عماد فائز ہوا۔ 571 ہجری میں سیف الدین غازی نے صلاح الدین کے خلاف دوبارہ فوج کشی کی اور کیفا اور ماردین کے حکام کو بھی اپنے ساتھ ملا کر چھ ہزار سواروں کے ساتھ کوچ کیا اور ربیع الاول میں نصیبین پہنچا۔ وہاں اس نے موسم سرما گزارا۔ جب اس کا لشکر زیادہ دیر تک وہاں رہنے سے تنگ آگیا تو اس نے حلب کی طرف کوچ کیا۔ وہاں اس کے ساتھ ملک صالح کا لشکر کمشتکین کی قیادت میں شامل ہوگیا۔ صلاح الدین دمشق سے ان کے مقابلہ کے لیے پہنچا۔ غازی کے لشکر کو شکست ہوئی۔ غازی موصل روانہ ہوگیا۔ صلاح الدین نے علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد مراغہ کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد وہ منبج گیا تو وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بھاگ گیا اور موصل چلا گیا۔ پھر صلاح الدین نے قلعہ عزاز کا چالیس دن تک محاصرہ کیااور 11 ذی الحجہ 571 ہجری کو اسے فتح کرلیا۔ جب صلاح الدین اس قلعہ کا محاصرہ کررہا تھا تو ایک دن فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے سلطان پر حملہ کر دیا۔ صلاح الدین نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے قتل کردیا اور اس سازش کی وجہ سے اس کے ساتھیوں کو تہہ تیغ کیا گیا۔ قلعہ عزاز کی تسخیر کے بعد صلاح الدین حلب پہنچا اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ ملک صالح حلب ہی میں تھا اس لیے اہل شہر نے جانثاری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ پھر فریقین میں مصالحت کے لیے سفیروں کا تبادلہ ہوا۔ آخر کار ماہ محرم 572 ہجری میں مصالحت ہوگئی۔ ملک صالح کی چھوٹی بہن صلاح الدین کے پاس آئی اور اس نے اپنے لیے قلعہ عزاز کا مطالبہ کیا۔ صلاح الدین نے اسے یہ قلعہ بخش دیا اور دمشق واپس آگیا۔ پھر اسی مہینے شام میں فرقہ اسماعیلہ کے کئی شہروں کو ویران کرکے مصر واپس چلا گیا۔ چونکہ اس کی سلطنت میں مصر کے علاوہ شام کا وسیع علاقہ بھی تھا اور سلطان نورالدین محمود زنگی مرحوم اور اس کی اولاد کی جانب سے بھی کوئی خطرہ نہیں تھا اس لیے وہ سلطان صلاح الدین ایوبی کہلوانے لگا۔ وہ اس رتبہ کا بجا طور پر مستحق تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کی تعمیر کے دوران عام طور پر اس قسم کی وحشت و بربریت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جیساکہ اس زمانے میں قبائلی سردار اپنی سلطنت بنانے کی کوششیں کیا کرتے تھے۔ اس نے نہ تو ایسی کوئی تباہی مچائی تھی جیسی کہ ترکان غز نے بلاد خراسان میں مچائی تھی اور نہ ہی علاؤ الدین غوری کی طرح جہاں سوزی کی تھی۔ اس نے مذہبی عقیدے کے اختلاف کے

Marfat.com

باوجود علوی خلیفہ عاضد سے بھی اس کے آخری سانس تک رواداری کا سلوک کیا تھا۔ اگرچہ صلاح الدین ایوبی کی سلطنت کی ابتدا 564 ہجری 1169ء میں ہوئی تھی جبکہ اس نے اسدالدین شیرکوہ کی وفات پر علوی خلیفہ عاضد کی حمایت سے عہدہ وزارت سنبھالا تھا۔ لیکن 569 ہجری میں سلطان نورالدین محمود زنگی کی وفات تک اس کی قاہرہ میں حیثیت خاندان زنگی کے ایک نائب کی رہی تھی۔ اب 572 ہجری میں وہ حقیقی معنوں میں ایک آزاد و خود مختار بادشاہ بنا تھا۔

Marfat.com

باب : 14

صلاح الدین ایوبی اور صلیبی جنگیں

مصروشام و فلسطین میں مسلمانوں کے فاتح اعظم سلطان یوسف صلاح الدین ایوبی ((564-589 ہجری - 1169-1193ء) نے اپنی سلطنت کی بنیاد 564ھ (1169ء) میں رکھی تھی جبکہ اس نے اسدالدین شیرکوہ کی وفات پر سلطان نورالدین زنگی کے نائب کی حیثیت سے مصر میں عنان اقتدار سنبھالی تھی لیکن صحیح معنوں میں اس کی یہ آزاد و خودمختار حکومت و سلطنت محرم 572 ہجری یعنی جون 1176ء میں قائم ہوئی جبکہ اس نے دمشق، حماۃ، حمص، عزاز اور حلب کی تسخیر کے بعد شام کے خاندان زنگی کے والیان ریاست سے معاہدہ کرکے ان سے اپنی حاکمیت کو تسلیم کروایا اور ان سے یہ عہد لیا کہ وہ اس کے وفادار رہیں گے اور اتحاد قائم رکھیں گے۔ چھ سال تک صلاح الدین اور خاندان زنگی میں مصالحت اور امن و امان قائم رہا۔ الصالح زنگی حلب میں رہتا اور اپنے موروثی باقی ماندہ علاقہ پر حکمرانی کرتا تھا۔ موصل کے رقابیگ نے قرون حماۃ اور تل سلطان کی مصیبتوں کو دوبارہ دعوت نہ دی۔ شاہ بیت المقدس کے ساتھ برائے نام صلح تھی۔ یہ صلح نامہ صلاح الدین نے 571 ہجری 1175ء میں کیا تھا۔ اس صلح نامہ کے بعد سلطان صلاح الدین قاہرہ چلا گیا اور وہاں اس نے تقریباً 11 سال تک رفاہ عامہ کے کئی منصوبے مکمل کیے۔ چونکہ اس دوران فرنگیوں نے حلب اور دمشق کے علاقوں پر حملے کیے اور مقامی مسلمان حکمرانوں نے ان سے شکست کھائی تھی اس لیے سلطان صلاح الدین جمادی الاول 573 ہجری میں ان کی سرکوبی کے لیے خود 26 ہزار فوج لے کر ساحل شام کی طرف روانہ ہوا۔ رملہ میں اس کا فرنگیوں سے مقابلہ ہوا جس میں صلاح الدین کو شکست ہوئی اس کے لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ وہ اپنی مختصر بچی کھچی فوج کے ساتھ جنگل میں مصر جانے کے لیے گھس گیا۔ راستے میں وہ پیاس اور دیگر

Marfat.com

تکالیف میں مبتلا رہا۔ آخرکار وہ 15 جمادی الاخر کو واپس قاہرہ پہنچا اور اس نے اپنے بھائی توران شاہ والئی مصر کو ایک خط میں لکھا کہ "ہم کئی مرتبہ ہلاکت اور تباہی کے کنارے تک پہنچ گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان خطرات سے بچایا۔ وہ ہم سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق میں ثابت قدم اور صحیح و سالم رہا۔" تاہم صلاح الدین کی اس شکست کے بعد تین مہینے کی مدت میں وہ فرنگیوں سے نبرد آزمائی کے لیے دوبارہ تیار ہوکر 1178ء کے موسم بہار میں حمص کے شہرپناہ کے نیچے خیمہ زن ہوگیا۔ اس کے سپہ سالاروں اور فرنگیوں کے درمیان کچھ جھڑپیں ہوئیں۔ فرنگی فوجیں حماۃ پر حملہ آور ہوئیں اور اس کے گردونواح میں تباہی مچائی اور وہاں کے علاقوں کا صفایا کردیا۔ آخر کار شہر کی محافظ فوجیں مقابلہ کے لیے نکلیں اور انہوں نے فرنگی فوجوں کو شکست دے کر ان سے مقبوضہ علاقہ واپس لے لیا۔ انہوں نے (صلیبیوں کے) سردار قیدیوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بھیجا جو شام سے ہٹتے ہوئے حمص کے باہر اس وقت موجود تھا۔ اس نے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

"574 ہجری میں فرنگیوں کے بادشاہ بالڈون نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دمشق کے علاقہ پر حملہ کردیا۔ اور اس کا صفایا کر دیا۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے سلطان صلاح الدین نے اپنے بھتیجے فرخ شاہ کو لشکر دے کر بھیجا۔ اس نے ان کا تعاقب کیا اور ایک مقام پر انہیں اچانک گھیر لیا جبکہ وہ جنگ کے لیے تیار نہ تھے۔ بہت گھمسان کا رن پڑا آخرکار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور فرنگیوں کے بہت سے سردار مارے گئے۔ جن میں ہنفری بھی شامل تھا۔ اس کی بہادری ضرب المثل تھی ابن اثیر لکھتا ہے کہ الفاظ ہنفری کی تعریف سے قاصر ہیں وہ بہادری اور چابکدستی کے لیے ضرب المثل تھا۔ مسلمانوں کی سرکوبی کے لیے اور پریشانی کے لیے خدا نے عذاب کی صورت میں نازل کررکھا تھا۔ اس کامیابی سے فائدہ اٹھا کر صلاح الدین اپنی مرکزی چھاؤنی بانیاس سے آگے بڑھا اور شاہ بیت المقدس سے مخاضۃ الاضرار میں بڑا رن پڑا۔ بالڈون کو شکست ہوئی۔ رملہ اور نابلس کا حاکم بالڈون جو فرنگیوں کا بادشاہ تھا گرفتار ہوگیا اور اس کے بہت سے فوجی منصب دار بھی گرفتار کیے گئے جن میں 70 نائٹس تھے۔ بالڈون نے ڈیڑھ لاکھ دینار زر ہدیہ پیش کرکے اور ایک ہزار مسلمان قیدیوں کو رہا کرکے خود کو رہا کرایا۔ ---- ربیع الاول 575 ہجری میں قلعہ یعقوب کو

Marfat.com

فتح کیا۔ صلاح الدین نے بہت سے فرنگیوں کو قتل کرکے قلعہ کے کنوئیں میں ڈلوا دیا اور جو باقی بچے نہیں دمشق کے قیدخانے میں بھجوا دیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کے تمام افراد کو قید کرلیا۔ سلطان صلاح الدین نے حکم دیا کہ تمام قلعہ کو منہدم کرکے زمین کو برابر کردیا جائے۔ جب تک قلعہ منہدم کرکے پورے طور پر برباد نہ کردیا گیا صلاح الدین وہیں مقیم رہا۔ جب شاہ بیت المقدس اپنے منظور نظر قلعہ کے محصورین کی مدد کرنے آیا اسے سیاہ پتھروں کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ ملا۔ اس سال صلیبیوں نے صلاح الدین سے کوئی جھگڑا مول لینا پسند نہ کیا۔ 576 ہجری یعنی 1179ء کے موسم خزاں میں صلاح الدین کے ستر بحری جہازوں کے بیڑے نے پورے ساحل سمندر کو کھنگال ڈالااور خوب ہی تخت و تاراج کیا۔ ایک ہزار نصرانی گرفتار ہوئے۔ شاہ بیت المقدس بالڈون نے صلح کی بات چیت کے لیے قاصد روانہ کیے۔ صلاح الدین صلح کے لیے راضی ہوگیا۔ کیونکہ خشک سالی اور خراب فصلیں اس کے محکمہ رسد کے آڑے آرہی تھیں۔ چنانچہ دو سال کے لیے صلح ہوگئی اور فریقین نے قسم کھا کر اس معاہدے کی توثیق کی۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے قونیہ کے سلجوقی سلطان قلیج ارسلان اور قلعہ کیفا کے حکمران نورالدین کے مابین صلح کرائی جو ایک ازدواجی تنازعہ کے باعث مرنے مارنے پر تل گئے تھے۔ اس معاملہ کا فیصلہ ہونے کے بعد صلاح الدین نے رعبان آرمینہ کوچک میں المصیعہ تک یورش کی۔ وہ بادشاہ بن الیون کو مجبور کرنا چاہتا تھا کہ وہ ان ترکمانوں سے اپنا وعدہ ایفا کرکے جو اس کی حدود میں گلہ بانی کرتے تھے اور اسی کی حفاظت میں رہتے تھے۔ قلعہ کی بربادی کے بعد بن الیون نے اطاعت قبول کرلی۔ 577 ہجری 1180ء میں صلاح الدین کی طاقت کی دھاک ایشیائے کوچک تک پھیل گئی۔ اور دریائے فرات سے لیکر دریائے نیل تک وہ سب سے بڑا مسلمان حکمران شمار ہونے لگا۔ اس علاقے کے شہزادے اپنے اختلاف میں اس کو حاکم بناتے تھے۔ اس نے ان عظیم منصب اور بلند مرتبہ کو ہمیشہ نیک مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ جن حکومتوں پر اس کا اثر تھا وہاں اس نے امن و امان بحال کرایا۔ دریائے سنجہ کے کنارے سمیساط کے قریب اس نے ایک یادگار اجتماع کی صدارت کی۔ جس میں موصل' الجیرہ' اربل' انیا اور مریدین کے شہزادے' سلطان قونیہ اور شاہ آرمینیہ نے ایک معاہدہ پر دستخط کیے جس کی رو سے انہوں نے دو سال تک آپس میں امن قائم رکھنے کی قسم کھائی۔ اسی سال صلاح الدین کے

Marfat.com

بھتیجے عزالدین فرخ شاہ نے الکرک پر فوج کشی کی۔ اور وہاں پہنچ کر اس تمام گردونواح کو برباد کردیا۔ اس فوج کشی کی وجہ یہ تھی کہ اس شہر کا حاکم پرنس ارناط بہت سرکش' بدطینت اور متعصب تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ مدینتہ منورہ پر حملہ کرے۔

الکرک کے بادشاہ کی سرکوبی ہو چکی تو 578 ہجری یعنی 1181ء میں صلاح الدین نے فرخ شاہ کو شام کی حکومت سونپی اور خود مصر واپس چلا گیا۔ لیکن اسی سال کے اواخر میں جب سلطان نورالدین زنگی کے جانشین الصالح اسماعیل والی حلب کا انتقال ہوگیا تو صلاح الدین کو الجزیرہ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ وفات کے وقت الصالح اسماعیل کی عمر 19 سال کی تھی وہ سلطان صلاح الدین کو غاصب سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے مرنے سے پہلے اپنے امرا کو جمع کیا اور ان سب سے اپنے موصل کے حکمران بھائی عزالدین مسعود کی وفاداری کا حلف لیا۔ عزالدین مسعود نے حلب پر قبضہ کرلیا جہاں اس کے درباریوں نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ ملک شام کے دوسرے شہر اپنے قدیم حکمران کی اطاعت قبول کرنے کو تیار تھے۔ حماۃ نے کھلم کھلا اپنی ہمدردی کا اظہار کر دیا۔ لیکن عزالدین مسعود نے معاہدہ کی پابندی کی اور صلاح الدین کے مقبوضات پر قبضہ کرنے سے انکار کر دیا اور پھر ایک معاہدہ کرکے حلب اپنے بھائی عمادالدین کے حوالے کر دیا۔ صلاح الدین نے اس کارروائی کی مخالفت نہ کی کیونکہ خاندان زنگی سے معاہدہ کے مطابق وہ ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا چونکہ اس معاہدہ کی میعاد 579 ہجری میں ختم ہونے والی تھی اور صلاح الدین نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ اس معاہدہ کی میعاد ختم ہونے کے بعد وہ حلب پر چڑھائی کر دے گا اس لیے وہ محرم 578 ہجری مطابق مئی 1182ء میں قاہرہ سے شام کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ ایلہ کے مقام سے گزرا تو فرنگی فوجوں نے اس کا راستہ روک لیا۔ لہٰذا سلطان نے اپنا سامان اپنے بھائی تاج الملک کے ذریعے دمشق بھجوایا اور خود لشکر لے کر فرنگیوں کے شہروں کا رخ کیا اور الکرک اور شوبک کو تباہ کر دیا اور وہاں سے 15 صفر 578 ہجری کو دمشق پہنچا۔ اس نے چند دن دمشق میں آرام کیا اور اس نے ربیع الاول میں طبریہ کی طرف پیش قدمی کی۔ فرنگی فوجیں طبریہ سے کوکب چلی گئیں۔ سلطان ان کے پیچھے گیا تو وہ پہاڑ میں محصور ہوگئیں۔ اس حالت میں سلطان نے اپنے دونوں بھتیجوں تقی الدین اور عزالدین فرخ شاہ کو فوج دے کر بھیجا۔ انہوں نے فرنگیوں سے سخت جنگ کی مگر ان پر فتح حاصل نہ کرسکے۔ جنگ بند

Marfat.com

ہوگئی تو صلاح الدین دمشق واپس آگیا۔ اب سلطان بیروت کی طرف روانہ ہوا اور اس کے گردونواح کو تباہ کردیا۔ سلطان نے مصر سے بیروت کے محاصرہ کے لیے بحری بیڑہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ بحری بیڑہ وہاں پہنچ گیا اور اس کی مدد سے اس نے چند دنوں تک محاصرہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ سلطان نے محاصرہ اٹھا کر الجزیرہ کی طرف کوچ کیا کیونکہ مظفرالدین کوکبری امیر حران نے اسے الجزیرہ پر قبضہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ صلاح الدین خاندان زنگی سے جھگڑا چکانے کو گھڑیاں گن رہا تھا۔ اور کسی بہانے کا منتظر تھا۔ آخر کار صلح کی میعاد ختم ہوگئی تو اس نے رہا کے مقام پر دریائے فرات کو عبور کرلیا۔ جہاں مظفرالدین اس کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور وہ سب قلعہ البیرہ کی طرف روانہ ہوئے جس کے حاکم نے عزالدین کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ کیفا کے حاکم نورالدین محمود سے سلطان نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اسے آمد کی حکومت عطا کرے گا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس فوج لیکر پہنچ گیا اور اس نے سلطان کے ساتھ شامل ہوکر الرہا کی طرف پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس زمانے میں الرہا کا حاکم امیر فخرالدین بن مسعود زعفرانی تھا۔ جب اس نے جنگ کی شدت محسوس کی تو اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور شہر صلاح الدین کے حوالے کردیا۔ سلطان نے رہا اور حران دونوں شہروں کی حکومت مظفرالدین کے حوالے کر دی"۔[1]

پھر صلاح الدین اور اس کے حلیف فوج لیکر رقہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کا حاکم قطب الدین نیال بن حسان منبجی تھا۔ وہ شہر چھوڑ کر موصل کی طرف چلا گیا۔ صلاح الدین نے رقہ کامیابی سے فتح کرلیا۔ پھر سلطان قرقیسیا' ماسکین اور عربان کی طرف روانہ ہوا جو خابور کے شہر تھے۔ وہاں اس نے ان تمام شہروں کو فتح کیا۔ وہاں سے وہ نصیبین کی طرف حملہ آور ہوا اس نے شہر کو فوراً فتح کرلیا۔ البتہ قلعہ کا محاصرہ چند دنوں تک جاری رہا۔ پھر وہ بھی تسخیر ہوگیا اور سلطان نے اس پر ابو الہیجا سمین کو حاکم کو مقرر کیا۔ ان شہروں کی فتوحات سے فارغ ہوکر سلطان صلاح الدین نے حاکم کیفا نورالدین کے ساتھ مل کر موصل پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اتنے میں یہ خبر موصول ہوگئی کہ فرنگی فوجوں نے دمشق کے مضافات پر حملہ کر دیا ہے اور وہاں کے دیہاتوں کو تباہ کر دیا ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ وہ داریا کی جامع مسجد کو تباہ کر دیں مگر دمشق کے نائب حاکم نے انہیں دھمکی دی کہ اگر انہوں نے جامع مسجد کو تباہ کیا تو وہ (اس کے بدلے میں) ان کے گرجوں اور خانقاہوں کو

Marfat.com

تباہ و برباد کردے گا۔ لٰہذا وہ اپنے ارادے سے باز آئے۔ ایک اور روایت ہے کہ ”جب متذکرہ شہروں کی فتح کے دوران یہ اطلاع آئی کہ فرنگی دمشق کا نواحی علاقہ تاراج کر رہے ہیں تو صلاح الدین نے یہ خبر سن کر کہا ”کرنے دو“ وہ گاؤں لے رہے ہیں تو ہم شہر فتح کر رہے ہیں۔ واپسی پر ان سے نمٹنے کے لیے ہمارے پاس کافی طاقت ہوگی[۲]“ صلاح الدین نے موصل کی طرف پیش قدمی کی۔ موصل کے حاکم نے بہت بڑا لشکر اکٹھا کیااور محاصرہ کے لیے مکمل تیار کرلی تھی اور اپنے نائب جنگی تیاریوں کے لیے مخصوص کر دیئے تھے۔ چنانچہ سنجار، اربل اور جزیرہ ابن عمر میں فوجی کمک، اسلحہ اور ضروری مال و دولت اکٹھی کی گئی۔ جب سلطان صلاح الدین، مظفرالدین اور شیرکوہ کے فرزند کے ساتھ موصل کے قریب پہنچا تو حاکم شہر کی جنگی تیاریوں کو دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے اور انہیں اس کے ناقابل تسخیر ہونے کا یقین ہوگیا۔ تاہم صلاح الدین نے اوائل رجب 578 ہجری کو جنگ کا آغاز کیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور سلطان پیچھے ہٹ گیا۔ اس اثنا میں عباسی خلیفہ ناصر کی طرف سے صدرالدین شیخ الشیوخ اور مشیر الخادم مصالحت کے لیے پہنچ گئے تھے۔ اور سفیروں کا فریقین میں تبادلہ ہوا مگر عزالدین مسعود والی موصل نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اس کے مقبوضہ علاقے واپس کر دے۔ سلطان نے اس کے جواب میں کہا کہ (وہ اس شرط پر واپس کرنے کے لیے تیار ہے کہ) وہ اسے حلب کا علاقہ دے دیں۔ مگر وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ پھر سلطان نے یہ شرط پیش کی کہ وہ اس کے حاکم کی مدد کرنا چھوڑ دے مگر اس بات پر بھی وہ تیار نہ ہوا۔ اس کے بعد آذربائیجان اور خلاط کے قاصد بھی مصالحت کرنے کے لیے پہنچے مگر انہیں بھی کامیابی نہ ہوئی[۳]“ صلاح الدین کا صرف ایک جواب تھا ”حلب یا موصل“ اتحاد اسلامی کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی صلاح الدین کی خاندان زنگی سے دیرینہ مخالفت راستے میں حائل رہی۔

اسی زمانہ میں اہل سنجار نے سلطان کی فوجوں اور ساتھیوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لٰہذا سلطان نے موصل کا محاصرہ چھوڑ کر سنجار کا قصد کیا۔ وہاں کا حاکم اشرف الدین تھا۔ وہ حاکم موصل عزالدین کا بھائی تھا وہ اپنا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے موجود تھا۔ اور اس کی کمک کے لیے مجاہدالدین نائب حاکم نے بھی فوج بھیج دی تھی۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے فوج کشی کرکے سنجار کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ بہت سخت تھا۔

Marfat.com

سلطان نے وہاں کے بعض امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ان سے سمجھوتہ کرلیا تھا۔ چنانچہ ان کی مدد سے سلطان نے ان کی طرف کے برج پر قبضہ کرلیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے حاکم نے ہتھیار ڈال دیئے اور جب وہ اپنے لشکر کو لے کر موصل چلا گیا تو سلطان نے سنجار پر قبضہ کرلیا اور اس کا حاکم سعدالدین ابن معین الدین کو مقرر کیا۔ جس کا باپ کامل بن طغرکین دمشق میں تھا یوں سنجار بھی سلطان کے مفتوحہ الجزیرہ کے علاقوں میں شامل ہوگیا۔ پھر سلطان صلاح الدین نصیبین گیا۔ وہاں کے باشندوں نے اس کے حاکم ابوالہیجا سمین کی شکایت کی تو اس نے اس کو معزول کرکے اسے اپنے ساتھ رکھا۔ وہاں سے وہ 578 ہجری میں حران پہنچا۔ جہاں آکر اس نے اپنی فوج کو منتشر کردیا تاکہ وہ آرام کرے اور خود اپنے خاص افراد اور مخصوص دوستوں کے ساتھ وہیں قیام پذیر ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ صلاح الدین سنجار میں کچھ فوج چھوڑ کر دوسرے اتحادیوں کامقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ اس اتحاد میں موصل کے اتابیگ اور شاہ آرمینیہ اس کے خلاف متحد تھے۔ مردین کے شہزادے کے سپاہی اور حلب کی فوج بھی ان کی مدد کو موجود تھی۔ اس گٹھ جوڑ کی بنیاد صلاح الدین کی مخالفت تھی۔ فروری 1181ء کے آخر میں برزم کے میدان میں ایک زبردست فوج جمع ہوگئی لیکن صلاح الدین کے آنے کی خبر پاکر اتحادیوں نے صلح کے لیے قاصد بھیجے۔ صلاح الدین نے کہا۔ برزم کے میدان میں جواب دوں گا۔ یہ جواب سن کر دونوں حلیف میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب صلاح الدین وہاں پہنچا تو میدان صاف تھا۔ ایک مؤرخ کے مطابق "وہ مردوں کی طرح آئے لیکن عورتوں کی طرح روپوش ہوگئے۔[۲]" ایک اور روایت یہ ہے کہ صلاح الدین نے اپنے بھتیجے تقی الدین ابن شہنشاہ کو حماۃ سے بلوا کر ان اتحادیوں کے خلاف بھیجا تھا۔ یہ خبر سن کر متحدہ فوجیں منتشر ہوگئیں۔ اور ہر ایک فوج اپنے اپنے علاقہ کی طرف لوٹ گئیں۔ تاہم سلطان صلاح الدین نے ماردین کا قصد کیا اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔ اسی زمانہ میں سلطان صلاح الدین کا بھتیجا عزالدین فرخ شاہ بن شاہنشاہ' جو دمشق کا حاکم تھا۔ بیمار ہوا اور جمادی الاول 578 ہجری میں فوت ہوگیا۔ سلطان نے اس کی جگہ شمس الدین محمد ابن المقدم کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور وہاں اسے اپنا نائب بنایا۔

اس واقعہ کے بعد ایک بار پھر عزالدین اتابیگ موصل میں محصور ہوکر بیٹھ گیا لیکن

Marfat.com

صلاح الدین نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس نے مارو ین میں چند دن قیام کیا اور پھر وہاں سے کوچ کرکے آمد (اسے حمید بھی لکھتے ہیں) کی طرف پہنچا۔ اس نے نورالدین حاکم کیفا سے (اس کو فتح کرکے اسے دینے کا) معاہدہ کر رکھا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ماہ ذی الحجہ کی پندرہ تاریخ کو شہر آمد (حمید) کا محاصرہ کرلیا۔ سپاہی اور سامان جنگ' خزانہ اور بے شمار قیمتی مال غنیمت اس کے ہاتھ آیا۔ دس لاکھ کتابوں کا مشہور کتب خانہ قاضی الفاضل کو دے دیا گیا۔ ابن ابی کے بیان کے مطابق قاضی موصوف نے کتب خانہ کی منتخب کتابیں ستر اونٹوں پر لاد کر بھجوائیں۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ "سلطان صلاح الدین نے عاشورہ محرم 579 ہجری میں اس شہر کو فتح کیا۔ فتح کرنے کے بعد سلطان نے (معاہدہ کے مطابق) یہ شہر حاکم کیفا نورالدین کے حوالے کردیا۔ اس نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ اس شہر میں (مال و متاع کے) بہت سے ذخیرے موجود ہیں۔ جنہیں وہ اپنے لئے لے جا سکتے ہیں۔ مگر سلطان نے لے جانے سے انکار کردیا۔ اور کہا کہ "میری یہ عادت نہیں میں اصل چیز دے دوں اور اس کی شاخ (فرع) سے دریغ کروں۔" جب نورالدین (حاکم کیفا) شہر میں داخل ہوا تو اس نے سلطان صلاح الدین اور اس کے امراء کو جشن فتح میں بلوایا۔ جو اس نے ان کے اعزاز میں منعقد کیا تھا۔ اس جشن میں اس نے سب کے شایان شان تحائف پیش کیے۔ اس کے بعد سلطان وہاں سے واپس چلا گیا"۔[5]

اس وقت تک صلاح الدین کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ حلب کا عماد الدین فرنگیوں سے سازباز کرکے سلطان کے شامی علاقوں کو تاراج کرکے نذر آتش کر رہا ہے اور ہزاروں باشندوں کو اب تک تلوار کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ صلاح الدین نے بیرہ کے مقام پر دریائے فرات کو عبور کیا۔ راستے میں اس نے تل خالد اور عنتاب کے علاقے فتح کر لئے اور پھر حلب کے سامنے سرسبز و شاداب میدان میں خیمے ڈال دیئے۔ محرم 579 ہجری میں شہر کا محاصرہ شروع ہوا۔ عمادالدین نے زیادہ عرصہ تک مزاحمت نہ کی۔ وہ اپنی نئی رعایا میں مقبول نہ تھا اور سنجار واپس جانا چاہتا تھا۔ صلاح الدین شمالی شام کا دارالخلافہ تسخیر کرکے اپنی سلطنت مستحکم کرنا چاہتا تھا۔ طرفین میں گفت و شنید کے بعد تبادلہ کا فیصلہ ہوگیا۔ حلب کے عوض سنجار' نصیبین' خابور اور رقہ عمادالدین کو واپس دے دیئے گئے اور وہ صلاح الدین کے باجگزار کی حیثیت سے ان پر حکومت کرنے لگا۔ 18 صفر 579 ہجری (13 جون 1183ء) کو

Marfat.com

شہر رسمی طور پر صلاح الدین کے قبضہ میں دے دیا گیا۔ فوج نے سرسبز میدان میں پریڈ کی اور اسے سلامی دی۔ ایک بڑی شاندار دعوت کا انتظام ہوا۔ جشن مسرت منایا گیا۔ حلب پر قبضہ ہو جانے سے صلاح الدین دنیائے اسلام کا سب سے زیادہ طاقتور حکمران ہوگیا۔ دریائے دجلہ سے دریائے نیل تک اور افریقہ کے ساحل پر طرابلس تک بڑے بڑے شہراور مختلف نسلوں کے لوگ اس کے زیرنگین آگئے تھے۔ مکہ معظمہ سے الجزیرہ تک اسکے لیے مسجدوں میں دعائیں مانگی جاتی تھیں۔" ذیقعدہ 580 ہجری میں سلطان نے موصل پر حملہ کیا جب وہ شہر بلد پہنچا تو وہاں سلطان سے عزالدین والی موصل کی والدہ اور اس کے چچا نورالدین کی بیٹی اور شاہی خاندان کے دیگر افراد نے ملاقات کی۔ انہوں نے سلطان سے مصالحت کی درخواست کی۔ سلطان صلاح الدین نے اس بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو فقیہہ عیسیٰ اور علی بن احمد المشطوب نے یہ مشورہ دیا کہ ان خواتین کی درخواست کو نامنظور کردیا جائے۔ اس کے بعد وہ موصل کی طرف روانہ ہوا اور اہل موصل نے اس سے جنگ کی۔ اہل موصل نے جان کی بازی لگا کر مقابلہ کیا۔ وہ خواتین کی درخواست کو رد کردینے پر بہت ناراض تھے۔ اس لیے شہر فتح نہ ہو سکا۔ سلطان نے غلط مشورہ دینے پر اپنے ساتھیوں کو بہت برا بھلا کہا۔ صلاح الدین موصل چھوڑ کر خلاط کی جانب روانہ ہوگیا۔ جمادی الاول 581 ہجری میں اس نے میافارقین کا شہر فتح کیا اور پھر خلاط پر قبضہ کرلیا۔ یہاں سے سلطان پھر موصل کی طرف روانہ ہوا۔ وہ نصیبین سے گزرتا ہوا کفر ارمان پہنچا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ یہاں موسم سرما گزارے اور موصل کے تمام اضلاع کا محصول وصول کرکے اسے اپنے کام میں لائے۔ اور موصل کی تمام اراضی کو مختلف لوگوں میں تقسیم کرے۔ نائب حاکم مجاہدالدین مصالحت پر آمادہ ہوگیا اور ایلچیوں کی آمد و رفت ہوگئی اور یہ شرط رکھی گئی کہ عزالدین والی موصل سلطان کو شہر زور اور اس کا ملحقہ علاقہ' غرابلی کا علاقہ اور زاب کے پیچھے کے اضلاع دے۔ اس بات چیت کے دوران اس علاقے میں سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ سلطان اس موسم کو برداشت نہ کر سکا اور بیمار ہوگیا۔ چنانچہ وہ حران واپس آگیا۔ یہاں اسے معلوم ہوا کہ عزالدین والئی موصل سے مصالحت ہوگئی ہے۔ معاہدہ کے مطابق سلطان نے شہر زور کے گردونواح کا علاقہ زاب سے آگے تک اپنی قلمرو میں شامل کرلیا۔ لیکن دریائے فرات یعنی دوآبے کے درمیان کا سارا علاقہ جس پر اتابیگ

Marfat.com

عزالدین حکومت کرتا تھا اس کے قبضہ میں چھوڑ دیا۔ لیکن اس شرط پر کہ خطبہ میں اور سکوں پر سلطان کے اقتدار کو کلی طور پر تسلیم کیا جائے۔ اس معاہدے کی رو سے پورا شمالی الجزیرہ اور کردستان کا کچھ حصہ صلاح الدین کی قلمرو میں شامل ہو گیا اور موصل کا اتابیک بھی اس کے باجگذاروں میں شامل ہو گیا''۔[٦]

تاہم سلطان صلاح الدین حران میں طویل عرصے تک بیمار رہا۔ اس کا بھائی ملک عادل حاکم حلب اور اسکا فرزند ملک العزیز بن صلاح الدین موجود تھے۔ جب سلطان کے مرض نے خطرناک صورت اختیار کی تو اس نے اپنی مملکت اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کردی اور سارے ملک کا نگران اپنے بھائی ملک عادل کو بنایا۔ پھر سلطان محرم 582 ہجری میں دمشق واپس چلا گیا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ جب سلطان حران میں تھا تو اس کا چچازاد بھائی ناصرالدین محمد بن اسدالدین شیرکوہ بھی وہاں موجود تھا اس کی جاگیر میں حمص اور رحبہ کا علاقہ شامل تھا وہ سلطان سے پہلے حمص واپس چلا گیا تھا۔ جب وہ حلب پہنچا تو اس نے وہاں کے امراء کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اگر سلطان صلاح الدین فوت ہو جائے تو وہ اس کے بادشاہ بننے کی حمایت کریں۔ اس کے بعد وہ حمص پہنچ گیا۔ اس نے اہل دمشق کو بھی اسی قسم کا پیغام بھجوایا۔ مگر قدرت کی ستم ظریفی تھی کہ سلطان صلاح الدین تو اپنی خطرناک بیماری سے تندرست ہوگیا اور ناصرالدین بقرعید کی رات کو فوت ہوگیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اسے زہر دے کر پوشیدہ طور پر ہلاک کردیا گیا۔ اسکے بعد اسکا بارہ سالہ فرزند شیرکوہ اس کی عملداری کا حاکم اور جانشین مقرر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جب سلطان حران میں بیمار ہوا تھا تو اپنے فرزند عثمان کو مصر کا خود مختار حاکم مقرر کیا تھا۔ اور اپنے بھائی ملک عادل والی حلب کو بلوا بھیجا۔ مگر تقی الدین سلطان کے پاس نہیں گیا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے آزاد کردہ غلام قراقوش کے پاس مغرب (شمالی افریقہ) میں ان علاقوں کی طرف چلا جائے کیونکہ اس نے طرابلس اور افریقہ کے علاقہ جرید فتح کرلیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے نرمی اور خوش اخلاقی کے ذریعے خط لکھ کر اسے بلوا لیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو سلطان نے حماۃ' منبج' معرہ' کفرطاب' جبل جوز اور اس کے تمام علاقے کی حکومت اسے عطا کی۔ ایک دوسری روایت ہے کہ جب تقی الدین کو سلطان صلاح الدین کے مرض اور اس کی موت کی غلط خبر ملی تو اس نے خود بادشاہ بننا چاہا۔ یہ خبر سلطان صلاح

Marfat.com

الدین کو مل گئی تھی۔ لہٰذا اس نے فقیہہ عیسیٰ کو بھیجا کیونکہ اس کا حکم سب مانتے تھے۔ سلطان نے اسے یہ ہدایت دی تھی کہ وہ تقی الدین کو مصر سے نکال کر خود قیام کرے۔ چنانچہ وہ وہاں اطلاع دیئے بغیر پہنچ گیا اور اس نے تقی الدین کو نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ شہر کے باہر ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد وہ مغرب (شمالی افریقہ) جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مگر سلطان نے خط لکھ کر اسے بلوا لیا۔" ابن خلدون کے اس بیان سے واضح ہے کہ جب سلطان صلاح الدین حران میں موت و زیست کی سخت کشمکش میں مبتلا تھا تو اس وقت اس کے عزیز و اقارب میں اقتدار کی کشمکش شروع ہوگئی تھی۔ ایک طرف چچا زاد بھائی ناصرالدین محمد بن شیرکوہ سلطانی کے لیے کوشش کرنے لگا اور دوسری طرف بھتیجے تقی الدین نے بادشاہ بننے کی خواہش کی تھی۔ گویا صلاح الدین ایوبی کی سلطنت اس کی زندگی ہی میں انتشار و افتراق کے کنارے پر پہنچ گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے صحت یاب کردیا کیونکہ اس سے ابھی ایک اہم کام لینا تھا اور وہ کام تھا بیت المقدس کی آزادی۔

اس بیماری سے تقریباً" دو سال قبل جب سلطان نے حلب فتح کیا تھا تو وہ وہاں دو ماہ قیام کرنے کے بعد دمشق آگیا تھا۔ اس وقت دمشق کے بہادر وائسرائے عزالدین فرخ شاہ کے انتقال کی وجہ سے فرنگی دلیر ہوگئے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوزرا' زورا' اور درا یا تک پورا نواحی علاقہ تاراج کیا۔ باغات اور فصلیں برباد کیں اور ہر جگہ اودھم مچا دیا۔ انہوں نے سوبائت کے پہاڑی قلعہ پر دوبارہ قبضہ کرلیا اور یہ وہ قلعہ تھا جس پر مسلمانوں کو ناز تھا۔ ریجنلڈ اورلیکسٹس کی اتنی ہمت بڑھی کہ عرب پر حملہ کرکے مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کو خاک میں ملا دینے کا منصوبہ تیار کیا۔ اس ذلیل ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ جہازوں کو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرکے عسقلان خلیج عقبہ لایا۔ اور اپنے حصہ کے جہازوں کو عیذاب کی بندرگاہ تاراج کرنے کو بھیج کر بحر قلزم کے افریقی ساحل پر دو جہازوں سے ایلہ کی ناکہ بندی کرا دی اور امیرالبحر لئولئو ایلہ کی ناکہ بندی توڑ کر اپنا بیڑا لیے الحوار کے قریب پہنچا۔ بحر قلزم پر ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے اور یہیں سے نصرانیوں کا مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا۔ مصری بیڑا دیکھ کر نصرانی فوج ساحل کی طرف بھاگی اور پہاڑوں میں گھس کر پناہ لی۔ لئولئو نے اپنے ملاحوں کو ہواؤں کے گھوڑوں پر سوار کرکے دشمن کا پیچھا کیا۔ اور بوغ

Marfat.com

کی گھاٹی میں گھیر کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ریجنلڈ بچ نکلا۔ لیکن اس کے سپاہی مارے گئے۔ سوائے ان چند قیدیوں کے جو صبح کے موقع پر وادی منیٰ میں بکروں کی طرح ذبح کرنے کو مکہ معظمہ بھیج دیئے گئے۔ اس طرح وہ بہت جلد اپنے کیفرکردار کو پہنچ گئے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ مقامات مقدسہ پر حملہ کی خبر سن کر مصر میں جتنا اضطراب پھیلا اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لوگ ایک دوسرے کو سناتے اور کانپتے جاتے کہ کس طرح ملعون ریجنلڈ مردود بدوؤں کو رشوت دے کر اپنے جہاز ریگستان کے راستے بحر قلزم تک لے گیا۔ اس نے کس طرح عربوں کے سولہ جہاز جلا ڈالے۔ جدہ کے قریب حاجیوں کا ایک جہاز پکڑ لیا۔ عیذاب پر اترا۔ طوس سے آنے والے قافلہ کو گرفتار کرلیا اور قافلہ کے ہر فرد کو قتل کر دیا اور کس طرح یمن سے آنے والے دو جہازوں پر قبضہ کرلیا۔ جو مقامات مقدسہ کے لیے سامان لیے جارہے تھے۔ وہ اس ذلیل مقصد سے عرب گیا تھا کہ مدینہ منورہ کو لوٹ لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو روضہ مبارک سے باہر نکال لے۔ کبھی ایسی وحشت ناک خبر سننے میں نہ آئی تھی۔ اللہ کا احسان ہے کہ امیر البحر لنولنو نے تیزرفتار جہازوں سے بدذاتوں کا قلع قمع کردیا اور اس طرح مسلمانوں کے سر سے آفت ٹل گئی[8]۔"

ابن خلدون نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پرنس ارناط (فرنگی) حاکم الکرک نے ایک بحری بیڑہ متفرق اجزا سے لیکر حاکم ایلہ کے پاس گیااور حسب منشا اس کے اجزا جوڑ کر اسے بحر سویز (قلزم) میں لنگرانداز کیا۔ پھر اس بحری بیڑہ کو جنگجو فرنگی فوجوں سے بھر کر اسے بحری حملوں کے لیے روانہ کردیا۔ ان میں سے ایک جماعت کا تقرر قلعہ ایلہ کے چاروں طرف کیا گیا تاکہ وہ چاروں طرف سے اس کی حفاظت کرے۔ ان میں سے ایک حصہ عیذاب کی طرف روانہ ہوا انہوں نے حجاز سے بحری سواحل پر حملے شروع کر دیئے اور وہاں جو تجارتی جہاز اور کشتیاں نظر آئیں انہیں وہ اپنے قبضہ میں لانے لگے۔ ان کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس سے ان کا سابقہ پہلے نہیں پڑا تھا۔ کیونکہ بحر قلزم میں اس سے پہلے کوئی فرنگی تاجر یا فرنگی سپاہی داخل نہیں ہوا تھا۔ اس زمانہ میں سلطان صلاح الدین کے نائب کی حیثیت سے اس کا بھائی الملک العادل ابوبکر بن ایوب مصر کا حاکم تھا۔ اس نے فرنگیوں کے بحری حملوں کو روکنے کے لیے ایک بحری بیڑہ

Marfat.com

تعمیر کروایا۔ اس میں جنگجو فوج کو سوار کردیا۔ جو مصر کے امیر البحر حسام الدین لنولنو الحاجب کی قیادت میں بحری جنگ پر روانہ ہوئی۔ سب سے پہلے وہ قائد اس فرنگی بیڑہ کا مقابلہ کرنے کے لیے پہنچا جو چاروں طرف سے ایلہ کی حفاظت کررہا تھا۔ چنانچہ (مسلمانوں کے اس بحری بیڑہ نے) ان کے بحری بیڑہ کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ اس بحری بیڑہ کی جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد یہ اسلامی بیڑہ دوسرے فرنگی بیڑوں کی تلاش میں روانہ ہوا۔ آخرکار وہ عیذاب پہنچا۔ وہاں انہیں ان کا بیڑہ نظر نہیں آیا وہ حرمین (مکہ مدینہ) اور یمن کی طرف جانے والا تھا اور حاجیوں پر حملہ کرنے کا قصد رکھتا تھا۔ مگر جب انہوں نے لنولنو کو مسلمانوں کے بیڑے کی قیادت کرتے دیکھا تو انہیں شکست کا یقین ہوگیا۔ اس لیے وہ فرنگی (سمندر سے کود کر) حوراء کی گھاٹیوں میں پناہ گزین ہوگئے۔ امیر البحر لنولنو بھی اپنی کشتیوں سے اترا اور اس نے بدوؤں کو جو سوار تھے جمع کیا اور ان کی مدد سے ان سے جنگ کرکے انہیں شکست دی۔ ان میں اکثر مارے گئے اور جو بچے قیدی بنائے گئے ان میں سے کچھ حج کے موقع پر منیٰ (حج میں قربانی کے مقام پر) بھیجے گئے۔ جہاں وہ قربانی کے دن قتل کیے گئے۔ باقی قیدیوں کو لے کر وہ مصر واپس ہوا۔[9]" لین پول لکھتا ہے کہ مئی 1183ء میں ابن جبیر ہسپانوی عرب اسکندریہ میں موجود تھا۔ اسی زمانے میں ریجنلڈ کی مہم کے کچھ قیدی وہاں لائے گئے تھے۔ وہ اونٹوں پر رسیوں سے بندھے ہوئے تھے اور ان کو اونٹوں پر الٹا بٹھایا گیا تھا۔ ان کے پیچھے پیچھے ڈھنڈورا پڑا تھا اور ان پر پھبتیاں کسی جا رہی تھیں۔

سلطان صلاح الدین نے 579 ہجری میں حلب پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے فرزند الطاہر غازی کو مقرر کیا تھا اس کی صغیرسنی کی وجہ سے سلطان نے امیر سیف الدین تاوکج کو اس کا نگران مقرر کیا جو امراء اسدیہ (نورالدین شیرکوہ) میں سب سے زیادہ بزرگ تھا۔ جب سلطان حلب سے دمشق پہنچا تو اس نے جہاد کی تیاری شروع کی اور شام' جزیرہ اور دیار بکر کی فوجوں کو اکٹھا کیا۔ پھر فرنگیوں کے شہروں کی طرف پیش قدمی کی۔ اس نے دریائے اردن کو عبور کیا۔ زرخیز غور کو تاخت و تاراج کیا۔ بیسان کے لوگ خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسے بھی تاراج کیا۔ اور اس میں آگ لگا دی۔ اس کے بعد وادی جزویل میں آگے بڑھا اور گلبوا کے دامن میں بیر جالوت کے قریب اپنی چھاؤنی ڈال دی۔ طبور اور نظاوت کے قریب پہاڑیوں تک سارا نواحی علاقہ تاراج کر ڈالا اور امرایلا کو فتح کرلیا۔ الغولا

Marfat.com

کے نزدیک گائی آف لسگنن (Guy of Lusignan) نے جو امالرق (Amalrik) شاہ بیت المقدس کی بیماری کے زمانہ میں کمان سنبھالے ہوئے تھا۔ صلاح الدین کا مقابلہ ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا اور عیسائی فوج صفوریہ لوٹ گئی۔ اسی سال سلطان نے بادشاہ ریجنلڈ سے حساب چکانے کے لیے الکرک کا محاصرہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ربیع الاخر 580 ہجری میں سلطان پھر الکرک محاصرہ کے لیے روانہ ہوا۔ اور پانچویں مرتبہ محاصرہ کیا مگر اس مرتبہ بھی یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور سلطان الکرک کے گردونواح کے علاقوں کو ویران کرکے واپس دمشق آگیا اور اپنے ساتھ بہت سا مال غنیمت لایا اسی سال بادشاہ بیت المقدس بالڈون کے مصائب زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ ایک عرصے سے جذام کے مرض میں مبتلا تھا۔ اس نے اپنے صغیر سن بھتیجے بالڈون دوئم کو ولی عہد بنایا تھا۔ چنانچہ وہ بادشاہ بنا اور طرابلس کا والی ریمنڈ اسکا ولی مقرر ہوا۔ اس موقع پر سارے عیسائی والیان ریاست مذہبی پیشواؤں اور امرا لشکر کا اجتماع ہوا اور ان سب نے اتفاق رائے سے سلطان صلاح الدین سے چار سال کے لیے صلح کرلی۔ لین پول کے بقول ریمنڈ والئی طرابلس کے معاملے میں اس صلح نامہ کی نوعیت کچھ اور تھی اس لیے یہ مدافعانہ اور جارحانہ اتحاد تھا۔ صلاح الدین نے اسے تاج حاصل کرنے کی کوشش میں مدد دینے کا وعدہ کیا اور ریمنڈ نے طرابلس کے سب مسلمان قیدی رہا کردیئے اور 1185ء کی قحط سالی میں دمشق کو بڑی دریا دلی سے غلہ مہیا کیا جبکہ بطریق ہر کلس ایک اور صلیبی مہم کے لیے پورے یورپ میں رضاکارانہ بھرتی کر رہا تھا اور جبکہ انگریز نائٹس بھی صلیبی جنگ کے لیے تیاریوں میں شب و روز مصروف تھے۔ "582 ہجری یعنی 87-1186ء میں طرابلس کا حاکم شاہ بالڈون سے بغاوت کرکے سلطان صلاح الدین کے پاس آگیا۔ سلطان نے اسے اپنے شہر میں اس کے ہم مذہب (عیسائی) افراد کا حاکم کر دیا اور (اس کی حمایت کے لیے) سلطان نے ان عیسائی سرداروں کو بھی رہا کر دیا جو اس کی قید میں تھے۔ اس بات سے وہ بہت خوش ہوا اور یہ فعل فرنگی افراد کے شہروں کو فتح کرنے اور بیت المقدس کو ان سے واپس لینے کا ذریعہ بنا۔ سلطان صلاح الدین طبریہ کی سمت سے تمام فرنگی بستیوں میں اپنے فوجی دستے بھیجتا تھا۔ چنانچہ وہ ان علاقوں کو تباہ کرکے مال غنیمت حاصل کرکے لوٹتے تھے۔ یہ تمام واقعات 582 ہجری کے اوائل میں رونما ہوئے"۔[10]

Marfat.com

اسی سال سلطان صلاح الدین نے الکرک پر پھر حملہ کیا کیونکہ اس کا حکمران ریجنلڈ (جسے ابن خلدون ارناط لکھتا ہے) حاجیوں کے قافلوں پر حملہ کرتا تھا۔ سلطان نے اس پر زبردست حملہ کرکے اس کے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ آخرکار وہ صلح کرنے پر آمادہ ہوا اور یہ وعدہ کیا کہ آئندہ قافلوں کے راستوں پر امن بحال رکھے گا۔ لیکن جلد ہی اس نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اور تاجروں کی ایک جماعت پر جھپٹ پڑا۔ کہتے ہیں کہ سلطان کی ایک بہن تاجروں کے قافلہ کے ساتھ محمل میں سفر کررہی تھی۔ قافلہ والوں نے احتجاج کیا تو ریجنلڈ نے بطور استہزاء کہا کہ چونکہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں لہٰذا محمدؐ ہی آکر انہیں بچائیں۔ یہ اہانت آمیز الفاظ سن کر صلاح الدین نے قسم کھائی کہ وہ اس معاہدہ شکن کو اپنے ہی ہاتھ سے قتل کرے گا۔ اور اس نے اپنی قسم پوری کر دکھائی۔ لین پول کے بقول ''اس قافلہ کی بربادی یروشلم کی تباہی کا باعث ہوئی۔'' صلاح الدین نے الکرک کو تسخیر کرنے اور اس کے حاکم کو گرفتار کرنے کی کئی دفعہ کوشش کی تھی لیکن وہ ہر دفعہ ناکام رہا تھا۔ اس مرتبہ اس نے تہیہ کرلیا کہ پوری نصرانی سلطنت کی بیخ کنی کرکے دم لے گا۔ مارچ 1187ء میں اس نے نعرہ جہاد بلند کیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے موصل، الجزیرہ، اربل، مصر اور شام کے مسلمانوں کو دعوت جہاد دی اور (محرم 583 ہجری) میں تمام لشکر لے کر دمشق سے روانہ ہوا۔ سلطان نے اپنے فرزند الافضل کو حکم دیا کہ وہ ایک فوجی مہم عکا بھیجے تاکہ وہ اسکے گرد و نواح کو تباہ کرسکے۔ سولہ سالہ الافضل نے لشکر بھیجا جس نے صبح سویرے صفوریہ پر حملہ کیا جہاں صلیبی جانثار رضاکاروں کی جماعت فداویہ (ٹمپلرز) اور اسبتاریہ جماعت (ہاسپٹلرز) کے فوجی دستے جمع تھے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ فرنگیوں کو شکست ہوئی اور ان کا سردار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور وہ کامیاب ہوکر لوٹے۔ مسلمانوں کی فوجیں طبریہ کے پاس سے گزریں وہاں فرنگی حاکم (ریمنڈ) موجود تھا مگر اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی کیونکہ اس کے اور سلطان صلاح الدین کے درمیان معاہدہ تھا۔ تاہم اس واقعہ کے بعد ریمنڈ نے عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں والیان ریاست اور دوسرے امرا کی ترغیب پر سلطان صلاح الدین کے ساتھ دوستی کا معاہدہ توڑ دیا وہ صلیب پرستوں کا حامی بن گیا اور وہ سب مل کر عکا سے صفوریہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس پر سلطان صلاح الدین نے بھی جنگ کا فیصلہ کیا اور رمضان 583 ہجری

Marfat.com

میں شہر طبریہ کو فتح کر کے اس میں آگ لگا دی اور اسے لوٹ لیا۔ وہاں کے باشندے قلعہ میں محصور ہوگئے۔ ان کے ساتھ ملکہ اور اس کی اولاد بھی تھی۔ جب فرنگیوں کو اطلاع ملی تو ان کا حاکم بہت پریشان ہوا۔ **ریمنڈ** نے صلح کرنے کا ارادہ کیا مگر الکرک کا حاکم پرنس ارناط (ریجنلڈ) نے اس کی مخالفت کی اور اس پر سلطان صلاح الدین کی حمایت اور دوستی کا الزام لگایا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرنگی فوجوں نے مقابلہ کا ارادہ کرلیا۔ حطین کے مقام پر گھسان کی لڑائی ہوئی۔ فرنگیوں کی اکثر فوج قید ہوگئی اور بادشاہ کے علاوہ اس کے منتخب اور چیدہ چیدہ سرداروں کی صرف ایک سو پچاس افراد کی جماعت باقی رہ گئی۔ آخر ان سرداروں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ بادشاہ یروشلم (بیت المقدس) اور اس کے بھائی ریجنلڈ (ارناط) حاکم الکرک اور سرداروں کی ایک بڑی جماعت کو قیدی بنایا گیا۔ سلطان صلاح الدین نے اس عظیم الشان فتح پر سجدہ شکر ادا کیا اور اپنی قسم پوری کرنے کے لیے خود اپنی تلوار سے ریجنلڈ کا سر اتار دیا۔ اس کے بعد سلطان نے طبریہ فتح کیا۔ فرنگی بادشاہ اور اس کے سرداروں کو جو قیدی تھے۔ دمشق بھیج دیا جہاں وہ سب قید رہے۔ اس نے فداویہ (ٹمپلرز) اور اسبتاریہ (ہاسپٹلرز) کو جمع کر کے قتل کروا دیا۔ مگر بادشاہ اور اس کے سرداروں سے مہربانی کا سلوک کیا۔ اس جنگ میں تیس ہزار عیسائی کام آئے۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ 490 ہجری میں جبکہ فرنگیوں نے ان علاقوں پر قبضہ کیا تھا انہیں ایسا زبردست نقصان نہیں برداشت کرنا پڑا تھا اور پھر جب طبریہ کی تسخیر ہوئی تو لین پول کے بقول "پورا فلسطین مسلمانوں کے قدموں میں آگرا۔ یروشلم کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کا بادشاہ اور تقریباً سارے امراء قید ہوگئے اور کوئی ایسا قائد باقی نہ رہا جو منتشر عناصر کو جمع کرسکے۔ نصرانیوں کو ارض مقدس میں داخل ہوئے نوے سال ہو چکے تھے۔ لیکن انہیں ایسی شکست کبھی نہیں ہوئی تھی یہ شکست ان کی سلطنت کے لیے پیام اجل بن کر آئی۔ پھر دو مہینے کی قلیل مدت میں شمال میں بیروت اور جنوب میں غزہ تک تمام علاقہ سوائے چند قلعوں کے یعنی پورا فلسطین صلاح الدین کے قبضہ میں آگیا۔ عیسائیوں کے پاس صرف صور اور یروشلم کے علاقے رہ گئے اور یہی ان کی سلطنت کی نشانیاں تھیں[11]"۔ بیروت کا محاصرہ آٹھ دن جاری رہا اور 30 جمادی الثانی 583 ہجری کو مسلمان اس شہر میں داخل ہوئے۔ طرابلس کا حاکم **ریمنڈ** حطین کی جنگ سے بچ نکلا تھا اور بھاگ کر صور آگیا تھا۔ وہ

Marfat.com

اس شہر کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب سلطان صلاح الدین نے نیس' صیدا اور بیروت کو فتح کرلیا تو اس نے ہمت ہار دی اور اپنے شہر طرابلس چلا گیا۔ اس کے بعد ایک فرنگی تاجر اور نواب جسے مارکوئیس کا خطاب ملا ہوا تھا آپہنچا اور اس نے صور کی بندرگاہ میں جاکر اس پر قبضہ کرلیا اور شہر والوں سے اس بات کا حلف لیا کہ یہ شہر اس کے ماتحت رہے گا۔ تاہم سلطان صلاح الدین فوراً" صور نہ پہنچا اور اس نے اپنی توجہ عسقلان اور بیت المقدس کو فتح کرنے کی طرف مبذول کی۔ عسقلان کا شہر تو شام اور مصر کو جدا کرنے والا تھا اس لیے وہ بیروت سے براہ راست عسقلان پہنچا۔ وہاں اسے اس کا بھائی ملک العادل بھی مل گیا۔ سلطان نے محاصرہ کرکے جنگ شروع کر دی۔ کئی دن تک لڑائی ہوئی۔ اس دوران فرنگیوں کا بادشاہ جو دمشق میں قید تھا اہل شہر کو لگاتار اس مضمون کے خطوط بھیجتا رہا کہ وہ شہر حوالے کر دیں۔ اس طرح وہ رہا ہوکر مسلمانوں سے انتقام لے سکیں گے۔ مگر انہوں نے اس مشورہ کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن جب ان پر محاصرہ بہت سخت ہوگیا تو انہوں نے اپنی شرائط کے مطابق سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ اپنے اہل و عیال اور مال و دولت لے کر بیت المقدس روانہ ہوگئے اور سلطان کی فوجوں نے رملہ' داروم' غزہ' مدن الخلیل' بیت لحم اور نظرون کے مقامات فتح کرلیے اور اس علاقہ پر قبضہ کرلیا جو فداویہ (ٹیمپلرز) کے قبضہ میں تھا۔ سلطان نے عسقلان کے محاصرہ کے دوران مصر کا بحری بیڑہ طلب کیا تھا جسے حسام الدین لنولنو الحاجب لے کر پہنچ گیا۔ اور وہ اسکے ذریعے عسقلان کی بندرگاہ اور القدس پر حملے کرنے لگا۔ جب سلطان صلاح الدین عسقلان اور اس کے متصل مقامات کی فتح سے فارغ ہوا تو اس نے بیت المقدس کی طرف رخ کیا۔ رجب 583 ہجری میں بیت المقدس کی لڑائی شروع ہوئی۔ چند دن کے بعد فرنگیوں نے صلاح الدین سے پناہ طلب کی مگر اس نے جواب دیا کہ بیت المقدس کو اسی طرح بزور شمشیر فتح کرے گا۔ جس طرح فرنگیوں نے 471 ہجری میں اسے فتح کیا تھا۔ اس کے بعد فرنگی حاکم رملہ شہر کر دروازے سے نکل کر سلطان کے پاس پہنچا اور اس سے پناہ حاصل کرنے کے بارے میں بالمشافہ گفتگو کی سلطان نے ان شرائط پر صلح کرلی۔

1- ہر مرد کو دس دینار اور ہر عورت کو پانچ دینار ادا کرنا ہوگا۔ ہر بچے پر خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی دو دینار مقرر ہیں۔

Marfat.com

2- یہ ادائیگی زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک ہوگی جو کوئی یہ رقم ادا کرنے میں تاخیر کرے گا وہ قیدی بن جائے گا۔

چنانچہ ان شرائط کے مطابق (حاکم رملہ) اس نے اپنے ہم مذہب غریبوں کی طرف سے تین ہزار دینار ادا کیے۔ لین پول بتاتا ہے کہ سلطان صلاح الدین کی خواہش تھی کہ بیت المقدس کو محاصرہ کی صعوبتوں سے دور رکھا جائے لہٰذا اس نے بیت المقدس پر حملہ سے پہلے اہل شہر سے کہا تھا کہ ''میرے اعتقاد کے مطابق یروشلم خانہ خدا ہے اور تم بھی ایسا ہی مانتے ہو میں اپنی مرضی سے نہ اس کا محاصرہ کروں گا اور نہ ہی اس پر حملہ کروں گا۔'' لیکن یروشلم کے وفد نے بغیر سوچے سمجھے اس تجویز کو رد کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ خدا کو منظور ہے تو ہم یہ شہر ہرگز حوالے نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس شہر میں ہمارے نجات دہندہ نے ہماری خاطر جان دی تھی اب یہ سن کر سلطان ان کی عقیدت مندی پر خوش تو ہوا لیکن قسم کھائی کہ وہ یروشلم کو بزور شمشیر، حرمت و احترام کو زک پہنچائے بغیر ------ فتح کر کے چھوڑے گا۔ لیکن جب رملہ کے حاکم نے مصالحت کی گفتگو کے دوران یہ کہا کہ سلطان آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم سپاہی اس شہر میں خدا جانے کتنے ایسے لوگوں میں پھنسے ہوئے ہیں جو آپ کے رحم و کرم کی توقع پر جنگ میں ڈھیل دے رہے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ آپ ان کیساتھ بھی وہی برتاؤ کریں گے جو دوسرے مفتوحہ شہروں کے ساتھ کیا تھا انہیں موت سے نفرت ہے اور زندگی کی خواہش ہے۔ جب ہمیں اپنی موت کا یقین ہو جائے گا تو خدا کی قسم ہم اپنی بیٹیوں اور عورتوں کو قتل کر دیں گے۔ ''دولت' سامان میں آگ لگا دیں گے اور آپ کے تاراج کرنے کے لیے نہ اشرفی چھوڑیں گے۔ نہ پھوٹی کوڑی۔ غلام بنانے کو نہ مرد چھوڑیں گے نہ عورت ان سب کو قتل کر کے ہم مسجد اقصیٰ' صخرہ مقدس اور دوسرے مقامات مقدسہ کو منہدم کردیں گے۔ ہمارے پاس پانچ ہزار مسلمان غلام ہیں۔ ان سب کو ذبح کر ڈالیں گے۔ ہر ایک جانور اور مویشی کی گردن پر چھری پھیر دیں گے پھر ہم ایک ساتھ باہر نکل آئیں گے اور اپنی جان کی بازی لگا کر آپ سے مقابلہ کریں گے۔ کوئی متنفس اپنے مدمقابل کو مارے بغیر نہیں مرے گا اور اس طرح ہم یا تو عزت کی موت حاصل کریں گے یا فتح۔'' اس شہر پر اور مشیروں کے مشورہ سے متاثر ہوکر صلاح الدین نے آخرکار اپنی قسم میں ترمیم کر دی۔ اور متذکرہ شرائط پر صلح کرلی۔ ارنول

Marfat.com

لکھتا ہے کہ صلاح الدین نے اس یادگار زمانہ تسخیر سے زیادہ کبھی اتنی فراخدلی کا ثبوت نہ دیا۔ ذمہ دار سرداروں کی قیادت میں اس کے پہرے داروں نے شہر کے گلی کوچوں میں امن برقرار رکھا اور کسی قسم کا تشدد اور کوئی توہین آمیز حرکت سرزد نہیں ہونے دی۔ حد ہے کہ نصرانیوں کے ساتھ بدسلوکی کا ایک واقعہ بھی سننے میں نہ آیا۔ سلطان نے ایک قابل اعتماد سردار باب داؤد پر تعینات کردیا۔ جو باہر جانے والے شہری سے فدیہ کی رقم وصول کرتا۔ "تاہم ابن اثیر رقم طراز ہے کہ "اس ہنگامہ میں بھی بعض لوگ مکروفریب سے باز نہ آئے۔ چند مسلمان امیروں نے جھوٹ بول کر اپنے گمشدہ ملازموں کی بازیابی کے بہانے سے چاہا کہ ان کا زر فدیہ لے کر ہضم کرلیں۔ لیکن لوگ فرنگیوں کو مسلمانوں کا لباس پہنا کر شہر کے باہر لے آئے اور جیسے ہی پہریداروں کی نظروں سے اوجھل ہوتے ان کا خون چوس لیتے۔ چالیس دن تک ایک مغموم شخص باب داؤد سے گزرتا رہا۔ (چونکہ اس کے پاس زر فدیہ نہیں تھا اس لئے وہ آزاد نہ ہو سکا) اس کے بعد سلطان صلاح الدین اپنے بھائی ملک العادل' بطریق اور رملہ کے حاکم بلیان کی سفارش پر ہزاروں غلاموں کو آزادی کی دولت بخش دی۔ ارنول کہتا ہے کہ "صلاح الدین کے آزاد کردہ غریب پناہ گزین جب طرابلس پہنچے تو وہاں کے عیسائی حکمران نے قلعہ کے دروازے بند کرا دیئے۔ تاکہ وہ اندر نہ آسکیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اس نے اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ ان پناہ گزینوں کا وہ مال لوٹ لے جس کی مسلمانوں نے بڑی ایمانداری سے پاسداری کی تھی"۔[12] ابن خلدون کے مطابق "سلطان نے روم کے شاہی خاندان کی بعض خواتین کو جوکہ قید ہوئی تھیں' رہا کردیا اور انہیں اپنے غلاموں' نوکر چاکر اور مال و دولت اور سازوسامان کے ساتھ چلے جانے کی اجازت دی۔ اسی طرح اس نے بیت المقدس کی فرنگی ملکہ کو بھی جس کی وجہ سے اس کے شوہر یعنی فرنگی بادشاہ کو گرفتار کیا گیا تھا اور وہ نابلس کے قلعہ میں مقید تھا اس کے سازوسامان کے ساتھ رہا کر دیا اور اس کی جاگیر پر کوئی خراج وصول نہیں کیا۔ اسی طرح بطرک اعظم (سب سے بڑا عیسائی پیشوا) بھی اپنے سازوسامان اور خانقاہوں کی مال و دولت کے ساتھ نکل گیا۔" غرض کہ سلطان صلاح الدین نے اس تاریخی موقع پر اتنی رحمدلی' وسیع المشربی' فیاضی' عدل گستری اور معاہدے کی پابندی کا مظاہرہ کیا کہ مشرق و مغرب کے بہت سے مئورخین کی کتابیں اس کی تعریف سے بھری پڑی ہیں۔

Marfat.com

یروشلم، عسقلان فتح ہوگئے تو صلاح الدین نے صور پر حملہ کیا لیکن وہاں اسے کامیابی نہ ہوئی اور بحری اور بری لڑائی میں اس کی فوجوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ فرنگیوں نے اپنی اس فتح سے ساحل فلسطین پر اپنا کھویا ہوا اقتدار اور وقار ایک بار پھر دوبارہ حاصل کرلیا۔ اگر یہ شہر مزاحمت نہ کرتا تو ممکن ہے کہ عکا پر تیسری صلیبی جنگ نہ ہوتی۔ لین پول نے صور میں صلاح الدین کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ لکھی ہے کہ ''سلطان کا یہ اصول تھا کہ حتی المقدور محاصرہ سے پرہیز کیا جائے اور اس کا یہ اصول غلط نہ تھا کیونکہ اس کی فوج کا زیادہ حصہ غیر منظم رضاکاروں پر مشتمل تھا۔ جو مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے تھے اور مختلف زبانیں بولتے تھے وہ جوش جہاد یا سلطان کی جانثاری سے زیادہ مال غنیمت کی امید میں جان دیتے تھے۔ اگر کوئی شہر یا قلعہ حملہ کرکے فتح کیا جاتا تو لوٹ مار کی امید اور محض نبرد آزمائی کا شوق ان میں حیرت انگیز دلیری پیدا کر دیتا لیکن ایک طویل محاصرہ سے ان کی ہمت پست پڑ جاتی اور حسد اور شکایات کا موقع پیدا ہو جاتا۔ جو ایسی مخلوط قبائلی فوج میں پیدا ہوجانا ضروری ہے۔ عصر حاضر کی حفاظتی تدابیر سے مسلمان واقف نہ تھے۔ صرف کڑی ناکہ بندی جس سے فوج بھوکوں مرنے لگے ایک تیر بہدف اور آزمودہ طریقہ ضرور تھا۔ لیکن اس صورت میں فوج کا بڑا حصہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا اور بددلی پیدا ہو جاتی۔ ممکن ہے کہ سخت سردیوں میں اور بغیر جنگی بیڑے کے یہ تدبیر بھی بندرگاہ کی تسخیر میں بیکار ثابت ہوتی کیونکہ اسے سمندر کے راستے مدد پہنچ سکتی تھی۔ ان حالات میں صلاح الدین کا طویل محاصروں سے گریز کرنا خلاف توقع نہیں ہو سکتا۔ صلاح الدین کا دوسرا اصول یہ تھا کہ وہ کسی قلعہ کا محاصرہ کرنے کی بجائے اپنی خداداد رحمدلی کی بنا پر یہ زیادہ پسند کرتا تھا کہ قلعہ والے اطاعت قبول کرلیں۔ اور مغلوب فوج قلعہ خالی کردے۔ حالانکہ اکثر و بیشتر مواقع پر حملہ کرکے قلعہ فتح کرنے کے روشن امکانات موجود ہوتے تھے اسے کبھی یہ احساس نہ ہوا کہ اس طرح آزاد کردہ دشمن سپاہ پھر پلٹ کر دشمن کی فوج میں شامل ہو جاتی تھی۔ صور میں بھی صورتحال یہی تھی۔ یعنی اس قسم کی شکست خوردہ فوج بھری پڑی تھی۔ لہٰذا صلاح الدین خود دشمن کے مضبوط دفاع کا ذمہ دار تھا۔[13]'' ابن خلدون لکھتا ہے کہ ''سلطان نے صور کا سخت محاصرہ کیا مگر وہ فتح نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہاں عکا، عسقلان اور بیت المقدس سے فرنگی پناہ گزین جمع ہوگئے تھے اور وہ وہاں کے حاکم کی اپنی مال و دولت اور دیگر

Marfat.com

سازوسامان سے مدد کر رہے تھے۔ انہوں نے سمندر پار کرکے فرنگیوں سے بھی مدد طلب کی تھی۔ جب سلطان نے یہ محسوس کیا کہ یہ شہر ناقابل فتح ہے تو اس نے ماہ شوال کے آخر میں عکا کی طرف کوچ کیا۔ صور سے صلاح الدین کی اس سنگین پسپائی کی اثرات فوری طور پر نمایاں نہ ہوئے۔ ارض مقدس کی بازیابی کے لیے یورپ کی فوجیں جمع کرنے میں دیر لگی اور اس اثناء میں سلطانؒ صور کا خطرہ نظرانداز کرکے شمال کی جانب فتوحات میں مشغول ہوگیا۔ اب تک وہ بیت المقدس کی اطاعت سے مطمئن تھا لیکن اب اس نے طرابلس اور انطاکیہ کے علاقوں کو بھی اپنی فتوحات کے دائرے میں شامل کرلیا۔ طرابلس کا حکمران **ریمنڈ** تھا جو معرکہ حطین سے بھاگ کر یہاں پہنچ گیا تھا۔ جنگ حطین سے پہلے اس نے کئی سال تک سلطان صلاح الدین سے دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ اس نے بیت المقدس کے عیسائی پناہ گزینوں پر اپنے قلعہ کے دروازے بند کر دیئے کہ مبادا وہ لوگ جمع ذخیرہ کھاپی کر ختم کردیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کے پاس زر نقد تھا وہ بھی چھین لیا تھا"۔ مختصر یہ کہ اس کے سیاسی مفادات مسیحی اخوت و اتحاد سے ماورا تھے۔

"سلطان نے موسم سرما عکا میں گزارا۔ جب موسم سرما ختم ہوگیا تو وہ عکا سے ماہ محرم 584 ہجری میں قلعہ کوکب کی طرف روانہ ہوا (یہ طبریہ کے جنوب میں ہاسپٹلرز کا قلعہ تھا اور اسے آسانی سے فتح کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا)۔ یہاں سے سلطان دمشق گیا اور وہاں سے تقریباً" دو ماہ بعد شمال کی جانب روانہ ہوااور معین حصن الاکراد کے نزدیک اپنے لشکر کے خیمے گاڑ دیئے۔ وہ خود انطاکیہ کے قریب قلعوں کی طرف روانہ ہوگیا اور طرابلس تک ان علاقوں پر حملہ کرتا رہا۔ وہ اپنی اس پیش قدمی سے بہت مطمئن ہوا جب وہ اپنے مرکزی محاذ سے واپس آیا تو وہاں کی زمین مال غنیمت سے بھری پڑی تھی۔ وہ کچھ عرصہ حصن الاکراد میں مقیم رہا جہاں اس کے پاس حاکم جبلہ منصور بن نبیل وفد لے کر آیا۔ منصور بن نبیل فرنگی حاکم انطاکیہ کی طرف سے جبلہ کا اس وقت حاکم مقرر ہوا تھا جبکہ فرنگیوں نے اسے فتح کیا تھا۔ وہ وہاں کے تمام مسلمانوں کا حاکم تھا اور فرنگی حاکم سمند کی طرف سے اس کے انتظامی امور انجام دیتا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین کو عروج حاصل ہوا اور اس کی وجہ سے اسلام کا بول بالا ہوا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ وہ اسے وہاں کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کرے اور جبلہ اور لاذقیہ میں رخنہ اندازی کے فوجی راز بتائے۔ اس نے سلطان کو زوردار

Marfat.com

طریقے سے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دونوں مقامات کو فتح کرلے۔[14]" مسلمانوں کی تاریخ بھی مسلمان سلاطین اور امراء کی طرف سے اس قسم کی موقع پرستی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ وسطی ایشیا اور خراسان کے کئی مسلم سلاطین اور امرا نے پہلے سلطان علاؤالدین محمد اور پھر سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کے خلاف چنگیز خاں کا ساتھ دیا تھا۔ چنانچہ چنگیز خاں نے اپنے علاقوں پر بطور حاکم انہیں برقرار رکھا تھا۔ اسپین میں بھی کئی مسلم والیان ریاست سلیون اور قشتامیہ کے عیسائی بادشاہوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرکے امویوں' مرابطیوں اور موحدین کے خلاف لڑتے رہے تھے۔ تاہم "سلطان صلاح الدین نے منصور کے مشورے پر عمل کیا اور جمادی الاول میں طرسوس پہنچا۔ وہاں کے فرنگیوں نے شہر خالی کرکے وہاں کے دو مستحکم قلعوں میں پناہ لے رکھی تھی۔ سلطان نے شہر کو ویران و برباد کردیا۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک قلعہ عیسائیوں کے فرقہ فداویہ (ٹمپلرز) کا تھا۔ وہاں ان کا وہ افسر موجود تھا جسے سلطان صلاح الدین نے جنگ میں گرفتار کرلیا تھا اور بعد میں بیت المقدس کی فتح کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔ اس قلعہ والوں نے مقابلہ کیا اور سلطان راستہ کی دشواری کے باعث اسے فتح نہ کرسکا۔ البتہ اس نے فرقہ اسبتاریہ (ہاسپٹلرز) کے لوگوں کو پناہ دے کر اس پر قبضہ کرلیا اور پھر اس قلعہ کو تباہ کرکے اس کے پتھر سمندر میں پھنکوا دیئے۔[15]" فداویہ کا قلعہ فتح ہونے سے ایک بار اور ثابت ہوا کہ سلطان صلاح الدین نے اپنی خداداد رحمدلی کے باعث دشمن کے قیدی فوجیوں کو زر فدیہ لے کر یا یونہی رہا کردینے کی پالیسی جو اختیار کررکھی تھی وہ اس کی جنگی مصلحتوں کے منافی تھی۔ قبل ازیں صور میں بھی اسے اسی وجہ سے ہزیمت اٹھانا پڑی تھی۔ تاہم سلطان فداویہ کے اس قلعہ کے پاس ایک تنگ درے میں سے گزر کر جبلہ پہنچا اور اسے فتح کرلیا۔ پھر اس نے لاذقیہ کو فتح کیا۔ مسلمانوں نے شہر کو ویران کر دیا۔ اس کی عمارتیں نہایت شاندار اور مستحکم تھیں۔ سلطان نے یہ شہر اپنے بھتیجے تقی الدین کے حوالے کر دیا۔ اس نے اس شہر کو پہلے جیسی بہتر حالت میں لوٹا دیا اس نے نہایت عمدہ تعمیر اور قلعہ بندی کی۔

"لاذقیہ کے محاصرہ کے دوران ولیم آف سسلی (صقلیہ) سب سے پہلے فرنگیوں کی مدد کے لیے سواحل شام پر پہنچا اور طرابلس میں لنگرانداز ہوا۔ اس نے پانچ سو نائٹس اور پچاس جہازوں کا ایک بیڑہ فوراً" اپنے بہادر امیرالبحر مارگا تھیس کی سرکردگی میں روانہ کر دیا۔

Marfat.com

اس کے کارناموں کی وجہ سے اسے شاہ بحر کا لقب دیا گیا تھا۔ صقلیہ (سسلی) کی باشندے بھی صلیبیوں کے لیے کمک لے کر آ پہنچے۔ کونریڈ بھی اپنے ہمسایہ کی مدد کو آپہنچا۔ کونریڈ کو ساتھ مشہور گینزنائٹ بھی آیا۔ جس کی بہادری کی وجہ سے سلطان اس کی طرف پھر متوجہ ہوا۔ سلطان نے اسے اپنے خیمہ میں مدعو کیا وہ آیا تو اس کی بہت کچھ خاطر مدارت کی گئی۔ سلطان نے اسے گھوڑے اور جواہرات عطا کیے۔ اور بشرط ملازمت جاگیر دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن گینزنائٹ نے ہر چیز لینے سے انکار کردیا۔ اس نے کھل کر کہہ دیا کہ وہ ارض مقدس میں مسلمانوں کو زک پہنچانے اور شکست دینے آیا تھا نہ کہ عہد مودت پڑھنے۔ موقع ملنے پر وہ اپنے مقصد سے باز نہ رہے گا۔ ارنول کہتا ہے کہ گینزنائٹ اس وقت سلطان صلاح الدین کے پاس آیا تھا جبکہ صلاح الدین نے طرابلس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ لیکن شہر کا دفاع مستحکم ہونے کے باعث وہ اسے فتح نہیں کرسکا تھا"[16]۔ لیکن ابن خلدون کا بیان ہے کہ یہ واقعہ لاذقیہ میں ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ "لاذقیہ کی بندرگاہ میں فرنگی حاکم صقلیہ کا بحری بیڑہ لنگرانداز تھا۔ یہ لوگ اہل شہر کے ہتھیار ڈالنے پر سخت ناراض ہوئے اور انہیں وہاں سے نکلنے سے روکنے لگے۔ ان کا بحری افسر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ اس نے ان پر جزیہ مقرر کرنے پر اعتراض کیا اور اپنی گفتگو کے دوران اس نے اس بات کی دھمکی دی کہ سمندر پار سے فرنگیوں کے لیے فوجی کمک آنے والی ہے۔ سلطان نے جواب میں فرنگیوں کا تذکرہ حقارت سے کیا اور اسے دھمکایا۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان نے پہاڑی قلعہ کا صیہون کی طرف کوچ کیا اور جمادی الاخر میں اسے فتح کرلیا۔۔۔ اس کے بعد سلطان نے قلعہ بکاس اور قلعہ شغر فتح کیے۔ قلعہ شغر والوں نے فرنگی حاکم انطاکیہ سے مدد طلب کی تھی مگر وہ مدد نہ کرسکا اور یہ قلعہ بآسانی فتح ہوگیا۔ جمادی الاخر کے آخری ہفتے میں قلعہ سرمین فتح ہوااور اس طرح ایک مہینے کے اندر وہ سب قلعے فتح ہوگئے جو انطاکیہ کی عملداری میں تھے۔ قلعہ شغر کے بعد قلعہ برزیہ فتح ہوا۔ یہ قلعہ بہت اونچے مقام پر واقع تھا اور اس کی طرف جانے والا راستہ بہت دشوار تھا۔ تاہم سلطان نے کئی دن کی بڑی گھمسان کی لڑائی کے بعد اسے بھی سر کرلیا کہتے ہیں کہ یہاں سلطان نے فرنگی قیدیوں کو جمع کیا اور جب وہ انطاکیہ کے قریب پہنچا تو اس نے انہیں وہاں بھیج دیا۔ کیونکہ حاکم انطاکیہ کی بیوی سلطان کو خبریں پہنچاتی تھیں اور اس کے پاس تحائف بھیجتی

Marfat.com

تھی۔ لہٰذا سلطان نے اس کے ساتھ یہ رعایت کی۔"[17]

لین پول لکھتا ہے کہ "سلطان کے حکم سے اس قلعہ کے گورنر اور اس کے عزیزواقارب جو انطاکیہ کے شہزادے کے رشتہ دار تھے۔ آزاد کردیئے گئے اور انہیں ان کے دوستوں کے پاس پہنچا دیا گیا۔ ان ہی میں وہ نوبیاہتا جوڑا بھی تھا جس کو مسلمانوں نے ایک دوسرے سے جدا کر دیا تھا۔ صلاح الدین کو ان پر رحم آگیا۔ اس نے انہیں تلاش کروایااور کسی محفوظ مقام پر پہنچوا دیا۔ یوہمانڈ (سمند) نے سلطان کے ان احسانات کو ہمیشہ یاد رکھا۔ قلعہ برزیہ پر قبضہ کے بعد سلطان نے دربساک کا قلعہ فتح کیا۔ جو عیسائیوں کے فرقہ فداویہ کا نہایت مضبوط مرکز تھا۔ اہل قلعہ نے سخت محاصرہ کے دوران ہتھیار ڈال دیئے تو سلطان نے ان کی جان بخشی کردی اور وہ نکل کر انطاکیہ چلے گئے۔ یہ واقعہ ماہ رجب 584 ہجری کا ہے۔ اس کے بعد سلطان کے ایک سپہ سالار عمادالدین والی سنجار نے انطاکیہ شہر کے قریب قلعہ بغراس کو پرامن طریقہ سے فتح کیا اور اس قلعہ میں رہنے والوں کو بھی انطاکیہ جانے کی اجازت دے دی۔ جب قلعہ بغراس سلطان صلاح الدین کے زیرنگین آگیا تو حاکم انطاکیہ سمند (یوہمانڈ) نے صلح کا پیغام بھیجا۔ سلطان نے اس کی یہ درخواست مان لی اور اس سے آٹھ مہینے کے لیے صلح کرلی۔ حاکم انطاکیہ نے جواباً" ان مسلمانوں کو رہا کردیا تھا۔ جو انطاکیہ میں مقید تھے۔ لین پول کے بیان کے مطابق "سلطان اس صلح پر اس لیے راضی ہوا تھا کہ اس کی فوج پے در پے فتوحات سے تھک چکی تھی۔ اور مال غنیمت سے اس کا دل سیر ہو چکا تھا۔ انہیں سفر میں تین مہینے گزر چکے تھے۔ لیکن اب تک کسی سخت جنگ کا موقع نہیں آیا تھا۔ افسر مال غنیمت لے کر اپنے اپنے گھر جانا چاہتے تھے اور سپاہی چاہتے تھے کہ انکو رخصت مل جائے۔ چنانچہ یکم اکتوبر 1188ء کو آٹھ ماہ کے لیے عارضی صلح ہوگئی اور انطاکیہ کے حکمران نے سب مسلمان قیدی رہا کر دیئے۔"[18]

سلطان انطاکیہ سے شعبان 584 ہجری میں حلب پہنچا۔ اور اطراف و انواح کے بادشاہ بھی جزیرہ اور اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے۔ لین پول لکھتا ہے کہ "الجزیرہ کی فوج واپسی کے لیے بے قرار ہو رہی تھی۔ لہٰذا حلب پہنچ کر اسے رخصت دے دی گئی۔ اور سلطان وہاں سے ماہ رمضان میں دمشق آگیا۔ دمشق میں اسے مشورہ دیا گیا کہ فوج کو منتشر کردیا جائے مگر اس نے یہ مشورہ نہیں مانا اور کہا کہ جب تک فرنگیوں کے قلعے کوکب' صفد اور

Marfat.com

الکرک اسلامی شہروں کے درمیان موجود ہیں اس وقت تک انہیں جلد فتح کرنے کی ضرورت ہے۔ سلطان نے الکرک کی طرف اپنے بھائی العادل کی زیرقیادت فوجیں روانہ کیں۔ اہل الکرک نے پناہ طلب کی۔ چنانچہ انہیں پناہ دے دی گئی۔ اور انہوں نے قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا"۔ لین پول مزید بتاتا ہے کہ الکرک نے العادل کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ دشمن کی فوج اس قدر تباہ حال تھی کہ اس نے اپنے اہل و عیال کو شہر سے باہر کر دیا اور گھوڑے تک کاٹ کاٹ کر کھائے۔ اس کے بعد وہ اپنی امانت سے دستبردار ہوئی حالانکہ نصرانی رعایا نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور کوئی امیر اس کی قیادت کرنے والا نہ تھا۔ صلاح الدین نے شہر سے نکالی ہوئی عورتوں اور بچوں کو ڈھونڈ نکالا اور خود ان کا زر فدیہ ادا کرکے انہیں ان کے رشتہ داروں کے حوالے کردیا اور حکم دیا کہ ان سب کو نصرانی علاقہ میں پہنچا دیا جائے۔" قلعہ الکرک کی تسخیر کے بعد اس کے گردونواح کے قلعے بھی فتح کرلیے گئے۔ ان میں سب سے بڑا قلعہ شوبک تھا۔ اس کے بعد اس علاقہ میں امن و امان ہوگیا۔ اور مصر سے بیت المقدس تک لگاتار تمام علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ اسی مہینے میں سلطان نے خود قلعہ صفد کا محاصرہ کیا اور اسے پرامن طریقے سے فتح کرلیا۔ یہاں کے فرنگی شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔ پھر ماہ ذیقعد کی پندرہویں تاریخ کو قلعہ کوکب بھی فتح کرلیا گیا۔ یہاں کے جو فرنگی تھے وہ بھی شہر صور کی طرف بھاگ گئے۔"اس طرح 1188ء میں سلطان کو تین زبردست فتوحات ہوئیں۔ کوکب' صفد اور الکرک۔ مصر اور عرب کے راستوں پر اور دریائے اردن کی وادی میں امن کے خواستگار سوداگروں اور حاجیوں کو اب کوئی تنگ نہیں کرسکتا تھا لیکن حالات نے جلد ثابت کردیا کہ یہ فتوحات اس نقصان کا بدل نہ ہو سکیں جو صور میں نصرانیوں کو آزادی کے ساتھ جمع ہو جانے کا موقع مل جانے سے صلاح الدین کی سلطنت کو زک پہنچا تھا"[19]۔ ابن خلدون کے بقول صور پہنچ کر فرنگیوں کے افسر نے مشورہ کرکے سمندر پار اپنے فرنگی بھائیوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے۔ جنہوں نے امداد کے لیے زبردست فریاد کی۔ لہٰذا فرنگیوں نے انہیں لگاتار صلیبی رضاکاروں کی بڑی جماعت امداد کے لیے بھیجی۔

اس دوران یورپ میں سقوط یروشلم کی خبر سے کہرام مچا ہوا تھا۔ مغربی عیسائیوں نے مذہبی پیشوا' اٹلی اور دوسرے یورپی ممالک کے سوداگران اور نائٹس نے نئی صلیبی جنگ کا

Marfat.com

شور مچایا ہوا تھا۔ تاہم سلطان صلاح الدین کوکب کی تسخیر کے بعد اپنے بھائی عادل کے ہمراہ بیت المقدس گیا اور وہاں عیدالضحیٰ کے موقع پر قربانی کی اس کے بعد اس نے عسقلان کا معائنہ کیا اور پھر عکا میں قیام پذیر ہوا جبکہ "پوپ نے ایک نئی صلیبی جنگ کے لیے منادی کروا دی اور اس نے اپنے آپ کو اس جنگ میں شریک ہونے والوں کے سب گناہ دھل جانے کا ضامن قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ صلیب اٹھانے والوں میں پہلا شخص انگلستان کا رچرڈ تھا۔ جرمنی کا بادشاہ فریڈرک بربروهم اور فرانس کا بادشاہ فلپ آگسٹس بھی اس کے شانہ بشانہ تھا۔ فرانس اور انگلستان کے بادشاہوں نے اپنے اختلافات ختم کرکے صور کے اسقف اعظم سے متبرک امتیازی نشان حاصل کیے۔ بالڈون آف سنسیزاری نے صلیبی جنگ کی خوب اشاعت کی۔ ملک کے طول و عرض میں ہر شخص کی دولت پر "صلاح الدین ٹیکس" لگایا گیا۔ بریر کی خوش بیانی نے فرانسیسیوں میں جہاد کا جوش و ولولہ پیدا کردیا"[۲۰]۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "جب سلطان نے بیت المقدس فتح کرلیا تو فرنگیوں کے بہت سے عیسائی راہبوں' پادریوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں نے بیت المقدس کے چھن جانے کے ماتم میں سیاہ لباس پہن لیا تھا اور بیت المقدس کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا (پطرک) بھی وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ بھی اپنے ساتھ عیسائیوں کو لے کر سمندر پار فرنگی ممالک میں فریاد کرتا رہا کہ عیسائی مذہب کے تمام ماننے والے بیت المقدس کی شکست کا انتقام لیں۔ لہٰذا ہر شہر سے کافی تعداد میں اس صلیبی جنگ کے لیے فرنگی مرد تیار ہوگئے۔ یہاں تک کہ خواتین بھی جنگ کے لیے تیار ہوگئیں۔ ان میں سے جو جنگ نہیں کرسکتا تھا وہ اپنی جگہ اجرت دے کر کوئی شخص اپنی طرف سے بھیجتا تھا۔ یوں انہوں نے اس مذہبی جنگ کے لیے بے تحاشا دولت صرف کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مقام سے فرنگی رضاکار تیار ہوکر صور کے شہر کی طرف پہنچنے لگے۔ اور ہر وقت سپاہیوں' خوراک اور ہتھیاروں کی امداد کا سلسلہ لگاتار وہاں قائم رہا۔" ۲۱

سلطان صلاح الدین کو فرنگیوں کی اس جنگی تیاری کی اطلاع اس وقت ملی جبکہ اس نے 585 ہجری کے موسم بہار میں عکا سے روانہ ہوکر قلعہ شقیف کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ سلطان نے اس قلعہ کے حاکم ارناط والئی صیدا (رینلڈ (Reynald) آف سیڈون) سے تین ماہ کی جنگ بندی کا معاہدہ کرلیا تھا اور چوتھے مہینے میں جب ارناط (رینلڈ) (Reynald) کی فریب

Marfat.com

کاری کا پردہ چاک ہوگیا تھا تو اس نے بڑی خونریز لڑائی کے بعد اسے فتح کیا تھا۔ قلعہ شقیف کی اس فتح کے چار ماہ بعد بادشاہ کائی نے عکا پر چڑھائی کر دی۔ اس موقع پر چاروں طرف سے فرنگی جوق در جوق عکا کی بندرگاہ میں پہنچ گئے۔ اور انہوں نے شہر کامحاصرہ کرلیا۔ یہ واقعہ 15 رجب 585 ہجری کا ہے۔ سلطان صلاح الدین چاہتا تھا کہ وہ ان کے بالمقابل فوج کشی کرکے انہیں نقصان پہنچائے مگر اس کے ساتھیوں نے مخالفت کی ان کی رائے یہ تھی کہ راستہ بہت تنگ ہے اور دشوار گزار ہے۔ لین پول کا کہنا ہے کہ سلطان اپنی بیماری کی وجہ سے اپنے امرا کا یہ جراتمندانہ فیصلہ ماننے پر مجبور ہوگیا۔ اس پر قولنج کے سخت دورے پڑ رہے تھے لیکن بعض کا خیال ہے کہ شدید قسم کا شامی بخار تھا۔ اطباء بھی امرا کے ہم خیال تھے۔ لہٰذا سلطان نے فوج کشی کے لیے دوسرا راستہ اختیار کیا اور جب فرنگی فوجیں عکا کے قریب پہنچ چکی تھیں اس وقت سلطان کا لشکر وہاں پہنچا۔ فرنگیوں نے بحری راستے گھیر لیے۔ اس لیے مسلمانوں کو بحری راستہ نہیں مل سکا۔ سلطان صلاح الدین نے ان کے سامنے محاذ قائم کرلیا اور اطراف و جوانب کے مسلمانوں کو دعوت جہاد بھجوائی۔ چنانچہ موصل دیار بکر' سنجار اور جزیرہ کے تمام علاقوں سے فوجیں آئیں۔ سلطان کا بھتیجا حماۃ سے فوج لے آیا اور مظفرالدین کو کبری حران اور رہا سے فوجیں لے کر آیا۔ مسلمانوں کو خشکی کے راستے سے کمک پہنچ رہی تھی اور فرنگیوں کو بھی بحری راستے سے کمک مہیا ہورہی تھی۔

"یکم شعبان 585 ہجری یعنی 16 ستمبر 1169ء کو سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں پر حملہ کیا۔ سلطان نے سارا دن فرنگیوں سے جنگ کی اور رات کے وقت بھی مسلمان صف بندی میں رہے اور صبح ہوتے ہی انہوں نے پھر جنگ شروع کی اور صبرواستقلال کے ساتھ میدان جنگ میں آئے۔ سلطان کے بھتیجے تقی الدین نے دوپہر کے وقت میمنہ (دائیں طرف کی) فوج کے ساتھ ایسا زبردست حملہ فرنگیوں پر کیا کہ وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹ گئے اور مسلمانوں نے ان مورچوں پر قبضہ کرلیا۔ اب مسلمان شہر کے قریب پہنچ کر اس میں داخل ہوگئے۔ سلطان نے شہر میں ہر قسم کی مدافعت کے انتظامات مکمل کرلیے۔ اور وہاں ہر قسم کی فوجی امداد پہنچائیں اور فرنگیوں کے مقابلے کے لیے امیر حسام الدین ابوالہیجاء السمین کی قیادت میں لشکر بھیجا جو اربل کے کردوں میں سے ان کا سب سے بڑا افسر تھا۔ دوسرے دن جب مسلمان جنگ کے لیے آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ فرنگیوں نے اپنے چاروں طرف

Marfat.com

خندقیں کھود لی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو محصور کرلیا ہے۔ لہٰذا اس دن جنگ نہیں ہو سکی۔ 6 شعبان یعنی 19 ستمبر کو فرنگیوں نے اپنی خندقوں سے نکل کر حملہ کیا لیکن مسلمانوں نے نہیں بری طرح شکست دی۔ یہ لڑائی 15 شعبان تک جاری رہی۔ اب سلطان صلاح الدین نے مصر سے اپنا لشکر بلوایا۔ یہ خبر فرنگیوں کو بھی معلوم ہوگئی۔ لہٰذا انہوں نے اس مصری لشکر کو وہاں پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی ادھر سلطان کی فوجیں مختلف چھاؤنیوں میں منتشر تھیں۔ اس کی ایک فوجی چھاؤنی انطاکیہ کے اور اس کے حاکم سمند (بوھمانڈ) کے مقابلے کے لیے حلب کی عملداری میں تھی۔ دوسری مدافعتی فوج حمص میں تھی تاکہ وہ طرابلس کے فرنگیوں کا مقابلہ کرسکے۔ سلطان کی فوج کا تیسرا بڑا حصہ اہل صور کے مقابلے پر تھا اور ایک چھوٹی زبردست فوجی چھاؤنی دمیاط اور سکندریہ میں تھی۔ اس صورتحال میں فرنگیوں نے 20 شعبان کو صبح سویرے ایک اور حملہ کر دیا۔ ابتدا" انہیں کامیابی ہوئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے سلطان کے مخصوص خیمہ پر بھی حملہ کیا اور بعض افراد کو شہید کرکے خیمہ کو لوٹ لیا۔ لیکن مسلمانوں کے کے جوابی حملے سے فرنگیوں کو شکست فاش ہوئی۔ ایک اندازے کے مطابق ان کے دس ہزار آدمی مارے گئے۔ وہ سب کے سب دریا میں پھینک دیئے گئے۔ مسلمانوں میں سے جو سپاہی شکست کھا کر بھاگ گئے تھے۔ ان میں سے بعض طبریہ سے واپس آئے۔ بعض سپاہی دریائے اردن پار کرگئے تھے وہ پھر وہاں سے لوٹے۔ بعض دمشق پہنچ گئے تھے۔ ان مسلمانوں کی فرنگیوں کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہوگئی تھی اور مسلمان فرنگیوں کے اصلی محاذ کے اندر گھسنے والے تھے کہ اتنے میں خبر آئی کہ ان کا مال لوٹا جارہا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شکست خوردہ فوج ان کا سامان اٹھا کر لے جارہی ہے' اوباش اور شریر لوگوں نے دست اندازی کرکے ان کا سامان لوٹ لیا ہے۔ لہٰذا مسلمان فوج نے پورے ایک دن اور ایک رات تک کوشش کرکے ان مسلمانوں کے ہاتھوں سے لوٹا ہوا مال واپس لیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے مسلمان فرنگی فوجوں کی بیخ کنی نہ کرسکے اور وہ تباہی سے بچ گئے۔[۲۴]"

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "جب یہ جنگ ختم ہوگئی اور یہ زمین فرنگیوں کی لاشوں سے بھرگئی تو اس کے نتیجے میں یہاں کی آب و ہوا مضر اور بدبودار ہوگئی۔ اس سے سلطان صلاح الدین کو قولنج کا عارضہ لاحق ہوا۔ جس میں سلطان بار بار مبتلا ہوتا تھا (اس وقت

Marfat.com

سلطان کی عمر 50 برس کی تھی) ایسے موقع پر اس کے دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ تبدیلی آب و ہوا کے لیے یہاں سے کوچ کر جائے۔ اس کے بعد فرنگی فوجیں بھی چلی جائیں گی اور اگر وہ یہاں رہیں تو وہ دوبارہ آکر اس کا مقابلہ کریں گی۔ اطباء نے بھی اسے کوچ کرنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا وہ 4 رمضان المبارک 585 ہجری مطابق 16 اکتوبر 1189ء کو روانہ ہوا۔ قلعہ الجزیرہ میں جاکر مقیم ہوگیا اور فوجیوں کو چھٹی دے کر موسم بہار کا انتظار کرنے لگا۔ اس عرصہ میں فرنگیوں نے عکا کا محاصرہ سخت کردیا اور چاروں طرف سے اپنے بحری بیڑے کی مدد سے اس کا احاطہ کرلیا۔ انہوں نے اپنے محاذ جنگ پر خندق بھی کھود لی اور اپنی فوجوں کے چاروں طرف قلعہ نما مٹی کی فصیل پھر بنا لی تاکہ سلطان دوبارہ وہاں آکر حملہ نہ کرسکے۔ مسلمانوں کی مدافعتی فوج ہر وقت جنگ کے لیے مستعد رہتی تھی۔ مگر وہ جنگ نہیں کررہے تھے۔ سلطان کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ لشکر بھیج کر ان کی قلعہ بندی کو روکیں مگر سلطان کی بیماری کی وجہ سے اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ اس کے برخلاف فرنگیوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کرلی۔[24]" سلطان کی حکم عدولی کی بظاہر وجہ یہی تھی کہ فرنگیوں کی قلعہ بندی توڑنے کے کام میں مال غنیمت ملنے کی امید نہیں تھی۔ سلطان مجبور تھا۔ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے اپنے حکم کی تعمیل کروانے سے قاصر تھا۔ تاہم 15 شوال 585 ہجری کو سلطان کا بھائی ملک العادل ابوبکر بن ایوب مصر کی فوج لیکر وہاں پہنچا۔ اس کے ساتھ جنگجو سپاہیوں کا ایک جم غفیر تھا اور وہ محاصرہ کے آلات کی بہت سی قسمیں لے کر آیا تھا۔ اس کے پیچھے امیر لٹولٹو کی سرکردگی میں مصر کا بحری بیڑہ بھی تھا۔ اس نے فرنگیوں کی ایک کشتی کو بھی پکڑ لیا اور جو کچھ اس میں تھا اسے مال غنیمت کے طور پر حاصل کرلیا اور اسے لے کر عکا کی بندرگاہ میں داخل ہوگیا۔ اسی اثنا میں سلطان صلاح الدین اپنی بیماری سے تندرست ہوگیا۔ تاہم وہ موسم سرما کے اختتام تک الجزائر کے اسی مقام ہی میں مقیم رہا۔ اس نے اپنا کیمپ العبادیہ سے ہٹا کر طول العجول منتقل کر دیا۔ وہاں سے وہ ماہ صفر 586 ہجری مطابق مارچ 1190ء میں جنگ کے لیے عکا کی طرف روانہ ہوا۔ تو فرنگیوں نے عکا کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی بہت سے افراد مارے گئے۔ جب اس جنگ کی اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے دمشق، حمص اور حماۃ سے فوجوں کو اکٹھا کیا۔ اس کے بعد وہ الجزیرہ سے تل کیسان کی طرف پہنچا۔ وہاں اس نے لگاتار فرنگیوں

Marfat.com

پر حملہ کرکے انہیں عکا کے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکے رکھا۔ یوں فرنگیوں کو دو طرفہ محاذ پر لڑنا پڑا۔ اس کے بعد سلطان نے اطراف و نواحی کے بادشاہوں کو دعوت جہاد دی جس کے جواب میں لین پول کے بیان کے مطابق اسے حلب، حران، سنجار، الجزیرہ، موصل اور اربل سے امداد پہنچی۔ سلطان نے یہ امداد ایشیائے کوچک سے اس اطلاع کی بنا پر مانگی تھی کہ فریڈرک بربروہم (بادشاہ جرمن) ایک لشکر جرار لے کر پیش قدمی کررہا ہے۔ سید امیر علی لکھتا ہے کہ "فریڈرک بربروہم کی پیش قدمی کی خبر پاکر سلطان صلاح الدین نے اپنے اتحادیوں سے امداد کے لیے بعجلت اپنے پیغام بھیجے۔ یہاں تک کہ اس نے سلطان مراکش یعقوب المنصور کے پاس بھی اپنا سفیر بھیجا لیکن اس نے حمایت میں سرد مہری دکھائی۔ تاہم بادشاہ جرمنی اپنی منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا اور راستہ میں ہی ایک دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس پر اس کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ اس کے بہت سے لشکری واپس جرمنی چلے گئے جبکہ تھوڑے سے لشکری اس کے بیٹے ڈیوک آف سوابیہ کی زیر قیادت پہلے انطاکیہ میں اور پھر فلسطین پہنچ گئے۔ آخرکار وہ بھی ایک کشتی میں واپس ہوئے لیکن راستے میں ان کی کشتی تباہ ہوگئی اور بہت سے غرق ہوگئے۔"[۲۳]

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "فرنگیوں کی المانی (جرمن) قوم کی بہت بڑی تعداد تھی۔ یہ لوگ جنگ اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ عیسائی حکومتوں نے اس کے لیے راستہ کھول دیا تھا۔ جب وہ قسطنطنیہ پہنچا تو شاہ روم نے اسے روکنا چاہا مگر وہ ان کا راستہ نہیں روک سکا۔ تاہم اس نے سلطان صلاح الدین کو اس کی اطلاع دی اور ان کو خوراک و غلہ فراہم کرنا بند کردیا تھا۔ جس سے ان کی خورونوش میں تنگی ہوئی۔ جب انہوں نے خلیج قسطنطنیہ کو پار کیا تو وہ قلیج ارسلان کی سلطنت (ایشیائے کوچک) میں سے گزرے۔ یہاں ترکمان قوم نے ان کا تعاقب کیا۔ وہ انہیں محاصرہ میں لے کر ان کا کام تمام کر دیتے تھے اس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ اس زمانے میں موسم سرما تھا اور یہ علاقہ ٹھنڈا تھا اس لیے ان میں سے اکثر فرنگی (رضاکار) سردی اور بھوک سے ہلاک ہوگئے۔ یہ لوگ قونیہ میں سے بھی گزرے۔ یہاں کا بادشاہ قطب الدین ملک شاہ بن قلیج ارسلان تھا۔ اس پر اس کی اولاد مسلط تھی۔ جو مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ تاہم یہ بادشاہ انہیں روکنے کے لیے نکلا مگر کامیاب نہیں ہو سکا اس لیے وہ لوٹ گیا۔ یہ فرنگی بھی اسکے پیچھے پیچھے قونیہ تک پہنچ گئے اور انہوں

Marfat.com

نے بادشاہ کو تحفہ بھیجا تاکہ وہ انہیں غلہ خریدنے کی اجازت دے دے۔ چنانچہ اس نے اس بات کی اجازت دے دی۔ انہوں نے اپنے بیس امراء یرغمال کے طور پر رکھوا دیئے۔ مگر بہت سے چوروں سے حملہ کرکے ان امراء کو مقید کرلیا۔ پھر وہ آرمینیہ کے علاقے میں پہنچے جہاں کا حاکم کاقولی بن خطفائی ابن الیون تھا۔ (ابن اثیر نے اس کا نام لاقون بن اصطفانہ بن لیون لکھا ہے) اس نے (ان المانی فرنگیوں کو) خوراک اور چارہ دونوں فراہم کیے بلکہ ان سے اظہار اطاعت کیا۔ وہ انطاکیہ تک ان کے ساتھ گیا۔ ایک مقام پر ان المانی فرنگیوں کا بادشاہ دریا میں غسل کرنے کے لیے گھسا تو وہ ڈوب گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند بادشاہ بنا مگر جب وہ انطاکیہ پہنچے تو ان میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ کچھ لوگ اس کے بھائی کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ اور کچھ لوگ واپس جانا چاہتے تھے۔ لہٰذا یہ دونوں جماعتیں واپس چلی گئیں۔ بادشاہ کے فرزند کی حامی جماعت اس کے ساتھ روانہ ہوئی ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ مگر راستے میں ان میں سے بھی کافی تعداد مرگئی۔ تاہم حاکم انطاکیہ نے ان کے لیے عکا کے فرنگیوں کے پاس پہنچنے کا اچھا انتظام کردیا تھا۔ وہ جبلہ اور لاذقیہ کے راستے سے گئے۔ وہ حلب کے راستے سے بھی گزرے مگر اہل حلب نے ان کے کئی امرا کو پکڑ لیا تھا۔ طرابلس پہنچنے تک ان کے مزید افراد مرگئے تھے۔ اب ان میں سے صرف ایک ہزار مرد باقی رہ گئے تھے۔ چنانچہ وہ بحری راستے سے اپنے ملک روانہ ہوئے مگر ان کی کشتیاں ڈوب گئیں اور ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ بادشاہ قلیج ارسلان سلطان کو ان کی خبریں لکھ کر بھیجتا تھا۔ اس نے سلطان سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ انہیں آگے بڑھنے سے روکے گا۔ مگر جب وہ وہاں سے گزر گئے تو اس نے اپنی معذوری ظاہر کی کہ اس کی اولاد میں نااتفاقی ہے بعد میں وہ اس پر غالب آگئے ہیں۔ جب ان المانی فرنگی فوجوں کی اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے اس بات میں مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ وہ راستے میں انہیں روک کر ان کے ساتھ جنگ کرے۔ کچھ نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اسی مقام پر برقرار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ فرنگی عکا کو فتح کرلیں۔ سلطان نے اس دوسری رائے کو پسند کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ جبلہ' لاذقیہ' شیزر اور حلب کی طرف کچھ فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ ان مقامات کے باشندوں کو ان کے حملوں سے محفوظ رکھیں۔[۲۵]"

جرمن صلیبیوں کی اس ناکام مہم کے بیان سے دو باتیں بالکل واضح ہیں - اول یہ کہ

Marfat.com

اس نام نہاد صلیبی مہم کے دوران عیسائیوں میں کوئی مذہبی اتحاد نہیں تھا۔ شاہ قسطنطنیہ کی ہمدردیاں سلطان صلاح الدین کے ساتھ تھیں اور اس بنا پر اس نے ان صلیبیوں کو خوراک اور غلہ مہیا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دوئم یہ ہے کہ ان صلیبیوں کے خلاف مسلمانوں میں بھی کوئی اسلامی اتحاد نہیں تھا۔ قونیہ کے بادشاہ قطب الدین ملک شاہ نے نہ صرف ان صلیبیوں کو اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت دی تھی بلکہ انہیں غلہ خریدنے کی بھی اجازت دے دی تھی۔ لین پول کا بیان ہے کہ جرمن صلیبیوں کی پیش قدمی کے بارے میں سلطان صلاح الدین کو اطلاع آرمینیہ کے کیتھولک باشندوں نے جو شاہ قسطنطنیہ کی طرح سلطان کے حامی تھے' دی تھی۔

20 جمادی الثانی 586 ہجری کو فرنگی اپنی خندقوں سے باہر نکلے اور انہوں نے سلطان صلاح الدین کی فوج پر زبردست حملہ کیا۔ فریقین میں بہت گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ بالاخر فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ ابن خلدون کے اندازے کے مطابق بیس ہزار سے زائد فرنگی قتل ہوئے۔ دو دن کے بعد ہنری آف شیمپین' دس ہزار فوج' متعدد نائٹس' امیروں اور جنگجو دستوں کو لے کر ساحل سمندر پر اترا۔ یہ ہنری شاہ انگلستان کا بھائی اور شاہ فرانس کا بھتیجا تھا۔ اس نے فرنگیوں کے درمیان بہت دولت تقسیم کی اور انہیں کئی ڈویژنوں میں تقسیم کیا۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا کہ مزید امداد آئے گی لہٰذا فرنگیوں نے دوبارہ مسلمانوں کے خلاف سخت حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر سلطان صلاح الدین 27 جمادی الثانی کو جگہ کی تنگی کی وجہ سے موجود مقام سے سخت زمین (الخرونہ) کی طرف منتقل ہوگیا۔ وہ مقام لاشوں کی بدبو کی وجہ سے بہت بدبودار ہوگیا تھا۔ سلطان کی اس منتقلی سے ہنری نے عکا کے محاصرہ میں سختی کر دی اور سمندر کی جانب سے ناکہ بندی کر دی لیکن اہل عکا نے بڑی بہادری سے مزاحمت کی۔ ان کے پاس خوراک کی کمی ہوگئی تو سلطان نے اسکندریہ اور بیروت سے انہیں خوراک پہنچائی۔ اس صورتحال میں فرنگیوں نے بذریعہ خط رومتہ الکبریٰ کے پاپائے اعظم سے امداد طلب کی۔ چنانچہ پاپائے اعظم کی تحریک پر انہیں ہر جانب سے امداد موصول ہوئی۔ جب مطلوبہ کمک پہنچ گئی تو ہنری نے سلطان صلاح الدین پر پھر حملہ کر دیا۔ 23 شوال 586 ہجری کو لڑائی ہوئی جس میں فرنگیوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس لڑائی کے بعد فرنگیوں میں غلہ کی گرانی بڑھ گئی۔ چنانچہ غلہ کی ایک بوری صور کے سکہ کے مطابق

Marfat.com

ایک سو دینار کی فروخت ہونے لگی۔ حالانکہ ان کو مختلف شہروں سے غلہ فراہم کیا جاتا تھا۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق "بیروت کے حاکم اسامہ کے ذریعے اور صیدا سے اس کے نائب سیف الدین علی بن احمد المشطوب کے ذریعے نیز عسقلان وغیرہ سے بھی یہ فراہم کیا جاتا تھا۔ پھر سمندر کے طوفان کے موقع پر جبکہ موسم سرما میں جہازوں کی آمدورفت بند ہوگئی تھی۔ تو ان کی حالت مزید نازک ہوگئی۔ اس کے بعد جب موسم سرما آگیا تو فرنگیوں نے اپنے جہاز صور میں لنگر انداز کر دیئے۔ جیساکہ وہ موسم سرما میں کیا کرتے تھے۔[۲۶]" نصرانیوں میں قحط کی یہ صورتحال مارچ 1191ء تک جاری رہی۔

اس اثناء میں صلاح الدین نے اپنی فوج کے زیادہ حصہ کو رخصت دے کر گھر بھیج دیا تھا اور اس کا صرف ذاتی حفاظتی دستہ باقی رہ گیا تھا۔ جزیرہ کے شہزادے اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے۔ اور موسم سرما میں صلاح الدین عکا کے لیے سامان خوردونوش جمع کرنے میں مشغول رہا۔ اس نے عکا کے شہر میں فوجوں کا بھی تبادلہ کیا اور امیر حسام الدین ابوالہیجا سمین کی بجائے سعدالدین علی بن احمد المشطوب کو شہر کی کمان سپرد کی۔ یہ نئی فوج 587 ہجری کے اوائل میں عکا پہنچی۔ موسم بہار آیا تو فرنگیوں نے ایک زبردست بحری لشکر سے عکا کی سمندری ناکہ بندی کر دی جس کی وجہ سے سلطان کا اہل عکا سے رابطہ پھر ٹوٹ گیا۔ اسی زمانے میں سمندر پار سے اس فرنگی حکومت کو جو عکا کا محاصرہ کررہی تھی پے در پے امداد موصول ہونے لگی۔ ان کے پاس سب سے پہلے فرانس کا شہنشاہ (فلپ آگسٹس) پہنچا) جو اس زمانے میں بہت مشہور اور طاقتور تھا۔ وہ 12 ربیع الاول 587 ہجری مطابق 19 اپریل 1191ء کو چھ بڑے جہازوں کے ساتھ پہنچا جن میں سپاہی اور ہتھیار بھرے ہوئے تھے۔ اس کے آنے سے عکا کے فرنگیوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی اور (یہاں آکر) اس نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی قیادت سنبھال لی۔ انگلستان کا بادشاہ رچرڈز بھی فلپ شاہ فرانس کے ساتھ عکا کے لیے روانہ ہوا تھا لیکن وہ فلپ کیساتھ عکا نہیں پہنچا تھا کیونکہ راستے میں سقلیہ (سسلی) مسخر کرنے' قبرص کو فتح کرنے اور بدنگاریہ سے شادی رچانے میں اسے کافی دیر لگ گئی تھی۔ تاہم فرنگیوں نے شاہ فرانس کی زیر قیادت شہر پر حملے جاری رکھے۔ انہوں نے 4 جمادی الاول کو فصیلوں پر قلعہ شکن آلات نصب کردیئے۔ 13 جمادی الاول کو انگلستان کا بادشاہ رچرڈز لشکریوں اور اسلحہ کے بیس جہاز لے کر عکا پہنچ گیا۔ جب

Marfat.com

وہ بندرگاہ پر پہنچا تو شاہ فرانس نے اس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ وہ سب بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کررہے تھے۔ وہ 8 جون 1191ء کو عکا پہنچا۔ اس کی آمد پر عیسائی پھولے نہیں سماتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے۔ اترنا اور بوق پھونکتے ہوئے اور نعرے لگاتے ہوئے اسے ساحل سمندر پر لائے۔ ابن خلدون رچرڈز کے سمندری جہازوں کی تعداد پچیس بتاتا ہے۔ سعد لکھتا ہے کہ یہ تمام جہاز فوجیوں اور مال و دولت سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ وہاں 15 رجب کو پہنچا۔ (یہ تاریخ غلط ہے وہ 13 جمادی الاول کو ہی عکا پہنچا تھا) راستے میں اسے (مسلمانوں کا) ایک جہاز ملا جو بیروت سے بھیجا گیا تھا اور اس میں سات سو جنگ جو سپاہی تھے۔ اس نے ان سے جنگ کی۔ جب اس جہاز کے مسلمان کامیابی سے مایوس ہوگئے تو ان کے امیر البحر یعقوب الحلی نے جہاز میں آگ لگا دی۔ تاکہ فرنگی مسلمانوں اور ان کے ذخیرہ پر قبضہ نہ کرلیں۔ چنانچہ وہ جہاز ڈوب گیا۔ ادھر عکا کے قریب فرنگیوں نے قلعہ شکن آلات تیار کیے اوران کے ذریعے شہر پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے بعض آلات جلا دیئے اور بعض پر قبضہ کرلیا۔ لہٰذا فرنگی مجبور ہوئے کہ وہ پیچھے ہٹ کرمٹی کے ٹیلے قائم کریں اور ان کے پیچھے سے (ان آلات کے ذریعے حملہ کریں) چنانچہ ان کی یہ تدبیر کامیاب ہوئی اور اہل عکا کی حالت نازک ہوگئی۔ جب مسلمان عکا کے محاصرے سے تنگ آئے تو وہاں کا سب سے بڑا سپہ سالار امیر سیف الدین علی بن احمد الہکاری المشطوب شاہ فرانس کے پاس گیا اور اس سے اہل عکا کے لیے امن کی درخواست کی۔ مگر اس نے منظور نہیں کیا۔ اس سے شہر والوں کے حوصلے پست ہوگئے اور فوجی افسروں میں سے عزالدین ارسل اسدی' ابن عزالدین جاولی اور سنقر ارجانی اپنی فوج لے کر بھاگ گئے۔ اس سے اہل عکا کو مزید پریشانی لاحق ہوئی۔

لین پول سفرنامہ شاہ رچرڈز کے حوالے سے لکھتا ہے کہ "جب رچرڈز کی نئی فوج کی سنگ باری سے عکا کی کچھ دیواریں ہل گئیں کچھ گر گئیں تو اس کے لیڈر المشطوب اور قار آفش کو کمک پہنچنے کی امید نہ رہی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کرکے عارضی صلح کی درخواست کی اور صلاح الدین کو اپنی حالت سے مطلع کیا اس سلسلہ میں قار آفش اور المشطوب ہمارے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تصفیہ شہر کے لیے یہ شرط پیش کی کہ تمام ترک محصورین کو اپنے ہتھیار اور مال و اسباب لے کر چلے جانے کی اجازت ہو۔ شاہ

Marfat.com

فرانس اور تقریباً" تمام فرانسیسی اسی شرط پر رضامند ہو گئے لیکن شاہ رچرڈز نے اپنے طویل اور تکلیف دہ محاصرہ کے بعد خالی شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ شاہ رچرڈز کا ارادہ دیکھ کر یہ دونوں امیر بے نیل مرام واپس چلے گئے۔ فرنگیوں نے سلطان صلاح الدین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ شہر ان کے حوالے کر دے۔ اس پر سلطان نے یہ جواب دیا کہ وہ شہر ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ وہ شہر والوں کو پناہ دیں اور شہر والوں کی تعداد کے برابر ان کے قیدی رہا کر دے گا اور انہیں ان کی صلیب واپس کر دے گا۔ جو اس نے بیت المقدس سے حاصل کی تھی۔ مگر فرنگی ان شرائط پر رضامند نہیں ہوئے۔ اس لیے سلطان نے عکا کے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ شہر کو خالی کر کے اکٹھے ہو کر شہر سے نکل جائیں اور سمندر کے کنارے کنارے روانہ ہوں۔ اور دشمن پر بہادری کے ساتھ حملہ کریں۔ مسلمان دشمن کے پیچھے سے نکلیں۔ شاید اس طرح وہ بچ سکیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت فرنگیوں نے شہر پر بہت سخت حملہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے دو سال کے زبردست دفاع کے بعد اپنے (سفید) جھنڈے بلند کر دیئے اور (شہر کے حاکم اعلیٰ) المشطوب نے فرنگیوں کو پیغام بھجوایا اور اس شرط پر پناہ حاصل کی کہ وہ ان فرنگیوں کو دو لاکھ دینار (تاوان) دے گا اور ان کے پانچ سو قیدی رہا کیے جائیں گے۔ ان کی صلیب واپس کی جائے گی۔ نیز وہ حاکم صور کو چودہ ہزار دینار بھی دے گا۔ فرنگیوں نے یہ شرائط منظور کر لیں اور مال کی ادائیگی اور قیدیوں کو واپس کرنے کے لیے دو مہینے کی مدت مقرر کی۔ اس کے بعد شہر ان کے حوالے کر دیا گیا۔ مگر شہر پر قبضہ کرنے کے بعد انہوں نے شہریوں کے ساتھ غداری کی اور انہیں مال' قیدیوں اور صلیب کے بدلے میں یرغمال کے طور پر قید کر لیا۔ لین پول کے بیان کے مطابق اہل عکا نے اپنے آپ کو حسب ذیل شرائط پر دشمن کے حوالے کر دیا۔

1- عکا اور اس کے تمام جہازوں' سامان خوردونوش اور سامان جنگ کو دشمن کے حوالے کر دیا جائے گا۔

2- دو لاکھ اشرفیاں فرنگیوں کو ادا کی جائیں گی۔

3- 1500 عام اور 100 خاص قیدی عیسائیوں کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔

4- صلیب مصلوب عیسائیوں کو واپس کر دی جائے گی۔

Marfat.com

5- چار ہزار اشرفیاں والی صور مارکوئس آف ماؤنٹ فیرارٹ (کونریڈ) قیراشا کو امداد دی جائے گی۔

ان شرائط پر شہریوں کو بغیر کسی مزاحمت کے جانے کی اجازت ہوگی۔ وہ اپنے ساتھ اپنے بال بچے اور جتنا سامان اٹھا سکتے ہوں لے جا سکیں گے"۔[27]

اس زمانے میں سلطان کے پاس مال و دولت کا کافی ذخیرہ نہ تھا کیونکہ اس نے رفاہ عامہ کے کاموں میں انہیں خرچ کردیا تھا۔ لہٰذا اس نے رقم اکٹھی کرنی شروع کی۔ یوں ایک لاکھ دینار اکٹھا ہوگیا۔ تو اس نے اپنے نائب کو بھیجا تاکہ وہ ان سے حلف اٹھوائے کہ ان کی فداویہ جماعت عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی مرتکب نہیں ہوگی۔ کیونکہ اسے ان کی غداری کا اندیشہ تھا۔ مگر ان فرنگیوں کے بادشاہوں نے کہا "جب تم مال' قیدی اور صلیب ہمارے حوالے کرو گے تو تم ہمیں باقی ماندہ مال کے بدلے میں یرغمالی دو گے تو ہم تمہارے ساتھی رہا کردیں گے۔ سلطان کا مطالبہ یہ تھا کہ فداویہ جماعت ان یرغمالیوں کے بارے میں ضمانت دے اور حلف اٹھائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا "جب تم ایک لاکھ دینار' قیدی اور صلیب بھیج دو گے تو ہم جنہیں مناسب سمجھیں گے رہا کر دیں گے۔" باقی لوگوں کو اس وقت تک مقید رکھیں گے جب باقی ماندہ رقم مل جائے گی۔ "اس طرح ان فرنگیوں کی غداری ظاہر ہوگئی کہ وہ اس صورت میں معمولی افراد کو رہا کر دیں گے اور حکام اور افسروں کو اپنے پاس رکھیں گے۔ تاکہ انہیں فدیہ (بھاری رقم) دے کر چھڑایا جائے لہٰذا سلطان نے ان کی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔[28]" سلطان کی اس خاموشی کا مطلب یہ تھا کہ وہ معاہدہ کے مطابق پوری رقم یکمشت دو مہینے کی مقررہ مدت کے اندر دینے سے قاصر تھا۔ انگلستان کے بادشاہ رچرڈز نے سلطان کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھایا اور اس نے اواخر ماہ رجب 587 ہجری کو عکا کے مسلمان قیدیوں کو ذبح کر دیا۔ لین پول رچرڈز کے سوانح نگار کے حوالے سے اس قتل کا وحشت ناک نقشہ کھینچتا ہے۔ "حکم صادر ہوا کہ یرغمالیوں کے سر قلم کر دیے جائیں البتہ ان امرا کو قتل نہ کیا جائے جنہیں رقم ادا کرکے آزاد ہو جانے یا ان کے بدلے عیسائی قیدی رہا ہو جانے کا امکان ہے۔ رچرڈز ترکوں کو نیست و نابود کرنے' قانون احمدی کو خاک میں ملانے اور قانون عیسوی کا بول بالا کرنے کا ہمیشہ سے خواہاں رہتا ہے۔ جمعہ کو حکم دیا گیا کہ 4700 ترک یرغمالیوں کو شہر سے باہر لاکر

Marfat.com

ان کے سر قلم کر دیئے جائیں۔[۲۹] حکم کی فوراً" تعمیل کی گئی۔ بادشاہ کے کاسہ لیس تعمیل حکم کرنے لپکے اور یسوع مسیح کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے انہیں مقتول عیسائیوں کا بدلہ لینے کا موقع دیا"۔ سید امیر علی کا بیان ہے کہ عکا کی لڑائی میں صلیبی لشکر کے 60 ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے۔ لین پول مزید لکھتا ہے کہ "جب قریب کی فوجی چوکی کے ترک سپاہیوں نے دیکھا کہ ان کے ہم وطن آن ہی کے سامنے اتنی بے دردی سے قتل کیے جارہے ہیں تو وہ تلواریں سونت کر دیوانہ وار قتل عام روکنے کے لیے آگے بڑھے۔ وہ شام تک لڑتے رہے۔ پھر بھی اپنے رفیقوں کو نہ بچا سکے۔ بوڑھی عورتیں اور بچے تک تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اس قتل عام کے فوراً" بعد رچرڈز نے ساحل کے کنارے کنارے عسقلان جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس کا ارادہ بیت المقدس جانے کا تھا۔ جہاں صلاح الدین نے دنیا کو دین احمدی کا سبق سکھایا تھا۔ اپنی فوج کو روانہ کرنے میں شاہ رچرڈز کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ رچرڈز کی قیادت میں تین لاکھ آدمی تھے۔ لیکن انہوں نے بتدریج اور غیر احتجاجی صورت سے شہر سے کوچ کیا۔

"رچرڈز کے اس کوچ سے قبل اسکا شاہ فرانس فلپ سے جھگڑا ہوگیا تھا۔ اور وہ بیماری قلب کا حیلہ کرکے اپنے ملک واپس چلا گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ واپس جاکر نارمنڈی کا سکون درہم برہم کردے۔ رچرڈز کا الزام یہ تھا کہ شاہ فلپ نے خدا کی خوشنودی کے خلاف کام کیا۔ اپنی حکومت کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے کلنک کا ٹیکہ لگا لیا اور بڑی بے حیائی کے ساتھ اپنی قسم توڑی۔ شاہ رچرڈز کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ جب شاہ فرانس اپنے ملک واپس جارہا تھا تو رچرڈز شہر کی فصیلوں کی درستی میں منہمک تھا۔ وہ انہیں پہلے سے زیادہ مضبوط اور بلند تعمیر کررہا تھا۔ وہ یہ تمام کام اپنی نگرانی میں کراتا اور معماروں اورمزدوروں کی ہمت افزائی کرتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا مقصد خدا کی خوشنودی تھی اور بس وہ معاہدہ کی مدت ختم ہونے کا انتظار کررہا تھا اور اس عرصہ میں اپنی اور دوسرے سامان کی فراہمی اور تیاری میں لگا ہوا تھا۔ صلیب المصلوب اور قیدیوں کی واپسی کے لیے مدت موعودہ سے تین مہینے زیادہ گزر گئے۔ وہ صلاح الدین کے وعدہ کا امتحان کررہا تھا۔ مسلمان مدت کو بڑھاتے رہے۔ تو عیسائیوں نے پوچھا "صلیب مقدس کب آرہی ہے ایک نے جواب دیا "صلیب تو آچکی" دوسرے نے کہا "مسلمانوں کے لشکر میں ہے" لیکن ہر ایک نے دھوکہ کھایا کیونکہ

Marfat.com

صلاح الدین اسے واپس نہیں کررہا تھا۔ اس دوران میں متواتر سفارتیں اور تحائف بھیجتا تھا اس کا مقصد تھا طویل گفتگو اور پیہم الفاظ سے وقت کو زیادہ سے زیادہ طول دے"[30]۔ ایک اور بیان یہ ہے کہ فرانسیسی قدم قدم پر رچرڈز کی مخالفت کرتے تھے اور مارکوئیس (والی صور) انہیں ہر معاملہ میں شہ دیتا تھا۔ آخرکار جب مارکوئیس نے دیکھ لیا کہ اس کے تخت و تاج کے منصوبہ کو رچرڈز کی حمایت حاصل نہیں ہے تو وہ یکم اگست 1191ء کو صور واپس چلا گیا۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ "جب فرنگی عکا کے شہر پر قابض ہوگئے تو حاکم صور مارکوئیس (کونریڈ) شاہ انگلستان سے بہت خوفزدہ ہوا اور اسے اس کی طرف سے غداری کا اندیشہ ہوا۔ لہٰذا وہ اپنے شہر صور چلا گیا۔ پھر فرنگی ماہ شعبان 587 ہجری کے آغاز میں عسقلان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ کسی حالت میں ساحلی راستے سے نہیں ہٹتے تھے۔ شاہ انگلستان بھی اس فرنگی فوج کے ساتھ تھا وہ حملہ کرتے ہوئے یافا پہنچ گئے۔ یہاں فرنگی فوج نے قیام کیا۔ یہاں عکا سے بھی اس کی فوج پہنچ گئی جس قدر انہیں ضرورت تھی۔ مسلمان فوجیں بھی ان کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ پھر یہ فرنگی فوجیں قیساریہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ مسلمان فوجوں نے بھی ان کا تعاقب کیا (راستے میں) جو فرنگی انہیں ملتے تھے وہ ان کو مار ڈالتے تھے۔ جب فرنگی قیساریہ پہنچے تو مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔ دوسرے دن فرنگی ارسوف پہنچے۔ یہاں سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں پر زبردست حملہ کیا۔ بہت خونریز لڑائی ہوئی۔ بالآخر مسلمانوں کو شکست ہوئی"[31] اور سید امیر علی کے بیان کے مطابق فرنگیوں کے عکا سے 150 میل کے سفر کے دوران گیارہ لڑائیاں ہوئیں مگر مسلمان ان کا راستہ نہ روک سکے۔ بالآخر صلاح الدین نے ارسوف کا مقام پر فیصلہ کن لڑائی لڑی اور شکست کھائی اسکے آٹھ ہزار نہایت بہادر سپاہی جاں بحق ہوئے۔ فرنگی وہاں سے لوٹ کر یافا پہنچے۔ تو دیکھا کہ وہ خالی ہے لہٰذا انہوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ سلطان شکست کے مقام سے رملہ پہنچا۔ وہاں اس نے اپنا سازوسامان اکٹھا کر کے ارادہ کیا کہ عسقلان کے مقام پر فرنگیوں کا مقابلہ کرے مگر اسکے ساتھیوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ فرنگی وہاں بھی ہمارا سخت مقابلہ کریں گے۔ اور اس کا محاصرہ کرکے اسی طرح غالب آئیں گے جس طرح وہ عکا کے محاصرہ کے وقت ہم پر غالب آئے تھے اور آخرکار وہ اسے فتح کرلیں

Marfat.com

گے۔ اور وہاں سے ذخیروں اور اسلحہ کی بدولت وہ زیادہ طاقتور ہو جائیں گے۔ تاہم سلطان نے فوج کو ہدایت کی کہ وہ وہاں جاکر اس شہر کو فرنگیوں سے بچائیں مگر وہ وہاں جانے کے لیے تیار نہ ہوئے (سلطان کے امرا لشکر کی جانب سے اس کی حکم عدولی کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا) لہٰذا سلطان نے لشکر کو اپنے بھائی ملک عادل کی زیرنگرانی فرنگیوں کے مقابلے کے لیے چھوڑا اور خود عسقلان گیا۔ وہاں پہنچ کر سلطان نے عسقلان کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کی فصیل کے پتھر سمندر میں پھینکوا دیئے یہ کام اس نے 17 شعبان 587 ہجری کو مکمل کیا۔ یہاں بے شمار دولت اور سازوسامان کے ذخیرہ تباہ ہوئے۔ جب فرنگیوں کو اس کی تباہی کا علم ہوا تو وہ آگے بڑھنے کی بجائے یافا میں مقیم رہے۔ پھر سلطان صلاح الدین سخت سردی اور بارش میں بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ بیت المقدس کے ایسے انتظامات کرے کہ وہ محاصرہ کے لیے تیار ہو سکے۔ سلطان نے اجازت دے دی کہ اس کی فوجیں آرام کرنے کے لیے اپنے وطن جا سکتی ہیں۔ اس کے بعد وہ 8 رمضان المبارک کو اپنے محاذ کی طرف لوٹ گیا۔ فرنگی یافا میں مقیم رہے اور انہوں نے اس کی تعمیر شروع کردی۔ یہ دیکھ کر سلطان نے نظروں کی طرف کوچ کیا اور 15 رمضان المبارک کو وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

عسقلان کی مسماری کی خبر پہنچنے سے پہلے رچرڈز نے صلح کی بات چیت شروع کر دی تھی۔ چال یہ تھی کہ ممکن ہے عکا کی پسپائی کی طرح بغیر کشت و خون کے ایک اور کامیابی حاصل ہو جائے۔ اس نے معرکہ ارسوف کے ایک ہفتہ کے بعد ہمفری آف ٹورون کو مصالحت کے امکانات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ صلاح الدین اس وقت عسقلان کو برباد کرنے میں مشغول تھا۔ لیکن اس کا بھائی صفادین (ملک عادل) ہراول دستہ کی قیادت سنبھالے ہوئے تھا۔ اسے کلی اختیارات حاصل تھے اور آئندہ چل کر صلح کی گفت و شنید میں اس نے صلاح الدین کی نمائندگی کی۔ وہ بڑے ٹھنڈے دماغ کا سیاستدان تھا۔ اس نے گفت و شنید کو رسمی طور پر اتنا طول دیا کہ عسقلان کی بربادی کے لیے کافی وقت مل گیا۔ عسقلان کو مسمار کرنے اور نذر آتش کرنے کا کام پورے ایک ماہ تک جاری رہا۔ شہر کی اس طرح بربادی ہوتے دیکھ کر لوگ زار و زار روتے۔ بہرحال اس کے باشندوں کو مصر اور دوسرے علاقوں میں آباد کردیا گیا۔ عسقلان مصری سرحد کے قریب ایک اہم بندرگاہ تھی اور جنوبی فلسطین میں بری اور بحری حملوں کے لیے ایک زبردست صدر چوکی تھی۔ اس لیے

Marfat.com

سلطان صلاح الدین اپنی اس پیش بندی میں قطعی حق بجانب تھا۔ لیکن عیسائی اس نتیجے پر پہنچے کہ جو شخص اتنا عالیشان شہر آپ اپنے ہاتھوں برباد کردے اسے دشمن کے خلاف کوئی کام کرنے سے عار نہ ہوگا"۔[۳۲] رچرڈز اور ملک عادل کے درمیان یہ گفت و شنید ہو ہی رہی تھی کہ ایک نئے واقعہ سے معاملات پیچیدہ ہوگئے۔ یہ پیچیدگی مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوئی چونکہ والی صور مارکوئیس آف مانٹ فیرٹ (کانریڈ) رچرڈز کے رویے سے بیزار تھا اور چونکہ وہ اسی بنا پر عکا میں عیسائیوں کی فتح کے فوراً ہی بعد واپس چلا گیا تھا اس لیے اس نے رچرڈز اور ملک عادل کی گفت و شنید کے دوران صور سے سلطان صلاح الدین سے مصالحت کی خط و کتابت شروع کر دی۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ اگر صیدون اور بیروت اس کے حوالے کر دیئے جائیں تو وہ صلیبیوں سے قطع تعلق کرے گا اور سلطان کا حلیف بن جائے گا۔ عکا فتح کرکے بطور ہدیہ خلوص مسلمانوں کو پیش کر دے گا۔ سید امیر علی کا بیان ہے کہ سلطان نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کرلی تھی کہ پہلے کانریڈ اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ لین پول کہتا ہے کہ جس دن کانریڈ کی یہ تجویز موصول ہوئی اسی دن رچرڈز کا دوسرا ایلچی آیا یہ ایلچی العادل کے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوا۔ العادل اس قسم کی چالوں میں بڑا ماہر تھا۔ اس نے مارکوئیس (کانریڈ) کو بادشاہ رچرڈز کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ پورا مہینہ طرفین کے ایلچی ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہے۔ رچرڈز کو ہمفری (کانریڈ) پر غداری کا شبہ ہوگیا لہٰذا وہ العادل کی طرف زیادہ جھک گیا اور اسے میرا "حقیقی بھائی اور دوست" کہہ کر پکارنے لگا۔ اور جنگ کے دیرپا تصفیہ پر زور دیا"۔[۳۳]

رچرڈز کا مطالبہ یہ تھا کہ صلیبیوں نے جن ساحلی شہروں پر قبضہ کرلیا ہے وہ ان کے قبضہ میں رہنے دیئے جائیں اور صلیب کے علاوہ بیت المقدس کا شہر بھی ان کے حوالے کر دیا جائے۔ سلطان نے یہ مطالبہ قطعی طور پر مسترد کر دیا۔ البتہ اس امر پر رضامندی ظاہر کی کہ اگر اسکی خواہش کے مطابق امن بحال ہو جائے تو صلیب انہیں واپس کر دی جائے گی۔ سلطان کے اس جواب کے بعد رچرڈز کی جانب سے العادل کو تین نئی تجاویز موصول ہوئیں۔

۱۔ العادل صقلیہ کی بیوہ ملکہ جون' رچرڈز کی بہن' سے شادی کرلے۔ جون کو عکا' عسقلان اور یافا بطور جہیز دے دیئے جائیں اور وہ بیت المقدس میں قیام کرے۔ باقی ماندہ

Marfat.com

فلسطین صلاح الدین اپنے بھائی عادل کو دے دے اور دونوں میاں بیوی ملک پر حکومت کریں۔

2- صلیب مقدس عیسائیوں کے حوالے کر دی جائے۔

3- تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ ٹمپلرز اور ہاسپٹلرز کو قانوناً تسلیم کرلیا جائے۔

4- یہ شرائط طے ہو جانے کے بعد رچرڈز انگلستان واپس چلا جائے گا۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "سلطان صلاح الدین نے یہ باتیں منظور کرلیں مگر عیسائی پادریوں اور راہبوں نے شاہ انگلستان کی ہمشیرہ کو اس بات سے روک دیا اور اسے ناپسند کیا۔ اس لیے یہ تجویز عملی جامہ نہیں پہن سکی اور حقیقت یہ ہے کہ شاہ انگلستان کی یہ تجویز مکروفریب پر مبنی تھی"[۳۴]۔ لین پول کہتا ہے کہ "العادل نے اس منصوبہ کو بے حد پسند کیااور بہاؤ الدین کو صلاح الدین کی منظوری لینے بھیجا۔ سلطان نے شاہدوں کی موجودگی میں تین مرتبہ "نعم" کہا۔ معتمد کا کہنا ہے کہ سلطان نے ان تجاویز کو رچرڈز کی بدمذاقی پر محمول کیا اور معاملہ پر بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں۔ یہ تجاویز ایک نائٹ کے سردار کے تو موافق تھیں لیکن صلاح الدین ایسے دیندار انسان کے لیے ان پر سنجیدگی سے غور کرنا محال تھا۔ اس میں شک نہیں کہ رچرڈز نے العادل سے بڑی گہری دوستی گانٹھ لی تھی۔ یہ بھی درست ہے کہ ملکہ جون نے ایک مسلمان سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ رچرڈز کا العادل کو عیسائی کر لینے کا منصوبہ بھی ناقابل عمل تھا۔ لیکن 8 نومبر 1191ء کو رچرڈز نے العادل کو اپنے کیمپ میں مدعو کیا اور اپنے خیمہ میں اس کی شاہانہ دعوت کی۔ ایک دن کی مہمانداری اور تجدید دوستی کے بعد ایک دوسرے سے رخصت ہوئے"[۳۵]۔ سید امیر علی کا بیان ہے کہ "سلطان صلاح الدین نے رچرڈز کی تجاویز کو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جو ایک عرصہ سے برسرپیکار تھے۔ امن بحال کرنے کا ایک اور دستور قرار دیا تھااور اس وجہ سے فوراً" ان تجاویزکو منظور کرلیا تھا۔ اگر رچرڈز کے پادری اس معاہدہ کو پایہ تکمیل تک پہنچنے دیتے تو عیسائیت اوراسلام کے مابین ابھی تک جو خلیج حائل ہے اس پر ایک پل کی تعمیر ہو جاتی۔ ان پادریوں نے ایک عیسائی ملکہ کی ایک بہادر اور شجاع نائٹ سیف الدین العادل کے ساتھ شادی کی تجویز پر ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ انہوں نے رچرڈز کو دائرہ عیسائیت سے خارج کر دینے کی دھمکی دی اور انہوں نے صقلیہ کی سابق ملکہ کے مذہبی جنون اور توہم کو ہوا دی۔

Marfat.com

رچرڈز نے پادریوں کی ان دھمکیوں سے ڈر کر اپنے بھائی اور دوست کو ایلچی بھیجے اور اس سے تبدیلی مذہب کی درخواست کی۔ یہ درخواست قدرتی طور پر مسترد کر دی گئی۔" [۲۰۶]

رچرڈز اور سیف الدین ملک عادل کی مصالحتی گفت و شنید کی ناکامی کے بعد رچرڈز نے بیت المقدس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور "وہ 3 ذیقعد 587 ہجری کو یافا سے رملہ پہنچا۔ سلطان صلاح الدین وہاں سے بیت المقدس چلا گیا مگر وہاں اس نے مصری فوجوں کو ابوالہیجا کی قیادت میں چھوڑ دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تقویت پہنچی۔ فرنگی رملہ سے نظرون بتاریخ 3 ذی الحجہ پہنچے۔ مسلمان مقابلہ کے لیے تیار تھے اور فرنگیوں کی مسلمانوں سے کئی جھڑپیں ہوئیں۔ دریں اثنا سلطان نے بیت المقدس کی فصیل کی تعمیر کرائی اور اس کے باہر خندق کھدوائی۔ دوسری طرف رچرڈز نے بیت المقدس کا نقشہ طلب کیا تاکہ اس کے محاصرہ کی صحیح تصویر و ترتیب اس کے ذہن نشین ہو سکے۔ جب اسے وہ نقشہ دکھایا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ وادی گھری ہوئی ہے اور صرف شمال کی طرف سے کوئی راستہ ہے مگر وہ بھی گہرا اور دشوار گزار ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس شہر کا محاصرہ کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ وہ اپنی فوج کو لے کر نظرون سے رملہ چلا گیا۔ نظرون میں مسلمانوں سے خوراک کی رسد کو منقطع کر دیا ہوا تھا۔ رملہ سے رچرڈز عسقلان گیا اور اس نے محرم 588 ہجری میں اس کی تعمیر شروع کر دی۔ اس دوران فریقین کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں لیکن کوئی بڑی لڑائی نہ ہوئی۔ البتہ ایک بڑا واقعہ یہ ہوا کہ صور کے حکمران مارکوئیس (کانریڈ) کو اسماعیلی فدائیوں نے قتل کر دیا۔ ابن خلدون اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "سلطان صلاح الدین شام کے اسماعیلی فرقہ کے سردار سنان کے پاس گیا تھا تاکہ وہ شاہ انگلستان اور مارکوئیس (والی صور) کو اچانک قتل کرا دے۔ سلطان نے اس کے صلے میں دس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا مگر اسماعیلی فرقہ کے افراد نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ شاہ انگلستان کو قتل نہ کریں تاکہ پھر وہ سلطان کا قلع قمع کرنے کے درپے ہو جائے۔ اس لیے انہوں نے شاہ انگلستان کو قتل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ مارکوئیس کو قتل کرنے کے لیے دو افراد بھیجے جو راہبوں کے بھیس میں تھے۔ وہ حاکم صیدا اور حاکم رملہ ابن بازران سے ملے ان کے پاس صور میں چھ مہینے تک رہے اور راہبانہ زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ مارکوئیس (حاکم صور) ان سے بہت مانوس ہوگیا۔ ایک دن جب صور کے اسقف (بشپ) نے اسے بلوایا تو ان دونوں

Marfat.com

نے مارکوئیس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا اور پھر زخمی حالت میں اسے اسی کنیسہ میں لے گئے۔ جہاں دوبارہ فرقہ باطنیہ کے اس شخص نے اس پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا۔ اس قتل کا الزام شاہ انگلستان کے سر تھوپ دیا گیااور یہ مشہور ہوگیاکہ وہ تن تنہا شام پر حکومت چاہتا ہے۔ جب مارکوئیس مارا گیا تو شہر کا حاکم سمندر پار سے آئے ہوئے افراد میں سے ایک فرنگی سردار بن گیا۔ وہ ہنری کے نام سے مشہور تھا اور وہ شہنشاہ فرانس کا بھانجا اور شاہ انگلستان کا بھتیجا تھا اس نے اس رات فرنگی ملکہ سے نکاح اور رخصتی کی رسوم انجام دیں"۔ ۳۷

لین پول نے مارکوئیس کے قتل کے بیان میں سلطان صلاح الدین پر کوئی الزام عائد نہیں کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ عسقلان کی تعمیراور فرانسیسیوں اور کونریڈ کے مسئلوں کی وجہ سے چار ماہ تک نصرانیوں نے مسلمانوں سے چھیڑچھاڑ نہ کی۔ عکا میں خانہ جنگی شروع ہوگئی تھی۔ ڈیوک آف گنڈی اورفرانسیسیوں نے پھر رچرڈز کا ساتھ چھوڑدیا۔ اس طرح پر کہ انگلستان میں شہزادہ جان کے ظلم و تعدی سے سلطنت تباہ ہوئی جارہی تھی۔ وہ تخت و تاج غصب کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ یہ خبرسن کر رچرڈز نے اعلان کیا کہ وہ اپنے وطن واپس جاکر حالات کا مطالعہ کرے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد صلیبی جنگ جاری رکھنے کے لیے کسی نہ کسی قائد کا موجود ہونا ضروری تھا۔ یروشلم کے تخت کے دو دعویدار تھے اس لیے اس نے لوگوں نے اپنا حکمران منتخب کرنے کو کہا۔ سب نے مارکوئیس کو منتخب کیا جو رچرڈز کو بادل نخواستہ قبول کرنا پڑا۔ اس کے عوض متوفی سبل کے خاوند کو قبرص کی سلطنت دے کر تلافی کر دی گئی۔ اس کا رقیب بڑا بدقسمت ثابت ہوا۔ کونریڈ کو اپنی دلی مراد ملے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ 27 اپریل کو شیخ الجبل کے دو آدمیوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد رائے عامہ کے مطابق ہنری بادشاہ بن گیا۔" ۳۸ اس سلسلہ میں سیٹون رنسی مان بھی سلطان صلاح الدین کے خلاف الزام صحیح تسلیم نہیں کرتا اور وہ رچرڈز کو اس سے بری الذمہ قرار دیتا ہے۔ اس کی رائے میں رچرڈز نے اس قسم کا حربہ کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ تاہم صور کے بشپ کی سربراہی میں رچرڈز کے دشمن اس کی بے گناہی کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے۔ رنسی مان کا خیال ہے کہ "شیخ سنان نے ازخود مارکوئیس کونریڈ کو قتل کروایا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ کونریڈ نے ایک مرتبہ شیخ سنان کے ایک تجارتی بحری جہاز کو لوٹ لیا تھا اور شیخ

Marfat.com

کے بار بار کے مطالبہ کے باوجود اس نے اس جہاز کا سامان واپس نہیں کیا تھا۔ جہاز کا عملہ بھی شیخ الجبل کے پاس نہیں پہنچا تھا۔ کیونکہ وہ سمندر میں ڈوب گیا تھا۔" رنسی مان کی رائے میں "شیخ سنان کی جانب سے اس اقدام کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ لبنان کے ساحل پر ایک طاقتور صلیبی حکومت کے قیام سے ڈرتا تھا۔ ایسی سلطنت اس کے علاقے کے لیے خطرے کا باعث بن سکتی تھی۔[۳۹]" لیکن سید امیر علی وثوق سے لکھتا ہے کہ "جب مارکوئیس کے نئے ایلچی ملک العادل کے پاس آئے تو شاہ انگلستان نے اپنے ناگوار اتحادی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے احتیاط سے حشیشن کے سردار سے رابطہ پیدا کیا جس کے نتیجہ میں دو فدائیوں نے 16 ربیع الثانی 588 ہجری کو کونریڈ پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا۔"[۴۰]

جب ساحل سمندر پر یہ واقعات رونما ہو رہے تھے تو صلاح الدین خاموشی سے بیت المقدس میں مقیم تھا۔ اس دوران ایک اور بڑا واقعہ یہ ہوا کہ سلطان کے بھتیجے تقی الدین عمر بن شہنشاہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ حران' رہا' سمیساط' میا فارقین اور ارجان کا والی تھا۔ اس کی وفات پر اس کا فرزند ناصرالدین ان علاقوں کا حاکم بن گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ صغیرالسن تھا لیکن اس کے خود غرض امرا نے اسے حکومت کا دعویٰ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ ناصرالدین نے سلطان کو یہ پیغام بھیجا کہ مذکورہ علاقوں کو اسکے قبضے میں رہنے دیا جائے اور اس کے علاوہ اسے وہ علاقے بھی مزید دیئے جائیں۔ جو اس کے والد کے ماتحت تھے۔ سلطان نے اس کی نوعمری کی وجہ سے اس کا مطالبہ منظور نہ کیا اور اسکے فرزند افضل نے سلطان سے درخواست کی کہ اگر یہ علاقہ وہ اسے عطا کر دے تو وہ دمشق سے دستبردار ہو جائے گا۔ سلطان نے اپنے فرزند کی بات مان لی اور اسے حکم دیا کہ وہ وہاں چلا جائے۔ سلطان نے مشرقی ممالک کے حکام سے جو موصل' سنجار' الجزیرہ اور اربل میں تھے اس بارے میں خط و کتابت کی اور وہ خود بھی لشکر لے کر اس کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ جب ناصرالدین کو معلوم ہوا کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے تو اس نے ملک عادل کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ سلطان صلاح الدین سے سفارش کرے کہ وہ اس کو صرف شام کے وہ علاقے دے دے جو اسکے باپ کے ماتحت تھے وہ جزیرہ کے شہروں سے دستبردار ہو رہا ہے لہٰذا سلطان نے جزیرہ کے یہ شہر اپنے بھائی ملک عادل کو دے دیئے اور اسے وہاں بھیجا تاکہ اس پر قبضہ کرکے اس کو اس کے فرزند افضل کو واپس دے دے۔ چنانچہ ملک عادل افضل سے

Marfat.com

حلب میں ملا اور اسے لوٹا دیا اور خود دریائے فرات عبور کر کے یہ شہر ناصرالدین بن تقی الدین کے قبضہ سے نکال لیے۔ وہاں اس نے اپنے حکام مقرر کیے اور ناصرالدین اور جزیرہ کی تمام فوجوں کو سلطان صلاح الدین کے پاس بیت المقدس بھیج دیا"[41]۔ جزیرہ میں سلطان صلاح الدین کے بھتیجے کی بغاوت کی وجہ سے اس کے لیے جو عارضی مشکلات پیدا ہوئیں رچرڈز نے ان سے فائدہ[42] اٹھا کر بیت المقدس کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اس نے یہ جارحانہ اقدام اس حقیقت کے باوجود کیا کہ اس وقت تک اس کے اور ملک عادل کے درمیان ایک معاہدہ کے مسودہ پر اتفاق ہو چکا ہوا تھا۔ معاہدہ میں ملک کی تقسیم، صلیب کی واپسی، یروشلم کی زیارت اور چرچ آف ریسرکشن میں پادریوں کے استقرار کا استحقاق شامل تھا۔ اگر رچرڈز بیروت لینے پر اصرار کرے تو اسے وہ بھی دے دیا جائے مگر مکمل طور پر مسمار کرنے کے بعد۔

اس مسودہ پر اتفاق ہوا تو رچرڈز نے بڑی شان و شوکت سے العادل کے بیٹے کو نائٹ بنایا۔ لیکن اس کے تقریباً" ایک ماہ بعد جب رچرڈز تک یہ افواہ پہنچی کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی ہے اور سلطان صلاح الدین نے اس بدنظمی کو دور کرنے کے لیے الملک العادل اور اپنے لڑکے افضل کو مع فوج جزیرہ بھیج دیا ہے اور اسکے پاس بہت کم فوج رہ گئی ہے تو اس (رچرڈز) نے معاہدہ شکنی کرتے ہوئے فوج کشی کردی۔ رچرڈز نے سمندر کے کنارے سے آگے بڑھ کر داروم کا محاصرہ کرلیا اور چار دن کے بعد اس پر قبضہ کرلیا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "فرنگی فوج نے داروم کو تباہ و برباد کردیا۔ پھر وہ بیت المقدس کے قریب دو فرسنگ کے فاصلے پر بیت فوجہ کے مقام پر 9 جمادی الاول 588 ہجری کو پہنچی۔ سلطان صلاح الدین محاصرہ کے لیے تیار تھا اس نے شہر پناہ کے مختلف برجوں کو مختلف امرا میں تقسیم کیا اور ہر برج پر فوجی دستے متعین کیے۔ جب فرنگیوں نے دیکھا کہ وہ مقابلہ نہیں کرسکتے ہیں تو وہ پیچھے ہٹ کر یافا آگئے۔ جب یافا میں انہیں اطلاع ملی کہ سلطان کی جو فوجیں ملک العادل اور افضل کے ساتھ جزیرہ بھیجی گئی تھیں وہ دمشق واپس آگئی ہیں تو فرنگی عکا واپس چلے گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے بیروت کا محاصرہ کرنا چاہا لیکن سلطان اپنے فرزند افضل کو مرج العیون بھیج کر ان کے اس عزم کو ناکام کر دیا اور دس رجب کو سلطان کے حکم سے شہر یافا پر قبضہ کرلیا گیا۔ اس کے بعد قلعہ عکا کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ عکا سے فرنگی

Marfat.com

امداد کا انتظار کررہے تھے اس لیے انہوں نے ایک دن کی مہلت طلب کی۔ چنانچہ انہیں مہلت دے دی گئی۔ اتنے میں رات کے وقت شاہ انگلستان عکا سے فوجی امداد لے کر آگیا۔ دوسرے دن وہ جنگ کے لیے نکلا مگر مسلمانوں میں سے کوئی بھی میدان جنگ میں نہیں آیا۔ چنانچہ وہ کھانے کے لیے بیٹھ گیا اس وقت کیونکہ مسلمانوں میں مال غنیمت پر تنازعہ ہوگیا ہواتھا سلطان یہ سن کر بہت ناراض ہوااور فرنگیوں کے محاذ سے لوٹ کر اپنے خیموں میں چلاگیا۔ جب ان کا فرزند افضل اور بھائی عادل آگئے تو اس نے رملہ کی طرف کوچ کیااس طرح دو دن میں یافا فتح ہوا اور ہاتھ سے نکل بھی گیا۔ اس کی بازیابی کا سہرا رچرڈز کے سر تھا۔ اس نے مٹھی بھر جانبازوں سے اور تین گھوڑوں کی مدد سے مسلمان لشکر کو شکست دی اور بھگا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب رچرڈز کے میدان میں آنے پر سلطان نے حملہ کا حکم دیا تھا تو المشطوب کے بھائی نے جسکا لقب الجناح تھا اس حکم کی تعمیل سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم جنگ کے لیے پیش قدمی کرتے ہیں اور آپ کے غلام مال غنیمت حاصل کرتے ہیں۔[۴۲]" اس ہوس مال غنیمت نے ماضی میں عساکر اسلام کو بارہا مشکلات اور ہزیمتوں سے دوچار کیا تھا اور اب یافا شہر بھی اسی وجہ سے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ ستم ظریفی یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین خود ہوس زر سے بالاتر تھا اور بہت کفایت شعار اور قناعت پسند تھا لیکن اس کی فوج مال غنیمت کے لالچ کے بغیر اپنی جگہ سے ہٹتی نہیں تھی۔ اسی وجہ سے سلطان کسی شہر کا طویل عرصہ کے لیے محاصرہ نہیں کرتا تھا۔ لین پول یافا سے سلطان صلاح الدین کی واپسی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ابوبکر حاجب شکست کی رات عارضی صلح کی تجویز لے کر بادشاہ سے ملنے گیا۔ اس نے بتایا کہ بادشاہ مسلمان امیروں سے' جو شاید قیدی تھے' بڑی خوش مزاجی سے بات چیت کررہاتھا۔ بادشاہ نے کہا یہ تمہارا جلیل القدر سلطان مجھے دیکھتے ہی کیوں فرار ہوگیا ہے۔ نہ میں زرہ بکتر پہنے تھا نہ جنگ کے لیے تیار تھا میں تو اپنے سلیپروں میں تھا۔ اچھا تم کیوں بھاگے۔ اس کے بعد ابوبکر نے کہا "میرا خیال تھا کہ آپ دو مہینے میں بھی یافا فتح نہ کرسکیں گے لیکن آپ نے تو دو دن میں فتح کرلیا۔" رچرڈز حاجب سے مخاطب ہوکر بولا "سلطان سے بعد سلام کے کہنا کہ خدا را صلح کرلے۔ یہ کشت وخون بند ہونا چاہیے۔ سمندر پار میرے ملک کی حالت خراب ہورہی ہے۔ اس طرح لڑتے رہنا کسی کے لیے سود مند ثابت نہ ہوگا۔

Marfat.com

"یافا کی فتح کے بعد رچرڈز سخت بیمار ہوگیا۔ خرابی صحت اور ملکی مناقشات کی وجہ سے وہ فوراً" واپس جانے پر مجبور ہوگیا۔ دوسرے صلیبی بھی واپس جانے کے لیے بے تاب ہورہے تھے۔ رچرڈز کی غیرموجودگی میں نئے شاہ یروشلم' ٹمپلرز اور ہاسپٹلرز نے ساحلی مفتوحہ شہروں کی ذمہ داری سنبھالنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس کی تجاویز مسترد کرکے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ مٹھی بھر ساتھیوں کی صحبت میں بستر علالت پر پڑا ہوا تھا اور چاروں طرف ترکوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ ان حالات میں شاہ رچرڈز کے لیے صلاح الدین سے معاہدہ کرکے واپس چلے جانے کے علاوہ کوئی اور سبیل نہ تھی۔ دوسری طرف سلطان جنگ جاری رکھنے کا خواہاں تھا تاہم جب اسے رچرڈز کا پیغام آیا تو اس نے اسے مکروفریب پر محمول کرتے ہوئے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ شاہ انگلستان نے دوبارہ بہت اصرار کیا اور عاجزی کے ساتھ درخواست کی۔ اس وقت اس کی صداقت اس بات سے ظاہر ہوئی کہ اس نے عسقلان' غزہ' داروم اور رملہ کی تعمیر کا منصوبہ ترک کر دیا۔ پھر اس نے ملک عادل کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ بیچ میں پڑ کر مصالحت کرا دے۔ اور تمام امرا و حکام بھی اس پر رضامند ہوجائیں۔ کیونکہ فوج جنگ سے اکتا چکی تھی۔ اور اخراجات کے لیے بھی کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ نیز مویشی اور اسلحہ بھی ختم ہوگئے ہیں۔ اسکے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شاہ انگلستان اپنے ملک واپس جارہا ہے۔ لہٰذا اگر مصالحت موسم سرما کے آخر تک نہ ہوئی تو وہ سمندر کا سفر نہیں کرسکے گا۔ اور پھر وہ ایک سال تک یہیں رہے گا۔ جب سلطان کو یہ بات معلوم ہوئی اور اس کے خلوص کا علم ہوا تو اس نے مصالحت کی تجویز کو منظور کرلیا۔ اور فرنگیوں کے سفیروں کے ساتھ 22 شعبان 588 ہجری کو چوالیس مہینے کی جنگ بندی کے معاہدے سے اتفاق کرلیا۔ فریقین نے اس پر حلف اٹھایا۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کو بیت المقدس کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی[۴۲]"۔ لین پول کے مطابق 2 ستمبر 1192ء کو تقریباً" تین سال کے لیے معاہدہ امن پر دستخط ہوگئے۔ طے پایا کہ عکا سے یافا تک کے تمام ساحلی شہر رچرڈز کو دے دیئے جائیں' عسقلان مسمار کر دیا جائے۔ مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے علاقوں میں آزادانہ طور پر آئیں جائیں اور زائرین کو یروشلم میں مزار مسیح کی زیارت کی اجازت ہوگی۔ "قاصد نے جب (رملہ میں) معاہدہ کا مسودہ رچرڈز کے ہاتھ میں دیا تو اس وقت وہ سخت بیمار تھا۔ مسودہ لے کر اس نے کہا۔ مجھ میں اسکے

Marfat.com

پڑھنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ لیکن میں امن معاہدہ پر دستخط کیے دیتا ہوں۔" جب سفیر اس کے دستخط لے آیا تو اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور پاس وعدہ کا حلف اٹھا لیا اس نے خود حلف نہ اٹھایا کیونکہ شاہوں کی شان کے خلاف تھا۔ لیکن ہنری آف شمپین بالیان آف آئبین' (Balian of Ibelin) ٹمپلرز' ہاسپٹلرز اور جملہ حاضرین نے حلف اٹھایا۔ شام کے وقت فرنگیوں نے سلطان کے پاس معاہدہ کی توثیق کے لیے اپنے سفیر بھیجے۔ اور دوسرے دن علی الصبح صلاح الدین نے معاہدہ پر دستخط کردیئے اور پوری چھاؤنی میں امن کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ دن خوشی کا دن تھا۔ خدا ہی طرفین کی خوشی کا اندازہ کرسکتا ہے۔ 9 اکتوبر 1192ء کو عکا کے مقام پر رچرڈز جہاز میں سوار ہوا لیکن روانگی سے پہلے اس نے اپنے بہادر حریف کو پیغام بھیجا کہ عارضی صلح کی تین سال کی میعاد ختم ہو جانے پر وہ پھر آئے گا۔ صلاح الدین نے جواب دیا۔ اگر یہ ملک کھونا ہی میری قسمت میں لکھا ہے تو میں کسی اور سے ہارنے کی بجائے رچرڈز سے ہارنا پسند کروں گا۔ اس کے بعد دونوں جدا ہوگئے۔ رچرڈز انگلستان کو واپس ہوا اور دونوں کو مدتوں کے بعد چین نصیب ہوا[۴۴]"۔ امیر علی لکھتا ہے کہ " اس طرح تیسری صلیبی مہم کا خاتمہ ہوا اس میں بے شمار مخلوق خدا فنا ہوگئی۔ مشرق اور مغرب کے ہزاروں گھر ویران ہوگئے۔ جرمنی اپنے ایک عظیم بادشاہ سے محروم ہوگیا اور فرانس اور انگلستان اپنے بہترین بہادروں کو کھو بیٹھے۔ ان کی کامیابی صرف یہ تھی کہ انہوں نے عکا فتح کرلیا تھا۔" [۴۵]

معاہدہ امن کے بعد سلطان بیت المقدس گیا یہاں اس نے اس شہر کی فصیلوں کو درست کیا اور کنیسہ صیہون کو شہر کے اندر شامل کر دیا۔ اس سے پہلے وہ فصیل کے باہر تھا۔ اس نے مدارس' مسافر خانے اور ہسپتال بھی تعمیر کرائے اور ان کی آمدنی کے لیے اوقاف مقرر کیے۔ سلطان نے بیت المقدس سے حج کے لیے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر دوسرے کاموں کی وجہ سے ایسا نہیں کرسکا۔ لہٰذا وہ پانچ شوال 588 ہجری کو دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے بیت المقدس میں نورالدین کے ایک آزاد کردہ غلام جردیک کو اپنا جانشین بنایا پھر وہ مسلمانوں کے سرحدی شہروں' نابلس' طبریہ' صفد سے گزرتا ہوا بیروت پہنچا۔ بیروت میں اس کے پاس فرنگی حاکم سمند والئی انطاکیہ اور طرابلس آیا اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد سلطان 25 شوال کو دمشق میں داخل ہوا۔ تو مسلمان اس کی آمد

Marfat.com

سے بہت خوش ہوئے اور دشمن پریشان ہوئے۔ دمشق پہنچ کر سلطان کے کاموں کا بوجھ ہلکا ہواکیونکہ فرنگیوں کے حوصلے پست ہوگئے تھے۔ اورجنگ بندی کا معاہدہ ہوگیا تھا۔ اس لیے اس نے تھوڑی مدت کے لیے آرام کیا۔ اسکے بعد مزید فتوحات اور جنگ جاری رکھنے کے لیے اپنے فرزند افضل اور اپنے بھائی عادل سے مشورہ کیا۔ ملک عادل نے خلاط کی مملکت پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ سلطان نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ خلاط کو فتح کرلے گا تو وہ اس کو اسے دے دے گا۔ افضل نے اسے یہ مشورہ دیاکہ وہ بنو قلیج ارسلان کی سلطنت یعنی رومی شہروں پر حملہ کرے کیونکہ یہ کام آسان ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب فرنگی فوج شام کا قصد کرتی ہے تو وہ اسی راستے سے آتی ہے۔ یہ مشورہ سن کر سلطان نے اپنے بھائی سے کہا "تم میرے لڑکوں اور فوج کے ساتھ خلاط جاؤ میں بلاد روم کی طرف جاتا ہوں۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمہارے ساتھ شامل ہو کر آذربائیجان جاؤں گا اور پھر ہم بلاد عجم کا قصد کریں گے۔ سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ الکرک جائے جو اس کا علاقہ ہے اور وہاں سے تیار ہوکر آگے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ الکرک کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد سلطان صلاح الدین بیمار ہوگیا۔ اور 27 صفر 589 ہجری مطابق 4 مارچ 1193ء کو جان بحق ہوگیا۔ مصر کی ابتدائی حکومت کو شامل کرکے اس نے 25 سال تک حکومت کی۔"[۴۶] صلاح الدین کی 1187ء کی حطین کی فتح عظیم سے پہلے اردن کے مغرب میں فلسطین کی ایک انچ زمین بھی مسلمانوں کے زیر اقتدار نہ تھی۔ ستمبر 1192ء کے معاہدہ الرملہ کے مطابق صور سے لے کر یافا تک ایک تنگ قطع ساحل کے سوا سارا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ صلیبیوں سے جنگ کی صعوبتیں اور آزمائش ختم ہو جانے کے بعد صلاح الدین کردستان کے پہاڑوں سے لے کر لیبیا کے ریگستان تک بلا شرکت غیرے مسلمہ حکمران بن گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ شاہ جارجیا' آرمینیا کے رومن کیتھولک' سلطان قونیہ اور شہنشاہ قسطنطنیہ اسے اپنا دوست اور حلیف کہتے فخر محسوس کرتے تھے۔

سلطان صلاح الدین کی بہادری' شجاعت' رحمدلی' فیاضی' دینداری' رواداری' وسیع القلبی' مال و دولت سے بے نیازی' انسان دوستی' غریب پروری' حلم' بردباری اور دوسرے بہت سے اوصاف کے بیانات سے تاریخ کی کتابیں بھرپور ہیں۔ اس کی تمام زندگی سادہ' جفاکش اور تعیش سے خالی و عاری گزاری۔ اسے عیش و عشرت اور تن پروری سے نفرت

Marfat.com

تھی۔ وہ حد درجہ رحمدل' رقیق القلب' باوفا اور خلیق تھا۔ اس میں صبر وتحمل کا مادہ بے حد و حساب تھا۔ سلطان نے جس دن دمشق میں انتقال کیاتو اسی دن نماز عصر کے وقت اس کی تکفین و تدفین کی رسم غربا کی طرح سادہ طریقہ پر انجام پائی۔ جنازہ پر دھاریدار کپڑا پڑا تھا۔ نہ کسی نوحہ خواں کو مرثیہ پڑھنے کی اجازت تھی نہ کسی مقرر کو تقریر کرنے کی۔ ہجوم نے جنازہ دیکھا تو نالہ و شیون کا ایک شور بلند ہوا۔ نمازی اتنے مضطرب تھے کہ آہ و زاری کی وجہ سے نماز کے الفاظ تک ادا کرنا دشوار تھے۔سب کی آنکھیں پرنم تھیں۔ صرف چند لوگ ایسے ہوں گے جو دھاڑیں مار مار کر نہ روتے ہوں ورنہ ہر ایک زاروزار رو رہا تھا۔ سلطان کے دفن کے بعد ہر شخص گھر میں بند ہوکر بیٹھ گیا اور ویران گلیاں دمشق کے رنج و الم کی آئینہ دار بن گئیں۔ سلطان مرحوم کی اس ہر دلعزیزی اور عظمت کے راز کا ذکر کرتے ہوئے عبداللطیف طیب لکھتا ہے کہ "جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف یہ ایک واقعہ تھا جبکہ بادشاہ کی موت پر رعایا میں صحیح معنوں میں ماتم کیا ہو۔ صلاح الدین کے اقتدار کا راز اس کی رعایا کی محبت میں مضمر تھا۔ جو چیز دوسرے حکمرانوں نے غیظ و غضب' سختی و دبدبہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی صلاح الدین نے محبت و شفقت سے اسے حاصل کرلیا۔ اپنی موت سے کچھ پہلے اس نے اپنے بیٹے الظاہر پر اپنی طاقت اور اقتدار کا راز افشا کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "بیٹے میں تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اسکا حکم بجا لانا کیونکہ اسی میں سلامتی ہے۔ خونریزی سے پرہیز کرنا اپنی رعایا کا دل موہ لینے کی ہرممکن کوشش کرنا اوراس کی خوشی کی نگہداشت کرنا کیونکہ اس کی آسودہ حالی ہی کے لیے تم خدا کی جانب سے اورمیری طرف سے مامور کیے گئے ہو۔ اپنے امیروں' عزیزوں رئیسوں کا دل ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنا۔ میں نے مہربانی اور شفقت سے لوگوں کی تالیف قلب کی اور اس میں مری عظمت کا راز مضمر ہے[۴۷]"۔ وہ سلطان نورالدین زنگی کے ایک وفادار نائب نجم الدین ایوب والی تکریت کا بیٹا تھا۔ اس کی ولادت قلعہ تکریت میں 532 ہجری میں ہوئی تھی۔ اس کا نام تھا محمد اور صلاح الدین اس کا لقب تھا۔ وہ 564 ہجری میں قاہرہ کے فاطمی خلیفہ عاضد کی درخواست پر اس کے وزیرالسلطنت شاور سعدی کے خلاف جنگ کرنے کے لئے سلطان نورالدین زنگی کے مشہور سپہ سالار اسدالدین شیرکوہ کے ہمراہ مصر گیا تھا۔ شاور کی شکست کے بعد خلیفہ عاضد نے اسدالدین شیرکوہ کو اپنا وزیر بنا لیا تھا لیکن وہ تقریباً" دو مہینے اس منصب پر رہنے پایا تھا

Marfat.com

کہ 22 جمادی الاول 564 ہجری کو انتقال کرگیا۔ خلیفہ عاضد نے اس کے بعد صلاح الدین کو وزارت عظمیٰ دی اور یہیں سے اسکا عہد اقتدار شروع ہوا لیکن مصر میں اسکا اقتدار مستحکم 567 ہجری میں ہوا جبکہ خلیفہ عاضد کا انتقال ہوگیا۔ مصر میں خلافت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا اور وہ مطلق العنان سلطان بن گیا۔ بیت المقدس اور فلسطین کے بہت سے دوسرے علاقوں کی صلیبیوں سے واگزاری اس کے عہداقتدار کا عظیم ترین کارنامہ تھا۔ اسی وجہ سے اسے مسلمانوں کی تاریخ کا بجا طور پر عظیم ہیرو تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس نے بیت المقدس کی فتح کے بعد صور (طائر) عکا' ارسوف اور یافا میں صلیبیوں سے ہزیمتیں اٹھائیں لیکن اسکے باوجود مشرق و مغرب کا کوئی بھی مورخ اسکی عظمت و جلالت' شجاعت اور سیاست سے انکاری نہیں ہے۔

بایں ہمہ تاریخ اسلام کے اس عظیم ہیرو کے 25 سالہ عہد اقتدار کو اسلامی اتحاد و اتفاق کا عہد نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ سلطان صلاح الدین کی سلطنت کردستان سے لے کر لیبیا کے ریگستانوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن عالم اسلام صرف اسی علاقے تک محدود نہیں تھا۔ بلاد روم میں سلجوقی خاندان کی حکومت تھی۔ خراسان اور ماورالنہر میں خوارزم شاہیوں کا عروج تھا۔ افغانستان اور ہندوستان میں غوریوں کا سکہ چلتا تھا اور شمالی افریقہ اور اسپین میں موحدین کا دور دورہ تھا۔ گویا پورا عالم اسلام متعدد چھوٹی بڑی ریاستوں' سلطنتوں میں منقسم تھا اور صلاح الدین نے صلیبیوں کے خلاف جو طویل جنگ لڑی وہ تن تنہا لڑی تھی۔ اس جنگ میں کسی دوسری مسلمان سلطنت نے اس کی امداد نہیں کی تھی۔ خود صلاح الدین کی سلطنت کے اندر بھی ہمہ وقت اسلامی اتحاد و اتفاق نہیں رہا تھا اور سلطان کو کئی بار اپنے ہم مذہب عناصر کے خلاف تلوار اٹھانا پڑی تھی۔ اس کے عہد میں مسلمانوں کے مابین انتشار و افتراق اور جنگ و جدال کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً

1- جب 564 ہجری میں صلاح الدین نے قاہرہ میں فاطمی خلیفہ عاضد کے ماتحت عنان اقتدار سنبھال لی تھی اس کے فوراً" ہی بعد اسکے اور شام کے سلطان نورالدین زنگی کے درمیان ناچاقی شروع ہوگئی۔ ابن خلدون کے بقول سلطان صلاح الدین' نورالدین زنگی سے اس قدر بدگمان تھا کہ اس کی یہ کوشش تھی کہ مصر کے دور کے علاقوں کو فتح کرے تاکہ اگر نورالدین مصر پر حملہ کرے تو وہ دوسرے مفتوحہ علاقوں میں چلا جائے۔ اس نے اسی

Marfat.com

بدگمانی کی وجہ سے اپنے بھائی کی وساطت سے یمن فتح کیا تھا۔

2- 567 ہجری میں جب خلیفہ عاضد کا انتقال ہوا تھا اور مصر میں خلافت فاطمیہ کا رسمی طور پر خاتمہ ہوا تھا تو عاضد کے امرا اور غلاموں نے صلاح الدین کے خلاف بغاوت کی سازش کی اور فرنگیوں کو مصر پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ صلاح الدین نے اس صورت حال پر بڑی مشکل سے قابو پایا۔

3- 569 ہجری میں جب سلطان نورالدین زنگی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں قتل ہوگیا تو صلاح الدین نے اس کے فرزند صالح اسماعیل کی جانشینی کو عملاً" تسلیم نہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد شام پر چڑھائی کی۔ خاندان زنگی کو اس علاقے سے نکال دیا اور شام کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ صلاح الدین کی اس جارحیت کے بعد خاندان زنگی کے ارکان جزیرہ کے علاقے میں محدود ہوگئے اور وہ صلاح الدین کو ہمیشہ غاصب تصور کرتے رہے۔

4- 574 ہجری میں بعلبک کے شہر کے حکمران شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم سے صلاح الدین نے لڑائی کی اور اس کے قلعہ کا طویل محاصرہ کیا۔

5- 575 ہجری میں حلب کے شمال میں قلعہ اعیان پر قبضہ کے لیے بلاد روم کے سلطان قلیج ارسلان اور صلاح الدین کے بھتیجے تقی الدین میں سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں تقی الدین کو فتح ہوئی۔

6- 578 ہجری میں سلطان صلاح الدین نے جزیرہ پر چڑھائی کی اور دو تین سال کی لڑائی کے بعد وہاں خاندان زنگی کے حکمرانوں کو مغلوب کرلیا۔ اس نے جزیرہ کے کئی شہروں پر اپنے حاکم مقرر کیے۔

7- 581 ہجری میں سلطان صلاح الدین نے آذربائیجان کی طرف توجہ کی اور میافارقین کے سپہ سالار اسدالدین کو شکست دے کر اس شہر پر قبضہ کرلیا۔

8- 582 ہجری میں سلطان صلاح الدین بیمار ہوا تو اس نے اپنی سلطنت اپنی اولاد میں تقسیم کر دی تو مصر میں اس کے بیٹے افضل اور بھتیجے تقی الدین نے علم مخالفت بلند کردیا۔ ابن خلدون کے مطابق تقی الدین خود بادشاہ بننا چاہتا تھا۔

9- 587 ہجری میں سقوط عکا سے پہلے صلاح الدین کے بعض فوجی امرا نے بغاوت کردی تھی اور اس پر الزام لگایا تھا کہ وہ مسلمانوں کو تباہ کر رہا ہے۔

Marfat.com

10- 588 ہجری میں جب صلاح الدین کے بھتیجے تقی الدین والی جزیرہ کا انتقال ہوا تو اس کے نو عمر بیٹے ناصرالدین نے بغاوت کر دی۔ سلطان نے اس کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی تو شاہ انگلستان شاہ رچرڈز کو بیت المقدس پر فوج کشی کا موقع مل گیا۔

11- 589 ہجری میں سلطان صلاح الدین نے مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے بلاد روم ' آذربائیجان اور بلاد عجم کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا تھا حالانکہ تینوں علاقے مسلمان حکمرانوں کے زیر نگین تھے۔

ظاہر ہے کہ سلطان صلاح الدین کے اس منصوبہ کا جذبہ اتحاد اسلامی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ آذربائیجان فتح کر کے اس علاقے کو اپنے بھائی سیف الدین ملک العادل کی تحویل میں دینا چاہتا تھا۔ بلاد روم کو اپنے بیٹے افضل کے حوالے کرنے کا خواہاں تھا اور بلاد عجم کو وہ غالباً" براہ راست اپنے زیر نگین رکھنے کا متمنی تھا۔ لیکن فرشتہ اجل نے اسے اس منصوبہ پر عمل کی فرصت نہ دی اور وہ 27 صفر 589 ہجری کو راہی ملک عدم ہو گیا۔

Marfat.com

باب : 15

خلیفہ مستضی بامراللہ - خلیفہ ناصرالدین اللہ

بغداد کے امراو وزراء کی محلاتی سازشیں' معزولیاں اور قتل'

غوری - خوارزمی لڑائیاں

چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں بغداد کی سلطنت عباسیہ میں کئی انقلابات آچکے تھے۔ 566 ہجری (1170ء) میں خلیفہ ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتفی کے دربار خلافت کے رؤسا عضدالدین اور قطب الدین کے ہاتھوں قتل کے بعد اس کا بیٹا ابو محمد حسن مستضی بامراللہ مسند خلافت پر فائز ہوا تھا۔ وہ ایک ارمنی لونڈی غضہ کے شکم سے 536 ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ وہ تقریباً" ساڑھے نو سال حکومت کرنے کے بعد 2 ذی قعد 575 ہجری (1180ء) میں انتقال کرگیا تھا۔ اس کے عہد میں مصر میں خلافت فاطمیہ کا خاتمہ ہوگیا تھا اور وہاں صلاح الدین نے دولت ایوبی قائم کرکے محرم 567 ہجری میں خلیفہ مستضی کے نام کا خطبہ جاری کیا تھا۔ اس کے زمانے میں کردستان کے سلطان نورالدین محمود زنگی نے جو سلطان صلاح الدین کا آقا تھا۔ وفات پائی تھی۔ یہ صرف حلب کا والی تھا لیکن صلیبی جنگوں میں اس کی شجاعت نے فرنگیوں کو مرعوب کر دیا تھا۔ آخر میں اس کی سلطنت اس قدر وسیع ہوگئی کہ مصر' شام' یمن اور حرمین شریفین میں بھی اسکے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا۔ 569 ہجری میں سلطان نورالدین کی وفات کے بعد اس کی یہ سلطنت اس کے بیٹوں کی کشمکش اقتدار اور صلاح الدین کی دست اندازی کے باعث کئی حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ صلاح الدین کی سلطنت میں مصر کے علاوہ شام اور یمن کے وسیع علاقے بھی شامل ہوگئے تھے۔

کہتے ہیں کہ "خلیفہ مستضی نیک' عادل' حلیم اور سخی تھا۔ اس کے زمانہ میں عراق میں

Marfat.com

کامل امن رہا۔ اس نے ہاشمیوں' علویوں اور علماء کو بہت سا مال دیا۔ مدرسوں اور سراؤں پر بھی بہت کچھ خرچ کیا۔ مال کی اس کے نزدیک کوئی وقعت نہ تھی۔ ہمیشہ لوگوں کو بانٹتا رہتا تھا۔ تاہم ابن خلدون کا بیان ہے کہ "اس کی تخت نشینی کے موقع پر مکروفریب سے کام لیا گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "جس وقت خلیفہ مستنجد کی موت کی ہولناک خبر مشہور ہوئی اور ہنوز اس نے دم نہ توڑا تھا کہ وزیرالسلطنت شرف الدین' امراء لشکر اور کل فوجیں مسلح ہوکر محل سرائے خلافت کے دروازے پر آگئیں۔ عوام الناس کا بھی جم غفیران کے ساتھ تھا۔ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ رئیس الرؤسا عضدالدین نے اس خوف سے کہ مبادا وزیرالسلطنت شرف الدین خلیفہ کی موت کا یقین کرکے میرا خاتمہ کردے بلند آواز سے پکارا کہ امیرالمومنین کو غش آگیا تھا اب بفضلہ تعالیٰ اس سے نجات مل گئی ہے۔ وزیرالسلطنت اس خیال سے کہ عوام الناس اور لشکری محل سرائے خلافت میں نہ گھس پڑیں۔ دارالوزارت کی طرف چلا گیا۔ امراء لشکر اور نیز عوام الناس منتشر و متفرق ہوگئے۔ رئیس الرؤسا عضدالدین اور اس کے ہم شریک قطب الدین نے جھٹ پٹ محل سرائے خلافت کے دروازے بند کر دیئے اور خلیفہ مستنجد کے بیٹے ابو محمد حسن کو طلب کرکے فوراً" خلافت کی بیعت کرلی۔ المستضی بامراللہ کا لقب دیا۔ ابومحمد کو مسند خلافت پر متمکن کرنے کے وقت اس سے یہ اقرار لے لیا کہ قلمدان وزارت عضدالدین کو سپرد کیا جائے۔ اس کا بیٹا کمال الدین استاد دار مقرر ہوا اور عساکر اسلامیہ کی سرداری قطب الدین قایماز کو دیجائے اور ابومحمد نے ان لوگوں کی خواہش کے مطابق ان کی کل درخواستوں کو منظور کرلیا۔ بعدازاں خاندان خلافت سے بیعت خاصہ لی گئی"! اس کے بعد خلیفہ مستنجد کی وفات واقع ہوئی۔ اگلے دن دربار عام میں بیعت عامہ ہوئی۔ اور اس طرح ابو محمد حسن اپنی نیکی' پاک بازی' زہد اور تقویٰ کے باوجود اپنے باپ کے قاتلوں کی امداد سے ان کی شرائط پر خلیفہ بنا۔

خلیفہ مستضی مسند خلافت پر متمکن ہوکر عدل و انصاف سے کام لینے لگا۔ لوگوں کو انعامات دیئے' جاگیریں دیں اور مستحقین کو صلے دیئے۔ وزیرالسلطنت شرف الدین کو نئے خلیفہ کی تخت نشینی کی خبر لگی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ہوش و حواس جاتے رہے۔ اپنی غفلت اور واپسی پر نادم ہوا۔ مگر اب یہ سب لاحاصل تھا۔ بیعت کرنے کو بلایا گیا۔ جس وقت حاضر ہوا غلاموں نے عضدالدین کے اشارے سے سر قلم کردیا۔ شرف

Marfat.com

الدین کو خلیفہ مستنجد نے 563 ہجری میں وزیرالسلطنت مقرر کیا تھا۔ چونکہ اس زمانے میں عضدالدین ابوالفرج بن رئیس الرؤسا امور سلطنت کے لیے حکم دیا گیا تھا کہ عضدالدین اور اسکے ہمراہیوں کو معمولی فروگزاشتوں پر معقول چشم نمائی کی جائے اور عضدالدین کے کل اختیارات سلب کر لیے جائیں۔ چنانچہ وزیرالسلطنت نے اس کے بھائی تاج الدین سے حساب عہد خلافت مستنجد کا طلب کیا۔ اس قسم کی کارروائی اور عمال کے ساتھ بھی جو عضدالدین کے آوردہ اور ہوا خواہ تھے' کی۔ اس سے اراکین دولت کے کان کھڑے ہوگئے۔ ہوشیاری اور ریاضت داری سے کام ہونے لگا۔ بدنظمی اور خودسری جاتی رہی۔ مگر اسی وقت سے وزیرالسلطنت شرف الدین اور عضدالدین کے مابین عداوت اور مخالفت کی بنا پڑ گئی۔ اسی عداوت کی بنا پر پہلے عضدالدین اور اسکے ساتھیوں کے ہاتھوں خلیفہ مستنجد قتل ہوا اور پھر اب شرف الدین کا سر قلم کر دیا گیا۔ اگرچہ اس موقع پر خلیفہ مستضی کے عدل و انصاف میں کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی تاہم بعض سنی العقیدہ مورخین کی رائے یہ ہے کہ خلفائے راشدہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد اس سے بہتر کوئی حکمران مسلمانوں میں نہیں ہوا۔ جلال الدین سیوطی لکھتا ہے کہ "اس کے عہد میں بغداد میں رافضیوں کا زور کم ہوگیا تھا جس کے باعث نہایت امن ہوگیا اور اس کی خلافت میں سعادت عظیم حاصل ہوئی۔ یمن' رقہ' توزر اور مصر وغیرہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ تمام بادشاہ' اسکے مطیع فرمان ہوگئے"۔[2] خلیفہ مستضی نے امیر یزدن کو جو کہ خلیفہ مستنجد کے قتل کی سازش میں شامل تھا حلہ کی حکومت دی تھی اور قبیلہ خفاجہ کو اس کی محافظت اور حمایت کا ذمہ دار کیا تھا۔ بنو حزن اور بنو کعب' خفاجہ کے دو نامی گروہ حلہ میں رہتے تھے۔ امیر یزدن نے حلہ پہنچنے کے بعد بنو کعب کو حلہ کی حکومت سپرد کی۔ اس پر بنو حزن کھڑے ہوئے اور سواد عراق میں غارت گری شروع کر دی۔ امیر یزدن نے بنو حزن پر چڑھائی کی۔ بنو کعب کا غضبان' بنو کعب کے ساتھ امیر یزدن کا ہمرکاب تھا۔ ایک روز شب کے وقت سفر کر رہے تھے کہ کسی نے غضبان کو ایک نیزہ مارا جس کے زخم سے غضبان مر گیا۔ غضبان کے مرتے ہی لشکر بغداد کی جانب لوٹ کھڑا ہوا اور محافظت سواد بدستور سابق بنی حزن کرنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد یزدن نے 568 ہجری میں انتقال کیا۔ واسط اس کی جاگیر میں تھا۔ خلیفہ مستضی نے اس کے بیٹے اینامش کو یہ جاگیر دے دی اور علاؤالدین کا لقب دیا۔

Marfat.com

امیر یزدن کے انتقال سے قبل 567 ہجری میں خلیفہ مستنفی نے مجبوراً" وزیر السلطنت عضدالدین کو معزول کردیا تھا۔ اس کی معزولی کا پس منظر یہ تھا کہ خلیفہ مستنفی ربیع الثانی 566 ہجری میں جن شرائط کے تحت مسند خلافت پر بٹھایا گیا تھا۔ ان کے مطابق اس نے قطب الدین قائماز کو کمانڈر انچیف بنایا تھا اور عضدالدین کو عہدہ وزارت دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جب قائماز کی حکومت کا سکہ جم گیا اور کل امور سلطنت کا اختیار اسے حاصل ہوگیا تو اس نے خلیفہ مستنفی کو عضدالدین کی معزولی پر ابھارنا شروع کیا۔ خلیفہ سے کچھ بن نہ پڑا۔ آخرکار اس نے 567 ہجری میں وزیر السلطنت کو معزول کردیا۔ 569 ہجری میں پھر خلیفہ نے اس کی بحالی کا ارادہ کیا۔ قائماز نے اس کی مخالفت کی۔ اور خلیفہ کے خلاف کارروائی کرنے کی غرض سے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور سوار ہوگیا۔ خلیفہ نے محل سرائے خلافت کے دروازے جو شہر بغداد سے متصل تھے بند کروا لیے اور قائماز کے پاس کہلا بھیجا۔ تم واپس جاؤ اور فتنہ و فساد سے باز آ جاؤ۔ میں تمہارے کہنے کے مطابق عضدالدین کو وزارت نہ دوں گا۔ خلیفہ نے مجبوراً" عضدالدین کو بغداد سے نکل جانے کا حکم دیا۔ عضدالدین نے شیخ الشیوخ عبدالرحیم بن اسماعیل سے امن کی درخواست کی۔ شیخ موصوف نے اس کو پناہ دے کر اپنے رباط میں شامل کرلیا۔ چنانچہ یہ وہیں مقیم ہوگیا۔ اس کے بعد قائماز اپنی چیرہ دستی سے دولت عباسیہ پر غالب ہوگیا۔ علاؤ الدین ایتامش کی بہن سے عقد کرلیا۔ ایتامش اور قائماز نے متفق ہوکر دولت و حکومت کی رہی سہی قوت بھی سلب کرلی۔ تھوڑے دنوں بعد قائماز نے ظہیرالدین بن عطار وزیر خزانہ سے جو خلیفہ کا خاص آوردہ تھا ناراض ہوکر اسکے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ مکانات کو جلا کر خاک سیاہ کردیا۔ قائماز نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ ظہیرالدین یہ خبر پاکر بھاگ گیا۔ تب قائماز نے اپنے امیروں کو سرداروں کو جمع کرکے خلیفہ مستنفی سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور اس امر کا ان لوگوں سے اقرار لیا کہ محل سرائے خلافت پر حملہ کرکے ظہیرالدین کو نکال لائیں گے۔ خلیفہ مستنفی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ خلیفہ محل سرائے خلافت کی چھت پر گیا۔ خدام دولت و امیر شور کررہے تھے۔ خلیفہ نے باآواز بلند عوام الناس کو مخاطب کرکے کہا "قطب الدین کا مال و اسباب تمہارا ہے۔ اس کا خون ہمارا ہے۔ دیکھو جانے نہ پائے۔ اس کا گھربار لوٹ لو اس کو میرے پاس گرفتار کرلاؤ۔ عوام الناس یہ سنتے ہی قطب الدین کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ قطب

Marfat.com

الدین بھاگ گیا۔ عوام الناس نے اسکا گھر لوٹ لیا۔ اس غارت گری عام میں کچھ کشت و خون بھی ہوا۔ قائماز بغداد سے بھاگ کر حلہ پہنچا۔ اس کے امراء بھی اسکے پیچھے پیچھے حلہ چلے گئے۔ خلیفہ مستضی نے عضدالدین کو وزیرالسلطنت مقرر کیا اور پھر اس خیال کے ماتحت کہ مبادا قائماز پھر بغداد کا ارادہ کرے اور اہل بغداد لحاظ پاس سے اس کا ساتھ دے دیں۔ شیخ الشیوخ عبدالرحیم کو حلہ اس غرض سے روانہ کیا کہ قائماز کو حکمت عملی سے حلہ سے موصل روانہ کردیا جائے۔ چنانچہ شیخ الشیوخ کی عاقلانہ تدبیر سے قائماز موصل چلا گیا۔ راستہ میں اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو پیاس کی بے حد تکلیف اٹھانا پڑی اور وہ پیاس کی شدت سے مر گئے۔ یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ 570 ہجری کا ہے۔ باقی رہا علاؤالدین ایتامش۔ وہ مدتوں موصل میں قیام پذیر رہا۔ تا آنکہ خلیفہ نے اس کو دارالخلافت بغداد میں بلا بھیجا اور وہ وہیں عسرت و تنگ دستی کی حالت میں مر گیا۔[2]"

572 ہجری میں خوزستان کے والی ابن ملک شاہ نے عراق پر چڑھائی کر دی۔ بند نجین پر شب خون مارا گیا۔ غارت گری کے دروازے کھل گئے وزیر عضدالدین لشکر لے کر مقابلہ پر آیا۔ اس کے ساتھ حلہ اور واسط کی فوجیں بھی تھیں۔ کئی لڑائیاں ہوئی۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر ابن ملک شاہ خوزستان کی طرف گیا اور شاہی فوجیں بغداد کی جانب واپس ہوئیں۔ 573 ہجری میں وزیر عضدالدین خلیفہ سے اجازت لے کر ایک قافلہ کے ہمراہ حج کو روانہ ہوا۔ راستے میں ایک شخص فریادی صورت بنائے ہوئے "فریاد فریاد" چلاتا ہوا۔ وزیرالسلطنت کے قریب آیا۔ جونہی وزیرالسلطنت نے اس کی جانب توجہ کی اس شخص نے چھری بھونک دی اور وہ چند دن کے بعد زخموں کی تاب نہ لاکر مر گیا۔ عضدالدین کے مارے جانے کے بعد ظہیرالدین ابو منصور ابن نصر معروف بہ ابن عطار قلمدان وزارت کا مالک ہوا۔ اس نے اراکین دولت کو اپنی حکمت عملیوں سے دبا لیا اور من مانی کرنے لگا۔ ماہ ذی الحجہ 575 ہجری میں خلیفہ مستضی بامراللہ ابو محمد حسن بن یوسف مستنجد نے جب کہ اس کی خلافت کو نو برس چھ مہینے گزر چکے تھے انتقال کیا۔ وزیرالسلطنت ابن عطار نے خلیفہ مستضی کے بیٹے ابوالعباس احمد کو 3 ذیقعد 575 ہجری مطابق 30 مارچ 1180ء کو مسند خلافت پر بٹھایا اور ناصرالدین اللہ کا لقب دیا۔

خلیفہ ناصر نے عہد خلافت سنبھالتے ہی وزیرالسلطنت ظہیرالدین ابن عطار کو گرفتار

Marfat.com

کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد 18 ذیقعد کو وہ جیل خانے سے نکالا گیا تو مردہ تھا۔ جب لاش کو ایک مزدور سر پر رکھ کر باہر لایا تو عوام الناس نے بڑی بے توقیری سے اس لاش کو دجلہ میں بہا دیا۔ اس کے بعد مجدالدین ابوالفضل بن صاحب استادوار حکمرانی کرنے لگا۔

اس زمانے میں اندلس اور شمالی افریقہ میں موحدین کے امیرالمومنین یوسف ابویعقوب کی حکومت تھی۔ مصر، شام اور حرمین شریفین میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا سکہ چلتا تھا۔ موصل عمادالدین زنگی کے خاندان کے سیف الدین غازی دوئم کی تحویل میں تھا اور سنجار پر اسی خاندان کا ایک شخص عمادالدین بن مودود حکمران تھا۔ ایشیائے کوچک پر سلجوقی خاندان کے عزالدین قلیج ارسلان کی فرمانروائی اور عراق اور کردستان کے بلاد جبل پر خاندان سلجوقیہ کے طغرل ثانی کی برائے نام حکومت تھی۔ خوارزم اور اس کے ملحقات پر سلطان تکش بن ارسلان حکمران تھا۔ سلطان تکش 568 ہجری یعنی 1172ء میں اپنے باپ ارسلان کی وفات کے بعد اپنے بھائی جلال الدین محمود (جسے سلطان شاہ بھی کہتے ہیں) کے ساتھ شدید کشمکش اقتدار کے بعد برسراقتدار آیا تھا۔ سلطان شاہ نے اپنے بھائی تکش کے خلاف قراخطائی تاتاریوں کے خان اعظم سے مدد حاصل کی تھی اور اس پر قبضہ کر کے سلطان شاہ نے اپنی حکومت یہاں قائم کرلی تھی۔ پھر اسی لشکر کی مدد سے اس نے ہرات پر حملہ کیا تھا۔ جو غیاث الدین غوری کی عملداری میں تھا۔ اس جنگ میں سلطان شاہ کو شکست ہوئی اور غوریوں کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ سلطان شاہ واپس مرو چلا گیا تھا اور پھر اس نے وہیں کی حکومت پر اکتفا کیا تھا۔ چنانچہ وہ مرو پر اور سلطان علاؤالدین محمد تکش خوارزم پر حکومت کرتے رہے۔ جبکہ لاہور میں غزنی خاندان کا آخری بادشاہ خسرو ملک حکمران تھا۔ صوبہ ہرات غیاث الدین محمد غوری کے قبضہ میں رہا۔ غزنی اور سندھ پر شہاب الدین معزالدین محمد غوری کی سلطنت تھی۔ اور ان سب سلطنتوں میں کس کو معلوم تھا کہ اسلامی بھائی چارے اور عالمگیر اتحاد اسلامی کا تصور کہاں ہے۔ وہ جس نظام حکومت و سیاست پر عمل کررہے تھے وہ وہی استبدادی شاہی نظام تھا جس پر اس دور کے دنیا کے دوسرے علاقوں اور دوسرے مذاہب کے حکمران عمل پیرا تھے۔ ان میں اچھے حکمران بھی ہوتے تھے اور برے بھی۔

Marfat.com

خلیفہ ناصر کے بارے میں مشہور تھا کہ اسے علم غیب حاصل ہے لیکن اس کا ''علم غیب'' بھی اتحاد اسلامی کے دستور کی تلاش میں مددگار ثابت نہ ہوا اور عالم اسلام مزید افراق و تفریق کا شکار ہوتا ہی چلا گیا۔ تاہم سیوطی خلیفہ ناصر کی انتظامی صلاحیت کی تعریف کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ ''رعیت کے کسی چھوٹے بڑے کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔ اس کے مخبر اور پرچہ نویس ہر شہر میں موجود تھے۔ جو ہر ایک چھوٹی بڑی بات لکھ کر اس کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ ایسے ایسے حیلے اور اس طرح کی چالیں چلتا تھا کہ جنہیں کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ دو دشمن بادشاہوں میں صلح کروا دیتا تھا اور پتہ بھی نہ لگتا تھا۔ جب والی ماژندران کا ایلچی بغداد میں آیا تو ہر شب حکومت خلیفہ کے پاس اس کے اعمال و افعال شبینہ کا پرچہ پہنچتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ایلچی نے تمام کام نہایت احتیاط سے پوشیدہ طور پر کرنے شروع کیے۔ مگر باوجود اس کے کہ پرچہ ہر صبح خلیفہ کے پاس پہنچتا تھا ایک رات اس نے ایک عورت کو چور دروازے سے اندر بلا کر تمام رات اپنے پاس رکھا۔ صبح کو ہی اس بات کا پرچہ خلیفہ کے پاس پہنچ گیا اور اس میں یہاں تک درج تھا کہ جو لحاف ان دونوں نے اوڑھا تھا اس پر ہاتھی کی تصویر تھی۔ یہ حالت دیکھ کر ایلچی گھبرا گیا اور اسے کامل یقین ہوگیا کہ خلیفہ کو علم غیب حاصل ہے۔ اور بعض دوسرے لوگوں کا خیال تھا جنات اس کے تابع ہیں۔ - - - ابن واصل لکھتا ہے کہ ناصر نہایت دلیر' شجاع' صاحب عقل صائب اور ذہین ثاقب تھا۔ عراق اوز ملک کے تمام اطراف میں اس کے جاسوس تھے جو اسے ذرا ذرا بات کی اطلاع پہنچا دیا کرتے تھے ---------- وہ رعایا کے لیے اچھا نہ تھا اور ظلم و جور کی طرف مائل تھا۔ اس لیے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگتے تھے اور ان کا مال اس نے ضبط کرلیا تھا۔ اس سے متضاد افعال صادر ہوا کرتے تھے۔ اپنے اجداد کے خلاف مذہب امامیہ کی طرف مائل تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اسکے سامنے کسی نے ابن جوزی سے پوچھا کہ رسول اللہؐ کے بعد کون افضل ہے تو وہ بھی صراحتاً'' حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کی فضیلت بیان نہ کرسکے۔ بلکہ گول مول یہ کہہ کر چل دیئے کہ آپ کے بعد وہ افضل ہے جس کی بیٹی ان کے نکاح میں تھی۔ سیوطی کے بقول ابن اثیر کہتا ہے کہ ''ناصر بد خلق تھا۔ اس کے عہد خلافت میں اس کی رسوم کے باعث عراق کا ملک اجڑ گیا تھا۔ اس نے لوگوں کا مال و اسباب اپنے مال میں شامل کرلیا تھا۔'' لیکن ان سب باتوں کے باوجود آگے چل کر سیوطی

Marfat.com

کے بقول بہت سے علماء نے اسے روایت حدیث کی اجازت دی تھی۔ ”منجملہ ان کے ابوالحسین یوسفی اور ابوالحسن علی بن عساکر بطایحی تھے۔ اس نے مزید بہت سے لوگوں کو روایت حدیث کی اجازت دی تھی۔ جو اس کی حیات میں ہی بطور فخر اس کی روایت کیا کرتے تھے۔ موفق عبداللطیف کہتا ہے کہ ”خلیفہ ناصر وسط ایام خلافت میں روایت حدیث میں مشغول ہوگیا تھا۔ چنانچہ بہت سے محدثین کو بلا کر ان سے حدیث سنی اور اجازت حاصل کی اور پھر خود بادشاہوں اور علماء کو اجازتیں لکھ کر بھیجیں۔ ایک کتاب تصنیف کی جس میں 70 حدیثیں تھیں۔ پھر وہ کتاب حلب میں پہنچی اور لوگوں نے اسے سنا۔ ذہبی کہتا ہے کہ ناصر نے بہت سے علماء کو اجازت دی تھی ان سب میں سے ابن سکینہ' ابن اخضر' ابن نجار اور ابن دامغانی وغیرہ اہم ہیں۔[2]“

583 ہجری میں خلیفہ ناصر نے استاد دار مجدالدین ابوالفضل کو اس وجہ سے گرفتار کرکے قتل کر ڈالا کہ اس نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ ”اس کی موجودگی میں خلیفہ کی کچھ نہ چلتی تھی۔ علاوہ بریں اس کی ثروت و مالداری اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ خلیفہ کے خزانہ کی اس کے مقابلے میں کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ - - - 584 ہجری میں خلیفہ نے اپنے وزیرالسلطنت جلال الدین ابوظفر عبیداللہ بن یونس کی سرکردگی میں ایک لشکر بلاد جبل میں سلجوقی خاندان کے حکمران طغرل ثانی کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ طغرل کا قصور یہ تھا کہ اس نے اپنی سلطنت میں بزور تیغ توسیع کرلی تھی اور اس وجہ سے یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ کسی وقت بھی عراق پر حملہ کر دے گا۔ ہمدان کے حکمران کزل ارسلان موسوم بہ عثمان نے خلیفہ کو اس خطرے کا احساس دلایا تھا اور اس سے طغرل کے خلاف فوجی امداد طلب کی تھی۔ 18 ربیع الاول 584 ہجری کو طغرل اور عبیداللہ کے مابین ہمدان کے نزدیک بڑی خونریز لڑائی ہوئی میدان جنگ طغرل کے ہاتھ رہا۔ لشکر بغداد بھاگ گیا۔ وزیرالسلطنت عبیداللہ گرفتار کرلیا گیا۔ بعدازاں کزل کو طغرل پر فتح نصیب ہوئی۔ کزل نے طغرل کو گرفتار کرکے ایک قلعہ میں نظربند کردیا اور استحکام و استقلال کے ساتھ کل صوبجات پر حکمرانی کرنے لگا۔ اپنے نام کا منبروں پر خطبہ پڑھوایا۔ دروازہ پر پنج وقتہ نوبت بجوائی۔ کچھ عرصہ بعد طغرل اپنی خوابگاہ میں قتل کرڈالا گیا۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ کس نے اس کو قتل کیا۔ اس کے قتل سے دولت سلجوقیہ کا چراغ گل ہوگیا۔ 585 ہجری میں امیر عیسیٰ

Marfat.com

والی تکریت کو اس کے بھائیوں نے قتل کر کے قبضہ کرلیا۔ خلیفہ ناصر نے ایک فوج تکریت پر قبضہ کرنے کو روانہ کی اس فوج نے تکریت پہنچ کر محاصرہ کرلیا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد امان کے ساتھ تکریت مفتوح ہوا۔ - - - 588 ہجری میں بنو عامر بن صعصعہ اپنے سردار عمیرہ کی سرکردگی میں جمع ہوکر غارت گری کے ارادے سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ محمد بن اسماعیل نے ان کی مدافعت کی غرض سے ماہ صفر میں خروج کیا تھا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی۔ اگلے دن رات کے وقت عربوں نے شہرپناہ کی دیوار میں روزن کر دیا۔ اور شہر میں گھس کر غارت گری شروع کر دی۔ محلے کے محلے ویران ہوگئے اس دوران خفاجہ اور مشفق بہت بڑی جمعیت کے ساتھ بصرہ کے قریب پہنچ گئے۔ بنی عامر ان سے لڑنے کو نکل کھڑے ہوئے۔ فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ فریقین کے ہزاروں لوگ مارے گئے۔ آخر خفاجہ مشفق کو شکست ہوئی۔ بنی عامر نے ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور بصرے کی جانب لوٹے۔ اس عرصہ میں امیر بصرہ نے اہل سواد کو جمع کرلیا تھا۔ مگروہ عربوں کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے۔ شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عربوں نے بصرہ میں داخل ہوکر پھر شہر کو لوٹا اور واپس چلے گئے۔[5]" عرب خانہ بدوشوں میں لوٹ مار کی روایت زمانہ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ ابن خلدون نے اپنے "مقدمہ" میں ان کی اس روایت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ظہور اسلام کے بعد ان اعرابیوں نے کچھ عرصہ کے لیے یہ تاثر دیا تھا کہ یہ رفتہ رفتہ تہذیب و تمدن سے آشنا ہو جائیں تو اپنی روایت خودبخود ترک کر دیں گے۔ لیکن بصرہ کے لوٹے جانے کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں بھی ان کی یہ روایت بدستور قائم تھی۔

"اسی زمانہ میں خوزستان کے والی شملہ نے وفات پائی اور اقتدار کے سوال پر اس کے بیٹوں میں نزاع ہوا تو خلیفہ ناصر نے مویدالدین ابوعبداللہ محمد بن علی معروف بہ ابن قصاب کو عہدہ وزارت دیا۔ اور صوبہ خوزستان اور بعض شہروں کی سند حکومت عطا کی۔ وزیرالسلطنت مویدالدین نے 591 ہجری میں خلیفہ ناصر کی اجازت سے خورستان پر فوج کشی کی۔ وزیرالسلطنت نے پہلے شہر تستر پر قبضہ کرلیا اور بعدازاں کل قلعوں اور شہروں پر بھی قابض ہوگیا اور ملوک بنی شملہ کو گرفتار کرکے بغداد روانہ کردیا۔ خلیفہ نے انتظاما" طاش تکین مجیرالدین امیرالحاج کو خوزستان پر مامور کیا۔ وزیرالسلطنت خوزستان کو طاش تکین کے

Marfat.com

حوالے کر کے رے کی طرف چلا گیا۔ اس وقت رے پر تکش بن ارسلان خوارزم شاہ کا قبضہ تھا۔ یہ قبضہ اس نے تھوڑا ہی عرصہ قبل قطلغ بن بہلوان کو شکست دے کر حاصل کیا تھا۔ قطلغ نے وزیرالسلطنت کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور پھر اس کے ساتھ ہمدان کی طرف گیا۔ جہاں تکش کا بیٹا علاؤالدین محمد ایک عظیم لشکر لیے ہوئے مقیم تھا۔ وزیرالسلطنت کی آمد کی خبر پر وہ رے کی طرف چلا گیا۔ وزیرالسلطنت نے بلا مزاحمت ہمدان پر قبضہ کر کے علاؤالدین کا تعاقب کیا۔ جن جن شہروں کی طرف سے ہوکر گزرا فتح کرتا چلا گیا۔ تاآنکہ رے کے قریب پہنچا۔ علاؤالدین ابن تکش رے کو چھوڑ کر دامغان کی طرف گیا اور وہاں سے .سطام چلا گیا۔ جب وہاں بھی عافیت کی صورت نظر نہ آئی تو جرجان میں جاکر دم لیا۔ وزیرالسلطنت اس کے تعاقب میں جرجان نہ گیا۔ بلکہ واپس رے میں آکر مقیم ہوگیا۔ اس کی واپسی کی وجہ یہ تھی کہ وزیرالسلطنت نے جس شخص کی تحریک پر ہمدان اور رے کا رخ کیا تھا وہی ہوس اقتدار کی وجہ سے اس سے باغی ہوگیا تھا۔ یعنی قطلغ بن بہلوان نے رے میں علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ وزیرالسلطنت نے قطلغ کے محاصرہ کا حکم دیا تو قطلغ شہر آوہ چلا گیا۔ جب وہاں کے کوتوال نے اسے داخلہ کی اجازت نہ دی تو وہ کرج چلا گیا۔ وزیرالسلطنت فوراً" کرج پہنچا۔ اس سے ایک سخت خونریز جنگ کے بعد قطلغ کو شکست دے کر ہمدان واپس آ گیا۔ واپسی کے تیسرے مہینے میں خوارزم شاہ کا قاصد وزیرالسلطنت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان بلاد پر قبضہ کرنے کی شکایت کی اور واپسی کی درخواست کی۔ وزیرالسلطنت موید الدین المعروف ابن قصاب نے انکاری جواب دیا۔ اس بنا پر خوارزم شاہ تکش بن ارسلان نے ہمدان پر فوج کشی کی۔ ابھی دونوں فریقوں کا مقابلہ نہیں ہوا تھا کہ وزیرالسلطنت کا ماہ شعبان 592 ہجری میں انتقال ہوگیا۔ تاہم وزیرالسلطنت کی فوج مقابلہ پر آئی مگر میدان جنگ خوارزم کے ہاتھ رہا۔ بعدازاں فوج شکست کھا کر بھاگی۔ خوارزم شاہ نے ہمدان پر قبضہ کرلیا۔ ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد خوارزم شاہ نے اصفہان میں اپنے بیٹے کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ مقیم کیا۔ اس پر صدرالدین خجندی رئیس شافعیہ نے خلیفہ ناصر کو درخواست بھیجی کہ اگر آپ تھوڑی فوج اصفہان روانہ کردیں تو ہم شہر اس کے حوالے کر دیں گے۔ خلیفہ نے سیف الدین طغرل جاگیردار بلاد لحف کی زیرقیادت فوج بھیجی۔ خوارزمی شاہی فوج اصفہان سے چلی گئی۔ سیف الدین نے اصفہان پر قبضہ کرلیا۔ خوارزم

Marfat.com

شاہیوں کی اصفہان سے روانگی کی بظاہر وجہ یہ تھی کہ 596 ہجری میں تکش بن ارسلان کا انتقال ہوگیا تھا اور اس کا بیٹا علاؤالدین محمد تخت نشینی کے لیے واپس چلا گیا تھا۔ اور تکش کی وفات کے بعد جب کچھ عرصہ کے لیے خوارزم شاہی حکومت میں عدم استحکام پیدا ہوا تھا تو سلاطین سلجوقیہ کے موالی بہلوان کے خادموں نے جمع ہوکر رے پر قبضہ کرلیا تھا اور اپنے سرداروں میں کر کجہ ایک شخص کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ کر کجہ خوارزم شاہیوں سے لڑنے کے لیے اصفہان پہنچا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ اس شہر پر خلیفہ ناصر کے لشکر کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اس پر اس نے خلیفہ کو ایک درخواست بھیجی جس میں یہ تجویز پیش کی کہ ساوہ قم اور قاشان کی حکومت مجھے دے دی جائے اور اصفہان' ہمدان' زنجان اور قزوین آپ اپنی تحویل میں رکھیں۔ خلیفہ نے یہ درخواست منظور کرلی اور کر کجہ نے بلاد جبل میں قیام اختیار کیا۔ اس کا ساتھی شمس الدین اید غمش سلطنت کی نگرانی کرتا تھا۔ چھٹی صدی کے اواخر میں اید غمش نے اپنے خادموں کی ایک جمعیت تیار کرلی اور کر کجہ سے باغی ہوگیا۔ اید غمش نے اس کے کل مقبوضہ بلاد پر قبضہ کرلیا اور ازبک بن بہلوان کو برائے نام بادشاہ بنا کر در حقیقت خود حکومت کرنے لگا"۔[۹]

کچھ عرصہ بعد اید غمش نے آذربائیجان اور ارانیہ کی جانب قدم بڑھایا۔ ازبک بہلوان نے شہروں کو محاصرہ میں لے لیا۔ لیکن ان امراء بہلوان میں ایک دوسرا امیر منکلی نامی 608 ہجری میں اٹھ کھڑا ہوا اور اید غمش سے لڑ پڑا۔ افواج بہلوانیہ نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ اید غمش منکلی کا مقابلہ نہ کرسکا اور بغداد بھاگ گیا۔ جہاں خلیفہ ناصر نے اس کی آؤ بھگت کی۔ جمادی الثانی 610 ہجری میں خلیفہ نے اید غمش کو ایک فوج دے کر ہمدان کی جانب روانہ کیا۔ وہ رفتہ رفتہ سلیمان ابن برجم ترکمان ایوبی کے ملک میں پہنچا۔ چونکہ خلیفہ نے سلیمان کو کسی وجہ سے اس کی قوم کی سرداری سے معزول کرکے اس کے چھوٹے بھائی کو مامور کردیا ہوا تھا اس لیے سلیمان خلیفہ ناصر سے رنجش رکھتا تھا۔ اس رنجش کی بنا پر اس نے منکلی کو اید غمش کے آنے کی خبر دے دی۔ منکلی نے ایک فوج اید غمش کی گرفتاری کے لئے متعین کی۔ اس فوج نے اید غمش کو گرفتار کرکے اس کا سر اتار لیا۔ اس پر بغدادی لشکر منتشر ہوگیا۔ خلیفہ کو اس واقعہ کی خبر لگی تو اس نے ازبک بن بہلوان والئی آذربائیجان و ارانیہ کو منکلی کی سرکوبی کو لکھا۔ جلال الدین والی قلعات اسماعیلیہ (بلاد عجم)

Marfat.com

کو ازبک کی امداد کی تاکید کی اور پھر موصل جزیرہ اور بغداد سے شاہی لشکر کو فراہم کر کے ان کی کمک پر بھیجا۔ جب یہ سارا لشکر ہمدان کے قریب پہنچا تو منکلی پہاڑ پر بھاگ گیا۔ شاہی لشکر نے اس پہاڑ کو جاکر گھیر لیا۔ بہت دیر تک محاصرہ کا سلسلہ قائم رہا۔ آخر کار گھمسان کی لڑائی کے بعد منکلی کو شکست ہوئی۔ اس کا سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ شاہی لشکر نے کل شہروں پر قبضہ کرلیا۔ جلال الدین والئی قلعات اسماعیلیہ نے حسب قرارداد منکلی کے مقبوضات کے حصے بخرے کرلیے۔ جو باقی بچا اس پر ازبک بن بہلوان قابض ہوگیا۔ منکلی بھاگتا ہوا ساوہ پہنچا ساوہ کے کوتوال نے اس کا سر اتار کر بغداد بھیج دیا۔ یہ واقعہ 612 ہجری کا ہے"۔

اس طوائف الملوکی کی خبر علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کو سمرقند میں ملی۔ اس نے 614 ہجری میں دھاوا کردیا اور ایک فوج ماورالنہر اور ترکوں کی سرحد کی طرف روانہ کی۔ چنگیز خاں کے ساتھ تاتاریوں کی مدافعت کے لیے قومس پہنچ کر چار ہزار سواروں کو لے کر فوج سے علیحدہ ہوگیا۔ رے کے نزدیک سعد زنگی نے اس سے شکست کھائی اور شہر پر اس کا قبضہ ہوگیا۔ سعد زنگی کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس کے بعد اس نے ازبک بن بہلوان سے اصفہان چھین لیا۔ ازبک بھاگ کر آذربائیجان پہنچا۔ اور اپنے وزیر ابوالقاسم بن علی کو معذرت نامہ دے کر اطاعت قبول کرلی۔ ازبک نے سالانہ خراج خوارزم شاہ کے خزانہ میں داخل کردیا اس کے بعد علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے سعد زنگی کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ قلعہ اصطخر اس کے حوالے کر دے اور بقیہ علاقہ میں سے مالیہ کا تیسرا حصہ بطور خراج ادا کیا کرے۔ سعد زنگی نے واپس فارس پہنچ کر اس شرط کی پابندی کی اور خوارزم شاہ کو بادشاہ تسلیم کرکے اسکے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس طرح ساوہ' قزوین' جرجان' ابہر' ہمدان' اصفہان' قم' قاشان' اور تمام بلاد جبل پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہوگیا۔ اس کے بھائی جلال الدین محمود عرف سلطان شاہ محمود کا جو مرو کا حکمران تھا رمضان 589 ہجری میں انتقال ہو چکا تھا۔ اور اس کے زیر حکومت علاقہ بھی خوارزم شاہ کے قبضہ میں آچکا ہوا تھا۔

اس دوران وسط ایشیا میں دوسری بڑی قوت غوریوں کو حاصل تھی۔ سلطان علاؤالدین جہاں سوز کے کچھ عرصہ بعد اس کے بھتیجوں غیاث الدین اور شہاب الدین نے اقتدار پر قبضہ حاصل کیا اور ہرات سے لے کر لاہور تک کا علاقہ اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔

Marfat.com

دراصل علاؤالدین جہاں سوز کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان سیف الدین تخت نشین ہوا تھا لیکن دو سال بعد ہی اس کے وزیر ابوالعباس نے اسے قتل کر ڈالا تھا۔ اس کے بعد ہی غیاث الدین اور شہاب الدین کے لیے اقتدار کی راہ ہموار ہوئی تھی۔ انہوں نے ابوالعباس کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے تھوڑے عرصہ بعد ابوالعباس کو بھی قتل کروا دیا تھا۔

یہ امر بعیدازقیاس نہیں کہ غیاث الدین اور شہاب الدین نے ابوالعباس سے اپنے چچا زاد بھائی سلطان سیف الدین کو قتل کروایا۔ پھر ابوالعباس کی امداد سے غیاث الدین کو بادشاہ بنوایا اور پھر ابوالعباس کا خاتمہ کر دیا۔ اس زمانے میں ایسی سازشیں ہوا ہی کرتی تھیں۔ ان دونوں بھائیوں کے دلوں میں ایک وسیع و عریض اور طاقتور سلطنت کے بادشاہ بننے کی تمنا بڑی دیر سے پرورش پا رہی تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان کی اپنے چچا سلطان علاؤالدین سے لڑائیاں بھی ہوئی تھیں۔ ابن خلدون لکھتا ہے "جب سلطان علاؤالدین جہاں سوز غزنی کو تباہ و برباد کر چکا اور اس کی حکومت و سلطنت کو استحکام حاصل ہوگیا تو اس نے بلاد غور پر اپنے بھتیجوں غیاث الدین اور شہاب الدین کو مامور کیا۔ انہوں نے نہایت خوبی سے اپنے مقبوضہ ممالک کا انتظام کیا۔ رعایا کے حقوق کی نگہداشت کی جس سے عام طور سے لوگوں کے دل ان کی جانب مائل ہوگئے۔ ان حالات میں بعض چغل خوروں نے سلطان علاؤالدین کو مطلع کیا کہ شہاب الدین اور غیاث الدین حکومت و سلطنت کے دعویدار ہیں اور آپ پر حملے کی تیاری کررہے ہیں۔ علاؤالدین نے غیاث الدین اور شہاب الدین کو بلا بھیجا وہ کسی وجہ سے نہ آسکے۔ علاؤالدین کا شبہ یقین کی حد تک پہنچ گیا۔ اس نے فوجیں دونوں کی گرفتاری کے لیے بھیج دیں۔ علاؤالدین کی فوج کو شکست ہوگئی اور غیاث الدین اور شہاب الدین نے اعلانیہ اپنے چچا کی مخالفت کا اعلان و اظہار کرکے اس کے نام کا خطبہ موقوف کردیا۔ علاؤالدین کو اس سے سخت غصہ پیدا ہوا۔ اس نے دوبارہ فوجیں مرتب کرکے خود غیاث الدین اور شہاب الدین پر فوج کشی کی۔ سخت خونریز جنگ ہوئی۔ آخرکار علاؤالدین کی فوج میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ علاؤالدین نے امن کا جھنڈا بلند کردیا۔ خاتمہ جنگ پر غیاث الدین اور شہاب الدین اپنے چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے تخت حکومت پر بٹھا کر چھوٹوں کی طرح اس کی خدمت میں کھڑے ہوگئے۔ علاؤالدین اپنے بھتیجوں کی مردانگی اور سعادت مندی سے نہایت خوش ہوا۔ اپنی بیٹی کو غیاث الدین کے عقد نکاح میں دیا اور

Marfat.com

مرنے کے وقت اس کے حق میں حکومت و سلطنت کی وصیت کر گیا۔ لیکن جب 556 ہجری میں سلطان علاؤالدین نے وفات پائی تو غیاث الدین کی بجائے علاؤالدین کا بیٹا سیف الدین تخت نشین ہوگیا۔ لیکن بمشکل دو سال حکومت کرنے پایا تھا کہ 558 ہجری میں وہ ابوالعباس کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ اس کے بعد غیاث الدین محمد پہلے بلاد غور اور پھر 571 ہجری میں ہرات کا بادشاہ بن گیا۔ اس سے دو سال قبل 569 ہجری میں شہاب الدین نے غزنی پر قبضہ کیا تھا اور 571 ہجری میں اس نے سندھ کو بھی فتح کرلیا تھا۔ 582 ہجری میں شہاب الدین نے ہندوستان پر چڑھائی کرکے لاہور پر قبضہ کیا۔ وہاں غزنوی خاندان کے آخری فرمانروا خسرو ملک کو شکست دے کر گرفتار کرلیا اور یہاں کے شہروں پر غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ غیاث الدین نے غیاث الدین الدنیا والدین معین الاسلام والمسلمین فقیہہ امیرالمومنین کا لقب اختیار کیااور اس نے اپنے بھائی کو معزالدین کا لقب دیا۔

اس پس منظر میں عباسی خلیفہ مستفی اور خلیفہ ناصر کی جانب سے غوریوں کے ساتھ اچھے تعلقات کی استواری کی کوشش کی گئی جوکہ غیرمتوقع نہیں تھی۔ منہاج سراج کا بیان ہے کہ ''بغداد سے امیرالمومنین المستفی بامراللہ اور امیرالمومنین الناصرالدین اللہ نے چند مرتبہ فاخرہ خلعت بھی سلطان غیاث الدین کے لیے بھیجی۔ پہلی مرتبہ ابن الربیع اور راقم الحروف (منہاج سراج) کے والد سراج منہاج کو اس کے ساتھ بغداد بھیجا گیا جب ناصرالدین اللہ کی طرف سے خلعت پہنچا تو سلطان غیاث الدین کے فرمان کے مطابق بادشاہ کی نوبت پانچ مرتبہ بجنے لگی۔ یعنی ہر نماز کے وقت۔'' اسی خلیفہ ناصر نے خوارزم شاہ علاؤالدین تکش کے خلاف سلطان غیاث الدین کی امداد طلب کی تھی۔ لیکن غیاث الدین خلیفہ کی خواہش کے مطابق خوارزم شاہ کے خلاف برسرپیکار نہیں ہوا تھا۔ البتہ 1172ء میں جب خوارزم شاہ کے باغی بھائی سلطان شاہ نے ترکان خطا (جو حالت کفر میں تھے) کی امداد سے مرو پر قبضہ کرنے کے بعد ہرات پر حملہ کیا جوکہ غیاث الدین سام غوری کی مملکت کا حصہ تھی تو غوریوں اور سلطان شاہ کے مابین جنگ ہوئی۔ جس میں غوریوں کو فتح ہوئی اور سلطان شاہ کو شکست ہوئی۔ کہتے ہیں کہ غیاث الدین سلطان شاہ سے جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ بوشنج کے علاقے سلطان شاہ کو دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا لیکن سلطان غیاث الدین کے قاضی القضاۃ نے ہنگامہ مچا کر اس کو جنگ کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس ملا کا

Marfat.com

نام جو قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھا۔ معزالدین علوی بردی لکھا جاتا ہے۔ غیاث الدین غوری طالقان کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور سلطان شاہ کے ساتھ صلح کی بات چیت چل رہی تھی اور صلح کی شرائط تقریباً" طے ہو چکی تھیں۔ صرف صلح نامہ لکھا جانا باقی تھا۔ غوری سردار (بشمول شہاب الدین غوری) اس صلح کے مخالف تھے۔ (وہ اس صلح کو موت سے بہتر نہیں سمجھتے تھے) وہ سلطان شاہ سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن غیاث الدین ان کو روک رہا تھا۔ اتنے میں سلطان شاہ کا ایلچی غیاث الدین کے دربار میں معاہدہ صلح لکھوانے کے لیے حاضر ہوا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "اس وقت امراء غوریہ و سرداران لشکر موجود تھے۔ اگرچہ یہ معاہدہ صلح کیخلاف تھے لیکن غیاث الدین کے دباؤ سے کوئی دم نہیں مارتا تھا۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ معزالدین علوی بردی جو غیاث الدین کی ناک کا بال ہوا تھا اور اس کا اثر اس قدر تھا کہ بلااجازت جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ غیاث الدین دم نہ مارتا تھا۔ اٹھ کر طیش و غضب میں بولا۔ اس طرح سے صلح ہرگز ہرگز نہ کی جائے گی۔ میں ایک چپہ زمین سلطان شاہ کو نہ دوں گا۔ ایسا چیخا چلایا کہ گلا پھٹ گیا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے سر پر مٹی ڈالی۔ بال نوچ ڈالے۔ ایلچی سے مخاطب ہوکر بولا۔ جا اپنے بادشاہ سلطان شاہ سے کہہ دے کہ سلطان اعظم غیاث الدین نے صلح کرلی ہے لیکن علوی بردی تجھ سے تیغ سپر ہونے کے لیے تیار ہے۔ اسکے علاوہ اور جو کچھ منہ میں آیا سخت سست کہہ کر غیاث الدین کی طرف مخاطب ہوا۔ حضور والا! جن ملکوں کوہم نے تلوار سے اپنا خون بہا کر ترکان غز، سلجوقیہ اور سنجر سے حاصل کیا ہے کیا وہ ممالک ہم اس شخص کو دے دیں جسے اسکے بھائی نے نکال دیا ہے۔ تن تنہا ادھرادھر پھرتا ہے۔ اور ہم اسے اپنے مقبوضہ شہر دے دیں گے تو اس کا بھائی بادشاہ خوارزم شاہ غزنی اور ہندوستان کا طالب و خواہاں ہوگا۔ علوی سے یہ نہ ہوگا-------- غیاث الدین نے خاموشی اختیار کی اور نہ ہاں کی اور نہ نہیں"۔ چنانچہ ایلچی ناکام واپس چلا گیا۔ شہاب الدین نے فوج کو تیاری کا حکم دیااور جنگ ہوئی۔ اس طرح ایک ملانے دو مسلمان حکمرانوں کے مابین صلح و امان کے قیام کی بجائے جنگ و جدال کا میدان گرم کرا دیا۔ ملا معزالدین نے اس موقع پر شہاب الدین سمیت غوری امرا و لشکر کے موقف کی ترجمانی کی تھی اور اس نے اپنے اس موقف کی تائید میں قرآن و سنت کا کوئی حوالہ نہیں دیا تھا۔ بلکہ خالصتاً" سیاسی دلائل دیئے تھے۔ جو بے

Marfat.com

وزن نہیں تھے۔ لڑائی میں سلطان شاہ کو شکست ہوئی اور اسکی حکومت مرو تک محدود ہوگئی اس طرح خوارزمیوں کا بندوبست کرنے کے بعد غوریوں نے بدخشاں اور بامیان سے لیکر خراسان تک کے علاقے پر بڑی مستحکم اور مضبوط حکومت قائم کرلی۔ شہاب الدین غوری ہرات میں سلطان شاہ کو شکست دینے کے بعد اس کے بھائی علاؤالدین سے جنگ کرنے کے لیے خوارزم کی طرف بڑھا تھا۔ علاؤالدین خوفزدہ ہوکر ترکان خطا کے پاس چلا گیا۔ خوارزم کے فقہاء و علماء غوری لشکرگاہ میں حاضر ہوئے۔ صلح کا پیام دیا اور یہ عرض کی کہ چونکہ علاؤالدین نے ترکان خطا سے میل جول پیدا کرلیا ہے مناسب ہے کہ آپ مرو کو اپنا مرکز حکومت بنائیں۔ تاکہ علاؤالدین کے آئندہ خطرات سے ہم لوگ محفوظ و مامون رہیں یا اس سے مصالحت کرلیجئے۔ شہاب الدین نے یہ درخواست منظور کرلی بلا کسی شرط سے مصالحت کرکے واپس آگیا تھا۔

اس زمانے میں غزنی پر ترکان غز کا قبضہ تھا۔ 1173ء میں شہاب الدین غوری نے حملہ کرکے غزوں کو شکست دی اور انہیں غزنی سے نکال کر یہاں اپنا قبضہ مستحکم کیا۔ غز تاتاریوں کا ایک گروہ قبیلہ سن قران کے نام سے مشہور ہوگیا تھا۔ یہ بھی مسلمان ہوگئے ہوئے تھے۔ 1175ء میں انہوں نے غوری سلطنت کے علاقے میں بڑا ہنگامہ بپا کیا۔ 1176ء میں شہاب الدین غوری نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے بیشتر آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ منہاج سراج لکھتا ہے کہ ''اکثر سنقرانی و غز بظاہر قرآن خواں تھے یعنی اعتقاداً مسلمان تھے۔ اس لیے ان کی موت شہادت ہوئی لیکن چونکہ انہوں نے فتنہ و بغاوت کی آگ مشتعل کی تھی اس لیے ملکی انتظام کے تقاضے میں وہ مارے گئے۔'' سلطان غیاث الدین نے غزنی اور گردونواح کے علاقوں کی حکومت اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو دے کر ان علاقوں کے معاملات کے بارے میں اسے خود مختار کردیا تھا۔ شہاب الدین کے لیے مزید وسعت کا امکان وسطی ایشیا میں نہیں تھا وہاں پہلے ہی کئی مسلمان حکمران باہم جنگ و جدال میں مصروف تھے۔ چنانچہ اس نے ہندوستان پر اپنی مہمات کا آغاز سلطان محمود غزنوی کی طرح ملتان کی قرمطی حکومت کا خاتمہ کرکے کیا۔ ان قرمطیوں نے غزنیوں کے کمزور پڑ جانے کے بعد دوبارہ ملتان اور سندھ پر اپنی حکومت بحال کرلی تھی۔ لیکن چونکہ ادھر مصر میں یوسف صلاح الدین ایوبی نے فاطمی خلفاء کا خاتمہ کردیا ہوا تھا اس لیے اب بھی اگرچہ

Marfat.com

ان کی خفیہ سرگرمیاں تو زوروشور سے جاری تھیں مگر ان کی کمر ٹوٹ چکی ہوئی تھی۔ 1175ء میں شہاب الدین غوری نے ملتان پر حملہ کیا۔ اور ملتان اور اس کے گردونواح کے علاقے کو قرمطیوں کے قبضہ سے نکال کر اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ 1178ء میں جب شہاب الدین غوری کو گجرات کی مہم میں وہاں کے ہندو راجہ سے شکست اٹھانا پڑی تو اسے محسوس ہوا کہ دور دراز علاقوں پر مار کرنے سے پہلے پنجاب پر اپنا قبضہ مستحکم کرنا ضروری ہے۔ پنجاب پر غزنوی خاندان کا آخری حکمران خسرو ملک حکومت کررہا تھا۔ چنانچہ ملتان میں قرمطیوں کی حکومت ختم کرنے کے بعد شہاب الدین غوری نے لاہور میں غزنویوں کی حکومت بھی تباہ کرنے کی ٹھانی تاکہ اس طرح ہندوستان کی مہمات کے لیے راستہ صاف کیا جائے۔ 1179ء میں اس نے پشاور اور اس کے گردونواح کے شہروں پر اپنا قبضہ مستحکم کیا اور پھر لاہور پر چڑھائی کر دی۔ یہاں غزنوی خاندان کے آخری فرمانروا خسرو ملک کی حکومت کی بنیادیں راجہ دہلی اور ہندوستان کی دوسرے راجاؤں کے حملوں اور افغانیوں کی یورشوں کے سبب کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ چنانچہ اس نے شہاب الدین غوری سے صلح کرکے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ 1180ء میں شہاب الدین غوری نے جنوبی سندھ میں ساحل بحیرہ عرب پر واقع دیبل شہر جسے مورخوں نے ٹھٹھہ بھی لکھا ہے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ تمام مقامات کو فتح کرلیا اور یہاں سے لوٹ کھسوٹ کے بعد بہت سا مال غنیمت حاصل کرکے واپس ہوا۔ یہ تمام مقامات سومرہ قبیلے کے ماتحت تھے جوکہ مسلمان ہو چکے تھے۔ ایک رائے کے مطابق یہ بھی قرمطی عقائد کے حامل تھے[1]" شہاب الدین غوری نے اسماعیلی فرقہ کے ذیلی فرقہ قرامطہ کے اقتدار کو ملتان سے سندھ تک کے تمام علاقہ سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ ملتان اور بالائی سندھ کا علاقہ غوریوں کی عملداری میں آگیا۔ جبکہ زیرین یا جنوبی سندھ میں ٹھٹھہ اور اس کے گردونواح کا علاقہ سومرہ سرداروں کے قبضہ میں رہا۔ 1184ء میں شہاب الدین غوری نے سیالکوٹ میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کروایا اور اپنے ایک سپہ سالار حسین کے قبضہ میں دے کر واپس غزنی چلا گیا۔ جب لاہور کے غزنوی حکمران خسرو ملک کو اطلاع ملی تو اس نے مؤرخ فرشتہ کے مطابق "گکھڑوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر سیالکوٹ کے قلعہ پر حملہ کر دیا"[2] لیکن ناکام واپس لوٹا۔ بت پرست ہندوؤں کے ساتھ خسرو کا اتحاد اس کے کام نہ آیا۔ اس کے ملک گیری کے آئین میں مذہبی اخوت کے نام کی کوئی

Marfat.com

شق نہیں تھی۔

1186ء میں شہاب الدین نے ایک زبردست لشکر لے کر خسرو ملک کو سزا دینے کا فیصلہ کیا اور لاہور پر چڑھائی کر دی۔ خسرو ملک مقابلہ کرنے کے قابل نہیں تھا چنانچہ اس نے خود کو شہاب الدین غوری کے حوالے کر دیا۔ شہاب الدین نے خسرو ملک سمیت غزنوی خاندان کے تمام افراد کو گرفتار کر کے اپنے بڑے بھائی سلطان غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ بھیج دیا۔ جہاں تمام غزنوی قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ملک گیری مذہبی رشتوں پر غالب رہی۔ ایس ایم اکرام کے مطابق "پنجاب کی اکثر لڑائیوں میں جموں کشمیر کے ہندو راجہ نے شہاب الدین غوری کا ساتھ دیا"۔[12] بالفاظ دیگر شہاب الدین غوری کو لاہور اور ملتان کے مسلمان حکمرانوں کے خلاف لڑائیوں میں ایک ہندو راجہ کا تعاون حاصل رہا۔ جنگی حکمت عملی کے لحاظ سے اس میں کوئی برائی نہیں تھی۔ لڑائیاں ایسے ہی جیتی جاتی تھیں۔ اگر کوئی برائی کی بات تھی تو وہ یہ تھی کہ جس طرح خسرو ملک نے توحید کے علم برداروں کے خلاف بت پرستوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا تھا اسی طرح شہاب الدین غوری نے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف بت پرستوں کا تعاون حاصل کیا تھا۔ جس طرح خسرو ملک نے اپنی اقتدار پرستی کو مذہب سے بالاتر رکھا تھا اسی طرح شہاب الدین غوری نے ہوس ملک گیری کو مذہبی تقاضے پر ترجیح دی تھی۔ وہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے ہندوستان نہیں آیا تھا اس کا مقصد اپنی سلطنت کے دائرہ کو وسیع کرنا تھا۔ اس کی جنگی حکمت عملی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ وہ ہندو راجاؤں کے خلاف جنگوں میں بھی بعض دوسرے ہندو راجاؤں کا تعاون حاصل کرتا تھا"۔ 1192ء میں جب ترائین کی دوسری لڑائی میں پرتھوی راج کو شکست فاش ہوئی تو قنوج کا طاقتور راجہ جے چند شہاب الدین غوری کے پہلو بہ پہلو صف آرا تھا"۔[13] وجہ یہ تھی کہ جے چند کی پرتھوی راجہ سے عداوت تھی اس لیے وہ شہاب الدین غوری کا اتحادی بن گیا۔ اسی طرح ہندو راجاؤں کی فوج میں بھی سلطان امیر تھے جو محمود غزنوی کے زمانے میں یہاں مقیم ہوگئے تھے۔ قنوج اور بنارس کے راجہ کے ساتھ محمود غزنوی کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ابن اثیر بنارس کے راجہ کی فوج کے بارے میں لکھتا ہے۔ "اس کے سپاہیوں میں ایک تعداد مسلم امیروں کی بھی تھی۔ جن کے آباؤاجداد سلطان محمود بن سبکتگین کے زمانے سے ان حصوں میں رہتے چلے آئے تھے۔ شریعت اسلامیہ کی

Marfat.com

پابندی کرتے تھے اور اپنی نمازوں اور دیگر اعمال فقہ میں راسخ تھے"۔[14] ان راسخ العقیدہ مسلمان امیروں کے نزدیک ایک بت پرست ہندو راجہ کی فوجی خدمات میں کوئی غیراسلامی بات نہیں تھی۔ ملک گیری اور جہانبانی کا اصول ہے کہ مفادات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے اس لیے دوسری پابندیاں بھی یکساں نہیں رہتیں اور بدلتی رہتی ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد 1194ء میں شہاب الدین غوری اور قطب الدین ایبک نے قنوج اور بنارس پر چڑھائی کردی۔ راجہ جے چند نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ گویا اس جنگ میں اس ہندو راجہ کی فوج کے مسلم امیروں نے غوری کے مسلمان لشکر کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔ اجمیر' دہلی' میرٹھ اور کولی (موجودہ علی گڑھ) کے علاقوں پر مشتمل "اسلامی حکومت" وجود میں آچکی ہوئی تھی۔ جس کا صدر مقام دہلی تھا اور یہاں کا گورنر قطب الدین ایبک مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن قنوج اور بنارس کے مسلم امیروں نے اس اسلامی حکومت میں شامل ہونے کی بجائے اس کے خلاف اپنے ہندو راجہ کا ساتھ دیا۔ ترائین کی دوسری لڑائی میں پرتھوی راجہ کے مارے جانے کے بعد غوری نے اجمیر کی حکومت اس کے بیٹے راج کولا کو سونپ دی تھی۔ جو کہ غوری کا مطیع و باجگزار تھا۔ 1195ء میں اس کے چچا بھیم راج نے اجمیر پر حملہ کر دیا۔ قطب الدین ایبک پرتھوی راج کے بیٹے کی مدد کے لیے آیا اور بھیم راج سے جنگ کی۔ بھیم راج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اجمیر پر مسلمان حاکم مقرر کردیا گیا۔

ادھر اسی زمانہ میں خوارزم شاہ علاؤالدین محمد بن تکش کے بھائی سلطان شاہ نے غوریوں کی مملکت میں پھر مار دھاڑ شروع کر دی تھی۔ سلطان شاہ پہلے اس خیال سے فیروز کوہ آیا تھا کہ غیاث الدین سے امداد لیکر بھائی سے لڑے گا۔ امداد نہ ملی تو وہ خوانین خطا (جو حالت کفر میں تھے) کے پاس پہنچ گیا اور ان کی مدد سے ممالک غور کے لیے مصیبت کا باعث بن گیا تھا۔ 588 ہجری یعنی 1192ء میں سلطان غیاث الدین نے فرمان صادر کیا کہ معزالدین غزنہ سے۔ ملک شمس الدین بامیان سے اور ملک تاج الدین حرب سیستان سے لشکر لے کر دوبارہ مرو میں جمع ہوں۔ اس فرمان کی تعمیل ہوئی سلطان شاہ مرو سے لشکر نکال کر بالائی علاقے میں لے گیا اور سلطانی لشکر پر چھاپوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہ ان لوگوں کے لیے مصیبت کا سامان بن گیا۔ جو لشکر کے جانوروں کے لیے چارہ اکٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ فتنہ چھ مہینے تک جاری رہا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب موجود تھے۔ آخر

Marfat.com

سلطان معزالدین نے دریائے مرغاب سے گزرنے کا انتظام کیا وہ اپنے لشکر کے ساتھ پار ہوگیا۔ سلطان شاہ نے شکست کھائی۔ بہاؤالدین طغرل سنجری جو ہرات سے نکل کر خوارزم شاہیوں سے جا ملا تھا جنگ میں لشکریاں بامیان کے ہاتھ آیا۔ اس کا سر کاٹ کر سلطان غیاث الدین کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس روز ملک شمس الدین بامیانی کو جو سلطان کے چچا ملک فخرالدین مسعود کا بیٹا تھا۔ منبر عطا ہوااور اسے سلطان کا خطاب دیا گیا۔ جس سال غور' غزنہ اور بامیان کے لشکر سلطان شاہ کی سرکوبی کے لیے دربار پر جمع تھے اسی سال سلطان خسرو ملک کی شہادت کا فرمان صادر ہوا"۔[15] منہاج سراج کا مترجم مولانا غلام رسول مہر خسرو ملک کے قتل کے اس واقعہ پر یہ تبصرہ کرتا ہے کہ "خسرو ملک غزنوی (سابق والی لاہور ایک قلعہ میں قید تھا)۔ اس کا اور اس کے بیٹے بہرام شاہ کا قتل غوریوں کے دامن پر ایک بدنما دھبا ہے باپ بیٹا دونوں بے دست و پا تھے۔ ان سے کسی کو خطرہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن سیاسی مصلحتوں کے پردے میں ایسے بے شمار واقعات ہو چکے ہیں۔ جن کے لیے کوئی وجہ جواز پیش نہیں کی جا سکتی۔" مولانا مہر کے اس تبصرہ میں یہ اضافہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کی تاریخ کو مذہبی لٹریچر کے طور پر پڑھتے اور پڑھاتے ہیں وہ اس قسم کے تلخ تاریخی حقائق کو یکسر نظرانداز کرکے اسلام اور عامتہ المسلمین کی کوئی خدمت نہیں کرتے۔

1200ء تک سندھ و گجرات سے بنگال تک بالائی ہندوستان کا بیشتر علاقہ غوریوں کے زیر تسلط آچکا تھا۔ انہوں نے برصغیر کے اس وسیع و عریض علاقے کو محض مہم جوؤں کی حیثیت سے فتح کیا تھا۔ دین اسلام کے خدمت گزاروں کی حیثیت سے نہیں۔ اگرچہ ان کے ساتھ بہت سے علماء فقہاء اور قضاۃ بھی وسطی ایشیا میں مسلسل بدنظمی و بدامنی کی وجہ سے ہندوستان آگئے تھے لیکن یہ عالمان دین غوریوں اور ان کے والیان صوبجات کو اسلام کے صراط مستقیم پر ڈالنے کی شاذونادر ہی کوشش کرتے تھے۔ بالعموم ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ یہ ان حکمرانوں کے ہر قتل کو مذہبی حوالے سے جائز ثابت کرتے تھے۔ اس زمانہ میں غور اور غزنہ کے علاقوں سے بالخصوص بہت سے مہم جو قسمت آزمائی کے لیے ہندوستان آئے تھے۔ ان میں سے جو اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ وہ بختیار کے گرد جمع ہوگئے جو بیانہ (دوآبہ) کی ایک جاگیر پر مقرر تھا۔ اس کی قیادت میں ان مہم جوؤں نے 1200 عیسوی میں بہار اور بنگال پر قبضہ کرلیا اور چند برسوں میں وہ آسام تک پہنچ گئے۔ چونکہ ان مہم

Marfat.com

جووں کا ولولہ، جوش اور عسکری تنظیم ہندوستان کے صدیوں سے سیاسی، معاشرتی اور معاشی جمود کے شکار ہندو راجاؤں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی اس لیے وہ کامیاب ہوئے۔ ہندوؤں کے حکمران طبقہ کے انتہائی ظالمانہ معاشرتی نظام کے بوجھ تلے ہندو عوام الناس سسک رہے تھے اس لیے ان مظلوم ہندو عوام نے بیرونی حملہ آوروں کے خلاف اپنے حکمران طبقوں کی جوش و ولولہ کے ساتھ امداد نہ کی۔ اگرچہ وسطی ایشیا کے مسلمان امراء کی مہم جوئی میں مذہب نے ایک اضافی عنصر کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا اور ملک گیری کے ولولہ میں مذہبی جوش کے پہلو نے شامل ہوکر اس مہم کی کامیابی میں اپنا حصہ ڈالا مگر اس مہم میں مذہب کو بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل نہیں تھی۔ فیصلہ کن حیثیت ان مادی حالات کو حاصل تھی جو وسطی ایشیا میں وقوع پذیر ہورہے تھے۔ اور وہاں کے مہم جوؤں کو کسی دوسرے جہان کی تلاش پر مجبور کررہے تھے اور ہندوستان کے مادی حالات تھے جو ان کی ملک گیری کے لیے راہ ہموار کررہے تھے۔ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان پر غزنویوں اور غوریوں کا حملہ بت پرستی کے خاتمہ اور دین اسلام کی اشاعت کے فیصلہ کے تحت ہوا تھا۔ وہ تاریخی حقائق کو مسخ کرتے ہیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کی وسیع سلطنت کا قیام غزنویوں اور غوریوں کے اسلامی جذبہ کا کرشمہ نہیں تھا۔ اس سلطنت کے قیام میں اسلامی اتحاد و اتفاق اور اسلامی اخوت و مساوات کا کوئی عنصر شامل نہیں تھا بلکہ یہ مختلف داخلی و خارجی حالات کا نتیجہ تھا جو وسطی ایشیا اور ہندوستان میں رونما ہورہے تھے۔

1200ء میں جبکہ برصغیر میں اسلامی مقبوضات بنگال اور آسام تک پھیل چکے تھے وسطی ایشیا میں مسلمان مسلمانوں کا خون کررہے تھے۔ اسی سال شہاب الدین غوری اور سلطان محمد خوارزم شاہ کے مابین دریائے جیحوں کے کنارے بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں ترکستان کے قراخطائی کافروں نے خوارزم شاہ کا ساتھ دیا۔ شہاب الدین غوری کو شکست ہوئی۔ غور کے نامور سپہ سالار اس جنگ میں مارے گئے۔ شہاب الدین نے ازخود جا کے قلعہ میں پناہ لی۔ شہاب الدین کی شکست کے بعد ہندوستانی مقبوضات اور غزنی میں یہ افواہ مشہور ہوگئی کہ شہاب الدین اس جنگ میں مارا جا چکا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں وسطی ایشیا کے مہم جوؤں کے مابین ہندوستان کی ملک گیری کے لیے جو عارضی اتحاد پیدا ہوا تھا وہ ختم ہوگیا اور شہاب الدین کے غلاموں نے بغاوت کردی۔ اسکا ایک غلام ملتان پہنچا اور اپنی

Marfat.com

امارت کا جعلی فرمان دکھا کر ملتان پر پوری طرح قبضہ کرلیا۔ چنانچہ جب شہاب الدین تاتاری خطائیوں اور خوارزمیوں سے صلح کر کے واپس غزنی لوٹا تو ایلدکز نے اسے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ شہاب الدین مایوس ہوکر ملتان چلا آیا مگر یہاں بھی باغیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ شہاب الدین کو بزور تیغ ملتان پر قبضہ کرنا پڑا۔ پھر اس نے یہاں سے ایک زبردست فوج تیار کر کے غزنی کا رخ کیا اور اسے اپنے غلام ایلدکز سے آزاد کرایا۔

جس طرح یہ لوگ ملک گیری کے حوالے سے ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے اسی طرح فرقہ واریت کے حوالے سے بھی وہ ایک دوسرے کے درپے آزار تھے۔ 1200ء (597 ہجری) میں شہاب الدین نے خراسان اور قہستان میں اسماعیلیوں کو خوب تباہ وبرباد کیا۔ جس کے بارے میں ابن خلدون لکھتا ہے کہ ”شہاب الدین غوری نے ہرات سے قہستان کی طرف کوچ کیا رفتہ رفتہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ جہاں کے رہنے والے اسماعیلیہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ کسی نے خبر دی کہ اس گاؤں کے رہنے والے اسماعیلیہ فرقہ کے ہیں۔ شہاب الدین نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا۔ جتنے لڑنے والے تھے وہ مار ڈالے گئے۔ لڑکے اور عورتیں' غلام بنا لیے گئے۔ گاؤں ویران ہوگیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے قلعہ کی طرف بڑھا جو قہستان کے نواح میں تھا۔ یہ قلعہ بھی فرقہ اسماعیلیہ کا تھا۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد امان کے ساتھ فتح ہوا۔ سرداران غوریہ میں سے ایک سردار کو اسکا حاکم مقرر کیا۔“[١٩]

سنیوں اور اسماعیلیوں کے تضاد کی اس قدر شدت نے بارہویں صدی کے اواخر میں وسطی ایشیا کے مسلمان حکمرانوں کی جڑیں کھوکھلی کردی تھیں۔ داخلی امن نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ اوپر سے تاتاری چڑھائی کرتے چلے آرہے تھے۔ مسلمان حکمرانوں کو داخلی طور پر اسماعیلی باغیوں کی تخریبی سرگرمیوں اور خارجی طور پر تاتاریوں کی یلغار کا سامنا تھا۔ تاتاریوں کے ہاتھوں تاراج ہونے تک یہ مسلمان حکمران باطنی اسماعیلیوں کی سرکوبی میں الجھے رہے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ”چونکہ اس فرقے کی نفرت اور خونریزیاں مشہور ہوگئی تھیں۔ اس وجہ سے چاروں طرف سے حکمران ان پر فوج کشی کرنے لگے۔ اس اثناء میں ملوک سلجوقیہ کے نظام حکوت میں خلاء پیدا ہوا اور ایتغمش نے رے اور ہمدان کو دبا لیا۔ اس نے 601 ہجری (1206ء) فرقہ باطنیہ کے ان قلعوں پر جو قزوین کے قرب و جوار

Marfat.com

میں تھے فوج کشی کی اور نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے محاصرہ کیا۔ چنانچہ ان میں سے پانچ قلعوں کو بزور تیغ فتح کر کے قلعہ موت کا قصد کیا ---- اسی سال شہاب الدین غوری پنجاب میں کھوکھروں کی بغاوت کی سرکوبی کرنے کے بعد لاہور سے غزنی کی واپسی کا قصد کیا۔[17] "غرض یہ تھی کہ ترکان خطا سے ان کی پیش قدمی کا بدلہ لے۔ چنانچہ ہندی و خراسانی فوجیں مرتب کیں۔ جس وقت شہاب الدین لاہور سے نکل کر غزنین کی طرف روانہ ہوا۔ مقام دمیل میں جو لاہور کے قریب تھا پہنچ کر قیام کیا۔ چند لوگ شاہی خیمہ کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے دربان کو زخمی کیا۔ شور و غوغا بلند ہوا۔ محافظین خیمہ شاہی کی طرف دوڑ پڑے جس نے دربان کو زخمی کیا تھا۔ وہ تو بھاگ گیا باقی کو موقع مل گیا۔ وہ خیمہ میں گھس گئے۔ دو ایک خدمتگار جو خیمہ کے اندر تھے خوفزدہ ہو کر بے حس و حرکت ششدر کھڑے رہ گئے۔ شہاب الدین اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ سجدہ میں تھا کہ ان لوگوں نے اسے اسی حالت میں شہید کر دیا۔ اسے قتل کر کے اس کے خدمتگاروں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ جو اس خیمہ میں تھے۔ یہ واقعہ اوائل ماہ شعبان 602 ہجری میں ہوا۔ قاتلین سلطان شہاب الدین کی بابت مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ کھوکھروں نے اسے شہید کیا تھا جن کے گھربار کو سلطان شہاب الدین نے تاخت و تاراج اور اس کے عزیز و اقارب کو قتل کیا تھا اور بعض مورخین کا یہ قول ہے کہ فرقہ اسماعیلیہ میں سے کسی شخص نے یہ کام کیا تھا۔ کیونکہ اسماعیلیہ نے بہت بڑی شورش برپا کر رکھی تھی۔ شہاب الدین نے ان کی سرکوبی کے لیے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا تھا اور اس کی فوجوں نے بلاد اسماعیلیہ کو تاخت و تاراج کیا تھا"۔[18]

منہاج سراج لکھتا ہے کہ "ترکان خطا سے مصالحت کے بعد سلطان شہاب الدین غزنہ لوٹا۔ حکم دے دیا کہ تین سال ترکستان پر لشکرکشی کی تیاری میں صرف کیے جائیں اور اس نے قرا خطائیوں پر یورش کا پکا ارادہ کر لیا۔ اس اثنا میں اطلاع ملی کہ کھوکھروں اور کوہ جود (کوہ نمک) کے قبیلوں کے سرکشوں کی ایک جماعت باغی ہو گئی ہے۔ سلطان اس سرما میں ہندوستان آ گیا۔ سرکشوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور سنت کے مطابق جہاد کیا۔ اس گروہ کے خون کی ندی بہائی گئی۔ جب غزنہ کی جانب لوٹ رہا تھا تو ایک باطنی فدائی کے ہاتھ سے منزل دمیل میں شہادت پائی۔ یہ واقعہ 602 ہجری یعنی 1206ء کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا! میرے بعد چھ سو سے کچھ اوپر سال گزر جانے پر (اس بادشاہ کی شہادت 602 ہجری میں ہوئی)۔ اسی سال قیامت کا پہلا نشان ظاہر ہو گا۔ یعنی چنگیز خاں مغل کا خراج (اور ترکوں کا خراج) لہٰذا معلوم ہوا کہ سلطان معزالدین اسلام کا ایک مضبوط بند تھا۔ جب اس نے شہادت پائی تو قیامت کا دروازہ کھل گیا۔[19]" سلطان شہاب الدین کے اسماعیلی فدائی کے ہاتھوں قتل کے متعلق گمان کی بنیاد یہ ہے کہ جب شہاب الدین نے سلطان غیاث الدین کے 599 ہجری میں وفات سے دو تین سال قبل قہستان کے علاقے میں قرامطیوں کے قتل عام کے بعد بامیان کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا تو اس موقع پر والی قہستان کا خط سلطان غیاث الدین کی خدمت میں موصول ہوا۔ لکھا تھا۔ آپ کے بھائی شہاب الدین نے ہمارے مقبوضات میں دست درازی شروع کر دی ہے۔ متعدد مقامات کو سر کر لیا ہے۔ ہم نے کوئی بدعہدی نہیں کی پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے بھائی نے عہد شکنی پر کمر باندھ لی ہے۔ سلطان غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کے پاس اپنے ایک معتمد امیر کے ذریعے کہلا بھیجا کہ فرقہ اسماعیلیہ کے مقبوضات پر دست اندازی نہ کرو محاصرہ اٹھا کر میرے پاس چلے آؤ۔ شہاب الدین بھائی کا پیام پا کر پیچ و تاب کھانے لگا۔ بالآخر تعمیل حکم سے انکار کر دیا۔ غیاث الدین کے فرستادہ امیر نے کہا "آپ کو سلطانی حکم کی تعمیل کرنی ہوگی اگر تعمیل نہ کریں گے تو میں آپ کو تعمیل حکم پر مجبور کروں گا۔ امیر نے یہ کہہ کر شہاب الدین کے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں۔ شہاب الدین کو اس سے حدّ درجہ کا غصہ پیدا ہوا مگر بھائی کا حکم تھا خاموش ہو گیا۔ محاصرہ اٹھا کر ہندوستان کا راستہ لیا۔[20]" چونکہ فرقہ اسماعیلیہ کے ارکان اپنے خلاف اس قسم کی کارروائی کا انتقام لینے میں بہت بدنام تھے اس لیے بعض مؤرخین سلطان غیاث الدین کے جانشین سلطان شہاب الدین کے قتل کی ذمہ داری ایک اسماعیلی فدائی پر ڈالتے ہیں۔ بہرکیف ابن خلدون اس قتل کے بعد کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "شہاب الدین کے قتل کے بعد وزیر موید الدین نے سپہ سالار لشکر کو طلب کر کے لشکریوں میں امن و امان قائم رکھنے اور نظام حکومت کے پابند رہنے کی ہدایت و تاکید کی اور نعش کو ایک تابوت میں رکھ کر اور شاہی خزانے کے ساتھ غزنین کی طرف روانہ ہوا۔ خزانہ شاہی دو ہزار دو سو اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ بائیس سو اونٹوں پر خزانہ لدا ہوا دیکھ کر

Marfat.com

غلامان شاہی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ انہوں نے یہ خیال کرکے کہ شہاب الدین تواب باقی نہیں رہا لوٹنے کا قصد کیا۔ سرداران لشکر اور امرایان دولت نے ان لوگوں کو اس برے کام سے باز رکھا اور ان سب لشکریوں کے ساتھ ہندوستان کی طرف واپس کردیا۔ جن کے وظائف اور جاگیریں قطب الدین ایبک کے قبضہ میں تھیں۔[21]"

شہاب الدین غوری کی وفات کے بعد وسطی ایشیا میں غوریوں کی سلطنت میں شدید اختلافات پیدا ہوئے اور ہندوستانی مقبوضات مختلف علاقوں میں بٹ گئے۔ غوری خاندان کی ایک شاخ بدخشاں اور بامیان پر حکومت کررہی تھی۔ علاؤالدین جہاں سوز (1161-1150) نے اس علاقہ پر قبضہ کرکے یہاں کی حکمرانی اپنے بڑے بھائی ملک فخرالدین مسعود کو دے دی تھی اور یہاں اس کے بعد اس کا بیٹا بہاؤالدین سام حکومت کررہا تھا۔ بہاؤالدین سام کا انتقال بھی 1206 ہجری میں ہوا۔ جبکہ غور اور غزنی میں اقتدار کی کشمکش ہورہی تھی۔ غور میں واقع سلطنت کے اصل دارالحکومت فیروز کوہ کے تخت پر سلطان شہاب الدین کا بھتیجا اور سلطان غیاث الدین سام (جس کا انتقال 599 ہجری میں ہوا تھا) کا بیٹا غیاث الدین محمود تخت نشین ہوا اور غزنی کی حکومت پر شہاب الدین کا غلام تاج الدین یلدوز قابض ہوگیا۔ تاج الدین یلدوز سلطان شہاب الدین محمود غوری کے مخصوص اور مقرب غلاموں میں سے تھا۔ اس نے غیاث الدین محمود سے اس وقت غزنی کی سند حکومت حاصل کی تھی جبکہ وہ خراسان کی مہم میں مصروف تھا اور سلطان شہاب الدین کا جانشین بننے کا متمنی تھا۔ ہندوستانی مقبوضات میں سے جو شہاب الدین کے جس غلام کی عملداری میں تھا وہاں اس نے اپنی خودمختار حکومت قائم کرلی۔ ملتان اور سندھ میں ناصرالدین قباچہ۔ پنجاب' دہلی' اجمیر اور دوآب کے علاقے میں قطب الدین ایبک اور بنگال میں اختیارالدین بختیار خلجی آزاد خودمختار بادشاہ بن بیٹھے تھے۔ گویا غور سے بنگال تک غوریوں کی عظیم الشان سلطنت چھ حصوں میں بٹ گئی۔ کسی کو اسلامی اتحاد و اتفاق کا خیال نہ آیا۔ منہاج سراج لکھتا ہے کہ "جب سلطان غازی معزالدین (سلطان شہاب الدین غوری) محمد بن سام نے دمیل میں شہادت پائی اور سلطان بہاؤالدین سام بن (شمس الدین) محمد کا انتقال (بامیان سے غزنہ آتے ہوئے) راستے میں ہوگیا۔ تو غور' غزنہ اور بامیان اور ہندوستان کے مالک شہنشاہوں میں سے دو فریق رہ گئے جن کے درمیان مقابلہ ہو سکتا تھا۔ اول سلاطین غور دوئم سلاطین

Marfat.com

بامیان' سلطان معزالدین کی میت دمیل سے غزنہ کی طرف روانہ ہوئی تو ترک ملوک و امراء نے جو سلطان غازی (شہاب الدین) کے غلام تھے میت سلطان اور کثیرمال و زر ملوک امرا غور سے بزور قوت چھین کر دونوں چیزیں اپنے قبضہ میں لے لیں۔ کرمان پہنچے تو موید الملک وزیر محمد عبداللہ سنجری کو چند ممتاز ترک امراء کیساتھ میت سلطانی کے ہمراہ غزنہ بھیج دیا۔ تاج الدین یلدوز' جو سلطان کے غلاموں اور ترک مملوک میں سب سے بڑا تھا کرمان ہی میں ٹھہرا رہا۔ (کرمان ہندوستان سے غزنہ کے راستے میں کوہستان کرم میں واقع ہے یہی یلدوز کی مستقل جاگیر تھی۔ وہ کرمان میں اس لیے ٹھہرا رہا کہ وہ غیاث الدین محمود بن سلطان غیاث الدین مرحوم کو سلطان شہاب الدین کا جانشین بنانے کے حق میں تھا) میت غزنہ پہنچنے کے دو روز بعد بامیان کے سلطان علاؤالدین بن محمد اور جلال الدین علی ---- سلطان بہاؤالدین سام کا فرزند ---- امراء غور اور بعض دوسرے ممتاز اصحاب کی استدعا پر بامیان سے آگئے۔ غزنہ میں داخل ہوئے۔ سلطان بہاؤالدین سام کے چھوٹے بیٹے علاؤالدین محمد کو تخت پر بٹھایا گیا۔"[۲۲]

ابن خلدون کے مطابق "تاج الدین یلدوز نے اس کی اطاعت نہ کی اور اس نے غیاث الدین محمود کی سلطنت و حکومت کی دعوت دینا شروع کی اور ترکوں' خلجیوں اور تاتاریوں کی ایک بڑی فوج لے کر کرمان سے غزنین کی جانب روانہ ہوا۔ علاؤالدین اور اس کے بھائی جلال الدین کو دھمکی کا خط لکھا اور خفیہ طور پر غزنین میں ترکوں کے پاس بھی کہلا بھیجا کہ غیاث الدین محمود تمہارے آقا کا بیٹا ہے۔ یہ بہت بڑی نمک حرامی ہوگی۔ کہ تم اس کا ساتھ نہ دو گے۔"[۲۳] منہاج سراج کے بقول "علاؤالدین کی تخت نشینی کے کچھ عرصہ بعد موید الملک وزیر اور غزنہ کے ترک امراء نے تاج الدین یلدوز کی خدمت میں خطوط کرمان بھیجے پھر غزنہ پہنچنے کی استدعا کی۔ چنانچہ یلدوز نے کرمان سے غزنہ کا قصد کرلیا۔ جب وہ حوالی شہر میں پہنچا تو سلطان علاؤالدین نے جنگ کی تیاری کی اور شہر سے باہر نکلا۔ جلال الدین بھی شہر سے باہر آیا اور بامیان چلا گیا۔"[۲۴]

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "ماہ رمضان 602 ہجری میں دونوں فریق صف آرا ہوئے۔ سخت خونریز جنگ کی بنیاد پڑی۔ ترکوں کی فوج علاؤالدین سے علیحدہ ہوکر تاج الدین یلدوز سے مل گئی جس سے علاؤالدین کے سپہ سالار محمد بن حدرون کو شکست ہوئی۔ اسے گرفتار

Marfat.com

کرلیا گیا۔ تاج الدین یلدوز کا لشکر شہر غزنین میں داخل ہوگیا۔ لوٹ مار شروع ہوگئی۔ غوریوں اور بامیوں کے مکانات لوٹ لیے گئے۔ علاؤالدین نے قلعہ میں جاکر پناہ لی۔ جلال الدین بیس سواروں کی جمعیت سے بامیان کی طرف بھاگا۔ تاج الدین یلدوز نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا تو علاؤالدین' یلدوز سے امان حاصل کرکے بامیان چلا گیا۔ تاج الدین یلدوز نے غزنین میں قیام کرکے غیاث الدین محمود کی حکومت کا جھنڈا گاڑا۔ مگر اس کے نام کا خطبہ نہ پڑھا۔ داؤد والئی قلعہ غزنین کو گرفتار کرلیا۔ فقہاء اور قضاۃ کو حاضری کا حکم دیا۔ خلافت ماب (عباسی خلیفہ ناصر) کی طرف سے مجد الدین ابو علی بن ربیع شافعی مدرس نظامیہ بغداد بطور وفد کے شہاب الدین کے پاس آئے ہوئے تھے۔ اسی دربار عام میں تاج الدین یلدوز نے انہیں حاضر ہونے کی اجازت دی اور ان لوگوں نے شاہی تخت پر بیٹھنے اور القاب سلطانی سے اپنے آپ کو مخاطب کرنے کا مشورہ دیا۔ یلدوز نے اس مشورے پر عمل کیا۔ (یعنی خلیفہ ناصر کے معتبران کے مشورہ کے مطابق اس نے اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا) اس پر ترکوں کو اس سے نفرت ہوگئی۔ بہت سے رونے لگے۔ ملوک غوریہ کی اولاد کی ایک جماعت اس وقت اسی جلسہ میں موجود تھی۔ انہوں نے بھی اس فعل کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا اور اس کی خدمت سے علیحدہ ہوکر علاؤالدین کے پاس بامیان چلے گئے۔"

ابن خلدون مزید لکھتا ہے کہ "جس وقت سلطان شہاب الدین غوری نے جام شہادت نوش کیا تھا اس وقت اس کے بھائی سلطان غیاث الدین محمد کا بیٹا غیاث الدین محمود اپنے مقبوضہ بلاد بست میں تھا۔ شہاب الدین نے خاندان شاہی غوریہ میں سے علاؤالدین محمد بن ابو علی کو بلاد غوریہ کی عنان حکومت عطا کی تھی۔ چنانچہ غیاث الدین محمود پہلے دارالحکومت فیروز کوہ سے چلا آیا تھا مگر امراء غوریہ غیاث الدین محمود کی حکومت کی طرف مائل تھے اور فیروز کوہ والے بھی اسی خیالی تمنا میں تھے جب شاہ خوارزم نے فیروز کوہ کا قصد کیا تو اس نے (علاؤالدین) محمد اور محمد عثمان سرداران غور کو طلب کرکے محمد بن تکش والئی خوارزم سے جنگ کرنے کا حلف لیا۔ اور غیاث الدین محمود بست ہی میں ٹھہرا۔ انجام کار کا انتظار کرتا رہا۔ کیونکہ والئی بامیان سے اور اس سے شہاب الدین ہی کے زمانہ حکومت میں یہ سمجھوتہ ہو چکا تھا کہ شہاب الدین کی وفات کے بعد خراسان غیاث الدین محمود کے قبضہ میں رہے گا اور ہندوستان اور غزنین بہاؤ الدین والی بامیان کے زیر حکومت ہوں گے۔ لیکن شہاب

Marfat.com

الدین کی شہادت کے بعد غیاث الدین نے خلاف معاہدہ رمضان 603 ہجری میں تخت حکومت پر جلوس کیا اور حکومت اور سلطنت کا دعویدار بن گیا۔ اراکین دولت سے حکومت و سلطنت کی بیعت کرلی امراء لشکر جو اس کے ہوا خواہ تھے وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ غیاث الدین نے فیروزکوہ پر قبضہ کرلیا اور علاؤالدین کے سرداروں کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔" ۲۵

اس اثناء میں جب بامیان میں تاج الدین یلدوز سے نفرت کرنے والا خاصا لشکر جمع ہوگیا۔ تو علاؤالدین اور جلال الدین نے اس لشکر کو لے کر غزنین کی طرف کوچ کیا۔ یلدوز کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے مدافعت کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ علاؤالدین اور جلال الدین نے یلدوز کی فوجوں کو نہایت بری طرح پسپا کیا۔ فوج کا اکثر حصہ کام آگیا۔ یلدوز اپنی جاگیر کرمان کی طرف بھاگ گیا۔ علاؤالدین اور جلال الدین غزنیں پر قابض ہوگئے۔ لیکن فوراً ہی ان دونوں بھائیوں سے خزانہ کی تقسیم اور موید الملک کی وزارت پر جھگڑا ہوگیا۔ اہل غزنین کو ان کے اس جھگڑے کا پتہ چلا تو انہیں بے حد ندامت ہوئی۔ مگر چارہ کار کچھ نہ تھا۔ جلال الدین بامیان چلا گیا اور علاؤالدین غزنین میں ٹھہرا رہا۔ وزیرالسلطنت نے لشکریوں اور رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ شروع کردیئے۔ جس کا مال پایا لوٹ لیا۔ جسے چاہا سزا دی۔ ظلم کی کوئی حد باقی نہ رہ گئی۔ لوگوں نے اسباب و مال کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ شکائتوں پر شکائتیں ہوتی تھیں لیکن سننے والا نہ تھا۔ یلدوز کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ ترکوں' تاتاریوں اور غوریوں کی فوجیں مرتب کرکے چڑھائی کردی اور اواخر 602 ہجری میں غزنین پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ علاؤالدین قلعہ نشین ہوگیا مگر گرفتار کرلیا گیا اور وزیرالسلطنت موید الملک کو مار ڈالا۔" ۲۶ یہ واقعہ 603 ہجری کا ہے۔ جب غیاث الدین محمود کو اس فتح کی اطلاع دی گئی تو اس نے یلدوز سے کہا کہ میرے نام کا خطبہ منبر پر پڑھواؤ۔ یلدوز پس و پیش کرتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد سلطان غیاث الدین محمود نے طوعاً" و کرہاً" تاج الدین یلدوز کی خودمختاری کو تسلیم کرلیا۔ منہاج سراج کا کہنا ہے کہ "جب علاؤالدین قلعہ میں محصور ہوگیا تو یلدوز نے چار مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔ اسی اثناء میں جلال الدین بامیان سے علاؤالدین کی امداد اور ترک امراء کی سرکوبی کے لیے آگیا۔ جب وہ غزنہ کے قریب پہنچا تو ترک امراء اس سے جنگ و قتال کے لیے نکلے۔ جلال الدین نے شکست

Marfat.com

کھائی اور گرفتار ہوگیا۔ اسے قلعہ غور کے پاس لے آئے اور قلعہ فتح ہوگیا۔ گرفتاری کی کچھ مدت گزر جانے کے بعد تاج الدین یلدوز نے دونوں بھائیوں سے عہد لیااور انہیں بامیان بھیج دیا۔ پھردونوں بھائیوں میں اختلاف رونما ہوا۔ جلال الدین نیک دل' پرہیزگار اور منتظم بادشاہ تھا۔ علاؤالدین کو اس کی روش سے اتفاق نہ تھا۔ وہ بامیان سے نکل کر سلطان محمود خوارزم شاہ کے دربار میں پہنچ گیا۔ اسے امید تھی کہ امداد مل جائے گی لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی اور وہ دوبارہ ملک کا والی نہ بن سکا۔[۲۷]" کہا جاتا ہے کہ جب یلدوز نے جلال الدین کو قید کرلیا تھا اور اس طرح بامیان کا تخت خالی ہوگیا تھا۔ تو وہاں جلال الدین کے چچا علاؤالدین مسعود (بن شمس الدین محمد) نے قبضہ کرلیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد خوارزمیوں کے ساتھ دوستی کے مسئلہ پر غیاث الدین محمود اور یلدوز کے مابین جھگڑا ہوگیا اور یلدوز نے جلال الدین کو رہا کر دیا اور اسے ایک لشکر بھی دیا تاکہ وہ اپنے چچا سے بامیان کا تخت چھین سکے۔ منہاج سراج لکھتا ہے کہ "جب جلال الدین غزنہ سے رہا ہوکر بامیان کی طرف روانہ ہوا تو قلعہ کنارنگ میں ایک صاحب کرامات ربانی عالم تھا۔ جسے امام شمس الدین ارشد کہتے تھے۔ جلال الدین بھی اس بزرگ کی زیارت کے لیے گیا۔ مقصد یہ تھا کہ برکت حاصل کرے اور اپنے متعلق فال نیک لے۔ وہ ربانی عالم تھا۔ تحصیل علم کے بعد دنیا سے منہ موڑ کر اللہ کی عبادت میں مصروف ہوگیا تھا۔ جلال الدین نے زیارت کے بعد امام الدین شمس الدین کی روح مبارک سے مدد طلب کی۔ فرمایا جلال بامیان کا تخت لے لے مگر چچا سے لڑائی ہرگز نہ کرنا۔ اگر اسے قتل کیا تو خود بھی مارے جاؤ گے۔ جلال الدین یہ سن کر لوٹ آیا۔ اس کے لوٹتے ہی امام ربانی نے فرمایا۔ مسکین جلال چچا کو مارے گا اور خود بھی مارا جائے گا۔ آخر وہی ہوا جو اس زمانے کے یگانہ فرد کی زبان پر جاری ہوا تھا۔ جلال الدین نے وہاں سے نکلتے ہی صبح کے وقت چچا پر یورش کی۔ اسے پکڑا اور قتل کر ڈالا۔ حاجب کی کھال کھنچوائی جو وزیر تھا۔[۲۸]" گویا یہ اس خون کے رشتے کے احترام کی تلقین کا اثر ہوا جو بزرگ امام شمس الدین نے کی تھی۔ 1213ء میں خوارزم شاہ' سلطان محمد نے یہاں حملہ کیا اور یہی جلال الدین شکست کھا کر قتل ہوا۔ جبکہ جلال الدین کا بھائی خوارزم شاہ کے پاس مقیم تھا۔ تاریخ انسانی میں خون اور مذہب کی بنیادوں پر حکمرانوں کے مابین اشتراک یا اتحاد شاذونادر ہی ہوا اور جب کبھی ہوا تو وہ پائیدار نہ ہوا۔ غیاث الدین محمود غوری اور

Marfat.com

دوسرے غوری سردار کچھ عرصہ تک فیروزکوہ (غورستان) اور بامیان کے علاقوں پر حکمران رہے۔ لیکن تاتاریوں کی یلغار سے پہلے خوارزم شاہ نے ان کو نشانہ بنایا اور اس کے بعد چنگیز خاں کے لشکر نے ان علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب جلال الدین خوارزم شاہ نے طبرستان اور ہرات پر قبضہ کرنے کے بعد 605 ہجری میں اس پر قبضہ کیا تھا تو اس نے سلطان غیاث الدین محمود اور اس کے بھائی علی شاہ کو قتل کر ڈالا تھا۔ پھر اس نے بلا جنگ و جدال بامیان اور غزنی پر قبضہ کرلیا تھا۔ غزنی پر جلال الدین کا قبضہ تاج الدین یلدوز کے ایک سپہ سالار کی غداری کی وجہ سے 610 ہجری میں ہوا تھا۔ یلدوز نے غزنی سے ہندوستان کی طرف بھاگ کر اپنی جان بچائی تھی۔

منہاج سراج کا بیان ہے کہ "سلطان شہاب الدین غوری کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ صرف ایک بیٹی تھی۔ سلطان کو (عباسی خلیفہ معتصم کی طرح) ترک غلام خریدنے سے بے حد محبت و رغبت تھی۔ اس کے ایک ایک غلام نے مستعدی' بہادری اور جانثاری میں تمام مشرقی ممالک کے اندر شہرت حاصل کرلی ان کے نام ساری دنیا میں مشہور ہوگئے اور سلطان کی زندگی ہی میں سب نامور بن گئے۔ ایک مرتبہ سلطان شہاب الدین کے مصاحبوں میں ایک نے جرات سے کام لیتے ہوئے عرض کیا کہ آپ وہ بادشاہ ہیں کہ تمام اسلامی ممالک میں آپ کی بلندی شان کا کوئی تاجدار نہیں۔ ضروری تھا کہ آپ کے فرزند ہوتے جن میں سے ہرایک' ممالک دنیا میں سے ایک ایک کا وارث ہوتا۔ تاکہ آپ کے عہد حکومت ختم ہو جانے پر سلطنت آپ کے خاندان میں باقی رہتی۔ یہ سنتے ہی اس بادشاہ کی زبان مبارک پر جاری ہوا۔ دوسرے بادشاہوں کے ایک یا دو بیٹے ہوں گے۔ میرے کئی ہزار بیٹے ہیں یعنی ترک غلام جن کے لیے میری مملکت میراث ہوگی وہ میرے بعد اپنے اپنے ملکوں میں میرے نام کا خطبہ پڑھوائیں گے۔[۲۶]" لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا۔ شہاب الدین غوری کی موت کے بعد اس کے ہندوستانی مقبوضات پر قابض اس کے ترک غلاموں کے مابین ملک گیری کی کشمکش اور جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

Marfat.com

باب : 16

خلیفہ اور خوارزم شاہ کی چپقلش

خلیفہ کی دعوت پر چنگیز خان کا خوارزم شاہ پر حملہ

ساتویں صدی ہجری کا آغاز ہوا تو خوارزم شاہوں کی سلطنت کی حدود ماوراالنہر سے لے کر عراق و شام تک پھیل گئیں۔ انہوں نے سلجوقی سلطنت کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت کی تعمیر کی تھی اور قریباً" وہی وسعت حاصل کرلی تھی جو سلجوقی سلطنت کو حاصل تھی۔ ان حالات میں خوارزم شاہ نے ایک جانب خلیفہ بغداد کو مطیع کرنے کی کوشش کی اور دوسری جانب چین کے منگول شہنشاہ چنگیز خان کے ساتھ ٹکراؤ کا رویہ اختیار کیا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "جس وقت خوارزم شاہ علاؤالدین محمد بن تکش کا قدم حکومت و سلطنت پر جیساکہ چاہیے' استقلال کے ساتھ جم گیا اور دائرہ حکومت وسیع ہوگیا تو اس نے 614 ہجری میں دربار خلافت بغداد میں درخواست بھیجی کہ جس طرح سلاطین سلجوقیہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اسی طرح میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ خلیفہ ناصر نے یہ درخواست منظور نہ کی۔ معذرت کرنے کی غرض سے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو بھیجا۔ خوارزم شاہ نے ان کی عزت کی اور نہایت تپاک سے استقبال کیا اور اس کے بعد سہروردیؒ کے سمجھانے بجھانے پر اپنے مطالبے سے دستبردار ہوگیا۔ بعض کا بیان ہے کہ خوارزم شاہ نے بلاد جبل پر قبضہ حاصل کرکے بغداد کا قصد کیا۔ کوچ و قیام کرتا عقبہ سراباد پہنچا۔ بے حد برف پڑی۔ حیوانات مرگئے۔ آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کٹ کر گر گئے۔ شہاب الدین سہروردی خلیفہ کی طرف سے پیام لیے اس مقام پر خوارزم شاہ کے پاس پہنچے۔ وعظ و پند کیا۔ خوارزم شاہ کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ ارادہ ترک کیا۔ چنانچہ 615 ہجری میں خوارزم شاہ واپس آیا"۔[1]

Marfat.com

ایک اور روایت یہ ہے کہ "محمد خوارزم شاہ آذربائیجان اور ارانیہ پر قبضہ کرنے کے بعد دارالخلافت بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا نام و پیام کر رہا تھا۔ جب خلیفہ ناصر نے قطعی طور پر انکار کردیا تو خوارزم شاہ کو طیش آیا اور اس نے بغداد پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ ایک امیر کو ہمدان کے سند امارت عطا کرکے پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے بغداد کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے امیر کو بھی روانہ کیا۔ جونہی یہ لوگ ہمدان سے چلے اس قدر برف پڑی کہ تقریباً" ساری فوج ہلاک ہوگئی جو باقی رہ گئے ان کو بنو برجم (ترکی) بنو سکار (کردوں) نے لوٹ مار کر پامال کر دیا۔ معدودے چند جان بچاکر خوارزم شاہ کے پاس واپس آئے۔ خوارزم شاہ کو اس سے بدنامی ہوئی اور خراسان کی جانب واپسی کا حکم دیا۔ ہمدان پر طالبیوں کو مامور کرکے ان کے شہروں کی امارت اپنے بیٹے رکن الدین کو دی۔ عمادالملک ساوی کو اس کی دولت و حکومت کا ناظم بنایا۔ اور اپنے ممالک مقبوضہ سے خلیفہ ناصر کا خطبہ موقوف کرکے 615 ہجری میں خراسان کی طرف لوٹ کھڑا ہوا[۲]" لین پول کا بیان ہے کہ محمد خوارزم شاہ 611 ہجری (1214ء) میں افغانستان میں داخل ہوا اور اس نے غزنہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد اس نے 614 ہجری میں علوی مذہب اختیار کیا اور عباسی خلافت کے خاتمہ کی تیاری کی۔ مگر چنگیزخاں کے منگولوں کی یورش نے اس کی بادشاہت اور فتوحات کا سلسلہ یکایک ختم کر دیا۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ "خلیفہ ناصر نے تاتاریوں کو قبضہ عراق پر آمادہ کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کی خوارزم شاہ سے ان بن ہوگئی تھی اور آئے دن تنازعت ہو رہی تھی۔ خلیفہ ناصر لہو و لعب میں مصروف رہتا تھا۔ کسی وقت خلہ لگایا کرتا تھا اور کبھی کبوتربازی میں مشغول رہتا۔ کپڑے اس قسم کے پہنتا تھا جیسے بغداد کے غنڈے پہنا کرتے تھے۔ اور اس قسم کے کپڑے پہننے کی عام طور پر ممانعت تھی۔ مگر یہ کہ اجازت خلیفہ سے حاصل کی جاتی"[۳] ۔ بعض دوسرے مورخین نے ابن خلدون کے اس الزام کی تائید کی۔ ان کا بیان ہے کہ چونکہ خلیفہ عباسی ناصرالدین اللہ اور خوارزم شاہ میں سخت ناچاقی ہوگئی تھی اور خلیفہ کو خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں وہ بغداد پر آکر قبضہ نہ کرلے۔ اس لیے اس نے چنگیزخاں کو لکھا کہ خوارزم شاہ پر فوج کشی کرے۔

منہاج سراج اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ابن العقاب بغداد میں وزیر

Marfat.com

تھا۔ وہ تکش سے جنگ کے لیے عراق پہنچا۔ شکست کھائی اور بغداد چلا گیا۔ خلافت سے یہ سرکشی سلطان کے زوال کا باعث بنی۔ منہاج سراج نے ظہیرالدین قادیانی کا لکھا ہوا ایک قطعہ بھی نقل کیا ہے۔ جس میں سلطان تکش پر طنزیہ انداز میں خلیفہ سے بغاوت کی مذمت کی گئی ہے۔ خلیفہ نے اپنے وزیر السلطنت کی شکست کے بعد مسلمان ریاستوں میں اپنے ایلچی بھیجے تاکہ وہ رائے عامہ کو سلطان تکش کے خلاف ہموار کریں اور دوسرے مسلمان بادشاہوں سے تعاون حاصل کریں۔چنانچہ خلیفہ نے ایک ایلچی ابن الخطیب کو غوریوں کے پایہ تخت فیروز کوہ بھیجا۔ منہاج سراج کے مطابق اس نے یہاں آکر جمعہ کے دن خطبہ میں غیاث الدین محمد سام (غوری) کی موجودگی میں کہا۔ غیاث الدین! تجھ سے فریاد ہے! تجھ سے فریاد ہے! سرکش اور باغی تکش کے خلاف۔" اس کے علاوہ خلیفہ ناصر عباسی نے اپنے خط میں غیاث الدین کو لکھا تھا کہ خوارزم شاہ کے مقبوضات پر حملہ کرکے قبضہ کرلو تاکہ خوارزم شاہ عراق کا ارادہ ترک کردے۔ چنانچہ غیاث الدین غوری نے خوارزم شاہ کو ملک چھین لینے اور جنگ کی دھمکی دی۔ خوارزم شاہ فکر میں پڑ گیا۔ غوروفکر کرکے اس نے بادشاہ خطا (تاتاری قرا خطائیوں کے بادشاہ) سے خط و کتابت شروع کی اور غیاث الدین غوری کے خلاف امداد چاہی اور اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ اگر امداد سے ذرا بھی پہلوتہی کی تو غیاث الدین غوری بلاد خوارزم پر اسی طرح قبضہ کرلے گا جیسے اس نے بلخ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اس وقت بادشاہ خطا کو سخت خطرہ پیش آئے گا۔ اور اسے ماوراالنہر پر قبضہ رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بناء پر بادشاہ خطا نے ملک غور پر چڑھائی کردی۔ دیہاتوں اور قصبوں پر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھایا۔ جنگ میں میدان امراء غوریہ کے ہاتھ رہا۔ بادشاہ خطا کو شکست ہوئی۔ خطائی تاتاریوں کی شکست کے بعد خوارزم شاہ ڈر گیا اور اس نے سلطان غیاث الدین سام غوری کی اطاعت کرلی۔" اس واقعہ سے یہ ظاہر ہے کہ بارہویں صدی کے اواخر میں وسطی ایشیا کے مسلمان حکمران بغداد کے عباسی خلیفہ سمیت کس طرح ایک دوسرے سے دست و گریبان تھے۔ان کی باہمی کشمکش اقتدار نے جن گروہ بندیوں کو جنم دیا وہ غیرمذہبی نوعیت کی تھیں۔ خوارزمی حکمران سنی مسلمان تھا اور مذہبی طور پر عباسی خلیفہ کا مقلد تھا۔ لیکن اس نے خلیفہ سے بغاوت کی۔ خلیفہ نے اس صورت حال میں نہ صرف ایک کافر خان اعظم چنگیز خاں کو خوارزم پر حملہ کرنے کی ترغیب دی بلکہ اس نے غوریوں کو

Marfat.com

خوارزمیوں کے خلاف لشکرکشی کی درخواست کر کے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا دیا۔ غوری مسلمانوں کے مقابلے کے لیے خوارزمی مسلمانوں کی خاطر قراخطائی کافر بادشاہ سے غوری مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس سارے نقشہ میں اسلام کس طرف تھا اور کفر کس طرف؟ منہاج سراج کے مطابق سلطان تکش نے تاتاری حکمرانوں کو خراج کی ادائیگی پر اپنے سے قبل کے خوارزمی حکمرانوں کی طرح سختی سے پابندی کی تھی۔ جو مقررہ رقم باقاعدگی سے کافر تاتاریوں کو ادا کرتے تھے۔ سلطان تکش نے اپنے بیٹے اور ولی عہد علاؤالدین محمد کو وصیت کی تھی کہ خطا کے کافروں سے کبھی دشمنی کی نوبت نہ آنے پائے۔ تاکہ تیری سلطنت امن میں رہے[4]"۔

اسلم جیراجپوری لکھتا ہے کہ "بنی عباس کی تاریخ کو دیکھتے ہوئے یہ بیان بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس سے پہلے (ترکوں کے) استبداد کو توڑنے کے لیے ان ہی لوگوں نے (بلاد دیلم سے) بنی بویہ کو طلب کیا تھا۔ پھر بساسیری کے غلبہ کے وقت (اور فاطمیوں کے حملہ کے خوف سے) طغرل بک سلجوقی کو بلایا تھا۔ اس کے بعد سلجوقیوں کو مٹانے کے لیے خوارزم شاہیوں سے درخواست کی تھی (اور ترکان غزنے خراسان میں سلجوقیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا) ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ یہ سب لوگ مسلمان تھے اور منگول کافر۔ مگر پھر بھی اپنے ملک کو بچانے کے لیے اس قسم کی کارروائی عباسی خلیفہ سے بعید نہیں معلوم ہوتی۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوگا کہ خوارزم شاہ اس کی مصروفیت کی وجہ سے ادھر کا رخ نہ کر سکے۔ یہ کب اس کے خیال میں آسکتا تھا کہ یہ طوفان خود اس کی سلطنت کو بھی بہا لے جائے گا[5]"۔ عالم اسلام کی تاریخ میں ایک مسلمان حکمران کا دوسرے مسلمان حکمران کے خلاف غیر مسلموں سے اس قسم کی امداد طلبی میں کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں تھی۔ عالم اسلام کی تاریخ میں قبل ازیں ایسی باتیں بارہا ہو چکی تھیں۔ اسپین میں بنی امیہ کے عہد میں عرب امرا نے فرانس کے بادشاہ شارلیمن سے گٹھ جوڑ کر کے اسے اسپین پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ اسی شارلیمن کے ساتھ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے اسپین کے بنو امیہ کے خلاف اتحاد اور دوستی کے مراسم پیدا کیے تھے اور اسپین کے بنو امیہ نے عباسیوں کے خلاف قسطنطنیہ کی عیسائی حکومت سے اتحاد و اخوت کا رشتہ قائم کیا تھا۔ گیارہویں صدی کے اواخر میں جب یورپی لٹیروں نے شام پر حملہ کیا تھا تو ابن خلدون کے بیان کے مطابق

Marfat.com

صلیبیوں نے یہ حملہ فاطمیوں کی ہی تحریک پر کیا تھا۔ کیونکہ فاطمیوں کو سلجوقیوں سے خطرہ لاحق تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں سلطان محمود غزنوی نے خراسان میں ایک خاں کے خلاف ہندو فوج استعمال کی تھی اوراس نے غوریوں کو بھی ہندوؤں کی امداد سے مطیع و فرمانبردار بنایا تھا۔ سیٹون رنسی مان کے بیان کے مطابق شیزر اور حماۃ کے بنو عمار اور بنو منقذ نے صلیبیوں کے اس حملے میں ان کی عملی طور پر امداد کی تھی۔ چھٹی صدی ہجری میں موحدین کے امیرالمومنین یوسف ابو یعقوب کے خلاف اسپین میں ابن سعد نے عیسائیوں کے ساتھ فوجی معاہدہ کرکے لڑائیاں کی تھیں۔ اور ابن سعد کی فوجوں میں عیسائیوں کی کثیر تعداد تھی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات کی مثالیں پیش کی جا سکتی تھیں۔ جن کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ کسی مسلمان حکمران نے اپنے حریف مسلمان حکمران کو مغلوب کرنے یا فنا کرنے کے لیے غیر مسلموں یا کافروں سے امداد لینے میں کبھی بھی کوئی پس و پیش نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اگر خلیفہ ناصر نے چنگیز خاں کو علاؤالدین محمد خوارزم شاہ پر حملہ کرنے پر اکسایا تھا تو اس نے سابقہ مسلمان حکمرانوں کی روایت کے مطابق ایسا کیا تھا۔ اس کے نزدیک یہ کوئی انوکھی یا غیر اسلامی بات نہیں تھی۔ خوارزم شاہ تکش بن ارسلان کے خلاف عداوت کی ابتداء دراصل خلیفہ ناصر نے ہی کی تھی جبکہ اس نے چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں خوارزمی علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس موقع پر تکش نے بذریعہ درخواست اپنے بلاد کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا مگر خلیفہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد جب ساتویں صدی ہجری کے پہلے عشرے میں علاؤالدین محمد خوارزم خراسان میں اپنے علاقے واگزار کرا لئے اور اپنی سلطنت کا علاقہ غزنی سے آذربائیجان تک وسیع کرلیا تو اس نے حسب توقع عباسی خلیفہ ناصر کے اقتدار کو چیلنج کیا اور مطالبہ کیا کہ اسے بغداد میں وہی درجہ حاصل ہونا چاہیے جو سلجوقیوں کو حاصل تھا۔ بالالفاظ دیگر وہ عراق کی حکومت کا بھی خواہاں تھا۔ لیکن یہ خلیفہ ناصر کی خوش قسمتی تھی کہ چنگیزخاں نے خلیفہ ناصر کے کہنے پر یا ازخود ہی ساتویں صدی کے دوسرے عشرے میں وسطی ایشیا میں اپنی فتوحات کا آغاز کرکے نہ صرف علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کے عزائم کو ناکام کر دیا بلکہ خوارزمی شاہی سلطنت کا ہی خاتمہ کر دیا۔

ابن خلدون اور دوسرے مورخین وسطی ایشیا میں چنگیزخاں کے حملے کی ایک وجہ یہ

Marfat.com

بھی بتاتے ہیں کہ "جب علاؤالدین محمد خوارزم شاہ عراق سے واپس ہوا تو نیشاپور میں (615 ہجری) چنگیزخان کی سفارت کی معاہدہ تجارت' مراسم اور اتحاد قائم کرنے کی غرض سے باریابی ہوئی تو چنگیز خاں نے سفیروں کی معرفت قیمتی جواہرات' مشک کے نافے' عنبر اور ریشمی کپڑے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ ملک چین اور اس کے متصلہ بلاد ترک کے فتح کرلینے کی اطلاع دی تھی۔ اور معاہدہ تجارت و اتحاد لکھنے کی خواہش کی تھی۔ سفیروں کا انداز گفتگو بے باکانہ تھا۔ سلطان کو شبہ پیدا ہوا کہ شاید چنگیز خاں نے دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے سفارت بھیجی ہے۔ اس وجہ سے نہ تو صاف طور سے معاہدہ کا اقرار کیا اور نہ انکار۔ محمود خوارزمی کو جاسوسی کی خدمت پر مامور کرکے چنگیزخاں کے ہاں بھیج دیا۔ محمود خوارزمی نے واپس ہوکر چنگیزخاں کی تحریر کی تصدیق کی اور یہ خبر دی کہ چنگیزخاں نے ملک چین پر قبضہ کرلیا ہے۔ شہر طوغاج پر بھی قابض ہوگیا ہے۔ سلطان نے دریافت کیا اس کے لشکر کی تعداد کیا ہے۔ جواب دیا۔ کچھ زیادہ نہیں۔ سلطان خوارزم شاہ نے چنگیز خاں کی درخواست کے مطابق معاہدہ تجارت و اتحاد لکھ کر سفیروں کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد چنگیزخاں کے ملک کے چند تاجر تجارتی مال لے کر انزار آئے۔ نیال خاں (سلطان کا ماموں زاد بھائی جسکا لقب غایئر خان یا قدر خاں تھا) وہاں کا گورنر تھا۔ اس کی بیس ہزار فوج تھی۔ مال و اسباب کو دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ دست درازی کا لالچ دامن گیر ہوا۔ شاہی دربار میں منادی کرا دی کہ یہ تاجر نہیں ہیں۔ جاسوسی کی غرض سے آئے ہیں۔ سلطنت کی طرف سے ان کی نگرانی کا حکم صادر ہوگیا۔ نیال خاں کو موقع مل گیا۔ نگرانی کی بجائے تاجروں کو پوشیدہ طور سے قتل کرکے مال و اسباب ضبط کرلیا۔ چنگیزخاں کو اس کی خبر لگی۔ سلطان کو ناراضگی اور تنبیہہ کا خط لکھا۔ بدعہدی پر نفرین کا اظہار کیا۔ سلطان نے چنگیزخاں کے ایلچی کو بجائے جواب دینے کے مار ڈالا اور اس خیال سے کہ مبادا چنگیزخاں اس خبر کو سن کر خوارزم پر چڑھ نہ آئے سمرقند کی قلعہ بندی کرلی اور فوجیں مرتب کر کے چنگیزخاں کے ملک پر چڑھائی کردی۔ رعایا سے تین برس کا خراج پیشگی وصول کیا۔ دو برس کا خراج مصارف جنگ کے لیے اپنے ساتھ رکھا اور تیسرے برس کا خراج سمرقند کے محافظوں کو عنایت کیا۔ چنگیزخاں ان دنوں اپنے ملک میں موجود نہ تھا۔ کشکی خاں بادشاہ ترک سے جنگ کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ سوائے عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کے کوئی نہ تھا۔ خوارزم شاہ نے ان

Marfat.com

پر چھاپہ مارا۔ قتل و غارت کرے جو کچھ ہاتھ لگا لیکر واپس ہوا"۔[۹]

ایک اور روایت یہ ہے کہ اصلی سبب چنگیز خاں کے حملے کا یہ ہوا کہ "612 ہجری میں اس نے اپنے ملک کے معزز مسلمانوں کا ایک وفد خوارزم شاہ کے پاس بھیجا کہ دونوں میں تجارت کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ خوارزم شاہ نے منظور کرلیا۔ ایک عرصہ تک دونوں طرف سے کاروان تجارت آتے جاتے رہے۔ 615 ہجری میں چار سو تاتاری تاجروں کا ایک قافلہ دریائے جیحوں کے ساحل پر مقام انزار میں اترا وہاں کے والی نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ چنگیز خاں کے جاسوس تاجروں کے بھیس میں یہاں آئے ہیں۔ خوارم شاہ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کردو۔ والی نے اس حکم کی تعمیل کی اور وہ سارا سامان تجارت خوارزم شاہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے سمرقند اور بخارا کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کرڈالا۔ چنگیزخاں نے لکھا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا وہ سارا سامان واپس کرو اور غائر خاں (قدر خاں) والی انزار کو ہمارے حوالے کردو قصاص میں۔ خوارزم شاہ نے غصہ اور جہالت کی وجہ سے اس کے سفیر کو بھی قتل کرا دیا۔ اس پر چنگیز خاں نے غضبناک ہوکر چڑھائی کی تیاری شروع کی۔ خوارزم شاہ نے یہ سمجھ کر کہ اب جنگ یقینی ہے پہلے ہی حدود ترکستان پر حملہ کردیا۔ چنگیز خاں اس وقت اندرون ملک میں تھا۔ اس کی تھوڑی سی فوج سرحد پر متعین تھی اس نے نہایت بہادری سے مدافعت کی۔ جس کی وجہ سے خوارزم شاہ کو یقین ہوگیا کہ وہ تاتاریوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے واپس ہوا۔ راستہ میں جس قدر شہر اور قصبے تھے ان کے باشندوں کو تاتاریوں کے حملے کے خوف سے جلا وطنی کا حکم دیا۔ جس سے وہ حصہ ملک جو دنیا کی جنت کی حیثیت تھا' ویران ہوگیا۔" ابن خلدون کا بیان ہے کہ سلطان خوارزم نے چنگیزخاں سے جنگ کے لیے رعایا سے تین سال کا پیشگی خراج وصول کیا تھا اور اس روایت کے مطابق اس نے تاتاریوں کے حملہ کے خوف سے متعدد شہروں' قصبوں کو جلا وطن کرکے ترکستان سے ملحقہ علاقہ کو ویران کردیا تھا۔ اپنی رعایا کے خلاف ان دونوں کارروائیوں کے پیش نظر پورے وثوق کے ساتھ یہ پیش گوئی کی جا سکتی تھی کہ تاتاریوں کے خلاف لڑائی میں خوارزمیوں کو شکست ہوگی۔ خوارزم شاہ نے بیرونی دشمن سے لڑائی سے قبل اپنے عوام کو ہی ظالمانہ پالیسی کی وجہ سے اپنا دشمن بنا لیا۔ اس لیے تاتاریوں کی خلاف اس کی فتح بعید از قیاس تھی۔

Marfat.com

منہاج سراج علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کے وزیر عمادالملک تاج الدین جامی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ”سلطان کے دماغ میں چین پر قبضہ کا سودا جاگزیں ہوگیا تھا۔ وہ برابر اس مملکت کے حالات کی جستجو میں رہتا تھا۔ چین اور ترکستان کے دورافتادہ حصوں سے جو لوگ آتے ان سے سب کچھ پوچھتا رہتا تھا۔ ہم خدمتگار بار بار عرضداشتیں پیش کرتے تھے کہ کسی طرح یہ ارادہ سلطان کے دل سے نکل جائے لیکن کسی بھی صورت میں یہ آرزو پوری نہیں ہوتی تھی۔ سید اجل بہاؤالدین کو بھی سلطان نے اسی غرض سے بھیجا تھا۔ سید بہاؤالدین نے بیان کیا کہ جب ہم نے چنگیزخاں سے ملاقات کی تو اس نے حکم دیا کہ خاں کے بیٹے اور وزیر کو جو قید میں تھے ہمارے سامنے لایا جائے۔ جب ہم واپس ہوئے تو بہت سے تحفے اور ہیرے چنگیز نے سلطان محمد خوارزم شاہ کے لیے بھیجے اور کہا۔ محمد خوارزم شاہ سے کہنا کہ میں اس سرزمین کا بادشاہ ہوں جدھر سے سورج نکلتا ہے اور تو اس سرزمین کا فرمانروا ہے جدھر سورج غروب ہوتا ہے۔ ہم دونوں کے درمیان محبت دوستی اور صلح کا عہد پختہ رہنا چاہیے۔ فریقین کی طرف سے تاجر اور قافلے بے تکلف آئیں جائیں جو قیمتی اور نادر چیزیں یا سامان تجارت میرے ملک میں ہے وہ تمہارے ملک پہنچے اور جو کچھ تیرے ملک میں ہے وہ میرے ملک میں پہنچے۔ سلطان محمد خوارزم شاہ کے لیے چنگیز نے جو تحفے اور ہیرے بھیجے ان میں سونے کا ایک بہت بڑا ڈلا بھی تھا۔ جو اونٹ کی گردن کے برابر ہوگا۔ یہ کوہ طمغاج و چین سے چنگیز کے پاس آیا تھا۔ ہمیں اس ڈلے کو لانے کے لیے گاڑی کا انتظام کرنا پڑا۔ ہمارے ساتھ چنگیز نے پانچ سو اونٹ بھیجے۔ جن پر سونے چاندی کے علاوہ ریشم، ریشمی پارچہ جات، قیمتی کپڑا، ترغو، خام ریشم اور چین و طمغاج کی نفیس ونادر چیزیں لدی ہوئی تھیں۔ اور تاجر بھی ساتھ تھے۔ زیادہ اونٹوں پر چاندی سونا تھا۔ یہ قافلہ انزار پہنچا تو قدر خاں (راورٹی نے لکھا ہے کہ اس کا اصل نام نیال خان اور لقب غائر خاں تھا اور سلطان محمد کی والدہ کا رشتہ دار تھا) والی انزار نے (سلطان کے ساتھ) غداری اور بدخواہی سے کام لیا۔ محمد خوارزم شاہ سے اجازت مانگی اور سونے چاندی کے لالچ میں ان تاجران اور چنگیزخاں کے ایلچی کو قتل کرا دیا۔ چنانچہ ایک ساربان کے سوا ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وہ ساربان بھی اس لیے بچ گیا کہ (ساتھیوں کے قتل کے وقت) حمام میں تھا۔ وہ بھٹی کے راستے باہر نکلا۔ اپنی حفاظت کے لیے تمام مناسب تدابیر بھی اختیار کیں۔ صحرائی راستے سے

Marfat.com

چین اور طمغاج پہنچا۔ اور غداری کی پوری کیفیت چنگیز کے گوش گزار کر دی۔ اللہ کی مشیت یہی ہے کہ یہ غداری اور بدخواہی ابنائے اسلام کے ممالک کی خرابی اور بربادی کا سبب بن جائے۔ جو کچھ مقدر میں ہو چکا تھا' اسکے پورا ہونے کے اسباب مہیا ہو گئے[8]"

منہاج سراج کے اس بیان پر اس کے مترجم غلام رسول مہر کا تبصرہ یہ ہے کہ "قطعا" شبہ نہیں کہ والی انزار نے ایسی حرکت کی جوعام سفارتی و تجارتی تعلقات کے بھی منافی تھی اور سلطان کے ساتھ بھی اسے خیرخواہی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ وہ دل سے سلطان کا بدخواہ ہو اور اس نے دانستہ خوارزمیوں کو تاتاریوں سے لڑا دینے کے لیے یہ نالائقی کی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے دل میں مال و زر کی حرص ہو اور اسے پورا کرنے کے لیے سلطان کے روبرو صورتحال کا غلط نقشہ پیش کرکے تاجروں کے قتل کی اجازت لے لی ہو۔ مثلاً" کہا ہو کہ یہ لوگ جاسوسی کی غرض سے آئے ہیں اور ان کا واپس جانا ہرگز قرین مصلحت نہیں۔ سلطان سے بھی تعجب ہے کہ اس نے سوچے سمجھے بغیر ایسا حکم دے دیا جس کے نتائج نہایت خطرناک ہو سکتے تھے۔ سلطان محمد خوارزم کی بہادری اور سلطنت گیری میں کلام نہیں۔ اس نے خوارزم شاہی سلطنت کو ایشیا کی سب سے بڑی مملکت بنا دیا تھا اور اس سلسلہ میں دشمن بھی بے شمار بنا لیے تھے۔ ان میں سے سب سے بڑھ کر خلیفہ ناصرالدین اللہ تھا۔ جس نے سلطان پر حملے کے لیے چنگیز خاں کو اکسایا اور یہ نہ سوچا کہ حملہ ہوا تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ سلطان محمد خوارزم تو مسلسل فتوحات کے باعث ہر دشمن سے بے پرواہ سا ہوگیا تھا لیکن خلیفہ کے پاس تو کوئی قوت بھی نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ پیش آنے والا تھا قدرت نے اس کے اسباب مہیا کرنے کے لیے عقلمندوں کی قوت فہم و دانش معطل کر دی تھی۔ راورٹی نے یہ بھی لکھا ہے کہ تاجر ساڑھے چار سو کے قریب تھے اور سب مسلمان تھے۔ چنگیز نے ان کیساتھ اپنے تین کارندے بھیج دیئے تھے۔ گویا قدر خاں نے قتل وخونریزی کا عمل مسلمانوں پر بے دریغ جاری کیا"[6] چونکہ تاریخی عمل کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر کا نظریہ بھی آئیڈیل ازم پر مبنی ہے اس لیے اس کا بھی خیال ہے کہ وسطی ایشیا پر تاتاریوں کا حملہ محض انزار کے والی غائر خاں کی نالائقی یا غداری یا ہوس زر یا سلطان محمد خوارزم شاہ کی بے سمجھی یا خلیفہ ناصرالدین اللہ کی کوتاہ اندیشی کے باعث ہوا۔ چنگیز خوارزم شاہ کی سلطنت پر حملہ نہیں کرنا چاہتا تھا اس کی خواہش

Marfat.com

صرف یہ تھی کہ خوارزم شاہی سلطنت کے ساتھ تجارت شروع ہو جائے لیکن سوئے اتفاق کے بنا پر حالات نے دوسری صورت اختیار کرلی۔ مولانا کا یہ خیال غیرسائنسی اور تاریخی عمل کے قانون کے منافی ہے۔ مولانا نے اس امر کو پیش نظر نہیں رکھا کہ جس طرح سلطان محمد خوارزم شاہ کے دماغ میں چین کو فتح کرنے کا سودا سمایا ہوا تھا۔ بالکل اسی طرح یہ بات بعید از امکان نہیں تھی کہ چین اور ترکستان پر قبضہ کرنے کے بعد چنگیزخاں کے دماغ پر بھی وسطی ایشیا کی جنت کو فتح کرنے کا جنون سوار ہوا ہو۔ تاریخ میں تاجروں کے روپ میں جاسوسی کی روایت بڑی پرانی تھی۔ اس لیے ممکن ہے کہ غائر خاں نے جن تاجروں کو قتل کروایا تھا وہ سب کے سب یا ان میں سے کچھ واقعی جاسوس ہوں۔ بنی عباس نے بنو امیہ کی سلطنت میں اپنے جو داعی یا ایلچی بھیجے تھے ان میں سے بیشتر سوداگروں کے روپ میں تھے۔ اسی طرح فاطمیوں نے بھی سلطنت عباسی میں جاسوسی کے لیے تاجروں کو بھیجا تھا اور فرقہ قرامطہ اور باطنیہ کے اکثر ایجنٹ بھی بظاہر سوداگری ہی کرتے تھے۔ جنیوا اور وینس کے جو سوداگر بھی گیارہویں صدی عیسوی کی صلیبی مہم میں پیش پیش تھے وہ بظاہر صرف عراق، شام اور مصر سے تجارت کے ہی متمنی تھے۔ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ارکان بھی سترہویں صدی عیسوی میں بظاہر محض تجارت کرنے کے لیے ہندوستان آئے تھے اور یوں لگتا تھا کہ ان کی خواہش صرف یہ تھی کہ ہندوستان کے ساتھ برطانیہ کی تجارت شروع ہو جائے۔ لیکن یہ کمپنی والے بعد میں سامراجی ایجنٹ اور جاسوس ثابت ہوئے اور انہوں نے ہندوستان پر برطانیہ کے قبضہ کی راہ ہموار کی۔

مختلف مشرقی و مغربی مورخین کی بیانات پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ وسطی ایشیا پر منگولوں کے خان اعظم چنگیزخاں کا حملہ محض اتفاقی نہیں تھا بلکہ یہ اس کی ہوس گیری اور وسطی ایشیا میں کسی طاقتور مرکزی حکومت کی عدم موجودگی کا نتیجہ تھا۔ منگول قبائل قدیم زمانے سے شمالی چین کے شمالی علاقے کے رہنے والے تھے۔ ابتدا" یہ خانہ بدوش تھے۔ مویشی چرا کر گزارا کرتے تھے۔ اور ان کی معاشرت برادری کی نوعیت بھی قبائلی تھی۔ لیکن بارہویں صدی کے دوران میں چھوٹی چھوٹی برادریوں کے بندھن ٹوٹ گئے اور رفتہ رفتہ بڑے سردار منظر عام پر آگئے۔ ان بڑے سرداروں اور خوانین نے اپنے ماتحت چھوٹے سرداروں اور غریب کسانوں کی خدمات سے تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سیا

Marfat.com

قوت حاصل کی اور انہوں نے تیرہویں صدی کے اوائل میں ایک ابتدائی قسم کی جاگیری مملکت کی تشکیل کرلی۔ ان کے پاس ہمہ وقتی مسلح فوج تھی۔ تیرہویں صدی عیسوی کے اوائل میں (1206ء) ان منگول سرداروں اور خوانین نے ایک شخص تموجین یا عموجین کو اپنا خان اعظم منتخب کرلیا اور اس خان اعظم نے اپنے لیے چنگیز خاں کا لقب اختیار کیا۔ اس کی پیدائش 20 ذیقعد 543 ہجری بمطابق 26 جنوری 1154ء کو ہوئی تھی لہٰذا وہ خان اعظم بنا تو اس کی عمر تقریباً" 52 برس کی تھی۔ چنگیزخاں نے تھوڑے ہی عرصہ میں منگولیہ کے سارے لوگوں کو اپنے پرچم تلے جمع کرلیا اور ایک بہت بڑی فوج تیار کرلی۔ جس میں سواروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ ہر منگول باشندہ اپنے علاقے کی چرواہی معیشت کے باعث گھوڑ سواری میں بہت ماہر ہوتا تھا۔ یہ فوج دس دس سپاہیوں کی جمیعتوں میں منقسم تھی اور پھر ہر جمعیت میں ایک ایک ہزار اور ایک ایک سو سپاہیوں کی جمعیتیں ہوتی تھیں۔ ان سواروں پر تیروں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا کہ یہ بڑے مضبوط چمڑے کی ٹوپیاں اور زرہیں پہنتے تھے۔ ان میں فوجی نظم و ضبط اعلیٰ پایہ کا تھا اور فوجی حکمت عملی کا معیار بھی بہت بلند تھا۔ ان منگولوں یا تاتاریوں نے چنگیزخاں کی قیادت میں سب سے پہلے اپنے علاقے سے نکل کر شمالی چین کو فتح کیا۔ چنگیزخاں نے ایسا اس لیے نہیں کیا تھا کہ چین کے خوارزم شاہ یا اس کے صوبائی حاکم نے کسی سفارتی اصول کی خلاف ورزی کی تھی اور تجارتی معاہدے کو توڑا تھا۔ بلکہ اس نے ایسا محض ہوس ملک گیری کے تحت کیا تھا۔ اس کے پاس بہت بڑی فوج تھی۔ اور یہ فوج ایک بڑی سلطنت کے قیام کے لیے ہی تیار کی گئی تھی۔ اس فوج کا مقصد صرف منگولیا میں امن و امان قائم رکھنا ہی نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد فتوحات کرنا تھا۔ شمالی چین میں چنگیزخاں نے بڑی جلدی اپنی سلطنت کو مستحکم کرلیا۔ چینی انجینئروں نے کسی بھی فوج کا محاصرہ کرنے کا طریقہ سکھایا اور امور سلطنت چلانے کے لیے ایک افسرشاہی انتظامیہ مہیا کی۔ اس نئی فوجی اور سول انتظامیہ کی قوت سے چنگیزخاں نے بہت جلد جنوبی چین کو بھی فتح کرلیا اور پھر سائبیریا کو بھی اپنے زیر نگیں کرلیا۔ گویا صرف پانچ چھ سال کے عرصہ میں اس کے پاس اتنی سلطنت تھی کہ دنیا میں کوئی اور سلطنت علاقائی وسعت کے لحاظ سے' افرادی اور معاشی وسائل کے لحاظ سے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ چنانچہ اس نے وسطی ایشیا کے سرسبز و شاداب اور زرخیز علاقے کی طرف رخ کیا۔ اس علاقے کی تہذیب

Marfat.com

بہت پرانی تھی اور علوم و فنون میں بھی یہاں کا معاشرہ ترقی یافتہ تھا۔ بالخصوص فن تعمیر میں اس معاشرے نے بہت ترقی کی ہوئی تھی۔ معیشت معاشرت' سیاست جاگیردارانہ تھی لیکن کوئی طاقتور مرکزی حکومت نہیں تھی اور فوجی نظام بھی فرسودہ ہو چکا تھا۔ صوبائی عمال خود سر اور سرکش تھے۔ چنگیزخاں نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھایا اور یکے بعد دیگرے چھوٹی مچھلیوں کو ہڑپ کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ سلطان محمد خوارزم شاہ کا نظام حکومت استبدادی تھا اس لیے عوام الناس بدل و جان اس کے ساتھ نہیں تھے۔ چنانچہ چنگیزخاں جس شہر پر حملہ آور ہوتا تھا کوئی نہ کوئی غدار شہر پناہ کا دروازہ کھول دیتا تھا اور منگولی لشکر قتل عام' غارت گری' آتش زنی اور تباہ کاری کرکے سارے تاریخی ریکارڈ توڑ دیتا تھا۔ وسطی ایشیا کو مفتوح و مغلوب اور تباہ وبرباد کرنے کے بعد چنگیز خاں نے جارجیا کا رخ کیا۔ ماورالنہر کے لوگوں نے بڑی مزاحمت کی لیکن بالاخر انہوں نے بھی اطاعت قبول کرلی اسی کے بعد اس نے جارجیا اور آرمینیا کو فتح کیااور روس کے دروازے پر دستک دینے لگا۔ 1223ء میں چنگیزخاں کا روسی جاگیرداروں سے مقابلہ ہوا۔ خان اعظم نے پہلے ہی حملہ میں ان کے پرخچے اڑا دیئے اور مقتولین کی لاشوں پر تختے رکھ کر انہوں نے اجتماعی خباثت کا مظاہرہ کیا۔ چنگیزخاں روسیوں کو یہ سزا دینے کے بعد وہاں نہ ٹھہرا اور واپس وسطی ایشیا میں آگیا اور کچھ عرصہ بعد مرگیا۔

مولانا غلام رسول مہر نے راورٹی کے حوالے سے چنگیزخاں کے حالات زندگی کو مختصراً" یوں بیان کیا ہے کہ اس کا نام تمرچی یا تموجین تھا۔ 20 ذیلقعد 549 ہجری مطابق 26 جنوری 1154ء میں پیدا ہوا۔ تیرہ سال کا تھا جب اس کا باپ مرا۔ جس کا نام یسو کا تھا۔ منگولوں کے اسی فرمانروا یا سردار اعلیٰ کے ساتھ ایک مشیر بھی ہوتا تھا جس کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ اتفاق یہ کہ مشیر کا بھی انتقال ہوگیا۔ جس کی سرپرستی میں چنگیزخاں بہت کچھ سیکھ سکتا تھا۔ اس مشیر کا بیٹا "نویان قرہ چار" بالکل نوجوان تھا۔ یہی نویان قرہ چار امیر تیمور کا جد اعلیٰ تھا۔ غرض نوجوان سردار اور نوجوان مشیر کے برسراقتدار آجانے سے قبائل میں اضطراب پیدا ہوا۔ اور کم و بیش دوتہائی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ صرف ایک تہائی اس کے ساتھ رہ گئے۔ 1183ء میں چنگیزخاں ایک قبیلے کے سردار کے ہاتھ گرفتار ہوا مگر بڑی مصیبتیں اٹھا کر بچ نکلا۔ پھر مختلف قبیلے اس کے خلاف اکٹھے ہوگئے۔ اور اس نے اونگ خاں کے پاس پناہ

Marfat.com

لی۔ جو قراقیوں کا رئیس تھا۔ اونگ خاں کے لیے چنگیز نے بڑی فتوحات حاصل کیں لیکن خان کے اقربا چنگیز کے خلاف ہوگئے اور اونگ خاں کو بھی مخالفت پر آمادہ کرلیا۔ آخر چنگیز نے بڑی مصیبتیں اٹھانے کے بعد اونگ خاں کو شکست دی۔ رفتہ رفتہ سب مخالفتیں چنگیز کی بہادری' مردانگی اور حسن تدبیر کے باعث ختم ہوگئیں۔ اس کے اپنے قبیلے بھی لوٹ آئے۔ باقی بھی اس کی تابعداری پر مجبور ہوئے۔ گویا اس نے خاصی لمبی مدت منگولوں کی قبائلی جنگوں میں گزاری۔ پھر انہیں اکٹھا کرکے ایسی قوت پیدا کرلی جس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کرسکتا تھا"۔[10] چنانچہ اس قوت کے ساتھ چنگیزخاں نے پہلے پورے چین اور سائبیریا کو فتح کرنے کے بعد جب وسطی ایشیا میں بلاد اسلامیہ میں بے مثال تباہی مچائی تو بہت سے مسلمانوں کو یہ گمان ہوا کہ قیامت آگئی ہے۔ چنانچہ اسی زمانے کے مؤرخ قاضی منہاج سراج نے اس قیامت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے بھی حوالے دیئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ان تمام حدیثوں کا ترجمہ یہ ہے کہ "مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "قیامت اس وقت تک بپا نہیں ہوگی جب تک تمہیں' جو میری امت ہو اس قوم سے جنگ پیش نہیں آئے گی جو مشرق سے باہر نکلے گی۔ وہ لوگ دن کو اونی لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور راتیں بالوں کے خیموں میں گزاریں گے۔ ان کے چہرے سرخ ہوں گے' آنکھیں چھوٹی' ناکیں چپٹی منہ سرخ ہوں گے۔ ان کے چہرے ایسے معلوم ہوں گے جیسے چوڑی ڈھالیں اور ان کے گھوڑوں کے کان پھٹے ہوئے ہوں گے۔ معتبر آدمیوں کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! آگاہ فرمایئے کہ قیامت کب آئے گی۔ فرمایا چھ سو سال سے کچھ اوپر سال بعد۔[11]" مولانا غلام رسول مہر منہاج سراج کی بیان کردہ ان حدیثوں کو بے اصل قرار دیتا ہے کہ کیونکہ قرآن مجید قطعی طور پر کہتا ہے کہ لوگ بے خبر ہوں گے اور قیامت اچانک نمودار ہو جائے گی۔ تاہم مولانا کو اس رائے سے اتفاق ہے کہ اسلامی دنیا کے بڑے حصہ کے لیے چنگیز تاتاریوں کا خروج قیامت سے کم نہ تھا۔ لطف یہ ہے کہ ان میں سے بھی کسی کو اس قیامت صغریٰ کے بپا ہونے کی خبر تک نہ تھی یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے اترنے والے تندسیل کی طرح پہلے ترکستان و خراسان پر' پھر ایران' عراق' عجم' عرب اور شام تک جا پہنچی۔

Marfat.com

اسی زمانے کے مسلمان مؤرخین تاتاریوں سے کس قدر خوفزدہ اور لرزہ براندام ہوگئے تھے۔ اس کا اندازہ جلال الدین سیوطی کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے کہ "الموفق عبداللطیف تاتاریوں کی خبر میں لکھتا ہے کہ یہ ایک ایسی خبر ہے جس سے تمام گزشتہ خبریں اور تاریخی باتیں بھول جاتی ہیں اور ہر ایک مصیبت اس کے سامنے ہیچ دکھائی دیتی ہے۔ اس قوم کی زبان اہل ہند کی زبان سے مشابہ ہے کیونکہ ان کا ملک ہندوستان سے ملحق ہے۔ ان کا ملک چار مہینے کے راستے پر ہے۔ بہ نسبت ترکوں کے ان لوگوں کے چہرے زیادہ چوڑے، سینے فراخ، سرین سبک، ہاتھ پاؤں چھوٹے رنگ گندمی، سریع الحرکت اور صاحب الرائے ہوتے ہیں۔ تمام لوگوں کی خبریں ان کو پہنچ جاتی ہیں (یعنی ان کی جاسوسی کا نظام بہت اعلیٰ تھا) مگر ان کی خبر کسی کو نہیں پہنچی۔ ان کے ملک میں کوئی جاسوس جاکر رہ نہیں سکتا کیونکہ اختلاف شکل کے باعث فوراً پہچانا جاتا ہے۔ جب یہ لوگ کسی ملک پر چڑھائی کا قصد کرتے ہیں تو اپنے ارادوں کو چھپائے رکھتے ہیں اور یکبارگی وہاں پہنچ کر بے خبری کی حالت میں اپنے شکار کو جا دبوچتے ہیں۔ فریق ثانی پر بھاگنے اور حملے کے تمام راستے بند کر دیتے ہیں۔ ان کی عورتیں بھی آدمیوں کی طرح لڑتی ہیں۔ ان کا بڑا انداز لڑائی کا تیر ہے۔ جس چیز کا گوشت مل جائے کھا جاتے ہیں ان کے قتل عام سے کوئی نہیں بچتا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں سب کو تہہ تیغ کر دیتے ہیں۔ ان کا قصد ملک گیری یا مال جمع کرنے کا نہیں ہوتا بلکہ ان کا قصد دنیا کو تباہ کرنا ہوتا ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کا ملک اطراف چین میں ہے۔ یہ لوگ جنگلوں کے باشندے ہیں اور بے اعتنائی اور شرارت میں مشہور ہیں۔ ان کے ظہور کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ چین بڑا وسیع ملک ہے چھ مہینے کی مسافت اس کا دور ہے۔ اور اسکے چھ حصے ہیں اور چھ ملکوں پر ایک ہی بادشاہ ہے۔ جسے خاقان اکبر کہتے ہیں۔ وہ طمغاج میں رہتا ہے۔ یہ بادشاہ ایسا ہی ہوتا ہے جیساکہ مسلمانوں میں خلیفہ ہوتا ہے۔ ان چھ ملکوں پر ایک کا حاکم دوش خاں تھا۔ جس نے چنگیز خاں کی پھوپھی سے نکاح کرلیا تھا۔ جب دوش خاں مرگیا تو چنگیز خاں اپنی پھوپھی سے ملنے کو آیا اس کے ساتھ کشلو خاں بھی تھا۔ ان کی پھوپھی نے کہا کہ دوش کا کوئی لڑکا نہیں اس لیے مناسب ہے کہ کشلو خاں اس کا ملک سنبھال لے۔ وہ تخت پر بیٹھ گیا اور مغلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ بعدازاں حسب دستور اس نے خاقان اکبر کے پاس تحفے بھیجے مگر چونکہ

Marfat.com

تاتاریوں کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ چین کے خانہ بدوش لوگ تھے۔ اس لیے خان کو سخت طیش آیا۔ تمام ان کے گھوڑوں کی دموں کو کاٹ دیا جو اس نے تحفتاً" بھیجے تھے۔ اور تمام ایلچیوں کو قتل کر دیا۔ جب چنگیز خاں اور کشلو خاں کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کا حلف اٹھایا اور بہت سے تاتاریوں کو ساتھ ملا کر خاقان کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ خاقان کو جب ان کے شر اور قوت کا حال معلوم ہوا تو چنگیز خاں اور کشلو خاں سے نرمی اختیار کی۔ مگر ساتھ ہی دھمکی بھی دی۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا اور فریقین کے مابین ایک خونریز لڑائی ہوئی۔ جس میں خاقان اعظم کو شکست ہوئی اور چنگیز خاں اور کشلو خاں اس کے تمام ملک پر قابض ہوگئے۔ بعدازاں ملک شاقون پر چڑھ دوڑے اور اسے بھی قبضہ میں کیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد کشلو خاں مر گیا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ چنگیزخاں نے اسے بچہ سمجھ کر گرفتار کرلیا اور خود اس کے ملک پر قابض ہوگیا۔ تمام تاتاری اس کے مطیع ہوگئے۔ اس کی عزت میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ اسے خدا سمجھنے لگے۔

"606 ہجری میں تاتاری اپنے ملک سے نکل کر ممالک ترک اور فرغانہ پر حملہ آور ہوئے۔ خوارزم شاہ محمد بن تکش حاکم خراسان کو جس نے تمام بادشاہوں کو ہلاک کرکے ان کے ملکوں کو قبضہ میں کرلیا تھا اور اس کی ہمت و جرات یہاں تک بڑھی تھی کہ خلیفہ پر حملہ کرنے کو تیار ہوا تھا۔ جب تاتاریوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھی ان کا مقابلہ نہ کرسکا۔ بلکہ ڈر کر اہل فرغانہ' شاش اور خراسان وغیرہ میں حکم بھیجاکہ ان سب شہروں کو جلا کر لوگ سمرقند میں آجائیں۔ تاتاریوں نے 615 ہجری تک مختلف مقامات میں لوٹ مار مچائے رکھی۔ آخر چنگیز خاں نے سلطان خوارزم شاہ کے پاس ایلچی بھیجے اور ان کے ہمراہ کئی تحفے روانہ کیے۔ ایلچیوں نے آکر بیان کیا کہ خاقان اکبر آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ آپ کا علم مرتبہ اور عظمت و جلالت مجھ پر پوشیدہ نہیں میرے نزدیک میرے اور آپ کی صلح ہو جانی بہتر ہے۔ آپ مجھے اولاد سے زیادہ عزیز ہیں اور یہ باتیں میں ڈر کر نہیں کہتا کیونکہ چین جیسے وسیع ملک پر قابض ہوگیا ہوں۔ جہاں لشکر اور گھوڑوں کی کوئی انتہا نہیں اور اس میں چاندی اور سونے کی کانیں ہیں۔ اس لیے مجھے کسی چیز کے واسطے دوسرے ملک کا دست نگر نہیں ہونا پڑتا۔ اگر تجھے بھی مناسب معلوم ہو تو مجھ سے دوستی کرلے اور سوداگروں کو اپنے

Marfat.com

مقبوضات میں آنے جانے کی آزادی دے دے۔ خوارزم شاہ نے اسے منظور کرلیا۔ جس سے چنگیز خاں بہت خوش ہوا۔ سوداگروں کو ایک دوسرے کے مقبوضات میں آنے جانے کی آزادی مل گئی۔ اتفاقاً" تاتاری تاجروں کا ایک قافلہ جب ماورالنہر میں پہنچا جہاں کہ خوارزم شاہ کا ماموں حاکم تھا اور اس کے پاس بیس ہزار سوار تھے تو تاجروں کے مال پر اس کا دل للچایا۔ خوارزم شاہ کو لکھا کہ تاتاری لوگ تاجرانہ لباس میں آکر یہاں جاسوسی کرتے ہیں اگر آپ حکم دیں تو ان کا انتظام کروں۔ خوارزم شاہ نے صرف احتیاط رکھنے کا حکم دے دیا مگر اس کے ماموں نے انہیں گرفتار کرکے ان کا تمام مال و اسباب ضبط کرلیا۔ چنگیز خاں کے ایلچیوں نے آکر خوارزم شاہ سے بیان کیا کہ تم نے تو تاجروں کو آزادی دی تھی مگر تم نے غداری کی ہے جو نہایت قبیح ہے۔ خصوصاً" سلطان اسلام کی طرف سے یہ غداری ہو تو یہ بہت ہی برا فعل ہے اگر تمہارا خیال ہے کہ یہ کام تمہارے ماموں نے تمہاری اطلاع اور اذن کے بغیر کیا ہے تو اسے ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ عنقریب ہی تمہیں اس کا نتیجہ مل جائے گا۔ اس بات کے سننے سے خوارزم شاہ کو ایسا ڈر لگا کہ اس کے حواس باختہ ہوگئے اور ایلچیوں کو قتل کروا ڈالا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے خون کے ایک ایک قطرہ کے عوض مسلمانوں کے خون کے دریا بہہ گئے۔ چنگیز خاں لشکر جرار لیکر اس سے لڑنے کے لیے نکلا۔ خوارزم شاہ اس کی آمد کی خبر سن کر جیحوں سے نیشاپور بھاگ گیا اور وہاں سے بھاگ کر برج ہمدان میں جا پہنچا اس کا دشمن بھی وہاں جا پہنچا اور اس کے تمام آدمیوں کو ایک ایک کرکے قتل کردیا۔ خوارزم شاہ جان بچا کر بھاگا اور دریا عبور کرکے صحیح و سالم ایک جزیرے میں جا پہنچا۔ وہاں اس کو ذات الجنب کا عارضہ ہوا اور اسی میں تن تنہا مرگیا۔ اور جو بستر اس کے پاس تھا اسی میں دفن ہوا۔ یہ واقعہ 617 ہجری 1220 عیسوی کا ہے۔ تاتاری خوارزم شاہ کے تمام مقبوضات پر قابض ہوگئے۔

بدحواس "ابن جوزی کا پوتا لکھتا ہے کہ سب سے پہلے تاتاریوں کا ظہور 615 ہجری میں ماورالنہر میں ہوا اور انہوں نے بخارا اور سمرقند پر قبضہ کرکے وہاں کے باشندوں کو تہہ تیغ کیا اور خوارزم شاہ کا محاصرہ کرلیا۔ بعدازاں انہوں نے دریا کو عبور کیا اور چونکہ خوارزم شاہ نے سب بادشاہوں کو ہلاک کردیا تھا اس لئے کوئی ان کے مقابل نہ ہوا اس لیے وہ بندگان خدا کو تہہ تیغ کرکے اور شہروں کو برباد کرتے ہوئے ہمدان اور قزوین تک پہنچے۔ ابن اثیر نے

Marfat.com

اپنی تاریخ الکامل میں لکھا ہے کہ حادثہ تاتار حوادث عظیم اور مصائب کبریٰ میں سے تھا۔ زمانہ نے کبھی ایسا سانحہ عظیم نہیں دیکھا۔ اس میں سب لوگ شامل تھے۔ اگرچہ خصوصاً" مسلمان اس کے بلا میں زیادہ گرفتار ہوئے۔ اگر کہا جائے کہ ابتدائے دنیا سے کبھی ایسا حادثہ وقوع میں نہیں آیا تو بالکل بجا و درست ہے۔ کیونکہ تاریخ اس جیسا کوئی حادثہ پیش نہیں کرسکتی۔ سب سے بڑا حادثہ جو تاریخ میں ہے وہ بخت نصر کا ہے جس نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں تہہ تیغ کیا تھا۔ لیکن وہ حادثہ تاتاریوں کے حادثہ کی نسبت کچھ بھی نہیں۔ یہ حادثہ ایسا ہے جس کے چنگارے اڑ کر تمام دنیا میں جا پڑے اور اس کا ضرر تمام لوگوں کو پہنچا۔ ان لوگوں کی نری ایسی تھی جیسی ان چنگاریوں کی ہوتی ہے جنہیں ہوا اڑائے لیے پھرتی ہے۔ یہ لوگ اطراف چین سے نکلے اور پہلے بلاد ترکستان' کاشغر اور شاغون وغیرہ کو تباہ کیا۔ پھر وہاں سے سمرقند و بخارا میں پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو تہہ تیغ کیا۔ وہاں سے نکل کر ملک کو تباہ کرتے ہوئے خراسان۔ رے' ہمدان' اور حد عراق تک جا پہنچے۔ پھر وہاں سے آذربائیجان اور اس کے گردونواح کا قصد کیا اور اسے تباہ و خراب کیا۔ یہ سب کچھ ایک ہی سال میں ہوا۔ پھر آذربائیجان اور درمنڈ اور اس کے گرد و نواح تک جا پہنچے۔ اور وہاں کے تمام شہروں کے مالک بن گئے۔ پھر وہاں سے شہر لان اور لکز میں جاکر وہاں کے لوگوں کو قتل و قید کیا۔ پھر وہاں سے بلاد قنچان کا قصد کیا۔ جہاں کے باشندے ترکوں سے بھی زیادہ تھے۔ جو لوگ ان سے بھاگ گئے وہ بچ گئے اور باقی وہیں تہہ تیغ ہوئے۔ تاتاریوں کا کچھ حصہ غزنی' بجستان اور کرمان کی طرف گیا اور وہاں جاکر بھی یہی حال کیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تو نہ کانوں نے سنا نہ آنکھوں نے دیکھا۔ اسکندر رومی بھی دنیا کے بڑے حصے پر قابض ہوگیا تھا مگر اتنی جلدی نہیں بلکہ آہستہ آہستہ بیس سال میں اور ساتھ ہی اس نے کسی کو قتل و غارت نہیں کیا بلکہ جس نے اطاعت کی اس سے راضی ہوگیا۔ لیکن یہ لوگ دنیا کے نہایت آباد اور زرخیز جگہ پر ایک سال میں قابض ہوگئے۔ کوئی شہر ایسا نہیں تھا جو ان کے حملے اور دبدبے سے لرزاں نہ ہو۔ پھر لطف یہ ہے کہ ان کو کسی قسم کی خوراک کی حاجت نہ رہی۔ کیونکہ بھیڑ بکریاں ان کیساتھ رہتی تھیں جو ان کی خوراک کے لیے کافی پڑتی تھیں۔ اور ان کے گھوڑے اپنی ٹاپوں سے زمین کھود کر گھاس کی جڑیں نکال کر اپنا پیٹ بھر لیتے تھے اور دانہ کا تو نام نہ جانتے تھے اور ان کے مذہب کی یہ حالت تھی کہ جب

Marfat.com

آفتاب نکلتا تو اسے سجدہ کرلیا کرتے کوئی چیز ان کے نزدیک حرام نہ تھی۔ تمام جانور بلکہ انسان بھی ان کے نزدیک حلال تھے۔ نکاح کا ان کے ہاں جھگڑا ہی نہ تھا۔ ایک عورت کئی مردوں کے لیے کافی ہوتی تھی[12]۔"

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "چنگیز خاں نے پہلے بلاد ترکستان اور ماوراالنہر پر فوج کشی کی اور اس کو ترکان خطا (جو حالت کفر میں تھے) کے قبضہ سے نکال کر خود قابض ہوگیا۔ بعدازاں خوارزم شاہ سے بھڑ گیا۔ سخت معرکہ پیش آیا۔ فریقین کی فوج کا زیادہ حصہ کٹ گیا۔ تین دن تک مسلسل لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ چوتھے دن خوارزم شاہ نے میدان چھوڑ دیا۔ جیحوں پر پہنچ کر تاتاریوں کے پہنچنے کے انتظار میں قیام کیا۔ چنگیز خاں نے تعاقب کیا۔ خوارزم شاہ نے جیحوں کا مورچہ بھی خالی کر دیا اور اپنی فوج کو ماورالنہر' اترار' بخارا' سمرقند' ترمذ اور جند کے شہروں میں چنگیزخاں کے طوفان بدتمیزی کی روک تھام کی غرض سے پھیلایا۔ چنگیزخاں نے پہلے اترار کا محاصرہ کیا۔ اہل اترار لڑے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ چنگیزخاں نے بزور تیغ اس شہر پر قبضہ کرلیا۔ امیر نیال (قدر خاں) جس نے چنگیزخاں کے تاجروں کو قتل کرکے مال و اسباب چھین لیا تھا۔ گرفتار کرکے پیش کیا گیا۔ چنگیز خاں نے چاندی پگھلوا کر کانوں اور آنکھوں میں ڈلوا دی جس سے وہ مر گیا[13]"۔ ایک اور بیان ہے کہ "چنگیز خاں خود اترار (انزار بہ مطابق ابن خلدون) نہیں گیا تھا اسے حدود اترار میں پہنچتے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ سلطان خوارزم شاہ نے اپنی فوج مختلف حصوں میں بانٹ کر بڑے بڑے شہروں کی حفاظت کے لیے بھیج دی ہے اور کسی ایک مقام پر زبردست جنگ کا کوئی امکان نہیں لہذا اس نے ایک فوج اترار کی طرف بھیج دی اور خود بخارا کی جانب بڑھا اترار میں سخت مقابلہ ہوا۔ سلطان نے امداد کے لیے فوج خاص حاجب کی سرکردگی میں بھیج دی تھی۔ جب حاجب خاص نے دیکھا کہ مقابلہ ممکن نہیں تو تجویز پیش کی کہ شہر حوالہ کر دینا چاہیے۔ غائر خاں (قدر خاں) نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی آخر خاص حاجب دروازہ صوفی خانہ سے خفیہ باہر نکل گیا۔ اسی دروازے سے تاتاری اترار میں داخل ہوئے اور سب کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ چنگیزخاں نے یکم ذی الحجہ 616 ہجری' 7 فروری 1220ء بخارا کا محاصرہ کیا۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عید قربان کو تاتاری شہر اور قلعہ بخارا پر قابض ہوگئے۔ تمام لوگوں کو جن میں خواص بھی تھے اور اشراف بھی' مرد بھی تھے اور عورتیں بھی شہربدر ہوگئے۔ یا شہید کر ڈالا۔ شہر

Marfat.com

اور کتب خانے جلا دیئے۔ عمارتیں برباد کرڈالیں۔ صرف تھوڑے سے لوگ بچے۔ جن کو قید کرلیا چنگیز خود شہر میں داخل ہوا اور سیدھا جامع مسجد میں پہنچا۔ اس کی شان و شوکت دیکھ کر پوچھا؟ آیا یہ شاہی محل ہے؟ جب بتایا گیا کہ عبادت گاہ ہے تو اس نے اہل شہر سے مخاطب ہوکر کہا کہ خدا نے تمہیں اور تمہارے سلطان کو بدکرداری کی سزا دینے کے لیے مجھے بھیجا ہے۔ پھر کہا کہ سلطان کے جتنے حامی ہیں شہر سے نکل جائیں۔ اہل بخارا نے مختلف لشکریوں کو اپنے ہاں پناہ دے دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر غضبناک ہوکر چنگیز نے قتل عام کا حکم صادر کردیا تھا۔ شہر کی اکثر عمارتیں لکڑی کی تھیں۔ انہیں جلا ڈالا۔ کم و بیش تیس ہزار افراد بخارا میں شہید ہوئے۔"[۱۴]

بخارا کی بربادی کے بعد چنگیز اوآخر ذی الحجہ 616 ہجری (اوآخر فروری 1220ء) میں اچانک سمرقند پہنچا۔ "شہر اور قلعہ کی فوج نے جس کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تھی ساٹھ ہزار ترک اور پچاس ہزار تاجیک شہر سے باہر نکل آئے اور تاتاریوں سے خوفناک جنگ کی۔ جس میں سے بہت سے تاتاری مارے گئے۔ لیکن اسلامی فوج کا نقصان بھی خاصا ہوا۔ پھر شہر بند ہوکر مقابلہ کے سوا چارہ نہ رہا۔ لیکن اس اثنا میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ مقابلہ چھوڑ دینا چاہیے اس گروہ میں قاضی شہر اور علماء تھے۔ دوسرا گروہ ہر حال میں مقابلہ پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ اس میں زیادہ تر اہل فوج تھے۔ محاصرے کے پانچویں دن قاضی شہر اور دوسرے علماء یکایک شہر سے باہر نکل کر چنگیز خاں کے پاس پہنچ گئے۔ حالانکہ لڑائی جاری تھی۔ چنگیز خاں نے ان سے اچھا برتاؤ کیا۔ وہ واپس آگئے۔ قرارداد کے مطابق ان اصحاب نے عیدگاہ کا دروازہ کھول دیا اور تاتاری شہر میں داخل ہوگئے۔ پچاس ہزار اہل شہر کو شہید کیا جو فوجی قلعے میں محصور تھے وہ مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں صرف ایک یعنی قرہ ارسلان خاں نے مردانگی سے کام لیا۔ اپنے ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ نکلا۔ بجلی کی طرح تاتاریوں پر جا پڑا۔ ان کی صفوں کو چیرتا ہوا باہر نکل گیا۔ سلطان محمد خوارزم شاہ سے جا ملا اور اس المیے کی خبر سب سے پہلے اس نے پہنچائی باقی سب مارے گئے۔ جن کی تعداد تیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ شہر کے باقی ماندہ افراد میں سے تیس ہزار کاریگر اور فن کار چن کر چنگیز نے اپنے بیٹوں میں تقسیم کردیئے اور جو بچے ان سے دو لاکھ تاوان وصول کیا گیا۔ غرض سمرقند کی بربادی بھی اسی اختلاف رائے کی بنا پر ہوئی جس

Marfat.com

اختلاف رائے نے اتراد کو برباد کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سمرقند کے علماء کہتے تھے کہ ہم خلیفہ ناصرالدین اللہ کی ہم نوائی پر مجبور ہیں جو خلیفہ سلطان محمد خوارزم شاہ کا دشمن تھا۔"[15] ابن خلدون لکھتا ہے کہ "سمرقند کے المیہ کے بعد سلطان خوارزم شاہ کی ماں کے چند قرابت مندوں نے جو سرداری کے رتبہ سے سرفراز تھے چنگیزخاں کو خط لکھا۔ خوارزم (خیوا) اور خراسان پر قبضہ کرنے کی تحریک کی۔ اس خط کو جس شخص کی معرفت روانہ کیا اس نے اس خط کو سلطان محمد خوارزم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سلطان نے غور سے پڑھا۔ اپنی ماں اور اس کی قرابت داروں کی طرف سے مشتبہ اور بدگمان ہوگیا۔"[16] سلطان محمد خوارزم شاہ کی ماں اور اس کے قرابت داروں کی غداری پہلی اور آخری غداری نہیں تھی اس سے پہلے بھی اتراد اور سمرقند میں غداروں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے تھے اور اس کے بعد علاؤالدین والی قندھار خوارزم شاہ سے علیحدہ ہوگیا تھا۔

چنگیزخاں نے بیس ہزار سواروں کو خوارزم شاہ کے تعاقب پر مامور کیا۔ "انہوں نے مغربی خراسان کو تاخت و تاراج کیا۔ لوٹ مار کرتے بلاد ہیجور تک پہنچ گئے۔ جس طرف سے گزرتے تھے کھیتوں اور باغات کو ویران' آبادی کو برباد اور چٹیل میدان کر دیتے تھے۔ سلطان خوارزم شاہ نیشاپور پہنچا اور وہاں سے عراق چلا گیا۔ امیر تاج الدین .سطامی کا بیان ہے کہ جس وقت خوارزم شاہ عراق تک پہنچا مجھے حاضری کی اجازت دی اس کے روبرو دس بڑے صندوق موتیوں سے بھرے ہوئے رکھے تھے۔ جس کی قیمت کوئی نہیں لکھ سکتا ہے۔ ان میں سے دو صندوقوں میں قیمتی جواہرات بھرے تھے۔ جس کی قیمت ملک عراق کی قیمت کے برابر ہوگی۔ مجھے سلطان نے قلعہ اردھن میں بطور امانت رکھ آنے کا حکم دیا۔ قلعہ اردھن نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور قلعہ میں پہنچا دینے کی رسید لے کر شاہی دربار میں حاضری دی۔ اس کے بعد جب چنگیز خاں نے عراق کو فتح کیا تو ان صندوقوں کو بھی لے لیا۔ دریں اثنا خوارزم شاہ نیشاپور سے مازندران کی طرف گیا۔ وہاں سے ہمدان کے نواح میں پہنچا اور پھر بلاد جبل گیا اور ساحل بحر پر ایک گاؤں میں قیام پذیر ہوا۔ جیساکہ اس کی نیک عادت تھی۔ صلوۃ و تسبیح اور تلاوت قرآنی میں مصروف ہوا۔ مگر چنگیزخانی تاتاریوں نے اسے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ انہوں نے چھاپہ مارا۔ خوارزم شاہ کشتی پر سوار ہوکر دریا عبور کرگیا۔ اس نے بحر طبرستان کے جزیرے میں پہنچ کر

Marfat.com

اقامت اختیار کی اور وہیں رہنے لگا۔ مرض الموت نے آکر گھیر لیا۔ 617 ہجری میں موت کے آغوش میں ہمیشہ کے لیے سو گیا۔ اسی جزیرے میں دفن کردیا گیا۔ اکیس سال حکومت کی۔ جلال الدین منکبرس علاؤالدین خوارزم شاہ کا بیٹا) اپنے باپ کا جانشین ہوا۔[17]"

کہتے ہیں کہ "جب ترکمان خاتون (علاؤالدین محمد خوارزم شاہ کی ماں) کو خوارزم میں اپنے بیٹے کی وفات اور جلال الدین منکبرس کی تخت نشینی کی اطلاع ملی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ چنگیزخانیوں کے خوف سے خوارزم چھوڑ دینے کا قصد کیا۔ تقریباً" بیس سرداران لشکر اور ان بادشاہوں کو جو اس وقت خوارزم میں قید تھے قتل کر کے بھاگ نکلی۔ مازندران کے قلعوں میں سے قلعہ ایلان میں پہنچ کر قیام کیا۔ تاتاریوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ صلح کے ساتھ فتح کیا اور ترکمان خاتون کو گرفتار کرلیا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ تاتاریوں نے ترکمان خاتون کو اس وقت گرفتار کیا تھا جبکہ وہ باز مازندران کی طرف بھاگ رہی تھی۔ اس کے علاوہ شہزادیاں بھی جو اس کے ہمراہ تھیں گرفتار کرلی گئیں۔ تاتاریوں نے انہیں اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ ترکمان خاتون نہایت ذلت سے تاتاریوں کی قید میں رہی۔ راورٹی کا بیان ہے کہ ترکان خاتون اور خاندان کے چھوٹے چھوٹے بچے جس مقام سے پکڑے گئے اس سے تاتاریوں کو جو مال غنیمت ملا۔ اس میں ایک کروڑ مثقال سونا' ایک ہزار خردار قیمتی کپڑے۔ سونا ساڑھے چار ماشے فی مثقال کے حساب سے کم و بیش ایک سو پندرہ من بنتا ہے اور جو قیمتی پارچے ایک ہزار گدھوں پر لادے گئے ان کی قیمت کا اندازہ ممکن نہیں۔ وزیر نصیرالدین بھی اسیروں میں تھا۔ اسے فوراً" قتل کردیا گیا۔ ترکان خاتون کو شاہی خاندان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ چنگیزخاں کے پاس بھیج دیا گیا۔[18]" یہ ترکمان خاتون قبیلہ بیاروت کے خان جنکش بادشاہ ترک کی لڑکی تھی۔ بیاروت کا قبیلہ یمک ترکان خطا کی ایک شاخ تھا۔ سلطان تکش خوارزم شاہ نے اس سے عقد کیا۔ جس کے بطن سے سلطان محمد پیدا ہوا۔ "جب سلطان محمد بادشاہ بنا تو یمک کے قبائل چاروں طرف سے سمٹ کر ترکمان خاتون کی خدمت میں آگئے۔ ان کے علاوہ اور ترک بھی جو ان کے ہمسایہ تھے وہ بھی آملے۔ ترکمان خاتون کی قوت بے حد بڑھ گئی۔ دولت و حکومت پر قبضہ کرلیا۔ سلطان محمد نام کا بادشاہ رہ گیا۔ اس کی حکومت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ بادشاہوں کی طرح اپنی طرف سے عمال مقرر کرتی۔ ملک کا نظم و نسق اس کے قبضہ میں تھا۔ عدل وانصاف کو ہاتھ

Marfat.com

سے جانے نہ دیتی تھی۔ فریادیوں کی فریاد سنتی۔ قتل و خونریزی کو روکتی' برائیوں کا انسداد کرتی اور خیرانجام دیتی' دادودہش اور صدقات اپنے تمام مالک محروسہ میں پھیلا رکھا تھا۔ محض حکمنامہ لکھنے پر سات کاتب مامور تھے۔ اگر کبھی اس کا فرمان سلطان کے فرمان کے خلاف ہوتا تو یہ طے تھا کہ پچھلے فرمان پر عملدر آمد کیا جاتا۔ ملکہ عالم اس کا لقب تھا۔ فرمان کے سرنامہ پر "عصمتہ الدنیا والدین اولاغ ترکمان ملک النساء العالمین" لکھا جاتا تھا۔ چوب قلم سے بدست خاص اعتصمت باللہ وحدہ دستخطوں کی جگہ لکھا کرتی تھی"۔ ۱۹

Marfat.com

باب : 17

تاتاریوں کی یلغار، مسلمانوں کا انتشار اور جلال الدین خوارزم شاہ کا فرار

جس وقت سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش نے بحر طبرستان کے ایک جزیرے میں جان دی۔ اس کی اولاد جلال الدین منکبرنی کی ماتحتی میں جو کہ ان میں سب سے بڑا تھا۔ خوارزم کی طرف روانہ ہوئی۔ "خوارزم پر ترکمان خاتون مادر خوارزم شاہ محمد بن تکش کی واپسی کے بعد عیاروں میں سے ایک شخص قابض ہوگیا تھا اور اس نے خوارزم پر پورے طور پر قبضہ کرلیا تھا۔ رعایا کے ساتھ بدسلوکی شروع کر دی۔ اوباشوں کی بن آئی۔ لوگوں کے مال و زر پر دست درازی کرنے لگے۔ اتنے میں شاہی دیوان کے امراء خوارزم پہنچے اور انہوں نے سلطان کی موت کی خبر مشہور کی اور یہ بھی ظاہر کیا کہ جلال الدین اور اس کے بھائی خوارزم آرہے ہیں۔ اوباش اور لٹیرے یہ سن کر بھاگ گئے۔ جلال الدین اپنے بھائیوں کے ساتھ خوارزم پہنچ گیا۔ چاروں طرف سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوگئی۔ سات ہزار لشکر جمع ہوگیا۔ اس لشکر میں زیادہ تر قبیلہ بیاروت کے سپاہی تھے۔ جو مادر محمد خوارزم شاہ مرحوم کی ماں (ترکمان خاتون) کی اعزا و اقارب تھے۔ یہ لوگ قطب الدین اولاغ کی طرف مائل ہوگئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ ان کی بہن کا لڑکا تھا۔ ان لوگوں نے جلال الدین پر حملہ کرنے اور اسے معزول کرنے کا مشورہ کیا۔ جلال الدین کو خبر لگ گئی تو اس نے تین سو سواروں کے ساتھ خراسان کا راستہ لیا۔ نسا کے بے آب و گیاہ بیابان کی طرف چلا اور نیشا پور پہنچ گیا۔ جلال الدین کی خوارزم سے روانگی کے تیسرے دن تاتاریوں کا ٹڈی دل لشکر وہاں پہنچا۔ قطب الدین اور اس کے دوسرے بھائی خوارزم سے بھاگ نکلے۔ تاتاریوں نے اس کے مال و متاع اور خزانے پر قبضہ کرلیا۔ اس واقعہ کے بعد اختیارالدین زنگی نے نسا

Marfat.com

میں اپنی خود خودمختار حکومت قائم کرلی۔ لیکن شاہ کا لقب اختیار نہ کیا۔ جلال الدین نے اسے نسا کی گورنری کی سند حکومت بھیج دی۔ چنانچہ اختیارالدین نے اس کے شاہی اقتدار کو تسلیم کرلیا"۔[1] خوارزم پر تاتاریوں کے قبضہ کے اس بیان سے بالکل واضح ہے کہ اس شہر پر بھی ان کے قبضہ میں اتراذ' سمرقند' رے اور قم کی طرح مسلمانوں کے ایک گروہ کی غداری کو بہت دخل تھا۔ قطب الدین اولاغ شاہ نے ایسے موقع پر جلال الدین کے خلاف سازش کی تھی جبکہ وسطی ایشیا کے مسلمانوں پر تاتاریوں کی صورت میں قیامت ٹوٹی ہوئی تھی۔ مولانا غلام رسول مہر کے الفاظ میں یہ مسلمانوں کے لیے عبرت کا ایک اور موقع تھا۔ جب اقتدار و جلال اور ہوس مال و زر عملاً" مذہب سے بالا تر تھیں۔

خوارزم پر قبضہ ہوا تو تاتاریوں نے نیشاپور پر چڑھائی کی۔ چنگیزخاں طالقان میں تھا۔ "جلال الدین سلطان خوارزم شاہ کو پتہ چلا تو غزنی کی طرف روانہ ہوا جہاں کا انتظام حکومت جلال الدین کے فرمان کے مطابق ملک اختیار الدین محمد بن علی یوسف کے پاس تھا اور اس نے شہر کے دفاع کے لیے بہت سی فوج جمع کرلی ہوئی تھی۔ سلطان خوارزم شاہ کا ماموں زاد بھائی ملک خان دس ہزار فوج کے ساتھ تاتاریوں سے مقابلے سے بھاگ کر بجستان کی طرف چلا گیا۔ اہل بجستان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا ناچار واپس ہوا۔ ہرات کے نزدیک خوارزم شاہ نے اسے بلا کر اپنی فوج میں شامل کرلیا اور تاتاریوں کے مقبوضہ قلعہ قندھار کا محاصرہ کرلیا۔ جلال الدین کو فتح ہوئی۔ جلال الدین غزنی کی طرف واپس روانہ ہوا۔ قبل ازیں والی غزنی اختیارالدین قربوشت جلال الدین کے پاس والی بجستان کی زیادتیوں کی شکایت کرنے گیا ہوا تھا۔ جب جلال الدین قربوشت جلال الدین کے پاس والی بجستان کی زیادتیوں کی شکایت کرنے گیا ہوا تھا۔ جب صلاح الدین نسائی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے غزنی پر حملہ کردیا اور قلعہ غزنہ پر قبضہ کرکے اختیارالدین قربوشت کو مار ڈالا۔ رضا الملک شرف الدین نے اس کی مخالفت کی تو اس نے اس کو بھی نیچا دکھایا اور غزنی کا حاکم بن بیٹھا۔ یہ واقعہ 618 ہجری کا ہے[2]۔" منہاج سراج نے صلاح الدین کی اس غداری و بغاوت کا حال کچھ اور طرح بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "غزنہ میں ایک کوتوال تھا۔ جسے صلاح الدین کہتے تھے۔ وہ کردکان کا رہنے والا تھا۔ ملک اختیارالدین نے سلطان محمد کے فرمان کے مطابق بہت سا لشکر جمع کرلیا تھا۔ ملک خاں ہرات سے بھاگ کر بجستان کی طرف

Marfat.com

چلا گیا تھا۔ جب موسم گرما ہوا تو وہ بھی غزنہ پہنچ گیا۔ پھر خراسان سے خبر ملی کہ سلطان جلال الدین غزنہ آرہا ہے شہاب الدین الپ وزیر اور صلاح الدین کوتوال نے مل کر خفیہ غداری کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ ایک دعوت کا انتظام کرکے ملک اختیارالدین خرپوست (قرپوشت) کو بلایا اور صلاح الدین کوتوال نے چھری سے اس غازی سردار کو شہید کر ڈالا۔ اس مرحوم نے جو لشکر جمع کیا تھا وہ سب ادھر ادھر بکھر گیا۔ 617 ہجری میں ملک خاں جو تاتاریوں کے سامنے سے پلٹ کر غزنہ پہنچا تھا۔ وہاں سے دوبارہ گرم سیر کی طرف نکل گیا۔ اس کا قصد سیستان کا تھا۔ راستہ میں اس نے رضی الملک کو ولایت پشاور دے دی۔ جب رضی الملک اس غرض سے غزنہ آیا کہ وہ پشاور جائے تو اہل غزنہ نے اسے جانے نہ دیا۔ پھر وہ پشاور گیا مگر وہ جو عراقی لشکر تھا اس نے رضی الملک کو واپس کر دیا۔ جب رضی الملک پشاور سے لوٹا تو اعظم سپہ سالار نے جو عمادالدین بلخ کا بیٹا اور ننگرہار کا امیر تھا رضی الملک کو گرفتار کرلیا اور زیر نگرانی رکھا۔ اچانک سلطان جلال الدین اور ملک خاں (ہرات) غزنہ پہنچ گئے۔ ان کے پاس ترکوں' غور اور تاجیک کے امیروں' خلیجیوں اور غزوں کی بے شمار فوج جمع ہو گئی تھی چنانچہ سلطان جلال الدین نے اس فوج کے ساتھ طخارستان کی طرف پیش قدمی کی۔ اس وقت تاتاری فوج قلعہ والیان (ولخ) کے پاس تھی۔ اسے شکست دی اور پھر فوج کے ساتھ واپس آگیا۔ سلطان جلال الدین اور ملک خاں (ہرات) کی آمد اور اسلامی لشکر کی فراہمی کا علم چنگیزخاں کو ہوا تو اس نے اپنے داماد کو ہرات' خراسان سے غزنہ کی طرف بھیجا۔ جب تاتاری پروان (شمالی علاقہ) کے حدود میں پہنچے تو سلطان جلال الدین ان کے مقابلے کے لیے دوسری مرتبہ جا پہنچا اور ان سے جنگ کی۔ شکست دی اور بے شمار کافروں کو موت کا گھاٹ اتارا۔ تاتاری مزید چند مرتبہ آئے مگر ہر مرتبہ شکست کھائی"۔[۲]

ابن خلدون کا بیان ہے کہ "اس لڑائی میں طولی خاں بن چنگیز خاں مارا گیا۔ تاتاری فوج تتر بتر ہوگئی۔ سلطان جلال الدین کے لشکر میں موجود مال غنیمت پر جھگڑا ہوگیا۔ سیف الدین بقراق اور امین الملک نائب ہرات سے بھی اس معاملہ میں جھگڑا ہوگیا۔ امین الملک نے عراق کا راستہ لیا۔ اعظم ملک اور مظفر ملک بھی لڑ پڑے۔ ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اس ہلڑ میں بقراق کا بھائی مارا گیا۔ بقراق ناراض ہوکر ہندوستان کی طرف واپس ہوا۔ اس کے ہمراہی ساتھ ہو لیے۔ جلال الدین نے ہرچند بلانے اور واپس لانے کی کوشش کی مگر کامیابی

Marfat.com

نہ ہوئی۔ اور ایک بھی واپس نہ ہوا[4]" منہاج سراج اس واقعہ کے بارے میں یہ بیان دیتا ہے کہ "سلطان کے لشکر میں اغراق (اغراق خلجیوں کا ایک مشہور قبیلہ تھا) قبیلے کے زیادہ آدمی تھے۔ وہ بڑے مرد میدان اور خونریز جنگوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ انہیں مال غنیمت کے متعلق عجمیوں اور عراقیوں سے عداوت ہوگئی۔ چنانچہ وہ سلطان کے لشکر سے الگ ہوگئے اور دوسری طرف چلے گئے۔ سلطان کے ساتھ صرف ترک رہ گئے"[5]۔ منہاج سراج کا مترجم غلام رسول مہر اس واقعہ پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "بھلا سوچئے کہ مال غنیمت کی تقسیم پر ناراض ہوکر ایسے نازک وقت میں سلطان سے علیحدگی کس بناء پر مناسب تھی؟" اب مولانا مہر کو کون بتائے کہ مسلمانوں میں مال غنیمت کی تقسیم پر جھگڑنے کی روایت عہد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہی پڑ گئی تھی۔ بعض لوگوں نے اس بناء پر ایک سے زیادہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اختلاف کرنے کی جسارت کی تھی۔ ایک مرتبہ تو نوبت خویش پروری کا الزام لگانے تک پہنچی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ قبیح روایت کبھی ختم نہ ہوئی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور مسلمانوں کو بارہا اس بنا پر ہزیمتیں اٹھانا پڑیں۔ بدقسمتی سے بیشتر مسلمان امراء اور لشکریوں کو مال غنیمت (جس میں لونڈی اور غلام بھی شامل ہوتے تھے) سے اس قدر شغف ہوتا تھا کہ وہ عین لڑائی کے دوران اس کی تقسیم پر جھگڑنے لگتے تھے۔ صحیح بخاری کے مطابق سن 8 ہجری میں غزوہ حنین میں مسلمانوں کو ابتدا" شکست محض اس لیے ہوئی تھی کہ لوگ غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہوگئے تھے۔ مسلمان لشکریوں کی ہوس غنیمت فرانس میں مسلمانوں کی شکست کا سب سے بڑا سبب تھی۔ یہ ایک نہایت مسلم تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی بیشتر جنگیں محض ملک گیری یا مال غنیمت کے لالچ کے تحت ہوتی تھیں۔ ان کا مطلوب و مقصود ذوق شہادت یا اشاعت اسلام نہیں ہوتا تھا۔ جو لوگ محض مذہبی جوش و عقیدت سے مغلوب ہوکر اس تاریخی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان سے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

پروان کی لڑائی کے بعد جب فیقو نوبین چنگیزخاں کے پاس پہنچا تو چنگیز کے پاس جتنی فوج تھی اسے لے کر پشتہ نعمان سے غزنہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جلال الدین بھی چنگیز خاں کے ارادے سے آگاہ ہوکر مقابلے کے لیے نکلا۔ چنگیز کے ہراول سے مڈ بھیڑ ہوگئی۔ سخت

Marfat.com

خونریز جنگ کے بعد جلال الدین کو فتح نصیب ہوئی۔ تاتاریوں میں سے صرف چند افراد جانبر ہوئے۔ جلال الدین میدان جنگ سے واپس ہوکر دریائے سندھ پر مقیم ہوا۔ تمام امراء اور سرداران کو جو اس کی اطاعت سے منحرف ہوگئے تھے اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ ابھی ایلچی واپس نہیں ہوا تھا کہ چنگیز خاں نے جلال الدین پر حملہ کر دیا۔ تین شب و روز جنگ کے بعد جلال الدین کو شکست ہوئی۔ امین الملک اپنے باپ کے پاس قتل ہوا۔ سلطانی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ تاتاریوں نے انہیں دریائے سندھ عبور کرنے سے روکا۔ بہت سے شکست خوردہ دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ بہت سوں کو تاتاریوں نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ سلطان جلال الدین کا بیٹا جس کی عمر سات برس کی تھی تاتاریوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ تاتاریوں نے اس بچے کو بھی مار ڈالا۔ جلال الدین میدان جنگ سے بھاگ کر دریا کے کنارے پہنچا مگر تاتاری اس تعاقب میں تھے۔ جلال الدین نے اپنی عورتوں کو قتل کرکے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ تیر کر دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ اس کی فوج سے صرف تین سو سوار چار سو پیادے اور چند سردار جانبر ہوئے۔ تین دن کے بعد گرتے پڑتے سلطان کے پاس پہنچے۔ اعظم ملک کسی قلعہ میں جاکر روپوش ہوا۔ چنگیز خاں نے مطلع ہوکر محاصرہ کیا اور تلوار کے زور سے فتح کرکے اسے اور تمام ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ قلعہ میں تھے بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔ اس کے بعد تاتاری لشکر نے غزنی کا قصد کیا۔ غزنی بھی فتح ہوگیا۔ لوگوں کو قتل کیا۔ جسے جہاں پایا مار ڈالا۔ شہر میں آگ لگا دی۔ جو کچھ تھا لوٹ لیا غرض یہ کہ غزنی اور تمام نواح غزنی ایسا تاراج ہوا کہ گویا اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ یہ واقعات 619 ہجری کے ہیں"۔[۶]

"پھر جب چنگیز خاں کے فرمان کے مطابق ارسلان خاں قیالق مسلمان اپنے لشکر نیز طولان چربی اور تاتاری سپاہ کے ساتھ درلخ گیا تو آٹھ مہینے قلعے کا محاصرہ کیے بیٹھا رہا۔ اس قلعے کی کسی جانب راستہ نہ تھا۔ ارسلان خاں نے تاتاریوں کو حکم دے دیا کہ ارد گرد کے پہاڑوں سے درخت اور شاخیں کاٹ کاٹ کر قلعہ کے آس پاس ڈالتے جائیں۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ تاتاری درے کو بھر دینے کا ارادہ کیے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ ایک سو سال میں بھی بھر نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ بہت گہرا تھا۔ اچانک آسمان سے بلا اور اللہ کی طرف سے قضا نازل ہوئی۔ رئیس درلخ کا بیٹا تاتاریوں کے پاس گیا اس نے ایسا راستہ انہیں دکھایا جس سے

Marfat.com

ایک تیز رفتار پیادہ گزر سکتا تھا۔ ان پہاڑوں میں جا بجا طاق سے بنے ہوئے تھے۔ تین روز تک تاتاریوں کو اس راستے سے جاکر طاقوں میں چھپایا جاتا رہا۔ جب خاصی تعداد جمع ہوگئی تو چوتھے روز صبح کو یہ تاتاری نعرے لگاتے ہوئے قلعہ کے اندر پہنچ گئے۔ اور تمام مسلمانوں نے شہادت پائی۔ تاتاری فوج دلخ سے فیوا رقادس کے قلعے پر پہنچ گئی اور اسکا محاصرہ کر لیا۔" طخارستان اور بامیان کے ان قلعوں کی تسخیر کے اس بیان سے بھی واضح ہے کہ ان قلعوں پر تاتاریوں کا قبضہ مسلمانوں کی غداری کی وجہ سے ہوا تھا۔ مسلمانوں کی جگہ جگہ پر اور بار بار کی غداری سے مزید واضح ہوتا تھا کہ انہوں نے دین اسلام سے اخوت' مساوات' اتحاد' اتفاق' ایثار' قربانی اور وفاداری کا کوئی اصول نہیں سیکھا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ تھا کہ غداری کے اس قبیح فعل میں امراء' علماء اور فقہاء پیش پیش تھے۔

کہتے ہیں کہ چنگیزخاں کے چار بیٹے تھے۔ بڑے کا نام توشی (توشی کو جوجی بھی لکھتے ہیں) اس سے چھوٹے کا نام چغتائی' تیسرے کا نام اوکتائی اور سب سے چھوٹے کا نام تولی (طولی) تھا۔ جب چنگیزخاں نے ماورالنہر سے خراسان کا عزم کیا تو توشی اور چغتائی کو خوارزم' قبچاق اور ترکستان بھیج دیا تھا اور بڑی فوج ان کے ساتھ کردی تھی۔ تولی کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ بھاری فوج کے ساتھ خراسان کے شہروں پر بڑھے۔ اوکتائی کو چنگیزخاں نے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ 617 ہجری میں تولی پشتہ نعمان سے نکل کر سیدھا مرو کی طرف بڑھا۔ شہر پر قبضہ کیا اور مخلوق کو شہید کر ڈالا۔ وہاں سے وہ نیشاپور کی طرف گیا۔ خاصی جنگ کے بعد شہر فتح کیا۔ چونکہ نیشاپور میں چنگیزخاں کا داماد مارا گیا تھا اس لیے آبادی میں سے ایک ایک کو مارا شہر کو برباد کیا دیواروں اور عمارتیں ڈھا دیں۔ پھر بیل لیکر شہر بھر کی زمین پر ہل پھروا دیئے۔ چنانچہ وہاں عمارت کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ جب نیشاپور اور اس کے اطراف و جوانب سے فراغت حاصل ہوگئی تو تولی نے ہرات کا رخ کیا اور شہر کے دروازے پر پہنچ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ جنگ شروع ہوگئی۔ تاتاریوں نے آٹھ روز میں یہ شہر فتح کرلیا۔ حالانکہ مضبوطی میں اسے سد سکندر سمجھا جاتا تھا۔ خلق خدا کو شہید کر ڈالا"۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ "جب چنگیزخاں کے بیٹے حاکم مرو کو امان دینے کے بعد شہر پر قبضہ کیا تو حاکم شہر تاتاری دربار میں حاضر ہوا۔ چنگیزخاں کے بیٹے کا نہایت تپاک سے خیرمقدم کیا۔ خلعت دیا اس کے بعد حاکم مرو کو حکم دیا کہ جائزہ کی غرض سے اپنے لشکر کو حاضر کرو۔ جوں ہی تمام لشکر آگیا گرفتار

Marfat.com

کرلیا۔ لشکر کی گرفتاری کے بعد حاکم شہر سے رؤسا شہر' تجار' کاریگران اور مہاجنوں کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتب کرائیں اور ان سب کو معہ اہل و عیال حاضری کا حکم دیا۔ چنگیزخاں سونے کی کرسی پر بیٹھا اور فوج کو پیش کرنے کا اشارہ کیا جو اس کے حکم سے گرفتار کی گئی تھی۔ چنگیزخاں نے بلا پس و پیش ان لوگوں کی گردن زنی کا حکم صادر کیا۔ بات کی بات میں قتل کر دیئے گئے۔ امراء' رؤسا' تجار اور مہاجنوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیاگیاکہ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کئے گئے۔ بعض تو زدوکوب کے صدمہ سے مرگئے اور بعض مال نہ دینے کی وجہ سے زندہ قبروں میں دفن کر دیئے گئے۔ حصول زر کی آرزو میں مردوں کی قبریں کھود ڈالیں۔ غرض کہ روپیہ حاصل کرنے کے لیے جو مظالم کرسکتے تھے کیے۔ عوام الناس کو جن میں مرد بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں' بچے بھی تھے۔ لشکریوں میں تقسیم کردیا۔ اس قتل عام اور غارت گری سے فارغ ہوکر شہر میں آگ لگا دی۔ مال ہی کی تلاش و جستجو میں سلطان سنجر کی قبر کو کھود ڈالا۔ اس واقعہ کے چوتھے روز باقی ماندہ اہل شہر پیش ہوئے جو اس وقت تک تاتاری تلواروں سے بچ گئے تھے۔ چنگیزخاں نے ان لوگوں کو بھی قتل کا حکم دے دیا۔ جن کی تعداد سات ہزار سے کم نہ تھی۔ مرو کو تاراج کرکے نیشا پور کی طرف بڑھے۔ پنج روز تک محاصرہ کیے رہے۔ چھٹے روز تلوار کے زور سے شہر فتح کرلیا۔ نیشاپور والوں کے ساتھ وہی سلوک کیے جو انہوں نے اہل مرو کے ساتھ کیے تھے۔ بلکہ بعض بعض مظالم کا یہاں اور اضافہ کیا۔ نیشاپور سے فارغ ہوکر چنگیز خاں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ طوس کی طرف روانہ کیا۔ طوس میں بھی وہی مظالم کیے۔ جس کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ شہر کو جلا کرخاک سیاہ کر دیا۔ امام علی بن موسیٰ رضا کے شہر (مشہد) کو گرا ڈالا۔ خلیفہ رشید کے مقبرے کو زمین دوز کردیا۔ قتل و غارت گری کرتے ہوئے ہرات کی جانب بڑھے۔ ہرات میں گھس کر قتل عام شروع کر دیا۔ مکانوں میں آگ لگا دی۔ شہرپناہ کو توڑ ڈالا۔ ہرات کے نواح میں غارت گری کا بازار گرم ہوگیا۔ قصہ مختصر ہرات اور اس کے نواح کو تاراج کرکے چنگیزخاں کے پاس طالقان چلے آئے۔ چنگیزخاں طالقان میں خاموش نہیں بیٹھا تھا بلکہ صوبہ خراسان کے بقیہ شہروں کے تاراج کرنے کے لیے فوجیں بھیج رہا تھا۔ جو یکے بعد دیگرے شہروں کو تاراج کررہی تھیں۔ یہاں تک کہ تمام صوبہ خراسان برباد و تباہ ہوگیا۔ یہ مظالم جو تاتاریوں نے خراسان میں کیے 617 ہجری

Marfat.com

میں کیے۔ اہل خراسان اکثر فنا ہوگئے۔ جو باقی رہ گئے وہ دوسرے شہروں میں جاکر قیام پذیر ہوئے"۔؟

مولانا غلام رسول مہر لکھتا ہے کہ "تاتاریوں نے اس مہم کے دوران رے' ہمدان' مراغہ' قم اور دوسرے شہر فتح کیے۔ سب کی تفصیل بتانا مشکل ہے۔ لیکن رے اور قم کی تسخیر واقعی عبرت کا مرقع ہے۔ رے میں دو بڑے مذہبی فرقے تھے۔ اول حنفی اور دوئم شافعی۔ حنفیوں نے تاتاریوں کی یورش سے کچھ دیر پہلے شافیعوں کی مسجد جلا دی تھی۔ شافعی انتقام کی فکر میں تھے۔ تاتاری آپہنچے۔ تو شافیعوں نے ان کا خیرمقدم کیا اور کہا کہ حنفیوں کو تباہ کرنے کا اقرار کرلیا جائے۔ تو ہم شہر حوالے کرنے پر آمادہ ہیں۔ تاتاریوں نے یہ شرط قبول کرلی۔ شہر رے پر قبضہ کرتے ہی پہلے حنفیوں کا صفایا کیا۔ پھر شافعیوں کی صفائی کا بہانہ بھی پیدا کرلیا۔ اور دونوں کے خون سے عبرت کا ایک نہایت دردناک مرقع تیار ہوگیا۔ قم میں بھی دو گروہ تھے یعنی سنی اور شیعہ۔ یہاں شیعوں نے اسی شرط پر شہر کی حوالگی پر آمادگی ظاہر کی کہ سینوں کو ختم کر دیا جائے۔ مگر فتح کے بعد سنی اور شیعہ دونوں ایک ہی چکی میں آٹے کی طرح پیس ڈالے گئے۔ رے بڑا ہی عالیشان شہر تھا۔ اسکا نشان محض برائے نام باقی رہ گیا۔ اب وہ طہران کا ایک حصہ ہے۔ معصومہ کے مزار کے باعث قم پھر بڑا شہر بن گیا"۔ ۱۰ لیکن مولانا مہر نے یہ نہیں بتایا کہ تاتاریوں کی اس قیامت خیز یلغار کے موقع پر سمرقند' رے اور قم میں مسلمان علما' فقہاء اور قاضیوں نے اس قدر گھناؤنی مذہبی فرقہ پرستی کا مظاہرہ کیوں کیا؟ عام طور پر اس قسم کے سوال کا جواب دیا جاتا تھا کہ ان علماء نے محض اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث ایسا کیا تھا۔ اگر یہ علماء اخوت مساوات اور اتحاد و اتفاق سے متعلقہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ لیکن یہ جواب تاریخ کے کسی سنجیدہ طالب علم کو مطمئن نہیں کرتا۔ اس سوال کا اطمینان بخش جواب یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ ہر مملکت کے حکمران طبقوں کے مختلف گروہوں میں تضاد ہوگا اور چونکہ یہ گروہی تضاد اس مملکت کے زوال کے عہد میں شدید ہوجاتا ہے۔ اس لیے ان گروہوں سے منسلکہ اہل علم بھی باہمی معاندانہ تضاد میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس صورتحال میں حکمران طبقہ کا جو گروہ معتوب ہوتا ہے وہ بیرونی حملہ آور کا خیرمقدم کرتا ہے۔ چونکہ اہل علم کے گروہ حکمران طبقہ کے کسی نہ کسی گروہ کے ترجمان ہوتے ہیں اس لیے وہ ایسے موقع پر اپنے

Marfat.com

سرپرستوں اور مربیوں کی ترجمانی بڑی شدومد سے کرتے ہیں۔ بنو امیہ، بنو عباس اور بنو فاطمیہ کے خلفاء اکثر و بیشتر اپنے مملکتوں کے علماء و فقہاء سے اس قسم کے کام لیا کرتے تھے۔ بلا تحقیق و تفتیش حدیث سازی اور فتویٰ بازی کا سلسلہ اسی طرح شروع ہوا تھا۔ شمالی افریقہ میں سلاطین امراء مرابطین اور موحدین بھی اپنے فقہاء سے اس قسم کی خدمت لیتے تھے۔ اسپین اور عالم اسلام کے دوسرے علاقوں کے سلاطین بھی علماء کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ بیشتر علماء کی حیثیت حکمران طبقوں کے سیاسی کارکنوں کی تھی۔ اس زمانے میں کوئی سیاسی پارٹیاں نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے ہر ملک یا مملکت یا سلطنت حکمران طبقے علماء اور فقہاء کی مختلف تنظیموں یا فرقوں سے سیاسی پارٹیوں کا کام لیتے تھے۔ یہ اصول صرف عالم اسلام تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ یہ ساری دنیا میں رائج تھا۔ یورپ میں نویں صدی کے سب سے بڑے بادشاہ شارلیمن نے اسی اصول پر عمل کیا تھا اور بارہویں صدی میں اٹلی کے تاجروں اور فرانس کے امرا نے صلیبی جنگوں کی تحریک بھی پاپائے روم اور دوسرے مذہبی پیشواؤں کی طرف سے کرائی تھی۔ گویا یہ پادری سیاست کو اپنے دین سے الگ تصور نہیں کرتے تھے۔ ہندوستان میں پنڈتوں کا بھی نظریہ یہی تھا۔

مولانا غلام رسول مہر خراسان میں تاتاریوں کی غارت گری کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتا ہے کہ "منہاج سراج نے مرو، نیشاپور، اور ہرات کے حالات بہت ہی اختصار سے لکھے ہیں۔ پوری تفصیل تو ممکن نہیں لیکن اجمالاً" کچھ نہ کچھ بیان کر دینا مناسب ہے۔ تولی مرو کی طرف بڑھا تو جو شہر اور علاقے لڑائی کے بغیر حوالگی پر آمادہ ہو چکے تھے۔ ان سے امدادی فوج طلب کرلی۔ (جو ظاہر ہے مسلمان تھے) جس کی تعداد ستر ہزار بتائی جاتی ہے۔ مرو میں عبدالملک نے مقابلے کی ٹھانی۔ مگر اس کے پاس تھوڑی سی فوج تھی۔ آخر دو لاکھ دینار، تیس ہزار خروار غلہ اور ایک لاکھ گھوڑے دینے کا اقرار کیا۔ پھر وہ آخری فیصلے کے لیے تولی کے پاس پہنچا تو مزید شرطیں پیش کردی گئیں۔ آخر عبدالملک کے اعضا کاٹنے کے بعد اسے قتل کیا گیا اور کم و بیش ستر ہزار آدمی شہید ہوئے۔ پھر خاصی بڑی تعداد ماری گئی۔ نیشاپور کو تو داماد چنگیزخاں کے انتقام میں خاص سزا دی گئی۔ جو آج تک غالباً" کسی شہر کو نہیں ملی۔ سالہا سال تک اس شہر کا مقام مٹا رہا۔ وہاں جو کاشت کرکے تاتاریوں کے

Marfat.com

گھوڑوں کو کھلائے جاتے تھے۔ مقتولین کا معاملہ ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک ضرور پہنچ گیا۔ ہرات میں شمس الدین محمد ربانی مقابلہ کرتا ہوا شہید ہوا تو اس کے بعد شہر میں تفرقہ پڑ گیا اور علماء سب سے پہلے شہر کی حوالگی پر آمادہ ہوئے۔ جو لوگ مارے گئے انکا حساب پیش کرنا مشکل ہے۔ سلطان جلال الدین کے ساتھی اور لشکریوں میں سے بارہ ہزار چن کر موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ پھر طوس، سبزوار، جاجرم، نسا، ابی ورد، سرخس، خواف وغیرہ بھی اسی سیل میں برباد ہوئے۔ کسی شاعر نے کہا تھا۔

تین مہینے میں دنیا فتح کر لینے والے تولی نے تمام شہر سیتان کے دروازے تک فتح کر لیے۔ اس نے شہروں کو برباد کیا۔ آدمیوں کو مارا جھاڑو پھیری۔ اسیر پکڑ لیے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ نہ بڑا اور نہ چھوٹا"۔[11]

جب سلطان جلال الدین نے دریائے سندھ کے کنارے شکست کھائی تو اس کے بعد چنگیز خاں کے حکم سے خراسان کے شہروں اور سیستان پر تاتاریوں کی دوبارہ مصیبت نازل ہوئی۔ "تاتاریوں کا جو لشکر سیستان بھیجا گیا تھا اس نے جنگ سے ہر شہر فتح کیا۔ اہل سیستان اس بہادری سے لڑے کہ تاتاریوں کو ہر شہر کے ایک ایک کوچے اور ایک ایک گھر میں جنگ کرنی پڑی۔ سیستان کے مسلمانوں میں چھوٹے بڑے، مرد عورت ہر ایک نے جنگ کی۔ تلواروں اور چھریوں سے یکساں کام لیا گیا۔ ہرات پر دوبارہ قبضہ کے لیے الجی توپین کو بھیجا گیا تھا۔ اسکے پاس تاتاری فوج بھی بکثرت تھی۔ اور اس نے آس پاس کے علاقوں سے پچاس ہزار کے قریب سوار اور پیادے بھی جمع کر لیے تھے۔ ہرات پہنچتے ہی الجی نے فوج کے چار حصے کیے ہر حصے میں قریبا" تیس تیس ہزار آدمی تھے۔ چاروں حصوں کو شہر کے چاروں طرف مقرر کیا۔ اور ہر طرف شہر کا ایک دروازہ تھا۔ چھ مہینے اور سترہ دن محاصرہ جاری رہا۔ ملک بہاؤالدین نے بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اہل شہر سے اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ دیکھو! پہلی مرتبہ کی طرح مشکلات سے گھبرا نہ جانا۔ سب کو جانیں دے دینے کا عزم کر لینا چاہیے۔ حوالگی کا خیال دل سے بالکل نکال دینا چاہیے۔ تاتاریوں نے سختیوں سے اس شدت کے ساتھ جنگ جاری کی تھی کہ شہر کی دیوار بھی چھلنی ہو گئی تھیں۔ تاتاریوں نے پے در پے بڑے بڑے گروہوں پر حملے کیے مگر ایک ایک حملے میں ان کے پانچ پانچ ہزار آدمی مارے گئے۔ ایک روز فصیل ایک جگہ سے تقریبا" پچاس گز کھل گئی۔ چارسو کے قریب

Marfat.com

تاتاری ملبے میں دب کر مر گئے۔ ان میں نامی سردار بھی تھے۔ جمادی الاول 619 ہجری (1222ء) میں شہر فتح ہوا۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ آخری دور میں اہل شہر کے درمیان تفرقہ پیدا ہوگیا تھا۔ یعنی ایک گروہ حوالگی کا خواہاں تھا ارو دوسرا ہر حال میں لڑنا چاہتا تھا۔ اس دوسرے گروہ میں سپہ سالار ملک مبارزالدین بھی تھا۔ وہ بوڑھا ہو چکا تھا تاہم وہ گھوڑے پر سوار ہوکر شہر سے نکلا۔ اس نے تمام ہتھیار پہن رکھے تھے۔ نیزہ ہاتھ میں تھا اور جہاد کرتے ہوئے شہادت پائی۔ یہی موقع ہے جس پر عام روایت کے مطابق سوا لاکھ آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ اطراف سے بے شمار لوگ ہرات پہنچ گئے تھے"۔[12] تاہم یہ تعداد محل نظر ہے۔ لیکن اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہرات پر تاتاریوں کا دوسری مرتبہ قبضہ بھی مسلمانوں کے باہمی انتشار و افتراق کی وجہ سے ہوا اس کی ایک اور وجہ تھی کہ جس طرح مرو کی فتح کے موقع پر تاتاریوں کے ساتھ مفتوحہ علاقوں کے مسلمانوں کی فوجیں تھیں اسی طرح ہرات کی اس فتح میں بھی آس پاس کے مسلمانوں کی فوجوں کا دخل تھا۔ مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کی فوجوں کی مدد سے مزید فتوحات کرنے کی روایات تاتاریوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ نہیں ڈالی تھی۔ سلطان محمود غزنوی نے مفتوحہ ہندوستان کی ہندو فوجوں کی مدد سے خراسان کو مغلوب کیا تھا۔ اور اسپین کے فاتحین اعظم امیر عبدالرحمان ثالث اور محمد بن ابن طاہر المنصور کی فوجوں میں مفتوحہ علاقوں کی عیسائی فوجوں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔

خراسان اور سیستان کی دوبارہ غارت گری کے دوران سلطان جلال الدین خوارزم شاہ ہندوستان میں مقیم رہا وہ جب چنگیزخاں سے شکست کھا کر دریائے سندھ عبور کرکے ہندوستان پہنچا تھا تو اس کے بعد اسکے سرداران لشکر کا ایک گروہ بھی دریائے سندھ عبور کرکے اس کی خدمت میں حاضر تھا۔ "ان امراء میں شمس الملک جو سلطان جلال الدین کے باپ کے زمانہ میں وزیر تھا اور قزل خاں ابن امین الملک بھی شامل تھے۔ قزل خاں شہر کلور میں جاکر پناہ گزین ہوا۔ کلور کے گورنر نے اسے قتل کرڈالا اور ملک ناصرالدین قباچہ والی ملتان نے شمس الملک کا کام اس وجہ سے تمام کردیا کہ اسے خطرہ پیدا ہوا تھا کہ جلال الدین کو اس کی حرکات و سکنات سے آگاہ کر دے گا۔ امین الملک نے جلال الدین کو اس کی اطلاع کر دی۔ تھوڑے دن بعد سلطان جلال الدین کے بھائی (غیاث الدین) کے سرداران

Marfat.com

لشکر اس کی خدمت میں آگئے۔ جس کی وجہ سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ شہر کلور پر پہنچ کر محاصرہ کیا اور سر کرلیا۔ اس کے بعد ترنوخ کو بھی اسی طرح فتح کرلیا۔ قباچہ نے جلال الدین سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں جمع کیں۔ جلال الدین کو اس کی خبر لگ گئی۔ فوراً" دھاوا کر دیا۔ قباچہ مقابلہ پر نہ آیا۔ مورچہ اور کمک چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جلال الدین نے جو کچھ لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا۔ لاہور کی طرف قدم بڑھایا۔ لاہور میں قباچہ کا لڑکا تھا قلعہ بند ہوگیا۔ پھر اس امر کو محسوس کرکے کہ مقابلے کی قوت نہیں صلح کا پیام دیا۔ ایک مقررہ سالانہ خراج پر مصالحت ہوگئی۔ محاصرہ اٹھا کر ششتان پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ فخرالدین سلاوی قباچہ کا نائب اس شہر کا والی تھا۔ اس نے اطاعت قبول کرلی۔ اس کے بعد جلال الدین نے اوجا پر حملہ کر دیا۔ محاصرہ ڈالا۔ اہل اوجا نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کرلی۔ جانس کا محاصرہ کیا۔ بادشاہان ہندوستان میں سے شمس الدین التمش جو شہاب الدین غوری کا غلام تھا اس شہر کا حاکم تھا۔ اس نے جلال الدین سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور جلال الدین کی حکومت کی اطاعت قبول کرلی۔ اہل شہر بھی مطیع ہوگئے۔ جلال الدین نے چند روز یہاں قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد التمش نے جلال الدین سے لڑائی کا عزم کیا۔ جلال الدین بھی مقابلہ پر آیا۔ لیکن دونوں کے ہراول دستوں کے غلط راستے پر پڑ جانے کی وجہ سے مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ التمش نے صلح کا پیغام بھیجا۔ جلال الدین مصالحت پر آمادہ ہوگیا پھر التمش قباچہ اور دوسرے ملوک ہند متفق ہوکر جلال الدین سے لڑنے کے لیے نکلے۔ جلال الدین جنگ سے پہلوتہی کر گیا اور ہندوستان کے ان مقامات پر جن پر اس نے قبضہ کیا تھا اپنی طرف سے جہان بہلوان الملک کو مقرر کرکے ہندوستان سے روانہ ہوا۔ دریائے سندھ عبور کرکے غزنی کی طرف چلا۔ غزنی اور غور پر امیر وفا ملک جس کا نام حسن زلفا تھا مامور کرکے عراق کی طرف روانہ ہوا۔ یہ واقعہ 621 ہجری کا ہے۔[13]"

جب سلطان جلال الدین ہندوستان مسلمان ملوک کے ساتھ خانہ جنگی میں مصروف تھا اس سے کچھ پہلے اور اس کے دوران تاتاریوں کا ایک لشکر قزوین' آذربائیجان' آرمینیہ' جارجیا اور روس میں تباہی مچا رہا تھا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ اہل قزوین نے ہمدان' زنجان' اور خراسان کے بعض دوسرے شہروں کے لوگوں کی طرح تاتاریوں کی پرامن طریقے سے اطاعت قبول نہ کی "وہ مقابلے پر آئے۔ تاتاریوں نے ان کا محاصرہ کیا بزور تیغ

Marfat.com

لڑ کر ان کو سر کیا۔ بے حد خونریزی ہوئی۔ مقتولین کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہاں سے تاتاری آذربائیجان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت ازبک بن بہلوان والی آذربائیجان تبریز میں تھا۔ لہو و لعب میں مصروف خواہشات نفسانی میں منہمک' انتظام ملک سے غافل رنگ رلیوں میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے تاتاریوں سے خط و کتابت کی۔ انہیں کچھ دیا اور اس طرح ان کے شر سے بچ گیا۔ تاتاری سیلاب کی طرح موقان کی طرف واپس آئے اسکے بعد کرج پر چڑھائی کی۔ اہل کرج نے مقابلہ کیا۔ لیکن تاتاری طوفان کو نہ روک سکے۔ میدان چھوڑ دیا۔ تاتاریوں نے نہایت بے رحمی سے پامال کیا۔ اس لڑائی سے قبل اہل کرج نے ازبک والی آذربائیجان اور اشرف بن عادل بن ایوب والی خلاط سے امداد طلب کی تھی۔ یہ امداد نہ ملی۔ افرش (ازبک کا آزاد غلام) تاتاریوں سے مل گیا۔ اس کے پاس ترکوں اور کردوں کی ایک فوج تھی وہ اس فوج کو لے کر تاتاریوں کے ساتھ کرج پر چڑھ آیا۔ اہل کرج کا پہلے افرش سے مقابلہ ہوا اس کے بعد تاتاریوں نے حملہ کیا۔ کرج کو شکست ہوئی۔ کرج کی بے شمار فوج کٹ گئی۔ یہ واقعہ ماہ ذیقعد 617 ہجری کا ہے کرج سے فارغ ہوکر تاتاری مراغہ کی جانب لوٹے۔ تبریز ہوکر گزرے۔ والی تبریز نے تحائف و نذرانے پیش کیے۔ جو کچھ ہو سکا نقد اور جنس جمع کرکے نذر کیا۔ تبریز سے وہ قتل و غارت کرتے ہوئے مراغہ پہنچے۔ مراغہ کی والیہ ایک عورت تھی۔ چند دن تک مقابلہ کرتی رہی بالآخر صفر 618 ہجری میں تاتاریوں نے اسے دبالیا اور جی کھول کر پامال کیا۔ تاتاری لٹیرے تبریز کو چھوڑ کر شہر سراد پر چڑھ گئے۔ اہل شہر کو اپنی غارت گری اور لوٹ کا نشانہ بنایا۔ تباہ و برباد کرکے .بیلقان کی جانب بڑھے۔ وہاں بلا امتیاز مرد' عورت' جوان اور بوڑھے سب قتل کیے گئے۔ حمل والی عورتوں کے پیٹ چاک کرکے بچوں کو بھی قتل کیا۔ عورتوں کی بے آبروئی کرتے اور پھر انہیں قتل کرڈالتے تھے۔ .بیلقان سے گنجہ آئے۔ اہل گنجہ نے جو کچھ تاتاریوں نے مطالبہ کیا دے کر مصالحت کرلی۔ وہ دربند شروان پر حملہ آور ہوئے۔ اور اس کے بعد قفچاق اور لان میں تباہی مچائی۔ قفچاق کے علاقے سے انہوں نے مملکت روس پر حملہ کیا۔ یہاں کے رہنے والے عیسائی مذہب کے پابند تھے۔ جب روسی مقابلے پر آئے تو تاتاری پیچھے ہٹے۔ چند منزلیں پسپا ہونے کے بعد تاتاریوں نے زبردست جوابی حملہ کیا۔ روسی اور قفچاقی مقابلہ نہ کرسکے۔ پسپا ہوئے۔ تاتاریوں نے قتل و غارت گری شروع کر

Marfat.com

دی۔ بے حد خونریزی ہوئی۔ ہزاروں قید کرلیے گئے۔ باقی ماندہ اپنے ملک سے دست کش ہوکر مسلمانوں کے ملک میں چلے گئے۔ تاتاریوں نے روسیوں کے ملک پر قبضہ کرلیا۔ روس اور قفچاق کو سر کرنے کے بعد تاتاری لٹیروں نے آخر 620 ہجری میں بلغار پر دھاوا کیا۔ اہل بلغار نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ بہت سوں کو قتل کیا جو جان بچا کر بھاگے وہ طالقان میں چنگیزخان کے پاس چلے گئے۔

"جب سلطان جلال الدین ہندوستان سے واپس ہوا تو وہ بے حد تکالیف و مصائب برداشت کرتا ہوا کرمان پہنچا۔ چار ہزار سوار رکاب میں تھے جو خچروں اور بیلوں پر سوار تھے۔ اس وقت کرمان میں سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کا نائب براق حاجب حکومت کررہاتھا۔ خراسان اور ماژندران کے علاقے تباہ وبرباد ہو چکے تھے۔ سلطان جلال الدین کی ہندوستان کی جانب روانگی کے بعد اس کے بھائی غیاث الدین نے ان علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ لیکن لہو و لعب میں مشغول اور امور سلطنت سے غافل ہونے کے باعث وہ ان علاقوں کو تاتاریوں کی تباہ کاری سے نہیں بچا سکا تھا۔ اور اب جلال الدین کی کرمان میں آمد کے موقعہ پر وہ رے میں تھا۔ جلال الدین کرمان سے اصفہان گیا تو قاضی رکن الدین مسعودابن صاعد نے اطاعت قبول کرلی۔ اس کی خبرغیاث الدین تک پہنچی تو وہ فوجیں جمع کرکے جلال الدین سے لڑنے کو چلا۔ جلال الدین کو اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے بھائی سے مصالحت کے لیے نام و پیام کیا۔ جس کے نتیجہ میں غیاث الدین اپنے سرداران لشکر کو ساتھ لیکر جلال الدین کے لشکر میں آگیا۔ اس کے تمام سرداران لشکر اور امراء جلال الدین کے ساتھ ہوگئے۔ جلال الدین نے غیاث الدین کے خیموں زمینوں اور مکمل اسباب پر قبضہ کرلیا۔ ان کی ماں بھی قبضہ میں آگئی جو ترکمان خاتون کی طرح حکومت چلاتی تھی۔ اور جس نے "خداوند جہاں" کا لقب اختیار کیا ہواتھا۔ غیاث الدین قلعہ سلوقان بھاگ گیا۔ جلال الدین نے اس کے بھاگ جانے سے اس کی ماں پر بے حد ناراضگی ظاہر کی۔ اس نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بلا کر دونوں میں صلح کرا دی۔ اس کے بعد جلال الدین نے خوزستان کی طرف کوچ کیا اور محرم 622 ہجری میں اس کے دارالحکومت کا محاصرہ کرلیا۔ مظفرالدین المعروف وجہ السبع جو خلیفہ ناصر کا غلام تھا۔ اس صوبہ کا حاکم تھا۔ جلال الدین نے زمانہ محاصرہ میں اپنی فوج کو چند حصوں میں تقسیم کرکے شہروں پر شب خون مارنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

خوزستان کے اطراف میں لوٹ مار شروع ہوگئی۔ بصرہ بھی محفوظ نہ رہا۔ تکین یوسف افسر بصرہ مقابلہ پر نکلا۔ دربار خلافت سے فوجیں پہنچ گئیں۔ دونوں حریف لڑائی سے رک گئے۔ جلال الدین نے ضیاء الملک علاؤالدین محمد بن مودود کو دربار خلافت میں بطور وفد روانہ کیا۔ اس کے مقدمتہ الجیش میں جہان بہلوان تھا۔ اثناء راہ میں عربوں کا ایک گروہ اور خلیفہ ناصر کا لشکر سامنے آگیا۔ خوارزمی ٹوٹ پڑے۔ حملہ کردیا۔ بہت سے بغداد واپس گئے اور جنہیں خوارزمیوں نے گرفتار کرلیا تھا انہیں سلطان جلال الدین کے دربار میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے ان کو رہا کر دیااور ضیاء الملک بغداد چلا گیا۔ اہل بغداد حفاظت پر کمر بستہ ہوگئے۔ سلطان جلال الدین نے بھی بعقوبا میں پہنچ کر قیام کیا۔ جو بغداد سے دو یا تین منزل پر تھا۔ بعقوبا سے کوچ کرکے وقوقا کا محاصرہ کیا اور بزور تیغ قابض ہوگیا۔ شہر پناہ اور قلعہ کو منہدم کرکے شہر میں آگ لگا دی۔ جس وقت جلال الدین وقوقا کے سر کرنے میں مصروف تھا اس کی فوجیں جو متعدد حصوں میں تقسیم ہو کر لوٹ مار کررہی تھیں تکریت پر بھی پہنچ گئیں۔ اہل تکریت سے سخت جنگ ہوئی جس میں خوارزمیوں کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ان لڑائیوں کے زمانے میں جلال الدین کی مظفرالدین والی اربل سے مصالحت ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود ملک میں بے حد بدامنی پھیل گئی۔ عربوں نے راہزنی شروع کردی اور دن دیہاڑے قافلے لٹنے لگے۔ ضیاء الملک بغداد ہی میں مقیم رہا یہاں تک کہ سلطان جلال الدین نے مراغہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔"[14]

جب سلطان جلال الدین نے نواح بغداد کو اپنی غارت گری کا نشانہ بنایا تو خلیفہ ناصر نے امیر مغان طابش کو جو آذربائیجان میں تھا پیام بھیجا کہ تم جلال الدین کی روک تھام کرو۔ ہمدان پر پہنچ کر قابض ہوجاؤ۔ جن شہروں کو تم فتح کرو گے تمہیں جاگیر میں دے دیئے جائیں گے۔ "جلال الدین کو اس نام و پیام کی خبر لگی نہایت تیزی سے مسافت طے کرکے نواح ہمدان میں امیر مغان طابش کا محاصرہ کرلیا۔ امیر مغان نے اپنی بیوی کو جو سلطان جلال الدین کی بہن تھی۔ سلطان جلال الدین کی خدمت میں بھیجا۔ امان کی درخواست کی۔ جلال الدین نے امان دی اور اس کے لشکر کو اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ امیر مغان طابش تنہا رہ گیا۔ اس کے بعد جلال الدین مراغہ کی جانب واپس ہوا۔ ازبک بن بہلوان والی آذربائیجان نے جلال الدین کے خوف سے اپنے دارالحکومت تبریز کو چھوڑ دیا تھا اور گنجہ چلا آیا تھا۔

Marfat.com

جلال الدین نے اہل تبریز کے پاس رسد اور ضروریات روزمرہ کے بہم پہنچانے کا پیام بھیجا۔ اہل شہر تبریز نے نہایت خوشی سے اس خدمت کو منظور کیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جلال الدین کے سپاہیوں اور اہل تبریز میں جھگڑا ہوا تو جلال الدین نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ پانچ دن تک محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ سختی سے جاری رہا۔ جلال الدین کو اہل تبریز سے یہ شکایت تھی کہ "تم لوگوں نے ہمارے آدمیوں کو جو مسلمان تھے قتل کرکے ان کے سروں کو کفار تاتار کے پاس بھیجا۔" اہل تبریز نے معذرت کی۔ "یہ فعل ہمارا نہ تھا بلکہ ہمارے حاکم شہر کا یہ فعل تھا لیکن ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا الزام اب ہم پر ہے ہماری خطاؤں کو معاف کیجئے اور امان دیجئے۔" چنانچہ جلال الدین نے تمام اہل تبریز کو امان دے دی اور 15 رجب 622 ہجری کو تبریز پر قبضہ کرلیا۔ تبریز سے جلال الدین اہل کرج کے خلاف جنگ کرنے کے لیے گیا تو وزیرالسلطنت شرف الدین نے اسے اطلاع دی کہ شہر کے حاکم اعلیٰ نظام الدین طغرائی اور اس کے چچا شمس الدین بغاوت پر کمربستہ ہوگئے ہیں۔ جلال الدین نے کرج سے واپس آکر نظام الدین طغرائی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ شمس الدین سے ایک لاکھ جرمانہ وصول کیا اور مراغہ میں قید کردیا۔ اسی زمانہ میں ازبک بن بہلوان کی بیوی (دختر سلطان طغرل) نے جلال الدین کو نکاح کا پیام بھیجا اور یہ ظاہر کیا کہ ازبک نے اپنی قسم توڑ دی ہے جس کی وجہ سے مجھے طلاق ہوگئی ہے۔ عزالدین قزوینی قاضی تبریز کے روبرو مقدمہ طلاق پیش ہوا۔ قاضی نے طلاق ہونے کا اور مدت نکاح جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ ازبک کو ان واقعات سے ایسا صدمہ ہوا کہ اسی صدمہ سے جاں بحق ہوگیا۔ ابن اثیر کا کہنا ہے کہ ازبک نے اپنی بیوی سے قسم کھائی تھی کہ فلاں غلام کو میں قتل نہ کروں گا۔ اور قتل کروں تو تجھے طلاق ہے۔ اتفاق یہ کہ ازبک نے قسم توڑ ڈالی۔ غلام کو مار ڈالا لہٰذا طلاق ثابت ہوگئی اور جلال الدین خوارزم شاہ کے ساتھ اس کا نکاح صحیح درست ہوا۔

Marfat.com

باب: 18

خلیفہ ظاہر بامراللہ - خلیفہ مستنصر باللہ

مسلمانوں کی باہمی لڑائیاں اور تاتاریوں کے ہاتھوں خوارزمی و دیگر مسلم سلطنتوں کی مکمل تباہی

اواخر ماہ رمضان 622 ہجری (1225ء) میں خلیفہ ناصرالدین اللہ عباسی نے سینتالیس سال خلافت کر کے سفر آخرت اختیار کیا اور اس کا بیٹا خلیفہ ظاہر بامراللہ ابو نصر محمد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس وقت اس کی عمر باون سال کی تھی۔ اس نے تعمیل بیعت کے بعد بہت عدل و انصاف سے کام لیا۔ اپنی خلافت کے پہلے سال کی شب عیدین ایک لاکھ دینار علما کو دیئے۔ ایک دفعہ اس سے کہا گیا کہ اے امیرالمومنین تو کیوں فتوحات کی طرف متوجہ ہو کر ملک میں فراخی پیدا نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کہ اب زراعت خشک ہو گئی ہے۔ (یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں اب طمع دنیا سے کیا فائدہ) لوگوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے گا۔ کہنے لگا جو شخص عصر کے بعد دوکان کھولے وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس نے رعایا پر بہت احسان کیے۔ بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے۔ مظالم دور کر دیئے اور عطیات لوگوں کو بخشے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ جب الظاہر خلیفہ ہوا تو رعیت پر ایسا عدل و احسان کیا کہ لوگوں کو حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا زمانہ یاد آ گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد اس سے زائد عادل اور نیک نہاد خلیفہ تخت پر نہیں بیٹھا تو بالکل بجا اور درست ہوگا۔ کیونکہ اس نے وہ تمام اموال و املاک جو اس کے والد کے عہد میں لوگوں سے جبراً چھین لیے گئے تھے واپس کر دیئے۔ تمام شہروں کے ٹیکس معاف کر کے پھر وہی خراج شرعی جاری کیا۔ اس کے والد نے جو ٹیکس بڑھایا تھا اور جس کی آمدنی

Marfat.com

لکھوکھا روپے تھی وہ بھی سب معاف کر دیئے۔ الظاہر کے عدل کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سرکاری خزانے کے باٹ بقدر نصف قیراط زائد تھے۔ شاہی ملازم جب کوئی چیز لیتے تو ان سے تول کر لیتے اور اگر دینی ہوتی تو عام لوگوں کے باٹ سے تول کر دیتے۔ جب الظاہر کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے وزیر کو بذریعہ خط ہدایت کی کہ تمہیں لازم ہے کہ خزانہ کے باٹ بھی عام لوگوں کے باٹوں کے برابر بنا لو۔ وزیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ اس طرح کرنے سے 35 ہزار دینار کا خسارہ پڑتا ہے۔ الظاہر نے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ وہ خسارہ تین لاکھ پچاس ہزار کا کیوں نہ ہو تم اسے توڑ دو۔ لیکن افسوس کہ اس نیک نہاد خلیفہ سے رعیت زیادہ مستفید نہ ہو سکی اور پورا ایک سال کا زمانہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کی موت ہوگئی۔ اس نے 15 رجب 623 ہجری (1226ء) کو وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے منصور بن ظاہر مستنصر باللہ کی خلافت کی بیعت لی گئی۔

"623 ہجری میں سلطان جلال الدین نے بلاد کرج پر پھر جہاد کیا اور کرج کے دارالحکومت تفلیس پر قبضہ کرلیا۔ جب وہ اس مہم میں مصروف تھا کہ کرمان کا والی براق حاجب خود مختار حکومت کا خواب دیکھنے لگا۔ اس نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ جلال الدین اپنے بھائی غیاث الدین کو ساتھ لے کر تیزی سے کرمان آیا۔ شہر کے قریب پڑاؤ کرکے اس نے براق حاجب کو خلعت بھیجا۔ دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ والی کرمان تاڑ گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ فریب ضرور ہے۔ کرمان چھوڑ کر ایک قلعہ میں جاکر گوشہ نشین ہوگیا۔ سلطان جلال الدین کا قاصد واپس آگیا۔ سلطان یہ سمجھ کر کہ تدبیر کارگر نہیں اصفہان میں جاکر قیام پذیر ہوا۔ اور اس نے کرمان پر براق حاجب بحال رکھا۔ اس کے بعد وہ خلاط آگیا۔ جس کے حاکم حسام الدین علی موصلی نے جہاد کرج کے دوران وزیرالسلطنت شرف الدین کے لیے مشکلات پیدا کی تھیں۔ جلال الدین نے شہر آنی کا محاصرہ کیا۔ حسام الدین علی مقابلہ کے لیے تیار ہوگیا۔ جلال الدین نے اہل خلاط کی مستعدی دیکھ کر فریب دینے کی غرض سے محاصرہ اٹھا کر بلاد انجاز کی جانب کوچ کر دیا۔ اس روز کے بعد نہایت تیزی سے خلاط کی طرف بڑھا۔ ماہ ذیلقعد 623 ہجری میں شہر ملاذ کرد کا محاصرہ کیا۔ شہر ملاز کرد سے کوچ کرکے خلاط پہنچ کر محاصرہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں روزانہ جنگ اور محاصرہ سے اہل خلاط تنگ آگئے۔ کئی مرتبہ جلالی فوجیں شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گئیں۔ ایک یا دو بار

Marfat.com

شہر میں گھس بھی پڑیں۔ چونکہ اہل خلاط خوارزمی لشکر کی عادات اور مظالم سے واقف تھے۔ جان پر کھیل گئے اور سرفروشانہ مقابلہ کرکے پیچھے ہٹا دیا۔ محاصرے کے دوران اطلاع ملی کہ ترکمان ایوامیہ نے آرمینیہ اور آذربائیجان پر قبضہ کرلیا ہے اور انہوں نے اکثر شہروں کو ویران و برباد کر ڈالا۔ راستہ خطرناک ہوگیا۔ انہوں نے اہل خوئی سے بھی تاوان وصول کرلیے اور خوئی کے نواح کو برباد کرکے چٹیل میدان بنا دیا ہے۔ چنانچہ جلال الدین محاصرہ اٹھا کر ترکمان ایوامیہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ وہ بڑی تیزی سے وہاں پہنچا اور اس کے لشکر نے ترکمان ایوامیہ پر دفعتاً" چھاپہ مارا۔ ترکمان نہایت سختی سے پامال ہوئے' قتل ہوئے یا قید۔ جلال الدین ان کا مال و اسباب لوٹ کر تبریز واپس آگیا۔ - - - پھر اس نے بلاد اسماعیلیہ پر چڑھائی کی۔ قلعہ موت سے کرد کوہ تک تاراج کرتا چلا گیا۔ فرقہ اسماعیلیہ کے لوگ مقابلہ نہ کرسکے اور ان کی خوب گوشمالی ہوئی۔ ان کے فدائیوں نے کچھ عرصہ قبل جلال الدین کے ایک سپہ سالار ارخان کو قتل کردیا تھا۔ سلطان جلال الدین' ارخان کے قتل کا انتقام لے کر کامیابی کے ساتھ واپس آرہا تھا کہ اسے خبر ملی کہ تاتاری لٹیرے رے کے قریب دامغان تک پہنچ گئے ہیں"۔[1]

ان ہی دنوں یہ واقعہ ہوا کہ چنگیزخاں کا چین کی جانب مراجعت کے دوران انتقال ہوگیا۔ اس کی واپسی کی وجہ یہ تھی کہ اسے طمغاج اور تنکت سے بغاوت کی خبریں ملی تھیں۔ منہاج سراج نے چنگیزخاں کی اس مراجعت اور راستے میں اس کی وفات کے بارے میں بہت افسانہ طرازی کی ہے لیکن اس کے مترجم مولانا غلام رسول مہر نے مختلف دیگر تاریخی کتب کے حوالے سے اس واقعہ کو مختصراً" یوں بیان کیا ہے۔ "قطعاً" شبہ نہیں کہ اس زمانے میں تنکت اور طمغاج کی خبریں تشویشناک تھیں۔ چنگیزخان کو آئے ہوئے خاصا وقت گزر چکا تھا اور خانہ بدوش قبائل کو تابع رکھنے کے لیے موقع پر موجود رہنا ضروری تھا۔ خصوصاً" اس دور میں جب خبریں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں بہت وقت صرف ہوتا تھا اور نقل و حرکت بھی آسان نہ تھی۔ افواہیں بھی اڑتی ہی رہتی ہوں گی۔ چنگیز خود ہی نہیں آیا تھا چاروں بیٹوں کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ لہٰذا اسے ضرور اضطراب ہوگا۔ مگر ادھر سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کا وجود چنگیز کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ وہ خود سلطان کی بہادری کے کرشمے دیکھ چکا تھا اور اسے یقین تھا کہ اگر میں واپس

Marfat.com

چلا گیا اور سلطان نے پھر علم جہاد اٹھا لیا تو بے پناہ کشت و خون سے جو سلطنت پیدا کی گئی ہے وہ ایک دم درہم برہم ہو جائے گی۔ لہٰذا اس نے دو فوجیں صرف سلطان کے لیے نامزد کیں۔ ایک کا سالار اپنے بیٹے چغتائی کو بنایا اور دوسرے کا اوکتائی کو۔ دونوں کو حکم دیا کہ جہاں جہاں پاؤ ملک کو ویران اور لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ اس بربادی کی غرض و غایت بھی محض یہ تھی کہ سلطان اٹھے بھی تو اسے کوئی ساتھی نہ مل سکے۔ ملک کی ویرانی کے باعث وہ کہیں فوج جمع کر کے ٹھہر نہ سکے۔ یہ سب کچھ ہوگیا تو چنگیز خاں لوٹا۔ بیٹے مختلف راستوں سے اس کے پیچھے چلے۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ بڑے بیٹے توشی (جوجی) نے دشت قفچاق میں وفات پائی۔ تنکت پہنچ کر چنگیز نے تنگری خاں کو نہایت خوفناک شکست دی۔ اس کا ملک تاخت و تاراج کا ہدف بنا اور اس کا سارا زور ٹوٹ گیا۔

"وہ خاصا کمزور ہو چکا تھا اور اس کی عمر تہتر برس کے قریب پہنچ چکی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس نے خواب بھی دیکھا تھا جس میں موت کے قریب ہونے کا اشارہ کیا گیا تھا۔ غرض اس نے سب کو جمع کیا۔ بیٹوں کو بھی بلا لیا۔ پھر مجمع سے کہا کہ میں اپنے بیٹوں سے ضروری باتیں علیحدگی میں کرنا چاہتا ہوں۔ علیحدگی ہوگئی تو بیٹوں سے کہا کہ میں نے اتنی بڑی سلطنت پیدا کر دی ہے۔ جس کی ایک سمت سے دوسری سمت تک جاتے ہوئے ایک سال کی مدت صرف ہو جائے۔ اب تم بتاؤ۔ کہ تم کسے میرے بعد جانشین بناؤ گے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ آپ مالک ہیں جو فرمان دیں گے ہم اسے مانیں گے۔ آخر اس نے اوکتائی کو جانشین بنایا۔ مزید کہا کہ میں جاؤں تو نوحہ و بکا بالکل نہ کیا جائے اور یہ خبر چھپائی جائے۔ اس اثنا میں تنگری خان نے سفیر صلح کے لیے بھیج دیئے۔ چنگیز نے صلح قبول کرلی اور تنگری خان کو اپنے پاس بلا لیا۔ وہ آیا مگر اس سے پیشتر چنگیز مر چکا تھا۔ بیٹوں اور مشیروں نے یہ خبر آشکارا نہیں ہونے دی تھی۔ چنگیز کی وصیت بھی یہ تھی کہ تنگری خاں آئے تو اسے مار دیا جائے۔ تنگری خان آیا تو اس کا استقبال ہوا وہ چنگیز کے روبرو پیش ہونے کے لیے آیا تھا لیکن اسے قتل کر دیا گیا۔ پھر چنگیز کی لاش کو وطن لے گئے اور وہاں ایک درخت کے نیچے دفن کر دیا۔ اس کے بیٹے تولی نے چند سال بعد وفات پائی۔ (ابن خلدون کی یہ اطلاع صحیح نہیں کہ تولی 617 ہجری میں غزنی کے قریب بردان کی لڑائی میں مارا گیا تھا۔) تو اسے بھی چنگیز کے پاس دفن کیا گیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد قبریں ناپید ہوگئیں۔ چنگیز کی قبر کو مخفی

Marfat.com

رکھنے کی غالبا" ایک اہم وجہ یہ تھی کہ کوئی اس کی لاش اکھاڑ کر نہ لے جائے۔ مستند روایت کے مطابق چنگیز کا انتقال 4 رمضان 624 ہجری مطابق 18 اگست 1227ء کو ہوا۔ گویا قمری حساب سے اس کی عمر چوہتر سال نو مہینے اور تیرہ دن کی ہوئی[2]" کہتے ہیں کہ چنگیز کی وفات کو ڈیڑھ سال تک پوشیدہ رکھا گیا۔ اوکتائی کی مسند نشینی اسکے بعد عمل میں آئی۔ چنگیز خان 20 ذیلقعد 549 ہجری کو پیدا ہوا تھا۔ 616 ہجری میں وہ اتراد پہنچا اور اسلامی دنیا کے لیے نادیدہ آفتوں کا آغاز ہوا۔ اس حساب سے اس کی عمر خراسان پہنچنے کے وقت سڑسٹھ سال کی تھی۔ وسطی ایشیا میں اس کی یلغار کے دوران اندازا" 80 لاکھ مخلوق خدا تہہ تیغ ہوئی۔ چنگیز کی واپسی کا راستہ یقینی طور پر کسی کو معلوم نہیں تاہم ایک معتبر روایت کے مطابق وہ کابل و غزنہ کے پہاڑی دروں میں سے گزر کر کاشغر چلا گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ لیہ اور تبت کے راستے واپس گیا۔

جب چنگیز خاں کی وفات کے بعد سلطان جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاری اپنے شہروں سے نکل کر ماورالنہر اور عراق کی طرف بڑھ رہے ہیں فورا" روک تھام کی غرض سے کمر باندھ کر تبریز کوچ کردیا۔ چار ہزار سواروں کو رے اور اصفہان بھیجا۔ واپس آکر ان لوگوں نے بیان کیا کہ تاتاری طوفان کی طرح اصفہان تک پہنچ گئے ہیں۔ افواج اسلامی سے مرجانے اور مارنے کا حلف لیا۔ قاضی کو حکم دیا کہ عامتہ المسلمین کو جہاد پر آمادہ کرکے اصفہان روانہ کرو۔ اتنے میں یہ خبر لگی کی تاتاریوں کا ایک لشکر رے کو تاراج کرنے کے لیے آرہا ہے۔ سلطان جلال الدین نے ایک فوج مقابلہ پر بھیج دی۔ جس نے تاتاری لشکر کو شکست دی اور کامیاب ہوا۔ اس کے بعد ماہ رمضان 625 ہجری میں تاتاریوں کے اصفہان پہنچنے کے چوتھے دن دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ عین لڑائی کے دوران سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین اور سپہ سالار جہان بہلوان کجی نے بدعہدی کی اور ایک لشکر لیکر علیحدہ ہوگئے۔ اس کے باوجود تاتاریوں کا میسرا میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے تعاقب کیا۔ تاتاریوں نے تھوڑی فوج کمین گاہ میں بیٹھا دی تھی۔ چنانچہ اس نے کمین گاہ سے حملہ کیا۔ لشکر اسلام نے نہایت ہی استقلال سے مقابلہ کیا۔ سرداران لشکر کا ایک گروہ کام آگیا۔ کچھ گرفتار ہو گئے۔ جن میں علاء الدولہ والی یزد بھی شامل تھا۔ سلطان جلال الدین نے نہایت مردانگی سے حملہ کیا۔ تاتار اپنے لشکرگاہ کی طرف چلے گئے۔ سلطان

Marfat.com

گرفتاری سے بال بال بچ گیا۔ لشکر اسلام شکست کھا کر فارس اور کرمان پہنچا۔ تاتاریوں نے اصفہان کا محاصرہ کرلیا۔ سلطان جلال الدین قاشان سے واپس اصفہان پہنچا۔ اہل اصفہان بھی سلطان کے ساتھ ہوکر میدان میں نکل آئے اور تاتاریوں کو شکست دی۔ سلطان رے تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب وہ ہاتھ نہ آئے تو شکست خوردہ تاتاریوں کے تعاقب میں ایک لشکر خراسان کی طرف روانہ کیا۔ ابن اثیر کہتاہے کہ بلاد فارس کا حاکم ابن اتابک سعد تھا وہ اپنے باپ کے بعد فارس کا حکمران ہوا تھا۔ وہ سلطان کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا۔ تاتاریوں کو پہلے شکست ہوئی۔ والئی فارس ان کے تعاقب میں دور تک چلا گیا جب واپس ہوا تو سلطان جلال الدین کو اسکے بھائی غیاث الدین اور بعض دوسرے سرداران لشکر کی غداری اور تعاقب کی وجہ سے شکست ہو چکی تھی۔ شکست کے بعد سلطان واپس آیا۔ کچھ عرصہ قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد اصفہان کی طرف واپس ہوا۔

ابن خلدون نے اصفہان کی لڑائی کے دوران سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کی غداری کا پس منظریوں بیان کیا ہے کہ "ایک مرتبہ ان دونوں بھائیوں کے والد خوارزم شاہ محمد بن تکش نے سلاطین غوریہ کے ایک گورنر حسن بن حرمیل کو مار ڈالا تھا۔ اور اس کے وزیر السلطنت کو جوکہ قلعہ نشین ہو گیا تھا' کو بھی قتل کر ڈالا تھا۔ اب جب سلطان جلال الدین کا اصفہان میں تاتاریوں سے مقابلہ ہوا تو اس کی فوج میں حسن بن حرمیل کا بھائی نصرت الدین بن حرمیل بھی تھا اورچند غلام سلطان سے باغی ہوکر نصرت کے پاس چلے گئے تھے۔ غیاث الدین نے انہیں نصرت الدین کی اجازت سے پوشیدہ طور پر اپنے گھر بلالیا تھا۔ ان لوگوں نے سلطان جلال الدین کی طرف غیاث الدین کے کان بھر دیئے اور بے جا شکائتیں کرنے لگے۔ جس سے غیاث الدین کے سینے میں اپنے بھائی سلطان جلال الدین کی طرف سے کینہ پیدا ہوگیا۔ چنانچہ جس وقت تاتاریوں سے مقابلہ ہوا وہ اپنے بھائی سے علیحدہ ہوکر خوزستان چلاگیا"[3]۔ ابن خلدون کا یہ بیان جزوی طور پر تو صحیح ہو سکتا ہے لیکن سو فیصدی صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان جلال الدین کے 617 ہجری سے لیکر 621 ہجری تک ہندوستان میں قیام کے دوران غیاث الدین نے خراسان اور مازندران میں اپنی ایک آزاد سلطنت قائم کرلی ہوئی تھی۔ وہ خود لہو و لعب اور عیش و عشرت میں ڈوبا رہتا تھا اور کاروبار سلطنت کی طرف دھیان نہیں دیتا تھا۔ اس لیے عملاً" اس کی سلطنت

Marfat.com

کے مالک اس کے گورنر تھے۔ جنھوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی آزاد حکومتیں قائم کرلی ہوئی تھیں۔ جب جلال الدین ہندوستان سے واپس آیا اور کرمان پہنچا اور وہاں غیاث الدین کے نائب براق حاجب نے اس کا خیرمقدم نہیں کیاتھا۔ اس کا خیرمقدم شیراز میں ہوا تھا اور والئی فارس سعد بن زنگی نے جس کو غیاث الدین سے مخالفت پیدا ہوگئی تھی سلطان سے صلح کرلی تھی اور اپنی بیٹی کا عقد اس سے کردیا تھا۔ اس کے بعد جب والی اصفہان قاضی رکن الدین نے سلطان کی اطاعت قبول کرلی تو غیاث الدین بگڑ گیا تھا اور فوجیں لے کر الگ چل پڑا تھا۔ لیکن جلال الدین نے اس وقت غیاث الدین سے لڑنا خلاف مصلحت سمجھا اس لیے اس نے پیار محبت کے خط لکھ کے اس سے مصالحت کرلی تھی۔ اس کے نتیجہ میں غیاث الدین کے سرداران لشکر سلطان کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ اور غیاث الدین بھاگ کر قلعہ موت میں چلا گیا تھا مگر اس وقت ماں نے مداخلت کرکے دونوں بھائیوں کی صلح کرا دی تھی۔ چونکہ اس صلح میں اخلاص کا عنصر نہیں تھا۔ اس لیے اب 625 ہجری میں جب غیاث الدین کو اصفہان کی لڑائی میں موقع ملا تو اس نے بھائی سے غداری کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ اسے ہوس اقتدار نے اندھا کیا ہوا تھا۔ اسکے دل میں نہ تو بڑے بھائی کے لیے وفاداری کا کوئی جذبہ تھا اور نہ ہی وہ اسلامی اخوت اور اسلامی اتحاد کے جذبہ سے آشنا تھا۔ دراصل یہ بات بیشتر مسلمان والیان ریاست کے بارے میں صحیح تھی۔ تاتاریوں نے بلاد اسلامیہ میں جو فتوحات حاصل کیں اور جو قتل و غارت کی اس میں ان والیان ریاست کی موقع پرستی اور غداری کا بہت دخل تھا۔ متعدد مسلمان والیان ریاست کی مسلمان فوجوں نے تاتاری فوجوں کے ساتھ مل کر وسطی ایشیا کے بلاد اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنے میں حصہ لیا تھا۔

مسلمانوں کی تاریخ کے ان تلخ حقائق کے پیش نظر اگر غیاث الدین بھی اپنے بھائی کے خلاف تاتاریوں سے مل جاتا تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہ ہوتی۔ لیکن معلوم نہیں کہ اس نے ایسا کیوں نہ کیا۔ وہ تاتاریوں کے بجائے باطنیوں کے سربراہ علاؤالدین کے پاس قلعہ الموت میں چلاگیا۔ وہ باطنیوں کے پاس اس حقیقت کے باوجود گیا کہ وہ سنی العقیدہ تھا اور تمام سنی العقیدہ علماء ان کو کافر اور واجب القتل قرار دے چکے تھے۔ ان باطنیوں نے بہت سے مسلمان زعماء کو قتل کرکے ممالک اسلامیہ میں بدنظمی و بدامنی پیدا کرنے میں اہم

Marfat.com

کردار ادا کیا تھا۔ سلطان جلال الدین تاتاریوں سے فارغ ہوکر رے کی جانب واپس ہوا اور قلعہ الموت کو سرکرنے کے لیے محاصرہ کیا۔ "علاؤالدین نے سلطان جلال الدین سے غیاث الدین کو امان دینے کی درخواست کی۔ سلطان نے امان دے دی اور ایک اپنے معتمد امیر کو غیاث الدین کو لانے کے لیے بھیجا۔ غیاث الدین نے حاضری سے انکار کیا اور قلعہ چھوڑ دیا۔ اس کی فوج کی ہمدان میں شاہی لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ معمول کی لڑائی کے بعد شاہی لشکر نے غیاث الدین کے ہمراہیوں میں سے ایک جماعت کو پکڑ لیا۔ غیاث الدین کسی طرح بچ بچا کر براق حاجب (جو کرمان کا مطلق العنان بادشاہ بن گیا ہوا تھا)۔ کے پاس پہنچا اور اس کی ماں سے براق کی مرضی کے خلاف عقد کرلیا۔ چند دن کے بعد کسی نے براق کو بتایا کہ تمہاری ماں تمہیں زہر دینے کی فکر میں ہے۔ براق نے ذرا بھی تفتیش نہ کی اوراپنی ماں کو مار ڈالا۔ اس کے ساتھ اس نے جہان بہلوان کجی کو قتل کر دیا۔ غیاث الدین کو ایک قلعہ میں قید کیا اور پھر اسے بھی قتل کر ڈالا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ غیاث الدین قید سے نکل کر اصفہان پہنچا تھا۔ اور سلطان جلال الدین کے حکم سے مارا گیا تھا۔ نسائی کہتا ہے کہ میں نے براق کا ایک خط دیکھا ہے۔ جو اس وزیرالسلطنت شرف الملک اور سلطان جلال الدین کی خدمت میں بمقام تبریز بھیجا تھا۔ براق نے اس میں اپنی خدمات کو شمار کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑی خدمت سلطان کی انجام دی ہے کہ جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا کہ سلطان کے دشمن ترین شخص (غیاث الدین) کو قتل کیا ہے[1]"۔ گویا غیاث الدین کا بدترین دشمن تاتاریوں کا خان اعظم نہیں تھا بلکہ اس کا اپنا بڑا بھائی تھا اور اسی طرح جلال الدین کا بدترین دشمن اس کا اپنا چھوٹا بھائی تھا۔

جب غیاث الدین کا قتل ہوا اس وقت سلطان جلال الدین ہمدان میں تھا۔ وہاں اسے پتہ چلا کہ امراء بہلوانیہ تبریز کے باہر جمع ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کردیا اور خاموش بن اتابک ازبک بھی قلعہ قوطور سے فوج لیکر آگیا ہے اور ان کے ساتھ مل گیا ہے۔ چنانچہ سلطان تبریز کی طرف آیا۔ وزیر السلطنت شرف الملک کو بطور مقدمتہ الجیش آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تبریز کے قریب باغی امراء بہلوانیہ سے اس کا مقابلہ ہوا۔ وزیرالسلطنت نے انہیں شکست دی اور جن سرداروں نے بغاوت کی آگ بھڑکائی تھی انہیں گرفتار کرلیا۔ قاضی کو معزول کر دیا اور بہت سے اور سرداران کو جیل میں ڈال دیا۔ قوام

Marfat.com

الدین حرادی ہمشیرہ زادہ طغرائی سے زر کثیر جرمانہ وصول کیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان جلال الدین نے وزیر السلطنت کو اپنے مقبوضہ علاقہ میں نائب السلطان مقرر کیا اور خود تاتاریوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہوگیا۔ سلطان کی روانگی کے بعد وزیرالسلطنت شرف الملک نے حورس پر فوج کشی کی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی اور شکست کھا کر واپس آگیا۔ اس نے سلطان کے حکم کے مطابق خوئی پر حملہ کیا۔ اسے فتح کیا اور شہروں سے تاوان و جرمانہ وصول کیا۔ اس فوج سے جب والی خلاط کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو خوئی سے فارغ ہوکر ترمذ اور نقچوان پر حملہ کیا۔ ان دونوں شہروں کے لوگوں پر بھی وہی مظالم کیے جو خوئی کے لوگوں پر کئے تھے۔ اس دوران وزیرالسلطنت نے مختلف تدابیر اختیار کرکے باغی قلعوں کے والیوں کو بھی اپنا مطیع بنا لیا۔ اس نے اور بھی بہت سی فتوحات کیں۔ بایں ہمہ جب اہل خوئی نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوکر وزیر السلطنت کے مظالم کی شکایت کی اور یہ بھی بتایا کہ اس نے ملکہ سلطانہ بنت طغرل کا (جس سے سلطان جلال الدین نے نکاح کرلیا ہوا تھا اور خوئی کا علاقہ اسے بطور جاگیر دیا ہوا تھا) مال و اسباب بھی ضبط کرلیا ہے تو سلطان وزیر سے ناراض ہوگیا۔ اس کے بعد تمام علاقوں سے وزیرالسلطنت کے خلاف شکایات کی بھرمار ہوئی۔ باطنیوں کے بادشاہ علاؤالدین کا پیام بر دربار شاہی میں حاضر ہوا اور یہ ظاہر کیا کہ وزیرالسلطنت نے بدعہدی کی اور ہمارا مال و اسباب ضبط کرلیا ہے۔ سلطان تو پہلے ہی سے بپھر گیا تھا۔ اس شکایت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ سلطان وزیرالسلطنت سے بہت ناراض ہو گیا۔ اسی وقت دو سرداران کو بھیج کر حکم دیا کہ تم نے فرقہ اسماعلیہ کا جو مال و اسباب اور زر نقد ضبط کیا ہے واپس دے دو اور وزیرالسلطنت سے خط و کتابت اور گفتگو ترک کردی اور خود چھوٹے چھوٹے مسلمان والیان ریاست کو مغلوب کرنے کی مہم میں مصروف ہوگیا۔ اس نے عیدالفطر 626 ہجری کو خلاط کا محاصرہ کیا اور بزور تیغ اس شہر پر قبضہ کرلیا۔ اس کے گورنر حسام الدین علی کو قتل کر دیا۔

خلاط پر سلطان جلال الدین کے قبضہ کے بعد ملک الاشرف والی دمشق کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ اس نے فوجیں مرتب کیں اور بڑے سروسامان سے 627 ہجری کے اوائل میں سلطان جلال الدین سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اس کی علاؤالدین والی بلاد روم سے بمقام سیراس ملاقات ہوئی۔ انھوں نے متحد ہوکر جلال الدین پر حملہ کیا۔ پہلی ہی لڑائی میں سلطانی

Marfat.com

لشکر کو شکست ہوئی۔ سلطان خلاط واپس آگیا۔ پھر وزیر السلطنت کے ساتھ آذربائیجان چلا گیا۔ ملک الاشرف فتحیابی کے بعد خلاط پہنچا۔ خلاط ایک چٹیل میدان کی طرح اجڑا ہوا تھا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر بے حد رنجیدہ ہوا۔ تاہم ملک الاشرف نے سلطان جلال الدین کو صلح کا پیام بھیجا۔ جس کے نتیجہ میں صلح نامہ لکھا گیا۔ دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ سلطان نے حسب شرائط خلاط کے ساتھ سرمن رائے کا علاقہ بھی ملک الاشرف کو دے دیا"۔[5]

628 ہجری کے اوائل میں تاتاریوں نے خراسان اور عراق کی طرف چڑھائی کی۔ اس وقت اوکتائی تاتاریوں کا بادشاہ تھا۔ منہاج سراج کے مطابق "جرماغوں نوئین فوجوں کا سالار اعظم بنایا گیا یہ فوجیں عراق کی طرف گئیں تو ان میں پچاس ہزار تاتاری تھے اور دوسرے لوگ بھی تھے۔ مثلاً ترکستان کی مختلف قومیں اور خراسان کے اسیر یہ سب مل کر تقریباً" ایک لاکھ سردار ہوں گے۔" ابن خلدون لکھتا ہے کہ "628 ہجری کے اوائل میں تاتاریوں نے آذربائیجان پر چڑھائی کر دی۔ سلطان جلال الدین کو اس کی خبر لگی۔ امراء دولت میں سے بوغر نامی ایک امیر کو فوج کے چند دستوں کے ساتھ بطور ہراول تاتاریوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ تاتاریوں کے مقدمتہ الجیش سے مڈ بھیڑ ہوگئی۔ بوغر کو شکست ہوئی۔ بوغر کے علاوہ کوئی بھی جانبر نہ ہو سکا۔ سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ تبریز سے موقان کی طرف کوچ کر گیا۔ تبریز سے روانگی سے قبل اس نے اپنے اہل و عیال کو وزیر السلطنت کی حفاظت میں دے دیا۔ اور یہ ہدایت کی کہ بہت جلد ان لوگوں کو کسی محفوظ قلعہ میں پہنچا دینا۔ سلطانی حرم کے ساتھ اس کا خزانہ بھی تھا۔ سلطان تبریز سے موقان پہنچا تو تاتاریوں نے یہاں اسے شکست دی۔ اس کا کیمپ لوٹ لیا۔ سلطان بھاگ کر ماہان پہنچا۔ ماہان کے والی عزالدین نے اس کا پرتپاک خیرمقدم کیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ ایران چلا جائے۔ سلطان نے یہ سن کر آہ سرد بھری اور ماہان سے رخصت ہوگیا۔ جبکہ اس کا حرم اور خزانہ ترکمان باران میں سے ارسلان کبیر کے پاس قلعہ سنک سراخ میں وزیرالسلطنت شرف الملک کی زیر نگرانی تھا۔ چونکہ ان دنوں سلطان چاروں طرف سے مصائب میں گھر گیا تھا۔ وزیرالسلطنت کے دماغ میں یہ سودائے خام پیدا ہوا کہ بحالت موجودہ اس ملک میں سلطان کا ٹھہرنا ناممکن ہے۔ اس کا ہندوستان کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس نے ملک الاشرف والی شام اور علاؤالدین کیقباد والی روم سے خط و کتابت کی اور نیاز مندی اور

Marfat.com

فرمانبرداری کا عہد و پیمان کیا۔ کسی ذریعہ سے قلیج ارسلان ترکمانی کو اس کی خبر ہوگئی۔ اس نے وزیرالسلطنت کو ڈانٹ کر خط لکھا۔ سلطانی حرم اور خزانے کی حفاظت کی تاکید کی اور سلطان کو اس کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ جب سلطان کا اس قلعہ کی طرف گزر ہوا تو حاضری کا حکم دیا۔ وزیرالسلطنت ہاتھ میں کفن لیے حاضر ہوا۔ سلطان کے خیالات تبدیل ہو گئے اور اسے اپنا مخلص و جان نثار سمجھ کر مطمئن ہو گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق سلطان جلال الدین اس وقت مصلحتاً" خاموش ہوگیا تھا۔ کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ وزیرالسلطنت بھاگ جائے گا۔ چند دن کے بعد ایک روز وزیرالسلطنت سوار ہوکر قلعہ کی طرف گیا تو سلطان نے والی قلعہ کو پوشیدہ طور پر قید کرلینے کا اشارہ کر دیا۔ چنانچہ والی قلعہ نے نہایت خوبی اور تیزی سے اس حکم کی تعمیل کی اور پھر مزید چند دن کے بعد والئی قلعہ نے وزیرالسلطنت کا سر اتار کر سلطان جلال الدین کی خدمت میں پیش کردیا[۹]" کہتے ہیں کہ یہ وزیرالسلطنت اہل علم و کمال کی بے حد عزت کرتا تھا۔ بخشش میں اس کا ہاتھ بہت کھلا تھا۔ نہایت نیک مزاج اور اللہ تعالٰی کے ہر کام میں ڈرنے والا تھا۔ ترکی زبان کا بہت بڑا عالم اور فصیح تھا۔ سلطانی دربار سے جو فرمان لکھے جاتے تھے۔ ان پر الحمدللہ العظیم اور دفتر وزارت سے جو فرمان صادر ہوتا تھا ان پر ابوالکارم علی ابن ابی قاسم خالصہ امیرالمومنین لکھا کرتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد اہل گنجہ نے ایک شخص بندار نامی کی زیر قیادت خوارزمیوں کے خلاف بغاوت کی سلطان نے ان لوگوں کو بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھے اور جنگ کرنے پر تل گئے۔ شاہی خیمہ پر حملہ آور ہوئے اور سلطان کو مجبورا" ان سے لڑنا پڑا۔ اہل گنجہ مقابلہ نہ کرسکے۔ شہرپناہ میں داخل ہوگئے۔ لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے دروازہ بند نہ کرسکے۔ سلطانی لشکر شہر میں داخل ہوگیا۔ تیس بانیان فساد کو گرفتار کیا اور مار ڈالا۔ بندار کو بھی گرفتار کرکے پیش کیا گیا۔ یہی مفسدوں کا سرغنہ اور باغیوں کا سردار تھا۔ سلطان کے روبرو اس کے اعضائے بدن یکے بعد دیگرے کاٹے گئے اور مار ڈالا گیا۔ سلطان نے گنجہ میں ایک ماہ تک قیام کیا۔ گنجہ سے واپسی کے بعد سلطان نے خلاط کی طرف ملک الاشرف سے تاتاریوں کے مقابلہ پر امداد لینے کی غرض سے کوچ کیا۔ ملک الاشرف کو اس کی خبر لگی وہ مصر چلا گیا اور حیلوں سے ٹالتا رہا۔ سلطان قلعہ شمس پہنچا۔ والئی قلعہ اراک بن ایوان

Marfat.com

کرخی نے نیازمندی سے سلطان کا خیرمقدم کیا سلطان نے ملک الاشرف کی امداد سے ناامید ہوکر ملوک حلب اور آمد اور ماردین سے امداد طلب کی۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی مثبت جواب نہ دیا۔ اس پر سلطان نے فوج کو خرت برت' ملطیہ اور آذربائیجان کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ اس پر فوج نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور آفت مچا دی اور غارت گری شروع کر دی۔ اس واقعہ سے علاؤالدین اور ملک الاشرف بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے تاتاریوں کے خلاف امداد مہیا کرنے سے قطعاً" انکار کر دیا۔ جبکہ تاتاری غارت گری کرتے ہوئے خلاط کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سلطان امیراوترخاں کو تاتاریوں کی خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس نے رپورٹ دی کہ تاتاری طوفان حدود ملاز کرد سے واپس ہوگیا ہے۔ اراکین دوست اور سرداران فوج نے سلطان کو دیار بکر جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن اس موقع پر والی آمد نے ایک پیغام کے ذریعے سلطان کو گمراہ کیا۔ اس کا پیغام یہ تھا کہ "آپ اس طرف کا رخ نہ کیجئے۔ بلاد روم کی طرف بڑھیے اور اس پر قبضہ کر لیجئے تاکہ قفچاق سے آپ قریب ہوجائیں اور ان سے مدد حاصل کرکے تاتاریوں سے نبردآزما ہوں۔ میں چار ہزار سواروں سے مدد دینے کو تیار ہوں۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ والی آمد نے یہ گمراہ کن مشورہ محض اس لیے دیا تھا کہ اس کی بلاد روم کے والی سے عداوت تھی۔ کیونکہ والئی روم نے والئی آمد کے بعض قلعوں پر قبضہ کررکھا تھا۔ والئی آمد نے محض اپنے اس نقصان کاانتقام لینے کے لیے سلطان جلال الدین کا رخ بلاد روم کی طرف موڑ دینے کی کوشش کی۔ سلطان پر اس پیغام کا اثر نہ ہوا اور اس نے آمد کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ اگلے دن تاتاریوں نے آمد پہنچ کر سلطانی کیمپ کا محاصرہ کرلیا۔ سلطانی لشکر کو تیار ہونے کا موقع نہ ملا۔ لیکن امیراوتر خان نے نہایت مردانگی سے تاتاریوں کا مقابلہ کیا اور انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس اثناء میں سلطان کو موقع مل گیا۔ اس نے اپنی بیگم بنت اتابک کو دو امیروں کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں تک لے جاسکو لے جاؤ۔ اوتر خان میدان جنگ سے واپس ہوا اس کے ساتھ چار ہزار سوار تھے۔ سلطان بھاگ کر آمد کے سنسان بیابان میں جا چھپا۔ اس پر اس کا لشکر بھی منتشر ہوگیا۔ سلطان رفتہ رفتہ میافارقین کے نواح میں ایک گاؤں تک پہنچا۔ بیدر میں قیام کیا یہاں امیراوتر خان نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ والئی حلب غازی شہاب الدین کے پاس چلا گیا۔ اوتر خان اس سے بہت دنوں سے خط و

Marfat.com

کتابت کرتا رہا تھا۔ لیکن جب وہ حلب پہنچا تو شہاب الدین نے اوتر خان سے مراسم سابقہ کا کوئی لحاظ و پاس نہ کیا۔ گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اور پھر اسے پابہ زنجیر ملک الکامل کے پاس بھیج دیا۔ جہاں وہ چھت سے گر کر مر گیا۔ دریں اثنا تاتاریوں کو سلطان کی بیدر میں موجودگی کا پتہ چل گیا۔ انہوں نے دفعتاً حملہ کر دیا۔ سلطان کسی طرح لباس تبدیل کر کے بھاگ گیا۔ اور اس کے تمام ساتھی قتل کر ڈالے گئے۔ لیکن وہ زیادہ دور نہ جاسکا۔ پکڑا گیا اور موقع پر تہہ تیغ کر ڈالا گیا۔ اور اس طرح وسطی ایشیا میں خوارزمی شاہی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ یہ واقعہ 15 شوال 628 ہجری کا ہے"۔[7]

وسطی ایشیا میں مسلمانوں کی اس سب سے بڑی اور سب سے طاقتور سلطنت کے خاتمہ سے تقریباً ایک سال قبل 627 ہجری میں تاتاریوں کے ہاتھوں نیمروز اور بجستان کی مسلم ریاست کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس ریاست پر سلجوقی سلطان سنجر کے ایک امیر ظاہر کا خاندان حکومت کرتا رہا تھا۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ تاج الدین ابوالفتح نے 1175ء میں وفات پائی اس کے کئی بیٹے تھے۔ سب سے بڑا شمس الدین تخت نشین ہوا۔ منہاج سراج لکھتا ہے کہ "اس کا ایک بھائی عزالملک (بعض دوسرے مورخین اس کا نام عزالملوک لکھتے ہیں) تھا۔ جس کی آنکھوں میں سلائی پھرا دی گئی۔ دوسرے بھائیوں کو قتل کرا دیا گیا۔ نیمروز اور سیستان کے سرداروں اور امیروں میں سے بہتیرے لوگ مارے گئے۔ کہتے ہیں کہ حکمرانی کے آغاز ہی میں شمس الدین نے اپنے اٹھارہ بھائی مروا دیئے تھے۔ وہ بڑا سخت گیر تھا۔ سیستان کا شاہی محل اس کا بنوایا ہوا ہے۔ وہاں کے لوگ اس محل کو سیاسی محل کہتے ہیں۔ قتل و خونریزی اور سخت گیری کے باعث اس کا خوف لوگوں کے دل پر چھا گیا تھا"۔[8] چنانچہ اسکے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا تاج الدین حرب محمد تخت نشین ہوا۔ جس کے باپ عزالملک کو شمس الدین نے اندھا کروا دیا ہوا تھا۔ شمس الدین کی موت اور تاج الدین کی تخت نشینی کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ "جب شمس الدین کا ظلم و جور بہت بڑھ گیا تو خلق خدا اس سے تنگ آگئی تو اس کی بیٹی نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ملک کے امیروں اور بزرگوں کی ایک جماعت اس خاتون کی (جو ملک تاج الدین کی پھوپھی بھی تھی)۔ بارگاہ میں پہنچی اور اس کی مدد لے کر ملکی انتظام بدلنا چاہا۔ سب کی رائے یہ ہوئی کہ ملک تاج الدین حرب کو بادشاہ بنا دیا جائے جو اس وقت ساٹھ سال کا تھا۔ شمس

Marfat.com

الدین کے فرزندان میں سے کوئی بھی بادشاہی کے لائق نہ تھا۔ شہر سیستان کا مرکز (ستیان) سے باہر ایک گاؤں تھا جہاں زمانہ قدیم میں ایک شہر آباد تھا اسے حشوی کہتے ہیں۔ رات کو سیستان کے تمام لوگ اور سپاہی وہاں جمع ہوگئے صبح کے وقت وہ اٹھے ملک شمس الدین اور اس کے اٹھارہ بیٹوں کو قتل کر ڈالا۔ ملک تاج الدین کو تخت نشین کر دیا۔ اس کا باپ عزالملک زندہ تھا۔ مگر بینائی کی دولت سے محروم تھا۔ آخری عمر میں ملک تاج الدین کی بینائی بھی جاتی رہی۔ اس نے ساٹھ سال حکومت کی۔ ایک سو بیس سال کی عمر پاکر انتقال کیا اس کی جگہ اس کا بیٹا یمین الدین بہرام شاہ تخت نشین ہوا[9]۔"

بہرام شاہ نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد باطنیوں کے خلاف جہاد کیا۔ "وہ دو مرتبہ جہاد کے لیے قستان گیا اور خوب جہاد کیا۔ بہرام شاہ کے بھتیجے یعنی ناصرالدین عثمانی کے بیٹے نے نیہ کی حدود کا ایک قلعہ جسے قلعہ شہنشاہی کہتے تھے۔ باطنیوں کے ہاتھ فروخت کردیا۔ اور انہیں اس کا قبضہ دے دیا۔ اس وقت بہرام شاہ نے ایک قاصد بھیجا اور قلعہ شہنشاہی واپس اسے دینے کی درخواست کی۔ ساتھ ہی حکم دے دیا کہ اگر وہ لوگ پس و پیش کریں تو فوراً لشکر اس طرف بھیج دیا جائے۔ اس مسئلہ پر قستان سے ایک فدائی بہرام شاہ کے قتل کرنے کے لیے مقرر ہوگیا۔ چنانچہ 618 ہجری میں بہرام شاہ نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جارہا تھا بازار میں چار فدائیوں نے ہر طرف سے حملہ کردیا اور شہید کر ڈالا[10]۔" اسماعیلی فرقہ کے باطنیوں کی معاندانہ فرقہ واریت کے ہاتھوں بہرام شاہ کے قتل کے بعد نیمروز کے امراء اور اکابر نے مرحوم کے منجھلے بیٹے نصرت الدین کو بالاتفاق تخت پر بٹھا دیا۔ ساتھ ہی ملک میں افراتفری پھیل گئی۔ ہر طرف پریشانی ہی پریشانی نمایاں تھی۔ مرحوم کا بڑا بیٹا رکن الدین قید میں تھا۔ فریقین میں سے تمام سنی رکن الدین کے حامی و فرمانبردار تھے۔ امیر نصرت الدین کی تخت نشینی پر چار ماہ کی مدت گزر چکی تھی کہ خارجیوں نے ہنگامہ بپا کردیا۔ رکن الدین کو قید سے باہر نکال لائے۔ نصرت الدین اور رکن الدین میں جنگ ہوئی۔ نصرت الدین نے شکست کھائی اور وہ خراسان و غور چلا گیا۔ دوبارہ سیستان لوٹا۔ رکن الدین کے ہاتھ سے ملک آزاد کرایا۔ آخر کافر تاتاریوں کا لشکر سیستان کی طرف پلٹا۔ دارالحکومت پر قبضہ کرلیا اور نصرت الدین نے شہادت پائی۔ ایک اور روایت ہے کہ رکن الدین محمود قستان کا حاکم بنا تو ظلم شروع کر دیا اور جوروجفا پر ہاتھ بڑھایا۔ اہل قستان کی درخواست

Marfat.com

پر اس کا بھائی نصرت الدین خراسان سے آیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی اچانک تاتاریوں کا لشکر سیستان پہنچ گیا۔ سب قید یا شہید ہوئے اوران کی جڑ کٹ گئی۔ سیستان کا مرکز حکومت برباد ہوگیا۔ جب تاتاریوں کا لشکر سیستان کو برباد کرکے واپس چلا گیا۔ تاج الدین حرب کے بیٹے شہاب الدین محمود جو ایک گوشے میں چھپا ہوا تھا۔ نکل کر ملک پر قبضہ کرلیا۔ لیکن سارا ملک برباد تھا۔ خدا کے بندے باقی نہیں رہے تھے۔ اس لیے رونق واخوت کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ خارجی بہت قوی ہوگئے تھے اور انہوں نے جمعیت فراہم کر لی تھی۔ وہ ناصرالدین عثمان کے بیٹے شاہ عثمان کو شہرنیہ سے لے آئے۔ اس نے کرمان کے والی براق حاجب خوارزم شاہی سے لشکر کی امداد طلب کی۔ جب خوارزم شاہی لشکر شاہ عثمان کے ساتھ سیستان آیا۔ تو شہاب الدین محمود نے شہادت پائی۔ اس کا بھائی امیر علی تخت نشین ہوا۔ نظم و نسق کی کل ٹھیک نہ بیٹھ سکی اور وہ فوت ہوگیا"۔!!

اس بیان سے ظاہر ہے کہ نیمروز سیستان کی سلطنت کی تاتاریوں کے ہاتھوں بربادی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ یہاں کے مسلمان بھی وسطی ایشیا کے دوسرے شہروں کے مسلمانوں کے طرح باہمی فرقہ پرستی اور خانہ جنگی میں مصروف تھے۔ ان میں اسلامی اتحاد و اتفاق کا نام و نشان نہیں تھا۔ چنگیزخاں نے مسلمانوں کے اس انتشار و افتراق سے فائدہ اٹھانے میں کوئی غلطی نہ کی اور اس نے حملہ کرکے دونوں فریقوں کا صفایا کردیا۔ امیر علی کی وفات کے بعد خوارزم شاہی خاندان کے ایک شخص تاج الدین نیال تکین نے یہاں حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ تاتاریوں کے سیستان پر حملہ کے وقت یہ کریم الدین حمزہ کے ساتھ ناگور واقع سوالک میں تھا۔ اب جب اس نے سیستان کو بے تاج و تخت دیکھا تو وہ ایک ہاتھی لے کر اچ پہنچا اور ناصرالدین قباچہ سے مل گیا۔ وہاں خوک و کوک کے علاقے اس کے حوالے ہوگئے۔ نیمروز کے بادشاہوں میں لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ ناصرالدین عثمان کے پوتے نے جسے بادشاہ کہتے تھے۔ کرمان کے براق حاجب سے مدد طلب کی تو تاج الدین نیال تکین کو 622 ہجری 1225ء میں نیہ کی طرف بھیجا گیا۔ اس نے شاہ عثمان کی مدد کی۔ اقتدار کی باگ ڈور اپنے قبضہ میں لے لی اور ولایت نیہ پر قابض سیستان سے ایک جماعت اس کی خدمت میں پہنچی اور امداد کی خواستگار ہوئی کیونکہ سیستان کا والی کوئی نہیں رہا تھا۔ اس جماعت کی خواہش یہ تھی کہ نیال تکین شاہ عثمان کو سیستان لائے اور تخت پر بٹھا دے لیکن

Marfat.com

نیال تگین سیستان آگیا اور دارالحکومت لے لیا۔ پھر نیمروز پر قبضہ کرلیا۔ ان حالات میں غزنہ اور ہرات کے ایک سرحدی مقام خایسار سے ایک شخص رکن الدین آیا اور اس نے منہاج سراج کو غور سے نیال تگین کے پاس بطور سفیر بھیجا۔ منہاج قندھار اور ہرات کے درمیان مقام داوری میں اس سے ملا اور عہدنامہ پختہ ہوگیا۔ منہاج غور لوٹ گیا۔ نیال تگین کو باطنیوں سے دشمنی ہوگئی۔ جنگ کی نوبت آئی۔ ینا لتگین نے شکست کھائی۔ پھر سیستان چلا گیا۔ خارجیوں نے اس کے خلاف بغاوت کی تھی انہیں شکست دی۔ منہاج سراج دوسری مرتبہ 623 ہجری 1226ء میں نیا لتگین کے پاس پہنچا۔ وہ غور آیا اور تولک اور اسفزار پر قابض ہوگیا۔ 625 ہجری 1228ء میں تاتاری دوبارہ نیمروز کی طرف آئے۔ نیال تگین سیستان سے قلعہ ارگ میں محصور ہوگیا۔ کئی مہینے تک وہ قلعے کا دفاع کرتا رہا۔ اس کے ساتھ قلعے میں غوریوں' نو لکھیوں' سنجریوں اور ترکوں کی جتنی فوج تھی تباہ ہوگئی۔ خود اس کی ایک آنکھ پر بھی ایک تیر لگا۔وہ قلعے سے نیچے گر گیا۔ تاتاریوں نے اسے گرفتار کرلیا۔ قلعہ فتح ہوگیا۔ جتنے لوگ باقی رہ گئے تھے۔ وہ بھی شہید ہوگئے۔ تاج الدین نیال تگین کو سیستان سے قلعہ صفیہ کوہ میں لے گئے اور اس کے پاس پہنچ کر اسے شہید کر ڈالا۔ اور یہ علاقہ بھی پوری طرح تاتاریوں کے زیر نگین آگیا"۔[۱۲]

چنگیز خاں کی 624 ہجری میں وفات کے تقریباً" چار سال بعد اس کے جانشین اوکتائی بن چنگیز خاں نے خراسان اور عراق کی طرف اپنے سالار اعظم جرماغوں نوپین کی قیادت میں جو یلغار کروائی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے منہاج سراج لکھتا ہے کہ "یہ فوجیں عراق کے علاقے میں پہنچیں تو لوگوں کو اتنی کثیر تعداد میں موت کے گھاٹ اتارا کہ قلم میں تحریر کا حوصلہ نہیں۔ عراق کے کوہستانی علاقے اران' آذربائیجان' گیلان' رستم داری جو بحیرہ خزر کے اطراف میں ہے' بلکہ دربند اور آذربائیجان تک تمام علاقے پامال ہوئے اور برباد ہوگئے۔صرف ایک شہر اصفہان بچا۔ یہ تاتاری فوجیں حلوان کے راستے سے گزریں اور مدینتہ اسلام یعنی بغداد کے حوالی تک انہوں نے تاخت و تاراج کی۔ امیرالمومنین خلیفہ مستنصر باللہ (623-640 ہجری) نے کئی مرتبہ مسلمان سرداروں کو عجمیوں ترکوں اور عربوں کے لشکر کے ساتھ بھیجاکہ تاتاریوں اوران کے لشکروں کو پیچھے ہٹائیں۔ انہوں نے بہت جہاد کیے۔ ہر موقع پر فتح لشکر اسلام کو حاصل ہوئی اور تاتاری دارالخلافت کے اطراف و حوالی پر

Marfat.com

قابو نہ پاسکے۔ جرماغون' ملعون جو تاتاریوں کاسالار تھا' قم و کاشان کی حدود میں ٹھہر گیا۔ وہاں سے بعض افواج فارس اور کرمان بھیجی گئیں۔ اتابک ابوبکر فارس کا بادشاہ تھا۔ حاجب براق خطائی کا بھائی گورشیر کرمان پر حکمران تھا۔ ان دونوں نے تاتاریوں سے صلح کرلی اور ہر سال مقرر رقم بھیجنے کا اقرار کرلیا۔ چنانچہ اس صلح کے باعث یہ دونوں مملکتیں فارس اور کرمان ----- آرام سے رہیں یعنی کافر تاتاریوں کے لشکروں نے انہیں کوئی گزند نہ پہنچایا۔ عراق' آذربائیجان اور طبرستان کے تمام شہر برباد ہوگئے۔ اسی زمانہ میں تاتاری لشکر ترکمانستان کی طرف سے کابل' غزنہ اور طبرستان کے لیے بھیجے گئے۔ ملک سیف الدین نے فرمانبرداری ہی کا راستہ اختیار کرلیا اور تاتاریوں کی طرف سے نگران منظور کرلیے۔ غور و خراسان کے رئیس اور سردار بھی نگران مقرر کرکے لے آئے۔ ترکستان سے طائر بہادر ولایت ہرات کے لیے مقرر ہوا۔ تاتاریوں کے لشکر ممالک نیمروز کی طرف گئے۔ یوں سیستان اور نیمروز پر دوبارہ آفت آئی۔ تاج الدین نیا لتگین کا عہد حکومت تھا۔ جس نے سیستان میں قوت استواری حاصل کرلی تھی اور جنگی سامان بکثرت جمع کرلیا تھا۔ 630 ہجری میں تاتاری لشکر نیمروز اور قلعہ ارگ سیستان کا محاصرہ کرلیا۔ جو شہرستان (مرکز حکومت سیستان) شمالی و مشرقی حصے میں واقع تھا۔ تاتاری اس قلعے کے پاس انیس مہینے ٹھہرے رہے۔ انہوں نے انتہائی کوشش کی مگر قلعے پر قابض نہ ہو سکے۔ آخر مسلمانوں پر بیماری اور وباء نے غلبہ پا لیا۔ معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ اگر کسی جگہ ایک سو یا دو سو آدمی جمع ہوئے تو وہ اچانک بیک وقت واصل بحق ہوئے۔ ملک تاج الدین کی ایک آنکھ میں تیر لگا اور وہ آنکھ زائل ہوگئی۔ پھر وہ ایک برج پر لڑ رہا تھا کہ اچانک پاؤں پھسلا اور برج کے اوپر سے زمین پر آ رہا۔ گرفتار ہوا اور اسے شہید کرڈالا۔ ارگ سیستان کا قلعہ دشمن کے قبضہ میں آگیا۔ مخلوق کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ لیکن تاتاری بھی بڑی تعداد میں مارے گئے"۔[۱۳]

چنگیز خان کی 614 ہجری سے لیکر 624 ہجری تک کی یلغار اور اوکتائی بن چنگیز خاں کی 630 ہجری تک کی یورش کے دوران کتنے لوگ مارے گئے۔ ان کی صحیح تعداد نہ کسی کو معلوم ہو سکتی تھی اور نہ ہوئی۔ تاہم بعض مؤرخین کا اندازہ ہے کہ تقریباً" ایک کروڑ لوگ تہہ تیغ ہوگئے۔ تاتاریوں نے خوارزم' سمرقند' بخارا' مرو' رے' قم اور دوسرے بہت سے شہر تباہ و برباد کردیئے اور وسطی ایشیا کی قدیم تہذیب و ثقافت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

Marfat.com

ان کے قتل عام اور غارت گری کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ جس کے پیش نظر جلال الدین سیوطی کا تاثر یہ تھا کہ تاتاریوں کانصب العین نہ ملک گیری ہے اورنہ مال غنیمت۔ بلکہ ان کا واحد نصب العین یہ ہے کہ دنیا کو تباہ کر دیا جائے۔ وہ جوانوں' بوڑھوں' بچوں اور عورتوں میں سے کسی کو بھی معاف نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ "جب تاتاری خوارزم کے مرکز حکومت پر قابض ہوگئے تو انہوں نے تمام باشندوں کو شہر سے باہر میدان میں نکال لیا اور حکم دے دیا کہ عورتیں مردوں سے الگ ہو جائیں۔ عورتوں میں سے جو انہیں پسند آئیں انہیں الگ کرلیا۔ باقی سب کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ سب کے کپڑے اتروا دیئے اور ان کے گرد فوجی مقرر کر دیئے۔ جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں عورتوں کے دونوں گروہوں سے کہا کہ تمہیں مکے مارنے میں مہارت ہے ضروری ہے کہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے مکے مارنے کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ مسلمان عورتوں سے رسوائی کا یہ کام تاتاریوں نے جبراً" کروایا۔ کچھ مدت تک مکے مارنے اور مکے لگانے کا یہ سلسلہ جاری رہا آخر انہیں تلواروں سے شہید کر دیا گیا"۔[۱۴] بایں ہمہ تاتاریوں کے ان دونوں حملوں کے بیانات میں جو حقائق نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں وہ یہ ہیں۔

1- تاتاریوں کے اس تباہ کن سیلاب کے پس پردہ کوئی مذہبی جذبہ کارفرما نہیں تھا۔ انہوں نے نہایت قلیل عرصہ میں بے مثال فتوحات کسی مذہبی جوش و ولولے کے بغیر ہی حاصل کیں۔ وہ اپنا کوئی مذہب پھیلانے کے لیے وسطی ایشیا میں نہیں آئے تھے۔ انہیں عملاً" کسی بھی مذہب میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی کسی خاص مذہب سے کوئی دشمنی تھی۔ ان کی تلوار کی دھار رنگ و نسل اور مذہب کے اختیارات سے بالاتر تھی۔ وہ سب سے بے رحمی کا یکساں سلوک کرتی تھی۔ تاتاریوں میں نہ تو کسی مذہب کو مٹانے کا جوش تھا اور نہ ہی انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ میں کوئی دلچسپی تھی۔ سیوطی کے بیان کے مطابق ان کے اپنے مذہب کی یہ حالت تھی کہ جب آفتاب نکلتا تو اسے سجدہ کرلیا کرتے۔ کوئی چیز ان کے نزدیک حرام نہ تھی۔ تمام جانور بلکہ انسان بھی ان کے نزدیک حلال تھے۔ نکاح کا ان کے ہاں کوئی جھگڑا نہ تھا۔ ایک عورت کئی مردوں کے لیے کافی ہوتی تھی۔ انہوں نے بلاد اسلامیہ پر اس لیے حملہ نہیں کیا تھا کہ انہیں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت تھی۔ انہوں نے کبھی کسی مسلمان کو تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا تھا۔ وہ جہاں پہنچتے تھے بلاامتیاز قتل

Marfat.com

عام اولاً اس لیے کرتے تھے کہ ان کی معاشرت قبائلی تھی اور وحشت و بربریت ان کی زندگی کا معمول تھا۔ ابن خلدون نے عرب قبائل کی بھی ایسی ہی معاشرتی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس نے عرب قبائل کے وحشی الخلق ہونے کی خصوصیت کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یورپ میں گوتھ' نارمن اور اینگلو سیکسن قبائل بھی ایسے ہی تھے۔ نارمن قبیلہ کے لوگوں نے اسپین کے شہر طلیطلیہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں سے مسلمان جوانوں' بوڑھوں' بچوں اور عورتوں سے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ ان کے قتل عام اور غارت گری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ وحشت گردی کے ذریعے حکومت کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ ان کی یہ پالیسی کامیاب رہی۔ خوارزم کی وسیع سلطنت کے حکمران علاؤالدین محمد بن تکش اور سلطان جلال الدین اپنی شجاعت و قوت میں تاتاریوں سے کم نہ تھے لیکن وہ دونوں تاتاریوں سے اس قدر ہیبت زدہ ہوئے کہ ان کا کہیں بھی مقابلہ نہ کر سکے۔

2- تاتاریوں کے حملے کے وقت عالم اسلامیہ میں مسلمانوں کے حکمران طبقوں میں ہمیشہ کی طرح کوئی اتحاد و اتفاق نہیں تھا بلکہ وہ پہلے سے زیادہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب سلطان علاؤالدین محمد بن تکش کا دائرہ سلطنت' سلجوقی سلطنت کے دائرہ سلطنت کے برابر ہوگیا اور اس نے بغداد پر قبضہ کرنے کا قصد کیا تو عباسی خلیفہ ناصر نے چنگیز خاں کو خفیہ خط لکھ کر اسے خوارزم شاہی علاقے پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ چنگیز خاں نے 614 ہجری میں خراسان پر یورش کی تھی۔ اس وقت مصر و شام میں صلاح الدین ایوبی کے خاندان کا ایک نامور سلطان سیف الدین برسراقتدار تھا۔ مگر نہ تو وہ اور نہ ہی کسی اور علاقے کا کوئی مسلمان سلطان خوارزم شاہ کی امداد کو پہنچا۔

3- اترار' خوارزم ' سمرقند' مرو' رے' قم اور متعدد دوسرے شہر پناہوں کے دروازے حملہ آوروں کے لیے کھول دیئے گئے۔ یہ علماء اور فقہاء فرقہ پرستی میں اندھے ہوگئے تھے۔جب تاتاریوں کی تلواریں خراسان اور دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا رہی تھیں۔ اس وقت یہ شافعی' حنفی' خارجی اور شیعہ ملا فروعی مذہبی مسائل کی بنا پر باہمی نزاعات میں مبتلا تھے۔ اور انہوں نے عامتہ المسلمین کو اپنے ان نزاعات کی وجہ سے پریشان کررکھا تھا۔ یہ ملا اتحاد اسلامیہ کے بدترین دشمن تھے۔ انہوں نے بلاد اسلامیہ میں بے دین تاتاریوں کی فتوحات کے لیے حالات سازگار کیے تھے۔

Marfat.com

4- جو مسلمان سلاطین جنگ و جدال کے بغیر تاتاریوں کی اطاعت قبول کر لیتے تھے وہ نہ صرف فاتحین کو خراج' رسد اور غلہ دیتے تھے بلکہ انہیں اپنی فوجیں بھی مہیا کرتے تھے۔ چنانچہ تاتاریوں نے ممالک اسلامیہ کے بہت سے علاقے ان مسلمان فوجوں کی امداد سے فتح کیے اور ان مسلمان فوجوں کی موجودگی میں عامتہ المسلمین کا قتل عام کیا۔ تاتاریوں کی یہ پالیسی کوئی نئی یا انوکھی نہیں تھی۔ عباسی خلیفہ معتصم نے غیرمسلم ترک غلاموں کو اپنی فوج میں بھرتی کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اور ان کی امداد سے اس نے بہت سی فتوحات حاصل کی تھیں۔ سلطان محمود غزنوی نے ہندو راجپوتوں کی فوج کی امداد سے خراسان کو مسخر کیا تھا اور اسپین کے بہت سے سلاطین کی افواج میں عیسائی شامل ہوتے تھے۔ وہ ان عیسائیوں کی فوجوں کی امداد سے نہ صرف عیسائی والیان ریاست کے خلاف جہاد کرتے تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کے اقتدار کی بھی بیخ کنی کرتے تھے۔

5- تاتاریوں کے اس قیامت خیز حملے کے دوران دہلی میں سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی۔ اس کی یہ حکومت 607 ہجری سے لیکر 633 ہجری تک قائم رہی۔ مگر اس نے تاتاریوں کے مقابلے کے لیے نہ تو علاؤالدین محمد بن تکش اور نہ ہی سلطان جلال الدین کی کوئی امداد کی۔

Marfat.com

باب : 19

صلاح الدین ایوبی کے جانشینوں کی باہمی خانہ جنگی اور صلیبیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ

سلطان صلاح الدین ایوبی کی 589ھ (1193ء) میں اس دنیائے فانی سے رخصتی کے فوراً بعد اس کے خاندان کے افراد سلطنت ایوبی کی تقسیم کے سوال پر دست و گریبان ہوگئے۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ "سلطان کی وفات کے موقع پر دمشق میں اس کا فرزند افضل نورالدین تھا اور فوج بھی وہاں موجود تھی اس لیے افضل نے' دمشق' ساحل شام' .علبک' صرخد' بصریٰ' بانیاس' شوش اور ان کے تمام علاقوں پر روم تک قبضہ کرلیا۔ مصر میں سلطان صلاح الدین کا دوسرا فرزند العزیز عثمان حاکم تھا اس لیے وہ مصر پر قابض ہوگیا۔ حلب میں اس کا تیسرا فرزند الظاہر غازی حاکم تھا۔ اس لیے حلب اور اس کے متعلقہ علاقوں مثلاً" حارم' تل باشر' اعزاز' برزیہ اور درباساک وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ حماۃ کے حاکم ناصرالدین محمد بن تقی الدین عمر بن شیرکوہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس کے ماتحت حماۃ کے علاوہ سلمیہ' المعرہ اور منبج کے علاقے بھی تھے۔ الکرک اور شوبک میں سلطان صلاح الدین کا بھائی سیف الدین ملک عادل تھا۔ اسے جب سلطان کی وفات کی خبر ملی تو اس نے الکرک میں قیام اختیار کیا۔ الافضل نے دمشق سے اسے بلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں اس کے (عادل کے) بھتیجے العزیز حاکم مصر نے اسے حاکم موصل عزالدین کے حملے کے خطرہ سے آگاہ کیا۔ اس نے عادل کو بتایا کہ عزالدین موصل سے جزیرہ کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔ اس نے اسے مدد دینے کا وعدہ کیا مگر قاصد نے اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کیا کہ وہ افضل کے پاس دمشق جائے جو اپنے بھائی العزیز کے پاس مصر جانے والا ہے تاکہ وہ اس کے

Marfat.com

ساتھ معاہدہ کرے اس موقع پر ملک عادل شک و شبہ میں مبتلا ہو گیا اور وہ افضل کے پاس دمشق پہنچا۔ افضل نے اس سے اچھا سلوک کیا اور اس کے لیے فوج تیار کی تاکہ وہ حاکم موصل عزالدین کو اپنے الجزیرہ کے علاقے پر حملہ کرنے سے روک سکے۔ اس نے حمص اور حماۃ کے حکام کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنی فوجیں اس کے لشکر کے ساتھ بھیجے۔ چنانچہ وہ ان سب کو لے کر دریائے فرات کو عبور کر گیا اور رہا کے گردونواح میں مقیم ہوا۔ اس صورت میں عزالدین والی موصل نے اپنے پڑوسی حکام مثلاً سنجار اور ماردین سے فوجی امداد طلب کی اس کا بھائی جو نصیبین کا حاکم تھا۔ فوج لے کر اس کے پاس آیا اور اس کے ساتھ رہا تک گیا۔ مگر وہ (عزالدین) راستے میں بیمار ہو گیا اور موصل لوٹ گیا۔ جہاں وہ یکم رجب 589 ہجری کو فوت ہو گیا"! حاکم موصل عزالدین ابن مودود خاندان زنگی سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ خاندان صلاح الدین ایوبی کو غاصب تصور کیا کرتا تھا۔ اس لیے اس کی موت پر اس خاندان کی بغاوت غیرمتوقع نہیں تھی۔ جو چیز غیرمتوقع تھی وہ یہ تھی کہ صلاح الدین کے تینوں بیٹوں اور اسکے بھائی عادل میں اتحاد و اتفاق ناپید تھا اور وہ ہوس اقتدار میں ایک دوسرے کا قلع قمع کرنے کی تیاری کرنے لگے تھے۔ تاہم اس میں حیرت کی بات اس لیے نہیں تھی کہ اس وقت دنیا میں رائج استبدادی سیاسی نظام کی بنیاد پر قائم موروثی شہنشاہیت کے نظام میں یہ ایک عام بات تھی۔ دنیا کے ہر مذہب و ملت کے حکمران اسی نظام کو اختیار کیے ہوئے تھے۔

590 ہجری میں مصر کے حاکم العزیز عمادالدین عثمان نے اپنے بھائی افضل کے خلاف دمشق پر چڑھائی کر دی۔ افضل اس وقت جزیرہ میں ملک عادل کی مدد کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ الظاہر غیاث الدین ابوالفتح غازی بن صلاح الدین حاکم حلب' ناصرالدین محمد بن تقی الدین حاکم حماۃ اور شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ حاکم حمص تھے۔ حاکم موصل عزالدین مسعود بن مودود کی طرف سے موصل کا لشکر تھا۔ جب انہیں العزیز کے حملے کا علم ہوا تو وہ سب الافضل کی مدد کے لیے دمشق پہنچے۔ اس طرح العزیز کا مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ ان سب نے اس صلح نامہ پر اتفاق کیا کہ بیت المقدس اور فلسطین کے علاقے العزیز کے ماتحت رہیں گے اور جبلہ اور لاذقیہ حاکم حلب الظاہر کے ماتحت ہوں گے۔ دمشق' طبریہ اور غور کا علاقہ بدستور الافضل کے پاس رہے گا اور ملک عادل مصر میں رہے گا۔ اور وہ پہلے کی طرح

Marfat.com

العزیز کی سلطنت کا انتظام کرے گا۔ اگلے ہی سال 591 ہجری میں العزیز دوبارہ دمشق کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ الافضل نے اسکا مقابلہ کرنے کے لیے ملک عادل اور الظاہر غازی کے ساتھ اتحاد کیا اور ان تینوں نے مل کر العزیز کو شکست دی اور وہ بھاگ گیا۔ عادل اور افضل کے اتحاد کی بنیاد ان کے مابین اس فیصلہ پر تھی کہ مصر کا علاقہ الافضل کو دے دیا جائے گا اور دمشق العادل کے تحت رہے گا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سلطان صلاح الدین مرحوم کے معتمد قاضی فاضل کی مداخلت سے یہ معاہدہ طے پایا کہ افضل کے پاس دمشق کے علاوہ بیت المقدس، فلسطین، طبریہ اور اردن کے علاقے بھی رہیں گے۔ اور عادل کی پرانی حیثیت برقرار رہے گی۔ یعنی وہ مصر میں مقیم ہوکر العزیز کی سلطنت کا انتظام کرے گا۔ متعلقہ فریقوں نے اس معاہدہ پر حلف اٹھایا اس کے بعد افضل دمشق آگیا اور عادل مصر میں عزیز کے پاس ہی رہا العزیز نے تیسری مرتبہ دمشق پر حملہ کرکے الافضل کو شکست دی اور شہر پر قبضہ کرلیا۔ افضل دمشق سے پہلے اپنی جاگیر کی طرف گیا جو شہر سے باہر تھی اور وہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہا۔ پھر وہاں سے قلعہ صرخد چلا گیا۔العزیز مصر لوٹ گیا اور عادل دمشق میں رہنے لگا۔ خاندان صلاح الدین کی اس کشمکش اقتدار کے دوران فرنگیوں نے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے پہلے یافا اور پھر بیروت پر قبضہ کرلیا۔ اس سے قبل 1099ء میں بیت المقدس اور ساحل شام پر فرنگیوں کا قبضہ سلجوقیوں کی باہمی خانہ جنگیوں کی وجہ سے ہوا تھا۔

محرم 595 ہجری میں ملک العزیز عثمان بن صلاح الدین کا انتقال ہوا۔ تو اس کے باپ کے آزاد کردہ غلام فخرالدین نے جو حکومت کا خودمختار نگران تھا۔ ملک عادل کو حکومت کرنے کے لیے بلوایا عادل ان دنوں ماردین کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ لیکن دوسرے امراء نے ملک العزیز کے فرزند کو حاکم بنانے کا مشورہ دیا۔ بالاخر قاضی فاضل کے مشورہ کے مطابق سب امراء صلاح الدین کے بیٹے افضل کو حاکم مصر بنانے پر متفق ہوگئے کیونکہ العزیز کا فرزند منصور بہت نو عمر تھا لیکن کچھ عرصہ بعد فخرالدین نے بیت المقدس پہنچ کر افضل کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس موقع پر افضل قاہرہ میں مقیم رہا اور اس نے اپنی سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ اس نے ملک العزیز کے فرزند کو بادشاہ بنایا اور سیف الدین ایاز کو سلطنت کا افسر اعلیٰ قرار دیا۔جب افضل کی سلطنت کے انتظامات درست ہوگئے تو اس نے

Marfat.com

595 ہجری میں دمشق پر حملہ کر کے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اس میں حاکم حلب الظاہر غازی اور چچازاد بھائی شیرکوہ بن محمد والی حمص کی امداد شامل تھی۔ جب ملک عادل کو اس کی خبر ملی تو ملک العادل نے ماردین کے محاصرہ پر اپنے فرزند الکامل کو چھوڑا اور خود دمشق پہنچا۔ چنانچہ افضل 15 صفر 596 ہجری کو وہاں سے ناکام واپس لوٹا۔ اس سے قبل عادل کے بیٹے الکامل کو ماردین میں موصل اور سنجار کے حکمران کے ہاتھوں شکست کھانا پڑی تھی۔ اور وہ وہاں سے اپنا بچا کھچا لشکر لے کر دمشق آگیا تھا۔ جب افضل اور الظاہر اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے گئے تو ملک عادل نے مصر پر حملہ کی تیاری کی۔ سلطان صلاح الدین کے موالی نے اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا۔ انہوں نے اس بات کا حلف اٹھوایا کہ ملک العزیز کا فرزند منصور مصر کا بادشاہ ہوگا۔ اور وہ اس کی نگرانی کرے گا۔ اس کو بھی اس بات کی اطلاع ہوگئی۔ وہ اس وقت بلبیس میں تھا۔ لہٰذا وہ وہاں سے روانہ ہوا اور ان سے جنگ کی۔ اسے 596 ہجری کے ماہ ربیع الاول میں شکست ہوئی۔ وہاں سے وہ رات کو قاہرہ پہنچا۔ اسی رات قاضی فاضل عبدالرحیم بیسانی فوت ہوا تھا۔ چند دن بعد ملک عادل فوج لے کر قاہرہ پہنچ گیا۔ افضل میں مقابلے کی سکت نہیں تھی اس لیے اس نے اس شرط پر قاہرہ کی حکومت اپنے چچا کے حوالے کر دی کہ اسے میافارقین اور جبال نور دے دیئے جائیں۔ ربیع الثانی میں عادل کی قاہرہ میں حکومت مستحکم ہوگئی تو اس نے منصور بن العزیز کے نام کا خطبہ مساجد سے منقطع کرا دیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ سلطان صلاح الدین مرحوم کے موالی سردار فخرالدین جہارکس اور دوسرے امرا نے عادل کی اس حرکت کو پسند نہ کیا۔ انہوں نے اس کے خلاف سازش کی اور افضل کو مصر کا حاکم بنانا چاہا۔ عادل کو اس سازش کا پتہ چلا تو اس نے اپنے فرزند المعظم عیسٰی کو جو دمشق میں تھا' ہدایت کی کہ وہ صرخد میں افضل کا محاصرہ کرے۔ افضل یہ سن کر اپنے بھائی الظاہر کے پاس بھاگ کر حلب پہنچا۔ جو اس وقت شام کے مختلف علاقوں پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا۔ رمضان 597 ہجری میں الظاہر اپنے بھائی الافضل کو ساتھ لے کر دمشق پہنچا۔ وہاں اسے موالی صلاح الدین ملے جن کے درمیان یہ متفقہ فیصلہ ہوگیا تھا کہ جب وہ دمشق فتح کریں گے تو اس پر افضل کا قبضہ ہوگا اور جب وہ مصر فتح کرلیں گے تو وہ وہاں چلا جائے گا اور دمشق الظاہر کے ماتحت رہے گا۔ ملک عادل پندرہ ذیلقعد کو ان سے جنگ کے لیے دمشق پہنچا۔ اس موقع پر دونوں بھائیوں یعنی الظاہر اور

Marfat.com

افضل کے مابین دمشق کی ملکیت کے بارے میں جھگڑا ہوگیا۔ اس جھگڑے نے اتنا طول کھینچا کہ وہ ملک عادل سے صلح کرنے پر مجبور ہوگئے۔ شرائط یہ تھیں کہ الظاہر کے پاس منبج، افامیہ، کفرطاب اور المعرہ کے بعض دیہات رہیں گے اور افضل کے ماتحت سمیساط، سروج، راس عین اور حملین کے علاقے ہوں گے۔ جب تمام فریقوں کے درمیان یہ معاہدہ مکمل ہوگیا تو دونوں بھائی ماہ محرم 598 ہجری میں دمشق سے چلے گئے۔ الظاہر حلب واپس چلا گیا اور الافضل حمص آگیا"۔[2] اس واقعہ کے بعد ملک عادل نے اپنے بیٹے اشرف موسیٰ کو بھیج کر حاکم ماردین کو مغلوب کیا۔ اس سے ڈیڑھ لاکھ دینار لیے اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنے ملک میں عادل کے نام کا خطبہ پڑھوائے گا اور اس کے سکہ پر اس کا نام ہوگا اور جب وہ فوجی امداد طلب کرے گا تو وہ اپنی فوج کا ایک حصہ اس کی مدد کے لیے بھیجے گا۔

599 ہجری میں ملک عادل نے افضل سے وہ بیشتر علاقے واپس لے لیے جو مذکورہ معاہدہ دمشق کے تحت اسے دیئے گئے تھے۔ اس پر افضل نے علم بغاوت بلند کردیا اور بلاد روم کے حاکم رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان کو لکھا کہ وہ اس کی اطاعت قبول کرتا ہے اور اس کا خطبہ بھی (اپنی مساجد میں) پڑھوائے گا۔ اس پر اس نے افضل کو خلعت حکومت بھیجا اور افضل نے سمیساط میں 600 ہجری میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا اور اپنی عملداری میں اسکا نائب حاکم بن گیا۔ 601 ہجری میں ملک عادل کے بیٹے اشرف موسیٰ نے حاکم موصل نورالدین ارسلان شاہ کو شکست دی کیونکہ اس نے ملک عادل کے اطاعت گزار قطب الدین والی سنجار کا نصیبین میں محاصرہ کرلیا تھا۔ اسی سال فرنگیوں نے اپنی پانچویں صلیبی مہم کے دوران قسطنطنیہ کو شاہ روم کے قبضہ سے چھین لیا۔ وہ کئی دوسرے شہروں پر غالب آگئے۔ ان کی ایک جماعت شام بھی پہنچ گئی۔ اور عکا کے مقام پر لنگرانداز ہوئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضہ سے واپس لے لیں۔ اس مقصد کے لیے وہ اردن کے علاقے میں پہنچ گئے اور اسے تباہ کر دیا۔ اس وقت ملک عادل دمشق میں تھا وہ فوج لے کر ان کے خلاف جہاد کے لیے گیا۔ اس نے الطور کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو عکا کے قریب تھا۔ فرنگی اس کے سامنے مرج عکا میں تھے وہ کفرکنا کی طرف روانہ ہوا اور اسے تباہ کیا۔ 601 ہجری کے اوائل میں فرنگیوں نے جنگ بندی کا پیغام بھجوایا اور یہ شرط پیش کی کہ ملک عادل رملہ وغیرہ کے علاقوں سے دستبردار ہو جائے اور

Marfat.com

انہیں ان کے کچھ علاقے دے دے۔ آخرکار فریقین میں یہ معاہدہ ہوگیا اور عادل مصر کی طرف روانہ ہوگیا۔ 603 ہجری میں ملک عادل کے فرزند نجم الدین نے خلاط پر عام لشکرکشی کی۔ وہاں کا حاکم شاہرمن کا آزاد کردہ غلام بلبان تھا۔ نجم الدین نے اسے شکست دی اور جب 604 ہجری شروع ہوا تو اس نے سوس وغیرہ بھی فتح کرلیا۔ پھر نجم الدین نے خلاط کا محاصرہ کرلیا۔ بلبان نے بلاد روم کے حاکم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان سے امداد طلب کی۔ وہ فوجیں لے کر آیا اور بلبان کے ساتھ مل کر نجم الدین کو شکست دے دی۔ پھر وہ دونوں شہر تلبوس کے پاس پہنچے اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے بعد طغرل شاہ نے غداری کرکے بلبان کو قتل کر دیا اور خلاط کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا مگر وہاں کے باشندوں نے اسے نکال دیا۔ پھر وہ ملاز کرد کی طرف روانہ ہوا وہ بھی فتح نہیں ہو سکا۔ اس لیے وہ اپنے مملکت کی طرف واپس چلا گیا۔ اہل خلاط نے بعدازاں نجم الدین کو حکومت کی پیش کش کی۔ چنانچہ وہ خلاط اور اس کے تمام علاقے کا حاکم ہوگیا۔ --- 610 ہجری میں معظم عیسیٰ نے اپنے والد ملک عادل کے حکم سے امیر اسامہ کو گرفتار کرلیا۔ اور اس سے کوکب اور عجلون کے قلعے جو اس کی عملداری میں تھے چھین لیے۔ اس نے ان دونوں قلعوں کو اور کوکب کے قریب قلعہ اردن کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کی بجائے جبل الطور پر عکا کے قریب ایک قلعہ تعمیر کرایا"[3]۔ 613 ہجری میں حاکم حلب ملک ظاہر غازی بن صلاح الدین کا انتقال ہوگیا تو اس کی جگہ اس کا صغیر سن بیٹا العزیز تخت نشین ہوا اور نگران حکومت شہاب الدین طغرل بک مقرر ہوا۔

614 ہجری میں فرنگیوں کی چھٹی صلیبی مہم شروع ہوئی۔ اس مہم میں ہنگری کا بادشاہ اور آسٹریا اور جرمنی کے امرا تھے۔ ان کی تعداد تقریباً" اڑھائی لاکھ تھی۔ انہوں نے پہلے تو ساحل شام پر حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کرنے کے بعد انہوں نے دمیاط (مصر) کی طرف رخ کیا۔ انہوں نے ماہ صفر میں دمیاط کے ساحل بحر پر لنگر ڈال دیا اور پھر اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ عادل نے اپنے فرزند کامل کو جو مصر میں تھا فرنگیوں کے مقابلے کی ہدایت کی۔ کامل دمیاط پہنچا۔ کئی مہینے تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی مگر فرنگیوں کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس عرصے میں 7 جمادی الثانی 615 ہجری کو ملک عادل کا انتقال ہوگیا تو دمیاط کی فوجوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ سالار اعلیٰ عمادالدین احمد بن سیف العین علی بن مشطوب الهکاری

Marfat.com

نے یہ کوشش کی کہ کامل کو معزول کر کے اس کے چھوٹے بھائی فائز کو بادشاہ بنایا جائے۔ اس سازش کی خبر کامل کو بھی مل گئی تھی وہ اسی رات کو اشمون طناح کے مقام پر پہنچ گیا۔ مسلمانوں کو دوسرے دن اس کی اطلاع ملی تو وہ محاذ جنگ سے بھاگ کر کامل کے پاس آ گئے اور اپنے محاذ کے علاقے کو خالی چھوڑ آئے۔ جس پر فرنگیوں نے قبضہ کرلیا اور وہ دریائے نیل کو عبور کر کے دمیاط کے قریب ایک خشکی کے علاقے پر پہنچ گئے۔ اور وہاں سے مصری علاقے کی طرف نقل و حرکت کرنے لگے۔ اس کے بعد اعراب بدوؤں (لوٹ مار) کی وجہ سے راستے خطرناک ہوگئے اور دمیاط سے خوراک کی رسد بند ہوگئی۔ فرنگیوں نے بھی جنگ میں شدت اختیار کی۔ دمیاط میں مدافعت کی فوج بہت کم تھی اس لیے مسلمان وہاں سے بھاگنے لگے۔ آخرکار جب مسلمان محاصرہ سے بہت تنگ آگئے اور خوراک کی رسد بند ہوگئی تو انہوں نے فرنگیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے اسے ماہ شعبان کے آخر میں 616 ہجری میں فتح کرلیا۔ پھر انہوں نے گردونواح میں اپنے فوجی دستے بھیج کر اسے ویران کر دیا"۔[۴۴] دمیاط کے اس المناک واقعہ کو جس میں ستر ہزار مسلمان مارے گئے تھے پیش نظر رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ ملک عادل کا فرزند الکامل اور اس کے لشکری اس شہر سے جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر چلے گئے تھے۔ الکامل اپنے باپ کی وفات کی اطلاع پا کر ہوس اقتدار میں محاذ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ لیکن اسکے دمشق پہنچنے سے پہلے ہی اس کے بھائی معظم عیسیٰ نے اپنے باپ کو دفن کر کے اس کی سلطنت اور تمام مال و متاع اور ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا تھا۔ سرکاری خزانہ میں نقد مال سات لاکھ دینار تھا۔ اس کارروائی کے بعد معظم عیسیٰ مصر پہنچا۔ لیکن الکامل نے وہاں اس کے پاؤں نہ جمنے دیئے۔ اور وہ لوٹ کر اسی سال ماہ ذی الحجہ میں بیت المقدس چلا گیا۔ اس کے بعد ملک عادل کی سلطنت تین حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مصر کا علاقہ الکامل (ابوالمعالی ناصرالدین) کی تحویل میں رہا۔ شام کا علاقہ بشمول فلسطین معظم عیسیٰ (شرف الدین) کو ملا اور موسیٰ (الملک الاشرف) کے قبضہ میں حلب آیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ چنگیزخان نے وسطی ایشیا کے علاقے میں تباہی مچا رکھی تھی۔

موسیٰ الملک الاشرف اپنے باپ کی زندگی میں جزیرہ اور خلاط کا حاکم تھا لیکن اس کی وفات کے فوراً ہی بعد اس نے عربوں کے قبیلہ طے کے لشکر کی امداد سے حلب اور اس کے گردونواح کے قصبوں پر قبضہ کرلیا اور والی موصل نورالدین ارسلان شاہ کی جو 615 ہجری

Marfat.com

میں اپنے والد عزالدین مسعود کی وفات پر تخت نشین ہوا تھا اور جس کی نگرانی اس کے والد کا آزاد کردہ غلام نورالدین لئولئو کررہا تھا' قبول کرلی۔ نورالدین ارسلان شاہ کے بھائی عمادالدین زنگی نے' جو قلعہ مغد اور سوس کا والی تھا اور موصل کی حکومت کا دعویدار تھا' اربل کے حاکم مظفرالدین کو کبری کی حمایت سے لڑائی پر تیار ہوگیا - نورالدین لئولئو نے اپنی فوجیں عمادالدین کے مقابلے کے لیے بھیجیں۔ انہوں نے اسے شکست دے دی اور وہ بھاگ کر مظفر کے پاس اربل پہنچ گیا۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر اور ملک اشرف کے سفیر آئے انہوں نے فریقین میں صلح کرا دی اور دونوں نے مصالحت کے لیے حلف اٹھایا۔ کچھ عرصہ کے بعد عمادالدین زنگی نے حملہ کرکے قلعہ کواشی کو فتح کرلیا۔ اس وقت لئولئو نے ملک اشرف کو' جبکہ وہ حلب میں تھا' پیغام بھیجا اور اس سے فوجی امداد طلب کی لہٰذا وہ دریائے فرات عبور کرکے حران پہنچا یہاں اس کے دو سپہ سالار احمد بن علی المشطوب اور عزالدین محمد بن نورالدین حمیدی دشمن کے ساتھ مل گئے۔ لیکن ملک اشرف نے کیفا اور آمد اور بعض دوسری چھوٹی سلطنتوں کے حاکموں کو ساتھ ملا لیا۔ اس لیے مخالفین کا اتحاد ختم ہوگیا اور اشرف شکست سے بچ گیا۔ اشرف حران سے روانہ ہوا تاکہ وہ ماردین کا محاصرہ کرلے پھر اس نے حاکم ماردین سے ان شرائط پر صلح کرلی کہ وہ راس العین کا علاقہ اسے واپس کرے۔ جو اس نے اسے دے دیا تھا اور تاوان جنگ کے طور پر وہ بتیس ہزار دینار ادا کرے اور حاکم کیفا اور آمد کو قلعہ مورو عطا کرے۔ پھر اشرف نے جمادی الاول 617 ہجری کو حاکم تجار کے ساتھ علاقوں کا تبادلہ کیا۔ رقہ کا علاقہ اسے دے دیا اور سنجار کا علاقہ اس سے لے لیا۔ سنجار سے اشرف موصل گیا اور وہاں اس نے اپنے دوست والی کیفا کی سفارش پر عمادالدین زنگی اور والی موصل کے نگراں نورالدین لئولئو کے مابین مصالحت کرا دی۔ جس کے تحت قلعہ مغد اور سوس والی موصل کو مل گئے اور قلعہ تل اعفر کا قلعہ عمادالدین زنگی کے حصے میں آیا"۔[5] جب جزیرہ کے علاقے کے مسلمان حکمران اس قسم کی خانہ جنگیوں اور اپنی سلطنتوں کے بارے میں سودابازی کرنے میں مصروف تھے اس وقت مصر میں فرنگیوں نے اور خراسان میں تاتاریوں نے بے پناہ غارت گری کا سلسلہ شروع کررکھا تھا۔ فرنگی دمیاط کے پورے شہر پر قبضہ کرنے کا عزم کیے ہوئے تھے اور تاتاری آذربائیجان اور اردن تک پہنچ گئے تھے۔

Marfat.com

"618 ہجری میں فرنگیوں نے دمیاط سے قاہرہ کی جانب پیش قدمی کی تو کامل نے اپنے بھائیوں معظم اور اشرف سے امداد طلب کی۔ چنانچہ یہ دونوں اپنی فوجیں لے کر مصر روانہ ہوگئے ان کے ساتھ حلب' حماۃ' حمص اور بعلبک کی فوجیں بھی تھیں۔ جب یہ سب فوجیں مصر پہنچیں تو انہوں نے کامل کو اپنی فوجوں کے ساتھ بحر اشمون پر پایا۔ اس وقت فرنگی فوجیں دمیاط سے روانہ ہو چکی تھیں اور ان کے سامنے دریائے نیل کے کنارے اپنے اپنے جنگی محاذ بنانے ہوئے تھیں۔ وہ اسکے محاذ پر قلعہ شکن آلات پھینک رہی تھیں۔ جب مسلمانوں کو مصری علاقوں کے بارے میں فرنگیوں سے خطرہ لاحق ہوا تو کامل وہاں سے روانہ ہوگیا اور اشرف محاذ جنگ پر باقی رہ گیا۔ معظم (حاکم دمشق) اشرف کے بعد آیا۔ اس موقع پر فریقین کے درمیان سفیروں کا تبادلہ ہوا اور فرنگیوں کو یہ پیشکش کی گئی کہ وہ دمیاط مسلمانوں کے حوالے کردیں۔ اس کے بدلے میں انہیں بیت المقدس' عسقلان' طبریہ' صیدا' جبلہ اور لاذقیہ اور وہ تمام علاقے دے دیئے جائیں گے جنہیں سلطان صلاح الدین نے فتح کیا تھا۔ البتہ قلعہ الکرک مسلمانوں کے پاس رہے گا۔ اس فیاضانہ (یا شرمناک) پیشکش کے باوجود فرنگی حد سے آگے بڑھ گئے وہ الکرک اور شوبک بھی واپس لینا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے تین لاکھ دینار کا مطالبہ بھی پیش کیا۔ تاکہ بیت المقدس کی ان فصیلوں کی تعمیر بھی کی جائے۔ جنہیں المعظم اور الکامل نے تباہ و برباد کردیا تھا[6]"۔ گویا سلطان صلاح الدین مرحوم جن جنگی کارناموں کی وجہ سے تاریخ اسلام کا عظیم ہیرو بنا تھا اس کو اس کے بھتیجے ملیامیٹ کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ یہ واقعہ صلاح الدین کی وفات کے صرف تقریباً" تیس سال بعد ہوا۔ ایک طرف تاتاریوں کے ہاتھوں اور دوسری طرف فرنگیوں کے ہاتھوں عالم اسلام کا یہ زوال بہت ہی شرمناک اور عبرتناک تھا۔ تاہم فرنگیوں کا یہ مطالبہ اس قدر زیادہ تھا کہ مسلمان ان سے دوبارہ جنگ کرنے پر مجبور ہوگئے اب فرنگیوں کی خوراک اور رسد ختم ہوگئی کیونکہ وہ دمیاط سے خوراک کی رسد لیکر نہیں چلے تھے۔ کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ وہ بہت جلد دیہاتی علاقوں پر غالب آجائیں گے۔ اس طرح ان کا تمام غلہ ان کے قبضہ میں آجائے گا۔ مگر نتیجہ ان کی توقع کے برخلاف نکلا۔ مسلمانوں نے دریائے نیل کا رخ اس کنارے کی طرف (بند توڑ کر) موڑ دیا جس طرف فرنگیوں کا محاذ تھا لہٰذا وہ سیلاب میں گھر گئے اور ان کے لیے صرف ایک نہایت تنگ راستہ

Marfat.com

باقی رہ گیا تھا کامل نے بحر اشمون پر پل باندھ لیے۔ چنانچہ اس کی فوجوں نے وہاں سے گزر کر اس تنگ گزرگاہ پر قبضہ کرلیا۔ اس وجہ سے فرنگیوں کے لیے دمیاط کو واپس پہنچنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہا۔ جب فرنگی مکمل طور پر مسلمانوں کے محاصرے میں آگئے اور ان کی لشکرگاہ میں قحط کی حالت پیدا ہوگئی تو انہوں نے کامل اور اشرف کو بلامعاوضہ دمیاط حوالے کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ حاکم دمشق عیسیٰ معظم دمیاط پہنچ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر فرنگیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور انہوں نے 618 ہجری کے درمیانی زمانے میں دمیاط کے شہر کو مسلمانوں کے حوالے کردیا اور اپنے بیس حکام اور بادشاہ یرغمال کے طور پر بھیجے۔ شہر کی حوالگی کا کام پادریوں اور راہبوں نے کیا۔

اس طرح جب فرنگیوں کی بلا دریائے نیل کے سیلاب کی امداد سے ٹل گئی تو الکامل اور اس کے بھائی عیسیٰ المعظم میں یکایک شدید اختلاف پیدا ہوگیا۔وجہ یہ ہوئی کہ 619 ہجری میں معظم عیسیٰ نے حاکم حماۃ ناصر بن منصور کو مغلوب کرلیا۔ اس نے حماۃ کا محاصرہ کیا مگر جب اسے اس میں کامیابی نہ ہوئی تو وہ اس کے دوسرے علاقوں یعنی سلمیہ اور معرہ کی طرف روانہ ہوا اور ان پر قبضہ کرلیا۔ اس کی یہ دست درازی کامل کو ناگوار معلوم ہوئی۔ اس نے معظم کو سرزنش کی اور شہر خالی کرنے کا حکم دیا۔ معظم نے اس وقت حکم کی تعمیل کی اور شہر خالی کردیا۔ مگر اس کے دل میں اس بات کا کینہ رہا۔ کامل نے سلیمہ کا شہر حاکم حماۃ کے بھائی مظفر بن منصور کو دے دیا۔ معظم اپنے بھائی کامل کا یہ فعل برداشت نہ کرسکا اور اس نے اپنے دونوں بھائیوں' کامل اور اشرف کے خلاف سازش کی۔ اس نے مشرق کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر ان کی امداد طلب کی۔ اس زمانے میں یعنی 621 ہجری میں جلال الدین بن علاؤالدین خوارزم شاہ ہندوستان سے واپس آگیا تھا۔ اس کے ہندوستان جانے کی وجہ یہ تھی کہ تاتاریوں نے خوارزم' خراسان' غزنہ اور عراق عجم پر قبضہ کرلیا تھا۔ وہ ہندوستان سے واپس آکر فارس' غزنی' عراق' عجم اور آذربائیجان پر قابض ہوکر تبریز میں مقیم ہوگیا تھا۔ اور یوں وہ ایوبی خاندان کی سلطنت کا پڑوسی بن گیا تھا۔ معظم نے خط و کتابت کرکے اس سے مصالحت کرلی اور اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف اس سے فوجی امداد طلب کی۔ سلطان جلال الدین نے اس کا مطالبہ منظور کرلیا۔ معظم نے دوسرے حرکت یہ کی کہ اس نے ظاہر غازی کو جو اشرف کا بھائی تھا اور خلاط میں اس کی طرف سے حاکم تھا

Marfat.com

مخالفت پر آمادہ کیا۔ اس نے اربل کے حاکم مظفر کو کبری کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ ظاہر غازی نے خلاط اور آرمینیہ میں اشرف کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اشرف اس کے خلاف فوج لیکر روانہ ہوا اور خلاط میں اسے شکست دے کر اس پر قبضہ کرلیا اور وہاں کا حاکم حسام الدین ابو علی کو مقرر کیا جو موصل کا رہنے والا تھا اور اشرف کی ملازمت میں رہ کر ترقی کرتا رہا تھا اس کے بعد اشرف نے اپنے بھائی ظاہر غازی کو معاف کر دیا اور اسے میافارقین کی حکومت پر برقرار رکھا۔ پھر عیسٰی معظم بذات خود دمشق سے فوج لے کر حمص پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس کا حاکم شیرکوہ بن محمد' کامل کا فرمانبردار تھا۔ معظم نے حمص کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لیے دمشق واپس چلا گیا۔ اس موقع پر اشرف خود معظم کے پاس گیا تاکہ اس سے صلح کرلے۔ اس نے اسے اپنے پاس روکے رکھا تاکہ وہ کامل کی اطاعت سے منحرف ہو جائے۔ پھر وہ اپنے شہر چلا گیا۔ اور یہی حالت برقرار رہی"۔[7]

"624 ہجری میں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے خلاط پر فوج کشی کی اور بار بار اس کا محاصرہ کیا۔ جب وہ وہاں سے چلا گیا تو خلاط کے نائب حاکم حسام الدین نے جلال الدین کے شہروں پر حملے کرکے اس کے کئی قلعے فتح کرلیے۔ تاہم حالت نازک ہوتی گئی۔ کامل اپنے بھائی معظم کی مخالفانہ کارروائیوں سے بہت خوفزدہ تھا۔ کیونکہ اس نے جلال الدین اور خوارزمی فوجوں سے سازباز کررکھی تھی۔ کامل اس صورت حال میں فرنگیوں سے فوجی امداد کا طالب ہوا۔ اس نے فرنگیوں کے شہنشاہ کو بھی سمندر پار خط لکھا کہ اس کی امداد کے لیے عکا آئے۔ اس کے بدلے میں وہ بیت المقدس کا علاقہ اسے دے دے گا"۔[8]

سید امیر علی کا بیان ہے کہ "کامل نے اس موقع پر جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوئم سے خط و کتابت کی تھی۔ وہ اس زمانے میں پوپ کی مرضی کے خلاف ازخود ہی نئی صلیبی مہم کی تیاری کررہا تھا"۔[9] سیٹون رنسی مان نے لکھا ہے کہ "جلال الدین کی جانب سے خلاط کے محاصرے کے دوران الکامل کو فی الواقع معظم سے خطرہ محسوس ہوا تھا۔ وہ اس وقت منگولوں سے مدد نہیں لے سکتا تھا۔ وہ ان دنوں چین میں مصروف تھے۔ لہٰذا اس نے 1226ء کے موسم خزاں میں شہنشاہ فریڈرک سے امداد طلبی کے لیے اپنے ایک نہایت معتمد امیر فخرالدین شیخ کو سسلی بھیجا۔ فریڈرک کا رویہ ہمدردانہ تھا لیکن اس نے کوئی وعدہ نہ کیا۔ وہ ان دنوں ایک نئی صلیبی مہم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن اس نے بات چیت کا سلسلہ جاری

Marfat.com

رکھنے کے لیے اپنے سفیروں کو تحائف دے کر قاہرہ میں سلطان کامل کے پاس بھیجا۔ الکامل نے وہی پیشکش کی جو اس نے پانچویں صلیبی مہم کے دوران کی تھی یعنی یہ کہ وہ عیسائیوں کو بیت المقدس دینے کے لیے تیار ہے۔ یہ شہر اس کے بھائی معظم کی ملکیت تھا چنانچہ فریڈرک کا بشپ اس سلسلے میں قطعی فیصلہ کے لیے دمشق گیا تو معظم نے خفا ہوکر جواب دیا کہ میں لڑائی کے خلاف نہیں ہوں میں ابھی اپنی تلوار استعمال کرتا ہوں اس کے بعد فخرالدین دوبارہ سسلی گیا اور شہنشاہ کا بہت گہرا دوست بن گیا اور شہنشاہ نے اسے نائب بنا دیا۔ سلطان کامل شہنشاہ فریڈرک کی مشرق کی طرف روانگی پر اتنا ہی زور ڈالتا تھا جتنا کہ پوپ کی جانب سے ڈالا جارہا تھا!!"۔ گویا سلطان غازی صلاح الدین ایوبی کے بھتیجے سلطان کامل کے نزدیک دین اسلام کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ صرف سلطنت کو اہمیت دیتا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ منگولوں یا فرنگیوں سے امداد حاصل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا۔ وہ بیت المقدس کے ساتھ کوئی تقدس منسلک نہیں کرتا تھا۔ وہ 1219ء میں دمیاط شہر کے عوض بیت المقدس کو صلیبیوں کے حوالے کرنے پر باآسانی تیار ہوگیا تھا اور اب بھی اسے اس میں کوئی پس و پیش نہیں تھا۔

لیکن فریڈرک کی مشرق کی جانب روانگی سے پہلے یکایک صورتحال تبدیل ہوگئی جبکہ ذلقعد 624 ہجری یعنی نومبر 1227ء میں والی دمشق معظم بن عادل کا انتقال ہوگیا اور اس کی جگہ اس کا 21 سالہ فرزند الناصر داؤد تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت کا انتظام اس کے والد کے خادم عزالدین اتابک کے سپرد ہوا۔ ناصر ابتداء میں معظم کے طریقے پر چلتا رہا۔ اس نے سلطان کامل کی اطاعت قبول کی اور خطبہ بھی اسکے نام کا برقرار رکھا۔ مگر 625 ہجری میں جب کامل نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ قلعہ شوبک اس کے حوالے کردے تو اس نے انکار کیا اور باغی ہوگیا۔ لہٰذا کامل فوجیں لے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ پہنچا تو اس نے بیت المقدس اور نابلس اس کے قبضہ سے چھین لیے اور اپنی طرف سے اس کا حاکم مقرر کیا۔

"الناصر داؤد نے اپنے چچا ملک الاشرف سے امداد طلب کی تو وہ اس کے پاس دمشق آیا اور وہاں سے نابلس گیا۔ پھر وہاں سے کامل کے پاس پہنچا تاکہ ناصر کی اس کے ساتھ صلح کرائے کامل نے اسے ہدایت کی کہ وہ دمشق ناصر سے چھین کر خود قبضہ کرلے۔ کامل نے

Marfat.com

اسے دمشق کی حکومت عطا کردی تھی۔ مگر ناصر نے یہ تجویز نہیں مانی اور وہ سلطان کامل سے ملنے کے بعد دمشق واپس آگیا۔ چونکہ اشرف دمشق کی حکومت کے لالچ میں سلطان کامل سے مل گیا تھا اس لیے اس نے دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ ان ہی دنوں سلطان کامل نے فرنگیوں کے بادشاہ سے صلح کرلی تاکہ وہ دمشق کی مہم کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس نے بیت المقدس کی فصیل کو تباہ کرکے اسے اس حالت میں فرنگیوں کے سپرد کردیا اور انہوں نے اس حالت میں اس پر قبضہ کرلیا۔ پھر کامل نے 625 ہجری میں دمشق کی طرف فوج کشی کی اور اشرف کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کیا۔ تاہم جب ناصر محاصرہ سے خوفزدہ ہوا تو اس نے ان دونوں کے حق میں دمشق سے دستبردار ہونے کا اظہار کیا۔ بشرطیکہ اسے الکرک، قلعہ شوبک، بلقاء، غور اور نابلس کے علاقوں کا خود مختار حاکم تسلیم کیا جائے۔ کامل اور اشرف نے یہ علاقے اس کے سپرد کر دیئے۔ ناصر وہاں چلا گیا اور دمشق پر اشرف کی حکومت قائم ہوگئی۔ سلطان کامل اس کے علاقہ حراں اور رہا سے دستبردار ہوگیا"۔[11] سید امیر علی کہتا ہے کہ "بیت المقدس کو پرامن طریقے سے فرنگیوں کے حوالے کرنے کا معاہدہ فروری 1229ء (626 ہجری) میں ہوا جبکہ فریڈرک شام پہنچا تھا۔ یہ معاہدہ امن اس سال چھ ماہ اور دس دن کے لیے ہوا تھا اور اس کے تحت نہ صرف بیت المقدس بلکہ یافا سے عکا تک کے سارے درمیانی شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیئے گئے تھے۔ اس معاہدے میں مسلمانوں کے لیے رعایت صرف یہ تھی کہ جو شہر فرنگیوں کو دیئے گئے ہیں ان میں مسلمان اپنے مذہبی فرائض ادا کرسکیں گے۔ بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کے قبضہ کو برقرار رکھا گیا تھا۔ اس معاہدے کی نہ تو مسلمانوں نے اور نہ ہی عیسائیوں نے توثیق کی۔ مسلمانوں کے لیے یہ معاہدہ نقصان دہ تھا۔ کیونکہ اس کے تحت وہ سب کچھ عیسائیوں کو دے دیا گیاتھا جو صلاح الدین نے حاصل کیا تھا۔"[12] سیٹون رنسی مان اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "چونکہ ملک معظم والی دمشق کا بیٹا الناصر داؤد نو عمر اور ناتجربہ کار تھا اس لیے سلطان کامل نے اس کے علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کے لیے فوراً" تیاری کی۔ اس نے فلسطین میں آکر بیت المقدس اور نابلس پر قبضہ کرلیا۔ ناصر نے اپنے چچا اشرف سے یہ کہہ کر امداد طلب کی کہ میں فلسطین کو فرنگیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ سلطان کامل کا بھی دعویٰ یہی تھا اور دعویٰ بے جا نہیں تھا

Marfat.com

کیونکہ فریڈرک مشرق کی جانب روانہ ہو چکا تھا۔ آخرکار غزہ کے نزدیک سلطان کامل اور اشرف کے ملاقات ہوئی اور دونوں نے ناصر کی سلطنت کو آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس وقت ناصر بلیان میں تھا۔ اشرف نے اسے پکڑنا چاہا مگر ناصر کو پتہ چل گیا اور وہ بھاگ کر دمشق آگیا۔ اشرف نے اس کا تعاقب کیا اور دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ اسی زمانے میں فریڈرک ساحل شام پر پہنچ گیا۔ سلطان کامل نے فخرالدین کو اس کے پاس بھیجا اور معاہدہ امن کے لیے کئی ماہ تک بات چیت ہوتی رہی۔ آخرکار جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ نے دمشق میں محصور الناصر داؤد کی طرف توجہ کی تو سلطان کامل کو خوف لاحق ہوا اور اس نے فریڈرک سے مذکورہ معاہدہ کرلیا۔ جس کی توثیق نہ تو مسلم عوام نے کی اور نہ ہی عیسائیوں نے۔ دمشق میں دین اسلام کی غداری پر یوم ماتم منایا گیا۔ یہاں تک کہ سلطان کامل کے آئمہ نے بھی اس کے منہ پر اسے گالیاں دیں"۔[۱۳]

سلطان کامل نے فتح دمشق کے بعد مظفر محمود بن منصور کے لیے امداد اس کے بھائی ناصر کے خلاف فراہم کی کیونکہ حماتہ کے کچھ باشندوں نے مظفر محمود کو شہر حماتہ پر قبضہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ لہٰذا کامل نے اس کے لیے فوجیں تیار کیں۔ چنانچہ مظفر محمود ان فوجوں کو لے کر وہاں گیا اور شہر حماتہ کا محاصرہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔ کامل نے اسے لکھا کہ وہ ناصر (سابق حاکم) کو ماردین کا قلعہ دے دے چنانچہ اس نے ماروین کا قلعہ اسے دے دیا۔ کامل نے اس سے سلمیہ کا علاقہ لے کر اسے حاکم حمص شیرکوہ بن محمد بن شیرکوہ کے حوالے کردیا۔ اس کے بعد مظفر محمود حماتہ کا مستقل حاکم بن گیا۔ اس نے اپنی سلطنت کا انتظام حسام الدین علی بن ابوعلی الہدبانی کے سپرد کر دیا اور یہ فرائض انجام دیتا رہا۔ پھر اس سے اختلاف پیدا ہوا تو وہ نجم الدین ایوب کے پاس چلا گیا۔ قلعہ ماردین مظفر کے بھائی ناصر کے ماتحت 630 ہجری تک رہا۔ اس زمانے میں ناصر نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اسے فرنگیوں کے حوالے کردے۔ لہٰذا مظفر نے اس کی شکایت کامل سے کی تو اس نے حکم دیا کہ یہ علاقہ اس سے چھین لیا جائے۔ پھر کامل نے اسے نظربند کردیا یہاں تک کہ وہ 635 ہجری میں فوت ہوگیا۔ حماتہ کے لیے اس خانہ جنگی سے قبل ملک الاشرف کے نائب والی خلاط حسام الدین نے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کی بیوی سے سازباز کرکے شہر خوئی اور اس کے قلعوں اور شہر ترند کو فتح کرلیا۔ اہل خوئی نے بھی اس سے خط و کتابت کرکے اپنا شہر اس

Marfat.com

کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ جب حسام الدین خلاط واپس آیا تو اپنے ہمراہ زوجہ جلال الدین کو بھی لے آیا جو سلطان طغرل کی بیٹی تھی۔ اس بات سے جلال الدین کو بہت رنج ہوا۔ ملک الاشرف کو بھی حسام الدین کی وفاداری کے بارے میں شک و شبہ ہوا تو اس نے اپنے سب سے بڑے حاکم عزالدین ایبک کو بھیجا۔ وہ حسام الدین کا سخت دشمن تھا۔ اس لیے اس نے اسے گرفتار کرلیا اور پوشیدہ طور پر اچانک اسے قتل کر دیا۔ اس کا آزاد کردہ غلام بھاگ کر جلال الدین کے پاس چلا گیا۔ اس کے بعد ماہ شوال 626 ہجری میں جلال الدین نے خلاط پر فوج کشی کی اور خلاط کا محاصرہ کرکے اس پر منجنیقیں نصب کردیں اور آٹھ مہینے تک وہاں سے خوراک کی رسد بند رکھی۔ پھر گھسان کی جنگ کرکے آخر ماہ جمادی الاول 627 ہجری میں خلاط کو بزور شمشیر فتح کرلیا۔ عزالدین ایبک اور محافظ فوجیں قلعہ میں محصور ہوگئیں اور جان کی بازی لگاکر جنگ کرتے رہے۔ جلال الدین نے خلاط کے شہر کو اس قدر تباہ و برباد کر دیا کہ اس قدر تباہی کے واقعات اس سے پہلے نہیں سنے گئے تھے۔ اس کے بعد اس نے قلعہ بھی فتح کرلیا۔ خلاط کا نائب حاکم عزالدین ایبک گرفتار ہوگیا۔ جلال الدین نے اسے سابق نائب حاکم حسام الدین کے آزاد غلام کے سپرد کیا۔ اس نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ جب جلال الدین خوارزم شاہ خلاط پر قابض ہوگیا تو سلطان کامل خاندان ایوبی کے سارے حکمرانوں اوران کی فوجوں کو ساتھ لے کر خلاط کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے سلمیہ' آمد' حران' رہا اور بعض دوسرے علاقوں کو فتح کیا۔ حران میں سلطان کامل کو بلاد روم (ایشیائے کوچک) کے حاکم علاؤالدین کیقباد کی طرف سے فوجی امداد کی درخواست موصول ہوئی کیونکہ اگرچہ کیقباد نے خلاط پر جلال الدین کی فوج کشی کے موقع پر اس سے گٹھ جوڑ کیا تھا۔ لیکن جب جلال الدین نے خلاط فتح کرلیا تو اسے خدشہ لاحق ہوا کہ اب وہ اس کے علاقے کی طرف رخ کرے گا۔ سلطان کامل اپنے بھائی ملک الاشرف کو کیقباد کی امداد پر جانے کی ہدایت کی تو وہ جزیرہ اور شام کی فوجیں لے کر بلاد روم پہنچ گیا۔ کیقباد سے اس کی ملاقات سیواس کے مقام پر ہوئی۔ پھر وہاں سے وہ خلاط کی طرف روانہ ہوا۔ جلال الدین کو پہلی ہی جھڑپ میں شکست ہوئی تو وہ اپنی محافظ فوج کو نکال کر آذربائیجان کی طرف بھاگ گیا۔ اشرف خلاط میں داخل ہوا تو وہ تباہ شدہ شہر تھا"۔[۱۴]

اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد سلطان خوارزم شاہ تاتاریوں کے ہاتھوں مارا گیا تو بلاد

Marfat.com

روم کے بادشاہ علاؤالدین کیقباد نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ اس نے 630 ہجری میں قریب کے علاقوں میں دست درازی کی اور پھر خلاط پر قبضہ کرلیا۔ حالانکہ اس سے پہلے اسی مقام کی مدافعت کے لیے اس نے اشرف کے ساتھ مل کر جلال الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کیاتھا۔ اب جب ملک الاشرف کو پتہ چلا کہ کیقباد اپنی سلطنت میں توسیع کرتا ہوا خلاط تک پہنچ گیا ہے تو اس نے مقابلہ کا ارادہ کیا' اور اپنے بھائی سلطان کامل سے فوجی امداد طلب کی۔ کامل 631 ہجری میں مصر سے فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے خاندان کے تمام حکام بھی شریک تھے۔ جب وہ روم کی سرحد پر شہرارزق کے قریب گیا تو اس نے اپنے خاندان کے ایک فرد اور حاکم حماۃ' مظفر کی قیادت میں ہراول دستوں کو بھیجا۔ اور ان کا کیقباد سے مقابلہ ہوا۔ کیقباد نے انہیں شکست دی اور انہیں خرت برت پر محصور کردیا۔ مظفر نے کیقباد کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور پناہ طلب کی۔ کیقباد نے انہیں پناہ دے کر خرت برت کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ جو پہلے خاندان بنو ارتق کے قبضے میں تھا۔ اس صورت حال میں کامل اپنا لشکر لے کر مصر کی طرف لوٹا تو کیقباد نے اس کا تعاقب کیا۔ پھر وہ (کیقباد) حران' مصر اور الرہا کی طرف گیا اور اس نے علاقے کامل کے حکام سے چھین لیے اور وہاں اپنی طرف سے حکام مقرر کیے۔ سلطان کامل 633 ہجری میں واپس مصر پہنچا۔ 634 ہجری میں ملک الاشرف والی دمشق اپنے بھائی کامل سے ناراض ہوگیا اور اس کی اطاعت چھوڑ دی۔ کہتے ہیں کہ اسے اس نافرمانی پر اہل حلب اور حاکم بلاد روم (ایشیائے کوچک) کیخسرو نے جو اپنے والد علاؤالدین کیقباد کے انتقال پر تخت نشین ہوا تھا' آمادہ کیا تھا۔ ان دونوں کے جو رشتہ دار شام میں تھے انہوں نے بھی اس سلسلہ میں اشرف کی حمایت کی۔ البتہ ناصر بن معظم حاکم الکرک کامل کا مطیع و فرمانبردار رہا لیکن کامل کے خلاف بلاد روم' حلب اور دمشق کا یہ گٹھ جوڑ زیادہ عرصہ قائم نہ رہا۔ 635 ہجری میں اچانک ملک اشرف انتقال کرگیا اور اس کا بھائی صالح اسماعیل دمشق کا بادشاہ بنا۔ تو کامل نے دمشق پر چڑھائی کردی۔ اس نے دمشق کا سخت محاصرہ کیا یہاں تک کہ مصالحت کے بعد صالح اسماعیل نے دمشق کامل کے حوالے کر دیا۔ کامل نے اس کی بجائے اسے بعلبک کا علاقہ دے دیا۔ اور خود اشرف کی باقی تمام سلطنت پر قابض ہوگیا۔ اس فتح کے بعد سلطان کامل ابھی دمشق میں ہی تھا کہ 21 رجب 635 ہجری (8 مارچ 1238ء) کو اس کا انتقال ہوگیا"۔[15]

Marfat.com

سلطان کامل کے عہد اقتدار کی مدت تقریباً" بیس سال تھی۔ اس عرصہ میں تخت و تاج حاصل کرنے کے لیے اس نے پہلے دمیاط کے شہر میں مسلمانوں کو شرمناک شکست دلوائی۔ پھر اس نے دمیاط شہر کے عوض فرنگیوں کو بیت المقدس اور فلسطین کے وہ تمام شہر فرنگیوں کو دینے کی پیشکش کی جو سلطان صلاح الدین نے فتح کیے تھے۔ پھر اس نے عیسیٰ معظم کے بیٹے ناصر سے شام کی سلطنت چھین لی اور اپنے بھائی اشرف کو وہاں کا حاکم بنایا۔ اپنے بھائی عیسیٰ معظم کے خلاف لڑائی کے لیے فرنگیوں سے امداد طلب کی اور اس کے عوض اس نے بیت المقدس اور ساحل شام کے کئی شہر بادشاہ جرمنی فریڈرک دوئم کے حوالے کر دیئے۔ اور پھر اس نے اشرف کی وفات پر اس کے بھائی صالح اسماعیل سے شام کی سلطنت چھین لی۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے عہد اقتدار میں یا تو اپنے بھائیوں سے لڑتا رہا یا ملک و قوم کو فروخت کرنے میں مصروف رہا۔ جب اس نے فریڈرک سے سودابازی کر کے بیت المقدس فریڈرک کے حوالے کر دیا تھا تو سارے عالم اسلام میں اسکا ماتم کیا گیا تھا اور اس کے اپنے آئمہ نے اس کے منہ پر اسے برا بھلا کہا تھا۔ سیٹون رنسی مان کے بقول اسے مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں تھا اس لیے اس سے اسلامی اتحاد یا اسلامی اخوت کے جذبہ کی توقع عبث تھی۔

رجب 635 ہجری میں کامل کی وفات کے بعد مصر میں مقیم اس کے امراء نے اس کے بیٹے ابوبکر الکامل العادل کو تخت نشین کیا۔ اس موقع پر کامل کے بھائی عیسیٰ معظم کا بیٹا ناصر داؤد فوج لے کر دمشق کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر ابوبکر عادل کے مقرر کردہ والی دمشق جواد یونس نے اسے شکست دی اور اس کے بعد جواد خود دمشق کا خودمختار بادشاہ بن گیا اور اس نے ابوبکر عادل بن کامل کی اطاعت ختم کر دی۔ اس کے بعد صالح نجم الدین ایوب نے اس کے ساتھ خط و کتابت کر کے جزیرہ میں اپنی سلطنت اسے دے دی اور دمشق کی سلطنت خود حاصل کر لی۔ یہ واقعہ 636 ہجری کا ہے۔ اسی سال صالح نجم الدین ایوب فوج لیکر مصر کی طرف روانہ ہوا کیونکہ وہاں کے اراکین سلطنت ابوبکر عادل کو پسند نہیں کرتے تھے اور انہوں نے صالح ایوب کو بادشاہت کی پیشکش کی تھی۔ اس کی مصر کے لیے روانگی کے بعد اس کا چچا صالح اسماعیل دمشق پہنچا اور اس نے شہر پر قبضہ کر کے صالح ایوب کے فرزند فتح الدین کو گرفتار کر لیا۔ جب صالح ایوب مصر کی طرف کوچ کرتا ہوا نابلس پہنچا تو اسے صالح اسماعیل کے دمشق پر قبضہ کی اطلاع ملی۔ اس پر اس کی فوجیں اسے چھوڑ

Marfat.com

کر بھاگ گئیں۔ جب وہ نابلس میں داخل ہوا تو ناصر داؤد نے الکرک سے آکر اسے گرفتار کر کے قید کرلیا۔ اس کے بھائی سلطان ابوبکر عادل (بادشاہ مصر) نے پیغام بھیجا کہ اسے اس کے پاس بھیج دیا جائے مگر ناصر داؤد نے اسے اس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ناصر داؤد (فوج لے کر) بیت المقدس پہنچا اور اس نے اسے فرنگیوں کے قبضہ سے چھین لیا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ کو تباہ و برباد کیا۔ یہ واقعہ 637 ہجری کا ہے۔ ناصر نے یہ کارروائی اس لیے کی تھی کہ جب سلطان کامل نے 626 ہجری میں بیت المقدس فریڈرک کے حوالے کیا تھا تو یہ شہر اور فلسطین کے دوسرے علاقے اس کے باپ عیسیٰ معظم والی دمشق کے سلطنت میں تھے۔ اس موقع پر دمشق میں یوم ماتم منایا گیا تھا۔ جب ناصر داؤد بیت المقدس کی فتح سے فارغ ہوکر واپس آیا تو اس نے صالح نجم الدین ایوب کو قید سے رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد اس کے موالی اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس عرصہ میں مصر میں ابوبکر عادل کے خلاف سب ارکان سلطنت کا اضطراب بڑھتا گیا تو انہوں نے صالح سے پھر خط و کتابت کی اور اسے بادشاہ بنانے کے لیے بلوایا لہٰذا وہ ناصر داؤد کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ کے مقام پر پہنچا تو سلطان ابوبکر عادل فوج لے کر بلبیس کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اپنے چچا صالح اسماعیل کو بھی مع فوج دمشق سے بلوایا لیکن ابھی ابوبکر عادل اور صالح ایوب کا مقابلہ نہ ہونے پایا تھا کہ عادل کے موالیوں نے اس کے خیمے میں اس پر حملہ کر دیا۔ اس گروہ کی قیادت ایبک الاسمر کررہا تھا۔ انہوں نے عادل کو گرفتار کرلیا اور ملک صالح ایوب کو جلدی سے بلوا کر اسے تخت نشین کر دیا۔ یہ واقعہ ذیقعد 637 ہجری کا ہے[16]۔ ناصر داؤد اس وقت صالح ایوب کے ساتھ تھا مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے صالح ایوب کی نیت پر شبہ ہوا تو وہ اپنے علاقہ الکرک میں چلا گیا۔ اس زمانے میں مسلمان سلاطین میں افراتفری اور نفسانفسی کا یہ عالم تھا کہ کوئی کسی پر اعتبار نہیں کرتا تھا۔ ہر سلطان اپنے مفاد کی خاطر دوسرے سلطان کا گلا کاٹنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ رہتا تھا۔

638 ہجری میں سلطان صالح ایوب ان مملوک امراء سے ناراض ہوگیا۔ جنہوں نے عادل ثانی کو معزول کرکے اسے تخت پر بٹھایا تھا لہٰذا اس نے انہیں گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ سیاسی نقطہ نگاہ سے صالح ایوب درست تھا کیونکہ وہ ان مملوک امراء کو زیادہ ڈھیل نہیں دے سکتا تھا۔ جنہیں اسے بادشاہ بنانے کا زعم تھا۔ صالح ایوب نے دریائے

Marfat.com

نیل کے قریب مقیاس کے سامنے ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اسی کو اس نے اپنا مسکن بنایا۔ وہاں اس نے اپنے موالیوں کی ایک محافظ فوج بھی رکھی جو اپنے آخری زمانے میں "بحریہ" کے نام سے مشہور ہوئی۔

639 ہجری میں خوارزمی فوجوں نے مشرقی شہروں میں بہت فساد مچایا۔ حلب اور دمشق کی فوجوں نے بڑی مشکل سے ان کی سرکوبی کی۔ 640 ہجری میں خوارزمی فوجیں پھر مظفر غازی حاکم میافارقین کے ساتھ ملکر حاکم حلب سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئیں۔ ان کے ساتھ حاکم حمص منصور ابراہیم بھی تھا۔ لیکن اس جنگ میں انہیں شکست ہوئی۔ اسکے کچھ عرصہ بعد صالح اسماعیل حاکم دمشق نے حاکم مصر صالح ایوب کے خلاف فرنگیوں سے امداد طلب کی اور اس کے صلے میں وہ انہیں قلعہ شقیف اور صفد دینے کے لیے رضامند ہوگیا۔ اور اس تجویز کو عملی جامہ بھی پہنایا مگر اس کے زمانے کے علماء نے اس فعل کو سخت ناپسند کیا۔ چنانچہ مشہور عالم عزالدین بن عبدالسلام شافعی دمشق سے چلا گیا اور مصر پہنچ گیا۔ جہاں صالح ایوب نے اسے مصر کا قاضی مقرر کردیا۔ اسکے بعد دمشق کا ایک اور بڑا عالم جمال الدین بن الحاجب المالکی بھی دمشق سے ہجرت کر کے الکرک چلا گیا اور وہاں سے اسکندریہ پہنچا۔ دمشق کے علماء کا یہ احتجاج بہت ہی بعد از وقت تھا۔ اس وقت تک مختلف مسلم سلاطین فرنگیوں اور تاتاریوں کی امداد سے عالم اسلام کے زوال کا باعث بن چکے تھے۔ صالح اسماعیل نے جب صالح ایوب کے خلاف فرنگیوں کی امداد طلب کی تھی اس نے کوئی انوکھی بات نہیں کی تھی۔ اس سے قبل کئی مرتبہ ایسا ہو چکا تھا۔ 614 ہجری میں عباسی خلیفہ ناصر نے علاؤالدین خوارزم شاہ کی سلطنت کی تباہی کے لیے چنگیزخان کو اس پر حملہ کی ترغیب دی تھی اور 626 ہجری میں مصر کے سلطان کامل نے اپنے بھائی عیسیٰ معظم کے خلاف جرمنی کے بادشاہ فریڈرک سے مدد مانگی تھی۔ اب جب صالح اسماعیل نے صالح ایوب کے خلاف فرنگیوں سے گٹھ جوڑ کیا تھا تو الکرک کے حاکم ناصر داؤد نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ یہ وہی ناصر داؤد تھا جس نے مصر کی بادشاہت حاصل کرنے میں صالح ایوب کی مدد کی تھی۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ "ان دونوں نے مل کر صالح ایوب کے خلاف فوج کشی کی۔ انہوں نے فرنگیوں سے بھی فوجی امداد طلب کی۔ اور اس کے بدلے میں اسماعیل صالح نے انہیں بیت المقدس دے دیا۔ اس نے خوارزمی فوجوں سے بھی امداد طلب کی۔ چنانچہ

Marfat.com

وہ سب تیار ہو کر غزہ میں اکٹھے ہوگئے۔ سلطان صالح نجم الدین ایوب نے اپنے آزاد کردہ غلام بیبرس کے ساتھ فوجوں کو بھیجا۔ اس کے پاس خوارزمی فوج تھی۔ مصر کی فوجیں منصور ابراہیم بن شیر کوہ کے ساتھ پہنچیں انہوں نے عکا کے فرنگیوں کا بھی مقابلہ کیا۔ آخر میں فتح مصر کی فوجوں اور خوارزمیوں کی ہوئی۔ انہوں نے دشمن کی فوجوں کا دمشق تک تعاقب کیا اور وہاں پہنچ کر صالح اسماعیل کا محاصرہ کرلیا۔ جب وہ محاصرہ سے تنگ آگیا تو اس نے صلح کی درخواست پیش کی اور وہ اس بات پر تیار ہوگیا کہ وہ بعلبک' بصری اور ان کے دیہاتی علاقوں کے بدلے میں دمشق ان کے حوالے کردے گا۔ صالح ایوب نے یہ تجویز منظور کرلی۔ چنانچہ صالح اسماعیل 643 میں دمشق سے نکل کر بعلبک چلا گیا۔[12]"

صالح ایوب نے اسماعیل حسام الدین بن علی بن ابو علی الہدبانی کو دمشق کا والی مقرر کیا۔ خوارزمی فوج کے امرا علی الہدبانی سے جاگیروں اور ملازموں کے تقرر کے بارے میں بہت جھگڑتے اور اختلاف کرتے رہے۔ وہ اس سے ناراض ہوگئے تو صالح اسماعیل نے دمشق پر حملہ کرنے کے لیے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس حملے میں اس کے ساتھ حاکم الکرک ناصر داؤد بھی شریک تھا۔ علی الہدبانی نے ان کا خوب مقابلہ کیا۔ حلب اور حمص کے حاکموں نے بھی اس کی امداد کی۔ چنانچہ انہوں نے خوارزمیوں کو شکست دی اور ان کے سردار حسام الدین برکت خاں کو قتل کر دیا۔ جو خوارزمی باقی رہ گئے وہ اپنے سردار کشلوخاں کے ساتھ بھاگ گئے اور تاتاریوں کے پاس پہنچ کر ان کے لشکر میں شامل ہوئے۔ اس طرح علاقہ شام میں خوارزمیوں کا فتنہ و فساد جو 628 ہجری میں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کے قتل کے بعد شروع ہوا تھا' قطعی طور پر ختم ہوگیا۔ حسام الدین ہدبانی نے دمشق سے لشکر کشی کر کے بعلبک پر قبضہ کر لیا۔ صالح اسماعیل نے حاکم حلب ناصر یوسف سے پناہ طلب کی۔ چنانچہ اس نے اسماعیل صالح کے اہل و عیال اور اسکے وزیر ناصرالدین یغمور کو نجم الدین ایوب کے پاس بھیج دیا جس نے ان سب کو مصر میں مقید رکھا۔ پھر حاکم حلب ناصرالدین کی فوجیں الجزیرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ انہوں نے حاکم موصل لئو لئو سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ ناصر نے نصیبین' دارا اور قرقیسیا کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد اس کی فوجیں حلب واپس چلی گئیں۔ 645 ہجری میں صالح ایوب دمشق پہنچا اور وہاں سے اس نے اپنی فوجیں بھیج کر عسقلان اور طبریہ کے شہروں کو فرنگیوں سے آزاد کرا لیا۔ 646

Marfat.com

ہجری کو حلب کی فوجوں نے لنولنو ارمنی کی قیادت میں حمص کا محاصرہ دو مہینے تک کیا۔ اور اسے موسیٰ اشرف کے قبضہ سے چھین لیا۔ اور اس کے معاوضے میں اسے حلب کا ایک قلعہ تل باشر دے دیا جو رحبہ اور تدمر کے علاوہ تھا۔ یہ خبر سن کر صالح بہت ناراض ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنی فوجیں بھیج کر حمص کا محاصرہ کرلیا۔ پھر عباسی خلیفہ مستعصم کا قاصد ایوب کے پاس ان کی سفارش لے کر آیا اور اس نے وہاں سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں اور دمشق کا حاکم جمال الدین یغمور کو مقرر کیا۔ بظاہر اس کے محاصرہ اٹھانے کی وجہ خلیفہ مستعصم کی سفارش نہیں تھی بلکہ یہ تھی کہ اس زمانے میں فرنگیوں نے مصر پر حملہ کر دیا تھا۔ مصر پر ان کا پہلا ناکام حملہ بادشاہ ہنگری کی زیر قیادت 615 ہجری میں ہوا تھا اور اب یہ حملہ شہنشاہ فرانس کی سرکردگی میں ہوا تھا۔

صالح ایوب کی شام میں اس مصروفیت کے دوران فرنگیوں کی یہ آٹھویں صلیبی مہم تھی اس مہم کا سربراہ فرانس کا بادشاہ لوئس نہم تھا۔ ”وہ پچاس ہزار سے زیادہ سپاہیوں کو لے کر 647 ہجری میں مصر آیا اور دریا عبور کرکے دمیاط پہنچ گیا۔ وہاں بنو کنانہ تھے جنہیں صالح ایوب نے دمیاط کی حفاظت کے لیے بسایا ہوا تھا۔ جب انہوں نے فرنگیوں کا لشکر جرار دیکھا جس کا وہ مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ چنانچہ شہنشاہ فرانس نے دمیاط پر قبضہ کرلیا۔ صالح ایوب کو دمشق میں یہ خبر ملی تو اس نے مصر کی طرف واپس ہونے کا حکم دیا اور اپنے سپہ سالار کو فوج دے کر پہلے بھیجا۔ وہ خود بعد میں پہنچا۔ اور منصورہ کے مقام پر مقیم ہوا۔ یہ شہر سلطان الکامل نے اس جگہ بنوایا تھا جہاں کہ پانچویں صلیبی مہم کے دوران اس نے فرنگیوں کو شکست دی تھی۔ منصورہ کی جانب روانگی کے دوران راستہ میں اسے شدید بخار ہوگیا تھا۔ چنانچہ اسی سال جبکہ وہ فرنگیوں کے خلاف محاذ قائم کیے ہوا تھا انتقال ہوگیا۔ اس کی مدت حکومت تقریباً“ دس سال تھی۔ ارکان سلطنت نے فرنگیوں کے خوف سے اس کو موت کی خبر کو چھپائے رکھا لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے قلعہ کیفا سے صالح ایوب کے بیٹے توران شاہ الملک معظم کو بلوا کر اسے تخت نشین کردیا۔ فرنگیوں کو جب مسلمانوں کے ایوان اقتدار میں اس تبدیلی کا پتہ چلا تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کرکے انہیں شکست دی مگر اس شکست کے فوراً“ ہی بعد مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور فرنگیوں کو شکست ہوئی۔ سلطان توران شاہ نے فرنگیوں

Marfat.com

کے ساتھ گھمسان کی جنگ کی اوران کے بحری بیڑوں پر غالب آگئے۔ فرنگیوں نے دمیاط سے اس شرط پر چلے جانے کا ارادہ کیا کہ انہیں اس کے بدلے میں بیت المقدس کا علاقہ دے دیا جائے۔ مسلمانوں نے یہ شرط منظور نہ کی اور فرنگیوں کو فیصلہ کن شکست دی۔ ان کا شہنشاہ فرانس گرفتار ہوگیا اور اس کی فوج کے تین ہزار سے زائد افراد مارے گئے"[۱۸]۔ سید امیر علی بعض مغربی مؤرخین کے حوالے سے بتاتا ہے کہ "دمیاط میں توران شاہ کے ہاتھوں فرنگیوں کی شکست کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ فرنگی فوج کے امرا بظاہر تو ارض مقدس کو آزاد کرانے کے نیک کام کے لیے گھروں سے نکلے تھے لیکن دراصل مصر پر ان کے حملے کا مقصد یہ نہیں تھا۔ وہ نہایت بدکردار اور بداخلاق تھے۔ دمیاط میں ان کا قماربازی' لوٹ مار' چوری چکاری اور عورت بازی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ اس صورتحال میں جب فرنگی دمیاط سے باقی مصر فتح کرنے کے لیے نکلے تو توران شاہ نے انہیں زبردست شکست دی۔ شہنشاہ لوئیس اور اس کے امراء مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے[۱۹]۔" سیٹون رنسی مان لکھتا ہے کہ "سلطان صالح ایوب نے اپنی بیماری کے دوران شہنشاہ لوئس کو دمیاط کے عوض بیت المقدس دینے کی پیشکش کی تھی مگر لوئیس نے یہ پیشکش مسترد کردی اور ایک مسلمان کافر سے کوئی معاملہ کرنے سے انکار کر دیا[۲۰]۔" رنسی مان مزید لکھتا ہے کہ "شہنشاہ لوئس آٹھ مہینے تک منصورہ کے قریب اس امید پر پڑاؤ ڈالے پڑا رہا کہ سلطان صالح ایوب کے انتقال کے بعد مسلمانوں کے ایوان اقتدار میں ہنگامہ ہوگا اور پھر پورے مصر کو فتح کرلینا آسان ہوگا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ 28 فروری 1250ء کو توران شاہ مصریوں کے کیمپ پہنچ گیا۔ اس نے چھوٹی کشتیوں کا ایک سکویڈرن بنوایا اور انہیں اونٹوں پر سوار کردیا۔ دریائے نیل کے زیریں علاقوں میں پہنچا یہاں سے مصریوں کے بحری دستے نے دمیاط کی طرف جانے والی فرنگیوں کی رسد بند کردی۔ انہوں نے فرنگیوں کی 80 کشتیاں پکڑیں اور 16 مارچ کو انہوں نے ایک ہی دن میں 32 کشتیوں پر قبضہ کرلیا۔ جس کے نتیجہ میں فرنگیوں میں قحط پڑ گیا اور پھر ان میں پیچش اور ٹائیفائڈ کی وباء بھی پھیل گئی۔ اس حالت میں شاہ لوئس نے اپریل میں مسلمانوں سے گفت و شنید پر آمادگی ظاہر کی اور توران شاہ کو یہ پیشکش کی کہ بیت المقدس کے عوض دمیاط مسلمانوں کو دے دیا جائے گا۔ مگر یہ پیشکش بعد از وقت تھی اس لیے مسترد کردی گئی۔ اس پر لوئس نے اپنے لشکر کو محاذ سے واپس دمیاط بھیجنا شروع کیا تو مصری مملوکوں

Marfat.com

نے حملہ کردیا۔ فرنگی بھوک اور بیماری کے تحت مقابلہ نہ کرسکے۔ اور انہوں نے غیرمشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ مصریوں کے پاس فرنگی قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے ان میں سے بہت سوں کو انہوں نے قتل کردیا۔ بادشاہ لوئس بیمار تھا اسے پابہ زنجیر منصورہ کے ایک پرائیویٹ مکان میں رکھا گیا اور دیگر فرنگی امراء کو ایک جیل میں بند کردیا گیا۔[۲۱]"
لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد تاوان لے کر ان سب کو رہا کردیا۔

منصورہ کی فتح کے بعد توران شاہ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر مصر واپس آگیا۔ لیکن اس دوران موالیوں (غلاموں) کی وہ فوج جو وہ قلعہ کیفا سے لایا تھا۔ اس کے والد صالح ایوب مرحوم کے موالیوں پر غالب آگئی۔ صالح ایوب کے موالی دراصل مصر میں ایوبی سلطنت کا سب سے بڑا ستون تھے۔ لیکن کیفا کے موالیوں نے ان کا رتبہ گھٹا دیا۔ صالح ایوب کے موالیوں کا جماعت بحریہ کہلاتی تھی۔ اس نے انہیں اس چھاؤنی میں آباد کیا تھا جو اس نے دریا کے قریب مقیاس کے بالکل مقابل تعمیر کرائی تھی۔ یہ جماعت صالح کی مخلص اور فرمانبردار تھی۔ یہ لوگ ترک اور اقطائی غلام تھے۔ صالح ایوب نے انہیں خرید کر 638 ہجری میں اپنا ایک محافظ دستہ بنایا تھا اور انہیں مملوک بحریہ کہا جاتا تھا۔ ان کا سردار بیبرس تھا۔ "یہ وہ شخص تھا جسے صالح ایوب نے فوج دے کر خوارزمیوں کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا جنھوں نے اس کے چچا صالح اسماعیل حاکم دمشق کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا۔ یہ لوگ پہلے خوارزمیوں میں شامل تھے مگر صالح نے انہیں اپنی طرف مائل کرکے اپنے ساتھ شامل کرلیا تھا اور انہوں نے اس کی فوج کے ساتھ مل کر دمشق کی فوجوں' جن میں فرنگی بھی شامل تھے' پر حملہ کیا تھا اور ان سب کو شکست دی تھی۔ پھر انہوں نے دمشق کا محاصرہ کرکے صالح کی جانب سے اسے فتح کرلیا تھا۔ اس دوران صالح بیبرس سے ناراض ہوگیا تھا لیکن 644 ہجری میں اس نے اسے پناہ دے دی تھی اور وہ مصر آگیا تھا۔ مصر میں اس نے پھر کچھ ایسی حرکتیں کی تھیں کہ صالح نے اسے قید کر دیا تھا مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد اسے پھر رہا کر دیا تھا۔ صالح ایوب کے خاص افراد میں سے قلدون صالحی بھی تھا جو سلطان ملک العادل کے غلام علاؤالدین قرا سنقر کے موالی میں سے تھا۔ اس کا آقا 645 ہجری میں فوت ہوگیا تھا اور ملک صالح نے چند دن کو ولاء (غلامی سے آزاد ہونے کے متعلق) کے حکم کے مطابق اس کا وارث بنا دیا تھا۔ اقطائی جامدار اور ایک ترکمانی وغیرہ بھی ملک صالح کے

Marfat.com

خاص الخاص افراد تھے۔ وہ اس بات سے سخت ناراض ہوگئے کہ توران شاہ ملک المعظم نے اپنے مخصوص افراد کو جو دیار بکر کے قلعہ کیفا کے تھے اور برجی مملوک کہلاتے تھے ان پر مسلط کر دیا تھا اور وہ ان پر حکومت کرتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے علم بغاوت بلند کیا اور توران شاہ کو اس وقت قتل کردیا جبکہ وہ منصورہ سے واپسی پر ایک بحری جہاز میں سوار ہونے لگا تھا۔ کہتے ہیں کہ "اس موقع پر سردار بیبرس تلوار لے کر اس پر حملہ کے لیے دوڑا تو وہ کھڑکی کے ایک برج کی طرف بھاگا۔ انہوں نے برج کو آگ لگا دی تو وہ سمندر کی طرف دوڑا۔ باغیوں نے اس پر تیر چلائے تو وہ سمندر کے پانی میں کود گیا اور تلوار اور پانی کی کشمکش میں وہ ہلاک ہوگیا۔ اس نے صرف دو مہینے مصر پر حکومت کی"۔[۲۱] رنسی مان لکھتا ہے "کہ توران شاہ نے اپنی جان بچانے کے لیے دریائے نیل میں چھلانگ لگانے سے پہلے باغیوں سے رحم کی اپیل کی تھی اور یہ پیشکش کی تھی کہ وہ تخت سے دستبردار ہوکر جزیرہ چلا جائے گا مگر اس کی اپیل کی شنوائی نہ ہوئی۔ جب باغیوں کے تیروں سے وہ ہلاک نہ ہوا تو بیبرس نے خود چھلانگ لگا کر اپنی تلوار سے اسے قتل کردیا۔ تین دن تک اس کی مسخ شدہ لاش بے گوروکفن پڑی رہی"۔[۲۲]

توران شاہ کے قتل کے بعد باغیوں نے ملکہ شجرۃالدر کو تخت پر بٹھایا۔ وہ صالح ایوب کی بیوی اور اس کے فرزند خلیل کی والدہ تھی۔ جو اس کے زندگی ہی میں فوت ہوگیا تھا۔ لہٰذا وہ ام خلیل کے نام سے مشہور تھی۔ جب وہ مصر کی ملکہ بن گئی تو اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جانے لگا اور اس کا نام سکہ پر بھی لکھا ہوا تھا۔ اور سرکاری فرمانوں میں بھی اس کے نام کی علامت شامل ہوگئی۔ لیکن وہ ایک برائے نام ملکہ تھی اصل اقتدار ملوک سپہ سالار معزالدین یا عزالدین ایبک چاشنکیر کے پاس تھا۔ سید امیر علی کے مطابق شجرۃالدر کو خطبہ میں المستعصمہ (بغداد کے عباسی خلیفہ مستعصم کی خادمہ) الصالحہ المسلمین، مدام الملک المنصور الخلیل کہا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے تاریخ میں غلام لشکریوں کی جانب سے بغاوت کرکے اقتدار پر قبضہ کرنے کا یہ کوئی نیا واقعہ نہیں تھا۔ 248 ہجری میں بغداد کے عباسی خلیفہ مستعین کی تخت نشینی اسی طرح ہوئی تھی۔ اس کے بعد کئی عباسی خلیفوں کو ترک لشکریوں نے بلوہ کرکے اقتدار سے معزول کیا اور نیا خلیفہ مقرر کرکے سابقہ کو قید میں ڈلوایا اور پھر مروا دیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب شجرۃالدر کو مصر کی ملکہ بنایا گیا تو

Marfat.com

شام میں خاندان ایوبی کے حکام کو یہ بات سخت ناگوار گزری اس زمانے میں الکرک اور شوبک کا حاکم بدرالدین الصوابی تھا اسے صالح ایوب نے حاکم مقرر کیا تھا۔ اس کے پاس اپنے بھتیجے فتح الدین عمر بن عادل کو قید کر رکھا تھا۔ اس نے مصر کے مذکورہ واقعہ کے پیش نظر فتح الدین کو رہا کردیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس زمانہ میں جمال الدین بن یغمور دمشق کا حاکم تھا اس نے وہاں کے شاہی محل کے امرا کے ساتھ اتفاق کرکے حاکم حلب ناصر کو بلوانے اور اسے دمشق کا بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ناصرالدین دمشق آیا اور وہاں کا بادشاہ ہوگیا۔ اس نے آتے ہی صالح ایوب کے موالیوں کی ایک جماعت کو مقید کردیا۔ رنسی مان کا بیان ہے کہ ”مصر میں مملوک کا انقلاب شام کے مسلمانوں کو بہت ناگوار گزرا جو اس وقت تک ایوبیوں کے وفادار تھے۔ جب توران شاہ کی موت کی خبر شام میں پہنچی تو والی حلب ناصر یوسف نے حمص سے دمشق کی جانب پیش قدمی کی۔ وہ 9 جولائی 1250ء کو دمشق پہنچا تو اس کا سلطان صلاح الدین کے پڑپوتے کی حیثیت سے پرجوش خیرمقدم کیاگیا۔ اس واقعہ کے بعد قاہرہ اور دمشق کے درمیان ایک مرتبہ پھر بڑی شدید عداوت شروع ہوگئی اور دونوں ہی فریق فرنگیوں کی امداد کے خواہاں تھے۔ بادشاہ لوئس مصر سے رہائی پاکر عکا پہنچا ہی تھا کہ ناصر یوسف کا ایلچی اس کے پاس آیا۔ لیکن لوئس نے کوئی وعدہ نہ کیا۔ اگرچہ جنگی حکمت عملی کے نقطہ نظر سے دمشق سے گٹھ جوڑ قابل ترجیح تھا لیکن لوئس کے لیے ان فرنگی قیدیوں کا خیال رکھنا ضروری تھا جو اس وقت تک مصر میں تھے۔“ خاندان ایوبی کے ایک رکن کی جانب سے صلیبی فرنگیوں سے امداد طلبی کا واقعہ اگرچہ عبرتناک تھا لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں یہ کوئی غیرمعمولی واقعہ نہیں تھا۔ قبل ازیں اسی خاندان کے ایک رکن عیسیٰ معظم نے اپنے بھائی کے خلاف عیسائیوں سے گٹھ جوڑ کیا تھا اور اسے اپنے اس فعل میں کوئی غیراسلامی بات نظر نہیں آئی تھی اور اب ناصرالدین یوسف کو بھی یہ احساس نہیں رہا تھا کہ اس نے اسلامی اتحاد و اتفاق کے اصول کے منافی کوئی بات کی ہے۔

جب ناصر یوسف کی بادشاہی کی اطلاع مصر میں پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے ملکہ شجرۃالدر کو معزول کرایا اور موسیٰ اشرف بن مسعود بن الکامل کو بادشاہ مصر مقرر کیا۔ یہ ایک نوعمر لڑکا تھا تاہم اہل مصر نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسے ملک الاشرف کا لقب دیا

Marfat.com

اور ایبک ترکمانی کو اسکا اتابک (نائب) مقرر کیا۔ پھر غزہ میں ترکوں نے بغاوت کر دی اور انہوں نے حاکم الکرک مغیث کی اطاعت کا اعلان کیا۔ اس پر مصر کے ترکوں نے عباسی خلیفہ مستعصم کی اطاعت کا اعلان کیا اور انہوں نے ازسرنو اشرف اور اس کے اتابک کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ حالت دیکھ کر ناصر یوسف دمشق سے مصر پر (1250ء) حملہ آور ہوا۔ مصر کی طرف سے بحریہ جماعت کا سردار اقطائی جامدار، جس کا لقب فارس الدین تھا، مقابلہ پر آیا۔ شام کے مملوک دستے اس کا لشکر دیکھ کر بھاگ گئے۔ ناصر یوسف شکست کھا کر واپس ہوا تو اس نے شام میں بنو ایوب کے جتنے حکام تھے سب کو دمشق میں بلایا۔ اس نے ان سب کو لے کر دوبارہ (1251ء) مصر پر حملہ کیا۔ اس کے مقابلے کے لیے ایبک ترکمانی مصری فوجوں کو لے کر نکلا۔

فریقین کا مقابلہ عباسہ کے مقام پر ہوا۔ اس میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی۔ شام کی فوجیں ان کے تعاقب میں روانہ ہوئیں تو ایبک نے ثابت قدمی کا اظہار کیا۔ اس وقت ناصر کی فوجوں کے کچھ دستے بھاگ کر اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ پھر ایبک نے ناصر کی فوجوں پر زبردست حملہ کیا۔ پانسہ پلٹ گیا ناصر کی فوجیں منتشر ہوگئیں اور انہوں نے شکست کھائی۔ شام کے سپہ سالار لئولئو کو گرفتار کرکے ایبک کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کردیا۔ پھر مصر واپس آگیا اور اس نے بنو ایوب کے افراد کو جن میں صالح اسماعیل والی بعلبک، موسیٰ اشرف والی حمص اور معظم توران شاہ بن صلاح الدین شامل تھے جیل میں ڈال دیا۔" رنسی مان لکھتا ہے کہ "ناصر یوسف نے شکست کھانے کے بعد دوبارہ اپنا ایلچی فرنگیوں کے پاس عکا بھیجا اور اشارہ کیا کہ اگر اس کی مدد کی گئی تو اس امر کا امکان ہے کہ بیت المقدس فرنگیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اس پر شاہ لوئس نے اپنا ایلچی قاہرہ بھیجا اور (معزالدین) ایبک کو متنبہ کیا کہ اگر فرنگی قیدیوں کو جلدی رہا نہ کیا گیا تو وہ (لوئس) دمشق سے گٹھ جوڑ کرلے گا۔ لوئس کا یہ انتباہ مؤثر ثابت ہوا۔ حکومت مصر نے پہلے تو سارے فرنگی امرا کو رہا کر دیا اور پھر 300 مسلمان قیدیوں کے بدلے میں تین ہزار فرنگی قیدی چھوڑ دیے گئے۔ مزید براں ایبک نے بادشاہ لوئس سے دوستی کی تمنا کا اظہار اس طرح کیا کہ اس نے فرنگی قیدیوں کیساتھ بادشاہ کے لیے ایک ہاتھی اور ایک زیبرا تحفے کے طور پر بھیجا۔ اس پر لوئس کا حوصلہ بڑھا اور اس نے مطالبہ کیا کہ مملوک کے پاس جتنے بھی فرنگی

Marfat.com

قیدی ہیں انہیں فدیہ کے بغیر رہا کردیا جائے گا۔ جب ایبک کو یہ پتہ چلا کہ ان ہی دنوں لوئس کا ایک ایلچی دمشق بھی گیا ہوا تھا تو اس نے یہ مطالبہ اس شرط پر تسلیم کرلیا کہ ناصر یوسف کے خلاف فوجی اتحاد کیا جائے۔ ایبک نے مزید وعدہ کیا کہ جب مملوک فلسطین اور دمشق فتح کرلیں گے تو وہ بیت المقدس کی پرانی سلطنت کا سارا علاقہ عیسائیوں کو دے دے گا۔ لوئس مان گیا پھر سارے فرنگی قیدی مارچ 1252ء میں رہا کر دیے گئے"۔[۲۶]

لیکن مملوک اور فرنگیوں کے درمیان اس معاہدے کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ناصر یوسف نے ان دونوں کے درمیانی علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی فوج غزہ بھیجی۔ لوئس یافا سے لڑائی کے لیے نکلا لیکن مملوک مصر سے باہر نہ آئے۔ تقریباً" ایک سال تک شامی اور فرنگی ایک دوسرے کے مقابلے پر پڑاؤ ڈالے رہے مگر کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ اس عرصہ میں لوئس نے یافا کے دفاعی انتظامات کو مستحکم کیا۔ وہ قبل ازیں عکا' حیفہ اور قیساریہ کے دفاع کو مضبوط بنا چکا تھا"۔ 1253ء (651 ہجری) کے اوائل میں ناصر یوسف نے بغداد سے اپیل کی کہ اس کے اور مملوک کے درمیان مصالحت کرائی جائے۔ چونکہ خلیفہ مستعصم منگولوں کے خلاف عالم اسلام کو متحد کرنے کا خواہاں تھا اس لیے اس نے ایبک کو ناصر یوسف کی شرائط منظور کرنے پر رضامند کرلیا۔ شرائط یہ تھیں کہ ایبک مصر کا حکمران رہے گا اور اس کی سلطنت میں شمال میں گلیلی تک اور مشرق میں فلسطین کا علاقہ بھی شامل ہوگا۔ اس معاہدے پر اپریل 1253ء میں دستخط ہوئے اور ایبک نے قبل ازیں فرنگیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اسے فراموش کردیا گیا"۔[۲۷] ابن خلدون کے مطابق دریائے اردن ان دونوں ملکوں کے درمیان حدود مقرر ہوئی۔ اس زمانے میں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مسلم قومیت جغرافیائی سرحدوں سے بالاتر ہے۔

ناصر یوسف کے ساتھ اس معاہدے کے بعد ایبک کے دل میں خودمختار اور مطلق العنان بننے کی تمنا پیدا ہوئی مگر بحریہ جماعت کا سردار اقطائی جامدار اس بارے میں اس کی مخالفت کرتا تھا۔ اور رشک و حسد میں اس کے اختیارات کم کرانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس لیے اس نے (ایبک نے) تین غلاموں کو اس کے قتل کرنے پر مقرر کیا۔ چنانچہ انہوں نے 652 ہجری میں شاہی محل کی کسی گلی میں اس پر اچانک حملہ کرکے قتل کردیا۔ چونکہ بحریہ کی جماعت اقطائی کے دم سے قائم تھی۔ اس لیے وہ منتشر ہوکر ناصر کے پاس دمشق بھاگ

Marfat.com

گئی۔ اب (معزالدین) ایبک خود مختار ہوگیا۔ اس نے موسیٰ اشرف کو بادشاہت سے معزول کیا اور اس کے نام کا خطبہ بھی موقوف کرا دیا اور اس طرح مصر میں ایوبی خاندان کا آخری بادشاہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا۔ ایبک نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور مصر کی سابقہ ملکہ شجرۃالدر (سلطان ایوب کی بیوہ) سے نکاح کرلیا۔ جب بحریہ کی جماعت ناصر کے پاس دمشق پہنچی تو انہوں نے اُسے پھر مصر پر حملہ کرنے پر اکسایا۔ چنانچہ ناصر نے ان کی ترغیب پر غزہ کی جانب کوچ کیا۔ ایبک بھی اپنی فوج لے کر عباسیہ پہنچ گیا۔ مگر دونوں میں لڑائی نہ ہوئی اور قاصدوں کی وساطت سے فریقین میں صلح ہوگئی۔ ان کی مشترکہ سرحد العریش مقرر ہوئی۔ 655 ہجری میں ملکہ شجرۃالدر نے معزالدین ایبک کو اچانک حمام میں قتل کردیا کیونکہ وہ حاکم موصل لئو لئو کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ ارکان سلطنت نے اس کی بجائے اس کے فرزند علی کو منصور کا لقب دے کر بادشاہ مقرر کیا۔ دریں اثنا بحریہ کی جو جماعت 652 ہجری میں مصر سے بھاگ کر دمشق آگئی تھی وہ 655 ہجری میں ناصر یوسف کا ساتھ چھوڑ کر المغیث فتح الدین عمر بن العادل کے پاس الکرک چلی گئی۔ انہوں نے المغیث کو مصر پر قبضہ کرنے پر آمادہ کیا۔ مغیث نے بحریہ کے ساتھ مل کر فوج کشی کی۔ عباسیہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ جس میں مغیث اور بحریہ کو شکست ہوئی۔ مغیث واپس الکرک پہنچا تو ناصر نے دمشق سے اپنی فوجیں بحریہ کے لیے بھیجیں۔ غزہ کے مقام پر فریقین کا مقابلہ ہوا جس میں ناصر کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ 657 ہجری میں ناصر نے خود الکرک پر حملہ کیا۔ اس کے ساتھ حماۃ کا حاکم منصور بن مظفر محمود بھی تھا۔ انہوں نے الکرک کا محاصرہ کرلیا مگر مغیث کی تحریک پر فریقین میں مصالحت ہوگئی۔ اسی سال ناصر نے اپنے وزیر کمال الدین بن العدیم کو امرا مصر کے پاس بھیجا اور تاتاریوں کے مقابلے کے لیے متحد ہونے کی دعوت دی۔ ابن العدیم ابھی مصر ہی میں تھا کہ وہاں کے امرا نے علی ابن معزالدین ایبک کو معزول کر دیا اور وہاں کے نائب حاکم (اتابک قطز) نے اس کی فوج اور اس کے والد کے موالی کو گرفتار کرلیا۔ خود تخت پر بیٹھ گیا۔ اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس نے ان امرا کو بھی گرفتار کرلیا جن کے مقابلے کا اسے اندیشہ تھا۔ کمال الدین بن العدیم نے حاکم دمشق کو، جس نے اسے بھیجا تھا امراء کی رضامندی اور امداد کے وعدہ کا یقین دلایا۔ یہ واقعہ 657 ہجری کا ہے جبکہ ہلاکو خاں بغداد کو تباہ و برباد کرکے خلافت عباسیہ کا نام و نشان مٹا چکا تھا۔

Marfat.com

658 ہجری میں ہلاکو خان کے ہاتھوں شام میں سلطان غازی صلاح الدین ایوبی کی 564 ہجری میں قائم کردہ عظیم الشان سلطنت کا تقریباً" 95 سالہ دور کا خاتمہ ہوگیا۔ اس سے قبل اصفہان سے لے کر لاہور تک سلطان محمود غزنوی کی 388 ہجری میں قائم کردہ عظیم الشان سلطنت 582 ہجری میں غوریوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی تھی۔ اس کی سلطنت کی تباہی کا عمل تقریباً" ڈیڑھ سو سال تک جاری رہا تھا۔ ان دونوں سلطنتوں کے بانی مسلمانوں کی تاریخ میں بہت بڑے ہیرو تصور کیے جاتے ہیں لیکن ان دونوں کی آل اولاد سے شرمناک اور عبرتناک افعال و اعمال سرزد ہوئے۔ خاندان ایوبی کے ارکان نے ایک دوسرے کے خلاف خانہ جنگیوں کے دوران بار بار فرنگیوں سے فوجی اتحاد کرنے کی کوشش کی بلکہ فرنگیوں کو بیت المقدس اور فلسطین پر حملہ کرنے کی دعوت دی انہوں نے اس بیت المقدس کو بار بار صلیبیوں کے حوالے کر دینے کی پیش کش کی جس کی فتح کی بنا پر صلاح الدین کو اتنا بڑا ہیرو تصور کیا جاتا تھا۔ بنو ایوب کی سیاست کا دین اسلام سے عملاً" کوئی تعلق نہیں تھا اسی لیے وہ مسلمانوں کے قبلہ اول کو صلیبیوں کی تحویل میں دینے کی پیشکش کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اسلامی اتحاد و اخوت کی اصطلاح ایک بے معنی اصطلاح تھی جس کی ان کے سیاسی مفاد کے سامنے کوئی اہمیت نہ تھی۔

Marfat.com

باب : 20

خلیفہ مستعصم باللہ

ہلاکو خاں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور خلافت عباسیہ بغداد کا خاتمہ

بغداد کی خلافت عباسیہ' ایران کے تاتاری (منگول) بادشاہ ہلاکو خاں کے ہاتھوں نیست و نابود ہوئی۔ بنی عباس کی یہ خلافت بنی امیہ کی خلافت کے زوال کے بعد 132 ہجری میں قائم ہوئی اور 656 ہجری تک رہی۔ 37 خلیفہ ہوئے۔ اگرچہ یہ خلافت غیرعرب مسلمانوں کی پشت پناہی سے قائم ہوئی اور اس کی فوج بھی زیادہ تر غیرعربوں پر مشتمل تھی تاہم تقریباً" ایک سو سال یعنی 222 ہجری تک عباسی خاندان نے سیاسی تدبر' حیلہ بازی یا مکروفریب کے ذریعے امور سلطنت پر عباسیوں کا غلبہ قائم رکھا۔ اس کے بعد خلیفہ متوکل کے عہد میں عباسیوں کا انحطاط شروع ہوا جبکہ ترک مملوکوں (غلاموں) نے ایوان اقتدار میں غلبہ حاصل کیا اور رفتہ رفتہ مسلمان امراء خودمختار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ خلیفہ کے پاس صرف عراق' فارس اور اھواز کے صوبے رہ گئے اور ان صوبوں کی عنان اقتدار بھی ترکی یا دیلمی امراء کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی۔ 333 ہجری میں خلیفہ مستکفی کا عہد شروع ہوا تو بنی بویہ بغداد پر آکر مسلط ہوگئے۔ اس لیے خلیفہ کا سیاسی نفوذ اور اثر حکومت سے مطلقاً" اٹھ گیا اور اس کی حیثیت صرف ایک خانہ نشین جاگیردار کی رہ گئی تھی۔ یہ دور 447 ہجری تک رہا۔ پھر آل سلجوق کی حکومت قائم ہوگئی۔ جنہوں نے بغداد کو چھوڑ کر اپنا مرکز رے کو قرار دیا۔ لیکن بغداد میں عباسی خلیفہ کی سیاسی حیثیت ویسی ہی رہی جیسی کہ بنی بویہ کے عہد میں تھی۔ آل سلجوق کے زوال کے بعد بغداد کی خلافت پر شام کے بادشاہ سلطان نورالدین زنگی کے خاندان کی بالادستی قائم رہی۔ 564 ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا عروج ہوا تو

Marfat.com

عباسی خلیفہ پہلے سلطان کے زیر سایہ پھر اس کے بعد اس کے خاندان کے ارکان کے زیر سایہ رہے۔ چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں خاندان ایوبی کا زوال شروع ہوا تو خوارزم شاہ سلطان علاؤالدین محمد بن تکش نے عراق کو اپنی سلطنت سے ملحق کر کے عباسی خلیفہ کو اپنا طفیلی بنانے کی کوشش کی مگر 614 ہجری میں وسطی ایشیا پر منگول بادشاہ چنگیز خاں کے حملے کے باعث اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اگرچہ چنگیز خاں کا یہ حملہ ہوس ملک گیری کے تحت ہوا تھا لیکن اس کی اس ہوس میں عباسی خلیفہ ناصر کی ترغیب بھی شامل تھی۔ خلیفہ ناصر کو خوارزم شاہ کی ہوس ملک گیری سے خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ چنگیز خاں کا یہ حملہ تقریباً" دس سال تک جاری رہا۔ جس کے دوران اس نے جنوبی روس سے لے کر ہندوستان میں دریائے سندھ تک کے علاقے کو تہس نہس کردیا۔ یہ حملہ مسلمان سلطنتوں کے لیے اس قدر ہلاکت خیز اور تباہ کن تھا کہ بہت سے فقہاء' علماء اور مؤرخین یہ باور کرنے لگے تھے کہ قیامت آگئی ہے۔ 624 ہجری میں چنگیز خاں کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا اوکتائی خاں جانشین ہوا تو اس نے دوسرے مرتبہ وسطی ایشیا' خراسان' عراق' عجم' آذربائیجان اور دوسرے ممالک اسلامیہ پر حملہ کر کے آگ و خون کے دریا بہا دیئے۔ سلطان جلال الدین خوارزم شاہ اسی حملہ کے دوران 15 شوال 628 ہجری میں مارا گیا۔ اس وقت بغداد کی مسند خلافت پر خلیفہ مستنصرباللہ کو متمکن ہوئے تقریباً" پانچ سال گزر چکے تھے۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کے مارے جانے کے بعد تاتاری طوفان آمد کے علاقے میں پھیل گیا۔ ارزن' میافارقین اور تمام دیار بکر ویران اور برباد کردیئے۔ پانچ دن کے محاصرے کے بعد بزور تیغ شہر اسعرد کو فتح کیا۔ کئی دن تک قتل وعام کا سلسلہ جاری رہا۔ ماردین پر حملہ کیا اہل ماردین نے سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا۔ لوٹ مار کرتے نصیبین پہنچے اطراف نصیبین سے فارغ ہوکر سنجار' خابور' ایدس اور صوبہ خلاط کو بھی غارت کر کے چٹیل میدان کر دیا۔ ان ہی تاتاریوں کا ایک گروہ آذربائیجان سے صوبہ اربل کی طرف قتل وغارت کرتا ہوا بڑھا۔ ترکمان ایوبیہ اور اکراد جو زقان کی طرف سے ہوکر گزرا۔ ان لوگوں نے تاتاریوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا ------ دریں اثنا سلطان جلال الدین کا خوارزمی لشکر متفرق ہوگیا تھا۔ یہ لشکر گرتا پڑتا علاؤالدین کیقباد بادشاہ روم (ایشیائے کوچک) کے پاس پہنچا۔ کیقباد نے انہیں اپنی فوج میں بھرتی کرلیا۔ 634 ہجری میں

Marfat.com

کیقباد نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا غیاث الدین کیخسرو تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اسے ان کی طرف سے شبہ پیدا ہوا۔ اس نے ان کے سردار کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔ جس طرف سے گزرے اور جہاں پہنچے لوٹ لیا۔ بستیوں کو اجاڑ ڈالا۔ اسی حالت پر ایک مدت تک پھرتے رہے۔ اس کے بعد خاندان ایوبی کے صالح نجم الدین بن الکامل نے جو بلاد شرقیہ' حران' کیفا اور آمد کا حاکم تھا' اپنے باپ کی اجازت حاصل کر کے ان لوگوں کو اپنی فوج میں شامل کرلیا"۔[1] 637 ہجری میں جب سلطان صالح ایوب نے مصر و شام کی بادشاہت سنبھالی تو خوارزمیوں نے پورے ملک شام میں فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ ان کی یہ غارت گری چھ سات سال تک جاری رہی۔ تاآنکہ 644 ہجری میں ان کو خاندان ایوبی کے حاکم دمشق علی اھدبانی کے ہاتھوں فیصلہ کن شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد خوارزمی تاتاریوں کے پاس پہنچ کر ان کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ اس طرح شام میں ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ یہ خوارزمی مذہبا" مسلمان تھے لیکن انہیں اسلام دشمن تاتاریوں کی فوج میں شامل ہونے میں کوئی عار نہیں تھا کیونکہ اور بھی بہت سے مسلمان ان کے لشکر میں شامل تھے اور تاتاریوں کے باجگزار مسلم سلاطین بھی انہیں حسب ضرورت فوجی امداد مہیا کرتے تھے۔ جب خوارزمی تاتاریوں کے پاس پہنچے تھے۔ اس وقت ان کا بادشاہ قیوق کیک بن اوکتائی تھا۔ چنگیز خاں کے جانشین اوکتائی کا انتقال 639 ہجری میں ہوگیا تھا۔ اس کے بعد اس کی بیوی ترکنہ نے فرمانروائی کی۔ لیکن جب اس عورت کی کم عقلی و بے تدبیری کے باعث تاتاری اقتدار میں زوال کے آثار نظر آنے لگے تو تاتاری سرداروں نے 644 ہجری (1246ء) میں اوکتائی کے بیٹے کیک یا کیوبک یا قیوق کو تخت نشین کردیا۔ اس کے برسراقتدار آنے سے پہلے تاتاریوں نے بلاد روم (ایشیائے کوچک) کو غیاث الدین کیخسرو کے قبضے سے نکال لیا تھا۔ اسکے بعد انہوں نے بلاد ارنیہ برباد کر کے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد غیاث الدین نے تاتاریوں سے امان طلب کی تھی۔ انہوں نے اسے پناہ دی اور اپنی طرف سے اسے بلاد روم پر مقرر کردیا تھا۔ چنانچہ یہ ان کی ماتحتی و اطاعت میں بلاد روم پر حکومت کرنے لگا تھا"۔[2]

معتبر بیان یہ ہے کہ کیک تخت نشین ہوا تو اس نے چین' ایران' ہندوستان' خراسان اور عراق کی جانب لشکر بھیجے۔ اس نے سپہ سالار خقیا نوئین کو دوسری مرتبہ طخارستان'

Marfat.com

ختلان اور غزنہ کی جانب لشکر دے کر بھیجا۔ چین اور ایران میں اس کی یہ جنگی مہمات جاری تھیں کہ بغداد میں عباسی خلیفہ مستنصر کا 10 جماوی الثانی 640 ہجری (1242ء) کو انتقال ہوگیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا عبداللہ مسند خلافت پر متمکن ہوا اور المستعصم باللہ کا لقب اختیار کیا۔ "مویدالدین ابن علقمی رافضی اس کا وزیر تھا۔ اس کے ناقابلیت سے دارالخلافت بغداد میں شیعہ' اہل سنت و الجماعت' حنابلہ اور کل اہل مذہب میں آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ اوباشوں' جرائم پیشہ اور فتنہ پردازوں میں آئے دن ایک نہ ایک فساد برپا رہتا تھا۔ کوئی فتنہ و فساد مابین ملوک اور اراکین دولت ایسا نہیں ہوتا تھا۔ جس میں وہ لوگ حصہ نہ لیتے رہے ہوں۔ خلیفہ مستعصم کی خود نہایت تنگی سے بسر ہورہی تھی۔ افسران فوج کو تخفیف کردیا تھا۔ باقی ماندہ کی تنخواہیں یوں ادا کی جاتی تھیں کہ کبھی کوئی چیز فروخت کردی اور کبھی ان کو کسی بازار کا محصول وصول کرنے کو کہہ دیا جاتا۔ غرض امراء لشکر اور نیز خلافت ماب کی بدقت اوقات گزاری ہوتی تھی۔ اتفاق سے ان ہی دنوں دارالخلافت بغداد میں آتش فساد مشتعل ہوگئی۔ شیعہ' سنی باہم دست و گریبان ہوگئے کہ شیعوں کا مسکن غربی بغداد مقام کرخ میں تھا اور وزیر ابن علقمی (ابن خلدون نے اس کا نام مویدالدین لکھا ہے لیکن بعض دوسرے مئورخین اس کا نام بدرالدین بن عبدالملک علقمی لکھتے ہیں) اس گروہ کا ایک ممتاز رکن تھا۔ ان لوگوں نے اہل سنت و الجماعت پر ظلم و تعدی کی۔ خلیفہ مستعصم نے اپنے بیٹے بوبکر اور رکن الدین دوات دار (چیف سیکرٹری) کو شیعوں کی سرکوبی کو روانہ کیا اور شیعان کرخ کے مکانات لوٹ لینے کا حکم دیا۔ اس معاملہ میں خلیفہ نے ابن علقمی کا کچھ لحاظ اور پاس نہ کیا۔ ابن علقمی کو یہ امر ناگوار گزرا موقع اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ بہ حکمت عملی لشکر کے بہت بڑے حصے کو موقوف کردیا اور خلیفہ پر یہ ظاہر کیا کہ فوجیں تاتاریوں کے مقابلہ پر بھیجی گئی ہیں اور علاوہ اس کے دارالخلافہ بغداد میں رہنے سے ادائیگی تنخواہ میں بھی دقت ہوتی ہے"۔[۳]

جب بغداد میں یہ صورتحال تھی اس وقت تاتاریوں کے بادشاہ کیک کا انتقال ((646 ہجری 1248ء) ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ اسکا چچا زاد بھائی منکو خاں ابن طولی تخت پر بیٹھا تھا۔ طولی خاں کے چار بیٹے تھے۔ ایک منکو خاں دوسرا ہلاؤ (جو ہلاکو خاں کے نام سے مشہور ہوا) تیسرا ارق بوقہ اور چوتھا قبلائی خاں۔ منکو خاں نے عنان حکومت سنبھالی تو اس نے اپنے

Marfat.com

ایک بھائی ہلاکو خاں کو ایران و عجم کی سلطنت دے دی تھی۔ دوسرے بھائی قبلائی خاں کو قبائل ترکستان کا رئیس بنا دیا تھا۔ اور تیسرے بھائی ارق بوقہ کو ممالک طمقاچ کی ولایت سونپ دی تھی۔ اور بہت سا لشکر جمع کر کے چین پر حملہ کیا تھا۔ غالباً" صوبہ شستی میں لڑائی ہوئی تھی اور منکو خاں نے بڑی مشکل سے فتح پائی تھی اس طرح اس نے چین و ترکستان میں امن و امان بحال کیا تھا۔ پھر اس نے قہستان کی جانب لشکر کشی کی تھی اور باطنیوں کے قلعوں اور شہروں پر قبضہ کرلیا تھا۔ منکو نے تقریباً" نو سال حکومت کی تھی اور وہ 655 ہجری (1257ء) میں وفات پا گیا تھا۔ منکو خاں کی وفات سے قبل 654 ہجری 1256ء میں ہلاکو خاں ایران میں اپنی سلطنت مستحکم کرچکا تھا۔ اس نے خراسان میں باد نموس کو اپنا مرکز بنایا تھا اور ترکستان' ختلان' طالقان' قندز' غور' خراسان' ہرات اور گرم سیر کے لشکر اس کی فرمانبرداری میں تھے۔ ہلاکو خاں نے ایران و عجم کے فرمانروا کی حیثیت سے سب سے پہلے اصفہان فتح کیا۔ منہاج سراج کے بیان کے مطابق "قبل ازیں اہل اصفہان ایک قاضی کی قیادت میں تقریباً" پندرہ سال تک تاتاریوں سے لڑتے رہے تھے۔ مگر یہ شہر تاتاریوں کے قبضہ میں نہیں آیا تھا۔ اب ہلاکو خاں نے یہ شہر اس طرح فتح کیا کہ "مرتدوں کے ایک گروہ نے ایک آدمی کو چکمہ دیا اور اس سے کہا۔ ضروری ہے کہ قاضی کو مار دیا جائے کیونکہ وہی شہر کی حفاظت کا فتنہ اٹھانے کا ذمہ دار ہے۔ قاضی شہید ہوگیا تو شہر بھی قبضہ میں آگیا"[4]۔ پھر 655 ہجری (1257ء) میں عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کا ایک سپہ سالار جس کا نام سلیمان شاہ تھا۔ حکومت بغداد کے حکم سے عراق آیا آذربائیجان اور عراق میں تاتاریوں کے جو لشکر تھے انہیں شکست دی۔ تاتاریوں نے سلیمان شاہ اور لشکر بغداد کے مقابلے کی ہمت اپنے آپ میں نہ دیکھی تو انہوں نے تیز رفتار قاصد ہلاکو خاں کے پاس خراسان بھیجے اور اس سے کمک مانگی۔ ہلاکو خاں نے خراسان کا لشکر تیار کیا جس میں تاتاری بھی تھے اور دوسرے لوگ (مسلمان) بھی۔ یوں وہ عراق کا مصمم ارادہ کر کے ادھر روانہ ہوگیا۔ جب ہلاکو عراق کی طرف گیا تو موصل کے امیر ملک بدرالدین لئولئو نے کافروں کی طرف سے نگران منظور کرلیا۔ اتابک ابوبکر والی فارس پہلے ہی نگران منظور کرچکا تھا اور اس نے خراج دینے کا بھی اقرار کرلیا تھا۔ ان دونوں (مسلمانوں) کی طرف سے تاتاریوں کے لیے فوجی امداد آگئی۔ غرض تاتاری لشکر عراق میں ہلاکو کے پاس جمع ہوگیا اور اس نے بغداد کا رخ کیا"[5]۔ منہاج

Marfat.com

سراج کے بیان کے مطابق اس وقت تک حاجب براق خطائی کے بھائی گورشید والی کرمان نے بھی تاتاریوں سے صلح کرلی ہوئی تھی اور وہ بھی ہر سال انہیں مقررہ رقم ادا کرتا تھا۔ اس طرح کابل' غزنہ اور زابلستان کے حاکم ملک سیف الدین نے بھی تاتاریوں کی باجگزاری قبول کرلی تھی۔ یہ سب والیان اتابک سنی العقیدہ تھے اور ہلاکو کی فوج میں جو مسلمان تھے وہ بھی بیشتر سنی تھے۔

(لیکن اس کے باوجود بیشتر سنی العقیدہ مسلم مورخین بغداد پر ہلاکو خاں کے حملے کی ساری ذمہ داری خلیفہ مستعصم کے شیعہ وزیر ابن علقمی پر عائد کرتے ہیں۔ ان مورخین کے بیانات میں مذہبی مناظرہ کا رنگ غالب ہے۔ چونکہ مورخین تاریخی عمل کے قوانین کو نظرانداز کرتے ہیں اس لیے یہ بغداد پر حملہ کے لیے صرف اور صرف اہل تشیع اور ان کے قائد ابن علقمی کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ''جب ہلاکو خاں نے 655 ہجری میں باطنیوں کے قلعہ موت پر چڑھائی کی تو اثنا راہ میں اسے ابن موصلایا والی اربل کا خط ملا جس میں ابن علقمی وزیر خلیفہ مستعصم کا خط بھی ملفوف تھا۔ ابن علقمی نے ہلاکو کو دارالخلافت بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی[6]''۔ اس زمانے میں شیعہ سنی تضاد کی شدت کے پیش نظر ابن علقمی کی جانب سے ہلاکو کے نام اس قسم کا خط بعید از امکان نہیں تھا۔ لیکن کسی مسلمان کی جانب سے تاتاریوں کو حملہ کی دعوت دینے کا یہ واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔ قبل ازیں 614 ہجری میں عباسی خلیفہ ناصر نے (جو سنی العقیدہ تھا) سلطان جلال الدین خوارزم شاہ (جو سنی العقیدہ تھا) کے خلاف چنگیز خاں کو حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ ایران کے مشہور شہر رے (جہاں آج کل تہران واقع ہے) میں شافیعوں نے تاتاریوں کو دعوت دی تھی کہ وہ حنفیوں کا قتل عام کر دیں۔ اسی طرح قم میں شیعوں نے اس شرط پر شہر تاتاریوں کے حوالے کردیا تھا کہ سینوں کو ختم کردیا جائے۔ سمرقند کا شہر سنی العقیدہ قاضی اور علما نے تاتاریوں کے حوالے کیا تھا۔ جبکہ مسلمان اہل فوج لڑائی پر مصر تھے۔ کہتے ہیں کہ ''شہر کے محاصرے کے پانچویں دن قاضی شہر اور دوسرے علماء یکایک شہر سے باہر نکل کر چنگیز خاں کے پاس پہنچ گئے تھے حالانکہ لڑائی جاری تھی۔ چنگیز خاں نے ان سے اچھا برتاؤ کیا۔ وہ واپس آگئے۔ قرارداد کے مطابق ان اصحاب نے عیدگاہ کا دروازہ کھول دیا اور تاتاری شہر میں داخل ہوگئے۔ پچاس ہزار اہل شہر کو شہید کیا۔'' ماردین

Marfat.com

کے قاضی شمس الدین نے جو سنی العقیدہ تھا منکو خاں کو بڑے زوردار الفاظ میں باطنیوں پر حملہ کرنے پر اکسایا تھا۔ قاضی کی دلیل یہ تھی کہ "ان کا دین نصرانیوں کے دین کے بھی خلاف ہے۔ اور مسلمانوں اور تاتاریوں کے دین کے بھی خلاف ہے۔ یہ بات منکو کے دل میں پیوست ہوگئی۔ اسے طیش آیا اور اس نے قہستان کے باطنی شہروں اور الموت کے قلعوں کی بربادی کا فرمان صادر کردیا۔ چنانچہ اس فرمان کے مطابق ایران و عجم میں تاتاریوں کے جتنے لشکر تھے وہ خراسان اور عراق و عجم سے قہستان اور الموت کی جانب متوجہ ہوگئے۔ دس سال کی مدت میں تمام شہر اور قلعے فتح کرلیے گئے۔ اور تمام باطنیوں کو تہہ تیغ کیا گیا"۔ تاہم ابن خلدون بالا صرار یہ الزام عائد کرتا ہے کہ "صرف ابن علقمی کی ترغیب پر ہلاکو نے بلاد اسماعیلیہ (باطنیہ) سے مراجعت کرکے بغداد کا قصد کیا اور امراء تاتار کو چاروں طرف سے بغداد پر حملہ کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔ وہ لوگ بھی بطور مقدمتہ الجیش بلاد روم کی طرف سے آنے لگے"۔ ابن خلدون یہاں یہ ذکر نہیں کرتا ہے کہ عباسی خلیفہ مستعصم نے 655 ہجری میں اپنے ترکمان سپہ سالار سلیمان شاہ (جو سنی العقیدہ تھا) کو عراق اور آذربائیجان میں تاتاریوں سے لڑائی کے لیے بھیجا تھا اور وہاں کے تاتاریوں کی امدادی پکار پر ہلاکو خاں نے بغداد کی طرف رخ کیا تھا۔ اور وہ یہ بھی نہیں بتاتا کہ موصل، فارس اور بعض دوسرے علاقوں کے باجگزار مسلم سلاطین کی فوجیں ہلاکو خاں کے لشکر میں شامل تھیں۔

ابن خلدون کا مزید بیان یہ ہے کہ "جس وقت بغداد کے قریب تاتاری لشکر پہنچا ایبک دوات دار مقابلے پر آیا۔ پہلے حملے میں تاتاری لشکر کو شکست ہوئی۔ تاتاریوں نے دوبارہ حملہ کیا۔ اس حملہ میں میدان جنگ تاتاریوں کے ہاتھ رہا۔ عساکر اسلامیہ نے بغداد کی طرف مراجعت کی۔ مگر ان کے آنے سے پیشتر تاتاریوں نے بغداد کا راستہ روک لیا تھا۔ یا یہ کہ دجلے کا بند ٹوٹ جانے سے بغداد کے اردگرد پانی پھیل گیا تھا جس سے لشکر اسلام بغداد میں داخل نہ ہو سکا۔ تاتاریوں نے تعاقب کرکے اسلامی فوج کو جی کھول کر پامال کیا۔ دوات دار مارا گیا اور امراء جو اس کے ہمرکاب تھے قید کرلیے گئے۔ ہلاکو نے بغداد میں پڑاؤ کردیا۔ وزیر ابن علقمی شہر سے نکل کر ہلاکو کے پاس آیا۔ اپنی ذات خاص کے لیے امان حاصل کی اور واپس جاکر خلافت ماب سے یہ ظاہر کیا کہ میں نے آپ کے لیے بھی امان

Marfat.com

حاصل کرلی ہے۔ آپ ہلاکو کے پاس چلئے۔ وہ آپ کو بدستور خلافت و حکومت پر قائم رکھے گا۔ جیساکہ بلاد روم میں بادشاہ روم (غیاث الدین کیخرو) کو قائم رکھا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مستعصم فقہا اور امراء کے ہمراہ شہر سے باہر آیا۔ اسی وقت اس کے تمام ساتھیوں کو پکڑ کر مار ڈالا گیا۔ پھر خلیفہ مستعصم کو بھی قتل کر دیا گیا۔ خلیفہ مستعصم گھسٹتا ہوا پامال ہوگیا۔ ابن علقمی نے خلیفہ کی نعش کو پاؤں سے کچلا اس زعم سے کہ میں اہل بیت رسالت کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں۔ یہ واقعہ 656 ہجری کا ہے۔ اس کے بعد ہلاکو سوار ہوکر بغداد میں داخل ہوا۔ عام خونریزی کا حکم دے دیا۔ ایک مدت تک غارت گری اور قتل عام کا بازار گرم رہا۔ عورتیں اور لڑکے سروں پر قرآن لیے ہوئے گھروں سے واویلا کا شور مچاتے ہوئے نکلے۔ جن کو تاتاریوں نے فوراً صفحہ ہستی سے نیست و نابود کردیا۔ کہتے ہیں کہ جس دن ہلاکو خاں بغداد میں داخل ہوا۔ تقریباً سولہ لاکھ (شہر کی کل آبادی اندازاً بیس لاکھ تھی) مسلمان مارے گئے تھے۔ تاتاریوں نے محل سرائے خلافت اور خزمنوں پر قبضہ کرلیا۔ اس قدر مال و اسباب لوٹا گیا کہ اس کا احاطہ تحریر و شمار سے باہر ہے۔ علمی ذخائر جو شاہی کتب خانے میں تھے دجلہ میں پھینک دیئے گئے۔ یہ ایسی زیادتی ہوئی جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اگرچہ اور قوموں کا یہ زعم ہے کہ اس کی بعینہ نظیر ہے جو مسلمانوں نے شروع زمانہ فتوحات میں اہل فارس کے علوم اور کتابوں کے ساتھ کیا تھا۔ غرض اس عام خونریزی سے ہلاکو نے فارغ ہوکر شاہی محل سرائے میں آگ لگا دینے کا قصد کیا اس کے اراکین دولت نے اس کی مخالفت کی"[1]۔ ابن خلدون نے کتابوں کے اتلاف کے بارے میں دوسری قوموں کے زعم کا جو ذکر کیا ہے اس کی تائید وہ خود اپنے مقدمہ میں کرتا ہے وہ لکھتا ہے "ظہور اسلام کے بعد جب فارس فتح ہوا اور اس میں کتب خانے دستیاب ہوئے تو حضرت سعد ابن ابی وقاص نے حضرت عمر بن الخطاب کو لکھا کہ ان کے بارے میں کیا کیا جائے۔ اگر اجازت ہو تو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپ نے فرمان صادر فرمایا کہ ان کو دریا برد کر دو۔ کیونکہ اگر ان میں ہدایت ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو سب سے بالاتر ہدایت مل چکی ہے اور اگر ان میں گمراہی ہے تو اس کے ہم حاجت مند نہیں۔ لہٰذا تعمیل حکم میں کچھ کتابوں کو دریا برد کیا گیا اور کچھ کو نذر آتش کیا اور یوں پارسی علوم و فنون کا ذخیرہ مٹ گیا اور ہم تک نہ پہنچ سکا"[10]۔

Marfat.com

جلال الدین سیوطی بتاتا ہے کہ "10 محرم 657 ہجری کو تاتار وباء کی طرح دو لاکھ کی جمعیت لیکر بسر کردگی ہلاکو خاں بغداد میں پہنچے۔ خلیفہ کی فوج نے بھی ان کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ نمک حرام علقمی وزیر نے خلیفہ مستعصم کو ان کے ساتھ صلح کرلینے کی رائے دی اور کہا کہ آپ سپہ سالار سے چل کر ملئے۔ میں صلح کرا دوں گا۔ خود تاتاریوں کے پاس جاکر اور ان سے اپنے لیے امان لے کر عہدوپیمان کرکے پھر خلیفہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ تاتاریوں کا بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی آپ کے صاحبزادے امیر ابوبکر کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اور آپ کو اسی طرح منصب خلافت پر قائم رکھنا چاہتا ہے۔ جس طرح آپ کو شاہ روم نے اپنی سلطنت میں رکھا اور جس طرح آپ کے بزرگ سلاطین سلجوق کے زمانے میں تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی فوج لیکر واپس چلا جائے گا۔ پس آپ اس کو بخوشی منظور کرلیجئے کیونکہ اس ترکیب سے مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے۔ الغرض خلیفہ اپنے اہلیان سلطنت اور فقہاء کو ساتھ لے کر نکلا اور باہر ایک خیمہ میں جا اترا۔ وزیر نے جاکر پہلے فقہاء اور امراء کو بلوایا تاکہ شرائط صلح طے کرلیں۔ مگر جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو سب کی گردنیں مار دی گئیں۔ اسی طرح آہستہ آہستہ خلیفہ کے سب ہمراہیوں کو بلا کر قتل کردیا گیا۔ بعدازاں دریائے دجلہ کو عبور کرکے بغداد میں قتل عام شروع کیا۔ جو تقریباً" چالیس روز تک ہوتا رہا۔ لاکھوں آدمی قتل ہوئے۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ جو لوگ کنوؤں اور ایسی ہی اور پوشیدہ جگہوں میں جا چھپے تھے۔ وہی بچے۔ باقی سب تہہ تیغ ہوئے۔ بے چارے خلیفہ کو لاتیں مار مار کر قتل کردیا۔ ذہبی لکھتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ بے چارے مستعصم کو دفن ہونا بھی نصیب نہیں ہوا اور اس کے ساتھ اس کی اولاد اور دیگر رشتہ دار بھی قتل ہوئے اور بعض قید ہوئے۔ فتنہ تاتار ایسا تھا کہ اسلام کو اس سے پہلے کبھی ایسے فتنے سے سابقہ نہیں پڑا۔ وزیر بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ بلکہ وہ بھی تاتاریوں کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہوا اور اس کے بعد جلدی ہی فی النار ہوا۔ شعراء نے بغداد اور وہاں کے باشندوں کے خوب مرثیے لکھے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

"ہمارے مولانا وزیر کے سبب بغداد مع اپنے باشندوں کے تباہ و ہلاک ہوگیا ہے اور اب ان کے گھر ویران پڑے ہیں۔

"جب ہلاکو خاں خلیفہ اور اہل بغداد کے قتل سے فارغ ہوا تو اس نے اپنے نائب

Marfat.com

عراق پر مقرر کیے۔ ابن علقمی نے انہیں ہزار طرح سے سمجھایا کہ کوئی علوی خلیفہ مقرر کیا جائے۔ مگر اس نے نہ مانا بلکہ اسے باہر نکال دیا۔ آخر ادنیٰ غلاموں کی طرح اسکے ساتھ رہااور اسی صدمہ میں مرگیا۔ خدا اس پر رحم نہ کرے اور اس کے گناہ نہ بخشے[11]" مولانا غلام رسول مہر کی تحقیق یہ ہے کہ "بدرالدین بن عبدالملک علقمی' خلیفہ مستعصم کی مسند نشینی کے وقت سے اکثر لوگوں کو شبہ تھا کہ علقمی مستعصم کی مسند نشینی کے خلاف ہے۔ مگر خود خلیفہ کی رائے یہ نہ تھی۔ علقمی کو غالباً" 642 ہجری (45-1244ء) میں وزیر بنایا گیا۔ وہ بڑا قابل فاضل' شاعر' ادیب اور فصیح البیان مقرر تھا۔ انتظامی معاملات میں مشاق تھا۔ ساتھ ہی فیاض تھا۔ اس نے خلیفہ کے سوا لاکھ سواروں کو یہ کہہ کر گھٹانا شروع کیا کہ اس طرح بڑی بچت ہوگی۔ یہی امر خلافت اور خلیفہ کی بربادی کا باعث ہوا"[12]۔ لیکن مولانا مہر نے بھی ابن خلدون اور جلال الدین سیوطی کی طرح یہ نہیں بتایا کہ بغداد کی تباہی کے موقع پر ہلاکو خاں کی فوج میں موصل' فارس اور بعض دوسرے علاقوں کے باجگزار مسلمان سلاطین کی مسلمان فوجیں شامل تھیں اور ہلاکو خاں کے سب کے سب مسلمان حلیف سنی العقیدہ تھے۔ دراصل اس میں ابن خلدون' جلال الدین سیوطی' مولانا غلام رسول مہراور اسی قسم کے دوسرے سنی اور شیعہ مؤرخین و علماء کا کوئی قصور نہیں۔ مذہبی عصبیت بہت ہی بری بلا ہے۔ یہ تاریخ کے کسی طالب علم کو فرقہ وارانہ تعصب سے بالاتر ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ ابن خلدون نے اپنے مشہور عالم مقدمہ میں تاریخی عمل کے بیان میں اپنے بیان کردہ ان اصولوں کی خود پاسداری نہیں کی۔ تاریخ کی عمارت نہ کسی ایک شخص کے بنانے سے بنتی ہے اور نہ ہی کسی ایک شخص سے مسمار ہوتی ہے۔ اس عمارت کی تعمیرو تخریب میں بہت سے عوامل کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

مؤرخ منہاج سراج بغداد کی تباہی کے موقع پر زندہ تھا۔ وہ اس موقع پر ہندوستان میں مقیم تھا۔ اس کی معلومات یہ تھیں کہ "امیرالمومنین مستعصم باللہ کا وزیر جس کا نام احمد العلقمی تھا اس وزیر اور امیرالمومنین کے فرزند کلاں امیر ابوبکر کے درمیان دشمنی تھی کیونکہ امیر ابوبکر نے کرخ اور مشہد امام موسیٰ بن جعفر (اللہ ان دونوں سے راضی ہو) پر حملہ کیا تھا۔ وہاں کے شیعوں کو لوٹا تھا اور بعض کو قتل بھی کر دیا تھا۔ اس واقعے کے انتقام میں بغداد کے وزیر نے امیرالمومنین کی مخالفت کا عزم کرلیا اور خفیہ خط لکھ کر ہلاکو کے پاس

Marfat.com

بھیجے۔ اس سے سازباز کرلی اور پیش قدمی کی استدعا کی۔ ساتھ ہی عراق کے لشکروں کو بغداد سے مختلف اطراف میں بھیج دیا۔ امیرالمومنین کے سامنے یہ معاملہ یوں پیش کیا کہ تاتاریوں سے صلح ہو چکی ہے اور لشکر کی کچھ ضرورت نہیں۔ غرض بغداد لشکروں سے خالی ہوگیا۔ تو اچانک تاتاری کافر مرکز خلافت کے قرب و جوار میں آپہنچے۔ تاتاریوں نے موصل کو رئیس ملک بدرالدین لٹولنو سے بزور تیغ چھین لیا تھا۔ (یہی مؤرخ صرف دو پیراگراف پہلے لکھتا ہے کہ بدرالدین لٹولنو نے اپنی مملکت میں تاتاریوں کی جانب سے نگران کا تقرر منظور کرلیا تھا۔ اس نے انہیں نہ صرف سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا تھا بلکہ انہیں فوجی امداد دی تھی) اور بغداد کے نیچے بھی ایک پل بنا لیا تھا۔ اس طرح انہوں نے دریائے دجلہ عبور کرلیا۔ قلعہ تکریت بہت مستحکم تھا۔ وہاں کے نمازی قلعہ سے باہر نکلے اور پل جلا دیا۔ دوسرے دن تاتاریوں نے پل دوبارہ درست کرلیا۔ اور مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ خلیفہ کے بیٹے ابوبکر اور امیر علم سلیمان شاہ ابوائی ترکمان جو تیس سال سے تاتاریوں کے خلاف شمشیر بکف لڑ رہا تھا اور جس نے سنت کے مطابق جہاد کیے تھے۔ دونوں نے اکٹھے ہوکر چند مرتبہ تاتاریوں پر یورشیں کیں اور انہیں شکست دی۔ ایک مرتبہ تو وہ تاتاریوں کے تعاقب میں حدود بغداد سے اصفہان تک جاپہنچے اور بہت سے تاتاریوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ امیر علم سلیمان شاہ ابوائی ترکمان قبائل انبوہ کا ملک تھا۔ جو ترکمانوں کا ایک گروہ ہے۔ مستعدی' دلاوری اور جنگ جوئی میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں۔ وہ خلیفہ کی فوج کا دایاں بازو تھے۔ جب سے جرماغون عراق آیا تھا سلیمان شاہ تیس سال سے اس طرح لڑتا رہا کہ زمانہ جاہلیت میں رستم و دستان' زمانہ اسلام میں حضرت علی اس طرح لڑے تھے[11]"۔ گویا خلیفہ بغداد اور تاتاریوں کے مابین خونریز کشکش گزشتہ تیس سال سے جاری تھی۔ ہلاکو خاں نے محض علقمی کی ترغیب پر یکایک بغداد پر حملہ کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ایران اور عراق عجم پر تسلط جمانے کے بعد اس کی بغداد کی طرف پیش قدمی میں کوئی غیر متوقع بات نہیں تھی۔ ابن علقمی کے ساتھ سازش اس کی جنگی تدبیر کا ایک اہم جزو تھا۔ اگر اس نے بغداد میں شیعہ سنی تضادات سے فائدہ اٹھایا تو اس میں اچنبھے کی کونسی بات تھی؟ ایران کے شہر رے میں چنگیزخاں نے شافعیوں اور حنفیوں کے تضاد سے فائدہ اٹھایا تھا۔ محمد بن قاسم نے سندھ کے راجہ داہر اور مقامی بدھ راجاؤں کے درمیان تضاد سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اسی طرح طارق

Marfat.com

بن زیاد نے عیسائی والی بستہ اور راڈرک بادشاہ اسپین کے مابین تضاد سے فائدہ اٹھایا۔ تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھرپور ہے۔

منہاج سراج مزید لکھتا ہے کہ "جب ہلاکو ایک مرتبہ شکست کھا چکا تو اس نے دوسری مرتبہ خراسان' عراق کے تمام سوار اور پیادے جمع کرلیے۔ ان میں کافر تاتاری بھی تھے۔ وہ مسلمان بھی جو تاتاریوں کے ساتھی بن گئے تھے اور قیدی بھی تھے۔ (منہاج سراج نے یہ نہیں لکھا کہ یہ مسلمان شیعہ تھے یا سنی تھے) اس انبوہ کثیر کے ساتھ ہلاکو نے وزیر کی استدعا پر بغداد کا قصد کرلیا۔ مدینتہ السلام (بغداد) میں جو فوج تھی اسے وزیر رخصت کرچکا تھا۔ کیونکہ سرکشی اور دین سے انحراف اس کی طبیعت میں پیوست ہوچکا تھا۔ بغداد کے نصرانی بھی خفیہ خفیہ ہلاکو کے دوست بن چکے تھے اور انہوں نے بھی ہلاکو کو خط بھیجے تھے اور کہا تھا کہ فوج لے کر آجائے۔ خلیفہ کے غلاموں اور سرداروں کو (جن کا لقب سلاطین تھا) وزیر کی حیلہ گری اور مکاری کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ تو انہوں نے وزیر کا خط بھی پکڑ لیا تھا۔ جو اس نے ہلاکو کے نام لکھا تھا اور وہ خط خلیفہ کو دکھا بھی دیا تھا۔ اس سے واضح ہورہا تھا کہ تاتاری کیوں بغداد کا قصد کیے بیٹھے تھے۔ اسی طرح سلطان مجاہدالدین ایبک سردوات دار (چیف سیکرٹری) اور وزیر کے درمیان بھی مخالفت اور کشمکش تھی۔ سردوات دار کو یہ بھی معلوم تھا کہ وزیر رافضیوں کے مارے جانے کے باعث خلیفہ کے فرزند امیر ابوبکر کا مخالف ہے۔ چنانچہ اس نے (سردوات دار نے) یہ حالات امیرالمومنین خلیفہ تک پہنچائے۔ وزیر کو سردوات دار کے اس اقدام کا علم ہوا تو اس نے خلیفہ کو بتایا کہ سردوات دار آپ کو خلافت سے معزول کرکے امیر ابوبکر کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ (عجیب بات یہ ہے کہ) خلیفہ کو دونوں فریقوں کی کوششوں کا علم ہوگیا تو وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی فریق کی بات پر کان دھرتا ہی نہ تھا۔ جب امیروں اور سرداروں نے وزیر کے وہ خطوط خلیفہ کو دکھائے جو اس نے ہلاکو کے نام لکھے تھے۔ (اور وزیر سے جواب طلب کیا گیا) تو اس نے بے تکلفی سے کہہ دیا کہ سردوات دار کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ وزیر ایسے خط کیونکر لکھ سکتا ہے؟ اس جواب سے تمام امیر اور سردار افسردہ ہوگئے[14]" منہاج سراج کا مترجم مولانا مہر خلیفہ مستعصم کی اس عجیب و غریب روش پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "بغداد کی تباہی مسلمانوں کے لیے بہت بڑی مصیبت تھی۔ علقمی وزیر کی خیانت اور غداری

Marfat.com

کا ایک ایک پہلو آشکارا ہو چکا تھا۔ لیکن خلیفہ مستعصم باللہ نے اس دور میں جو طریقہ اختیار کیا وہ تو سینکڑوں خیانتوں اور غداریوں سے زیادہ رنج افزا اور دل آویز تھا۔ سچ ہے قدرت کو جو کچھ منظور ہوتا ہے اس کے لیے ہر قسم کے سامان خودبخود جمع ہو جاتے ہیں۔"
گویا مولانا مہر تاریخ کے عمل کی بنیاد بھی صرف منشائے قدرت پر رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی منشائے الٰہی کے عین مطابق تھی۔

منہاج سراج لکھتا ہے کہ "آخر جب ہلاکو بغداد سے صرف دس فرلانگ پر رہ گیا تو سلیمان شاہ امیر علم' ملک عزالدین بن فتح الدین کرد (جو دارالخلافہ بغداد کا پہلوان تھا) اور لشکر خلافت کے دائیں بازو کا علم دار وہی تھا۔ اس نے سلطان مجاہد الدین ایبک سردوانی سے مشورہ کیا کہ مہلت ہاتھ سے نکلی جارہی ہے۔ زبردست دشمن نزدیک آگیا ہے۔ وزیر نے دشمنوں سے سازباز کررکھی ہے امیرالمومنین سے کہنا چاہیے کافروں کے انسداد کی کوئی تدبیر کریں۔ مجاہدالدین نے جواب دیا کہ جو کچھ کہنا میرے اختیار میں تھا میں کہہ چکا۔ امیرالمومنین کے کان میں کوئی بات جاتی ہی نہیں ہاں میں آپ لوگوں کے لیے بھی خلوت کی ملاقات کا انتظام کردیتا ہوں۔ آپ بھی جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہہ دیکھیں۔ اس طرح ملک سلیمان شاہ اور عزالدین (بن فتح الدین کرد) نے خلیفہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ دشمن قریب آپہنچا ہے اور اس کی روک تھام کے لیے کوئی تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔ خلیفہ نے فرمایا وزیر سے کہہ دیا گیا ہے۔ اس سے جواب لینا چاہیے۔ دونوں مایوس ہوکر بارگاہ خلافت سے لوٹ گئے۔ دوسرے روز تاتاری دریائے دجلہ کو عبور کرکے کوفہ' حلب اور کرخ کی طرف تیزی سے بڑھے۔ خلق خدا کو شہید کیا ملک عزالدین (بن فتح الدین کرد) اور سلطان مجاہد الدین سردوات دار نے بیس سواروں کے ساتھ دجلہ کو عبور کیا۔ کرخ اور دوسرے قصبوں کے آدمیوں کو امداد کے لیے بلایا اور تاتاریوں سے جنگ کی۔ اسلامی لشکرمیں پیادے بہت زیادہ تھے۔ وہ ثابت قدمی سے لڑے۔ دشمن کو روکا پھر لڑ کر انہیں شکست دی۔ بہت سے تاتاری مارے گئے۔ ملک عزالدین نے بڑی کوشش کی کہ شکست خوردہ دشمن کا تعاقب کرنا چاہیے تاکہ اس فتح کے ساتھ باقی تاتاریوں کو بھی تہہ تیغ کیاجا سکے لیکن مجاہدالدین سردوات دار نے تعاقب میں توقف کیا۔ اس رات مسلمانوں کا لشکر وہیں مقیم رہا۔ اس مقام سے قریب ہی ایک نہر ہے جسے نہرشیر کہتے ہیں۔ یہ نہر فرات سے

Marfat.com

نکالی گئی ہے۔ اس نہر کی زمین ذرا اونچی ہے۔ مسلمانوں کی لشکرگاہ پستی میں تھی۔ اس رات ملعون رافضی وزیر نے ایک گروہ کو بھیج دیا۔ جس نے نہر کا پانی مسلمانوں کی لشکرگاہ پر کھول دیا۔ اس طرح لشکرگاہ زیر آب ہوگئی۔ فوج کے اسلحے خراب ہوگئے اور سب لوگوں پر بے بسی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ صبح تاتاریوں کا لشکر لوٹ کر آیا اور دوبارہ جنگ ہوئی۔ مسلمان رات بھر زحمت اٹھا چکے تھے اور ان پر اضطرار کی سی حالت طاری تھی۔ لہٰذا شکست کھا گئے۔ شکست خوردہ سردار دریائے دجلہ کو عبور کر آئے اور بغداد میں اس جگہ لشکر گاہ بنا لی۔ جہاں سلطان کی بنوائی ہوئی مسجد جامع اور قصر تھا۔ جب ملعون کافروں کا لشکر اس مقام پر پہنچا تو سلیمان شاہ ملک عزالدین اور مجاہدالدین سرودات دار پھر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دشمن شہر کے دروازے پر آپہنچا ہے۔ بغداد میں ہمارے پاس سوار تھوڑے ہیں اور تاتاریوں کا لشکر کی تعداد تقریباً" دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ مصلحت کا تقاضا ہے کہ امیرالمومنین کشتی میں سوار ہو جائیں خواتین حرم اور مال و دولت بھی ساتھ لے لیں ہم سب امیرالمومنین کی خدمت کے لیے ساتھ رہیں گے۔ دریا کے راستے ہم بصرہ پہنچ جائیں گے۔ وہاں جزیروں میں ٹھہر جائیں گے۔ یہاں تک کہ پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت میسر آئے اور ہم تاتاریوں کو مغلوب کریں۔ خلیفہ نے یہ پوری تجویز وزیر کے سامنے پیش کردی اس ملعون نے امیرالمومنین سے کہا "میں نے تاتاریوں سے صلح کرلی ہے۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اگر میرے کہنے پر اعتماد نہ ہو تو امیر ابوبکر کو باہر بھیج دیجیے۔ وہ جاکر ہلاکو خاں سے معلوم کرلے گا۔"[15] مولانا غلام رسول مہر کو منہاج سراج کا یہ بیان پڑھ کر ہندوستان میں 1857ء کے ہنگامہ غدر میں شہزادہ الٰہی بخش کا کردار یاد آجاتا ہے۔ جس نے بہادر شاہ کو ایسی ہی چکنی چپڑی باتیں بنا کر روکا تھا اور بخت خاں نے بہادر شاہ کو ساتھ لے کر جانے کی جو تجویز پیش کی تھی اسے ناکام بنایا تھا۔ لیکن مولانا مہر کو تاریخ کے ایسے بے شمار واقعات یاد نہیں آئے کہ جب بھی کبھی ایسے موقع پر کوئی بادشاہ اپنی جان بچانے کے لیے دارالحکومت سے بھاگ گیا تو اس طرح اس کی سلطنت نہ بچ سکی۔ سلطان جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں کے مقابلے سے فرار ہوا۔ تقریباً" دس سال تک دوڑیں لگائیں مگر اس طرح نہ تو اس کی جان بچ سکی اور نہ ہی اس کی سلطنت قائم رہی۔

Marfat.com

بیان کیا جاتا ہے کہ "خلیفہ مستعصم کو اپنے وزیر کی یہ رائے مناسب معلوم ہوئی چنانچہ اپنے بیٹے امیر ابوبکر کو باہر بھیج دیا۔ وزیر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنے ایک معتمد سے کہا کہ وہ خفیہ خفیہ ہلاکو کے پاس جائے اور کہے کہ امیر ابوبکر کی خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے اور اس کا بہت اعزاز و اکرام کیا جائے۔ اسکا خیر مقدم اعلیٰ پیمانے پر ہو تاکہ خلیفہ کے دل میں اعتماد پیدا ہو جائے۔ اس طرح تیرا مقصد پورا ہوگا۔ امیر ابوبکر باہر گیا اور ہلاکو خاں کی لشکرگاہ میں پہنچا تو تمام تاتاریوں اور مسلمانوں (جو تاتاریوں کے لشکر میں شامل تھے) نے اس کا پرزور استقبال کیا اور خدمت گزاری کے تمام آداب پورے کیے۔ ہلاکو کی بارگاہ میں پہنچا تو اس نے چالیس قدم آگے بڑھ کر پیشوائی کی۔ تواضع اور اکرام کا بھی حق ادا کیا۔ اپنی جگہ امیر ابوبکر کو بٹھایا۔ خود ادب سے دو زانو ہوکر بیٹھا اور کہا میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے آیا ہوں۔ اطاعت کا حلف اٹھاؤں گا۔ برکا میرا چچا تھا۔ وہ شخص سیف الدین باخرزی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ میں وہیں مسلمان ہو جاتا لیکن میں نے اپنے وزیروں سے پوچھا۔ سب سے بڑا مسلمان کون ہے؟ انہوں نے حضرت خلیفہ کا نام لیا اور کہا میں امیرالمومنین کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا۔ ایسی ہی میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا۔ امیر ابوبکر نے ان زہرآلود فضولیات پر اعتماد کرلیا۔ وہاں سے امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا اور جو کچھ دیکھا' سنا دیا۔ ملعون وزیر نے کہا۔ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ امیرالمومنین پورے جلو کے ساتھ باہر جائیں تاکہ ہلاکو استقبال و خدمت گزاری کی شرط بجا لائے۔ دربار کے اکابر ہر چند امیرالمومنین سے کہتے رہے کہ اس مشورے پر اعتماد نہ کرنا چاہیے لیکن تقدیر ربانی اور قضائے آسمانی آچکی تھی۔ ان مسلمانوں کے منع کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر قضا نے خلافت کے عقب میں ایک تازیانہ لگایا امیرالمومنین بارہ سو سواروں کے ساتھ جن میں ممتاز سردار صدر' علماء' اکابر' تاجر اور دولت کے کارکن شامل تھے باہر نکلے۔ ملعون تاتاری ہلاکو کی لشکر گاہ میں پہنچے وہاں سب کو روک لیا گیا۔ پھر ایک دوسرے سے الگ الگ کردیا گیا۔ ہلاکو نے امیرالمومنین کو پکڑ لیا اور کہا ابھی اپنے قلم سے فرمان لکھو کہ بغداد میں جتنے ممتاز اصحاب موجود ہیں وہ سب باہر آجائیں۔ چنانچہ ان کے آتے ہی سب کو شہید کر ڈالا گیا"[19]۔ مولانا مہر نے اس بیان میں یہ اضافہ کیا ہے کہ "سلیمان شاہ اور مجاہدالدین سردوات دار بھی امیر ابوبکر کے ساتھ آئے

Marfat.com

تھے۔ ہلاکو نے انہیں اطمینان دلا کر واپس بھیج دیا کہ اپنے اہل و عیال' اقرباء' متوسلین وغیرہ کو ساتھ لے آئیں تاکہ اپنے پاس سے مزید فوج دے کر انہیں مصر و شام کی طرف بھیج دیا جائے۔ ان لوگوں کو نیز دوسرے بڑے بڑے مجاہدوں کو اطمینان دلانے کا کام خواجہ نصیرالدین طوسیؒ سے بھی لیا گیا۔ خواجہ پہلے سالہا سال باطنیوں کے مرکز میں رہا تھا اور وہیں "اخلاق ناصری" لکھی تھی۔ جب ہلاکو نے باطنیوں کا خاتمہ کردیا تو ہلاکو کے ساتھ ہوگیا۔ خواجہ کو ایک وفد کے ساتھ بغداد بھیجا گیا تھا۔ غرض سلیمان شاہ اور سردوات دار سب کو ساتھ لے کر آگئے تو پہلے ہلاکو نے سردوات دار اور اس کے تمام اقرباء متوسلین کو شہید کر دیا۔ پھر سلیمان شاہ سے یہی سلوک ہوا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ سلیمان شاہ ترکمان کو طوق و زنجیر پہنائے ہوئے ہلاکو کے سامنے لائے تو اس نے بطور تعریف کہا تم بڑے نجومی سمجھے جاتے ہو تم نے اپنا مستقبل کیوں نہ دیکھ لیا؟ سلیمان شاہ نے مردانہ وار جواب دیا۔ افسوس امیرالمومنین کی بدنصیبی تھی کہ انہوں نے وفادار خدمت گاروں کے مشورے پر کان نہ دھرا اور ایک غدار اور خائن کے کہنے پر چلتے رہے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہلاکو کو سب سے بڑا رنج سلیمان شاہ اور سردوات دار پر ہی تھا۔ جو سالہا سال سے تاتاریوں کی ہر کوشش کو ناکام بناتے رہے تھے اور آخری وقت میں بھی جانبازی کے اصل محرک رہے تھے۔ قدرت بعض اوقات ایسے پاک نفس مجاہدوں کو انتہائی تکلیفوں کے طوفان میں سے گزارتی ہے ان سے سلیمان شاہ اور سردوات دار کو بھی سابقہ پڑا۔ اقبال اس مقام پر کیا خوب کہہ گئے ہیں۔

چناں خود را نگہداری کہ بایں بے نیاز ہا
شہادت بر وجود خود ز خون دوستاں خواہی" [17]

اسلم جیراجپوری کی معلومات یہ ہیں کہ ہلاکو کا وزیر نصیرالدین محمد طوسی بھی بڑا غالی شیعہ تھا اور اس کے دربار میں ابن علقمی کی تعریفیں کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے ہلاکو نے فتح کے بعد بغداد کا انتظام اس کے اور علی بہادر شحنہ کے سپرد کردیا تھا۔[18]" مولانا مہر اور اسلم جیراجپوری موصل کے سنی العقیدہ والی بدرالدین لنولشو کا نام نہیں لیتے جس کی مسلمان فوجیں ہلاکو کی فوجوں میں شامل تھیں اور جو بغداد کے محاصرہ کے وقت ہلاکو کے ساتھ آیا۔ اسی طرح وہ فارس کے والی ابوبکر کا نام بھی نہیں لیتے۔ اس کی فوجیں بھی محاصرہ بغداد کے وقت

Marfat.com

ہلاکو کی فوجوں کے ساتھ تھیں۔

منہاج سراج نے شہزادہ ابوبکر کے قتل کے بارے میں مزید روائتیں بیان کی ہیں اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ ان میں سے کون سی زیادہ صحیح ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ "امیر ابوبکر سلیمان شاہ فتح الدین کرد اور مجاہدالدین ایبک کو شہید کردیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب امیر ابوبکر ہلاکو کے پاس آیا تو امیرالمومنین کے باہر جانے کے وقت ساتھ نہ گیا۔ بلکہ بغداد سے صحرا کی جانب نکل گیا اور شام چلا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شہادت پائی کیونکہ جب ہلاکو نے (دوسری مرتبہ باہر آنے پر) اسے پکڑا تو امیر کی زبان سے سخت کلمات نکلے۔ یعنی کہا "ہمارا خیال تھا کہ تیری اصل اونچی ہے تو مرد کامل ثابت ہوگا۔ تو بڑا بادشاہ ظاہر ہوگا۔ اس لیے تیرے قول پر اعتماد کیا اب معلوم ہوا کہ نہ تو بادشاہ ہے نہ مرد۔ تو نے غداری کی۔ بادشاہوں اور مردوں کا کام غداری نہیں۔ ہلاکو کے کہنے پر امیر ابوبکر کو شہید کردیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ امیر ابوبکر کو ایک بزرگ سید کے ساتھ حسب فرمان آذربائیجان لے گئے تاکہ کچھ مدت وہاں رہیں۔ جب بغداد میں امن ہو جائے گا تو عزت و آزادی کے ساتھ واپسی کا فرمان دے دیا جائے گا۔ جب امیر ابوبکر بزرگ سید کے ساتھ چند منزل آذربائیجان کی طرف گئے تو دین سے پھرے ہوئے لوگوں نے (مسلمانوں نے) ہلاکو سے کہا تو نے غلطی کی کہ امیر ابوبکر سلامت آذربائیجان پہنچ گیا۔ اب روم، شام اور مغرب کے لشکر جمع ہو جائیں گے اور تجھ سے انتقام لیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی ہلاکو نے پیچھے آدمی بھیج کر ابوبکر کو واپس بلا لیا اور شہید کردیا۔ (واللہ اعلم)"[19] خلیفہ مستعصم کے قتل کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ "تاتاری چاہتے تھے کہ خلیفہ کو زیرنگاہ رکھیں۔ ان کے لشکر میں جو مسلمان تھے وہ کہہ رہے تھے کہ اگر ہلاکو نے خلیفہ کا خون زمین پر بہایا تو وہ اور تاتاریوں کا لشکر زلزلے سے زمین میں دھنس جائے گا۔ اسے قتل نہ کرنا چاہئے۔ ان مسلمانوں کی غرض یہ تھی کہ خلیفہ زندہ رہے۔ سب کو خلیفہ کے قتل میں توقف مناسب نظر آیا۔ لیکن بدرالدین لئولئو رئیس موصل نے (جو سنی العقیدہ تھا) نیز کافروں نے ہلاکو سے کہا کہ اگر خلیفہ زندہ رہا تو جو مسلمان تاتاری لشکر میں ہیں، نیز دوسرے ملکوں کے مسلمان اکٹھے ہوکر نکلیں گے اور خلیفہ کو رہا کرائیں گے۔ تو ہلاکو ہے، تجھے ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ملعون ہلاکو ڈر گیا کہ اگر خلیفہ زندہ رہا تو واقعی مسلمان خروج کریں گے۔ اگر اسے مارا گیا، اس کا خون زمین پر گرا تو زلزلہ

Marfat.com

آجائے گا اور خدا کی مخلوق تباہ ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے امیرالمومنین کو دوسرے موقع پر مارنے کا ارادہ کرلیا۔ یعنی حکم دے دیا کہ اسے کپڑے رکھنے والے چرمی تھیلے میں بند کریں اور ٹھوکریں مار مار کر ہلاک کریں[۲۰]" یعنی مورخین کے مطابق خواجہ نصیرالدین طوسی نے بھی ہلاکو کے دل سے یہ خوف زائل کرنے کی کوشش کی تھی اور اسے محض وسوسہ بتایا تھا۔ "اس نے کہا تھا حضرت عیسیٰ پیغمبر کا خون بہایا گیا۔ حضرت امام حسینؓ کو ناحق شہید کیا گیا اور کوئی زلزلہ نہ آیا۔ ایسا عقیدہ سراسر سادہ لوحی پر مبنی ہے کہ بایں ہمہ ہلاکو کے دل میں یہ وسوسہ بیٹھا رہا اور خلیفہ کو نہایت رنج افزا مشکل میں شہید کیا گیا تاکہ وہ مر بھی جائے۔ اور خون بھی زمین پر نہ گرے۔ عام روایت کے مطابق یہ واقعہ 4 صفر 656 ہجری (9 فروری 1258ء) کا ہے۔ اس روز اتوار تھا"۔[۲۱]

"خلیفہ کے بیٹے امیرالمومنین ابوبکر اور امیر علم سلیمان شاہ کو بھی شہید کردیا گیا۔ یہی سلوک بارگاہ خلافت کے دوسرے امراء و اکابر سے ہوا۔ امیرالمومنین کا صرف ایک چھوٹا بیٹا بچا۔ کہا جاتا ہے کہ سنگدل ہلاکو نے ان کے سر کٹوا کر ملک بدرالدین لنولنو امیر موصل کے پاس بھیج دیئے کہ انہیں شہر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے۔ اس نے ہلاکو کے اس حکم کی تعمیل کی۔ ہلاکو بغداد کے تمام اموال و خزائن پر قابض ہوگیا۔ جن کی تعداد لکھنے کا حوصلہ قلم اور بتا دینے کی ہمت انسان کی قوت گویائی میں نہیں۔ نقد روپیہ' زیورات' قیمتی اور نادر مرصع چیزیں سب لشکرگاہ میں اٹھا لے گیا۔ جو کچھ منکو خان کے لائق تھا اس کے پاس بھیج دیا۔ بعض لونڈیاں' خلیفہ کی بعض بیویاں' ایک بیٹی بھی ترکستان بھیج دی گئی۔ جب ہلاکو بغداد کو لوٹ چکا تو باقی سب کچھ اس نے وزیر کے حوالہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ایک تاتاری بطور نگران مقرر کردیا اور حکم دیا کہ وہ خلق خدا کو جمع کرے۔ ملعون وزیر بغداد آیا تو بعض لوگوں کو اس نے جمع کیا اور بغداد میں بسایا۔ خلیفہ کے غلاموں میں سے جو وادی میں چلے گئے تھے اور زندہ رہ گئے تھے جو قریباً" دس ہزار سوار جمع ہوگئے۔ اچانک وہ دریائے دجلہ کو عبور کرکے بغداد پہنچے۔ ملعون وزیر اور تاتاریوں کے نگران کو پکڑ لیا اور دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ یہی سلوک ان ملعونوں کے ساتھیوں اور پیروؤں سے کیا۔ بغداد کے تمام نصرانیوں کو بھی جکڑ کر جہنم رسید کیا۔ غرض جو بدلہ ان سے لیا جا سکا لے لیا اور جلد سے جلد لوٹ گئے۔ جب یہ خبر تاتاریوں کی لشکرگاہ میں پہنچی تو سواروں کی ایک جمعیت بغداد بھیج

Marfat.com

دی گئی۔ جو مسلمان باقی رہ گئے تھے وہ بھی تیزی سے نکل گئے۔ کوئی بھی تاتاریوں کے ہاتھ نہ آیا۔ بعض اصحاب کا بیان ہے کہ جب ہلاکو بغداد کا کام اور مسلمانوں کے قتل سے فارغ ہوا تو وزیر سے پوچھا تجھے جو دولت و عزت و اقتدار ملے تھے تو کہاں سے ملے تھے؟ وزیر نے جواب دیا کہ مرکز خلافت سے۔ ہلاکو نے کہا کہ جب تم نے اپنے معمول کی نعمت کے حق کا کوئی پاس و لحاظ نہ کیا تو میری خدمت کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے؟ حکم دیا گیا کہ اسے دوزخ میں بھیج دیا جائے"[۲۱]۔ ایک اور بیان یہ ہے کہ "ہلاکو وزیر علقمی سے جو کام لینا چاہتا تھا لے چکا تو علقمی کو کسی نے پوچھا بھی نہیں۔ اب اسے اپنے حالات و افعال پر پشیمانی شروع ہوئی جس نے اتنا غلبہ پا لیا کہ وہ بیمار ہوگیا۔ اسی بیماری میں خلیفہ کے شہادت سے صرف دو مہینے بعد 11 ربیع الاول 656 ہجری (17 اپریل 1258ء) کو مر گیا۔ لیکن بدرالدین لئولئو زندہ رہا اور اپنے عہدے پر فائز رہا۔ اسے کوئی رنج نہ تھا۔ کوئی پشیمانی نہ ہوئی۔ وہ بیمار نہ ہوا اور نہ ہی کوئی اور تکلیف پہنچی۔ بعض کہتے ہیں کہ جب ہلاکو نے سلیمان شاہ کا سر بدرالدین کے پاس بھیجا تھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے کیونکہ سلیمان شاہ اس کا عزیز دوست تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ہلاکو کے حکم کے مطابق اس کے سر کو شہر کے دروازے پر لٹکا دیا تھا۔ مؤرخ محمد بن طباطبائی کا بیان ہے کہ "وزیر علقمی پر غداری کا الزام بے بنیاد ہے وہ وفادار وزیر تھا اور اس نے بہت نیک رائے خلیفہ کو دیں۔ طباطبائی اپنی کتاب الفخری میں لکھتا ہے کہ چونکہ خلیفہ اس وزیر کی عزت کرتا تھا اور اس کا کہنا مانتا تھا لہٰذا خلیفہ کے خواص و امراء اس سے حسد کرتے تھے۔ اور نفرت کرتے تھے اور اس وجہ سے الزام لگایا تھا کہ وہ ہلاکو خاں سے مل گیا تھا جو کہ بالکل غلط ہے۔ جب سلطان ہلاکو خاں بغداد کے نزدیک پہنچا تو اس نے خلیفہ کو لکھا کہ اپنے وزیر خلافت کو میرے پاس بھیج دو۔ وزیر ابن علقمی نے جانے سے انکار کیا۔ آخر خلیفہ کے اصرار پر ہلاکو خاں کے پاس گیا۔ اسی طرح علاؤالدین' عطا ملک' رشید الدین' فضل اللہ' محمد اللہ ابن ابی بکر اور علامہ بیضاوی نے بھی اپنی تصانیف میں ابن علقمی کے خلاف غداری کا الزام عائد نہیں کیا اور اسے خلیفہ کا ایک وفادار وزیر بیان کیا ہے۔ شیخ سعدی نے تاتاریوں کے حملہ کے حالات بچشم خود دیکھے تھے۔ اس نے زوال خلافت پر جو مرثیہ لکھا ہے اس میں ابن علقمی کی غداری کا کوئی ذکر نہیں۔"[۲۳]

Marfat.com

سید امیر علی نے ابن علقمی کے خلاف عائد کردہ الزام کی نہ تو تصدیق کی ہے اور نہ ہی تردید کی۔ لکھتا ہے کہ "خلیفہ مستعصم باللہ بہت کمزور طبیعت اور عیش و عشرت کا دلدادہ تھا اسکے دور میں بغداد میں لگاتار داخلی و خارجی بدامنی و بدنظمی کا دور دورہ رہا اور یہی صورتحال اس کے خاندان کی تباہی کا باعث بنی۔ بغداد میں حنفیوں اور حنبلیوں کے درمیان نزاعات آئے دن بدامنی کا باعث بنتے تھے۔ کرخ کے مغربی مضافات میں شیعوں اور سینوں کے جھگڑوں کے ذمہ دار' اوباشوں و بدمعاشوں کے دولتمندوں اور امراء کے ساتھ جو کچھ جھگڑے ہوتے تھے ان کی وجہ سے مستعصم کی زندگی ایک بوجھ بن کر رہ گئی تھی۔ اس نے اپنے باپ کی مرتب کردہ فوج میں تخفیف کردی اور ان فوجیوں کو ہدایت کی کہ وہ تجارت یا مویشی پالیں۔ شیعوں اور سینوں کے درمیان کرخ میں فساد ہوا تو اس نے اپنے بیٹے ابوبکر کے سیکرٹری کو ہدایت کی کہ کرخ کے مضافات کو مسمار کر دیں۔ اور شیعوں کو غلامی کی حالت میں کردیں۔ اس پر وزیر بدرالدین محمد بن علقمی کو جو شیعہ تھا بہت صدمہ ہوا اور اس نے مبینہ طور پر تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ عرب مؤرخین ابن خلدون' ابوالفداء' مقریزی اور سیوطی اس وزیر کو غدار قرار دیتے ہیں۔ ان کے اس الزام کی تائید میر خوند اور احسان کرتے ہیں جنہوں نے ایک منگول کے عہد میں تاریخ لکھی ہے۔ صرف رشیدالدین' علقمی کو ایک وفادار ملازم قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ علقمی خاندان عباسیہ کو تباہی سے بچانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اس کے ذہنی ضعف اور عدم استحکام کے سامنے بے بس تھا۔ جو کچھ بھی ہو ہلاکو نے جواپنے بھائی منکو خاں کی طرف سے ایران میں لیفٹیننٹ جنرل تھا۔ باطنیوں کا قلع قمع کرنے اور ان کے قلعوں کو تباہ کرنے کے بعد تبریز کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں سے اس نے بعض ایلچیوں کو مستعصم کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا۔ "جب ہم نے رودبار کے خلاف پیش قدمی کی تھی تو ہم نے تمہارے پاس امداد کے لیے ایلچی بھیجے تھے۔ تم نے امداد کا وعدہ کیا تھا لیکن کوئی ایک آدمی بھی نہ بھیجا۔ اب ہم تم سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے رویئے میں تبدیلی کرو اور آئندہ نافرمانی سے باز رہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارے پاس تمہاری سلطنت و دولت نہیں رہے گی۔" لیکن خلیفہ نے جو گمراہ تھا جس کے پاس کوئی فوج نہ تھی جسکے مشیر صدق دلی سے عاری تھے اور جسکے شہر میں انتشار و افتراق تھا فرمان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا اور متکبرانہ جواب دیا اور

Marfat.com

اوباشوں نے منگول ایلچیوں کی توہین کی۔ اس پر بے دین وحشی کو طیش آگیا۔ اس نے اتنی بڑی فوج کے ساتھ عباسیوں کے دارالحکومت کی جانب پیش قدمی کی جو پورے شہر کا محاصرہ کرسکتی تھی۔ خلیفہ کی فوج نے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ لیکن اختلاف رائے کے باعث اس فوج کو ایک موقع پر بری طرح پسپا ہونا پڑا اور دوسری طرف اس کا جانی نقصان ہوا۔ اس کے بعد منگولوں نے بغداد کے محاصرہ کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے شہر کے گرد سنگ باری کے آلات نصب کردیئے۔ اور شہر کے اندر آگ اور پتھروں کی بارش شروع کردی۔ اس سے شہر کی فصیل میں شگاف پڑ گیا اور عمارتوں کو آگ لگ گئی۔ چالیس دن کے محاصرے کے بعد خلیفہ نے وحشی الخلق ہلاکو سے بات چیت شروع کی۔ لیکن اب اس کے پیغامات اطاعت کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہلاکو نے مستعصم کے اعلیٰ عہدیداروں کو اپنے دربار میں قتل کردیا۔ اب جب مستعصم کی حالت بہت ہی مایوس کن ہوگئی تو اسے ترغیب دی گئی کہ وہ اپنی اور اپنے عوام کی جان بچانے کے لیے ہتھیار ڈال دے۔ وہ اپنے بھائی' دو بیٹیوں اور تقریباً" تیں ہزار خواص کو فقہاء' شیوخ' آئمہ اور دوسرے معززین ساتھ لے کر منگولوں کے کیمپ میں گیا۔ لیکن ہلاکو نے صرف خلیفہ اس کے بھائی دو بیٹوں اور تین درباریوں کو حاضر ہونے کی اجازت دی۔ اس نے ان کا استقبال کیا۔ ان کے لیے اچھے الفاظ استعمال کیے اور اس طرح ان کے بارے میں اپنے منصوبے کو چھپائے رکھا۔ اس نے خلیفہ سے درخواست کی کہ وہ ایک فرمان کے ذریعے اہل شہر کو ہدایت کرے کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک کر شہر کے دروازوں کے سامنے کھڑے ہو جائیں تاکہ ان سے گفتگو ہو سکے۔ خلیفہ کے اس فرمان پر اہل شہر باہر آگئے۔ اور تاتاریوں نے انہیں فوراً" پکڑ لیا۔ اگلے دن علی الصبح ہلاکو نے شہر لوٹنے اور اس کے شہریوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بغداد میں جو تباہی مچائی گئی اس کے زور دار قلم نے اس طرح بیان کیا ہے۔ عورتیں اور بچے ہاتھوں میں قرآن لیے گھروں سے التجائیں کرتے ہوئے باہر نکلے۔ لیکن انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ نازونعم میں پروردہ خواتین کو جنہوں نے زندگی میں کبھی کوئی ہنگامہ نہیں دیکھا تھا انہیں بازاروں میں گھسیٹا گیا اوران پر بے پناہ مظالم کیے گئے۔ علوم فنون کے ذخائر جو بادشاہوں نے بڑی محنت سے جمع کیے ہوئے تھے چند گھنٹوں میں تباہ کر دیئے گئے۔ تین دن تک بازاروں میں خون بہتا رہااور دریائے دجلہ کا پانی کئی میل تک سرخ ہوگیا۔ آبروریزی' قتل

Marfat.com

عام اور غارت گری تقریباً" چھ ہفتے تک جاری رہی۔ محلات' مساجد اور مزاروں کو یا تو آگ لگا دی گئی یا انہیں مسمار کر دیا گیا۔ ہسپتالوں میں مریضوں کو اور درسگاہوں میں طلباء اور اساتذہ کو قتل کیا گیا۔ قبرستانوں میں شیوخ اور آئمہ کرام کی لاشوں کو آگ لگا دی گئی۔ علمی اداروں میں اہل علم کی عظیم تصنیفات کو نذر آتش کردیا گیا۔ کتابیں آگ میں پھینک دی گئیں' یا دریا برد کر دی گئیں۔ اس طرح پانچ سو سال میں علوم و فنون کے جو ذخائر جمع ہوئے بنی نوع انسان اس سے محروم ہوگئی اور قوم کا گلزار مکمل طور پر ویران ہوگیا۔ شہریوں کے قتل عام کے بعد مستعصم' اس کے بیٹوں اور اہل و عیال کو اتنا پیٹا گیا کہ وہ مر گئے۔ خاندان عباسیہ کے صرف چند غیرمعروف افراد اس تباہی سے بچ سکے۔ بغداد جو تعلیم و تدریس کا مرکز تھا۔ تہذیب و ثقافت کا گہوارہ تھا اور جس کی حیثیت عالم عرب کے قلب و نظر کی تھی۔ ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگیا۔ اس تباہی سے قبل بغداد کی آبادی بیس لاکھ سے زیادہ تھی۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق تقریباً" چھ ہفتے کے قتل عام کے نتیجے میں سولہ لاکھ فنا ہوگئے۔ بغداد کی تباہی کے بعد مشرق وسطیٰ پر تاریکی چھا گئی۔[۲۴]" اسلم جیرا جپوری لکھتا ہے کہ "15 محرم 656 ہجری کو ہلاکو خاں اپنے جرار لشکر کو لے کر بغداد کی طرف آیا اور اس کا محاصرہ کیا۔ خلیفہ کے پاس مدافعت کی طاقت کہاں تھی۔ دس روز کے اندر شہرمیں داخل ہوگیا۔ اس کی فوج نے قتل و غارت گری شروع کی۔ اکثر باشندے مارے گئے۔ اور بجز تھوڑے سے نصاریٰ اور شیعہ کے وہاں کوئی باقی نہ رہا اور وہ بغداد جو اسلامی عظمت کا گہوارہ' خلافت و امارت کا مرکز اور مشرقی ممالک کا تاج تھا۔ ویران ہوکر ان متفرق جماعتوں کا مسکن ہوگیا جو ہلاکو کی فوج کے ساتھ آئی تھیں۔ اور جن کا کوئی دین نہیں تھا۔ خلیفہ پیشکش کے لیے ایک طوق جواہر لے کر حاضر ہوا۔ ہلاکو نے اس کو اپنی فوج میں تقسیم کردیا۔ ابوبکر بن مستعصم کو مع ایک جماعت کے باب کلوازی پر پھانسی دی اور خلیفہ اور اس کے دوسرے بیٹوں اور خواجہ سراؤں کو ساتھ لے کر بغداد سے 4 صفر 656 ہجری کو روانہ ہوا۔ پہلے ہی مرحلہ میں سب کو قتل کردیا جس سے خلافت عباسیہ کا آفتاب' جو 524 سال سے تاباں تھا' غروب ہوگیا۔ خراسانی سیاہ علم لے کر اٹھے تھے۔ جنہوں نے عباسیوں کو عرش خلافت پر بٹھایا تھا۔ اسی طرف سے تاتاریوں کا سیلاب آیا جو ان کو اور ان کے تخت کو خونی موجوں میں بہا لے گیا"۔[۲۵]

Marfat.com

جو سنی العقیدہ مؤرخین اور علماء صرف اہل تشیع یا وزیر ابن علقمی کو خلافت عباسیہ کے زوال کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں وہ بہت ہی متعصب ہیں۔ ان کی اس سلسلے میں کسی تحریر و تقریر کو وقعت نہیں دی جا سکتی۔ خلافت عباسی کا زوال چار ساڑھے چار سو سال کے طویل تاریخی عمل کا نتیجہ تھا۔ اس عرصہ میں سلطنت عباسی میں ایسے سیاسی' معاشرتی اور معاشی عوامل کی کارفرمائی ہوئی جو ناگزیر طور پر عباسیوں کی خلافت کی موت کا باعث بنے۔ چونکہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں ترک غلاموں کی سرکشی کے باعث سلطنت عباسیہ بدامنی و بدنظمی کا شکار ہونے لگی تھی۔ اس لیے اس کی معیشت بری طرح متاثر ہوئی۔ عراق پورے مشرق وسطی کا اناج کا گھر تھا لیکن خانہ جنگیوں' سرکاری رشوت خوریوں اور دوسری بدعنوانیوں کے باعث ہر صوبہ غلہ کی قلت کا شکار ہوگیا۔ اور بغداد میں آئے دن قحط کی سی حالت پیدا ہونے لگی۔ چوتھی صدی میں ممالک اسلامیہ میں متعدد آزاد سلطنتیں بن گئیں۔ تو سلطنت عباسیہ کی عمومی حالت اور بھی خراب ہوگئی۔ صوبوں سے خراج آنا بند ہوا تو مہنگائی میں اضافہ ہوا۔ چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی بڑھی اور غنڈہ گردی کا دور دورہ ہوگیا۔ فرقہ وارانہ فسادات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ حاجیوں اور تاجروں کے قافلے لٹنے لگے۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں بنی بویہ' آل سلجوق' خاندان زنگی' اور خاندان ایوبی میں خانہ جنگیوں کی وجہ سے سلطنت کی سیاسی' معاشرتی اور معاشی حالت بد سے بد تر ہوگئی۔ ساتویں صدی کے اوائل میں جب وسطی ایشیا میں خوارزم شاہوں کا عروج ہوا اس وقت عالم اسلام بے شمار خودمختار سلطنتوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ اسلامی اتحاد و اتفاق کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا تھا۔ تاتاریوں نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھایا اور ممالک اسلامیہ پر یلغار کر دی۔ تاتاریوں کا یہ طوفان ناقابل مزاحمت اس لیے تھا کہ عالم اسلام سیاسی' معاشرتی اور معاشی انتشار میں مبتلا تھا۔ مسلم عوام سیاسی' معاشرتی اور معاشی بے انصافیوں اور مظالم کی چکی میں پس رہے تھے اس لیے انہیں کسی حملہ آور کی مزاحمت میں دلچسپی نہیں تھی اور چھوٹے چھوٹے سلاطین میں مدافعت کی سکت نہیں تھی۔ مسلمان حکمرانوں میں باہمی عداوت اور عناد کا یہ عالم تھا کہ ابن خلدون کے بیان کے مطابق 614 ہجری میں خلیفہ ناصر نے خود چنگیزخان کو ترغیب دی تھی کہ وہ خوارزمی سلطنت پر حملہ کرے۔ 628 ہجری میں جب خوارزمی سلطنت ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی تو اس وقت تاتاریوں کے حکمران طبقے میں عدم

Marfat.com

استحکام تھا لیکن منکو خاں نے تاتاری سلطنت اپنے بھائیوں میں تقسیم کردی اور ایران اور عراق کے علاقے ہلاکوخاں کے حصے میں آئے تو ہلاکو خاں کو قدرتی طور پر اپنی سلطنت میں توسیع کا خیال پیدا ہوا۔ ان دنوں عالم اسلام میں اس کے مقابلے میں کوئی قوت نہیں تھی۔ اس کی فوج میں باجگزار مسلمان لشکر بھی شامل تھے۔ وحشی الخلق صرف تاتاری نہیں تھے بلکہ وہ مسلمان بھی تھے جو سقوط بغداد کے موقع پر ان کے حلیف تھے۔ ستم بالائے ستم یہ تھا کہ ان تاتاری فوجوں میں وہ خوارزمی لشکری بھی شامل تھے جو 644 ہجری میں والی دمشق علی اھدبانی سے شکست کھا کر تاتاریوں سے جا ملے تھے۔ مختصر یہ کہ عراق' ایران اور وسطی ایشیا کے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کوئی نہیں تھا اور ان ممالک کے چھوٹے چھوٹے امرا اور سلاطین نے اپنے محدود مفادات کے تحفظ کے لیے عالم اسلام کے عظیم مرکز کی تباہی و بربادی کے وحشیانہ کام میں بخوبی حصہ لیا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ عالم اسلام میں اسلامی اتحاد و اتفاق کا جذبہ مفقود تھا۔ ہلاکو خاں 654 ہجری (1256ء) میں اپنے بھائی منکو خاں کے برائے نام اطاعت گزار کی حیثیت سے ایران و عراق اور عجم کا بادشاہ بنا تھا اور اسی وقت سے سب کو معلوم تھا کہ وہ باطنیوں کی سرکوبی کے بعد عراق عرب کی طرف رخ کرے گا۔ مگر پورے عالم اسلام میں کسی مسلمان سلطان نے بغداد کے دفاع کے لیے خلیفہ مستعصم کو امداد و اعانت کی پیشکش نہیں کی تھی۔ کسی نے بین الاقوامی اتحاد و اسلامی یا پان اسلام ازم کا نعرہ نہیں لگایا تھا۔ اسلم جیراجپوری نے حساب لگایا ہے کہ "سقوط بغداد کے وقت عالم اسلام حسب ذیل چودہ سلطنتوں میں منقسم تھا۔

1- غرناطہ اندلس میں بنی نصر کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور اس خاندان کا بانی محمد غالب باللہ بن یوسف بن نصر خلیفہ تھا۔

2- شمالی افریقہ میں موحدین کی دولت تھی۔ تخت پر ابو حفص عمر مرتضیٰ ابن اسحاق بن ابی یعقوب بن عبدالمومن تھا۔

3- الجزائر میں دولت زیانیہ یغمر احسن بن زیان نے قائم کرلی تھی۔

4- تیونس میں بنی حفص میں سے ابو عبداللہ بن مستنصرباللہ امیر تھا۔

5- مراکش میں دولت مرینہ تھی اور حکمران ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق تھا۔

6- مصر میں ممالیک بحری ایوبی حکومت پر قابض ہوگئے تھے اور نورالدین علی تخت پر

Marfat.com

بیٹھا۔

7- یمن میں دولت رسولی تھی اور مظفر بن یوسف برسر حکومت تھا۔

8- صنعا میں آئمہ زیدیہ میں سے متوکل شمس الدین احمد امام تھا۔

9- بلاد روم میں سلاجقہ میں سے رکن الدین قزل ارسلان چہارم کا عہد تھا۔

10- ماردین میں دولت ارتقیہ کے تخت پر نجم الدین غازی سعید تھا۔

11- فارس کے اتا بکیہ سلغریہ میں سے ابوبکر بن سعد بن زنگی فرمانروا تھا۔

12- کردستان کی اتا بکیہ کا بادشاہ مرگلہ بن ہزار اسپ تھا۔

13- کرمان میں قتلغ خاتون کی حکومت تھی۔

14- ہند میں ناصرالدین محمود شاہ اول دہلی کے تخت پر تھا"۔[۲۶]

اسلم جیراجپوری نے امیر موصل بدرالدین لنولنو کا نام نہیں لیا۔ شاید اس لیے کہ وہ ہلاکو خان کا سب سے بڑا حلیف تھا۔ اس نے حلب اور دمشق کے بادشاہ ناصر یوسف کا حوالہ نہیں دیا جو سلطان صلاح الدین ایوبی کا پڑپوتا تھا۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ گورشید والی کرمان کا فرمانروا تاتاریوں کا باجگزار اور انہیں فوجی امداد دیتا تھا۔ اس نے کابل غزنہ اور زابلستان کے امراء کا ذکر بھی مناسب نہیں سمجھا۔ وہ بھی ہلاکو خاں کے اطاعت گزار تھے۔

جلال الدین سیوطی بتاتا ہے کہ "جب ہلاکو خاں بغداد کی تباہی سے فارغ ہو چکا تو اس نے الناصر والی دمشق کو ایک خط لکھا۔ الناصر کا پورا نام ملک الناصر صلاح الدین یوسف تھا۔ جو عزیز کا بیٹا اور ظاہر غازی (ابن صلاح الدین ایوبی) کا پوتا تھا۔ وہ 1236ء میں باپ کی جگہ حلب کا حکمران بنا تھا۔ 1250ء میں جب اہل دمشق نے اسے بلوا کر اپنا بادشاہ بنا لیا تھا۔ ہلاکو کا اس کے نام کے خط کا مضمون یہ تھا۔ "سلطان ملک ناصر طال بقاوہ پر واضح ہو کہ جب ہم عراق کی طرف متوجہ ہوئے تو اہل عراق کے فوجی ہمارے مقابلے کے لیے نکلے۔ مگر ہم نے ان سب کو خدائی تلوار سے تہہ تیغ کیا۔ بعدازاں شہر کے روسا و امراء ہمارے پاس آئے۔ مگر ان کا کلام ہی ان کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ اور وہ تھے بھی اسی قابل۔ بعدازاں والئی شہر یعنی خلیفہ بھی ہماری خدمت میں آیا اور ہماری اطاعت کے دامن میں داخل ہوگیا۔ مگر ہم نے اس سے کچھ باتیں پوچھیں جن کے جواب میں اس نے ہم سے جھوٹ بولا۔ اس لیے وہ بھی تہہ تیغ کیا گیا۔ اب تمہیں چاہیئے کہ ہماری اطاعت کرو اور اسکا خیال

Marfat.com

بھی نہ کرو کہ ہمارے قبضہ میں قلعے اور شمشیرزن آدمی ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ باقی ماندہ فوج کے لوگوں نے تمہارے پاس جاکر پناہ لی ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ

”بھاگ کر بھاگنے والا کہاں جا سکتا ہے کیونکہ ہم بحرو بر کے مالک ہیں۔

”اب تمہیں لازم ہے کہ اس خط کو دیکھتے ہی شام کے قلعے گرا دو۔ والسلام۔ اس کے بعد ایک اور خط لکھا جس میں تحریر تھا ”بخدمت ملک الناصر طال عمرہ' واضح ہو کہ ہم نے بغداد کو فتح کرلیا ہے اور اس کے ملک کی بیخ کنی کر دی ہے۔ وہاں کے باشندوں نے مال دینے میں بخل کیا تھا اور ان کا خیال تھا کہ ان کا ملک ہمیشہ اسی شان و شوکت پر رہے گا مگر اس کے بدر کامل کو گہن لگ گیا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ

”جب کوئی بات پوری اور کامل ہو جائے تو اس کے زوال کے متوقع رہو۔

”اب ہم بربادی کی عمر میں اور زیادتی کرنا چاہتے ہیں۔ تم کو چاہئے کہ ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ جو کہ تمہارے دل میں ہے ظاہر کرو۔ خواہ نرمی سے خواہ سختی سے۔ تمہیں چاہیے کہ ہماری اطاعت اور فرمانبرداری کرکے ہمارے شر سے بچو اور ہمارے انعامات سے مالا مال ہو جاؤ اور ہمارے ایلچیوں کو زیادہ دن نہ ٹھہراؤ۔ والسلام۔“ اس کے بعد ایک تیسرا خط لکھا جس میں تحریر تھا۔ ”حمد و صلواۃ کے بعد واضح ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کا لشکر ہیں اور وہ ہمارے ہی ذریعے سے گنہگاروں' منکروں سے انتقام لیتا ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں حکم خداوند سے کرتے ہیں۔ اگر ہمیں غصہ آجاتا ہے تو ہم لوگوں کا مال دگرگوں کر دیتے ہیں۔ ہم نے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ بندگان خدا کو قتل کر دیا ہے۔ اور عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ اے باقی ماندہ تم بھی ان کے ساتھ ہی ملنے والے ہو۔ اے غافلو! تم بھی ان کی طرف بلائے جا رہے ہو۔ ہم لشکر ہلاکت ہیں۔ ہم لشکر رحمت نہیں۔ ہمارا مقصود انتقام لینا ہے ملک گیری کا ہمارا مقصد نہیں۔ ہمارے ملک کا کوئی قصد نہیں کرسکتا اور ہمارے مہمان پر کوئی ظلم نہیں کرسکتا۔ ہمارے ملک میں ہمارا عدل و انصاف مشہور ہے اور ہماری تلواروں سے کوئی کہاں بھاگ سکتا ہے۔

”یہ کہاں بھاگ سکتے ہیں حالانکہ بھاگنے والے کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں۔ کیونکہ پانی و مٹی ہمارے تابع ہیں۔ شیر ہماری ہیبت سے مفرور ہیں اور تمام خلفاء اور امراء میرے قبضہ میں ہیں۔

Marfat.com

"اب ہم تمہاری طرف آرہے ہیں۔ تم بھاگو اور ہم تمہارا تعاقب کر لیں گے۔
لیلیٰ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کونسا قرض اس نے قرض دیا ہے اور کس قرض خواہ سے وہ تقاضا کر رہی ہے۔
"ہم نے تمام شہروں کو برباد و تباہ کر دیا ہے اور بچوں کو یتیم کر دیا ہے۔ بندگان خدا کو ہلاک کر دیا ہے اور انہیں طرح طرح کے عذاب چکھائے ہیں۔ ان کے بڑوں کو حقیر کر دیا ہے اور ان کے امیروں کو قید کرلیا ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ہم سے بچ جاؤ گے۔ ہرگز نہیں۔ تمہیں عنقریب ہی اپنے کیے کا بدلہ مل جائے گا۔ جس نے ڈرا دیا تو گویا اس نے عذر پیش کردیا۔ اب تم مانو یا نہ مانو"۔[۲۷]
والی دمشق ناصر نے متذکرہ خطوط سے مرعوب ہوکر ہلاکو کی اطاعت قبول کرلی۔ 656ھ گزر گیا اور جلال الدین سیوطی کے بقول دنیا بلا خلیفہ رہی۔

Marfat.com

ترتیب وار ادوار

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب وار ادوار

(334ھ تا 656)

عباسی خلفاء

نام خلفیہ	خلافت نشینی، سن ہجری	خلافت نشینی، سن عیسوی
23۔مطیع باللہ	334	946
24۔الطائع باللہ	363	974
25۔القادر باللہ	381	991
26۔قائم بامراللہ	422	1031
27۔مقتدی باللہ	467	1075
28۔مستظہر باللہ	487	1094
29۔مسترشد باللہ	512	1118
30۔راشد باللہ	529	1135
31۔مقتضی باللہ	530	1136
32۔مستنجد باللہ	555	1160
33۔مستفی بامراللہ	566	1170
34۔ناصرالدین باللہ	575	1180
35۔ظاہر باللہ	622	1225
36۔مستعز باللہ	623	1226
37۔مستعصم باللہ	640	1242
ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تباہی، خلیفہ مستعصم کا قتل اور خلافت عباسی کا خاتمہ	656	1258

Marfat.com

قرنیات سلاطین

آزاد خود مختار مسلم سلطنتیں۔ وسط ایشیا تا مشرق وسطی

(334ھ تا 656ھ)

خاندان بنی بویہ	سن ہجری	سن عیسوی
1۔احمد بن بویہ معز الدولہ	320	932
2۔بختیار عز الدولہ	356	967
3۔فنا خسرو عز الدولہ	367	977
4۔صمصام الدولہ	372	982
5۔شرف الدولہ	375	985
6۔ابونصر بہاؤ الدولہ	379	989
7۔سلطان الدولہ	403	1012
8۔مشرف الدولہ	411	1020
9ابو طاہر جلال الدولہ	416	1025
10۔عماد الدین ابو کالیجار	435	1043
11ابونصر خسرو فیروز (الملک الرحیم)	440	1048
سلجوقیوں کے ہاتھوں خاتمہ	447	1055

سلجوقی خاندان

1۔طغرل بک	429	1037
2۔الپ ارسلان	455	1063

Marfat.com

3۔جلال الدین ملک شاہ	465	1072
4۔محمود	485	1092
5۔برکیاروق / محمد	487	1094
6۔محمد	498	1104
7۔محمود / سنجر	511	1117
8۔سنجر / داؤد / مسعود	524	1152
9۔سنجر / ملک شاہ ثانی / محمد	547	1152
10۔سلیمان شاہ / ملک شاہ ثانی	551	1156
11۔ارسلان شاہ	556?	1161?
خوارزم شاہیوں کے ہاتھوں خاتمہ	552?	1157?

غزنوی خاندان

1- سبکتگین	366	976
2- محمود	388	998
3- محمد	421	1030
4- مسعود	421	1030
5- مودود	432	1040
6- عبدالرشید	441	1049
7- فرخ زاد	444	1052
8- ابراہیم	451	1059
9- علاؤ الدین مسعود کریم	492	1099
10- شہزاد	508	1114
11- ارسلان	509	1115
12- بہرام شاہ	512	1118

Marfat.com

13-خسرو شاہ	547	1152
14-خسرو ملک	556	1160
غوریوں کے ہاتھوں خاتمہ	582	1186

غوری خاندان

1- سیف الدین غوری	543	1148
2-بہاؤ الدین سام	544	1149
3-علاؤ الدین جہاں سوز	544	1149
4- سیف الدین محمد	556	1160
5-غیاث الدین سام	558	1162
6-شہاب الدین معز الدین	599	1202
7- محمود (بست)	599	1202
8-علاؤ الدین اتسز (غور)	607	1210
9-علاؤ الدین محمد (غور۔ فیروز کوہ)	610	1213
خوارزم شاھیوں کے ہاتھوں خاتمہ	612	1215

خوارزم شاہی خاندان

1-محمد بن انوشتکین	470	1077
2-قطب الدین محمد	490	1097
3-اتسز	521	1127
4-ارسلان	551	1156
5-شاہ محمود (589ھ تک)	568	1172
6- تکش	568	1172
7-علاؤ الدین محمود	596	1199

Marfat.com

8-جلال الدین منکبرتی	617	1220
منگولوں کے ہاتھوں خاتمہ	628	1231

زنگی خاندان

ا۔موصل

1-عمادالدین زنگی (مع حلب)	521	1127
2-سیف الدین غازی اول	541	1146
3-قطب الدین مودود	544	1149
4-سیف الدین غازی دوئم	565	1169
5-عزالدین مسعود اول	576	1180
6-نورالدین ارسلان شاہ اول	589	1193
7-عزالدین مسعود دوئم	607	1210
8-نورالدین ارسلان شاہ دوم	615	1218
9-نصیرالدین محمود	616	1219
10-بدرالدین لولو	631	1233
11-اسمٰعیل بن لولو	657	1259
منگولوں کے ہاتھوں خاتمہ	660	1262

ب۔حلب و دمشق

1-نورالدین محمود زنگی	541	1146
2-صلاح اسمٰعیل	569	1173
صلاح الدین ایوبی کا قبضہ	579	1183

Marfat.com

ایوبی خاندان

ا۔ مصر

1-صلاح الدین ایوبی (مع شام وحجاز، یمن)	564	1169
2-عزیز عماد الدین عثمان	589	1193
3-منصور محمد	595	1198
4-عادل (اول) سیف الدین (مع دمشق)	596	1199
5-کامل محمد (مع دمشق)	615	1218
6-عادل سوئم سیف الدین (مع دمشق)	635	1238
7-صالح نجم الدین ایوب (مع دمشق)	637	1240
8-معظم توران شاہ (مع دمشق)	647	1249
9-اشرف موسیٰ	648	1250
ممالیک کا قبضہ	650	1252

ب۔ دمشق

1-افضل نور الدین علی	582	1186
2-عادل سیف الدین اول (مصر)	592	1196
3-معظم شرف الدین عیسیٰ	615	1218
4-ناصر صلاح الدین داؤد	624	1227
5-اشرف موسیٰ	626	1228
6-صالح اسمٰعیل	635	1237
7-کامل (مصر)	635	1237
8-عادل (مصر)	635	1238
9-صالح (مصر)	637	1240

Marfat.com

10-صالح اسمٰعیل (دوبارہ)	637	1240
11-صالح (مصر)	643	1245
12- معظم (مصر)	647	1249
13-ناصر صلاح الدین یوسف (حلب)	648	1250
منگولوں کے ہاتھوں خاتمہ	658	1260

ج۔ حلب

1-ظاہر غیاث الدین غازی	582	1186
2-عزیز غیاث الدین محمد	613	1216
3-ناصر صلاح الدین یوسف (مع دمشق)	634	1236
منگولوں کے ہاتھوں خاتمہ	658	1260

د۔ جزیرہ (میسوپوٹیمیا)

1-عوض نجم الدین ایوب	597	1200
2-اشرف مظفر الدین موسیٰ (مع دمشق)	607	1210
3-مظفر غازی	628	1230
منگولوں کے ہاتھوں خاتمہ	643	1245

ہ۔ حماتہ

1-مظفر تقی الدین عمر	574	1178
2-منصور (اول) محمد	587	1191
3-ناصر قلیج ارسلان	617	1220
4-مظفر (دوئم) تقی الدین محمود	626	1229
5-منصور (دوئم) محمد	642	1244

Marfat.com

6- مظفر (سوئم) محمود	683	1284
مملوک سلاطین کے ماتحت بحیثیت گورنر	698	1298
7- موید ابو الفداء اسمٰعیل (مورخ)	710	1310
8- افضل محمد	733	1332
ممالیک کا مکمل قبضہ	742	1341

حمص

1- محمد بن شیر کوہ	574	1178
2- مجاہد شیر کوہ	581	1185
3- منصور ابراہیم	637	1239
4- اشرف مظفر الدین موسیٰ	644	1245
ممالیک کا قبضہ	661	1262

یمن وحجاز

1- معظم توران شاہ	569	1173
2- سیف الاسلام طغتیان	577	1181
3- معیز الدین اسمٰعیل	593	1196
4- ناصر ایوب	598	1201
5- مظفر سلیمان	611	1214
6- مسعود صلاح الدین یوسف	612	1215
؟امولیوں کے ہاتھوں خاتمہ	625یا626	1228

Marfat.com

عباسی دور کے اہم واقعات

Marfat.com

Marfat.com

دور بنو عباس کے اہم واقعات

(Chronology)

334ھ تا 656ھ

946ء تا 1258ء

334ھ (946ء) معز الدولہ احمد بن بویہ نے خلیفہ مستکفی کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا کر اندھا کر کے معزول کر دیا اور اس کے چچازاد بھائی فضل بن مقتدر بن معتضد کو خلیفہ بنا دیا۔ اس کو مطیع للہ کا لقب دیا گیا۔ احمد بن بویہ تمام اقتدار کا مالک تھا اور خود کو سلطان کہلواتا تھا۔ اسی سال دیلمی خاندان بنی بویہ نے بغداد پر قبضہ کر کے خلیفہ کو اقتدار و اختیار سے محروم کر دیا تھا اور اس کی تنخواہ مقرر کر دی تھی۔ اب خلیفہ کی حیثیت محض علامتی رہ گئی تھی۔

334-35ھ (9ء) جزیرہ (موصل) سے بنی حمدان کے حکمران حسن بن عبداللہ نے بغداد پر چڑھائی کر دی۔ کئی ماہ تک احمد بن بویہ اور حسن بن عبداللہ کے مابین معرکہ کارزار گرم رہا۔ بغداد میں ہزارہا آدمی مارے گئے۔ یہاں تک کہ ان دونوں میں صلح ہوئی اور حسن واپس موصل چلا گیا۔

348ھ (959ء) کردستان میں حسنویہ نے کردوں کی آزاد حکومت قائم کی۔

351-52ھ (962ء) بغداد میں صحابہ کرامؓ پر لعن طعن کا آغاز کیا گیا۔

Marfat.com

حکمران بنی بویہ شیعہ تھے۔ اسی سال عاشورہ محرم پر ماتمی جلوس نکالنے کی بھی ابتدا کی گئی۔ عید غدیر بھی منائی گئی۔ بغداد میں شیعہ سنی فساد ہوا۔

355ھ (965ء) عمان (اومان) میں قرامطی بغاوت۔ احمد بن بویہ نے سرکوبی کے لئے لشکر کشی کی۔ ہزارہا اہل عمان مارے گئے۔ بغاوت فرو ہو گئی۔

356ھ (967ء) سلطان احمد بن بویہ معزالدولہ کا انتقال۔ اس کا بیٹا بختیار عزالدولہ کے لقب سے سلطان ہوا۔

357ھ (968ء) قرامطہ دمشق پر قابض ہو گئے۔ قرامطہ کے خوف سے اس سال مصر اور شام سے کوئی شخص حج کے لئے نہ جا سکا۔

358-59ھ (969-70ء) قیصر روم (قسطنطنیہ) کا شام پر حملہ۔ غارت گری اور لوٹ مار۔ کئی شہروں کی بربادی۔ انطاکیہ پر رومیوں کا قبضہ۔

362-63ھ (973ء) بغداد میں دیلمیوں اور ترکوں کے مابین خانہ جنگی۔ شیعہ سنی فساد۔ دیلمی شیعہ تھے' ترک سنی تھے۔

363ھ (974ء) خلیفہ مطیع للہ کی معزولی۔ اس کے بیٹے ابوبکر عبدالکریم کو الطائع للہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا گیا۔ یہ تبدیلی دیلمی سلطان بختیار عزالدولہ اور ترک سپہ سالار اور حاجب' سبکتگین کے مابین اقتدار کی کشمکش کے نتیجے میں ہوئی تھی۔ سبکتگین نے طائع کو خلافت پر بٹھا کر بغداد میں ترک بالادستی کو بحال کر دیا۔ سنی شیعوں پر غالب آ گئے۔ دیلمی اقتدار زوال پذیر ہوا۔

364ھ (975ء) سبکتگین کا انتقال۔ بنی بویہ کے والی فارس فناخسرو عضدالدولہ کا بغداد پر قبضہ۔ دیلمی اقتدار دوبارہ بحال ہو گیا۔

367ھ (978ء) بنی بویہ کے چچازاد بھائیوں بختیار عزالدولہ اور فنا خسرو عضدالدولہ کے مابین طویل خانہ جنگی کے بعد بختیار کی شکست اور

Marfat.com

قتل۔ بغداد پر عضدالدولہ کا اقتدار مستحکم ہو گیا۔ اس نے موصل پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کی حکومت میں فارس بھی شامل تھا۔

372ھ (982ء) بغداد کے فرمانروا فنا خسرو عضدالدولہ کا انتقال۔ اس کا بیٹا مرزبان تخت نشین ہوا۔ خلیفہ طائع نے اسے صمصام الدولہ کا لقب دیا۔ اس کے بھائی شرف الدولہ (والی فارس) نے اطاعت قبول نہ کی۔

375-76ھ (985-86ء) صمصام الدولہ اور اس کے بھائی شرف الدولہ (والی فارس) کے مابین تخت نشینی کی جنگ میں صمصام الدولہ کی گرفتاری اور معزولی۔ شرف الدولہ بغداد پر حکمران ہو گیا۔ خلیفہ الطائع نے سے سند حکومت دے دی۔

379ھ (989ء) شرف الدولہ کا انتقال۔ اس کا بھائی ابونصر تخت نشین ہوا۔ خلیفہ الطائع نے اسے بہاؤالدولہ کا لقب اور سند حکومت دی۔ اس کے بھتیجے ابوعلی بن شرف الدولہ نے فارس میں بغاوت کر دی۔ بہاؤالدولہ نے ابوعلی کو فریب سے بغداد بلایا اور قتل کرا دیا۔

380ھ (990ء) دیار بکر میں ابو علی بن مروان نے دولت مروانیہ کی بنیاد ڈالی۔

381ھ (991ء) بہاؤالدولہ نے خلیفہ طائع کو معزول کر دیا۔ قصر خلافت کو لوٹ لیا گیا۔ اس سے پہلے ترکوں اور دیلمیوں، اہلسنت اور شیعوں کے درمیان فساد، قتل و غارت اور لوٹ مار جاری تھی۔ خزانہ خالی ہو چکا تھا اور لشکریوں کو تنخواہ دینے کے لئے پیسے نہیں تھے۔ طائع کی جگہ ابوالعباس احمد بن اسحاق بن مقتدر کو خلیفہ بنایا گیا اور اسے القادر باللہ کا لقب دیا گیا۔

382ھ (992ء) موصل میں بنی حمدان کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔

383-88ھ (993-98ء) فارس پر بنی بویہ کے حکمران صمصام الدولہ اور بغداد پر بنی بویہ کے فرمانروا بہاؤالدولہ کے مابین طویل خانہ

Marfat.com

جنگی۔

384ھ (994ء) خراسان بنی سامان کی حکومت کے دائرے سے نکل گیا۔ وہاں بنی سبکتگین کے اقتدار کا آغاز ہوا۔

388ھ (998ء) فارس کے بنی بویہ کے حکمران صمصام الدولہ کا قتل۔ اس کے بھتیجوں نے کردوں اور دیلمیوں کے ایک گروہ سے حملہ کروا کر اسے قتل کروا دیا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

389ھ (999ء) ماوراالنہر میں بنی سامان کی حکومت کا مکمل خاتمہ۔ بنو سبکتگین اور بادشاہ خاقان نے ممالک ترکستان کو باہم تقسیم کر لیا۔

399ھ (1009ء) حلب میں بنو کلاب کی حکومت کا خاتمہ اور بنی صالح بن مرداس کے اقتدار کا قیام۔

403ھ (1012ء) بہاؤالدولہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان الدولہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس وقت بنی بویہ کا اقتدار بہت کمزور ہو چکا تھا اور وہ اپنا پایہ تخت بغداد سے واسط منتقل کر چکے تھے۔

411-12ھ (1020-21ء) سلطان الدولہ اور اس کے بھائی مشرف الدولہ کے مابین اقتدار کی جنگ۔ کئی لڑائیوں کے بعد صلح ہوئی جس کے مطابق مشرف الدولہ عراق (بغداد) کا حکمران ٹھہرایا گیا اور سلطان الدولہ فارس کا حکمران بن گیا۔ بنی بویہ کی سلطنت کافی عرصہ پہلے سے فارس اور بغداد کے مراکز میں تقسیم چلی آ رہی تھی۔ اب عملاً دو سلطنتوں میں منقسم ہو گئی۔

412ھ (1021ء) یمن میں آل زید کے حبشی غلام موئد نجاح نے اقتدار پر قبضہ کر کے نجاحی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

414ھ (1023ء) کوفہ میں علویوں (شیعہ) اور عباسیوں (اہلسنت) کے مابین فساد۔

416ھ (1025ء) مشرف الدولہ کا انتقال۔ اس کا بھائی ابوطاہر جلال

Marfat.com

الدولہ کے لقب سے عراق کا حکمران بنا۔ اس کا بھتیجا ابوکالیجار بن سلطان الدولہ والی فارس، جو پہلے ہی اپنے چچا ابوالفوارس والی کرمان کے خلاف نبرد آزما تھا، اب دوسرے چچا ابوطاہر جلال الدولہ کے خلاف بھی محاذ آراء ہو گیا۔

416-22ھ (1025-31ء) بنی بویہ تین حصوں میں تقسیم ہو گئے اور ان کی خانہ جنگی عروج پر پہنچ گئی۔ بیشتر علاقوں پر ابوکالیجار کا قبضہ ہو گیا۔

421ھ (1030ء) سلطان محمود غزنوی کا غزنی میں انتقال۔ اس کے بیٹوں مسعود اور محمد میں تخت نشینی کی جنگ۔ محمد کی شکست و گرفتاری کے بعد مسعود تخت نشین ہوا۔ محمد کو اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔

422ھ (1031ء) خلیفہ قادر باللہ کا انتقال۔ امراء نے اس کے بیٹے ابوجعفر عبداللہ کو خلیفہ بنایا اور اس نے قائم بہ امراللہ کا لقب اختیار کیا۔ اس وقت بغداد کی امارت پر ابوطاہر جلال الدولہ کا قبضہ تھا۔

422-28ھ (1031-37ء) بغداد میں طوائف الملوکی۔ جلال الدولہ اور اس کے وزیر حالات پر کنٹرول نہیں کر سکتے تھے۔ خلیفہ بے بس اور اختیار و اقتدار سے عاری تھا۔

426ھ (1035ء) سلجوقی ترکوں کا رے پر قبضہ۔

428ھ (1037ء) جلال الدولہ اور اس کے بھتیجے ابوکالیجار والی فارس و اہواز کے مابین صلح۔ قاضی ابوالحسن ماوردی کی وساطت سے ہوئی۔

429-30ھ (1038-39ء) سلجوقی ترکوں کی طبرستان، آذربائیجان اور فارس پر یلغار۔ سلجوقی سردار طغرل بک کی خراسان پر چڑھائی۔ بنی بویہ اور سلجوقیوں کی لڑائیاں۔ کبھی ایک اور کبھی دوسرے کی شکست و فتح۔

429ھ (1038ء) طغرل بک کا خوزستان پر قبضہ۔

431ھ (1040ء) طغرل بک کا نیشاپور پر قبضہ۔ طغرل بک اور سلطان

Marfat.com

مسعود کی فیصلہ کن جنگ۔ سلطان مسعود کی شکست۔ خراسان سلطان مسعود غزنوی کی سلطنت سے نکل گیا۔ خراسان و خوزستان پر مشتمل پہلی سلجوقی سلطنت کا قیام۔

431ھ (1040ء) خلیفہ قائم نے قاضی ابوالحسن ماوردی کو طغرل کے پاس بھیجا اور طغرل اور جلال الدولہ کے مابین مصالحت کرا دی۔

432ھ (1041ء) سلطان مسعود کا مارگلہ (اسلام آباد) میں قتل۔ وہ ہندوستان سے راجاؤں کی مدد لینے آ رہا تھا کہ اس کے امراء نے اسے معزول کر کے اس کے اندھے بھائی محمد کو تخت نشین کر دیا۔ محمد کے حکم سے مسعود کو قید میں ڈالا گیا پھر قتل کیا گیا۔

432ھ (1041ء) مرحوم سلطان مسعود غزنوی کا بیٹا مودود غزنی پر حملہ آور ہوا۔ اپنے چچا سلطان محمد کو شکست دی۔ محمد اور ان امراء کو پکڑ کر قتل کر دیا جنہوں نے مسعود کے خلاف محمد کا ساتھ دیا تھا۔ مودود تخت غزنی پر قابض ہوا اور سلطان شہاب الدولہ کا لقب اختیار کیا۔

432ھ (1041ء) سلطان مودود غزنوی کے بھائی محمود نے جو پنجاب اور ہندوستان کے مقبوضات کا گورنر تھا' مودود کی اطاعت نہ کی اور لاہور کو پایہ تخت بنا کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

435ھ (1043ء) جلال الدولہ کا انتقال۔ اس کے بیٹے الملک العزیز اور بھائی ابوکالیجار والی کرمان کے مابین تخت بغداد کے لئے جنگ۔ ابوکالیجار کا بغداد پر غلبہ اور اقتدار کا استحکام۔ خلیفہ قائم نے اسے محی الدین کا لقب دیا۔ عراق سے کرمان تک اس کی حکومت قائم ہو گئی۔

439ھ (1047ء) ابوکالیجار نے اپنی بیٹی کا طغرل بک سے نکاح کر کے طغرل کے ساتھ مصالحت کر لی۔ اسی طرح طغرل خراسان اور خوزستان تک رکا رہا اور اس نے بغداد کا رخ نہ کیا۔

440ھ (1048ء) ابوکالیجار کا انتقال۔ اس کا بیٹا ابونصر خسرو پرویز

Marfat.com

جانشین ہوا۔ خلیفہ قائم نے اس کی امارت منظور کر لی۔ ابونصر نے اپنے لئے الملک الرحیم کا خطاب اختیار کیا۔ اس کے بھائی ابومنصور نے فارس میں جا کر بغاوت کر دی۔ ابوکالیجار کے باقی بیٹے بھی جنگ اقتدار میں شریک ہو گئے۔

440-43ھ (1048-51ء) بغداد میں شیعہ سنی فسادات کا لامتناہی سلسلہ جاری رہا۔

441ھ (1049ء) سلطان مودود غزنوی کا انتقال۔ امراء نے اس کے تین سالہ بیٹے محمد کو تخت نشین کر دیا۔ دو ماہ میں حالات خراب ہو گئے تو وزیر السلطنت نے سلطان مسعود کے ایک بھائی عبدالرشید کو قید خانہ بست سے نکال کر تخت غزنی پر بٹھا دیا۔ وہ سلطان عبدالرشید غزنوی کہلایا۔

442ھ (1050ء) سلطان طغرل بک کا اصفہان پر قبضہ۔ اس کے بھائی ارسلان کا فارس پر قبضہ۔

443ھ (1051ء) سلطان طغرل بک کی بغداد میں آمد۔ خلیفہ نے استقبال کیا۔

444ھ (1052ء) ایک ترک غلام طغرل نے غزنی کے سلطان عبدالرشید غزنوی کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اس نے غزنوی خاندان کے افراد کو چن چن کر قتل کر ڈالا اور سلطان عبدالرشید کی بیٹی سے جبرا" نکاح کر لیا۔ 40 روز بعد طغرل قتل کر دیا گیا۔ سلطان مسعود غزنوی کا ایک بیٹا فرخ زاد قید میں تھا۔ امراء نے اسے رہا کر کے تخت نشین کر دیا۔

446ھ (1054ء) سلطان طغرل بک کی آذربائیجان اور موصل پر چڑھائی۔ دونوں جگہ کے والیان حکومت نے اس کی اطاعت کر لی۔ ارض روم تک طغرل کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

447ھ (1055ء) سلطان طغرل بک کا بغداد میں شاندار استقبال۔ خلیفہ

Marfat.com

قائم کے حکم سے خطیبوں نے خطبہ میں طغرل کا نام شامل کر لیا۔ اس اثناء میں بغداد میں ترکوں اور دیلمیوں کے مابین فساد ہو گیا۔ بہت خونریزی ہوئی۔ طغرل نے بغداد میں آل بویہ کے فرمانروا الملک الرحیم کو گرفتار کر کے اقتدار سے بے دخل کر دیا۔ خلیفہ قائم نے طغرل کی اطاعت کر لی۔ طغرل نے اپنی بھتیجی کا نکاح خلیفہ قائم سے کر دیا۔ بغداد میں آل بویہ کا اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ آل بویہ دیلمی تھے اور شیعہ تھے۔ طغرل کے غلبے سے بغداد پر ترکوں اور سنیوں کا اقتدار بحال ہو گیا۔

450ھ (1058ء) سلطان طغرل کا چچازاد بھائی نیال باغی ہو کر مصر کے فاطمی خلیفہ مستنصر کا اتحادی بن گیا۔ طغرل اور نیال کے مابین لڑائیاں۔ نیال کی شکست اور قتل۔

450ھ (1058ء) خلیفہ قائم کا سابق وزیر بساسیری جو شیعہ تھا باغی ہو کر فاطمی خلیفہ مستنصر کا اتحادی بن گیا اور طغرل اور نیال کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر بغداد پر قابض ہو گیا۔ بغداد میں فاطمی خلیفہ کا خطبہ جاری ہو گیا۔

451ھ (1059ء) غزنی کے سلطان فرخ زاد کا انتقال۔ اس کا بھائی ابراہیم بن مسعود غزنوی تخت نشین ہوا۔

451ھ (1059ء) سلطان طغرل نے بساسیری کو شکست دی اور قتل کیا اور خلیفہ قائم کی بغداد میں دوبارہ خلافت بحال کی۔

454ھ (1062ء) سلطان طغرل نے خلیفہ قائم کی بیٹی سے شادی کی۔ خلیفہ نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ رشتہ قبول کیا تھا۔

455ھ (1063ء) سلطان طغرل بک کا انتقال۔ اس کا بھتیجا عضدالدولہ الپ ارسلان جانشین ہوا۔ خلیفہ قائم نے اسے خلعت بھیجا اور بغداد میں اسے سلطان الپ ارسلان کے نام سے پکارا گیا۔ وزیر عمیدالملک نے اس کے بھائی سلیمان کو تخت نشین کر دیا تھا مگر باقی

Marfat.com

امراء نے الپ ارسلان کی حمایت کی تھی اس لئے الپ ارسلان نے اقتدار مستحکم کرنے کے بعد عمیدالملک کو جیل میں ڈال دیا اور کچھ عرصہ بعد قتل کروا دیا۔

459ھ (1067ء) بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تعمیر مکمل ہوئی اور مدرسہ جاری ہوا۔ بقول سیوطی یہ فقہاء کی تعلیم کا پہلا باقاعدہ مدرسہ تھا۔ اسے سلطان الپ ارسلان کے وزیر نظام الملک نے بنوایا تھا۔

463-64ھ (1070ء) ارمانوس بادشاہ روم (قسطنطنیہ) اور سلطان الپ ارسلان کے مابین ملازکرد (ایشیائے کوچک) میں فیصلہ کن جنگ۔ ارمانوس کی شکست، گرفتاری اور زر فدیہ دے کر رہائی۔ اس دوران اس کے حریف میخائل نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ یونانیوں نے شکست خوردہ ارمانوس کو پکڑ کر اندھا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد فاطمیوں اور بازنطینوں کا عباسی خلیفہ بغداد کے خلاف اتحاد برقرار نہ رکھ سکا۔ ملاذ کرد میں بازنطینیوں کی شکست۔ صلیبی جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

465ھ (1072ء) سلطان الپ ارسلان کا انتقال۔ ماورالنہر کی مہم کے دوران ایک خوارزمی قلعہ دار نے قلعہ کا قبضہ دینے سے انکار کیا اور تلخ کلامی میں سلطان پر خنجر سے حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا۔ یہی جان لیوا ثابت ہوا۔ ارسلان شاہ کی جگہ اس کا بیٹا ملک شاہ تخت نشین ہوا۔

466ھ (1073ء) سلطان ملک شاہ کی بغداد آمد۔ خلیفہ قائم نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔

467ھ (1074ء) خلیفہ قائم کا انتقال۔ اس کا پوتا عبداللہ مسند خلافت پر بیٹھا اور اس نے مقتدی بامراللہ کا لقب اختیار کیا۔

472ھ (1079ء) بغداد میں اشعریوں اور حنبلیوں کے مابین فساد۔ مدرسہ نظامیہ کے اندر غارت گری ہوئی۔ مختلف امرائے سلطنت کا

Marfat.com

بھی اس میں ہاتھ تھا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حکم پر خلیفہ مقتدی نے کئی امراء کا ردوبدل کیا۔

477ھ (1084ء) ایک سلجوقی سپہ سالار سلیمان بن قطلمش نے بلاد روم (انطاکیہ) میں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

478ھ (1085ء) دیاربکر میں مروانی سلطنت کا خاتمہ۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے سپہ سالار فخرالدولہ نے قبضہ کیا اور یہ سلجوقی مقبوضات میں شامل ہو گیا۔

479ھ (1086ء) سلطان ملک شاہ کا حلب اور دیگر بلاد شام پر قبضہ۔ ملک شاہ کی بغداد میں آمد۔ خلیفہ مقتدی نے تمام اختیارات دائمی طور پر ملک شاہ کو دے دیئے۔

484ھ (1091ء) خلیفہ مقتدر نے ذمیوں (غیرمسلموں) کے خلاف فرمان جاری کیا۔ یہ فرمان اس کے وزیر ابوشجاع نے جاری کروایا تھا کیونکہ بغداد میں سلطان ملک شاہ کی طرف سے مقرر اس کے وکیل ابوسعد بن سمحا یہودی کے ساتھ اس کی رقابت تھی۔ فرمان کے بعد ابوسعد نے اسلام قبول کر لیا لیکن ملک شاہ کے کہنے پر خلیفہ نے اپنے وزیر ابوشجاع کو بھی معزول کر دیا۔

485ھ (1092ء) سلطان ملک شاہ کے وزیر نظام الملک طوسی کا قتل۔ سلطان کے ہمراہ سفر بغداد کے دوران نہاوند کے مقام پر ایک باطنی نوجوان نے دھوکہ سے خنجر کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ نظام الملک نے 30 سال وزارت کی۔ اس نے تمام سلطنت میں مدارس قائم کیے جو مدارس نظامیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

485ھ (1092ء) سلطان ملک شاہ سلجوقی کا انتقال۔ وہ اپنے دارالحکومت اصفہان سے بغداد آیا۔ اس نے خلیفہ مقتدی کو بغداد سے بے دخل کرنے کا نوٹس دیا۔ خلیفہ نے ایک ماہ کی مہلت مانگی جو رد کر دی گئی۔ تاہم دس روز کی مہلت دے دی گئی۔ اس دوران

Marfat.com

ملک شاہ انتقال کر گیا۔

485-86ھ (1092-93ء) سلطان ملک شاہ کے بیٹوں میں جنگ تخت نشینی۔ ملکہ ترکان خاتون نے قیام بغداد کے دوران اپنے 5 سالہ بیٹے محمد کو تخت نشین کر دیا۔ خلیفہ مقتدی نے اسے منظوری دے کر اس کا خطبہ جاری کر دیا۔ اسے ناصرالدین والدنیا کا خطاب دیا۔ ملک شاہ کے بڑے بیٹے برکیاروق نے اھل اصفہان کی مدد سے بغاوت کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ ترکان خاتون اور برکیاروق کے مابین جنگ۔ ترکان خاتون کی شکست۔ برکیاروق کا تخت پر قبضہ۔

487ھ (1094ء) سلطان برکیاروق کی بغداد میں آمد۔ خلیفہ مقتدی نے اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا اور اسے رکن الدین والدولہ کا خطاب دے دیا۔

487ھ (1094ء) خلیفہ مقتدی کا انتقال۔ ابھی برکیاروق بغداد میں مقیم تھا۔ کہتے ہیں خلیفہ کی ایک لونڈی نے خلیفہ کو زہر دیا تھا۔ مقتدی کے بعد اس کا بیٹا ابوالعباس احمد المستظہر باللہ خلیفہ ہوا۔ برکیاروق نے بھی اس کی بیعت کی۔

487ھ (1094ء) سلطان ملک شاہ مرحوم کے بھائی تتش بن ارسلان نے دمشق میں اپنی خود مختار سلطنت کا اعلان کر دیا اور حلب' موصل اور دیار بکر پر قبضہ کر کے رے' ہمدان اور آذربائیجان پر پیش قدمی کر دی۔ برکیاروق نے چچا کے خلاف زبردست جنگی کارروائیاں کیں۔ فیصلہ کن جنگ رے کے قریب ہوئی جس میں تتش مارا گیا۔ برکیاروق کا تتش کے مقبوضات پر غلبہ ہو گیا۔

490ھ (1097ء) صلیبی جنگوں کا آغاز۔ فرنگیوں کا بلاد شام پر حملہ۔ نیقیہ اور کفر طاب پر قبضہ۔ بقول سیوطی مصر کے فاطمی خلیفہ نے شام پر سلجوقی غلبہ کے خاتمہ کے لئے انہیں لکھ کر حملے کی دعوت دی تھی۔

Marfat.com

491ھ (1098ء) فرنگیوں کا انطاکیہ پر قبضہ۔ وہاں کا سلجوقی حاکم باغیسان فرار ہو گیا۔ اسے ایک ارمنی نے پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ شام کے کئی ساحلی شہروں پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔

492ھ (1099ء) فرنگیوں کا بیت المقدس پر قبضہ اور وہاں مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام۔

492ھ (1099ء) سلطان برکیاروق کے بھائی محمد بن ملک شاہ نے رے پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ امراء کا ایک گروہ اس کے ساتھ مل گیا اور سلطنت سلجوقیہ کا کافی علاقہ اس کے قبضے میں آ گیا۔ سلطان محمد بغداد گیا جہاں خلیفہ نے اسے غیاث الدنیا والدین کا لقب دے کر اس کا نام خطبہ میں شامل کر دیا۔

492ھ (1099ء) سلطان ابراہیم غزنوی کا انتقال۔ اس کا بیٹا مسعود سوئم علاء الدولہ کے لقب سے تخت غزنی پر تخت نشین ہوا۔

493ھ (1100ء) سلطان برکیاروق خوزستان پر قبضہ بحال کر کے بغداد پہنچا تو اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

493ھ (1100ء) سلطان برکیاروق اور سلطان محمد کے مابین ہمدان کے قریب گھمسان کی جنگ۔ برکیاروق کی شکست۔ بغداد میں خلیفہ نے سلطان محمد کی فتح کی خبر سن کر سلطان محمد کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

493-97ھ (1100-4ء) تیسرے بھائی سنجر نے خراسان و طبرستان میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ سلطان ملک شاہ مرحوم کے تینوں بیٹوں برکیاروق' سنجر اور محمد کے مابین خانہ جنگی سلجوقی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے۔ جو بھی غلبہ حاصل کر کے بغداد پہنچ جاتا' خلیفہ وہاں اس کا خطبہ جاری کر دیتا۔

493ھ (1100ء) ارمنی غلاموں کے ایک سردار سقمان قطبی نے خلاط کے علاقے میں اپنے خاندان کی سلطنت قائم کی جو 604ھ تک

Marfat.com

رہی۔

496-97ھ (4-1103ء) مصر کے فاطمی خلیفہ کی فوجوں نے بیت المقدس کی بازیابی کے لئے صلیبیوں کے ساتھ شام اور فلسطین میں کئی خونریز معرکے کئے۔ بعض میں فاطمیوں کی کامیابی اور بعض میں صلیبیوں کی کامیابی ہوئی۔ شام میں آباد عربوں نے صلیبیوں کی پیش قدمی میں ان کی مدد کی۔

496-500ھ (7-1103ء) فرقہ باطنیہ کی سرکشی اور قتل و غارت گری کی سرگرمیاں عروف پر پہنچ گئیں۔

497ھ (1104ء) سلطان برکیاروق اور سلطان محمد کے مابین امراء اور قاضیوں نے صلح کرا دی۔ سلجوقی سلطنت میں ان کے حصے تقسیم کر دیئے گئے۔

497-98ھ (1105ء) سلطان محمد کا محاصرہ موصل۔ والی موصل نے صلح کے تحت وہاں کا قبضہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ خونریز محاصرہ۔

498ھ (1105ء) سلطان برکیاروق کا انتقال۔ اس کے کم سن بیٹے کی جانشینی اور بغداد میں خطبہ۔

499-500ھ (7-1106ء) والی موصل نے سلطان محمد کی اطاعت کر کے شہر اس کے حوالے کر دیا۔ سلطان محمد کا بغداد پر حملہ اور قبضہ۔ خلیفہ نے بغداد میں اس کا خطبہ جاری کر دیا۔

500ء (1107ء) سلطان محمد نے فرقہ باطنیہ کی سرکوبی کی مہم چلائی۔ اصفہان کے گردونواح میں ان کا صفایا کیا۔ باطنی سردار ابن عطاش کے قلعہ کا محاصرہ کر کے طویل جنگ کی اور اسے شکست دی۔ ابن عطاش اور اس کے بیٹے کا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیئے۔

503ھ (1110ء) فرنگیوں کا لبنان کی بندرگاہ طرابلس پر قبضہ۔

508ھ (1114ء) سلطان محمد نے فرنگیوں کے خلاف لڑائی کے لئے لشکر

Marfat.com

بھیجا جس نے پہلے مرحلے میں طغرکین والی دمشق اور ابوالغازی والی دیار بکر سے جنگ کرنا تھی جو کہ فرنگیوں کے اتحادی تھے۔ ان کے مابین جنگ کافی عرصہ جاری رہی۔ طغرکین اور ابوالغازی نے انطاکیہ جا کر فرنگی حاکم رومیل سے امداد حاصل کی۔ سلجوقی لشکر کوئی مقصد حاصل کئے بغیر منتشر ہو کر واپس ہوا۔

508ھ (1114ء) غزنی کے سلطان مسعود سوئم غزنوی کا انتقال۔ اس کا بیٹا شہزاد تخت نشین ہوا۔

509ھ (1115ء) غزنی میں سلطان شہزاد کو اس کے بھائی ارسلان نے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ارسلان نے اپنے تمام بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف بہرام فرار ہونے میں کامیاب ہوا اور اس نے سلطان سنجر سلجوقی کے پاس جا کر پناہ لے لی۔

511-12ھ (1117-18ء) بہرام کا سلطان سنجر کی مدد سے غزنی پر حملہ۔ ارسلان کی شکست اور ہندوستان کی جانب فرار۔ بہرام کا غزنی پر قبضہ۔ ارسلان کا غزنی پر حملہ۔ بہرام کی شکست اور ارسلان کا غزنی پر دوبارہ قبضہ۔ بہرام کا سلطان سنجر کی مدد سے غزنی پر دوبارہ حملہ۔ بہرام فتح یاب ہوا اور اس نے ارسلان کو قتل کر کے غزنی کے تخت پر اپنا اقتدار مستحکم کیا۔

511ھ (1118ء) سلطان محمد سلجوقی کا انتقال۔ اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا۔ بغداد میں اس کا خطبہ جاری ہوا۔

511ھ (1118ء) عیسائی بادشاہ بیت المقدس' بالڈون کا انتقال۔ اس نے مصر کے فاطمی خلیفہ کے خلاف چڑھائی کی تھی۔ دریائے نیل عبور کرتے ہوئے بیمار پڑ گیا اور واپس بیت المقدس میں پہنچ کر مر گیا۔ اپنا جانشین قمص والی رہا کو مقرر کیا۔

512ھ (1118ء) خلیفہ مستظہر کا انتقال۔ اس کا بیٹا ابوالمنصور مستر شد

Marfat.com

باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ اس کے بھائی ابوالحسن نے اس کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور حلہ اور واسط میں علم بغاوت بلند کر دیا۔

512-13ھ (1118-19ء) نئے سلطان محمود سلجوقی کی جانشینی کو اس کے بھائی ملک مسعود نے تسلیم نہ کیا۔ دونوں بھائیوں میں خانہ جنگی۔ تیسرا بھائی ملک طغرل بھی خانہ جنگی میں شامل ہو گیا۔

513ھ (1119ء) خلیفہ مستر شد اپنے بھائی ابوالحسن کو گرفتار کروانے میں کامیاب ہو گیا۔ تاہم اس نے اسے امان دے دی اور دونوں میں مصالحت ہو گئی۔

513ھ (1119ء) سلطان سنجر سلجوقی والی خراسان و ماورالنہر نے بھی اپنے بھتیجے سلطان محمود کو تسلیم نہ کیا۔ چچا بھتیجے کے مابین خانہ جنگی۔ سلطان سنجر کو فتح حاصل ہوئی اور وہ بغداد پہنچ گیا۔ خلیفہ مسترشد نے سلطان محمود کا خطبہ موقوف کر کے سلطان سنجر کا خطبہ جاری کر دیا۔

514ھ (1120ء) سلطان سنجر اور سلطان محمود میں صلح اس شرط پر ہو گئی کہ محمود کو تمام مقبوضات سلجوقیہ کا ولی عہد بنا دیا گیا۔ محمود کے بھائی مسعود نے اس کی ولی عہدی کو تسلیم نہ کیا۔ محمود اور مسعود کے مابین خانہ جنگی۔

516ھ (1122ء) سلطان محمود اور مسعود کے مابین طویل خانہ جنگی کے بعد صلح۔

516ھ (1122ء) سلطان محمود نے آق سنقر برسقی (والد عمادالدین زنگی) کوتوال بغداد کو موصل کا امیر مقرر کیا اور فرنگیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ لیکن والی حلہ دبیس بن صدقہ نے بغاوت کر دی اور آق سنقر اس کی سرکوبی پر مامور کر دیا گیا۔ دبیس اور آق سنقر کی لڑائیاں۔ دبیس کی شکست اور فرار۔ اس نے فرنگیوں کی مدد سے حلب پر قبضہ کی کوشش کی۔

519ھ (1125ء) دبیس اور ملک طغرل نے بغداد پر چڑھائی کر دی۔

Marfat.com

خلیفہ مسترشد خود فوج لے کر مقابلہ پر آیا۔ دبیس کی شکست اور خلیفہ کی اطاعت۔ خلیفہ مسترشد نے خود کو طاقتور سمجھ کر اقتدار و اختیار پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی۔

520-21ھ (1126ء) سلطان محمود سلجوقی کی بغداد پر چڑھائی۔ اس نے خلیفہ مسترشد کی اپنے اقتدار کی بحالی کی کوشش کو منظور نہیں کیا تھا۔ سلطان محمود کے سپہ سالار عمادالدین زنگی اور خلیفہ کے سپہ سالار عفیف کی فوجوں کے مابین کئی لڑائیاں۔ خلیفہ نے مجبور ہو کر سلطان محمود سے مصالحت کر لی۔ سلطان محمود نے عمادالدین زنگی کو بغداد کا کوتوال مقرر کر دیا۔

522ھ (1128ء) دمشق کے حاکم طغرکین کا انتقال۔ اس کا بیٹا تاج الدولہ بوری تخت نشین ہوا۔

522ھ (1128ء) فرنگیوں کا دمشق پر حملہ۔ لڑائی میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ فرنگیوں کو دمشق پر حملہ کی دعوت تاج الدولہ بوری کے اسماعیلی وزیر مزدغانی اور دمشق کے اسماعیلیوں نے دی تھی۔ بوری نے وزیر مزدغانی کو قتل کروا دیا تھا۔

523ھ (1129ء) سلطان سنجر کی سفارش پر سلطان محمود نے دبیس بن صدقہ کو معاف کر دیا۔ دبیس نے ایک لاکھ دینار کا نذرانہ دے کر موصل کی گورنری حاصل کرنے کی کوشش کی۔ عمادالدین زنگی کو معلوم ہوا تو اس نے ایک لاکھ دینار سلطان محمود کو نذرانہ دے کر دبیس کی تقرری منسوخ کرا دی اور خود موصل کی گورنری حاصل کر لی۔ زنگی نے موصل کے بعد حلب پر بھی قبضہ کر لیا۔

524ھ (1130ء) سلطان محمود سلجوقی کا انتقال۔ اس کا بیٹا سلطان داؤد تخت نشین ہوا۔ اس کے چچا ملک مسعود (والی آذربائیجان) اور دادا کے بھائی سلطان سنجر (والی خراسان و ماوراالنہر) نے سلطان داؤد کو تسلیم نہ کیا۔ سلجوقیوں کے مابین ایک بار پھر خانہ جنگی چھڑ گئی۔

Marfat.com

525-26ھ (1131-32ء) سلجوقیوں کی خانہ جنگی میں خلیفہ نے بغداد میں سلطان سنجر کا خطبہ جاری رکھا۔ سلطان داؤد اور ملک مسعود کے لشکروں کی بغداد پر اپنے اپنے غلبہ کے لئے چڑھائی اور بغداد کے باہر دونوں لشکروں کی باہم خونریز جنگ۔ عمادالدین زنگی نے ملک مسعود کا ساتھ دیا۔ عمادالدین زنگی کی شکست اور فرار۔ تکریت کے قلعہ دار نجم الدین ایوب (والد صلاح الدین ایوبی) نے زنگی کی مدد کی اور اسے راستہ دلایا۔

526ھ (1132ء) سلطان سنجر اور سلطان مسعود کے مابین شدید جنگ۔ مسعود کی شکست۔ سلجوقیوں کی مسلسل خانہ جنگی۔

526ھ (1132ء) دبیس اور عمادالدین زنگی کا خلیفہ مسترشد کے خلاف اتحاد۔ دونوں نے مل کر خلیفہ سے جنگ کی مگر شکست کھائی۔

527ھ (1133ء) خلیفہ مسترشد کی عمادالدین زنگی کے خلاف موصل پر چڑھائی۔ خلیفہ کئی ماہ تک موصل کا محاصرہ کئے رہا۔ فرنگی شہر چھوڑ کر سلطان سنجر کے پاس چلا گیا۔ خلیفہ واپس بغداد آ گیا کیونکہ سلطان مسعود بغداد کی جانب بڑھ رہا تھا۔

527-28ھ (1133-34ء) سلجوقی سلاطین، مسعود، داؤد، ملک طغرل وغیرہ چچا بھتیجوں کے مابین خونریز خانہ جنگی۔

529ھ (1135ء) خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود کے مابین کشیدگی اور جنگ۔ خلیفہ کو شکست ہوئی۔ خلیفہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے اختیارات صلب کر لیے گئے۔ خلیفہ پر چار لاکھ دینار سالانہ کا تاوان عائد کیا گیا جو اس نے سلطان مسعود کو ادا کرنا تھا۔

529ھ (1135ء) خلیفہ مسترشد کا قتل۔ سلطان مسعود کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط کے کچھ دن بعد خلیفہ کے خیمہ میں چند افراد نے داخل ہو کر قتل کر دیا۔ اس کا سر کاٹ کر صلیب پر چڑھایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان مسعود سلجوقی نے باطنیوں کے ذریعہ خلیفہ کو قتل کروایا۔

Marfat.com

سلطان مسعود نے دبیس بن صدقہ کو بھی ایک باطنی کے ذریعہ خوئی میں قتل کروا دیا۔

529ھ (1135ء) خلیفہ مسترشد کے قتل کے بعد اس کا بیٹا ابو جعفر راشد باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ سلطان مسعود نے اس سے چار لاکھ دینار تاوان کا مطالبہ کیا جو اس کے باپ کے ساتھ معاہدہ صلح میں طے پایا تھا۔ راشد نے یہ رقم دینے سے انکار پر راشد اور مسعود کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی۔ مسعود کا سپہ سالار راشد بر تقش جو رقم وصول کرنے بغداد آیا تھا۔ خلیفہ راشد اور اہل بغداد کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ گیا۔

530ھ (1136ء) سلطان داؤد سلجوقی کی بغداد میں آمد اور خلیفہ ارشد کی حمایت۔ سلطان مسعود کا بغداد پر حملہ اور محاصرہ۔ طویل محاصرہ کے بعد شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا۔ خلیفہ راشد کے حامی وہاں سے فرار ہو گئے۔ عماد الدین زنگی خلیفہ راشد کو ہمراہ لے کر موصل چلا گیا۔

530ھ (1136ء) سلطان مسعود سلجوقی نے بغداد کے علماء و فقہاء اور قضاۃ کی مدد سے خلیفہ راشد کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ اس کی جگہ اس کے چچازاد بھائی محمد بن المستظہر کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے مقتفی باللہ کا لقب اختیار کیا۔

531ھ (1136ء) شمس الدین ایلدکز نے آذربائیجان میں اپنے خاندان کی خودمختار ریاست قائم کر دی جو 622ھ تک قائم رہی۔ وہ سلطان مسعود سلجوقی کا سپہ سالار تھا اور اس نے اسے آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا تھا۔

532ھ (1138ء) والیان خوزستان' خلخال اور فارس نے راشد کی دوبارہ بیعت کرنے کا عہد کیا۔ سلطان مسعود نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی۔ امیر منکبرس والی فارس کو گرفتار کر کے سلطان

Marfat.com

مسعود نے اپنے روبرو قتل کروایا۔

532ھ (1138ء) معزول خلیفہ راشد کا قتل۔ وہ موصل سے فوج کا ایک دستہ لے کر آذربائیجان میں قتل و غارت کرتا ہوا اصفہان پہنچا تھا اور وہاں محاصرہ کئے پڑا تھا کہ بیمار ہوا اور عجمیوں کے ایک گروہ نے اسے گھیر کر قتل کر ڈالا۔

532ھ (1138ء) بغداد مکمل طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا۔ سلجوق شاہ ابن سلطان محمود نے حملہ کر کے یہاں قبضہ کیا اور شہر کو ویران کیا اور اسے انتشار کی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔ ہر سال بغداد سے غلاف کعبہ تیار ہو کر مکہ بھیجا جاتا تھا۔ وہ اس سال بغداد میں طوائف الملوکی کی وجہ سے نہ بھیجا جا سکا۔

533ھ (1138ء) اتسز نے خوارزم میں اپنی خودمختار سلطنت قائم کر لی۔ وہ سنجر سلجوقی کی طرف سے خوارزم کا گورنر مقرر تھا مگر اس نے سلجوقیوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر خودمختاری قائم کر لی۔ سنجر نے اس کی سرکوبی کے لئے خوارزم پر حملہ کیا اور اتسز کو شکست دے دی۔ مگر اتسز کی ناکامی عارضی تھی۔ سنجر کی واپسی کے بعد اہل خوارزم کی مدد سے اتسز نے دوبارہ خوارزم پر قبضہ کر لیا اور اپنی آزاد سلطنت کی ابتداء کر دی۔ اتسز کا باپ محمد قطب الدین اور دادا انوشتگین سلجوقیوں کے غلام تھے۔ سلطان برکیاروق نے محمد قطب الدین کو خوارزم کا گورنر مقرر کیا تھا جس کے بعد اتسز وہاں کا والی مقرر ہوا۔

533ھ (1139ء) سلطان مسعود کی بغداد میں آمد۔ اس نے کوتوال شہر بقش کو قید میں ڈلوا کر قتل کروا دیا۔ عارضی طور پر شہر کا امن بحال ہوا۔ مگر سلطان کے جانے کے بعد پھر غنڈوں اور بدمعاشوں نے حالات بگاڑ دیئے۔ نئے خلیفہ مقتفی کے پاس کوئی اختیار نہ تھا۔

534ھ (1139ء) والی موصل عمادالدین زنگی نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

Marfat.com

اس دوران والی دمشق جمال الدین محمد بن بوری کا انتقال۔ اس کا بیٹا مجیرالدین انز تخت نشین ہوا اور معین الدین انز اس کا سرپرست ہوا۔ معین الدین انز نے فرنگیوں سے زنگی کے خلاف مدد طلب کی۔ فرنگیوں کی آمد سے پہلے عمادالدین زنگی دمشق کے مضافات کو تباہ و برباد کر کے واپس اپنے شہر چلا گیا۔ معین الدین انز نے فرنگیوں کے ساتھ مل کر زنگی کے علاقہ قاشاش کو فتح کیا اور اسے فرنگیوں کے حوالے کر دیا۔ دراصل انز نے قاشاش فتح کر کے فرنگیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ پر عمادالدین زنگی کے خلاف ان سے امداد طلب کی تھی۔

536ھ (1142ء) سلطان مسعود بغداد آیا۔ کوتوال تبدیل کیا۔ کرپٹ انتظامیہ کو سزائیں دیں۔

536ھ (1142ء) سلطان سنجر سلجوقی فرمانروائے خراسان کو ترکان خطا نے شکست دے دی۔ ترکان خطا نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اور شاہ خوارزم اتسز نے ان کو سلطان سنجر کی سلطنت پر یلغار کرنے کی ترغیب دی تھی۔

536ھ (1142ء) خوارزم شاہ اتسز نے خراسان پر چڑھائی کر کے اس کے دارالحکومت مرو پر قبضہ کر لیا۔ اتسز کی فوج نے کئی روز تک شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ کئی اکابر علماء بھی مارے گئے۔ نیشاپور' بیہق اور خراسان کے دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اتسز نے سلطان سنجر کا خطبہ موقوف کر کے اپنا خطبہ جاری کر دیا۔ سلجوقی سلاطین کا زوال ہو گیا۔

540ھ (1146ء) سلطان مسعود کے خلاف والیان رے' خوزستان و فارس نے بغاوت کر دی۔ جنگ ہوئی اور پھر صلح ہو گئی۔ عملی طور پر عنان حکومت ان والیان اور ان کے حامی امراء و وزراء کے ہاتھ میں چلی گئی۔ جن میں امیر عبدالرحمٰن طغرل بک حاجب بھی تھا۔

Marfat.com

541ھ (1147ء) سلطان مسعود نے خود کو اقتدار سے محروم پا کر والی آذربائیجان عبدالرحمٰن طغرل بک کو سازش کر کے قتل کروا دیا۔ اس کے علاوہ اس نے والی رے امیر عباس کو بھی اس دستہ کے محافظین کے ہاتھوں قتل کروا دیا۔ والی فارس بوزابہ نے سلطان مسعود کے خلاف لشکر کشی کر دی۔ جنگ میں بوزابہ نے شکست کھائی اور مارا گیا۔

541ھ (1147ء) والی موصل عمادالدین زنگی کو اس کے بعض غلاموں نے قتل کر ڈالا۔ اس کا بیٹا سیف الدین غازی موصل کا حکمران بنا جبکہ اس کے دوسرے بیٹے نورالدین زنگی نے حلب کی حکومت سنبھال لی۔

541-44ھ (1147-50ء) بغداد انتشار اور طوائف الملوکی کا شکار ہو رہا۔

543ھ (1148ء) سلجوقیوں کے ایک سپہ سالار (اتابک) سلغر کی اولاد میں سنقر بن مودود نے فارس میں اپنے خاندان کی خود مختار سلطنت قائم کر دی جو 686ھ تک قائم رہی۔

543ھ (1148ء) خوزستان میں سلجوقی سپہ سالار (اتابک) ابوطاہر بن محمد نے اپنے خاندان کی سلطنت قائم کی جو 827ھ تک قائم رہی۔ انہیں ہزار اسپی کہا جاتا تھا۔

543-44ھ (1148-49ء) غزنی کے سلطان بہرام شاہ نے غور کے قطب الدین محمد کو قتل کروا دیا جو اس کا داماد تھا اور اسے ملنے غزنی آیا ہوا تھا۔ غور کے فرمانروا اور قطب الدین کے بھائی سیف الدین غوری کا غزنی پر حملہ۔ بہرام شاہ کی شکست اور ہندوستان کی جانب فرار' سیف الدین کا غزنی پر قبضہ۔ بہرام شاہ ہندوستان سے ہندو فوجیں لے کر غزنی پر حملہ آور ہوا۔ فتحیاب ہوا۔ اور غزنی پر دوبارہ قبضہ کے بعد اس نے سیف الدین کو گرفتار کر کے منہ کالا کر کے شہر

Marfat.com

میں تشہیر کرائی اور پھر قتل کر دیا۔

544ھ (49ء) غور کے تخت پر علاؤالدین حسین تخت نشین ہوا جو اپنے بھائی سیف الدین کی غزنی کی مہم کے دوران غور میں قائمقام تھا۔

547ھ (1152ء) غزنی کے سلطان بہرام شاہ کا انتقال۔ اس کا بیٹا خسرو شاہ تخت حکومت پر بیٹھا۔

547ھ (1152ء) غور کے فرمانروا علاؤالدین حسین کا غزنی پر حملہ۔ خسرو شاہ لاہور فرار ہو گیا۔ علاؤالدین غوری کے حکم پر سات روز تک غزنی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی۔ قتل عام ہوا۔ مکانات جلا دیئے گئے۔ غزنی سے لاکھوں مرد اور عورتیں تہہ تیغ کر ڈالے گئے۔ غزنوی سلاطین کی قبریں اکھاڑ کر مردے جلا دیئے گئے۔ صرف سلطان محمود، مسعود اور ابراہیم مستثنیٰ قرار دیئے گئے۔ علاؤالدین کو "جہاں سوز" کا لقب اس کے ہاتھوں غزنی کی تباہی و بربادی کی وجہ سے دیا گیا۔

547ھ (1152ء) سلطان مسعود سلجوقی کا انتقال۔ اس سے پہلے خلیفہ مقتفی نے ایک ماہ تک روزانہ اس پر بددعا کی تھی۔ اس کے بعد اس کے بھتیجے ملک شاہ بن سلطان محمود کو تخت نشین کیا گیا۔

548ھ (1153ء) ملک شاہ بن سلطان محمود سلجوقی کی معزولی۔ امیر خاص بک نے اس کی جگہ محمد بن سلطان محمود کو تخت نشین کر دیا۔ نئے سلطان محمود نے اقتدار حاصل کرتے ہی امیر خاص بک کو قتل کر دیا کیونکہ اسے خطرہ ہو گیا تھا کہ وہ اسے بھی گرفتار کر کے خود اقتدار پر قابض ہو جانا چاہتا ہے۔

548ھ (1153ء) سلطان سنجر سلجوقی کی ترکان غز کے ہاتھوں شکست اور گرفتاری۔ ترکان غز ترکوں کا ایک قبیلہ تھا جو مسلمان ہو چکا تھا۔ کافر ترکان خطا کے ماوراالنہر پر قبضہ کے بعد ترکان غز نے خراسان کا

Marfat.com

رخ کر لیا تھا اور وہاں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

549ھ (1154ء) ترکان غز نے طوس اور نیشاپور کو تباہ و برباد کیا۔ قتل و غارت گری کے دوران مسلمان ترکان غز کے ہاتھوں بہت سے علماء و فقہا اور قضاۃ بھی مارے گئے۔

551ھ (1156ء) خوارزم شاہ اتسز کا انتقال۔ اس کا بیٹا ارسلان تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے بعد اس نے اپنے بھائی کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا کر اندھا کر دیا۔

551ھ (1156ء) سلطان سنجر ترکان غز کی قید سے رہا ہوا۔ خوارزم شاہ ارسلان نے اطاعت کا مظاہرہ کیا۔

551ھ (1156ء) سلطان سنجر کے ولی عہد سلیمان شاہ بن سلطان محمد سلجوقی کی اپنے بھتیجے سلطان محمد سلجوقی کے ساتھ خانہ جنگی۔ سلیمان شاہ ترکان غز سے مغلوب ہونے کے بعد بغداد چلا آیا تھا۔ خلیفہ مقتفی نے وہاں اس کے نام کا خطبہ جاری کر کے اسے سلطان محمد سے جنگ کی ترغیب دی تھی۔ ان کے مابین ہمدانی کے قریب جنگ ہوئی۔ جس میں سلیمان کو شکست ہوئی۔ اسے گرفتاری کے بعد سلطان محمد کے اتحادی قطب الدین مودود زنگی والی موصل کے پاس نظربند کر دیا گیا۔

551-52ھ (1156-57ء) سلطان محمد کا بغداد پر حملہ۔ خلیفہ مقتفی نے خود اپنے لشکر اور اہل بغداد کی مدد سے مدافعت کی۔ والی موصل قطب الدین مودود زنگی بھی سلطان محمد کے ہمراہ بغداد پر حملہ کرنے والوں میں شامل تھا۔ طویل محاصرہ کے بعد یہ جنگ ختم ہوئی۔

552ھ (1157ء) سلطان سنجر کا انتقال۔ خراسان اور پھر عراق پر بھی خوارزم شاہ کا مکمل قبضہ۔ سلجوقی سلطنت کا خاتمہ۔

554ھ (1159ء) ترکان غزنی پر حملہ اور قبضہ۔ غزنوی خاندان کا فرمانروا خسرو شاہ لاہور فرار ہو گیا۔ غزنی دوبارہ غزنویوں کے قبضے میں

Marfat.com

نہ آ سکا۔ ان کا اقتدار پنجاب تک محدود ہو گیا۔

554ھ (1159ء) سلطان محمد سلجوقی کا انتقال۔ امراء نے سلیمان شاہ کو والی موصل کی قید سے رہا کروا کر اس کی جگہ تخت نشین کر دیا۔ خلیفہ مقتفی نے بھی اس کی حمایت کی اور بغداد میں اس کا خطبہ پڑھا گیا۔

555ھ (1160ء) غزنوی خاندان کے فرمانروا خسروشاہ کا انتقال۔ اس کا بیٹا خسروملک تخت نشین ہوا۔ وہ غزنوی خاندان کا آخری فرمانروا تھا۔ اس کی حکومت پنجاب تک محدود تھی۔

555ھ (1160ء) سلطان محمد مرحوم کے بھائی ملک شاہ نے اپنے چچا سلیمان شاہ کی تخت نشینی کو قبول نہ کیا اور بغداد پر حملہ کی دھمکی دی۔ خلیفہ مقتفی کے وزیرالسلطنت نے ایک لونڈی کے ذریعے ملک شاہ کو زہر دلوا دیا اور وہ مر گیا۔

555ھ (1160ء) خلیفہ مقتفی کا انتقال۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابوالمظفر یوسف' مستنجد باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ خلیفہ مقتفی کے حرم میں اس کے انتقال سے پہلے بیماری کے دوران جانشینی پر کنیزوں کے مابین لڑائی ہوئی۔ مستنجد کی ماں کا پلہ بھاری رہا اور اس کا حریف بھائی علی اپنی ماں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔

556ھ (1161ء) سلیمان شاہ سلجوقی کی معزولی' گرفتاری اور قتل۔ اس کے وزیر شرف الدین نے یہ سب کر کے ارسلان شاہ بن طغرل کو تخت نشین کر دیا۔

556ھ (1161ء) غور کے سلطان علاؤالدین جہاں سوز کا انتقال۔ اس کا بیٹا سیف الدین محمد تخت نشین ہوا۔

556ھ (1161ء) غور کے نئے سلطان سیف الدین نے باطنیوں کا صفایا کر دیا جنہیں سلطان علاؤالدین نے مملکت میں اپنی دعوت پھیلانے کی اجازت دے رکھی تھی۔

Marfat.com

556ھ (1161ء) عرب قبیلہ خفاجہ کی کوفہ اور دجلہ میں بغاوت۔ خلیفہ کے ترک سپہ سالاروں نے ان کی سرکوبی کی۔

558ھ (1163ء) غور کا سلطان سیف الدین غزوں کے ساتھ جنگ کے دوران مارا گیا۔ اس کا چچازاد بھائی غیاث الدین تخت نشین ہوا۔

558ھ (1163ء) عراق کے سرکش عرب قبیلہ بنی اسد کی سرکوبی۔ خلیفہ مستنجد نے انہیں جبراً" عراق سے جلا وطن کر دیا۔

559ھ (1164ء) خلیفہ مستنجد نے والی بصرہ منکبرس کو قتل کروا دیا۔ اور اس کی جگہ کمشتکین کو اپنا والی مقرر کیا۔

559-62ھ (1164-67ء) والی خوزستان اور نئے والی بصرہ' کمشتکین کے مابین خانہ جنگی۔

560ھ (1165ء) خلیفہ مستنجد کا وزیرالسلطنت عون الدین یحیٰی کا انتقال ہوا تو خلیفہ کے حکم سے اس کے پس ماندگان کو قید میں ڈال دیا گیا۔

563ھ (1168ء) نئے وزیرالسلطنت مشرف الدین نے خلیفہ مستنجد کے حکم پر رئیس الرؤسا عضدالدین کے اختیارات صلب کر لئے۔ عضدالدین اور اس کا ساتھی قطب الدین خلیفہ مستنجد کے سخت خلاف ہو گئے۔

564ھ (1168ء) مصر کے فاطمی خلیفہ عاضد نے شام کے سلطان نورالدین زنگی سے درخواست کی کہ وہ اس کو وزیر سلطنت شاور کی سازشوں سے نجات دلائے جس نے مصر کو صلیبیوں کی تحویل میں دے دینے کی سفارش کی تھی۔ نورالدین زنگی کا کرد سپاہ سالار اسد الدین شیرکوہ قاہرہ پہنچا اور شاور کو بے دخل کر کے تمام امور سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لئے۔

564ھ (1168ء) اسدالدین شیرکوہ کی وفات۔ اس کے بھتیجے صلاح الدین ایوبی نے حکومت قاہرہ کا کنٹرول سنبھال لیا۔ فاطمی خلیفہ عاضد کی حیثیت محض علامتی رہ گئی۔

Marfat.com

566ھ (1170ء) خلیفہ مستنجد کا انتقال۔ اسے رئیس الرؤسا عضدالدین اور قطب الدین نے بیماری کی حالت میں حمام میں بند کر دیا۔ جہاں دم گھٹنے سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے بعد عضدالدین نے اس کے بیٹے حسن کو مستضی بامراللہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا اور وزیرالسلطنت مشرف الدین کو قتل کر دیا۔ عضدالدین نیا وزیرالسلطنت بنا۔

567ھ (1171ء) مصر کے فاطمی خلیفہ عاضد کا انتقال۔ فاطمی خلافت کا خاتمہ۔ صلاح الدین ایوبی مصر کا حکمران بن گیا اور اس نے وہاں فاطمی خطبہ موقوف کر کے عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کر دیا۔ خلیفہ مستضی نے نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کو خلعت اور تحائف بھیجے۔

567ھ (1171ء) بغداد میں عضدالدین وزیرالسلطنت کی معزولی۔ سپہ سالار قطب الدین کا عروج۔

568ھ (1172ء) سلطان نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے مابین ناچاقی اور صلح۔ پھر ناچاقی اور بے اعتمادی کا مظاہرہ۔

568ھ (1172ء) خوارزم کے سلطان ارسلان خوارزم شاہ کا انتقال۔ اس کے بیٹوں تکش اور جلال الدین محمود کے مابین شدید کشمکش کے بعد تکش کا پلہ بھاری رہا اور وہ سلطان تکش خوارزم شاہ کے لقب سے تخت خوارزم پر قابض ہوا۔ جلال الدین جسے سلطان شاہ بھی کہتے تھے' نے ترکان خطا کے خان اعظم کی مدد سے مرو پر قبضہ کر لیا۔

569ھ (1173-74ء) غور کے سلطان غیاث الدین کا غزنی پر حملہ جو اس وقت غزوں کے قبضے میں تھا۔ غزوں کی شکست اور غزنی پر غوریوں کا قبضہ۔ غیاث الدین نے اپنے بھائی معزالدین (شہاب الدین) محمد غوری کو غزنی کے تخت پر حکمران بنا دیا اور خود ہرات و

Marfat.com

عضدالدین لشکر لے کر مقابلہ پر آیا۔ کئی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار دونوں فوجیں واپس چلی گئیں۔

573ھ (1177ء) بغداد کے وزیر السلطنت عضدالدین کا قتل۔ ابن عطار وزیرالسلطنت بنا۔

573ھ (1177ء) سلطان صلاح الدین ایوبی کا فرنگیوں کے خلاف سواحل شام پر حملہ۔ صلاح الدین کی شکست۔ مصر کو واپسی۔

574ھ (1178ء) صلاح الدین کا شام کے شہر حمص کے نواح میں فرنگیوں کے ساتھ مقابلہ۔ شہر حماۃ میں فرنگیوں کی شکست۔

574ھ (1178ء) فرنگی شاہ بیت المقدس بالڈون کا دمشق پر حملہ۔ صلاح الدین کے بھتیجے فرخ شاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ فرنگیوں کی شکست۔ ہمفری سمیت کئی فرنگی سردار مارے گئے۔

574ھ (1178ء) بالڈون اور صلاح الدین کے مابین مخاضتہ الاضرار کے مقام پر گھمسان کی جنگ۔ بالڈون کی شکست اور گرفتاری۔ بالڈون ڈیڑھ لاکھ زر ہدیہ دے کر اور ایک ہزار مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے' رہا ہوا۔

575ھ (1179ء) سلطان صلاح الدین نے فرنگیوں کے قلعہ یعقوب کو فتح کیا اور اسے منہدم کر دیا۔

575ھ (1180ء) عباسی خلیفہ مستضی بامراللہ کا انتقال۔ وزیرالسلطنت ابن عطار نے مستضی کے بیٹے ابوالعباس احمد کو تخت خلاف پر بٹھایا اور اسے ناصرالدین اللہ کا خطاب دیا۔ اس نے خلیفہ بنتے ہی وزیرالسلطنت ابن عطار کو قید میں ڈال دیا۔ جہاں وہ چند روز بعد مردہ پایا گیا۔ استاد دار مجدالدین افضل کو وزیرالسلطنت بنایا گیا۔

576ھ (1180ء) سلطان صلاح الدین نے 70 بحری جہازوں کی مدد سے سواحل فلسطین پر حملہ کیا اور تاخت و تاراج کیا۔ ایک ہزار نصرانی گرفتار ہوئے۔ فرنگی شاہ بیت المقدس بالڈون کی درخواست پر صلاح

Marfat.com

الدین نے دو سال کے لیے صلح کر لی۔

577ھ (1181ء) سلطان صلاح الدین نے موصل' الجزیرہ' اربل' اینا اور مریدین کے شہزادوں' سلطان قونیہ اور شاہ آرمینیہ کے مابین صلح کے معاہدہ پر دستخط کرائے جس کی رو سے انہوں نے دو سال تک آپس میں جنگ نہ کرنے کی قسم کھائی۔

577ھ (1181ء) سلطان صلاح الدین کے بھتیجے عزالدین فرخ شاہ کا الکرک کے فرنگی حاکم پر حملہ اور اس کی سرکوبی۔

578ھ (1181ء) الکرک کے فرنگی حاکم ریمنڈ ایلاث کے راستے بحری بیڑہ بحیرہ قلزم میں ڈال کر مکہ معظمہ پہنچ گیا اور حملہ آور ہوا۔ مصر سے صلاح الدین کے بھائی الملک العادل نے امیر البحر لتولتو کی قیادت میں بحری بیڑہ بھیجا جس نے ریمنڈ کو شکست دے کر بھگا دیا۔ بہت سے فرنگی مارے گئے اور قیدی بنائے گئے۔

578ھ (1182ء) سلطان صلاح الدین کا موصل و حلب کے خاندان زنگی کی حکومت کے مقبوضات جزیرہ پر حملہ اور ان کے کئی شہروں پر قبضہ۔ اس کے بعد موصل پر چڑھائی۔ والی موصل عزالدین مسعود زنگی کی زبردست مدافعت محاصرہ کی طوالت اور صلح کی کوششیں۔ صلاح االدین حلب پر قبضہ مانگتا تھا۔ صلح نہ ہو سکی۔ صلاح الدین موصل سے محاصرہ اٹھا کر سنجار پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر لیا۔

579ھ (1183ء) سلطان صلاح االدین کا حلب پر قبضہ۔ حلب کے عوض میں صلاح الدین نے وہاں کے حاکم سنجار' نصیبین اور بعض دوسرے شہر جو اس نے فتح کیے تھے لوٹا دیئے۔

580ھ (1184ء) فرنگی شاہ بیت المقدس بالڈون کا انتقال۔ اس کا کم سن بیٹا بالڈون دوئم تخت نشین ہوا۔ طرابلس کا والی ریمنڈ اس کا اتالیق مقرر ہوا۔

580-81ھ (1184-85ء) سلطان صلاح الدین کی موصل کی فتح کرنے

Marfat.com

خراسان فتح کرنے میں مصروف ہو گیا۔

569ھ (1173ء) شام کے فرمانروا سلطان نورالدین زنگی کا دمشق میں انتقال۔ اس کا بیٹا صالح اسماعیل تخت نشین ہوا۔

569-70ھ (1173-75ء) بغداد میں سپہ سالار قطب الدین اور سابق وزیرالسلطنت عضدالدین کی کشمکش اقتدار۔ قطب الدین کا زوال۔ عضدالدین دوبارہ وزیرالسلطنت بن گیا۔

569ھ (1173ء) صلاح الدین ایوبی کے بھائی شمس الدولہ نے یمن پر حملہ کر کے وہاں زبید اور عدن کی مسلمان حکومتوں کا خاتمہ کیا اور یمن کو ایوبی مقبوضات میں شامل کر دیا۔

571ھ (1175ء) غور کے سلطان غیاث الدین کا ہرات پر قبضہ۔ اس کے بھائی والی غزنہ سلطان شہاب الدین (معزالدین) غوری کا سندھ پر قبضہ۔

569-71ھ (1173-75ء) زنگی سلاطین دمشق و موصل کے مابین خانہ جنگی۔ موصل کے سیف الدین غازی دوئم کی صالح اسماعیل کے خلاف مہم اور اس کے مقبوضات پر قبضہ۔ حجاز بھی اس کے قبضے میں آ گیا۔

571ھ (1175ء) نیمروز اور سیستان کے حکمران تاج الدین ابوالفتح کا انتقال۔ اس کا بڑا بیٹا شمس الدین تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے اٹھارہ بھائیوں کو قتل کر دیا۔ ایک کو اندھا کر دیا۔

571-72ھ (1175-76ء) صلاح الدین ایوبی کا مصر سے آ کر شام پر حملہ اور زنگیوں کے ساتھ حماۃ کے مقام پر جنگ۔ زنگیوں کو شکست۔ صلاح الدین کا دمشق پر قبضہ۔ شام، یمن اور مصر کے فرمانروا کی حیثیت سے اس نے سلطان صلاح الدین ایوبی کا لقب اختیار کیا۔

572ھ (1176ء) خوزستان کے والی ابن ملک شاہ کی بغداد پر چڑھائی۔

Marfat.com

کی کوشش۔ عزالدین والی موصل نے طویل مزاحمت کے بعد آخر کار مصالحت کر لی اور صلاح الدین کا باجگذار بن گیا۔

581-82ھ (1185-86ء) سلطان صلاح الدین ایوبی سخت بیمار پڑ گیا۔ اس کے بھائی' بیٹے اور بھتیجے کے مابین کشمکش اقتدار شروع ہو گئی۔

582ھ (1186-87ء) سلطان صلاح الدین کی فلسطین پر چڑھائی۔ کئی فرنگی مقبوضات کو تاخت و تاراج کر کے واپس دمشق لوٹ آیا۔

582ھ (1186ء) ریمنڈ شاہ بالڈون دوئم سے بغاوت کر کے صلاح الدین سے آ کر مل گیا۔ صلاح الدین نے اسے اپنے ملک کے عیسائیوں پر حاکم بنا دیا۔

582ھ (1186ء) غزنی کے فرمانروا سلطان شہاب الدین غوری کا لاہور پر قبضہ۔ وہاں غزنوی خاندان کے آخری حکمران خسرو ملک کی شکست' گرفتاری اور قتل۔ غزنوی سلطنت کا مکمل خاتمہ۔

583ھ (1187ء) خلیفہ ناصرالدین اللہ نے وزیرالسلطنت مجدالدین افضل کو قتل کرا دیا کیونکہ وہ بہت بااختیار ہو گیا تھا اور خلیفہ کی کچھ نہ چلتی تھی۔

583ھ (1187ء) سلطان صلاح الدین نے موصل' الجزیرہ' اربل' مصر اور شام سے وسیع لشکر جمع کر کے فلسطین کو فرنگی قبضہ سے آزاد کرانے کے لیے بھرپور حملہ کر دیا۔ صفوریہ اور طبریہ پر قبضے کے بعد حطین کے مقام پر فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ فرنگیوں کی شکست۔ شاہ یروشلم اور الکرک کے حاکم ارناط (ا یجنلڈ) سمیت ہزاروں نصرانی قید ہو گئے۔ تیس ہزار عیسائی مارے گئے۔ ا یجنلڈ کو خود صلاح الدین نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ بیت المقدس نوے 90 سال بعد عیسائیوں کے قبضے سے آزاد ہوا۔ بیروت سے غزہ تک تمام فلسطین صلاح الدین کے قبضے میں آ گیا۔

584ھ (1188ء) سلطان صلاح الدین نے طرسوس اور لاذقیہ کو فتح کر

Marfat.com

کے فرنگی قبضے سے آزاد کرایا۔ صقلیہ (سسلی) سے بحری بیڑے نے آ کر لاذقیہ پر دوبارہ قبضہ بحال کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد قلعہ شغر اور کئی دوسرے قلعے جو فرنگی حاکم انطاکیہ کی عملداری میں تھے فتح کر لئے گئے۔

584ھ (1188ء) خلیفہ ناصر کی سلجوقی سلطان طغرل ثانی کے خلاف جنگ۔ وزیر السلطنت عبیداللہ کی سرکردگی میں لشکر کی شکست اور عبیداللہ کی گرفتاری۔

584ھ (1188ء) والی ہمدان کزل اور سلطان طغرل ثانی کی جنگ۔ طغرل کی شکست۔ کزل نے طغرل کو گرفتار کر کے قلعہ میں نظربند کر دیا۔ جہاں اسے کچھ عرصہ بعد قتل کر ڈالا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سلجوقی سلطنت بھی ختم ہو گئی۔

585ھ (1189ء) سلطان صلاح الدین اور فرنگیوں کے مابین شدید ترین معرکہ آرائی۔ طویل جنگ۔ لیکن فیصلہ نہ ہو سکا۔ سلطان واپس آ گیا۔

586-87ھ (1190-91ء) معرکہ عکا۔ اس تیسری صلیبی جنگ کے لئے شاہ جرمنی فریڈرک' فرانس کا شاہ فلپ اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈز کثیر فوج' جنگی بحری بیڑے لے کر نکلے تھے۔ فریڈرک راستے میں مر گیا۔ تاہم فلپ اور رچرڈز نے عکا پر زبردست حملہ کر دیا۔ صلاح الدین اور اس کے سپہ سالاروں نے عکا میں مجبور ہو کر اس کا زبردست دفاع کیا۔ محاصرہ دو سال تک طول کھینچ گیا اور اہل شہر تنگ آ گئے تو صلاح الدین دو لاکھ دینار تاوان کی ادائیگی اور فرنگیوں کے 500 قیدیوں کو رہا کرنے اور بیت المقدس سے قبضہ میں لی گئی صلیب کی واپسی کی شرط پر شہروں کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت حاصل کی اور شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا۔ تاہم فرنگیوں کو ایک لاکھ دینار ادا کر سکا۔ فرنگیوں نے عام شہریوں کو شہر سے نکل جانے

Marfat.com

کی اجازت دے دی مگر لشکریوں اور ان کے سپہ سالاروں کو یرغمال بنا لیا۔ بعد ازاں ان سب کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

587ھ (1190ء) شاہ انگلستان رچرڈز کی سرکردگی میں فرنگیوں نے عکا سے ساحل کے ساتھ ساتھ 150 دن تک مارچ کیا اور ریافہ کی بندرگاہ پر قبضہ کیا۔ صلاح الدین نے انہیں راہ میں روکنے کے لئے کئی لڑائیاں کیں مگر کامیاب نہ ہوا۔

587ھ (92-1191ء) سلطان صلاح الدین اور شاہ انگلستان رچرڈز کے مابین صلح کی بات چیت۔ رچرڈز کی طرف سے یہ شرائط رکھی گئیں کہ رچرڈز کی بہن ملکہ جون اور صلاح الدین کے بھائی الملک عادل کی شادی کر دی جائے۔ عکا' عسقلان اور یافہ اسے جہیز میں دے دیے جائیں۔ باقی ماندہ فلسطین ملک عادل کو دے دیا جائے۔ دونوں میاں بیوی بیت المقدس میں رہ کر پورے ملک پر حکومت کریں۔ صلاح الدین نے تجویز قبول کر لی۔ مگر عیسائی پادریوں اور راہبوں نے رچرڈز کی مخالفت کی اور مزید یہ شرط رکھوائی کہ ملک عادل عیسائیت قبول کرے۔ اسے صلاح الدین نے نامنظور کر دیا۔

588ھ (1192ء) عرب قبائل بنی عامر' خفاجہ اور مشفق کی بصرہ کے نواح میں لڑائیاں اور لوٹ مار۔ والی بصرہ کچھ نہ کر سکا۔ قبائل شہر بصرہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کر کے چلے گئے۔

588ھ (1192ء) سلطان غیاث الدین غوری کے بھائی معزالدین غوری اور مرو کے خوارزمی فرمانروا سلطان شاہ (جلال الدین) کے مابین چھ ماہ تک جنگ۔ سلطان شاہ کو شکست ہوئی۔ اس کا سپہ سالار بہاؤالدین سنجری گرفتار ہوا اور اس کا سر کاٹ کر غیاث الدین کے پاس بھیج دیا گیا۔

588ھ (1192ء) ترائین کی دوسری لڑائی۔ شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کو شکست دے دی۔

Marfat.com

588ھ (1192ء) فرنگی والی صور مارکوئیس (کونریڈ) کو دو اسماعیلی فدائیوں نے راہبوں کے بھیس میں جا کر قتل کر دیا۔

588ھ (1192ء) سلطان صلاح الدین کے بھتیجے تقی الدین عمر کا انتقال جو حران، رہا، سمیساط، میا فارقین اور ارجان کا والی تھا۔ وہاں کے امراء نے اس کے کم سن بیٹے کو حکومت پر بٹھا دیا۔ ادھر صلاح الدین کے بیٹے افضل نے ان شہروں کی حکومت طلب کر لی جو صلاح الدین نے منظور کر لی۔ سلطان نے اپنے بھائی الملک العادل کو فوج دے کر ان شہروں میں بھیجا اور اس نے جا کر وہاں کی حکومت افضل کو دے دی۔ مرحوم تقی الدین کے کم سن بیٹے اور اس کے دیگر امراء کو ساتھ لے کر سلطان کے پاس بیت المقدس آ گیا۔

588ھ (1192ء) سلطان صلاح الدین کے جزیرہ کے معاملات میں الجھنے اور فوج کا ایک حصہ وہاں بھیجنے سے فائدے اٹھاتے ہوئے رچرڈز نے بیت المقدس پر فوج کشی کر کے محاصرہ کر لیا۔ حالانکہ اس سے قبل اس کے اور ملک عادل کے مابین ایک معاہدہ صلح ہو چکا تھا جو فلسطین کی تقسیم پر مبنی تھا۔ تاہم بیت المقدس کی مضبوط قلعہ بندی دیکھ کر رچرڈز واپس عکا چلا گیا۔

588ھ (1192ء) سلطان صلاح الدین نے یافہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن قبضہ مستحکم نہ رہ سکا۔ رچرڈز نے عکا سے آ کر یافہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین کی فوج میں مال غنیمت کی تقسیم پر اختلاف ہو گیا تھا جس وجہ سے وہ یافہ پر اپنا قبضہ مستحکم نہ کر سکتا تھا۔

588ھ (1192ء) رملہ کے مقام پر سلطان صلاح الدین اور شاہ انگلستان رچرڈز کے مابین تین سال کے لئے جنگ بندی کا معاہدہ طے پا گیا۔ رچرڈز بیماری کی حالت میں واپس اپنے وطن چلا گیا۔ معاہدہ کے تحت عکا سے یافہ تک کا علاقہ رچرڈز کے ماتحت رہنے دیا گیا۔ عیسائی

Marfat.com

زائرین کو یروشلم آنے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

589ھ (1193ء) سلطان صلاح الدین ایوبی کا انتقال۔ اس کے بعد اس کے بیٹوں میں تخت نشینی کی جنگ چھڑ گئی۔ فریقین میں اس کا بھائی الملک العادل بھی شامل تھا۔ بیٹوں میں دمشق پر الافضل' مصر پر العزیز عثمان اور حلب پر الظاہر غازی حاکم بن گئے۔

589ھ (1193ء) حاکم موصل عزالدین بن مودود زنگی کا انتقال۔

589ھ (1193ء) مرو کے خوارزم شاہی حکمران جلال الدین محمود عرف سلطان شاہ کا انتقال۔ اس کے بھائی تکش خوارزم شاہ کا زیر حکومت علاقہ مرو اور خراسان پر قبضہ۔

590-91ھ (1194ء) مصر کے حاکم العزیز عثمان بن صلاح الدین کی اپنے بھائی الافضل بن صلاح الدین کے خلاف دمشق پر تین مرتبہ فوج کشی اور دمشق پر قبضہ۔ مرحوم سلطان صلاح الدین کی سلطنت کی تقسیم پر اس کے بیٹوں اور بھائی کے مابین کئی سمجھوتے ہوئے اور ٹوٹے۔ کئی بار معرکہ آرائیاں ہوئیں۔

591ھ (1195ء) خلیفہ ناصر نے وزیرالسلطنت موید الدین کی قیادت میں لشکر بھیج کر خوزستان پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے والی شملہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں میں تخت نشینی کی کشمکش چل رہی تھی۔ خلیفہ نے اس کا فائدہ اٹھا کر وہاں قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خلیفہ کے لشکر نے موید الدین کی سرکردگی میں رے اور ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ یہ علاقے تکش بن ارسلان خوارزم شاہ کے مقبوضات کا حصہ تھے۔ خلیفہ اور خوارزم شاہ میں تضاد کی نمود۔

592ھ (1196ء) وزیرالسلطنت مویدالدین کا ہمدان میں انتقال۔ تکش خوارزم شاہ نے حملہ کر کے ہمدان پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور اصفہان میں اپنے بیٹے علاؤالدین کو کثیر لشکر دے کر مقیم کیا تاکہ خلیفہ کی فوجیں ادھر کا رخ نہ کر سکیں۔

Marfat.com

595ھ (1199ء) ملک العزیز صلاح الدین ایوبی کا مصر میں انتقال۔ اس کا غلام فخرالدین اس کے کم سن بیٹے منصور کو تخت نشین کرنا چاہتا تھا۔ امرائے صلاح الدین نے الافضل بن صلاح الدین کو حکومت پر متمکن کر دیا۔ تاہم فخرالدین نے بغاوت جاری رکھی۔

596ھ (1200ء) تکش بن ارسلان خوارزم شاہ کا انتقال۔ اس کا بیٹا علاؤ الدین محمد تخت نشین ہوا اور اصفہان سے ہمدان چلا گیا۔

596ھ (1200ء) علاؤالدین محمد کی اصفہان سے عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر خلیفہ ناصر نے اپنے ایک سپہ سالار سیف الدین طغرل کی قیادت میں فوج بھیج کر اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر اور زوال شدہ سلجوقی سلاطین کے موالیوں کے مابین خوارزم شاہ کے خلاف متحدہ محاذ بن گیا۔ سلجوقی سلطنت کے خاتمے کے بعد اس کے موالیوں میں سے قطلغ بن پہلوان' کرکچہ اور اید غمش نے رے' بلاد جبل' اور آذربائیجان پر قبضہ برقرار کیا ہوا تھا جبکہ خوارزم شاہ صرف کچھ عرصہ کے لئے ان علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔

596ھ (1200ء) سلطان تکش خوارزم شاہ کی وفات کی خبر پا کر غدر اور غزنہ کے فرمانرواؤں غیاث الدین غوری اور معزالدین غوری کا خراسان پر حملہ اور نیشاپور پر قبضہ۔ یہ قبضہ زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکا اور سلطان محمد خوارزم شاہ کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔

596-98ھ (1200-02ء) صلاح الدین ایوبی کے خاندان میں اقتدار کی کشمکش جاری رہی۔ دمشق' مصر' حلب اور فلسطین پر الافضل' الظاہر' ملک عادل اور کم سن منصور حکمران بنتے اور بدلتے رہے۔ کئی بار معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ آخر کار ان کے مابین معاہدہ کے تحت سلطنت کی تقسیم طے ہو گئی۔

599ھ (1203ء) افضل بن صلاح الدین ایوبی نے بلاد روم کے فرمانروا

Marfat.com

رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان کے ساتھ اتحاد کر لیا اور کیونکہ اس کے چچا ملک عادل نے اس سے شام کے وہ بیشتر علاقے واپس لے لئے جو 598ھ کے معاہدے میں اس کے حصے میں رکھے گئے تھے۔ اس نے سمساط میں سلیمان بن قلیج کا خطبہ جاری کر دیا اور اس کا اطاعت گزار بن گیا۔

599ھ (1203ء) سلطان غیاث الدین غوری کا انتقال۔ اس کا بھائی سلطان شہاب الدین جو تخت غزنی کا فرمانروا تھا۔ ساری غوری سلطنت کا سلطان بن گیا۔

601ھ (1205ء) ملک عادل کے بیٹے اشرف موسیٰ نے حاکم موصل نورالدین ارسلان شاہ کو شکست دی۔

601ھ (1205ء) پانچویں صلیبی جنگ۔ فرنگیوں نے قسطنطنیہ کے بازنطینی شاہ روم کے قبضہ سے چھین لیا۔ اس کے بعد وہ عکا میں لنگر انداز ہوئے اور اردن تک کے علاقے کو تباہ و برباد کیا۔ ملک عادل نے ان کا مقابلہ کیا۔

601ھ (1205ء) ملک عادل اور فرنگیوں کے مابین امن معاہدہ ہو گیا۔ ملک عادل رملہ اور اس کے نواحی علاقوں سے دستبردار ہو گیا۔

602ھ (1206ء) سلطان شہاب الدین غوری کا قتل۔ وہ پنجاب میں کھوکروں (گکھڑوں) کی سرکوبی کر کے غزنی واپس جا رہا تھا کہ راستے میں دمیل کے مقام پر ایک روایت کے مطابق فدائیوں نے جبکہ دوسری روایت کے مطابق کھوکھروں (گکھڑوں) نے اس کے خیمہ میں گھس کر اسے قتل کر ڈالا۔ اسی سال والی بامیان بہاؤالدین سام غوری کا بھی انتقال ہوا۔

602-3ھ (1206-7ء) غوری خاندان میں تخت نشینی کی جنگ۔ غیاث الدین غوری مرحوم کے بیٹے غیاث الدین محمد اور والی بامیان بہاؤالدین سام مرحوم کے بیٹے علاؤالدین محمد کے مابین لڑائی۔

Marfat.com

علاؤالدین شکست کھا کر بامیان کی جانب فرار ہو گیا۔

602-3ھ (7-1206ء) شہاب الدین غوری کے غلاموں نے سلطنت آپس میں تقسیم کر لی۔ تاج الدین یلدوز غزنی پر ناصرالدین قباچہ سندھ و ملتان پر، قطب الدین ایبک لاہور، دھلی، اجمیر اور دوآبہ پر اور بختیار خلجی، بہار و بنگال پر حکمران بن گئے۔

603ھ (1207ء) سلطنت ایوبی میں ملک عادل کے فرزند نجم الدین کی خلاط اور سوس پر لشکر کشی۔ بلاد روم کے حاکم طغرل شاہ بن قلیج ارسلان نے مقامی حکمران کی مدد کے بہانے نجم الدین کا مقابلہ کیا تاکہ وہ خود اس علاقے پر قابض ہو جائے۔ طغرل کی ناکامی اور نجم الدین کا ان علاقوں پر قبضہ۔

605ھ (1209ء) جلال الدین خوارزم شاہ کا طبرستان، ھرات اور غوریوں کے دارالحکومت فیروز کوہ پر قبضہ۔

608ھ (1212ء) آذربائیجان میں سابق سلاطین سلجوقیہ کے موالیوں اید غمش اور منکلی کے مابین لڑائیاں۔

610ھ (1214ء) خلیفہ ناصر نے اید غمش کی پشت پناہی کی اور اسے فوج دے کر ہمدان بھیجا۔ منکلی کی فوج نے اید غمش کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اس کا سر اتار لیا۔

610ھ (1214ء) جلال الدین خوارزم شاہ کا غزنی پر قبضہ۔ وہاں کے والی تاج الدین یلدوز کا ہندوستان کی طرف فرار۔

612ھ (1216ء) خلیفہ ناصر کے ایماء پر والی آذربائیجان ازبک بہلوان اور جلال الدین والی قلعات اسماعیلیہ نے خلیفہ کے ارسال کردہ لشکر بغداد سے منکلی کی سرکوبی کی۔ منکلی کا فرار اور قتل۔

613ھ (1217ء) حاکم حلب ملک ظاہر غازی بن صلاح الدین کا انتقال۔ اس کا صغیر سن بیٹا العزیز تخت نشین ہوا۔ نگران شہاب الدین طغرل بک مقرر ہوا۔

Marfat.com

614ھ (1218ء) سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے خلیفہ ناصر سے مطالبہ کیا کہ بغداد میں میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے خلیفہ ناصر نے انکار کر دیا۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے خلیفہ کی طرف سے سفارت کا کام کیا اور خوارزم شاہ کو اپنا مطالبہ واپس لینے پر رضامند کر لیا۔

614ھ (1218ء) سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے والی فارس سعد زنگی کو شکست دے کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ پھر آذربائیجان کے والی ازبک بہلوان کو اطاعت پر مجبور کر کے اپنا باجگذار بنا لیا۔ اس طرح محمد خوارزم شاہ کا آذربائیجان' اصفہان' ہمدان' رے اور بلاد جبل پر قبضہ ہو گیا۔

614-15ھ (1218-19ء) خلیفہ ناصر نے محمد خوارزم شاہ کے خلاف غوریوں سے مدد طلب کی۔ غیاث الدین محمد سام غوری نے محمد خوارزم شاہ کو ملک چھین لینے اور جنگ کی دھمکی دی۔ محمد خوارزم شاہ نے قراخطائی تاتاروں کے کافر بادشاہ سے اتحاد کر لیا اور بادشاہ خطا سے غوریوں پر حملہ کروا دیا۔ جنگ میں قراخطائیوں کی شکست اور غوریوں کی فتح۔

614-15ھ (1218-20ء) چھٹی صلیبی جنگ فرنگیوں کی اس مہم میں ہنگری کا بادشاہ اور آسٹریا اور جرمنی کے امراء شامل تھے۔ فرنگیوں کی تعداد اڑھائی لاکھ تھی۔ انہوں نے دمیاط (مصر) پر حملہ کیا اور طویل محاصرے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔

615ھ (1219ء) ملک عادل کا انتقال۔ دمیاط کے محاذ سے فوجیں اٹھ کر اس کے بیٹوں کامل اور معظم کے مابین تخت نشینی کی جنگ میں الجھ گئیں' دمیاط پر فرنگی قبضے کی راہ ہموار ہو گئی۔ ستر ہزار مسلمان مارے گئے۔

615ھ (1219ء) خلیفہ ناصر نے محمد خوارزم شاہ کے خلاف بادشاہ چین

Marfat.com

خاقان اعظم چنگیز خاں کو حملہ کی دعوت دی۔

615ھ (1219ء) محمد خوارزم شاہ کے سرحدی صوبہ انزار کے گورنر نیال خاں نے چنگیز خاں کی طرف سے بھیجے گئے تجارتی وفد کو قتل کر ڈالا۔ چنگیز خاں نے اپنا قاصد محمد خوارزم شاہ کے پاس بھیجا اور شکایت کی اور نیال خاں کو قصاص میں طلب کیا۔ محمد خوارزم شاہ نے چنگیز کے قاصد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ نے چنگیز کے ملک کے سرحدی علاقوں پر حملہ کر کے وہاں قتل و غارت گری کی اور جو مال غنیمت ہاتھ لگا لے کر واپس ہوا۔

615-16ھ (1219-20ء) چنگیز خاں کا وسط ایشیا (ماوارالنہر پر حملہ) اس نے قراخطائی تاتاریوں کو شکست دے کر ان کے ملک پر قبضہ کیا اور پھر خوارزم شاہ کے ملک کے سرحدی شہر اتراد پر قبضہ کر کے اسے تباہ و برباد کیا۔ یہاں کے گورنر نیال خاں کو گرفتار کر کے اس کے کانوں اور آنکھوں میں چاندی پگھلا کر ڈال دی جس سے وہ مر گیا۔

615-16ھ (1219-20ء) سلطنت ایوبی ملک عادل کے بیٹوں میں تین حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مصر پر ملک کامل، شام بشمول فلسطین پر ملک معظم عیسیٰ اور حلب پر موسیٰ (الملک الاشرف) حکمران ہو گئے۔

616ھ (1220ء) چنگیز خاں کا بخارا پر قبضہ اور تباہی۔ تیس ہزار افراد مار ڈالے گئے۔ سمرقند پر حملہ پچاس ہزار اہل شہر کا قتل۔ تیس ہزار فوجی مارے گئے بقیہ فرار ہوئے۔ تیس ہزار کاریگر قید کر لئے گئے۔ دو لاکھ تاوان وصول کیا گیا۔

616ھ (1220ء) محمد خوارزم شاہ دارالحکومت خیوا چھوڑ کر نیشاپور چلا گیا۔ وہاں سے مازندران، ہمدان اور پھر بلاد جبل پہنچ گیا۔ چنگیز خاں نے بیس ہزار سواروں کو اس کے تعاقب میں چھوڑا ہوا تھا جو اسے کسی جگہ چین نہ لینے دیتے تھے۔

Marfat.com

617ھ (1221ء) علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ کا بحر طبرستان (کیسپئن) کے ایک جزیرہ میں انتقال۔ وہ تاتاریوں کے تعاقب سے بچتا ہوا وہاں پہنچا تھا کہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین منکبرس (منکبرنی) اس کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ خیوا (خوارزم) پہنچا تو اس کے ماموں زاد بھائی قطب الدین نے اقتدار پر قبضہ کر کے اسے بے دخل کر دیا۔

617ھ (1221ء) مرحوم سلطان محمد خوارزم شاہ کی ماں ترکمان خاتون اور شاہی خاندان کے افراد کی چنگیز خاں کے لشکریوں کے ہاتھوں گرفتاری۔ بے شمار مال و زر و جواہرات پر قبضہ۔ خوارزم شاہ شہزادیوں کو تاتاریوں نے اپنی کنیزیں بنا لیا۔

617ھ (1221ء) تاتاریوں کا خیوا (خوارزم) پر قبضہ۔ جلال الدین منکبرنی خوارزم شاہ پہلے ہی وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔ اس کے ماموں زاد قطب الدین جو تخت پر قابض ہو گیا تھا' وہ بھی وہاں سے فرار ہو کر سجستان چلا گیا۔

617-20ھ (1221-24ء) تاتاریوں کا قزوین' آذربائیجان' جارجیا' روس اور بلغاریہ پر قبضہ۔ آذربائیجان کے حاکم ازبک بن بہلوان نے تاتاریوں سے مصالحت کر کے اطاعت کر لی تھی۔

618ھ (1222ء) فرنگیوں کی دمیاط سے قاہرہ کی جانب پیش قدمی۔ والی مصر ملک کامل نے اپنے بھائیوں معظم عیسیٰ والی شام اور موسیٰ والی حلب کی مدد سے ان کے خلاف مزاحمت کی۔ فریقین کے مابین صلح کی بات چیت۔ فرنگیوں کو پیش کش کی گئی کہ وہ دمیاط مسلمانوں کے حوالے کر دیں تو اس کے بدلے میں انہیں بیت المقدس' عسقلان' طبریہ' صیدا' جبلہ اور لاذقیہ اور وہ تمام علاقے دیئے جائیں گے جو صلاح الدین ایوبی نے فتح کئے تھے۔ البتہ الکرک مسلمانوں کے پاس رہے گا۔ فرنگی الکرک لینے پر بھی بضد رہے اور تین لاکھ دینار تاوان

Marfat.com

کا بھی مطالبہ کیا۔ اس لئے معاہدہ نہ ہو سکا۔

618ھ (1222ء) مسلمانوں نے دریائے نیل کا بند توڑ کر اس کے سیلاب کا رخ اس طرف موڑ دیا جہاں فرنگی لشکر مقیم تھا۔ فرنگی چاروں طرف سے سیلاب میں گھر گئے تو حاکم دمشق معظم عیسیٰ نے دمیاط پہنچ کر اس پر مسلمانوں کا قبضہ بحال کر دیا۔ فرنگی ناکام و ناچار واپس یورپ چلے گئے۔

618ھ (1222ء) تاتاریوں کا مرو اور نیشاپور پر قبضہ اور ان کی تباہی۔ نیشاپور کے معرکے میں چنگیز خاں کا داماد مارا گیا۔ جلال الدین منکبرنی کی غزنی میں آمد جو غوریوں اور ترکان غز کے بعد خوارزم شاہی مقبوضات کا حصہ بن چکا تھا۔ تاتاریوں نے ہرات (خراسان) پر قبضہ کر کے غزنی کا رخ کیا۔ جلال الدین اور تاتاریوں کے مابین کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں تاتاریوں کو شکست ہوئی۔

618ھ (1222ء) سیستان اور نیروز کے حکمران بہرام شاہ کو چار باطنی فدائین نے قتل کر دیا۔ اس کے بیٹوں نصرت الدین اور رکن الدین میں تخت نشینی کی جنگ۔

619ھ (1223ء) والی شام ملک معظم عیسیٰ اور اس کے بھائی والی مصر ملک کامل کے مابین چپقلش۔ دونوں ہی جزیرہ اور موصل کے علاقوں پر اپنا غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو آل زنگی میں بٹا ہوا تھا۔

619ھ (1223ء) چنگیز خاں کی غزنی پر چڑھائی۔ جلال الدین دریائے سندھ کے قریب آ کر مقیم ہو گیا۔ چنگیز خاں اور جلال الدین منکبرنی کے مابین دریائے سندھ کے کنارے فیصلہ کن جنگ۔ جلال الدین کی شکست۔ اس نے بہ مشکل دریائے سندھ عبور کر کے جان بچائی۔ چنگیز خاں نے غزنی پر قبضہ کر کے شہر کو آگ لگا دی۔ قتل و غارت اور لوٹ مار کے بعد شہر مکمل تباہ ہو گیا۔

Marfat.com

619ھ (1223ء) تاتاریوں کا رے اور قم پر قبضہ۔ رے میں شافعی اور حنفی فرقوں میں تنازعہ تھا۔ شافعیوں نے تاتاریوں کو شہر میں داخل کیا۔ تاتاریوں نے پہلے حنفیوں کا صفایا کیا اور پھر شافعیوں کو بھی نہ بخشا۔ قم میں شیعہ سنی تنازعہ تھا۔ شیعوں نے تاتاریوں کو شہر میں داخل کیا۔ انہوں نے پہلے سنیوں کو ختم کیا۔ پھر شافعیوں کا بھی صفایا کر دیا۔ رے اور قم دونوں تباہ ہو گئے۔

620ھ (1224ء) سلطان جلال الدین منکبرنی (خوارزم) شاہ کے خلاف ہندوستان کے مسلمان فرمانرواؤں کی لڑائیاں۔ ملتان اور سندھ کے فرمانروا ناصرالدین قباچہ اور جلال الدین کے مابین کئی جنگیں۔ سلطان دہلی شمس الدین التمش کی جلال الدین کے ساتھ پہلے صلح مگر پھر قباچہ اور التمش کے مابین جلال الدین کے خلاف متحدہ محاذ کا قیام۔

621ھ (1224ء) والی شاہ معظم نے اپنے بھائیوں کے خلاف سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کے ساتھ اتحاد قائم کر لیا۔ شام' موصل' خلاط اور حمص میں معظم' اشرف' کامل اور ان کے مقامی اتحادیوں کے مابین خانہ جنگی۔

621ھ (1225ء) جلال الدین منکبرنی ہندوستان کے مسلمان فرمانرواؤں کی مخالفت اور لڑائیوں سے دل برداشتہ ہو کر واپس غزنی پہنچا اور وہاں اپنا گورنر مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ ہو گیا۔

621-22ھ (1225ء) جلال الدین منکبرنی کرمان اور اصفہان سے ہوتا ہوا خوزستان' بصرہ اور نواح بغداد تک پہنچ گیا۔ اس دوران اسی کے اپنے بھائی غیاث الدین والی کرمان کے ساتھ کئی بار لڑائی اور مصالحت ہوئی۔

622ھ (1225ء) خلیفہ ناصر کی فوجوں اور جلال الدین منکبرنی کے مابین بغداد کے نواح میں جنگ۔ خلیفہ کی فوج کی شکست۔ خوارزمی فوج نے بغداد کے نواحی قصبات کو تباہ و برباد کیا اور لوٹا۔

Marfat.com

622ھ (1225ء) جلال الدین منکبرنی خوارزم شاہ کا آذربائیجان پر قبضہ۔ وہاں کا حاکم ازبک بن بہلوان دارالحکومت تبریز چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ منکبرنی اس کو تاتاریوں سے مصالحت کی سزا دینا چاہتا تھا۔ ازبک بن بہلوان کی بیوی اپنے شوہر کو چھوڑ کر منکبرنی کے پاس چلی آئی۔ منکبرنی نے اس سے نکاح کر لیا۔ ازبک بن بہلوان اس صدمہ سے مر گیا۔ ازبک نے ایک قسم کھائی تھی کہ جس کے توڑ دینے پر اس کی اپنی بیوی سے پہلے ہی طلاق ہو چکی تھی۔

622ھ (1225ء) جلال الدین منکبرنی خوارزم شاہ آذربائیجان پر قبضہ مستحکم کرنے کے بعد وہاں کے حکمران بن گیا۔

622ھ (1225ء) خلیفہ ناصرالدین اللہ کا بغداد میں انتقال۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ظاہر بامراللہ خلیفہ ہوا۔

623ھ (1226ء) خلیفہ ظاہر بامراللہ کا انتقال۔ اس کے بعد اس کا بیٹا منصور بن ظاہر مستنصرباللہ خلیفہ ہوا۔

623ھ (1226ء) جلال الدین منکبرنی کی جانب سے والیان کرمان اور خلاط کے خلاف لشکر کشی اور ان کی سرکوبی کے لئے خوارزمی لشکر کی لڑائیاں اور طویل محاصرے۔ بلاد اسماعیلیہ پر چڑھائی کر کے اسماعیلی فدائیوں کی گوشمالی بھی کی گئی۔

624ھ (1227ء) چنگیز خان کا چین کی جانب واپسی کے دوران انتقال۔ اس کا بیٹا اوکتائی اس کا جانشین ہوا۔

624ھ (1227ء) سلطان جلال الدین کی خلاط پر بار بار فوج کشی۔ اس کے حلیف معظم والی شام کی ترغیب پر۔ کیونکہ خلاط پر اس کے بھائی اشرف کا قبضہ تھا جو کامل کا حلیف تھا۔

624ھ (1227ء) والی مصر ملک کامل نے اپنے بھائی معظم والی دمشق اور اس کے اتحادی خوارزم شاہ سے خائف ہو کر فرنگی بادشاہوں سے امداد کی درخواست کی۔ اس نے انہیں پیش کش کی کہ وہ اس

Marfat.com

کے بدلے میں انہیں بیت المقدس دے دے گا۔ کیونکہ اب یہ شہر اس کے بھائی معظم کے قبضے میں تھا۔ اس نے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوم سے خط و کتابت کی۔ اور اپنے ایک معتمد امیر کو سفیر بنا کر اس کے پاس سسلی بھیجا جہاں وہ نئی صلیبی مہم کی تیاری کر رہا تھا۔

624ھ (1227ء) والی شام و فلسطین معظم کا انتقال۔ اس کا 21 سالہ فرزند ناصر داؤد تخت نشین ہوا۔

625ھ (1228ء) تاتاریوں کی دوبارہ یلغار۔ اصفہان اور رے پر حملہ۔ جلال الدین خوارزم شاہ کے ساتھ اصفہان کے قریب خونریز جنگ۔ لڑائی کے دوران جلال الدین کا بھائی غیاث الدین اور سپہ سالار جہان پہلوان غداری کر کے میدان جنگ سے چلے گئے۔ اس کے بعد خورزم شاہی فوج کو شکست ہو گئی۔ جلال الدین دوبارہ فوج جمع کر کے لایا اور تاتاریوں کو شکست دی۔

625ھ (1228ء) والی مصر ملک کامل نے اپنے بھتیجے ناصر داؤد والی شام و فلسطین کے خلاف چڑھائی کر دی۔ غزہ' نابلس اور بیت المقدس اس کے قبضے سے چھین لیے۔ کامل کی مصر سے عدم موجودگی کے دوران فریڈرک نے سسلی سے مصر پر حملہ اس لئے نہ کیا کیونکہ اس کا کامل کے ساتھ معاہدہ دوستی ہو چکا تھا۔

625ھ (1228ء) والی مصر ملک کامل اور اس کے بھائی اشرف والی حلب نے مل کر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ جہاں ان کا بھتیجا ناصر حکمران تھا۔ ناصر طویل محاصرہ سے تنگ آ کر دمشق سے دستبردار ہو گیا۔ اس کے بدلے میں اسے الکرک اور فلسطین کے بعض علاقے دے دیئے گئے۔ دمشق ملک اشرف کے قبضے میں آ گیا۔

626ھ (1229ء) والی مصر ملک کامل نے بیت المقدس فرنگیوں کے حوالے کر دیا۔ شاہ جرمنی فریڈرک دوم وہاں پہنچ چکا تھا اور کامل نے

Marfat.com

حسب معاہدہ نہ صرف بیت المقدس بلکہ یافا سے عکا تک کے علاقہ پر فرنگیوں کا قبضہ تسلیم کر لیا۔ یروشلم میں صرف مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کا قبضہ باقی رہا۔

626ھ (1229ء) سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کا قتل۔ ایک روایت کے مطابق اسے والی کرمان براق حاجب نے قتل کرایا جبکہ دوسری روایت کے مطابق جلال الدین کے حکم سے مارا گیا تھا۔

627ھ (1230ء) سلطان جلال الدین کا طویل محاصرے کے بعد خلاط پر قبضہ۔ اس کے خلاف والی دمشق ملک الاشرف اور والی بلاد روم علاؤالدین نے متحد ہو کر حملہ کر دیا۔ جلال الدین کو شکست ہوئی۔ وہ آذربائیجان واپس چلا گیا۔ خلاط پر ملک اشرف کا قبضہ ہو گیا۔

627ھ (1230ء) تاتاریوں کے ہاتھوں نیمروز اور سجستان کی مسلم ریاست کا خاتمہ۔ یہاں باطنیوں اور خارجیوں نے پہلے ہی بغاوت کی آگ بھڑکائی ہوئی تھی اور ملک خانہ جنگی کا شکار تھا۔

628ھ (1231ء) تاتاریوں کی آذربائیجان پر یلغار۔ سلطان جلال الدین کی فوجوں نے کئی مقامات پر ان کا مقابلہ کیا مگر ہربار شکست کھائی۔ جلال الدین کے ساتھیوں اور سپہ سالاروں نے ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ اس کے وزیرالسلطنت نے والیان دمشق اور بلاد روم سے سازباز شروع کر دی جس پر جلال الدین نے وزیرالسلطنت کو قتل کروا دیا۔ اہل گنجہ نے سلطان جلال الدین سے بغاوت کر دی۔ اس نے ان کی سرکوبی کر کے ان کے سردار بندار کے اعضا کاٹ ڈالے جس سے وہ مر گیا۔

628ھ (1231ء) سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کا تاتاریوں کے ہاتھوں قتل۔ سلطان نے والیان دمشق' آمد' حلب اور بلاد روم سے تاتاریوں کے خلاف مدد طلب کی مگر کسی نے مدد نہ کی۔ وہ کسمپرسی کی حالت میں بیدر کے مقام پر تھا کہ تاتاریوں کو اس کی خبر ہو گئی اور

Marfat.com

انہوں نے حملہ کر کے اسے اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔
خوارزم شاہی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

628-30ھ (1231-33ء) وکتائی بن چنگیز خاں نے اپنے سپہ سالار جرماغون نوپین کی قیادت میں تاتاریوں کا ایک اور ریلا وسط ایشیا' ایران اور عراق پر یلغار کے لیے بھیج دیا۔ بغداد کے نواحی علاقوں تک تاتاریوں نے حملے کئے اور لوٹ مار کی۔ خلیفہ بغداد مستنصر نے مدافعت کے لئے فوجیں بھیجیں اور بغداد اور تاتاری غلبہ سے محفوظ رہا۔ فارس اور کرمان کے مسلمان فرمانرواؤں نے تاتاریوں کی اطاعت قبول کر کے انہیں خراج دینا شروع کر دیا۔

630-31ھ (1233-34ء) بلاد روم کے بادشاہ علاؤالدین کیقباد نے بلاد شام پر حملہ کر کے خلاط پر قبضہ کر لیا۔ والی دمشق ملک اشرف نے اپنے بھائی ملک کامل والی مصر کی مدد سے کیقباد سے جنگ کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کیقباد نے شام کے مزید علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

634ھ (1236ء) بلاد روم کے بادشاہ علاؤالدین کیقباد کا انتقال۔ اس کا بیٹا غیاث الدین کیخسرو تخت نشین ہوا۔

634ھ (1236ء) ملک اشرف والی دمشق اور ملک کامل والی مصر دونوں بھائیوں کے مابین چپقلش۔ ملک اشرف کو ملک کامل سے باغی کرنے کے لئے بلاد روم کے نئے حکمران کیخسرو نے ترغیب دی تھی۔

635ھ (1237ء) دمشق کے حکمران ملک اشرف کا انتقال۔ اس کا بھائی صالح اسماعیل دمشق کا نیا حکمران بنا۔

635ھ (1237ء) مصر کے حکمران سلطان کامل کا انتقال۔ وہ دمشق کے محاصرے پر تھا جہاں کا نیا والی صالح اسماعیل شکست تسلیم کر کے دمشق سے دستبردار ہو کر بعلبک چلا گیا تھا۔ سلطان کامل دمشق اور اس کے زیر نگیں تمام مقبوضات پر بھی قابض ہو گیا تھا۔ اس کے امراء نے مصر میں اس کے بیٹے ابوبکر االکامل العادل کو اس کی جگہ

Marfat.com

تخت نشین کر دیا۔

636ھ (1238ء) مرحوم سلطان کامل کے دوسرے فرزند صالح نجم الدین ایوب والی جزیرہ نے دمشق پر قبضہ کر کے مصر کا رخ کیا۔ جہاں کے امراء پہلے ہی اس کے بھائی ابوبکر کے خلاف ہو چکے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کی خانہ جنگی میں ان کا چچا صالح اسماعیل اور چچازاد ناصرداؤد بھی شریک ہو گئے۔ صالح اسماعیل کا دمشق پر قبضہ۔ ناصر داؤد نے صالح نجم الدین کو گرفتار کر لیا۔

637ھ (1239ء) ناصر داؤد نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے اسے فرنگی قبضے سے آزاد کرا لیا۔

637ھ (1239ء) ناصر داؤد نے صالح نجم الدین کو رہا کر دیا۔ مملوک امرائے مصر نے ابوبکر عادل کو معزول کر کے صالح نجم الدین کو تخت نشین کر دیا۔ اس طرح شام پر صالح اسماعیل' الکرک اور بیت المقدس پر ناصر داؤد اور مصر پر صالح نجم الدین ایوب حکمران ہو گئے۔

638ھ (1240ء) والی مصر صالح نجم الدین نے ترک موالیوں کا ایک گروہ خرید کر اپنا خصوصی حفاظتی دستہ بنایا۔ وہ بعد میں بحری مملوک کہلائے۔ ان کا سردار بیبرس تھا۔

638-40ھ (1240-42ء) مرحوم سلطان صلاح الدین منکبرنی کی بے مہار خوارزم شاہی فوج نے شام اور اس کے اطراف میں فساد پھیلایا۔

639ھ (1241ء) چنگیزی سلطنت کے فرمانروا اوکتائی کا انتقال۔ اس کی بیوی ترکنہ نے فرمانروائی کا منصب سنبھال لیا۔

640ھ (1242ء) بغداد میں عباسی خلیفہ مستنصرباللہ کا انتقال۔ اس کا بیٹا عبداللہ خلیفہ بنا۔ اس نے مستعصم باللہ کا لقب اختیار کیا۔ وہ عباسی خلفائے بغداد کا آخری خلیفہ تھا۔

Marfat.com

642-43ھ (1244-45ء) حاکم دمشق صالح اسماعیل اور حاکم مصر صالح نجم الدین کے مابین طویل جنگ۔ عکا کے فرنگیوں نے اسماعیل کی طرف سے حصہ لیا جبکہ خوارزمیوں نے نجم الدین کا ساتھ دیا۔ صالح اسماعیل ، شکست ہوئی اور اسے دمشق سے بھی دستبردار ہونا پڑا۔ فقط .علبک اس کے قبضے میں رہنے دیا گیا۔

644ھ (1246ء) صالح اسماعیل کی دمشق پر قبضے کی دوبارہ کوشش' ناکامی اور گرفتاری۔ اسے اور اس کے اہل و عیال کو صالح نجم الدین نے مصر میں نظربند کر دیا۔ اب صالح نجم الدین مصر و شام کا بادشاہ بن گیا۔

644ھ (1246ء) تاتاری سرداروں نے چنگیزی سلطنت سے ملکہ ترکنہ کو معزول کر کے اوکتائی کے بیٹے کیک (قیوق) کو بادشاہ بنا دیا۔

645ھ (1247ء) صالح نجم الدین والی مصروشام نے عسقلان اور طریہ کو فرنگی قبضے سے زاد کرا لیا۔

646ھ (1248ء) تاتاریوں کے بادشاہ کیک کا انتقال۔ اس کا چچازاد بھائی منکو خاں بن طولی خاں تخت نشین ہوا اس نے اپنے بھائی ہلاکو خاں کو ایران و عجم کی سلطنت دے دی۔ اس نے خراسان میں باد نموس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔

647ھ (1249ء) آٹھویں صلیبی مہم۔ اس کا قیادت فرانس کا بادشاہ لوئس بہم کر رہا تھا جو پچاس ہزار کا لشکر لے کر مصر کے شہر دمیاط پر حملہ آور ہو، اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت والی مصر و شام صالح نجم الدین اایوب دمشق میں تھا' جہاں سے وہ حلب اور حمص کے حکمرانوں کی باہمی لڑائی میں الجھا ہوا تھا۔

647ھ (1249ء) والی مصر و شام نجم الدین ایوب کا انتقال۔ وہ اس .قت فرنگیوں کی گوشمالی کے لئے شام سے مصر جا رہا تھا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا معظم توران شاہ تخت نشین ہوا۔

Marfat.com

648ھ (1250ء) نئے والی مصر توران شاہ نے زبردست معرکے کے بعد فرنگیوں کو شکست دے دی۔ شاہ فرانس لوئس گرفتار کر لیا گیا۔ مگر بعد میں اسے رہا کر دیا گیا اور وہ فلسطین کے فرنگی صدر مقام عکا پہنچ گیا۔

648ھ (1250ء) والی مصر توران شاہ کا بحری مملوکوں کے سردار بیبرس کے ہاتھوں قتل۔ کیونکہ توران نے اپنے مخصوص افراد کو جو برجی مملوک کہلاتے تھے زیادہ بااقتدار کر کے بحری مملوکوں کے اختیارات کم کر دیئے تھے۔ باغی بحری مملوکوں نے صالح ایوب کی بیوہ ملکہ شجرۃ الدر کو تخت پر بٹھا دیا۔ اہل شام نے ممالیک مصر کی اس کارروائی کا منظور نہ کیا۔

648ھ (1250ء) والی حلب ناصرالدین یوسف نے حمص پر قبضہ کرنے کے بعد دمشق پر قبضہ کر لیا۔ شام اور مصر میں پھر الگ الگ حکومتیں قائم ہو گئیں۔ دمشق اور قاہرہ کے حکمرانوں نے ایک دوسرے کے خلاف فرنگی بادشاہ لوئس سے امداد طلب کی۔

648ھ (1250ء) مصر میں ملکہ شجرۃ الدر کی معزولی اور نوعمر موسیٰ اشرف بن مسعود بن الکامل کی تخت نشینی۔ معزالدین ایبک ترکمانی اس کا اتابک (اتالیق) مقرر ہوا۔

648-49ھ (1250-51ء) شام اور مصر کے حکمرانوں کی فوجوں کے مابین جنگیں۔ والی شام ناصر یوسف کو شکست ہوئی تو اس نے فرنگی شاہ لوئس سے مدد طلب کی اور بیت المقدس فرنگیوں کو دینے کا وعدہ کیا۔ ادھر شاہ لوئس نے قاہرہ کے حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ اگر فرنگی قیدیوں کو رہا نہ کیا گیا تو وہ دمشق کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لے گا۔ مصر کے معزالدین ایبک نے 300 مسلمانوں کے بدلے میں تین ہزار فرنگی قیدی رہا کئے۔ علاوہ ازیں بیش قیمت تحائف بھی شاہ لوئس کو بھیجے۔ حاکم شام کے خلاف ایبک اور لوئس کے مابین اتحاد ہو گیا۔

Marfat.com

ایبک نے شام و فلسطین فتح ہونے کی صورت میں بیت المقدس فرنگیوں کو دینے کا اعلان کیا۔

650-51ھ (1252-53ء) شامی اور فرنگی فوجوں کے مابین طویل مگر غیر فیصلہ کن جنگ۔

651ھ (1253ء) بغداد کے عباسی خلیفہ مستعصم کے ایما پر شام اور مصر کے مسلمان حکمرانوں کے مابین صلح۔ طے پایا کہ ایبک مصر کا حکمران رہے گا اور ناصر یوسف شام کا۔ ان کی سرحد گلیلی ہو گی۔

652ھ (1254ء) مصر میں معزالدین ایبک نے بحریہ ممالیک کے سردار اقطائی جامدار کو قتل کروا دیا۔ بحریہ جماعت بھاگ کر والی دمشق ناصر کے پاس چلی گئی۔ معزالدین ایبک نے نوعمر بادشاہ موسیٰ اشرف کو معزول کر کے خود تخت پر قبضہ کر لیا اور موصل کا خطبہ موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ مصر میں ایوبی خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ ایبک نے ملکہ شجرۃ الدر سے شادی کر لی۔

655ھ (1257ء) ملکہ شجرۃالدر نے اپنے شوہر اور والی مصر معزالدین ایبک کو قتل کر دیا۔ مملوک امراء نے اس کے بیٹے علی بن معزالدین ایبک کو تخت نشین کر دیا۔

655-56ھ (1257ء) بحریہ جماعت ممالیک دمشق کے والی ناصر یوسف سے علیحدہ ہو کر والی الکرک فتح الدین مغیث کے ساتھ جا کر مل گئی اور اسے ترغیب دلا کر مصر پر حملہ کروا دیا۔ لڑائی میں مغیث اور مالک بحریہ کی شکست ہوئی۔

655ھ (1257ء) عباسی خلیفہ مستعصم کے سپہ سالار سلیمان شاہ نے عراق اور آذربائیجان میں تاتاریوں کے لشکر کو شکست دی۔ ایران و عجم کے تاتاری بادشاہ ہلاکو خاں نے اس کے ردعمل میں بغداد پر حملے کا قصد کیا۔ اس کے باجگذار مسلمان والیان فارس اور موصل نے اس کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے اپنی فوجیں بھیجیں۔ کرمان،

Marfat.com

کابل، غزنہ اور زابلستان کے مسلمان فرمانروا بھی ہلاکو کے باجگذار تھے۔

655ھ (1257ء) ہلاکو خان کی باطنیوں کے قلعہ الموت کے خلاف چڑھائی کے دوران عباسی خلیفہ مستعصم کے وزیر ابن علقمی کا ہلاکو کے نام خط جس میں اسے بغداد پر حملے کی دعوت دی گئی تھی۔

656ھ (1258ء) ہلاکو خان کا بغداد پر حملہ۔ معمولی لڑائی کے بعد تاتاریوں کا شہر پر قبضہ۔ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ خلیفہ مستعصم فقہا و امراء سمیت مار ڈالا گیا۔ چالیس دن تک غارت گری اور قتل عام۔ سولہ لاکھ افراد قتل ہوئے۔ شاہی کتب خانہ دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ عباسی خلافت بغداد کا خاتمہ ہو گیا۔

657ھ (1259ء) والی دمشق ناصر یوسف اور والی الکرک مغیث کی لڑائیاں۔

657ھ (1259ء) والی مصر علی بن معزالدین ایبک کی معزولی۔ نائب حاکم اتابک قطز تخت پر بیٹھ گیا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

658ھ (1260ء) ہلاکو خاں کے ہاتھوں شام میں خاندان ایوبی کی رہی سہی سلطنت کا خاتمہ۔

Marfat.com

حوالہ جات

باب 1: خلیفہ مطیع للہ۔ بنی بویہ کے معز الدولہ اور عزالدولہ کا مطیع خلیفہ

1- عبدالرحمٰن ابن خلدون۔ تاریخ ابن خلدون۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ سن 1966ء جلد 4۔ ص ص 88-187

2- جلال الدین سیوطی۔ تاریخ الخلفاء۔ ناشر ملک غلام محمد۔ کشمیری بازار' لاہور۔ سن ندارد ص 494

3- ابن خلدون۔ جلد 4- محولہ بالا۔ ص ص 194

4- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 194

5- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 497

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 95-194

7- ایضاً۔ ص 197

8- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 498

9- منہاج الدین۔ سراج۔ طبقات ناصری۔ مترجم مولانا غلام رسول مہر۔ مرکزی اردو بورڈ۔ لاہور۔ 1975- جلد۔ 1' ص 396

10- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 499

11- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ ص 199

12- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ ص 396

13- اسلم جیراج پوری۔ تاریخ الامت۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ سن ندارد۔ جلد 5- ص ص 170-72

Marfat.com

باب 2: خلیفہ الطائع للہ۔ بنی بویہ کی باہمی کشمکش اقتدار

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 2-201

2- ایضاً"۔ ص ص 203

3- ایضاً"۔ ص ص 8-205

4- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص ص 99-298

5- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 5-504

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 9-208

7- ایضاً"۔ ص 210

8- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ ص ص 399

باب: 3 خلیفہ القادر باللہ' بنی بویہ کی باہمی خانہ جنگیاں اور زوال

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 25-223

2- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 510

3- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 225

4- ایضاً"۔ ص 229

5- ایضاً"۔ ص ص 31-230

6- ایضاً"۔ ص ص 34-233

7- ایس ایم اکرام۔ آب کوثر۔ فیروز سنز۔ لاہور۔ 1965- ص 38

باب 4: خلیفہ القائم بامراللہ' بنی بویہ کے اقتدار کا خاتمہ سلجوقیوں کا بغداد پر قبضہ

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 38-237

2- ایضاً"۔ ص ص 39-238

3- ایضاً"۔ ص ص 41-240

4- رائن ہارٹ ڈوزی۔ عبرت نامہ اندلس۔ مترجم مولوی عنایت اللہ دہلوی۔ مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ مقبول اکیڈمی۔ لاہور 1966ء ص

Marfat.com

5- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 242-43

6- اسلم جیراج پوری- محولہ بالا- جلد 5- ص ص 197-99

7- طبری- محولہ بالا- جلد 6- ص ص 146-47

8- منہاج سراج- ص ص 441-43

9- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 243-45

10- ایضاً"- ص ص 246-47

11- ایضاً"- ص ص 248-50

12- ایضاً"- ص ص 250-51

13- ایضاً"- ص ص 252-53

14- ایضاً"- ص ص 254-56

15- ایضاً"- ص ص 257-58

16- ایضاً"- ص 259

17- ایضاً"- ص ص 260-61

18- ایضاً"- ص ص 262-63

19- ایضاً"- ص ص 266-68

20- ایضاً"- ص ص 268-69

21- سیوطی- محولہ بالا- ص 514

22- ایضاً"- ص ص 514-15

23- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 271-72

24- سیوطی- محولہ بالا- ص 516

25- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 279-80

26- سیوطی- محولہ بالا- ص ص 517-18

27- ابن خلدون- محولہ بالا- ص ص 283-84

28- Steven Runciman, *A., History of the Crusades*, Cambridge University Press, 1965, Vol.I, P.64.

Marfat.com

باب 5: وسط ایشیا میں غزنوی اقتدار کا زوال' سلجوقی خاندان کا عروج

1- محمد قاسم فرشتہ۔ تاریخ فرشتہ۔ مترجم عبدالحیٔ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور۔ 1974 جلد 1-
ص 158
2- ایضاً"۔ ص ص 159-155
3- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 6- ص ص 28-227
4- ایضاً"۔ ص ص 30-229
5- فرشتہ۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص ص 66-165
6- ایس۔ ایم۔ اکرام۔ محولہ بالا۔ ص 60
7- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 420
8- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 6- ص ص 33-231
9- ایضاً"۔ ص ص 35-234
10- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص ص 48-447
11- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 6- ص ص 36-235
12- فرشتہ۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 170
13- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 420
14- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 6- ص 241
15- فرشتہ۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 180
16- ایس۔ ایم اکرام۔ محولہ بالا۔ ص 77
17- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 422
18- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 6 ص 243
19- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 427

باب 6: خلیفہ مقتدی بامراللہ۔ سلجوقی سلطان ملک شاہ کی وسیع و عریض سلطنت کا دور

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 78-277

Marfat.com

2- ایضاً"۔ ص ص 92-291

3- ایضاً"۔ ص 293

4- ایضاً"۔ ص 294

5- ایضاً"۔ ص ص 96-295

6- ایضاً"۔ ص ص 97-296

7- ایضاً"۔ ص ص 98-297

8- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص ص 16-214

9- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 521

10- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص ص 16-214

11- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 453

12- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 521

13- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص 217

14- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 299

15- ایضاً"۔ ص ص 301-300

16- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 521

باب 7: خلیفہ مستظہر باللہ، ملک شاہ کے جانشینوں میں خانہ جنگی سلجوقی سلطنت کی تقسیم

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 6-304

2- ایضاً"۔ ص ص 8-307

3- ایضاً"۔ ص ص 12-310

4- ایضاً"۔ ص ص 15-314

5- ایضاً"۔ ص ص 18-316

6- ایضاً"۔ ص ص 21-320

Marfat.com

7- ایضاً"۔ ص 324

8- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 23-522

9- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4۔ ص ص 29-328

باب 8: فرقہ باطنیہ اور حسن بن صباح

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 5۔ ص 156

2- سید امیر علی۔ روح اسلام۔ مترجم محمد ہادی حسین۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ 1980ء ص ص 8-505

3- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5۔ ص ص 24-221

4- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 5۔ ص ص 208-203

5- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 26-525

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 5۔ ص 208

باب 9: صلیبی جنگوں کی ابتدا

1- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5۔ ص ص 31-228

2- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 5۔ ص ص 61-156

3- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 26-523

4- ایضاً"۔ ص 526

5- Syed Amir Ali, ***A Short History of Saracens***. Macmillan & Co Ltd Lahore 1961.PP.323-330

6- H.A.L. Fisher, ***A History of Europe***, London 1960. P.191.

7- Steven Runciman, op.cit., P.92.

8- Ibid., pp. 114-15

9- Ibid., pp. 229-30

Marfat.com

باب 10: خلیفہ مسترشد باللہ' سلجوقی سلاطین کی باہمی خانہ جنگی سواحل شام و فلسطین پر صلیبی قبضہ

1- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 39-338

2- ایضاً"- ص ص 43-342

3- ایضاً"- ص ص 49-348

4- Steven Runcıman, Op. Cit., Vol. I, pp. 267-70

5- Ibid., pp. 272,275

6- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 54-353

7- Steven Runcıman, op. cit., Vol. II, pp. 181-82

8- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 56-354

9- ایضاً"- ص ص 60-359

10- ایضاً"- ص ص 64-363

11- سیوطی- محولہ بالا- ص ص 30-529

12- ایضاً"- ص ص 31-530

باب 11: خلیفہ راشد باللہ- خلیفہ مقتفی لامراللہ' سلجوقیوں کا زوال- خوازم شاہی' زنگی اور چھوٹے بڑے کئی سلاطین کا عروج

1- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 67-366

2- سیوطی- محولہ بالا- ص 534

3- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 71-370

4- سیوطی- محولہ بالا- ص 536

5- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 75-374

6- سیوطی- محولہ بالا- ص 537

Marfat.com

7- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 376

8- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص 537

9- ایضاً"۔ ص ص 537-38

10- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 258-59

11- ایضاً"۔ ص ص 260-62

12- ایضاً"۔ ص ص 262-63

13- ایضاً"۔ ص 263

14- ایضاً"۔ ص ص 213-14

15- ابن اثیر۔ تاریخ کامل۔ مترجم مولوی مقصود علی خیر آبادی۔ مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق۔ ادارہ معین المعارف کراچی۔ 1975ء جلد 11 ص 120

16- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 211-13

17- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 538

18-ابن خلدون۔محولہ بالا۔جلد4۔ص ص381-82

19-ایضاً

20- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 538-39

21- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 388

22- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 76-77

23- ایضاً"۔ ص ص 43-44

24- ایضاً"۔ ص 44

25- ایضاً"۔ ص 47

26- ایضاً"۔ ص ص 50-51

27- ایضاً"۔ ص 58

باب 12: خلیفہ مستنجد باللہ' غزنوی سلطنت کا خاتمہ' غوری سلطنت کا قیام' غوری' خوارزمی لڑائی

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 91 -390

Marfat.com

2- ایضاً"- ص ص 93-292

3- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص ص 46-445

4- ایضاً"- 431

5- ایضاً"- ص 435

6- ایضاً"- ص 606

7- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص 248

8- ایضاً"- ص 265

9- ایضاً"- ص 248

10- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص ص 16-615

11- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 49-248

12- محمد قاسم فرشتہ- محولہ بالا- ص ص

13- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص ص 19-617

14- ایضاً"- ص ص 22-621

15- رائن ھارٹ ڈوزی- محولہ بالا ص ص 2-898, 901

16- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص ص 24-623

17- ایضاً"- ص ص 29-625

18- ایضاً"- ص ص 35-633

19- ایضاً"- ص ص 41-638

20- ایضاً"- ص ص 42-441

21- ایضاً"- ص ص 649 ,44-643

باب 13: نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی

1- سیوطی- محولہ بالا- ص ص 45-544

2- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 8- ص ص 92-290

3- ایضاً"- ص ص 93-292

Marfat.com

4- ایضاً"۔ ص ص 95-294

5- ایضاً"۔ ص ص 96-295

6- ایضاً"۔ ص ص 301-299

باب 14: صلاح الدین ایوبی اور صلیبی جنگیں

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص 316

2-لین پول۔صلاح الدین ایوبی۔ص139

3- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص 318

4- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 140

5- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص 322

6- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 159

7- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 31-330

8- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص ص 46-144

9- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 20-319

10- ایضاً"۔ ص 332

11- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 177

12- ایضاً"۔ ص ص 91-189

13- ایضاً"۔ ص ص 200-199

14- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص 347

15- ایضاً"۔ ص 348

16- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص ص 200-199

17- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص 349

18- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص ص 4-203

19- ایضاً"۔ ص 205

20- ایضاً"۔ ص 207

Marfat.com

21- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص 359

22- ایضاً۔ ص 362

23- ایضاً۔ ص ص 63-262

24- Syed Amir Ali, History of Saracens .... P. 363-64

25- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 66-365

26- ایضاً۔ ص 70-369

27- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 246

28- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 75-374

29- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 249

30- ایضاً۔ ص ص 48-247

31- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 76-375

32- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص ص 66-265

33- ایضاً۔ ص 266

34- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص 377

35- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 268

36- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص 369

37- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 79-378

38- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 273

39- Steven Runciman , op. cit. Vol. 3, p.65

40- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص ص 70-369

41- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص 380

42- ایضاً۔ ص 381

43- ایضاً۔ ص 382

Marfat.com

44- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص ص 91-290

45- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص 371

46- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 83-382

47- لین پول۔ محولہ بالا۔ ص 300

باب 15: خلیفہ مستفی بامراللہ، خلیفہ ناصرالدین اللہ بغداد کے امراء وزراء کی محلاتی سازشیں، معزولیاں اور قتل۔ غوری، خوارزمی لڑائیاں

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 393

2- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 44-543

3- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 97-396

4- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 550-547

5- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 401-400

6- ایضاً۔ ص ص 3-402

7- ایضاً۔ ص ص 6-405

8- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 6- ص ص 67-266

9- ایضاً۔ جلد 7- ص ص 70-269

10- ایس۔ ایم اکرام۔ محولہ بالا۔ ص 291

11- فرشتہ۔ محولہ بالا۔ ص 291

12- ایس۔ ایم اکرام۔ محولہ بالا۔ ص 95

13- ایضاً۔ ص ص 96-95

14- اشتیاق حسین قریشی۔ برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ۔ ص 78

15- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص 643

16- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص 284

17- ایضاً۔ جلد 5- ص 210

Marfat.com

18- ایضاً"- جلد 6- ص ص 91-290
19- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص ص 16-715
20- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 7- ص 284
21- ایضاً"- جلد 6- ص 291
22- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص 726
23- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 6- ص ص 94-293
24- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص 727
25- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 6- ص ص 95-294
26- ایضاً"- ص 298
27- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص 728
28-ایضاً-ص694
29-ایضاً-ص729

باب 16: خلیفہ اور خوارزم شاہ کی چپقلش' خلیفہ کی دعوت پر چنگیز خاں کا خوارزم شاہ پر حملہ

1- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 7- ص ص 15-313
2- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 407
3- ایضاً"- ص 408
4- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 1- ص ص 47-546
5- اسلم جیراج پوری- محولہ بالا- جلد 5- ص ص 63-262
6- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 7- ص ص 20-319
7- اسلم جیراج پوری- محولہ بالا- جلد 5- ص ص 64-263
8- منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 2- ص ص 21-119
9- حواشی منہاج سراج- محولہ بالا- جلد 2- ص 126
10- ایضاً"- ص ص 24-123

Marfat.com

11- ایضاً"۔ ص ص 109-114

12- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 566-70

13- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 320-21

14- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص 133

15- ایضاً"۔ ص ص 130, 134-35

16- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص 321

17- ایضاً"۔ ص 322

18- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص 136

19- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 318, 323-24

باب 17: تاتاریوں کی یلغار' مسلمانوں کا انتشار اور خوارزم شاہ کا فرار

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 334-35

2- ایضاً"۔ ص 336

3- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 145-46

4- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص 343

5- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص 147

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 343-44

7- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 147-48

8- ایضاً"۔ ص ص 150-51

9- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 333-34

10- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 136-37

11- ایضاً"۔ حواشی۔ ص ص 160-61

12- ایضاً"۔ ص 162

13- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 329-30

14- ایضاً"۔ ص ص 346-50

Marfat.com

باب 18: خلیفہ ظاہر بامراللہ۔ خلیفہ مستنصر باللہ' مسلمانوں کی باہمی لڑائیاں اور تاتاریوں کے ہاتھوں خوارزمی و دیگر مسلم سلطنتوں کی مکمل تباہی

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 364-65,368
2- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 371-72
3- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 371-72
4- ایضاً"۔ ص ص 372-73
5- ایضاً"۔ ص ص 385-87
6- ایضاً"۔ ص ص 393-94
7- ایضاً"۔ ص ص 396-97
8- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 1- ص ص 501-2
9- ایضاً"۔ ص ص 503-4
10- ایضاً"۔ ص 510
11- ایضاً"۔ ص ص 510-12
12- ایضاً"۔ ص ص 512-13
13- ایضاً"۔ جلد 2- ص ص 201-2 198-99
14- ایضاً"۔ جلد 2- ص 185

باب 19: صلاح الدین ایوبی کے جانشینوں کی باہم خانہ جنگی اور صلیبیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 284-85
2- ایضاً"۔ ص 399
3- ایضاً"۔ ص 408

Marfat.com

4- ایضاً"۔ ص 412

5- ایضاً"۔ ص 420

6- ایضاً"۔ ص 422

7- ایضاً"۔ ص 424

8- ایضاً"۔ ص 425

9- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص 281

10- Steven Runciman, op.cit, Vol 3. p. 184-85

11- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 425-26

12- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص 381

13- Steven Runciman, op.cit., Vol.3., p. 185-87

14- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 428-29

15- ایضاً"۔ ص ص 430-31

16- ایضاً"۔ ص ص 433-34

17- ایضاً"۔ ص ص 436-37

18- ایضاً"۔ ص ص 440-41

19- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص 388

20- Steven Runciman, op.cit., Vol 3, p. 263

21- Ibid., p. 269-70

22- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 441-42

23- Steven Runciman, op.cit., Vol.3, pp. 272-73

24- Ibid., p. 275

25- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص 447

Marfat.com

26- Steven Runciman, op.cit., Vol.3. p.276

27- Ibid., p.277

باب 20: خلیفہ مستعصم باللہ' ہلاکو خاں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور خلافت عباسیہ بغداد کا خاتمہ

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 99-398

2- ایضاً"۔ جلد 4- ص 410

3- ایضاً"۔ جلد 4- ص ص 11-410

4- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 242

5- ایضاً"۔ ص ص 43-242

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 411

7- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 30-229 ,136

8- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص 411

9- ایضاً"۔ ص 412

10- ابن خلدون۔ مقدمہ۔ محولہ بالا۔ ص 496

11- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 74-571

12- غلام رسول مہر۔ حواشی منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص 250

13- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 44-243

14- ایضاً"۔ ص ص 45-244

15- ایضاً"۔ ص ص 47-246

16- ایضاً"۔ ص ص 49-248

17- غلام رسول مہر۔ حواشی منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 52-251

18- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص ص 77-276

19- منہاج سراج۔ محولہ بالا۔ جلد 2- ص ص 49-248

20- ایضاً"۔ ص 253

Marfat.com

21- ایضاً"۔ ص 270

22- ایضاً"۔ ص ص 255-56

23- آغا مرزا محمد سلطان۔ البلاغ المبین۔ امامیہ کتب خانہ لاہور 1953ء- طبع اول۔ جمال پریس دہلی 1947ء-جلد دوم۔ ص ص 577-78

24- Syed Amir Ali, History of Saracens, pp. 395-98

25-اسلم جیراج پوری۔محولہ بالا۔جلد5۔ص277

26- ایضاً"۔ ص ص 278-79

27- سیوطی۔ محولہ بالا۔ ص ص 574-76

Marfat.com

Marfat.com

کتابیات

Marfat.com

کتابیات

کتب (اُردو)

ابن اثیر، الجزری — تاریخ الکامل۔ مترجم مولوی مقصود علی خیر آبادی، مرتب ڈاکٹر سید معین الحق۔ ادارہ معین العارف۔ کراچی سن 1976

اسلم جیراج پوری — تاریخ الامت۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ سن ندارد۔ جلد پنجم

امیر علی، سید — روح اسلام۔ مترجم محمد ہادی حسین۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ 1980ء

جلال الدین سیوطی — تاریخ الخلفاء۔ ناشر ملک غلام محمد کشمیری بازار۔ لاہور۔ سن ندارد

ابن خلدون، عبدالرحمن — تاریخ ابن خلدون۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی 1966

ڈوزی۔ رائن ہارٹ — عبرت نامہ اندلس۔ مترجم، مولوی عنایت اللہ دہلوی۔ مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ مقبول اکیڈمی لاہور 1966

سراج منہاج الدین — طبقات ناصری۔ مترجم مولانا غلام رسول مہر۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور 1975 جلد اول

فرشتہ، محمد قاسم — تاریخ فرشتہ۔ مترجم عبدالحیٔ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1974ء جلد اول

قریشی، اشتیاق حسین — برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ۔ ترجمہ اُردو

لین پول — صلاح الدین ایوبی۔ ترجمہ اُردو۔

مرزا، آغا محمد سلطان — البلاغ المبین۔ جمال پریس دہلی 1947ء۔ امامیہ کتب خانہ لاہور 1953

Marfat.com

کتب (انگریزی)

Fisher, H.A.L, "*A History of Europe*" London 1960.

Ali, Syed Amir, "*A Short History of Sarcens*", Macmillan & Co Ltd Lahore 1961.

Runciman, Steven "*History of the Crusades*" Cambridge University Press, 1965.

کتب (عربی)

البلاذری، ابی الحسن. فتوح البلدان. دارالکتب العلمیه. بیروت. لبنان. 1412ھ، 1991م

ابن خلدون، عبدالرحمٰن. تاریخ ابن خلدون. کتاب العبروالدیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربرو من عاصرهم من ذوی السلطان الاکبر. دارالکتب العلمیه. بیروت. لبنان. 1413ھ، 1993م

السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر. تاریخ الخلفاء. دارالکتاب العربی. بیروت. لبنان. 1419ھ، 1999م

الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر. تاریخ الامم والملوك. (تاریخ الطبری). دارالکتب العلمیه. بیروت. لبنان. 1417ھ، 1997م

Marfat.com

Marfat.com

اشاریہ

Marfat.com

نام افراد

آ

آقسنقر (برسقی)-129,130,181,182,185,186,192

الف

ابراہیم (والیٔ موصل)- 129
ابوابراہیم استرابادی- 154, 156, 223
ابراہیم بن اسحاق (والیٔ حلوان)- 80
ابراہیم غزنوی، سلطان-230,233,238
ابراہیم بن مسعود، ظاہر الدولہ-110
ابراہیم نیال- 86,87,89,90,107
ابن ابی (راوی)- 267
ابوبکر صدیقؓ، حضرت- 319,381
ابوبکر بن الکامل العادل (والیٔ مصر)- 417,418
ابوبکر حاجب- 305
ابوبکر بن مستعصم باللہ-433,438 تا 441,443 تا 447,449,451
ابوبکر اتابک (والیٔ فارس)-397,434,445,454
ابیوردی- 50, 164, 165
اتابک آقسنقر- 194,195
اتابک حیوش بک-181,182,184
ابن اتابک سعد بن زنگی (والیٔ فارس)386,387
اتابکیہ فارس، ہزاراسپی- 225
اتسز-210 تا 212,215,246
ابن اثیر-118,261,271,278,290,319,330,358,380,381,386
اثیر عنبر خادم-53
احسان (مورخ)- 449
احمد بن ارباش- 87
احمد باخوری (امام)- 211
احمد بن بویہ، معز الدولہ- 25 تا 30, 55, 84
احمد حنبلؒ، امام- 112, 120
احمد بن عبدالملک بن عطاش- 146,148 تا 152, 154 تا 156
احمد بن محمد بن حامد- 213
احمد بن محمد مسمول (بن محمود غزنوی)- 106, 107.
احمد نیال تکین (گورنر لاہور) - 99, 100, 106
احمدیلی، امیر، آقسنقر، اتابیگ- 192
ابن احمدیلی- 200
اختیار الدین زنگی- 365,366
اختیار الدین محمد بن علی یوسف، خرپوست (قربوشت)، والیٔ غزنی- 366
ابن اخضر- 320
اخلاق ناصری (کتاب)- 445
اراک بن ایون کرخی (والیٔ قلعہ شمس)-391,392
ارباش- 87
ارتق بن اکسب، امیر- 114, 115,119
ارتق ترکمانی-221
ارجوان (ارمنی لونڈی)- 95
ارخان، سپہ سالار جلال الدین خوارزم شاہ- 383
ارسلان (غز سردار)-214
ارسلان بن اتسز- 215, 318
ارسلان ارغون بن الپ ارسلان (والیٔ خراسان)-

Marfat.com

163, 164,209
ارسلان بساسیری، ابو حارث- 71, 72, 78,
80تا90 , 96
ارسلان تاش (والیٔ سنجار)- 160
ارسلان خان، (حاجب)-68
ارسلان خاتون، خدیجہ بنت داؤد- 84
ارسلان خان قیالق- 369
ارسلان بن داؤد- 77, 87
ارسلان بن سلجوق- 64, 65
ارسلان بن طغرل بن سلطان محمد، ملک-208,217
,219, 228
ارسلان بن مسعود سوئم- 230, 231, 234
ارغش- 127, 226
ارق بوقہ بن طولی بن چنگیز خان- 433,434
ارمانوس، بادشاہ روم، والیٔ قسطنطنیہ-93 تا 96,
177
ارناط، پرنس (حاکم الکرک ریجنلڈ)-263,271
ارناط، رینلڈ آف سیڈون (والیٔ صیدا) - 285
ارنول-277,278
ازبک بن بہلوان (والیٔ آذربائیجان) - 323,
324,377,379,380
ازدوں- 151
اسامہ (حاکم بیروت)- 292
اسامہ، امیر-171, 406
ابو اسحاق بیلی-(وزیر)-58
اسدالدین (سپہ سالار میافارقین)- 311
اسدالدین شیر کوہ-250,259,260,309
اسفار بن کردویہ-42,43
اسکندر رومی (اسکندر اعظم)- 359
اسلم جیراجپوری-34,36,64,65,145,149,
157,159,346,445,451,453,454,
ابو اسماعیل اصفہانی، والیٔ طرابلس-184
ابو اسماعیل طغرائی- 184
الاسمرابیک- 418
اشرس، (والیٔ خراسان)-66
اشرف الدین- 265
اشرف موسیٰ بن ملک عادل (ملک الاشرف)، والیٔ
خلاط-377-والیٔ دمشق-405,407تا417
اطروش، حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علی زین
العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب-26, 32
افتگین-38,47
اعظم ملک- 367,369
افرش (ازبک بن بہلوان کا آزاد غلام)- 377
افضل بن بدر جمالی- 159 تا 162
الافضل (فاطمی وزیر سلطنت)- 178,179
الافضل بن صلاح الدین ایوبی-274,303 تا
305,308,311,312,401تا405
اقطائی جامدار، فارس الدین (سردار ممالیک بحریہ)-
423,426,427
اکرام، ایس ایم- 330
ابن اکفانی -50
اکنجی شاہ-209
الپ ارسلان بن داؤد جفر بیک (عضدالدولہ)-
91تا96,107,109,110,122,144,
145,147,177,230
الپ ارسلان بن سلطان محمود- 192
التونتاش (حاجب)- 105
الہجی توپین (تاتاری سپہ سالار)- 374
الٰہی بخش، شہزادہ- 443
الیکسئین (بادشاہ قسطنطنیہ، بازنطینی قیصر روم)-

Marfat.com

270,188,187,177,167,166
بن الیون، عیسائی بادشاہ- 262
امالرق (شاہ بیت المقدس)-273
امجد الدین، میر- 239,237,236
امجد حسن مہدی- 97, 98
امیر علی بن تاج الدین حرب- 395
امیر علی، سید-123,144,165,166,171,
,307,303,300,299,297,296,289
449,424,422,413,411
امیر مغان طابش- 379
امین الملک، نائب ہرات- 367
انزد، امیر- 126, 183,131
انوش تکین بلخی- 106, 107
انوش تکین (بانی خاندان خوارزم شاہ)209,208
انوش کرخی (گورنر لاہور)- 109
انوشیرواں بن منوچہر قابوس-71
اینانج (والیٔ رے)- 217, 219
اوتر خان- 393,392
اوریانوس (پاپائے روم)- 158
اوکتائی بن چنگیز خان-390,385,384,370,
432,431,397,396
اونگ خان- 355,354
اونوش (سیبون کا بادشاہ)-174
ایاز، امیر- 97, 133, 140,136,135
ایاز (سردار ترکان غز)- 214
ایبک ترکمانی- 426,423
ایبک خاں (خسر محمود غزنوی)-347,67
ایتامش، علاؤالدین-315 تا 317
اینغمش- 334
ایدغدی، امیر (المعروف شملہ)-208, 227,
321
ایسٹ انڈیا کمپنی، انگلش- 352
ایلدکز (غلام شہاب الدین غوری)- 334
ایلدکز مسعودی (والیٔ گنجہ ارانیہ)-206, 216,
225, 219, 217
ایلک خان- 118

ب

بادیس (بادشاہ غرناطہ)- 117
بارقطاش، امیر- 209, 210
ابن بازران، حاکم رملہ-301
بازرود- 263
باصعکی-69
باغیسان (والیٔ انطاکیہ)- 158,129 تا 160
بالڈون (فرنگی شاہ بیت المقدس)- 158, 159,
161 تا 163,170,260 تا 262
بالڈون دوئم- 273
بالڈون برگ برو ویل- 159
بالڈون آف سنسیز اری- 285
بالیان آف آئبین- 307
بخت خان-443
بخت نصر- 359
بختیار (سردار ترکان غز)- 214
بختیار بن احمد بویہ، عز الدولہ-30,31,32,34
48,40,39,38,37
بختیار خلجی (اختیار الدین)- 337,332
بدر جمالی، وزیر-143
بدر بن حسنویہ-49,48
بدر الدین الصوابی (حاکم شوبک)- 425
بدر بن مہلہل- 91

Marfat.com

بدنگاریہ (ملکہ سسلی، شادی رچرڈ شاہ انگلستان) 292
براق حاجب (نایب غیاث الدین بن محمد تکش)- 435,397,395,388,387,382,378
برتش (برغش)، امیر-147,132
برتقش باردار (والیٔ قزوین)- 200
برتقش زکوی (کوتوال)-190، 196، 200
برسق، امیر- 91
برسق ابن برسق-223,222,200,196,137
برغش، میر- 132
برکا (ہلاکو خان کا چچا)- 444
ابوالبرکات فراوی- 213
ابوالبرکات بن ابوالفرج بن السبیی- 218
برکت بن مقلد- 116
برکیاروق بن ملک شاہ، رکن الدین-126 تا 140
147 تا 149، 153، 154، 156، 159، 161، 164، 165، 184، 209، 221
بساسیری، ابومعمر بن حسین- 58، 59، 75، 78، 346
ابن بطحاوی-50
بطرک اعظم- 278
بطریق ہرکلس- 273، 278
بغراخاں-65
بغلان- 129،130
بقش سلامی- 203
بقش کبیر (والیٔ اصفہان)- 200
بک آئے محمد، امیر- 197
بک ارسلان بن بلنکری معروف بہ خاص بک-205، 207، 208
بکتاش بن تتش-159، 162، 221
ابوبکرؓ، خلیفہ دوم-65
ابوبکر احمد بن محمد ایوب، امام معروف بہ ابن فورک-90
ابوبکر باقلانی، قاضی-50
ابوبکر محمد بن اسماعیل بن قفال مروزی شافعی-35
بلداجی، امیر- 135
بلنیہ، قاضی- 62، 241
بلیان، حاکم رملہ- 278
بلیان، والیٔ خلاط (شاہرین کا آزاد غلام)- 406
بنارس، راجہ- 331,330
بنجی نہاران (سردار غور)- 232
بندار (گنجہ کا باغی سردار)- 391
بوزان- 129، 130
بوزابہ، والیٔ خراسان- 202، 203، 205
بوقا-68، 69
بہادر شاہ ظفر (آخری مغل بادشاہ)- 443
بہاؤالدولہ بن عضدالدولہ- 82
بہاؤالدین سام غوری، سلطان-243,236,233، 338,337,245
بہاؤالدین، سیداجل- 350
بہاؤالدین، طغرل سنجری- 248، 332
بہاؤالدین (قاصد ملک عادل)-300
بہاؤالدین قراموش- 252
بہاؤالدین، ملک (والیٔ ہرات)- 374
بہرام (ابوابراہیم استرابادی کا بھتیجا)-223,156
بہرام شاہ بن خسرو ملک، سلطان-232,231، 234 تا 237,239، 240، 332,242
بہرام بن شکرستان (دیلم کا ایک سردار)-73
بہلوان، موالی سلاطین سلجوقیہ- 323
بھیم راج- 331
بیبرس- 424,423,420
بیضاوی، علامہ-448

Marfat.com

ابن بیضاوی، قاضی-60

پ

پاپائے رُوم- 96,158,285,291,373,
411
پرتھوی راج-330,331
پطرس (پیٹرز)، راہب-157, 158, 166
پطرک (بیت المقدس کا سب سے بڑا پادری)-285
پندار-37
پوپ اربن دوئم-173 تا 176
پیسان، بحری بیڑا-171
پیغو، (ترکمانی بادشاہ)-64, 102 تا 105
پیغو بن میکائیل بن سلجوق- 65 , 71

ت

تاج الدولہ بوری-223
تاج الدین (امیر خلیفہ مستنجد)- 315
تاج الدین بسطامی- 362
تاج الدین جامی؛ عماد الملک (وزیر خوارزم شاہ)-
350
تاج الدین حرب، ملک (والئ
سیستان)-331,393 تا 395
تاج الدین زنگی مسعود، ملک-249
تاج الدین ابو الفتح- 393
تاج الدین نیال تکین-395 تا 397
تاج الدین یلدوز- 246,247,337 تا 342
تاج الروسا بن موصلایا-136
تاج العجم-162
تاج الملک- 124,126,127,263
تاش قرواش- 98, 99
تتش بن الپ ارسلان، تاج الدولہ- 119,120,
125,129,130,221
ترشک- 208, 226
ترکان خاتون (زوجہ ملک شاہ)- 125 تا 127,
130
ترکان شیراز-74
ترکمان خاتون (والدہ علاؤالدین محمد خوارزم شاہ)-
362 تا365, 378
ترکنہ (بیوہ اوکتائی بن چنگیز)- 432
ابو تغلب بن حمدان-37,38,40
تفلیس-225
تقاق ترکمانی-64
تقی الدین (بھتیجا صلاح الدین ایوبی) 281,
286,303,312,313
تقی الدین بن شہنشاہ-263,266,269,270
تکش بن ارسلان، سلطان خوارزم شاہ- 248,
318,322,323,346,347
تکین یوسف (افسر بصرہ)- 379
تلک، ملک- 100
تمنی (یادمنہ)-46
ابو تمیم (فاطمی خلیفہ)36
تنگری خاں (والئ تنکت) - 384
توران شاہ الملک المعظم (بن صالح ایوب)-421 تا
425
توشی (جوجی) بن چنگیز خان- 370,384
تولی-دیکھئے طولی
تیماش-228
تیمور، امیر- 354

ٹ

Marfat.com

ٹانسرد-171

ث

ابو ثعلب-31

ج

جان، شہزادہ انگلستان- 302
جاولی سقاوہ، والیٔ فارس- 152, 153
جبلہ، قاضی- دیکھئے ابو محمد عبداللہ بن منصور
ابن جبیر (ہسپانوی عرب)- 272
جردیک، غلام نورالدین زنگی- 307
جرماغون نوین (تاتاری سپہ سالار)-396,390, 440,397
ابن جزری-50
ابو جعفر عبداللہ- دیکھئے قائم بامراللہ، خلیفہ
جعفر منصور بن مسترشد-180
ابو جعفر بن ہرمز- لقب، عمید الدولہ-49
جعفر بن یحییٰ برمکی- 124
جعفری-151
جعفری بک داؤد - دیکھئے داؤد جعفر بک
جلال الدولہ، ابو طاہر-58,57,55,54,52, 72,71,70,62,61,60,59
جلال الدین بن ابو الحسن، امیر (والیٔ طرابلس)- 188 ,187
جلال الدین (والیٔ قلعات اسماعیلیہ)324,323
جلال الدین ابو الراضی-185
جلال الدین ابو ظفر عبیداللہ یونس- 320
جلال الدین علی بن سلطان بہاؤالدین سام-338 تا341
جلال الدین بن علی بن صدقہ-190,189,185
جلال الدین محمود بن ارسلان شاہ- دیکھئے سلطان شاہ
جلال الدین منکبرنی (منکبرس)، خوارزم شاہ-281, 378,376تا374,369تا365,363,342 تا411,410,400,399,393تا382,380 443,435,431,416تا414
جمال الدولہ اقبال-194
جمال الدین بن الحاجب المالکی- 419
جمال الدین محمد بن بوری-224
جمال الدین یغمور- 425,421
جمال الملک-162
الجناح (المشطوب کا بھائی)- 305
جنکش خان (بادشاہ ترکان خطا)- 363
جواد یونس (حاکم دمشق)- 417
ابن جوزی- 358,319,198
جون، ملکہ سسلی (صقلیہ) رچرڈ کی بہن300,299
جہان پہلوان الملک- 376
جہان پہلوان کجی- 388,385,379
جے چند، راجہ قنوج- 331,330

چ

چغتائی بن چنگیز خان- 384,370
چکرمش (والیٔ جزیرہ ابن عمر)- 141,140,131
چنگیز خان (تموجین، غموجین، تمرچی)-281,249, 360,358تا347,345تا342,336,324, تا383,375تا373,371تا366,363تا .435,432,431,419,399تا395,385 452

ح

ابو الحارث ارسلان، بساسیری-72,71

Marfat.com

حاکم باللہ (بامر اللہ) علوی، فاطمی خلیفہ مصر-52,50,
117
ابو حامد اسفرائنی-50,49
ابو الحامد، امام الحرمین- 123
حبشی بن معز الدولہ-30
حسام الدین ابو الہیجا السمین، امیر کرد- 292,286
حسام الدین، امیر البحر لو لو (حاجب) - 271 تا
288,276,272
حسام الدین برکت خان (خوارزمی سردار)- 420
حسام الدین علی موصلی (والیٔ خلاط)- 389,382
حسام الدین ابو علی الہدبانی (والیٔ خلاط)-411,
453,432,420,415,414
حسام الدین غازی بن ارتق-221
حسان بن فرج طائی-52
حسن بن بویہ، رکن الدولہ-40,39,37
حسن بن جعفر-53
ابو الحسن بن ابی جعفر علوی-52,47
حسن بن حرمیل (سلاطین غور کا ایک گورنر)- 386
حسن، خواجہ، نظام الملک طوسی، اتابک، ضیا الدولہ-
92 تا 95,117,121 تا 124,126,127,
151,149,146,144,134
ابو الحسن دامغانی، قاضی القضاۃ-136
حسن زلفا (وفا ملک)، امیر- 376
حسن بن زید-32
حسن بن صباح- 143 تا 146,149 تا 152,
244 ,155
حسن بن عبداللہ حمدانی، ناصر الدولہ-27, 28, 31
44 ,37,
حسن بن عبدالمجید رازی-213
حسن بن علی، امام-28
ابو الحسن علی-53
ابو الحسن علی بویہ-55
ابو الحسن علی بن عبدالرحمن سنجانی، علامہ-148
ابو الحسن علی بن عساکر بطائحی- 320
ابو الحسن ماوردی، قاضی-, 60 ,61 ,71
ابو الحسن بن مستظہر- 181,180
ابو الحسن بن معلم-45
حسن بن محمد- 144 ,149
حسین (سپہ سالار شہاب الدین غوری)- 329
ابو الحسین احمد بن عضد الدولہ، لقب تاج الدولہ-,42
43
حسین بن علی، حضرت امام-447,29
ابو الحسین یوسفی-320
ابو حفص عمر مرتضیٰ ابن اسحاق بن ابی یعقوب بن
عبدالمومن (موحد حکمران شمالی افریقہ)- 453
حمزہؓ، حضرت-199
ابو حمزہ اسکاف-152
حمودیہ خلافت-62
ابو حنیفہؒ، امام- 56, 249
حنین، غزوہ- 368

خ

خاتون (زوجہ طغرل بک)- 87
خاتون جلالیہ-151
خارقان- 108
خاقان اکبر (منگولوں کا بڑا بادشاہ)- 357,356
خاقان، بادشاہ-50
خان اعظم، قراخطائی تاتاری فرمانروا- 318
خاموش بن اتابک اوزبک- 388
ختیا نوئین (تاتاری سپہ سالار)- 432

Marfat.com

خداوند جہاں (بیگم سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ)- 378

خسرو شاہ بن بہرام شاہ، غزنوی سلطان -237, 247 ,242

خسرو ملک بن خسرو شاہ غزنوی - 242, 247, 332,330,329,326,318

خشاوند بن محمود غزنوی- 106, 107

ابن الخطیب (ایلچی خلیفہ ناصر)-249-345,249

ابن خلدون، علامہ عبدالرحمٰن- 25,27,29,51, 108,104,101,97,91,88,63,58,57 ,138,133,126,124,121,120,109, ,207,203,177,159,150,149,143 ,234,229,222,221,213,212,209 ,270,269,267,252,242,237,235 ,284,282,279,278,275,274,271 ,311,304,300,293,291,289,287 ,337,336,334,327,325,321,314 ,360,349,347,346,344,343,339 ,392,390,386,384,376,370,362 ,436,435,431,427,419,401,399 452,451,449,439,437

خلطوس، امیر-227

خلف بن ملاعب بن الکلابی-222

خلیل بن صالح ایوب-424

خمیس بن ثعلب (والی تکریت)-71

د

داتا گنج بخش- 108

ابن دامغانی- 320

داؤد، جعفر (جفری) بیک- 91,90,71,64,

101 تا 105,107, 110, 229,122, 230

داؤد حبشی بن التون طاق (والی خراسان وطبرستان)- 132

داؤد حبشی بن ایناق، امیر- 209, 210

داؤد بن محمود غزنوی ،سلطان-192 تا 198 200, تا202

داہر، راجہ-440

دبیس بن صدقہ-180 تا 186 ,189 تا 192, 199,196,194

دبیس بن مزید-62, 70, 72، 75, 76, 81 تا 83 91,90,86,85,

درمیش بن شیش- 245, 246

دقاق بن تتش-160,162,174,178,179, 221

دقوقا- 379

دودمان سنی-234

دوش خان- 356

دولت شاہ بن بہرام شاہ-231, 236

دیوث-55

ڈ

ڈوزی، رائین ہارٹ-240

ڈیوک آف گنڈی- 302

ڈیوک آف سوابیہ (جرمن شہزادہ)- 289

ذ

ابوذرؓ-28

ذہبی - 46,197,320,438

Marfat.com

راج کولا (بیٹا پرتھوی راج)- 331
راڈرک، بادشاہ اسپین-441
راشد باللہ، ابوجعفر بن مسترشد، خلیفہ-200 تا 202
رافع بن حسین بن مکن-60
راورٹی (مورخ)- 363,354
رائے جو- 108
رائے راجو، شیخ ہندی- 108
ابن الربیع- 326,249
رچرڈز، شاہ انگلستان-292,285 تا 304,302
تا312,307
رستم-440
رستم، سپہ سالار سلطان سنجر-132
رستم داری- 396
رسول اللہ ﷺ - 271,270,154,165,
274
رشید الدین (مصنف)- 449,448
رضا الملک (رضی الملک)، شرف الدین367,366
رضوان بن تتش-174, 178, 187, 222
رضی (امیر)-50
رقا بیگ- 260
رکن الدولہ، ابوطالب طغرل بیگ-63,35,28
رکن الدین- 396
رکن الدین ایبک، مجاہد الدین (دوات دار خلیفہ)-
446تا441,436,433
رکن الدین بن بہرام شاہ-394
رکن الدین سلیمان بن قلیج ارسلان- 405
رکن الدین بن علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ-343
رکن الدین قزل ارسلان چہارم (والئ بلاد روم)-
454
رکن الدین مسعود بن صاعد، قاضی (اصفہان)-
387,378
روم، شاہ (شاہ قسطنطنیہ)-291,289
رومۃ الکبریٰ (رومن ایمپائر)- 291
رومیل-223
ریجنلڈ (فرنگی والئ الکرک)-272,270,166,
275
ریمانڈ ڈی اگائیلو- 169
ریمنڈ (فرنگی والئ طرابلس)-273 تا 280,275
ریمنڈے-187, 188

ز

زادویہ (والئ اہواز)37
زبیدہ خاتون- 130, 131
زعیم الدولہ، ابوالقاسم- 115, 116
زکی-50
زین الدین (نائب قطب الدین زنگی)217,217
زین الدین علی کوچک- 225

س

سالم بن مالک بن بدران-119
سامانی سلطنت-63
سبحان شاہ- 205
سبکتگین (بانی غزنوی خاندان)- 232,215
239,
سبکتگین (حاجب)-30 تا 38,37,34,32
سبل، متوفی-302
سٹیون رنسی مان-178,175,173,157,94,
,303,302,221,191,189,188,186

Marfat.com

426تا424,422,417,413,411,347

سراج منہاج (والد قاضی منہاج سراج) - 326,249

سرخاب بن بدر (والیٔ کرکورہ)- 131

سرخاب بن کیخسرو (والیٔ آوہ)- 132

سعد (مصنف)- 293

ابن سعد (اسپین)- 347

ابن سعدان-43

سعد بن زنگی- 324,225

ابوسعد خسروشاہ-75,74,73

سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت- 437

سعد الدولہ ابن تتش- 185

سعد الدولہ طواشی-161

سعد الدولہ گوہر آئین- 112, 113, 129,117,

131,

سعد الدین علی بن احمد المشطوب- دیکھئے سیف الدین

سعد الدین ابن معین الدین-266

ابوسعد سابور بن مظفر- 90

ابوسعد سمعا، یہودی- 117

ابوسعد علا بن حسن بن وہب (کاتب)-117

ابوسعد، فارسی (ٹھیکیدار بغداد)- 91

ابوسعد، قاضی- 91

ابوسعد بن ماکولا-54

ابوسعد بن مجلبان- 81

سعید ابن منذر-241,62

سعدی، شیخؒ - 448

سعدی بن ابی الشوک-78 تا 80

ابوسعید (وزیر جلال الدولہ)-59

ابوسعید طائی-51

ابوسعید، قاضی- 159

سقمان بن ارتق- 136, 160,159,137

سقمان قطبی-225

سکندر اعظم یونانی-238

ابن سکینہ- 320

سلجوق، ترک سردار- 64, 67, 229,96

سلجوق شاہ بن سلطان محمد، ملک-193, 202,196

,203

سلجوقی سلطنت، سلجوقیہ دولت- 122, 141,125

سلطان اشرف-42

سلطان الدولہ-50, 52,51

سلطان العالم-140

سلطان شاہ بن الارسلان شاہ-248, 324,318,

332,331,328تا 326

سلطانہ بنت طغرل، ملکہ 415,392,389,380

ساغر- 225

سلیمان ابن برجم ترکمان ایوبی-323

سلیمان بن داؤد جعفر بک- 92

سلیمان شاہ بن سلطان محمد- 205

سلیمان شاہ (سپہ سالار خلیفہ مستعصم)-434,

448تا 442,440,436

سلیمان بن قطلمش- 94, 125,119,118,

157

سلیمان المستعین-62 , 240

سلیمان بن نصیر الدولہ بن مروان- 73,72,70

سمنجانی-154

سمند (فرنگی حاکم انطاکیہ)-280

سموائیل (بادیس کا وزیر)-117

سنان، شیخ الجبل- (اسماعیلی فرقے کا سردار)-

303تا301

سنا الملک حسین- 162

Marfat.com

سنائی،خواجہ- 239
سنجر، سلطان، ملک - 126,132 تا 134,138,
147,161,180,182,183,190 تا
195,197,198,204,208 تا 212,214
تا 216,218,225,231,235,236,242
تا 246,248,327,371,393
سنجی ،امیر- 232
سنقر ارجانی- 293
سنقر (والیٔ ہمدان)-196
سنقر بن مودود- 225
ابن سنکا- 227
سوری بن محمد،امیر- 232
سونج (ارتق کا چچازاد بھائی)- 160
سویندرائے،امیر- 97
ابوسہل- 101
سہل بن بشر-39
سیاوش-71
سیف الدولہ، صدقہ-115,136,137,141,
سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان-52
سیف الدین ایاز- 403
سیف الدین باخرزی-444
سیف الدین بقراق- 367
سیف الدین طغرل (جاگیردار بلاد لحف)- 322
سیف الدین تاوکج،امیر- 272
سیف الدین زنگی بن عماد الدین زنگی - 225
سیف الدین سوری (غوری)،سلطان 233 تا 239
سیف الدین علی بن احمد المشطوب-292 تا 294,
305
سیف الدین غازی (والیٔ موصل)- 204
سیف الدین غازی دویم بن قطب الدین مودود-
257, 258,318,399
سیف الدین غوری بن علاؤالدین جہاں سوز،سلطان
325,326
سیف الدین ملک (والیٔ زابلستان)- 435
سیف الدین محمد- 245, 246
سیباد- 166
سیوطی،جلال الدین- 201,203,204,208,
218,315,319,356,398,438,439,
449,454,456

ش

شارلیمن (شاہ فرانس)- 230,346,373
شاور سعدی،وزیرالسلطنت- 309, 250
شاہ عثمان بن ناصرالدین عثمانی-394,395
ابوشجاع (وزیر)- 113,117,118
شجاع الدین- 233
شجرۃ الدر،اُم خلیل،ملکہ (بیوی صالح ایوب)-
424,425,428
شرف الدولہ-42,43
شرف الدین کردباز- 219
شرف الدین ابوجعفر احمد بن محمد سعید معروف بہ ابن۔
شرف الدین ،اشرف الملک ،وزیرالسلطنت-314,
315,380,382,388,,389,390,391
بلدی،ناظر واسط- 227
شرف المعالی- 161, 162
شکارکرد،امیر- 207
شکرستان-47,48
شمس الخلافہ (والیٔ عسقلان)- 163
شمس الخواص- 223
شمس الدولہ توران شاہ بن ایوب- 255, 256,

Marfat.com

261
شمس الدین (بھائی نظام الدین طغرائی)- 380
شمس الدین (قاضی ماردین)- 436
شمس الدین (والیٔ سجستان ونیمروز)- 394,393
شمس الدین التمش، سلطان دہلی- 400,376
شمس الدین ایدمغش- 323
شمس الدین ایلدکز- 225
شمس الدین راشد، امام- 341
شمس الدین محمد بن عبدالملک المقدم- 258, 266
,311
شمس الدین محمد ربانی (حاکم ہرات)- 374
شمس الدین، ملک (والیٔ بامیان)- 332,331
شمس الملک (وزیر خورزم شاہ)- 375
شمس الملک تکین- 95
شمس النہار (کنیز)- 128
شملہ (والیٔ خوزستان)- دیکھئے ایدغدی، امیر
شدب بن خرنک، ملک-232
ابوالشوک-72,59,55
شہاب الدولہ ابوسعد بن ناصر الدین اللہ مسعود (والیٔ موصل)- 165
شہاب الدین الپ، وزیر- 367
شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ- 343
شہاب الدین غازی، والیٔ حلب- 393,392
شہاب الدین محمد غوری، معز الدین- 233, 249
376,342,339 تا 324,318
شہاب الدین محمود- 257, 258
شہاب الدین محمود بن تاج الدین حرب- 395
شہاب الدین مظفر بن علامہ شرف الدین ابن ابو عصرون- 251
شہرستانی- 144
شہزاد بن مسعود سویم- 230
شیبان حاجب-101 تا 103
شیخ الشافعیہ، رویانی صاحب البحر-156,155
شیرازی، قاضی-101,100
شیرکوہ ابن محمد ناصر الدین شیرکوہ-404,402,269
,414,411
شیش- 232, 233

ص

صاعد بن عبدالملک ابن صاعد، قاضی- 213
صالح اسماعیل بن نورالدین زنگی- 256 تا 263
311,260 ,258
صالح اسماعیل بن ملک العادل (والیٔ دمشق)-416
تا423,420
صالح اسماعیل (والیٔ بعلبک)- 426
صالح نجم الدین بن الکامل- 432
صالح نجم الدین ایوب بن ملک عادل (والیٔ مصر)-
432,425 تا 417,414,406
صحیح بخاری (کتاب حدیث شریف)- 368
صدر الدین خجندی (رئیس شافعیہ)- 322
صدر الدین شیخ الشیوخ- 265
صدقہ بن دبیس (والیٔ حلہ)-200, 202, 203
صدقہ بن منصور بن حسین- 90
صدقہ بن منصور بن دبیس بن مزید- 134
صفادین- دیکھئے العادل، ملک، سیف الدین
صفی (ایاز کا وزیر)- 141
صلاح الدین ایوبی، سلطان-250,248,204 تا
,412,409,404 تا 399,328,318,313
454,430,429,425,417,413
صلاح الدین نسائی (کوتوال غزنہ)-366

Marfat.com

صلیبی (فرنگی) - 250,254,256,257,
260 تا 263,264,265,267,270 تا 275
,279,280

ض

ضحاک-223
ضیاالملک علاؤالدین محمد بن مودود- 379

ط

طارق بن زیاد- 440,441
طاش تکین مجیرالدین، امیرالحاج- 321
ابوطالب-74
طاؤس-226
ابوطاہر ابراہیم-44
ابوطاہر بن بختیار عزالدولہ-48
ابوطاہر فیروز شاہ-42,43
ابوطاہر بن محمد- 225
طبری، علامہ ابوجعفر محمد بن جریر- 66
طبقات ناصری-34,40
طراد بن دبیس-50
طرنطائی محمودی (کوتوال واسط)- 201, 206
طغان ترکی-47
ابن طغاریک- 206
طغرکین بن خلف (والیٔ دمشق)- 223, 222
طغرل بک بن میکائیل بن سلجوق-65,70,71, 73
,75,77,78 تا 80,82 تا 92,96,101 تا
107, 113,122,123,181,207,229
,230.346
طغرل تکین اتابک (والیٔ حمص، والیٔ دمشق)-
160,162,163,174
طغرل تکین محمد-210
طغرل ثانی (حاکم بلاد جبل کردستان)-318,320
طغرل شاہ بن قلیج ارسلان (والیٔ بلاد روم)-406
طغرل، غلام مودود- 109, 110
طغرل، ملک-182,189 تا 191,194 تا 196
طوطی-214
طولی (تولی) خان بن چنگیز خان- 367,373
الطیب طبری، قاضی- 60

ظ

ظاہر (امیر سلطان سنجر)- 393
ظاہر بامراللہ، ابونصر محمد، خلیفہ- 381,382
الظاہر غازی ابن صلاح الدین ایوبی- 272,309
401 تا 406,410,411,454
ابوالظفر جرجانی حنفی، قاضی- 138
ظہیرالدین ابومنصور ابن نصر معروف بہ ابن عطار-
316,317
ظہرالدین طغتکین- 221
ظہیرالدین قادیانی- 345

ع

العادل، ملک، سیف الدین، ابوبکر بن ایوب (بھائی
صلاح الدین ایوبی)-269,264,271,276
,278,285,288,298 تا 301,303 تا
305,307,308,312,401 تا 406,423
عاضد، خلیفہ (آخری فرمانروا دولت فاطمیہ)-250
251 تا 253,259,309 تا 311
عباسؓ-28
ابوالعباس (فقیہ)-50
ابوالعباس (وزیر سیف الدین غوری)-325,326

Marfat.com

ابوالعباس احمد بن اسحاق بن مقتدر، دیکھئے القادر باللہ، خلیفہ۔
ابوالعباس احمد بن مقتدی بامراللہ۔ دیکھئے المستظہر باللہ، خلیفہ۔
عباس بن شیش، امیر-246,238,233,205
ابوالعباس بن شیش- دیکھئے عباس بن شیش
ابن ابی عباس علوی-53
ابوالعباس نسوی-50
عباسیہ، سلطنت- 139,113,99,85
عبدالرحمان بن طغرل (والئ خلخال)-202,196، 205
عبدالرحمان بن عبدالصمد اکاف-213
عبدالرحمٰن غزنوی بن محمد غزنوی-107
عبدالرحمٰن الناصر (امیر اندلس)- 375,36
عبدالرحیم بن اسماعیل، شیخ الشیوخ- 317,316
عبدالرحیم بیسانی، قاضی- 404
عبدالرشید غزنوی ، سلطان، سیف الدولہ- 108 تا 110
عبدالقادر جیلانی، شیخؒ-208
عبدالکریم بن مطیع اللہ بن مقتدر، کنیت ابوبکر- دیکھئے الطائع للہ، خلیفہ۔
عبداللطیف طیب (مورخ)- 309
ابوعبداللہ بیضاوی-50
ابوعبداللہ حسین- 38, 44
عبداللہ بن ذخیرۃ الدین محمد ابوالعباس بن قائم بامراللہ- دیکھئے مقتدی بامراللہ، خلیفہ
ابوعبداللہ صمیری، قاضی-60,50
ابوعبداللہ مرودشی-60
ابوعبداللہ بن مستنصر باللہ (حکمران تیونس)-453
ابوعبداللہ نعمان-50
عبدالملک (حاکم مرو)- 373
عبدالملک بن نوح، سامانی بادشاہ-36
عبدالنبی-256
عبدالوہاب نقابادی-213
عبیدی (فاطمی خلیفہ)-164,139
عثمانؓ، حضرت، خلیفہ سوم-66
عثمان جمال- 127,124,122
عثمان بن صلاح الدین ایوبی-269
عدنان بن رضی-83
عزالدولہ عثمان بن زنجیلی -256
عزالدین (والئ ماہان)- 390
عزالدین اتابک- 415,412
عزالدین ارسل اسدی- 293
ابن عزالدین جاولی- 293
عزالدین حسن، ملک-246,238,233 تا 248
عزالدین بن عبدالسلام شافعی- 419
عزالدین بن فتح الدین کرد (پہلوان بغداد)-442، 443
عزالدین قلیج ارسلان-318
عزالدین محمد بن نورالدین حمیدی-408
عزالدین مسعود بن آقسنقر برسقی، اتابیگ- 182
عزالدین مسعود بن مودود زنگی (والئ موصل)- 257,263 تا 266,268,269,401,402، 408
عزالملک الاغر-163
عزالملک ابوعبداللہ حسین بن نظام الملک- 128
عزالملک (عزالملوک)-393
العزیز عمادالدین عثمان بن صلاح الدین-401 تا 403
العزیز بن ملک الظاہر بن صلاح الدین- 406

Marfat.com

عزیز الدین قزوینی (قاضی تبریز)- 380
ابو العساکر- 98
عضد الدولہ ابن بویہ- 152
عضد الدین ابو الفرج بن دبیس (رئیس الرؤسا)- 227،228،313 تا 317
ابو عطار- دیکھئے ظہیر الدین ابو منصور
عطا ملک (مصنف)-448
عفیف (خادم خلیفہ)-190
ابن العقاب (وزیر خلیفہ ناصر)- 344،345
علاء بن حسین-47
ابو العلا صاعد بن یحییٰ حنفی قاضی اصفہان-148
ابو العلا عبد اللہ بن فضل-46
علاؤ الدولہ (والی یزد)- 385
علاؤ الدولہ ابو جعفر بن کاکویہ- 98، 99
علاؤ الدولہ بن کالویہ (والی اصفہان) 69
علاؤ الدولہ مسعود (سویم) بن ابراہیم-111
علاؤ الدین (مورخ)- 448
علاؤ الدین کیقباد (والی بلاد روم)-389،390، 392،415،416،431
علاؤ الدین (والی قندہار)- 362
علاؤ الدین (والی قلعہ الموت)، باطنی سربراہ-387 تا 389
علاؤ الدین محمد بن تکش، سلطان خوارزم شاہ 249، 281،318،322 تا 324،326،328،331، 333،339،341 تا 352،354،357،358، 360 تا 363،365،386،399،400،419، 430
علاؤ الدین حسین جہاں سوز، سلطان، غوری -225، 233،235،243 تا 246،258،324 تا 326 ،337
علاؤ الدین قراسنقر - 423
علاؤ الدین بن محمد بن بہاؤ الدین سام، سلطان- 338 تا 341
علاؤ الدین مسعود بن شمس الدین محمد- 341
علاؤ الدین قماج سنجری، ملک (والی بلخ)-246، 247
ابن علقمی، موید الدین بدر الدین بن عبد الملک (وزیر خلیفہ مستعصم)-433،435 تا 445،447، 449 تا 452
علی، حضرت امام- 29، 32، 113،199،440
ابو علی (الملک الرحیم کا بھائی)-78
علی (نیال کا بھائی)-137
علی بہدر شحنہ- 445
علی بن احمد المشطوب-268
علی بن بویہ- 55، 76
علی تکین، (امیر)-65
ابو علی حسن بن استاذ ہر مز لقب، عمید الجیوش-49،50
علی بن حمود-62
علی بن دبیس (والی حلہ)-206
علی بن دنقش (حاجب عضد الدولہ)-42
ابو علی بن شاذان-122
ابو علی بن شرف الدولہ-45
ابو علی طاہر بن سعد المزانی (اسماعیلی)-223
علی بن طراد زینبی-204
ابو علی بن عمار، فخر الملک-181
علی بن عمر (امیر حاجب)-183
علی بن عمران دیلمی-98، 99
ابو علی بن فضلان-90
ابو علی بن ابی کالیجار- 78، 80
علی مباغ متکلم، امام-213

Marfat.com

بوعلی بن محمد بن سوری، امیر-233
ابوعلی بن مروان-49, 53, 56
علی بن مسعود- 108, 109
علی بن مشرف الدولہ-129
علی بن معز الدین ایبک- 428
علی بن مقتفی- 220
علی بن موسیٰ الرضاؒ، امام- 371
علی بن یوسف، مرابطی امیر المسلیمین-207
عماد الدولہ-28
عماد کاتب-251
عماد الدین (والیٔ سنجار)- 318,283
عماد الدین احمد بن سیف العین علی بن مشطوب الہکاری
-408,406
عماد الدین بلخ- 367
عماد الدین زنگی، امیر، (والیٔ موصل)- 182,132
,204,202تا200,195تا190,186
318,225تا223
عماد الدین زنگی (بھائی نورالدین ارسلان شاہ)-
408
عماد الدین بن مودود زنگی (والیٔ حلب)-263,
267
عماد الملک ساوی- 344
عمرؓ، حضرت- 437,381
عمران بن شاہین- 37 تا40
عمر خیام-144
عمر بن عبدالعزیزؒ، اموی خلیفہ- 381,315,118
عمید-197
عمید ابونصر-112
عمید الدولہ بن جہیر- 131,127,124
عمید الدولہ بن فخر الدولہ-112 تا117,115
عمید العراق ابونصر- 84
عمید الملک، ابوسعید بن عبدالرحیم-58, 60
عمید الملک کندری (وزیر سلطان طغرل)- 87,83,
123,113,92,91,88
عمیرہ (سردار بنوعامر بن صعصہ)- 321
عنتر بن ابوالعسکر -203
عون الدین ابن ہبیرہ، وزیر السلطنت-218
عیسیٰ، حضرتؑ (پیغمبر)-77, 447
عیسیٰ، امیر (والیٔ تکریت)- 320
عیسیٰ (والیٔ مکران کا بیٹا)- 98
عیسیٰ الہکاری، فقیہ-254, 268, 270

غ

ابوالغازی بن ارتق، امیر- 131, 136,134,
223,222,185,160,137
ابوغالب (فخر الملک)-50, 52, 53
ابن الغرض- 241,62
غریب بن تکین-58
غزالیؒ، امام- 123
غضبان (بنوکعب)- 315
غضہ (ارمنی لونڈی)، مادر خلیفہ مستضی- 313
غلام رسول مہر، مولانا - 332,249,240,239
383,373,372,368,354,352,351
441 تا444
ابوالغنایم بن مجلبان-81, 84
غوری، سلطنت- 226,225
غیاث الدین بن علاؤ الدین محمد تکش، سلطان-375,
388تا385,382,378
غیاث الدین، سلیمان شاہ بن سلطان محمد-210,
216 تا 219

Marfat.com

غیاث الدین محمد سام، غوری، سلطان-245,243 تا 324,318,249 تا 330,328 تا 332، 345,339,337,336

غیاث الدین محمود بن سلطان غیاث الدین محمد سام- 337 تا 342

ف

الفاضل، قاضی- 403, 267

فاطمہؓ بنت رسول ﷺ-28

فاطمیہ ،دولت- 143

فائز بن ملک العادل- 407

فتح الدین بن صالح نجم الدین ایوب- 417

فتح الدین عمر بن ملک العادل- 425

فتح الدین کرد- 446

ابوالفتح بن ابی الشوک (والی دینور)-69

الفتح بن عمید، (رکن الدولہ کا وزیر) 39,37

ابوالفتح مظفر بن حسین-91

ابوالفتح بن ورام-91

ابوالفتح عبدالرزاق احمد متمیدی-109,108

ابوالفتح بن ہزارشب- 205

ابوالفتوح- 152

فخرالدولہ-43

فخرالدولہ بن جہیر -112، تا 116

فخرالدولہ بن نظام الملک- 130

فخرالدین جہارکس (آزاد غلام صلاح لدین ایوبی)- 404,403

فخرالدین سلاوی بن ناصرالدین قباچہ- 376

فخرالدین، شیخ، امیر (معتمد ملک العادل)- 411، 414,412

فخرالدین مسعود، ملک (والئ بامیان) 246,233، 337,332,247

فخرالدین بن مسعود زعفرانی، امیر (حاکم الرہا)- 264

الفخری (کتاب)- 448

ابوالفداء، ابن کثیر (مورخ)- 449

ابوالفرج (خلیفہ مصر کا وزیر)- 88

ابوالفرج احمد بن عبدالغفار حمدانی- 138

فرخ زاد-110

فرخ شاہ، عزالدین-270,266,263,261

فردوس-(انطاکیہ کا حکمران)118

فرشتہ، محمد قاسم-109,106,100,98,97، 237

فریڈرک بربروہم، شاہ جرمنی- 289,285

فریڈرک دوم، بادشاہ جرمنی-411 تا 417,414 تا 419

فرہاد بن مرداویج-99,98

ابن فسانجس-85,84

فشر، ایچ اے ایل- 172

ابوالفضل-31,30

فضل اللہ (مصنف)- 418

ابوالفضل بیہقی، امام (تاریخ ناصری)-68,41

فضل بن مقتدر بن معتضد- دیکھیے مطیع للہ، خلیفہ

فناخسرو، عضد الدولہ- 41,40,39,38,37، 43,42

فلپ آگسٹس ،شاہ فرانس-292,285,158، 296

ابوالفوارس-54,51

ابوالفوارس ماکان بن فناخسرو، لقب شرف الدولہ- 46,44,43

فولاد بن خسرو دیلمی-79

Marfat.com

فولاد غوری، امیر-232
فولاد بن مابدرار-42.
فیروز (بہروز)، غدار انطاکیہ-168، 179
فیقونو بین (تاتاری سپہ سالار)- 368

ق

القادر باللہ، خلیفہ- 113,95
ابن قادوس، قاضی- 162
قاروت-87
ابن قاروت- 204
ابوالقاسم بن احمد-49,47
ابوالقاسم الافضل محمد ملک، امیر الجیوش-143
ابوالقاسم حسین بن عبدالواحد دار وغہ ابوالفرج بن رئیس الروسا-141
ابوالقاسم حسین بن علی بن حسین مغربی-52
ابوالقاسم بن علی- 324
ابوالقاسم علی بن جہیر، (وزیر)-140
ابوالقاسم قشیری، امام الحرمین-123,93
ابوالقاسم کرخی-60
ابولقاسم بن ماکولا-58
ابوقاسم بن مجلبان-81
ابوالقاسم محمود بن عبدالعزیز- 219
ابوالقاسم المستعلی باللہ (فاطمی خلیفہ)- 143، 149
ابوالقاسم مغربی-53، 54، 88
ابوالقاسم نشابازی- 192
القاہر باللہ، خلیفہ-36
قاید-151
قائم بامر اللہ، خلیفہ-57,55 تا 71,61 تا 73، 76 تا 81,79 تا 86,84 تا 112,96,95,93 207,181
قبلائی خان بن طولی بن چنگیز- 434,433
قتلغ خاتون (حکمران کرمان)- 454
قدرخاں-67
قدری-50
قراجاساقی (والئ فارس وخوزستان)- 193
قراسنقر- 202
ابن قراسنقر، اتابک (والئ آذربائیجان)-203
قراقوش، غلام تقی الدین- 269
قرواش (والئ موصل)-70 71، 72
قرواش بن مقلا-,50,53,54,62
قرہ ارسلان خان-361
قریش بن بدران (والئ موصل) - 78,80,81، 83,85,86,88 تا 90،
قزل-68
قزل خان ابن امین لملک- 375
قسیس، امیر- 222
قسیم الدولہ، (والئ حلب)120,119
قطب الدین (والئ سنجار)- 405
قطب الدین، امیر یزدان- 228
قطب الدین اولاغ- 365
قطب الدین ایبک- 337,331
قطب الدین حسن، ملک- 233
قطب الدین شاہ- 209، 216
قطب الدین قایماز (رئیس دربار خلافت مستنجد)- 317,316,314,313
قطب الدین ملک شاہ بن قلیج ارسلان (والئ قونیہ)- 291,289
قطب الدین مودود زنگی (والئ موصل)217,216
قطب الدین نیال بن حسان منجی- 258، 264
قطز، اتابک (مملوک والئ مصر)- 428

Marfat.com

قطلغ بن بہلوان- 322
قطلمش- 85, 92
قفچاق (خان)- 215
قلدون صالحی- 423
قلیج ارسلان بن سلیمان بن قطلمش ،سلطان-141
,308,290,289,262,177,166,158,
311
قلیج ارسلان ترکمانی- 391
قماج علاؤالدین،امیر (والیٔ بلخ)- 214
قمص (والیٔ رہا)- 163
قوام الدولہ، کربوقا (والیٔ موصل)-129,126,
178,174,168,160,133,131,130
187,179
قوام الدین حرادی (ہمشیرزادہ طغرائی)389,388
قوزر- 209, 210
قیصر بقش کون (والیٔ صوبجات جبل)-208,205
قیصر روم- 35, 40, 177
قیوق کیک بن اوکتائی (کیوبک)- 433,432

ک

کاقولی بن خطفائی (لاقون بن اصطفانہ) بن الیون، والیٔ آرمینیہ-290
ابو کالیجار بن سلطان الدولہ، (والیٔ اہواز) 54,52
108,98,73,72,69,60,58,55,
کالیون- 247
الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)- 359
کامل بن طغرکین- 266
کامل بن محمد بن مسیب-80
الکامل ملک، بن ملک العادل، ابولمعالی ناصرالدین (والیٔ مصر)-409,407,406,404,393
تا423,421,419
کائی، بادشاہ- 286
کتبغری، امیر- 182
کربادی (والیٔ بوارخ)- 181
ابن الکرخی- 202
کریم الدین حمزہ- 395
کزل، امیر- 192, 196, 204
کزل ارسلان، عثمان- 320
کستلی-50
کشکی خان (بادشاہ ترکان خطا)- 348
کشلو خان (منگول سردار)- 357,356
کشلو خان (خوارزمی سردار)- 420
کمشتکین (صالح کا سپہ سالار)- 258
کمشتکین قیصرانی-227,136
کمال الدین بن العدیم (وزیر ناصر یوسف والیٔ دمشق)- 428
کمال الدین بن عضد الدین، استاددار- 314
کمال اشہیر (وزیر سلطان محمود سلجوقی)- 225
کمال الملک بن عبدالرحیم دیلمی-72
کوتوال قیصر- 226
کوکباش-70,69
کولتاکش (کول)69,68
کونریڈ، مارکویس آف ماؤنٹ فیرارٹ قیراشا (والیٔ صور)-301,299,297,295,282 تا303
الکیا الہراسی، علامہ- 147
کیخسرو غیاث الدین بن علاؤالدین کیقباد (والیٔ بلادروم)-438,437,432,416
کیکاؤس-69

گ

Marfat.com

گاڈشیل، جرمن راہب- 166

گاڈفرے ڈیوک ڈی لورین- 167,159,158، 170

گائی آف لسگنن- 273

گورشیر (گورشید)، والئ کرمان- 435, 397، 454

گیئر نائیٹ- 282

ل

لاقون بن اصطفانہ- دیکھئے کاقولی بن خطفائی

لولو خادم- 223

لولو، امیر البحر- دیکھئے حسام الدین

لؤ لو، نورالدین (بدرالدین) ارمنی، حاکم موصل- 440,434,428,426,421,420,408، 454,448تا445

لوئیس نہم، بادشاہ فرانس (آٹھویں صلیبی مہم کا سربراہ) 427تا421

لین پول- 275تا272,246,215,110، 291,289,286,284,283,279,277، 306,305,302,300,299,296تا293، 344

م

مادر مستنجد- 220

مارکوئیس (فرنگی تاجر)- 276

مارگاتھیس، امیر البحر ولیم آف سسلی- 281

مامون الرشید، خلیفہ- 114

مبارز لدین، ملک- 375

مبارک بن کامل ابن منقذ- 256

متقی، خلیفہ- 28

متوکل، خلیفہ- 430,117 ,29

متوکل شمس الدین احمد (امام زیدیہ، یمن)- 454

متولی- (عرب سیاح) 56

مجاہد الدین- 268 ,267

مجاہد الدین بہروز- 204, 192, 191

مجدالدین قدوہ، قاضی- 249

مجدالدین ابوعلی بن ربیع شافعی (مدارس نظامیہ بغداد) 339

مجدالدین ابوالفضل استاددار- 320,318

مجیرالدین انز بن جمال الدین محمد بوری- 224

ابوالمحاسن، عبدالجلیل بن محمد دہستانی، وزیر- 131، 141,140,136,135

محسن، سید- 216

محسن فانی- 144

محمد ﷺ- 368,355,335,319,65

محمد، سلطان- 222 ,217 ,216

محمد بن ارباش- 87

محمد بن اسماعیل- 321

محمد اللہ ابن ابی بکر (مصنف)- 448

محمد بن انوش تکین (خوارزم شاہ)- 210

محمد باھلیم- 231

محمد بن بقیہ- 40,39,31,30

ابومحمد حسن بن سہلان، لقب، عمید الجیوش- 50 تا 52

محمد بن حدرون، سپہ سالار سلطان علاؤالدین- 338

محمد زیادی، امام- 211

محمد بن زید (لقب، قائم بالحق)- 32

محمد بن سلیمان- 209

محمد بن شرف الدولہ- 119

محمد بن ابن طاہر المنصور (اندلس)- 375

محمد بن طباطبائی (مورخ)- 448

Marfat.com

محمد بن عباس، امیر- 233
ابو محمد عبداللہ بن منصور، قاضی جبلہ- 133
محمد غالب باللہ بن یوسف بن نصر (خلیفہ اندلس)- 453
محمد بن قاسم- 440
محمد بن سلطان محمود، ملک- 206 تا 208
محمد مسمول بن محمود غزنوی- 105,97 تا 107
محمد بن ملک شاہ، غیاث الدنیا والدین- 130,126 تا 147,141 تا 153,149 تا 159,155، 184,182,180,165,161
محمد بن سلطان مودود- 108
محمد بن یحییٰ (فقیہ شافعی)- 213
محمود بن احزم- 88
محمود (سردار ترکان غز)- 214
محمود خوارزمی (چین میں خوارزم شاہ کا جاسوس)- 348
محمود بن سبکتگین (سلطان محمود غزنوی) 63,55,51 تا 105,100,97,96,71، 108,106 تا 215,125,117,110، 232,228 تا 328,247,242,238,234، 429,400,375,347,330
محمود، سلطان، بن سلطان محمد، سلجوقی- 180,141 تا 189,185 تا 197,192
محمود بن محمد بن سلیمان بن داؤد بقراخان بادشاہ فانیر حکمران کاشغر و ترکستان (سلطان سنجر کا بھانجا)- 211
محمود بن مسعود غزنوی- 107
محمود بن ملک شاہ، ناصر الدولہ والدین- 127,126، 130
مرتضیٰ- 50, 60
مرداویج (انوشیرواں کا دوست) 71
مرداویج بن زیار- 55,33
مرزبان، لقب، صمصام الدولہ- 43,42,41,39، 48,47,46,45,44
مرگلہ بن ہزار اسپ (والیٔ کردستان)- 454
مروان (بنی حدید- اندلس)- 241,62
ابن مروان- 116,114
مسترشد باللہ بن مستظہر، ابو المنصور الفضل، خلیفہ 142، 180 تا 183,185,186,189 تا 200,204
المستضی بامر اللہ، ابو محمد حسن بن یوسف مستنجد، خلیفہ- 313,250,249 تا 326,317
المستظہر باللہ، ابو العباس احمد، خلیفہ- 131,129، 147,142,140,137,136,135,132، 180,161
مستعصم باللہ، عبداللہ، خلیفہ- 427,426,421، 433,430 تا 446,444 تا 453,451
المستعلی، فاطمی خلیفہ- 178
مستعین باللہ، خلیفہ- 424,32
مستکفی باللہ، خلیفہ- 76,74,25، 113,84
المستنجد باللہ بن مقتفی، خلیفہ- 226 تا 228، 252، 313 تا 315
مستنصر باللہ (خلیفہ اندلس)- 241,62
مستنصر باللہ فاطمی خلیفہ (مصر)- 84,81 تا 87، 143,96,93، تا 146,149,151، 250
مستنصر باللہ، منصور بن ظاہر، عباسی خلیفہ- 381، 433,431,396,382
مسعود (سویم)- 230
مسعود جلال (والیٔ تکریت)- 208
مسعود جلال (کوتوال بغداد)- 206، 207
مسعود، سلطان، بن سلطان محمد، سلجوقی- 180 تا 193,184,182 تا 208

مسعود بن محمود غزنوی۔ 67,68,69,96 تا 106
,110,118,228,229,230,233,238
مسعودی، حاجب- 206
ابو مسلم خراسانی- 232
مسلم بن عتبہ- 241
ابو مسلم، علوی- 151
مسلم بن قریش (والیٔ موصل)- 91,114,115,
119
مشرف الدولہ ابو علی- 51,52,53,54
مشیر الخادم- 265
مصلح الدین شیرازی سعدی، شیخ- 225
مطر خادم- 203
مطیع للہ، خلیفہ، ابو قاسم فضل بن مقتدر بن معتضد، -
25,26,27,28,29,30,31,32,35,36
37,38,56
مظفر الدین (والیٔ اربل)- 379
مظفر الدین کوکبری- 264، 265,286,408,
411
مظفر الدین المعروف وجہ السبع (غلام خلیفہ ناصر)-
378
مظفر بن رئیس الدولہ- 116
مظفر بن عماد بن ابوالخیر- 185
مظفر غازی (حاکم میافارقین)- 419
مظفر ملک- 367
مظفر محمود بن منصور (حاکم حماۃ) 410,414,428
مظفر بن یوسف (رسولی حکمران یمن)- 454
ابو المظفر یوسف- دیکھیے مستنجد باللہ، خلیفہ
معاویہ بن ابو سفیان، امیر- 28، 114
معتصم باللہ، خلیفہ- 34,55,56,66,74,
250 ,400
ابن معروف- 227
معز (سردار ترکان غز)- 214
ابن معز الدولہ (والی ہمدان)- 5.1
معز الدولہ ابی تمان بن صالح- 116
معز الدین (عز الدین) ایبک چاشنگیر- 424,426
تا428
معز الدین علوی بردی (قاضی القضاۃ غیاث الدین
سام غوری)- 326,327
معز الدین محمد سام غوری (شہاب الدین غوری)
245، 243
معصومہ قم- 372
معظم توران شاہ بن صلاح الدین- 426
المعظم عیسیٰ بن ملک العادل، شرف الدین (والیٔ
دمشق)- 404,406,407,409 تا413,417
تا419,425
معین الدولہ سقمان- 221
معین الدین انز- 24
مغیث فتح الدین عمر بن عادل (حاکم الکرک)- 426
,428
مغیث الدین محمد- 125
مقبل بن مقلد - 86
مقتدی بامر اللہ، خلیفہ- 95، 112 تا114,117,
118,120,124,126 تا129,195,
المقتفی لامر اللہ، محمد بن المستظہر، خلیفہ- 200,
202,204,206 تا208,216,218 تا221
مقریسی (مقریزی)، مورخ- 449
ابن مکرم- 48
ابن ملجم- 199
ملکا بک- 209
ملک الاشرف (والیٔ دمشق)- 389 تا392

Marfat.com

ملک الپال (الجبال) قطب الدین محمد-234,233
238
ملک خان (ماموں زاد بھائی جلال الدین خوارزم شاہ)
367,366
الملک الرحیم، امیر الامرا-78 تا84, 96
ملک شاہ سلجوقی، جلال الدین- 112,95,93,
114 تا 117, 119 تا127, 144,140,
221,182,157,150,149,146
ابن ملک شاہ- 317
ملک شاہ دویم-216,141,140 تا 218
ملک شاہ بن سلطان محمد-206 تا 208
الملک العزیز بن جلال الدولہ-73,72,54
الملک العزیز بن صلاح الدین- 269
منصور (خلیفہ اندلس)- 241
ابو منصور (وزیر سلطان محمود)- 183
ابو منصور-75, 76, 80, 99
منصور ابراہیم بن شیرکوہ (حاکم حمص)- 420,419
منصور بن حسین- 85,84
منصور بن حسین اسدی-75
ابو منصور بن حسین، خطیب الملک-134
ابو منصور بن وزیر ابو شجاع محمد بن حسین-142,141
ابو منصور بن صالحان-45,44
منصور بن صدقہ- 186,185
منصور بن عز علی-70,69
ابو منصور بن عضد الدولہ بن بویہ (والی اصفہان)-73
ابو منصور فلاستون-75,74,73
منصور بن فرید بہاؤ الدولہ (والی دجلہ ونیل)-115
منصور بن ملک العزیز عثمان- 404,403
منصور بن نبیل حاکم جبلہ- 281,280
منصور نور الدین علی بن معز الدین ایبک453,428
ابن منقذ-160, 222
منکبرس، امیر (والی فارس)- 182, 202, 227
منکلی، امیر- 324,323
منکو خان بن طولی بن چنگیز-436,434,433,
453,449,447
منور (رئیس قہستان)-152,151
منہاج سراج، قاضی- 103,101,67,43,
,231,229,215,125,110,108,106
,335,332,328,326,249,245,239,
351 تا 349,346 تا 344,340,338,337
,434,396,393,383,368,366,355,
446,443 تا 441
مؤنجاح، حبشی غلام-56
مودود غزنوی، سلطان شہاب الدولہ-105 تا108
110,
موسیٰ اشرف (والی حمص)- 421
موسیٰ اشرف بن مسعود بن الکامل (والی مصر)-
428,426,425
ابو موسیٰ اشعری-113
بو موسیٰ ترکمانی- 221
موسیٰ بن سلجوق-64
ابن موصلایا (والی اربل)- 435
موفق عبد اللطیف- 356,320
موفق بن علی بن اسماعیل-49
موید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی معروف بہ ابن قصاب
322,321
موید الدین (وزیر شہاب الدین غوری)-336
موید الملک محمد عبداللہ سنجری- 340,338
موید الملک بن نظام الملک- 115,113,112
152,133,131, 130,

Marfat.com

مہارش بن مجلصی- 88
مہد عراق (ماں بہرام شاہ)- 231
مہدی باللہ (خلیفہ اندلس)- 61, 241
مہذب الدولہ-47,48,51
مہلبی (معز الدولہ کا وزیر)28
مہلہل بن بدران- 78, 79, 83, 186
میر خوند (مورخ)- 449
میخائیل-94
میکائیل بن سلجوق- 64
میشاد-166,168,170

ن

ناتھ (مسعود غزنوی کا ایک ہندو سردار)- 100
الناصر داؤد بن معظم بن ملک عادل-412 تا 414,
417 تا 420
ناصر الدین اللہ، ابو العباس احمد بن مستضی، خلیفہ
-250 تا 252, 262,313,317,319 تا
324,326,339,343 تا 347,351,357,
362,378,379,381,399,408,419,
430,435,452
ناصر الدین حسین ماردینی، ملک- 244
ناصر الدین عثمانی- 394,395
ناصر الدین قباچہ- 337,375,376,395
ناصر الدین (الدولہ) محمد بن اسد الدین شیر کوہ (والیٔ
حمص)- 258, 269, 270
ناصر الدین محمد بن تقی الدین عمر بن شیر کوہ-303,
304,312,401,402
ناصر الدین محمود شاہ اول (سلطان دہلی)- 454
ناصر الدین یغمور- 420
ناصر صلاح الدین یوسف (حاکم حلب و دمشق)-
420,425 تا 428, 454 تا 456
ناصر بن منصور (حاکم حماۃ)- 410
ناصری خسرو-170
ابن نجار- 320
نجم الدین ایوب، والیٔ تکریت (والد صلاح الدین
ایوبی)- 193,253, 254, 309
نجم الدین غازی سعید (والیٔ ماردین)- 454
نزار بن مستنصر باللہ فاطمی-143 تا 145,149
151, 152
نسائی- 388
ابو نصر احمد بن محمد عبد الصمد- 105
ابو نصر بن استاذ ابو القاسم قشیری- 112
ابو نصر بن بختیار عز الدولہ-48
ابو نصر خسرو فیروز، لقب، الملک الرحیم- 73 تا 76,
78
ابو النصر بن سابور-46,47,49
ابو نصر عضد الدولہ، ابو مفصل-42 تا 51,53
نصر بن نفیس بن مہذب الدولہ احمد بن ابو الخیر (والیٔ
بطیحہ)-185
نصرت الدین بن حرمیل- 386
نصرت الدین بن بہرام شاہ- 394,395
نصیر الدولہ افتگین- 143
نصیر الدین (وزیر خوارزم شاہ)- 363
نصیر الدین حقر-195
نصیر الدین محمد طوسی، خواجہ (وزیر ہلاکو)445,446
نصیر الدین محمد فرنک-249
نصیر بن علی کنانی، امیر، والیٔ شیراز-119,120
نظام الملک طوسی- دیکھئے حسن، خواجہ
نظام الدین طغرائی (حاکم اعلیٰ تبریز)-380
نظر، امیر- 215

Marfat.com

نکبرد، امیر- 129
نورالدین ارسلان شاہ (حاکم موصل)-407,405
408,
نورالدین محمود (حاکم قلعہ کیفا)-267,264,262
نورالدین محمود زنگی، سلطان-218,217,181,
225, 250 تا 259, 263, 267, 268,
430,313,311 تا 309,307
نورالدین شیرکوہ- 272
نویان قرہ چار (جدامجد امیر تیمور)- 354
نیال بن انوش تکین حسامی، والیٔ سادہ-137,135,
149
نیال خان (غایر خان یا قدر خان)، والیٔ اترار-348
تا 352, 360,358
نیال کوشہ-27
نیال -70, 72, 73
نیران شاہ پسر توران شاہ بن قاروت- 147

و

ابن واصل- 319
والکبی، امیر، پسر برسق- 132
والٹرکنگال (گاتھیز)- 166
ابن وزیر- 204
ابوالوفاً-223
ولیم آف سسلی (صقلیہ)- 282,281

ہارون-65
ہارون، گورنر خوارزم- 101
ہارون الرشید، خلیفہ- 123, 371,346,232
ہارون بن ایبک خاں-65,64

ابن ہبیرہ، عون الدولہ، وزیر السلطنت-208,207
227,
ہزارشب-75,
ہزارشب بن تنکیر کردی (والیٔ اہواز)- 89,86,
91
ہشام بن عبدالملک، اموی خلیفہ-66
ہشودان-70,64
ہلاکو خان (ہلاؤ بن طولی بن چنگیز خان)-429,
433,430 تا 453,451 تا 456
ہمفری آف ٹورون- 302,298
ہنری آف شیمپین (فرانس)- 307,291
ہنفری- 261
ابن ہیثم- 67,34
ابوالہیجا (والیٔ سنجار)- 181
ابوالہیجا سمین- 204, 266
ہیوآف ارمانڈو-158

ی

یاسر بن بلال- 256
یاقوت (بن داؤد)- 87
یاقوتی - 86
یحییٰ برمکی- 123
یزدان بن قماج-221
یزدن، امیر- 316,315
یزید بن معاویہ- 241
یسو (باپ چنگیز خان)- 354
یسوع مسیح- 169
یعقوب الحلی، امیر البحر- 293
یعقوب المنصور، سلطان مراکش- 289
ابویعلی عمر بن محمد-50

Marfat.com

یغمر-69,68

یغمر احسن بن زیان- 453

یمین الدین بہرام شاہ (والیٔ سجستان)- 394

یوسف بن ابق ترکمانی- 130

یوسف خوارزمی-95

یوسف بن محمود غزنوی- 106

یوسف ابو یعقوب، امیر المومنین موحدین- 347

ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق (حکمران دولت مرینہ)

-453

یوہمند (یوہمانڈ، ہمند)، حاکم انطاکیہ- 283,158

287,

یہمیند- 160

Marfat.com

Marfat.com

اقوام وقبائل

آ

آل بویہ-دیکھئے بنی بویہ
آل زید-دیکھئے زیدیہ
آل رسول،اہل بیت-437,232,33,28
آل ہاشم- 165

الف

ابوائی ترکمان (قبائل انبوہ)- 440
اتابکیہ کردستان- 454
اثنا عشری،فرقہ-32
ارتقیہ،دولت-454,221
ازارقہ،فرقہ- 150
استباریہ (ہاسپٹلرز) -281,280,275,274,
307,306,300
بنی اسد- 227
امرا اسدیہ- 272
بنی اسرائیل- 359
اسماعیلی- 336 تا 334,301,56
دیکھئے قرامطی، باطنی
اشعریہ،فرقہ- 114,112,93,92
اغراق (خلجی قبیلے کی شاخ)- 368
اکراد جوزقان (قبائل کردستان)- 431
اموی (اندلس)-352,346,281
بنو اُمیہ-373,243,232,118,62,33,
430
بنی انوش تگین- 215
اہل بیت- دیکھئے اہل بیت
اہل تشیع-دیکھئے شیعہ
اہل سنت والجماعت- 120
اینگلوسیکسن-399,230,172,171

ایوامیہ،ترکمان- 383
ایوبی خاندان-453,452
ایوبیہ ترکمان- 431

ب

باطنی،فرقہ-143 تا 352,302,258,157,
453,449,445,436 تا 434
بحریہ،ممالیک-453,428,427,423,419
بربر-241,240,74,66,62,60
بنو برجم (ترک قبیلہ)- 343
برجی ممالیک- 424
بلخیہ،امرائے-200
بنی بویہ-25 تا 57 تا 55,53,50,39,35,27,
113,96,85,84,80,78 تا 76,74,63,
452,430,346,243,121,
بیاروت،قبیلہ- 365,363

ت

تاتار (تاتاری)-346,344,342,324,63
401 تا 384,380,377 تا 356,351,
454 تا 430,428,419,415,410 تا 408
تاجیک- 367,361
ترکان خطا - 213 تا 211,63 ,248,215,
363,335,331,328,326
ترکان غز-دیکھئے غز

ٹ

ٹمپلرز-171 دیکھئے فداویہ

ج

Marfat.com

جرمن- 171

ح

بنوحزن- 315
حشیشین (باطنی، اسماعیلی)- 303
بنی حفص (حکمران خاندان تیونس؟)- 453
بنوحمدان- 49
بنی حدید- 60
حقانیہ (اندلس)-241
حنبلی، فرقہ (حنابلہ)-120,114,113,29
449,433
حنفیہ، فرقہ (حنفی)-435,399,372,113,
449,440

خ

خطا- دیکھیے ترکان خطا
خفاجہ، گروہ، قبیلہ-315,227,226,91,53,
321
خلجی- 367
خوارج (خارجی)- 399,395,394,150
بنی خوارزم، خوارزم شاہی -221,216,215,
345,343,332,327,310,243,242, تا
,420,419,399,395,393,349,347
452,432,423,
خوارزم شاہی، سلطنت-215

ذ

ذکوان، قبیلہ- 206

ر

راجپوت- 105
رافضی- 113,92
ربیعہ، قبائل-256,78,74,40
رسولی، سلطنت (دولت)- 454
رعل، قبیلہ- 206
رومن چرچ- 177

ز

زنگی، خاندان- 452,311,264,263,259
زیانیہ، سلطنت (الجزائر)- 453
زیدیہ، فرقہ، دولت،-56,32
آئمہ زیدیہ (یمن)- 454

س

بنی سامان، آل سامان، دولت سامانیہ-49، 50,
239,230,215,151,96,65,64
بنی سبکتگین، آل سبکتگین (خاندان غزنوی)-50,49
,242,239 تا 237,235,234,230,77
243
بنوسکار (کردقبیلہ)- 343
سکینڈے نیوین قبائل-172
سلجوقیہ، آل سلجوق، سلجوقی سلطنت-67,65,26,
110 تا 107,105,102,101,84,78,77
,159,157,124,121,120,118,113,
242,235,230,222,215 تا 213,209
,399,347,346,343,334,327,243
452,438,430
سلجوقی (بلاد روم، ایشیائے کوچک)- 318,310,
454
سلغریہ، اتابکیہ فارس- 454
سن قران (غز تاتاریوں کا ایک گروہ)-328
سنی، فرقہ، اہلسنت والجماعت-394,387,372
452,449,441,440,435,433,
سومرہ (حکمران خاندان سندھ)- 329
بنی سیجبور - 151

Marfat.com

ش

شافعیہ،فرقہ- ,154,148,120,113,92
440,435,399,372
شنی- 238 ,232
بنوشیبان- 89,79,38
شیعان کرخ- 76
شیعہ فرقہ- ,399,372,120,114,113
451,449,445,441,440,435,433
,452

ص

بنی صالح بن مرداس- 50
صلیبی (فرنگی)- 284,282,281,254,243
413تا405,401,347,346,311,308تا
451,429تا419,417,

ض

آل ضحاک- 234

ط

طالبیوں (شیعوں)- 344
طے، قبیلہ- 407

ع

بنو عامر بن صعصعہ- 321
بنو عباس، عباسیہ سلطنت، عباسی خلفاء- 36تا33,25
,157,139,120,118,95,77,76,49
,232,221,219,204,193,199,173
,373,352,346,343,313,248,243
452تا449,431,430
عثمانیہ، سلطنت- 221
عجم- 453,434,431,430,368,355
عراقیہ- 69
عرب قبائل- 453,399,355,114
بنی عقیل- 86,79,78,72,70,50
آل علی زین العابدین- 32
علویہ مصر، خلفاء علویہ، خلافت علویہ- ,75,50,26
253,222,163,83 دیکھئے فاطمیہ
بنو عمار- 347,187

غ

غز، ترکان- 242,216تا212,209,63تا
367,346,328,327,258,247
غز، سردار- 248
غزنوی خاندان، غزنوی سلطنت- ,226,225
330تا328,326,318,243,230تا228
,333 دیکھئے آل سبکتگین
غوری خاندان، بنی غور، غوری سلطنت- ,232,231
,326,324,247,245,243,235,234
,367,347تا345,339,333,331,327
429,386

ف

فاطمیہ دولت، فاطمی خلافت، فاطمین- ,96,56,49
,248,163,161,149,145,143,113
,313,311,310,256,254,253,250
373,352,347,328
فداویہ (ٹمپلرز)- ,283,281,275,274
307,306,300,295
فدائی- دیکھئے اسماعیلی، قرامطی، باطنی
فرنگی- دیکھئے صلیبی

ق

قراخطائی (ترکان خطا)- ,345,335,333

Marfat.com

346
قرامطہ- 33 ,329دیکھئے اسماعیلی، باطنی
قرامطی حکومت (ملتان)- 329,328
قحطانی (حمیری)-74

ک

کرامیہ، فرقہ- 249
کسریٰ، سلطنت-33
بنو کعب-315
بنو کلاب- 50
بنو کنانہ (دمیاط)- 421
کھوکھر- 335

گ

گکھڑ-329
گوتھ-399,230,172,171

م

مرابطین-373,281,243
بنی مرزبان- 64
مروانیہ دولت، بنی مروان- 49, 116
مرینہ، سلطنت- 453
مشفق، قبیلہ- 321
مضر قبائل-78,74,72,40
معتزلہ، فرقہ مغاتیہ- 29
مقاسیہ- 62
ممالیک مصر-425,423,422 تا 453,427
منقری، حکمران- 225
منقذی (بنو منقذ)- 347,187
منگول-352,346,344 تا 412,411,356,
450,449,431,430,427
موحدین-373,347,318,310,281,
453
مہارش- 50

ن

نارمن-399,230,177,174,172,171
بنی نصر- 453
نظامیہ، خادمان نظامیہ-208,133,126,87

و

بنی ورام-91

ی

یمک، قبیلہ- 363
یونانی، چرچ-177

Marfat.com

مقامات وممالک

آ

آبنائے باسفورس- 167,166,158
آذربائیجان-,93,92,80,70,69,64,
,195,192,138,137,135,130,129
,311,308,265,225,205,202,200
,376,359,347,344,324,323,312
,397,396,392,390,383,379,377
446,436,434,431,410,408
آرمینیہ، بلاد ارمن-71,69 ,173,94,93,
,376,354,308,291,290,262,205
411,383
ارمنی غلام225,
شاہ آرمینیہ266,
آسام- 333,332
آسٹریا-158,
شاہ آسٹریا-406
آمد-392,267,264,152,115,114,
432,431,415,408
آنی- 382
آوہ- 322

الف

ابہیر-147
ابی ورد- 374
اترار-348,350,360تا362,366,385,
399
اٹلی، (اطالیہ)-96,158,171تا173,284,
373
اجمیر- 337,331
اُچ- 395
اران-396,225
ارانیہ- 432,344,323
اربل-289,286,274,265,262,181,
435,431,411,408,379,303
ارجان-152,149,79,75,74,52,45
اردن- 408,406,405,403
اردن، دریا- 427,308,287,284,272
اردھن، قلعہ- 362
ارزق (بلاد روم)- 416
ارزن- 431
ارسوف-310,298,297,165
ارض مقدس-171 تا174 دیکھئے بیت المقدس
ارغان-68
ارقہ، قلعہ-188
ارگ قلعہ- 397,396
ارنول- 282
ازدیر، قلعہ-152
اسپین-221,207,174,117,63,62,36
347,346,318,310,281,243,240,
453,441,400,399,375,373,
استرآباد-184,101,69
استیہ- 246
اسکندریہ-419,291,287,272,143,77
اسعرد-431
اسفراز- 396
اسویا، قلعہ-152
اشمون، بحر- 410 409
اشمون طناح- 407
اصطخر-324,75,74
اصفہان-96,80,78,77,75,69,64,43,
,127,126,120,119,117,108,99,97

Marfat.com

,148,146,138,136,135,132تا130
,216,205,202,196,183,154تا150
,385,382,378,324تا322,228,218
440,434,429,396,388تا
قلعہ اصفہان-156,155,153
اعزاز- 401
اعیان، قلعہ- 311
افامیہ- 405, 222
افریقہ، بلاد- 144,113,66,65,36,33,
269,269
افریقہ، شمالی- 453,373,318,310
افریقہ، شمالی (مغرب)-270,269
افغانستان-344,310,228,221,107,96
اقریطش، جزیرہ (کریٹ)-174
اقصرائے-92
الامارہ، قلعہ- 222
البیرہ، قلعہ- 264
الجیرہ- 262
الغولا- 272
امرایلا- 272
امرسگند-125
انبار- 81,80,72,60,50
انحاز بلاد- 382
انزار- دیکھئے اتراد
اندخود- 248
اندلس- دیکھئے اسپین
انطاکیہ-,158,139,124,119,118,35
,178,171,169تا167,164,160 تا
,283,282,280,223,222,188,179
290,289,287
انگلستان- دیکھئے انگلینڈ-
انگلینڈ-352,307,285, 172,167
انیا- 262
اوانا-137
اوجا- 376
اہواز- 43,42,40,39,37,34,32,31
58,55,52,51,49,48,47,46,44
430,89,80تا78,75,74
ایدس- 431
ایران-157,145,144,125,67,33,
,432,430,390,355,180,179,173
453,449,440,434تا
ایران، شمالی- 157
ایشیا-239,173,166,158,144
دیکھئے وسط ایشیا
ایشیائے کوچک- 173,157,96,94,93,
318,289,262,180,177,176
ایلان، قلعہ- 363
ایلہ (ایلاث)- 271,270,263

ب

باب الابواب- 139
باب داؤد- 278
باب شامیہ-190,83
باب الفردوس-88
باب کلوازی- 451
باب نوبی- 90
بادغیس (خراسان میں ہلاکو کا دارالحکومت)- 434
بازقان- 78
بازنطینی ایمپائر- 172
بالس- 222
بامیان- 336,328,248,246,244,231
370,342تا
بانیاس، قلعہ- 401,260, 223
بحرین-186,136,33
بحیرہ عرب- 329
بخارا- 63تا 68, 97, 358,349,209تا
399,397,361

Marfat.com

بدارہ- 102
بدخشاں- 337,328
بدرسیو- 147
برامکہ،قلعہ-194
بردان- 80
بردشیر،قلعہ- 73
برزم- 266
برزیہ،قلعہ- 401,283,282
برطانیہ-دیکھئے انگلینڈ
بست،قلعہ- 339,244, 109
بسطام- 322
بصرہ-30,39,40,43,44,47,48,51تا
,186,138,89,80,78,76,74,73,53
379,321,227,196,192,191,
بصری- 420,401
بطیحہ-35,37,39,46,47,49,51,54,
185,125
بعقوبا- 379
بعلبک- 223,257,258,311,401,409,
426,420,416
بغداد-27 تا 50,49,47,تا42,40تا34,32
,95,93,91تا71,62,60تا58,56تا52
,121,120,118,تا116,113,112,96
147,140,137,136,134 تا128,124
,175,165,164,159,156,155,149,
تا194,191تا189,186تا181,179
,227,226,223,222,218تا216,208
319,317تا315,313,251تا249,232
,424,396,379,347,344,324,323,
455تا433,430,427
بغراس،قلعہ- 283
بقجوان- 389
بکاس،قلعہ- 282
بلادالبلدیہ- 201
بلادجبل-35,37,86,90,97,107,138,
206,196,192,182,-دیکھئے کردستان
بلبیس- 418,404
بلخ- 71,98,101,102,104تا106,122
345,248,246,229,214,212,
بلغار(بلغاریہ)-378,176,166,158
بلغراد- 166
بلقا- 413
بلیان- 414
بنارس- 331,330
بندنجین- 317,226
بنگال- 337,333,332
بوارخ- 86
بوشنج-326
بوغ- 270
بوئیلون-167
بہار-332
بھاطیہ- 99
بھنور،قلعہ،متصل ارجان-152
بیلون- 168
بیت الحم- 276
بیت فوجہ-304
بیت المقدس-119,139,157تا164,170
,221,188,180,179,176,174,171,
,280,279,277,276,273,270,223
,299,298,296,285,284,282,281
419تا417,413تا402,359,312تا301
429,427,426,422,
بیرجالوت- 272
بیروت-264,275,276,291تا293,
304
بیدر- 393,392
بیرہ- 267
بیسان- 272

Marfat.com

بیلقان- 377
بیہق ،صوبہ- 212

پ

پارس-125
پروان (شمالی افغانستان)- 368,367
پشاور-367,329,108
پشتہ نعمان- 368
پنجاب-,337,335,329,242,107,96
پنجدہ- 248
پوزرا- 270

ت

تارانت- 158
تبت- 385
تبریز-383,380,379,377,193,80,
119,410,390,388,385
تدمر-421
ترامن-330
ترکستان، بلادترک-63,50تا349,173,67,
390,370,360,359,355,352,350,
434,397
ترمذ- 389,360,108,63
ترند-414
ترنوخ- 376
تستر-321,79,75
تشتشان- 376
تعز،قلعہ- 256
تفلیس (دارالحکومت کرج)- 382
تکریت-193,86,71,60,40,38,27,
379,321,309,208,206,205,203,
440
تکیت آباد (تکین آباد)- 236,97
تل اعفر،قلعہ-408

تلبوس- 406
تل باشر- 421,401
تل خالد- 267
تل سلطان- 260
تل کیسان- 288
تمکر،قلعہ- 256
تنکت- 384,383
توران- 67
توزر- 315
تولک،قلعہ- 396,244
تینس- 163
تیونس- 453

ٹ

ٹائیکس- 169
ٹھٹھہ (دیبل)- 329

ج

جاجرم- 374
جارجیہ (جارجیا)- 376,354,308,93
جامع بغداد- 216
جامع زہرا (اندلس)-240
جانس- 376
جبال نور- 404
جبل جوز- 269
جبلہ- 409,402,290,280
جدہ- 271
جربازقان- 99
جرجان-138,133,132,107,102,71,
324,322,193,183
جرزاوان-247
جرمنی-289تا411,406,307,291
جرید- 269

Marfat.com

الجزائر- 453
الجزیرہ- دیکھئے جزیرہ
جزیرہ- 139,138,135,130,56,37,27
,266,264,263,257,180,175,151,
,288,286,283,274,272,269,268,
,402,401,324,311,304,303,289
424,420,417,415,408,407
جزیرہ بنی اسد- 50
جزیرہ ابن عمر- 265,116,86,70
جزیرہ نما عرب- 65
جعمر- 186
جموں (کشمیر)- 330
جند (سندھ)- 360,256,215,68,65,64
جندی سابور- 48
جنیوا- 352, 173
جیحون، دریا- 209,106,95,68,67,65,64
358,349,333,215,
جیرفت- 98

چ

چین- 213,199,173,125,63,44,
411,383,357 تا 355,353 تا 350,348
434 تا 432,

ح

حارم- 401
حجاز، حرمین- 272,138,123,74,33
حدیثہ خان- 88
حران- 268,266,264,257, 129,119
416,415,408,303,289,286,270 تا
432,
حرمین شریفین (حجاز)- 318,313
حسن الکرد- 187
حشوی (قدیم مرکز سیستان)- 394

حصن الاکراد- 280
حطین- 308,280,275
حلب- 116,114,93,56,52,50,35,
,158,139,137,136,130,129,119
,223,222,192,189,186,174,164,
,272,270 تا 265,263,260,258,257
,313,311,304,290,289,287,283
,407,405,404,402,401,393,392
454,442,425,421 تا 419,416,409 تا
حلوان- 396,206,134,133,79
حلہ- 194,192,191,185,181,180,
317,315,227,226,207
حماۃ- 261,260,257,223,222,187,
,401,347,288,286,269,266,263
428,414,410,409,402
حمص- 260,258,222,187,130,35,
,405,404,402,288,287,269,261
,425,421,420,419,414,411,409
426
حملین- 405
الحوار- 270
حوراً- 273
حوران- 224
حورس- 389
حیرہ- 135
حیفہ (حیفا)- 427,165

خ

خابور- 431,267,264,257
خاریاب- 248
خالنجان، قلعہ- 154
خانہ کعبہ- 277,270,218
خاییار (نواحی غزنہ و ہرات)- 396
ختلان- 434,433

Marfat.com

خراسان- 36,46,48,64 تا 68,70,77,92
97 تا 99,101,103 تا 106,108 تا 110,
116,118,133,134,138,145,147,
148,149,151,182,183,189,190,
191,193,194,200,201,208 تا 218,
221,228,229,230,235,244,247
تا 249,258,281,310,328,334,343
346,347,355,357,359,362,365,
367,370 تا 376,378,385,386,390,
394,396,397,399,400,408,410,
431,432,434,441,451
خرت برت- 392,416
الخرونہ- 291
خزر، بحیرہ- 396
خلاط- 93,115,130,265,268,308,
377,382,383,389,390 تا 392,406,
407,410,411,415,416,431
خلم- 248
خوارزم- 63,101,104,107,108,209,
210,215,224,225,229,230,246,
247,318,328,345,347,362,365,
366,370,397,398,399,410
خواف- 374
خوزستان- 45 تا 47,49,52,73,78,86,
131,132,138,152,196,202,208,
216,217,225,317,321,378,379,
,386
خوک وکوک- 395
خوئی- 93,144,199,383,389,414

د

دارا- 420
داروم- 304,306,310
داریا- 264, 270
دامغان- 69,133, 322
داورم- 276
داوری (بین قندہار و ہرات)- 396
دجلہ- 78,134,191,193,201,216,
220,268,318,437,438,440,442,
443,447,450
دجیل- 136
دربساک- 283,401
دربند شروان- 377,396
دستان- 440
دسکرہ- 80,189
دقوق- 189
دقوقا- 208
دمشق- 30,36,119,158,162,163,
165,174,206,221,223,224,243,
254,255,258,259,261 تا 266,,269
,270,272 تا 275,280,283,288,303
,304,307 تا 309,401 تا 405,407,
409,411 تا 414,416,417,419,420,
423,425 تا 428,432,454
دمیاط- 287,406 تا 410,412,417.421
,422
دمیل- 335,337,338
دوآب (دوآبہ، موجودہ صوبہ یوپی ہندوستان) 337
دہستان- 102
دہلی- 329,331,337
دیار بکر- 49,53,56,70,86,114 تا 116,
125,129 تا 131,135,139,141,151,
222,272,286,392,424,431
دیر عاقول- 38
دیلم- 25,27,30,32,33,42,49,51,53
55,125,221,230
دینور- 194,196,199,204

Marfat.com

ر

راس عین- 408,405
رام ہرمز-75,74,49,47,42,30
راسن، دریا-167
رباط، جلولا-189
رحبہ-421,269,226,129,115,86,84
رخج-236,105
الرحیم مقام-254
رخ باد- 80
رعبان-262
رقہ-408,315,267,264,257,188,115
رملہ-,261,260,162,161,136,84
,308,306,305,301,297,277,276
405
رودبار مرو- 246
روس-376,354,93 تا 378، روسی-430
روضہ رسول ﷺ-271,270
روم، بلاد روم، مملکت رومیہ-,94,93,80,71
,278,199,158,157,151,125,118
,407 تا 405,401,392,312,3113,08
454,446,436,432,415
رہا (الرہا)-257,160,159,129,119
416,415402,303,286,264,
رے-,92,91,82,80,78,70,69,37
135 تا 130,127,125,107,102,101
217,180,182,147,146, 138,137,
,372,366,362,359,334,324 تا 322
,430,399,397,388,386,385,378
440,435

ز

زاب- 268
زابل جروم-247
زابلستان-454,435,110
زبید- 256
زمین داور- 247,244,236
زنجان- 376,323,192,182
زنگ-93
زوار- 270

س

سامرا (سامرہ)-135,28,27
ساوہ-324,323,183,182,146
سائبیریا- 355,353
سبزوار- 374
سبکجی - 244
سجستان-,236,230,109,108,97,69
397 تا 393,366,359
سرادقہ- 199
سرجہان- 182
سرخس-101 تا 104,,229,249,374
سرمن رائے- 390,53
سرمین، قلعہ- 282
سروج- 401,165
سرود- 248
سسلی- 412,411,292,282,174 ,172
سلمیہ- 415,41,410,401
سلوقان- 378
سیلون- 281
سمرقند-,170,125,124,96,67,66,63
,366,362 تا 357,349,348,324,228
435,399,397,372
سمیساط- 405,303,262
سنجار-286,267 تا 264,187,86,85,31
431,408,405,404,401,303,289,
سنجہ، دریا 262-

Marfat.com

سندھ- 328,326,318,148,97,56,47
329,332,337,440,
دریائے سندھ- 369,375تا376,431
سندیش- 232
سندیہ-71,53
سنک سوراخ،قلعہ- 391,390
سنگہ غور- 245
سوالک (ہندوستان)- 395
سوران-110
سوس-408,406,49,47
سوہلیت- 270
سیالکوٹ- 329
سیدون- 170
سیراس- 389
سیستان-375,374,367,225,125
سیرم-132
سیواس- 415

ش

شاش- 357
شاقون (شاغون)- 359,357
شام-114,96,85,63,52,36,35,30,
159,157,156,151,133,139,125,
161تا165,169,171,173,174,178,
179,180,187,218,221,222,243,
250,253,257,258,260,261,263,
272,274,276,310,3111,313,318
343,346,352,355,399,401,405,
406,415تا417,425,432,445,446,
455
شام، سواحل-157,159,163,170,180,
187,189,260
شام،شمالی-267
شاہ در،قلعہ-150,152,154
شاہرین- 406
شتوقان،شمالی افغانستان-104
ششتی (چین کا صوبہ)- 434
شغر،قلعہ- 282
شفیع-196
شقیف،قلعہ- 419,286,285
شلمین،قلعہ- 99,98
شماسیہ،صحرا- 189
شمس،قلعہ- 391
شوبک-411,409,401,284,263,254
425,413,
شوش- 401
شہرزور-268,216,131
شہربلد- 268,86
شہرساد- 377
شیراز-387,225,74,73,51
شیرز،شیزر-164,160,156,155,139,
347,290,256,202,187
شیروان،قلعہ- 83

ص

صخرہ،مقدس- 277 ,161
صرخد- 404,401
صغد (صفد)-419,408,307,284,283
صفوریہ-273تا 275
صفیہ کوہ،قلعہ- 396
صنعا- 454
صور (طایر) -163,222,276,279,280,
281,284,85,287,291,292,297,
310,308,302,301
صیدا- 409,301,292,276
صیہون،کنیسہ- 307

ط

Marfat.com

طالقان- 247, 248,327,371,378,
434, قلعہ طالقان- 151
طائر- 170
طبرستان- 41,69 تا 71,107,125,138,
230,342,397
بحر طبرستان (بحر قزوین)- 362,365
طبریہ- 263,273,274,280,287,307
,403,409,420
طبس- 147 تا 149,151,
قلعہ طبس- 155
طبور- 272
طخارستان- 104,244,367,370,432
طرابلس (لبنان) 35,123,163,165,170
,187,188,268,269,273,275,276,
,278,280 تا 282,287,290,307
طرسوس- 35,281
طلیطلہ (اسپین)- 174,399
طمغاج (طمقاج) ، کوہ- 350,351,356
383,434
الطور- 405,406
طوس (مشہد)- 95,104,122,213,271
,371,374
طوغاج- 348
طول العجول- 288
طہران (رے)- 372

ع

العبادیہ- 288
عباسیہ- 193,426,428
عجلون، قلعہ- 406
عجم، بلاد- 97,139,144,165,230,308,
312
عدن- 256
عراق- 26,29,38 تا 41,45,49,51 تا 55,
60,73,74,76 تا 79,85,87,89,96,97
,107,113,115,116,125,129,135
,137,138,143,157,160,173,175,
180 تا 182,184,189 تا 193,195,206
,209,215,216,218,220,221,226
تا 228,230,313,318 تا 320,343,
344,347,348,352,355,359,362,
368,385,390,396,397,410,430,
439,440,441,452,453,454
عرب، جزیرہ نما- 271,284
عریان- 264
العریش- 428
عزاز- 258, 260
عسقلان- 161,162,270,276,279
285,292,296 تا 299,301,302,306,
409,420
عسکر مکرم- 132
عقبہ، خلیج- 270
عقبہ سراباد- 343
عقربابل- 208
عکبرا- 27,58,78
عکہ (عکا)- 160,163,274,279,280,
285,286,288,289 تا 297,299,304
تا 307,310,311,405,411,413,420,
425 تا 427
عمان- 30,33
عتاب- 267
عیذاب- 270 تا 272

غ

غرابلی- 268
غرجستان- 245 تا 247
غرناطہ (اندلس)- 453
غزنی، غزنین، غزنہ- 71,100,101,103 تا

Marfat.com

110,183,225,231تا240,247تا249
325,327,328,329,332تا335,337
تا342,344,347,359,366تا369,
376,384,385,396,397,410,433,
435,454
غز، علاقہ-87
غزہ- 222,242,245 ،275,306,412,
413,418,420,426تا428
غوطہ- 224
غور- 232,233, کوہستان غور235, کوہ پایہ
236,243,244,245,247,248,272
بلادغور325,326,331,332,337,339,
345,376,394,396,397,434
غور(اردن، فلسطین)- 413

ف

فارس- 37تا39,42,44تا48,51,52,54,
63,70,74تا77,120,138,150,152,
224,225,230,247,324,386,397,
410,430,434,436,437,439,445,
فامیہ- 120
فدک، باغ- 28
فرات- 88,119,207,262,264,267,
268,304,402,408,442
فراقیہ، جزیرہ-158
فرانس- 139,158,167,171تا173,175
285,307,368,373,421,
جنوبی فرانس173، شمالی فرانس174
فرغانہ- 66,357
فلسطین- 157,171,178,179,180,188
257,260,275,289,298,308,310,
402,403,407,417,427,429,
ساحل فلسطین279,
فلینڈرز- 167
فوشنج- 248
فیروزکوہ- 234,236,238,239,241,
243تا247,330,331,337,339,342,
345
فیوارقادس، قلعہ-370

ق

قاراغش- 293
قادس-246
قاشاش- 224
قاشان(کاشان)- 216,323,324,386,
397
قاہرہ- 36,93,117,143تا145,149,
188,248,250,251,258,260,261,
263,309,403,404,409,412,425,
426
قاسن-146
قبرص- 292,302
قراخطائی- 216,211,215
قرطبہ- 60,62,241
قرقیسیا- 264,420
قرون حماۃ- 260
قریہ یحییٰ-59
قزوین- 69,135,137,150,196,323,324
334,358,376
بحر قزوین- 146
قسطنطنیہ- 77,124,158,159,166,167,
173,177,178,250,289,308,346,
405
جیر قسطنطنیہ- 139,164
خلیج قسطنطنیہ- 289
قشتامیہ- 281
قصر شیریں- 89
قصر عیسیٰ- 91

Marfat.com

قپچاق- 392,384,378,377,370
قلزم، بحر- 271,270
قلعہ آہنگراں- 232
قلعہ جعفر- 119
قلعہ ملاذ خان- 152
قلعہ ناظر- 152
قلعہ یعقوب- 261
قم- 399,397,372,366,324,323,
435
قنجان- 359
قندز- 434
قندہار- 396,366
قنطرہ اربق- 75
قوطور، قلعہ- 368
قور- 68,67
قومس- 324
قونیہ- 308,289,262,158,157,92
قہستان- 434,394,336,334,151,147
436,
قیساریہ- 427,297,170,165

ک

کابل- 454,435,397,385
کاشغر- 385,359,66 ,63
کاصیہون، قلعہ- 282
کتارنگ، قلعہ- 341
کجوراں- 246
کربلا- 72
کرج- 382,380,377,322,183
کرخ- 433,93,83,69,60,59,49,32
449,442,
کردستان (بلاد جبل)- 308,269,125,49
,343,324,323,320,318,313,310
454,377,362,
کردکان- 366
کردکوہ، قلعہ- 152
الکرک- 284,275تا273,263,254,
419,418,416,413,409,401,308
428,426,425,
کرکچہ- 323
کرمان- 73,54,52,51,49,47,43,42,
378,359,235,230,146,110,97,
454,435,397,388تا386,382,
کرمان (کوہستان کرم، درۂ کرم)- 338
کروخ- 265
کش، ولایت- 244
کشمیر- 330, 108
کفرارمان- 268
کفرطاب 269,187,164,139,120,
405
کفرکنا- 405
کلبوا- 272
کلور- 376,375
کند، قلعہ- 106
کنیسہ- 164
کواشی، قلعہ- 408
کوکب، قلعہ- 406,284,283,280,263
کوفہ- 134,113,90,88,76,53,50,
442,226
کولون- 167
کولی (علی گڑھ)- 331
کوہ جود (کوہستان نمک)- 335
کیفا- 421,408,264,262,258,221,
432,424,423,

گ

گجرات- 332,329
گرگان- 248

Marfat.com

گرم سیر (بجستان)- 367,248,247,244,
434
گلیلی - 427
گنجہ-391,379,377,182
گیلان (جیلان)- 396,236,232

ل

لاذقیہ-409,401,290,282تا280,120
لان- 359
لاہور- 242,237,228,120,107,96,
,335,330,329,326,324,318,247
429,376,337
لبنان- 303,187
لکز- 359
لورین- 167
لیبیا- 310,308
لیہ (تبت)- 385

م

ماردین-392,267,266,258,223,221
,435,431,414,408,405,404تا402
454
مازندران-378,363,362,319,182,
386
ماسکین- 264
ماوراءالنہر - 96,95,68تا66,63,50,36,
,211,209,183,182,147,138,108
354,345,343,324,310,215,213تا
385,370,360,358,
ماہان- 390
مبارکہ- 186
محراب داؤدؑ- 161
مخاضۃ الاضرار- 261

مدار- 55
مدائن- 182,180,50
مدینۃ الزہرا (اندلس)- 240,165,125,60,
241
مدینۃ المنورہ- 263
مرادقہ-199
مراغہ- 372,258,202,199,197,69,
380,379,377
مراکش- 453,207
مرج (دمشق)- 224
مرج دابق- 160
مرج العیون- 304
مرج قراتکین- 205
مردا- 248
مرغزار- 247
مرغاب، دریا- 332,248,244
مرگلہ (اسلام آباد)-118,106
مرو-211,207,146,122,104تا101,
,324,318,249,248,229,214,212
,375,373,371,370,331,328تا326
399,397
مرو شاہ جہان- دیکھئے مرو
مریدین- 262, 266
مسجد اقصیٰ- 413,277,161
مسجد عمرؓ- 169
مشرق، بلاد-,204,171,149,117,56
278,256,207
مشقر-186
مشہد ابوحنیفہؒ- 137
مصر-,139,125,98,93,56,52,50,49
178,173,163,162,152,146,145,
261,260,258تا250,222,221,179,
284,276,274,272تا269,264,263,
,315,313,310,308,298,288,286

Marfat.com

،405,404,399,391,352,328,318
445,428تا420,417,416,409
المصیعہ- 262
المعرۃ- دیکھئے معرۃ النعمان
معرۃ النعمان-187,169,164,160,159،
410,405,401,269
مغرب، بلاد- 278,243,171,149,117
مقیاس (دریائے نیل، مصر)- 423,419
مکران- 98تا97
مکرم- 75,48
مکہ- 270,268,256,125,98,65,53
272تا
ملازکرد- 392,382,157,96,94,93,80،
406
ملتان- 328,231,230,107,99,68,56
337,334,333,330تا
ملطیہ- 392,115,92
منبج- 405,401,269,258,222
منصور، جامع- 140,59
منصورہ- 424تا421
الموت، قلعہ- 244,155,151,149,146,143
436,435,388,387,383,335,245،
مورو، قلعہ- 408
موزلے- 167
موصل- 50,49,44,40,38,31,28,27،
116,115,114,86,85,80,70,53،
140,139,135,131,129,126,119،
200,195,193تا191,186,185,181
260,258,257,224,217,216,202تا
303,289,286,274,268,266تا262،
411,408,404,402,401,324,317،
446,445,440,439,436,434,420،
454
موقان (بوقان)- 390,377
میاکین، قلعہ- 208
میافارقین- 311,303,268,116,115,73
431,419,411,404,392،
مینس- 167
میمسرگ- 167
میلے دل (بلغاریہ)- 166
مینہ- 248

ن

نابلس- 417,413,412,307,278,261،
418
نارمنڈی- 296
ناگور (سوالک)- 393
نجف- 216
ندلین الرل، قلعہ- 152
نسا- 374,365
نسیس- 276
نصیبین- 264,258,257,130,129,86،
431,420,405,402,268تا266
نظاوت- 272
نظامیہ، مدرسہ- 147,112,93
نظرون- 301,276
ننگرہار- 367
نوبہ- 255
نوشجان- 138
نہرشیر- 442
نہروان- 206,190,189
نیشاپور- 104تا101,98,95,92,71,68،
248,213,212,194,146,132,106،
373,371,370,362,358,348
نیل، دریا- 422,419,410,409,407تا
424
نیمروز- 397تا393,248 ,247
نیہ، قلعہ- 394

Marfat.com

و

وادی جزویل- 272
واسط-30,32,35,37 تا 40، 43,46 تا 48
51 تا 55,59,72,74,75,81 تا 85,84,82
89,90,134,135,136,180,181,186,
194,207,208,227,
والیان (ورخ)، قلعہ-367,369,370
وجیرستان، قلعہ- 243,245
ورق- 246,248
وسط ایشیا (وسطی ایشیا) 228,281,324 تا 342
346,347,352 تا 355,387,393,397,
398,431,452,453
ورخ- دیکھئے والیان
وینس- 173,352

ہ

ہارونیہ-189
ہرات- 71,92,98,101,103 تا 105,
209,232,243,244,246 تا 248,318
324,326,332,334,342,366,367,
370 تا 375,396,397
کوہستانی علاقہ (ہرات)-244,245

ہمدان-69,79,86,87,101,130,131
132,134,136,141,146,150,153
183,191 تا 196,198,201,207,216
217,219,222,320,322 تا 324,334,
344,358,359,362,372,376,379,
388
ہنگری-158,166,167,176,406,421
ہندوستان-(بلاد)64- 69,96,97,105,
106,118,148,173,(شمالی ہند)221,
231,242,310,327 تا 329,332,333
336 تا 338,342,352,376,387,432
443,454,
ہیجور، بلاد- 362

ی

یافہ (یافا)-161,162,297 تا 299,301
304 تا 306,308,310,413,427,
یروشلم-166,169,170,274 تا 275,277
279,-دیکھئے بیت المقدس
یمن-56,65,255,256,271,272,
311,313,315,454
یورپ-284,373,399

Marfat.com

مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

عہدِ بنو عباسؓ 2

زاہد چوہدری

تکمیل و ترتیب
حسن جعفر زیدی

ادارہ مطالعہ تاریخ

Marfat.com